نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند

www.KitaboSunnat.com

اعداد وتقدیم

الأستاذ عدنان الطرشه حفظه الله

ترجمه وتحقیق

محمد ابو یحیی زکریا زاهد حفظه الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند

www.KitaboSunnat.com

اعداد و تقدیم
الأستاذ عدنان الطرشه حفظہ اللہ

ترجمہ و تحقیق
محمد زکریا زاهد حفظہ اللہ

دار الكتاب والسنة للنشر الدولي
للتحقيق والتأليف والترجمة والنشر والطباعة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند

ناشر

دار الکتاب والسنۃ

اشاعت اول .... مئی 2010ء

باہتمام .... ابوسلطان ارشد مغل

مطبع .... شاکرین لاہور

كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَولِي وَمَا صَحَّتْ بِهِ الآثَارُ دِينِي
فَدَعْ مَا صَدَّ عَن هَذِي وَخُذْهَا تَكُنْ مِنهَا عَلَى عَينِ اليَقِينِ

دار الكتاب والسنة للنشر والدولي

DAR AL-KITAB WA AL-SUNNA
INTERNATIONAL PUBLISHING HOUSE
5 Shesh Mahal Road, Lahore: 54000 Tel.: +923335666966 Pakistan
P.O. Box No. 330110 Riyadh: 11373 Kingdom of Saudi Arabia
Tel. +966555281537 - +966561111277 Fax: +96614357322
www.darkitab.com E-mail: info@darkitab.com – darkitab@gmail.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

1- خطبہ مسنونہ 19

2- انتہائی اہم سخن اوّلیں 21

3- مقدمہ 40

پہلا باب..... عبادات میں سے محبوب اعمال

تمہید 45

4- نبی کریم ﷺ کی ایمان سے محبت 45

ایمان کیا ہے؟ 46

5- ارکان اسلام کی تفصیل 49

ایمان باللہ 49

فرشتوں پر ایمان 50

کتب سماویہ پر ایمان 51

اللہ کے رسولوں پر ایمان 51

یوم آخرت پر ایمان 52

تقدیر کے اچھا اور برا ہونے پر ایمان 52

6- نبی معظم ﷺ کی نمازِ پنجگانہ سے محبت اور خوشی 53

فرض پانچ نمازیں 54

7- نبی مکرم ﷺ کے نزدیک تمام پسندیدہ اعمال واشیاء میں سے محبوب ترین نماز 59

8- نبی کریم ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب..... ہمیشگی والی نماز 63

9- نبی کریم ﷺ نماز کو جلد ادا کرنا پسند فرماتے 66

10- نبی کریم ﷺ سنت نماز گھر میں ادا کرنا پسند فرماتے 67

11- نبی کریم ﷺ کے نزدیک دو رکعات دنیا جہان سے زیادہ محبوب تھیں 70

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فجر کی دو رکعات (سنت کے مسائل) 70

12- ظہر سے قبل چار رکعات پر ہمیشگی کو نبی کریم ﷺ پسند فرماتے 73

13- نبی کریم ﷺ کی پسند کہ جماعت میں آپ کے پیچھے (دین کو سمجھنے والے) دانا لوگ کھڑے ہوں .. 75

14- نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا پسند فرماتے تھے 77

15- رسول اللہ ﷺ اپنی امت سے تخفیف کو پسند فرماتے 81

16- نبی کریم ﷺ قبلہ رخ ہونا پسند فرماتے 86

بیت اللہ الحرام کی تعمیر سادا تنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں 87

کعبۃ اللہ کا غلاف 90

بنو قریش کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا 91

اہلِ ایمان اور کعبۃ اللہ 93

جناب عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت اللہ الحرام 97

خلیفۂ ثالث جناب عثمان رضی اللہ عنہ کا دور اور مسجدِ حرام 97

یزیدی لشکر اور کعبۃ اللہ 97

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور بیت اللہ الحرام 98

حجاج بن یوسف اور کعبۃ اللہ 101

منصور کی توسیعِ حرم 103

مہدی کی توسیعِ حرم 104

معتضد اور مقتدر باللہ کی توسیعِ حرم 104

قرامطہ اور کعبۃ اللہ 105

عثمانی خلیفہ سلطان سلیم کی توسیعِ حرم 105

ملک عبدالعزیز آل سعود کی توسیع 105

خادم الحرمین ملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود کی توسیع 106

دو سوکھی پنڈلیوں والا اور کعبۃ اللہ 107

17- نبی کریم ﷺ پسند فرماتے کہ آپ اللہ کے شکر گزار بندے ہوں 108

شکر گزار بندہ 110

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18- رسول اللہ ﷺ کی آخرت کے ساتھ پسندیدگی 118
دنیا و آخرت 119
19- نفلی روزوں کے لیے نبی مکرم ﷺ کے ہاں پسندیدہ مہینہ شعبان کا تھا 132
شعبان کے روزے 133
20- نبی معظم ﷺ کی پسند کہ عمل کی پیشگی کے وقت آپ روزے سے ہوں 135
روزوں کی فضیلت 137
21- نبی کریم ﷺ کی اللہ کے ذکر سے محبت 141
22- نبی مکرم ﷺ کو چار اذکار دنیا جہان سے زیادہ محبوب تھے 147
سبحان اللہ 148
الحمد للہ 148
لا اِلٰہ الا اللہ 149
اللہ اکبر 151
23- نبی مکرم ﷺ دوسروں سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے 151
قرآن مجید 152
24- اللہ کے نبی ﷺ کے نزدیک دنیا جہان سے زیادہ پیاری ایک سورت 157
سورۃ الفتح 158
25- نبی کریم ﷺ کو ساری دنیا سے زیادہ پیاری ایک آیت 160
26- نبی کریم ﷺ کو ساری دنیا سے زیادہ پیاری ایک اور آیت 164
27- سورۃ البقرہ کی آخری آیات کے حصول پر نبی کریم ﷺ کی پسندیدگی 173
دونوں آیات کی تفسیر 178
28- نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ پسند عمل ہمیشگی والا ہوتا 181
ہمیشگی والا عمل 182
29- نبی مکرم ﷺ کا پسندیدہ عمل ...... جہاد فی سبیل اللہ 185
جہاد فی سبیل اللہ 185

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

30- نبی کریم ﷺ کی پسند شہادت کی موت 192
31- نبی کریم ﷺ کی پسند کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے جو آپؐ پر درود پڑھے 199
اذان کے بعد 203
مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت 204
ہر دُعا کے وقت 205
جمعہ والے دن 205
دُعائے قنوت کے آخر میں 206
عالم مجالس میں 206
مکتوبات میں 207
نبی کریم ﷺ کا نام سنتے اور بولتے وقت 207
32- نبی کریم ﷺ جوامع الدعاء کو پسند فرماتے 219
دعا 220
33-- نبی کریم ﷺ پسند فرماتے کہ عید والے دن اپنے اہلِ خانہ کو عید گاہ میں ساتھ لے کر جائیں.. 226
عورت کا عید کی نماز کے لیے نکلنا 227
34- نبی مکرم ﷺ جماعت کو پسند فرماتے 230
جماعت 230
35- نبی کریم ﷺ مشرکین کی مخالفت پسند فرماتے 234
36- نبی مکرم ﷺ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ دو معاملات 237
پہلا معاملہ 238
دوسرا معاملہ 238

دوسرا باب...... نبی کریم ﷺ کے ہاں محبوب اور ناپسندیدہ لوگ

تمہید 239

فصلِ اوّل...... نبی کریم ﷺ کے محبوب لوگ

1- سب لوگوں سے زیادہ محبوبِ نبی ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 244

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2- دوسرے محبوبِ رسول ﷺ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ 256
3- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر نبی کریم ﷺ راضی تھے 266
4- ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ 272
5- نبی مکرم ﷺ کی جنابِ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے محبت 276
6- نبی کریم ﷺ کی محبت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے 283
7- نبی ﷺ جنابِ طلحہ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے 288
8- نبی مکرم ﷺ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے راضی تھے 291
جنگ قادسیہ 297
ملکِ ایران کی دیگر فتوحات 301
9- نبی کریم ﷺ کی محبت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے 307
جنگِ یرموک 309
10- نبی کریم ﷺ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے راضی تھے 313
11- نبی مکرم ﷺ کے ایک اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب فرد: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ 317
12- نبی کریم ﷺ کے ایک اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب فرد: اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما 329
لشکر اُسامہ کی روانگی 332
13- نبی کریم ﷺ کی محبت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے 335
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما جنگِ صفین میں 340
14- نبی کریم ﷺ کی محبت سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے 342
15- نبی مکرم ﷺ کی سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت 348
حادثہ کربلا کے ابتدائی واقعات 350
ملک عراق کی طرف روانگی اور واقعہ شہادت 356
16- نبی کریم ﷺ کی محبت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے 366
ہجرت و غزوات 368
17- نبی کریم ﷺ کی محبت امّ المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے 375

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18- نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا 384

19- نبی مکرم ﷺ کی سب سے زیادہ محبوب زوجہ صدیقۂ کائنات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا 391

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت 392

20- نبی کریم ﷺ کی محبت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ 400

21- نبی کریم ﷺ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی محبت فرماتے تھے 402

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی گوشہ نشینی کا سبب 408

22- نبی کریم ﷺ کی محبت جنابِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے 412

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ 413

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی فضیلت 420

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایران کے بعض حصوں کی فتح 421

23- نبی کریم ﷺ کی محبت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ سے 423

24- نبی کریم ﷺ کی محبت حضرت زاہر رضی اللہ عنہ سے 429

25- نبی کریم ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب انصارِ مدینہ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین 431

26- غرباء ومساکین سے نبی مکرم ﷺ کی محبت 440

27- نبی کریم ﷺ کی انسیت اپنی ازواجِ مطہرات سے 447

28- نبی کریم ﷺ کے ہاں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب احسن الأخلاق افراد تھے 451

حسنِ اخلاق کیا ہے؟ 452

29- نبی کریم ﷺ کی محبت تین اوصاف والوں سے 458

سچی بات 458

امانت کا ادا کرنا 461

اچھی ہمسائگی 463

30- نبی کریم ﷺ کی اہلِ تقویٰ سے محبت 466

اہلِ تقوی کی پہچان 466

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ثانی...... نبی کریم ﷺ کے نزدیک ناپسندیدہ لوگ

31- نبی کریم ﷺ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے ناپسندیدہ بداخلاق آدمی 472

بداخلاقی کیا ہے؟ 472

بداخلاقی کی علامتیں 474

32- اخلاق میں لوگوں کے درجات 476

33- نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ، نہایت باتونی لوگ 477

نہایت باتونی 478

34- رسول اللہ ﷺ کے نزدیک دوسرے زیادہ ناپسندیدہ لوگ...... پرزور گفتگو کے لیے باچھیں موڑنے والے 482

باچھیں مروڑ کر گفتگو کرنے والے 482

35- نبی کریم ﷺ کے نزدیک تیسرے ناپسندیدہ لوگ......مبالغہ آرائی کرنے والے 485

36- نبی کریم ﷺ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ بنوحنیفہ کے لوگ 486

جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ بن کذاب حنفی 487

مسیلمہ خبیث کی کارستانیاں 488

جنگِ یمامہ 491

مسیلمہ کذاب کا جاہلانہ کلام 495

37- نبی معظم ﷺ کے نزدیک دوسرے انتہائی ناپسندیدہ لوگ......بنوثقیف کے لوگ 499

مختار ثقفی الکذاب 499

مسلمان ہلاکو......حجاج بن یوسف ثقفی 503

حجاج بن یوسف کی مکہ پر چڑھائی 504

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت 506

اموی حکومت میں حجاج کی دیگر ذمہ داریاں 508

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب......معاملات میں نبی اکرم ﷺ کی پسند اور ناپسند

فصلِ اوّل......رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ اُمور

تمہید 513

1- نبی رحمت ﷺ کو اپنی امت کا کثیر تعداد میں ہونا پسند تھا 514

2- قیامت والے دن اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کی کثرت 514

3- نبی کریم ﷺ تیراندازی کو پسند فرماتے تھے 519

4- نبی معظم ﷺ کے پسندیدہ خصائل......حلم و وقار 524

حلم و بردباری 524

وقار و تمکنت 527

5- نبی مکرم ﷺ نیک شگون کو پسند فرماتے تھے 530

نیک فال (اچھا شگون) 530

6- نبی معظم ﷺ اچھے خواب کو پسند فرماتے تھے 534

خواب کیا ہے؟ 534

ان تمام امور میں حکمت 539

خواب میں ہتھکڑی کا دیکھنا 542

7- نبی کریم ﷺ دائیں جانب اختیار کرنے کو پسند فرماتے 543

8- قضائے حاجت کے وقت چھپ کر بیٹھنا 546

9- نبی کریم ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے 546

10- رسول اللہ ﷺ کو عورت کی حیاء پسندیدہ تھی 548

عورت کی حیاء 549

فصلِ دوم......نبی کریم ﷺ کے ناپسندیدہ امور

تمہید 554

11- نبی کریم ﷺ کے ناپسندیدہ و مکروہ اُمور میں سے کفر، راہِ حق سے انحراف اور گناہ 555

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکفر 556

الفسوق 556

العصیان 557

12- نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کی مشیت میں حصہ داری کو ناپسند کرتے 557

13- نبی کریم ﷺ کو دورانِ نماز درندوں کی طرح بازو پھیلانا ناپسند تھا 558

درندوں کی طرح بازو پھیلانا 558

14- نبی مکرم ﷺ کی قرآن کے متعلق اختلاف کرنے پر انتہائی ناپسندیدگی 560

15- نبی مکرم ﷺ بدفالی و بدشگونی کو نہایت ناپسند فرماتے تھے 565

بدفالی و بدشگونی 565

16- خفیہ نکاح کو بھی نبی معظم ﷺ ناپسند فرماتے تھے 569

17- نبی کریم ﷺ شر پھیلانے کو انتہائی ناپسند جانتے تھے 570

18- ظلم و جور پر گواہی دینا نبی مکرم ﷺ کو ناپسند تھا 573

19- نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ ناراضگی کا سبب جھوٹ تھا 576

20- نبی کریم ﷺ آگ سے دغوانا ناپسند کرتے تھے 582

21- نبی کریم ﷺ کمزور آدمی کو امیر بنانا پسند نہیں کرتے تھے 585

امارت 586

22- نبی کریم ﷺ خواہ مخواہ کے سوالات کو ناپسند فرماتے تھے 592

23- نبی مکرم ﷺ تصویروں کو بھی نہایت ناپسند فرماتے تھے 595

24- اپنے آپ کو پاک صاف جتانے کو بھی آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے 599

تزکیہ نفس کی تعریف 600

25- لفظ ''میں'' کو نبی کریم ﷺ ناپسند کرتے تھے 604

26- نبی کریم ﷺ دس عادات و خصائل کو ناپسند کرتے تھے 605

سونے کی انگوٹھی پہننا 606

تہہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا 606

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرد زعفرانی رنگ..................................... 607

سفید بال اکھاڑ کر بڑھاپے کو بدلنا..................................... 607

مردانہ پانی کو اس کی اصل جگہ تک نہ پہنچنے دینا..................................... 608

غیر مسنون دم جھاڑ..................................... 609

بچے کے دودھ کو خراب کرنا..................................... 611

تعویذ لٹکانا..................................... 612

بغیر کسی شرعی موقع محل کے عورت کا زیب وزینت اختیار کرنا..................................... 613

نردوں سے کھیلنا..................................... 615

27- نبی مکرم ﷺ اپنے لیے کسی کا کھڑے ہونا ناپسند فرماتے تھے..................................... 615

28- چوپایوں کا مثلہ کرنے پر ناپسندیدگی..................................... 618

29- مسلمانوں کی قبر پر چلنا (اور بیٹھنا) بھی نبی کریم ﷺ ناپسند کرتے تھے..................................... 624

30- نبی کریم ﷺ تازہ کھجوروں کے بدلے مہینوں پرانی کھجوروں کی خریداری پر ناپسندیدگی 626

31- نمازِ عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے پر آپ ﷺ کی ناپسندیدگی. 627

نمازِ عشاء سے پہلے سونا..................................... 627

نمازِ عشاء کے بعد باتیں کرنا..................................... 628

32- نبی کریم ﷺ مال کو جمع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے..................................... 630

مال کا جمع کرنا..................................... 631

33- صدقہ کے مال کی اپنے پاس ایک رات گزارنے کو بھی نبی مکرم ﷺ ناپسند فرماتے تھے 639

بہترین نیکی جلد کی جانے والی ہوتی ہے..................................... 640

34- نبی کریم ﷺ کسی کی مذمت پسند نہیں کرتے تھے..................................... 640

کسی کے قول وفعل کی نقل اُتار کر چغلی کرنا..................................... 641

35- نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کی کبیدہ خاطری کو ناپسند فرماتے تھے..................................... 644

دعوت الی اللہ..................................... 644

36- نبی کریم ﷺ برے نام کو بھی ناپسند کرتے تھے..................................... 648

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

37- نبی کریم ﷺ ناپسند فرماتے کہ آدمی اچانک رات کے وقت اپنے گھر آئے 653

38- ناک کی ریزش و رینٹھ کا قبلہ رخ پھینکنا اور لگایا جانا بھی آپ ﷺ کو ناپسند تھا......... 655

39- نبی کریم ﷺ بچوں کے سر کے کچھ بال مونڈ دینے اور کچھ بالوں کو چھوڑ دینا ناپسند کرتے. 658

40- نبی مکرم ﷺ اشکل گھوڑے کو ناپسند فرماتے تھے 659

41- نبی معظم ﷺ گلے میں پڑے لوہے کے طوق کو بھی ناپسند فرماتے تھے 660

42- نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے بری گفتگو بیہودہ اشعار تھے........................ 662

اچھی شاعری 665

43- رونے والے بچے کی ماں کو تکلیف میں ڈالنا بھی نبی کریم ﷺ کو ناپسند تھا.......... 667

امام کا نماز کو ہلکی کر کے پڑھانا 667

44- نبی معظم ﷺ بچے کی دل شکنی کرنا بھی ناپسند کرتے تھے................................ 669

چوتھا باب...... نبی مکرم ﷺ کے روئے زمین میں

سب سے پسندیدہ مقامات

1- آپ ﷺ کا سب سے زیادہ پسندیدہ شہر مکہ المکرّمہ 673

• مکہ المکرّمہ 673

ابرہہ اشرم کا حملہ 683

محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور اسلام کا غلبہ 686

فتح مکہ 689

یزید بن معاویہ کے لشکر کا مکہ پر حملہ 690

حجاج بن یوسف ثقفی کا حملہ 690

قرامطہ کا حملہ 691

جہیمان کا مسجد حرام پر قبضہ.. 692

امام مہدی رحمہ اللہ کا ظہور 695

دھنس جانے والا لشکر 696

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو پتلی پنڈلیوں والا 697
2- نبی مکرم ﷺ کی مدینہ منورہ سے محبت 699
مدینہ منورہ 699
مدینہ منورہ کے حوادث 708
مدینہ منورہ میں دجال کے داخلہ کی ممانعت 709
3- نبی کریم ﷺ کی محبت جبل اُحد سے 712
جبل اُحد 712
غزوۂ اُحد 714
فتنۂ دجال 717

پانچواں باب...... نبی مکرم ﷺ کے پسندیدہ و ناپسندیدہ کھانے اور مشروبات

فصل اوّل...... نبی معظم ﷺ کے پسندیدہ کھانے اور مشروبات

تمہید 721
نبی مکرم ﷺ کا کھانے میں طریقہ اور راہنمائی 724
1- نبی کریم ﷺ کی کھانے والی پسندیدہ چیزیں...... مکھن اور کھجوریں 734
مکھن 734
کھجور 735
2- نبی کریم ﷺ کی پسند کدو 741
3- نبی کریم ﷺ گوشت کے شوربہ کو پسند فرماتے تھے 742
شوربا: (Soup) 742
ثرید 744
4- نبی کریم ﷺ کی ایک اور پسند..... مٹھائی اور شہد 744
مٹھائی 745
شہد 745

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5- نبی مکرم ﷺ کی ایک اور پسند ٹھنڈا میٹھا مشروب 750

فصل دوم...... نبی مکرم ﷺ کے ناپسندیدہ کھانے اور مشروبات

6- لہسن کی بو سے ناپسندیدگی 753

7- نبی کریم ﷺ کھولتے ہوئے گرم مشروب کا پینا ناپسند کرتے تھے 756

8- نبی کریم ﷺ کھانے کو چوٹی اور درمیان سے لینا ناپسند فرماتے تھے 757

چھٹا باب...... نبی مکرم ﷺ کے پسندیدہ و ناپسندیدہ لباس اور دیگر اشیاء

تمہید 759

فصلِ اوّل...... نبی مکرم ﷺ کے پسندیدہ لباس

قمیص 766

دھاری دار یمنی چادر 767

فصلِ دوم...... نبی مکرم ﷺ کے ناپسندیدہ لباس

عام ریشم سے ناپسندیدگی 768

خاص اور قیمتی قسم کے ریشمی کپڑے، دیباج سے ناپسندیدگی 770

پیلے اور سرخ رنگ کے کپڑے سے ناپسندیدگی 771

خصوص نشانات (بیل بوٹوں اور نقش و نگار) والا کپڑا بھی آپ ﷺ نہیں پہنتے تھے 773

1- نبی کریم ﷺ بری شہرت اور ناموری والا لباس بھی نہیں پہنتے تھے 774

فصل سوم ...... نبی مکرم ﷺ کی پسندیدہ اشیاء

خوشبو 776

مسواک 781

بوقت وضو 783

نماز کے وقت 784

تہجد کے وقت 784

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر میں داخل ہوتے وقت 785

بیماری کے وقت 785

2- سر اور ڈاڑھی کے بالوں کے لیے سب سے پسندیدہ زرد رنگ 788

فصل چہارم...... مختلف پسندیدہ جات

3- نبی کریم ﷺ کے خاندان میں سے آپ ؐ کے نزدیک ایک اور محبوب شخصیت 792

4- سعد مولیٰ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ ﷺ کو اچھا لگنا 794

5- نبی کریم ﷺ مفتوحہ علاقے میں تین دن قیام کرنا پسند فرماتے تھے 794

6- نبی کریم ﷺ کھجور کی ٹہنی بطور چھڑی ہاتھ میں رکھنا پسند کرتے تھے 795

7- نبی کریم ﷺ کے نزدیک ایک اور پسندیدہ رنگ 795

8- آپ ﷺ فرماتے کہ: اے راشد اور اے نجیح! کے الفاظ سنیں 796

9- نبی کریم ﷺ کو زوال کے وقت دشمن سے ٹکرانا پسند تھا 797

10- آپ ﷺ کو مہندی کا رنگ اچھا لگتا تھا 797

فصل پنجم...... بعض مختلف قسم کی ناپسندیدہ جات

12- نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ کا ویران ہونا ناپسند تھا 799

13- نبی کریم ﷺ کو یہ بھی ناپسند تھا کہ کوئی آپ کے پیچھے چلے 809

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خُطبَہ مَسنُونَہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ❶ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ❷ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ❸ وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ❹ ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ❺

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ o ❻ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ط وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا o ❼ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا o يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا o ❽

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدَى هُدٰى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ❾ وَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ

---

❶ ❷ ❸ ❹ ❺ صحیح مسلم ، کتاب الجمعه ، باب تخفیف الصلاة والجمعه ، حدیث=٢٠٠٨ ، ❽ ❼ ❻ ابوداؤد ، کتاب النکاح ، باب في خطبة النكاح ، حدیث = ٢١١٨ (نَحْمَدُهٗ کے بغیر) مسند احمد ١/ ٣٩٣ (اِنَّ اور نَحْمَدُهٗ کے بغیر) جامع الترمذی ، کتاب النکاح ، باب ماجاء فی خطبة النکاح ، حدیث ١١٠٥ (نَحْمَدُهٗ کے بغیر) مشکوٰة المصابیح ، حدیث=٣١٤٩ تصحیح فضیلة الشیخ الالبانیؒ وقال: حدیثٌ صحیحٌ۔ ❻ سورة آل عمران آیت نمبر ١٠٢ ❼ سورة النساء آیت نمبر ١ ❽ سورة الاحزاب آیت نمبر ٧٠، ٧١ ❾ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ کے الفاظ مسند احمد ٤/ ١٢٧ کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ خطبہ مسنونہ

''بلا شبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس سے مدد مانگتے اور اسی سے ہم بخشش طلب کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ (سیدھی) راہ سجھا دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (ہو سکتا۔) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس (جان) سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پیدا کر کے (زمین پر) پھیلا دیے۔ اور ڈرو اللہ سے کہ جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے (حاجت براری کے لیے) سوال کرتے ہو اور ناطہ توڑنے سے (بھی ڈرو) بلا شبہ اللہ تمہارے اوپر نگہبان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بات سیدھی (سچی) کہا کرو۔ (ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد: یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے۔ تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (رسول اللہ ﷺ) کا ہے۔ اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (دین اسلام میں) اپنی طرف سے وضع کیے جائیں۔ دین میں ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

انتہائی اہم سخن اوّلیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ وَبَعْدُ!

بہت ہی نفیس موضوع ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' پر تحریر کردہ کتاب ہذا کی اہمیت و افادیت تب تک شاید آپ کے ہاں اُجاگر نہ ہو سکے جب تک آپ ہماری اس تحریر کا مطالعہ گہری نظر سے نہیں کر لیتے۔ دل لگا کر پڑھیے اور پھر آگے کتاب شروع کیجیے۔

ربّ کبریاء کے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے محبوب ابن محبوب خادم سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ کے محلات میں سے ایک اُونچے محل کے اوپر تشریف لے گئے اور پھر (وہاں کھڑے ہوکر) ارشاد فرمایا: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟)) جو کچھ (نظرِ بصیرت و تدبر سے) میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی وہ دیکھ رہے ہو؟ آپ کے پاس موجود وہاں پر کھڑے لوگ کہنے لگے: ''نہیں جی۔'' فرمایا: ((فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ)) ''(تو پھر سنو!) بلاشبہ میں (اپنے بعد وقوع پذیر ہونے والے) فتنوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بارش کے قطروں کی طرح تمہارے گھروں میں داخل ہو رہے ہیں۔'' [1]

چنانچہ اصدق القائلین، سیّد الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کی پیش گوئی بہت جلد سچ ثابت ہوگئی۔ آپ ﷺ کی جدائی کے فوراً بعد فتنوں کے دروازے ایک دم وا ہوئے اور منافقین و مفسدین کھل کر سامنے آ گئے۔ مگر اللہ رب العالمین نے اپنے اس وعدہ کو پورا کرنا تھا:

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبہ:۳۳)

''(اللہ رب العالمین) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا ہی جانیں۔''

دنیا کے سب سے بڑے معلم و مربی اور مرشد و قائد اعظم سیّد الجنۃ والبشر محمد رسول اللہ ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا کردہ بصیرت و تدبر سے کام لے کر دنیا جہان

[1] صحیح البخاری، کتاب الفتن، حدیث: ٦٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سب ملتوں اور اُمتوں میں سے افضل ترین شخصیت سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کو امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کا بلافصل بالاجماع متفق علیہ خلیفہ مقرر کر کے ملتِ حقہ کی قیادت وسیادت والی باگ ڈوران کے ہاتھ میں دے دی۔ اللہ عزوجل کی توفیق ونصرتِ خاص کے ساتھ پھر اوّل خلیفہ ٔراشد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عظیم ذمہ داری کو اس طرح سے نبھایا جیسے نبھانے کا حق تھا۔ اپنے سوا دو سالہ دورِ خلافت میں اُٹھنے والے بڑے بڑے فتنوں کو بحسن تدبیر اور فریضہ جہاد فی سبیل اللہ پر عمل پیرا ہو کر صرف دبایا اور ختم ہی نہیں کیا بلکہ اس دور کی دو میں سے ایک بڑی سپر پاور سلطنت روم کو میدانِ یرموک میں شکستِ فاش دے کر اُس کی قوت کو توڑ کر رکھ دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

پھر ملت اسلامیہ کی زمامِ کار ثانی خلیفہ ٔ راشد اور اوّل امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقرر انہ وصیت کی بنا پر جب آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دس سالہ دورِ خلافت میں اللہ رب العالمین کی طرف سے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ دنیا کے سب سے مکمل ترین نظامِ حیات، دین حنیف و شریعت مطہرہ کے نفاذ سے اُس دور کی آباد دنیا کے مکمل آدھے حصے پر امن وامان، عدل وانصاف اور ایک الٰہ العالمین کی توحید خالص کو قائم کر کے اللہ عزوجل کے مذکور بالا وعدہ کو پورا کرنے میں پورا پورا حق ادا کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محرم ۲۴ ہجری میں خلیفہ ٔ ثالث سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے ملت اسلامیہ کی قیادت اس حال میں سنبھالی کہ سلطنت اسلامیہ اپنے اندر ملک فارس، ایران وعراق، جزیرۂ خراسان، بلوچستان، شام وفلسطین، مکمل جزیرۂ عرب اور مصر وآرمینیا کے ملکوں کو سمیٹ کر فتنوں کی سرکوبی، ظلم واستبداد کے نظاموں کو تہس نہس کر کے، بڑی بڑی طاغوتی قوتوں کو توڑ کر دنیا کے سب سے بڑے عدل وانصاف اور امن وامان والے نظامِ حیات، دین اسلام کی حکمرانی کے پھریرے چہار سو لہراتی نظر آتی تھی۔ اللہ کے مومن، صالح بندے دنیا کے معزز ترین لوگ شمار ہوتے تھے اور دنیا کی حکومت، دولت، عزت، اصلاح وتقویٰ اور رفعت ان کی پہچان بن چکی تھیں۔ تیسرے خلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ملت حقہ کی خدمت، شریعت مطہرہ کے غلبہ میں استمرار، سلطنت اسلامیہ کو فتوحات کے ذریعے وسیع تر کرنے اور اسلام کے عالم گیر اُصول وضوابط کو عملی صورت میں نافذ کرنے کا موقع بارہ سال تک ملا۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ کے پہلے دس سال کا دورِ اسلامی تاریخ میں نہایت سنہری دور شمار ہوتا ہے، اور پھر ان فتنوں کا آغاز ہو گیا جن کے متعلق مذکور بالا حدیث اُسامہ اور دیگر بہت ساری احادیث میں ذکر ہوا ہے۔ اس حقیقت پسندانہ تاریخ کو شاعر نے کس قدر جامع پیرائے میں بیان کیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اُٹھی پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
کڑک اور دمک دُور دُور اس کی پہنچی جو ٹیکس پر گرجی تو گنگا پہ برسی
رہے اُس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی اللہ کی

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
ہوئی آتش افسردہ آتشکدوں میں لگی خاک سی اُڑنے سب معبدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اُجڑ کر
جمے ایک جا سارے دنگل بچھڑ کر

کیا جا کے آباد ہر ملک ویراں مہیا کیے سب کی راحت کے ساماں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں اُنہیں کر دیا رشکِ صحنِ گلستاں
بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود اُنہیں کی لگائی ہوئی ہے

نہیں اس طبق پر کوئی براعظم نہ ہوں جس میں اُن کی عمارات محکم
عرب، ہند، مصر، اندلس و شام و یلم بناؤں سے ہیں اُن کی معمور عالم
سرِ کوہِ آدم سے تا کوہِ بیضا
جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا

مرورِ زمانہ کے ساتھ ملت اسلامیہ پر بڑے بڑے کٹھن دور آئے کہ جن میں اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں اہل ایمان و اسلام کو سخت قسم کی ہزیمتیں اُٹھانا پڑیں۔ اُمت کے بڑے بڑے علماء کرام، عظیم دانشوروں، صلحاء و اولیاء اللہ اور عبقری قسم کے لوگوں کو ہزاروں کی تعداد میں شہید کیا جاتا رہا۔ مگر ہر دور میں اللہ عزوجل نے اپنے صالح بندوں کی ایک ایسی جماعت کو ضرور باقی رکھا جنہوں نے دین حنیف کی رُوح، قرآن وسنت والی اصلی شریعت مطہرہ اور تفقہ فی الدین والی قوت وصلاحیت کی بقاء کے لیے اپنی زندگیوں کو اللہ عزوجل کی راہ میں کھپائے رکھا۔ چنانچہ حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو منبر پر خطبہ کے دوران یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ آپ بیان کر رہے تھے کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے خود سنا ہے: ''اللہ عزوجل جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائیں اسے دین حنیف کی تفقہ ...... سمجھ عطا فرما دیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اور میں تو (اموالِ صدقات وغنائم یا شریعت کے احکام و برکات کو) محض تقسیم کرنے والا ہوں۔ عطا کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ اُمت ہمیشہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم (شریعت مطہرہ) پر قائم رہے گی۔ جو شخص بھی ان کی مخالفت کرے گا، انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتی کہ اللہ رب العالمین کا حکم (قیامت) آ جائے۔''

عمیر بن ہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یوں بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کر رہے تھے کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''میری اُمت میں ہمیشہ ایک بہت بڑی جماعت ایسی موجود رہے گی جو اللہ عزوجل کی شریعت پر قائم رہے گی انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کرنے والے اور اسی طرح ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی اور وہ اسی حالت پر رہیں گے۔''[1]

اس موضوع سے متعلق دیگر روایات میں سے کسی کے اندر ''أُنَاسٌ'' کا کلمہ آیا ہے۔ کسی میں ''طَائِفَةٌ'' کا، کسی میں ''جَمَاعَةٌ'' کا اور کسی میں ''عِصَابَةٌ'' کا۔ ان احادیث کے مابین تطبیق سے مفہوم یہ بنتا ہے کہ تا قیامت ہر دور میں اس جماعت حقہ و طائفہ منصورہ کی تعداد ایک جیسی نہیں رہے گی۔ بلکہ ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہے گی۔ امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبداللہ امام محمد بن اسماعیل البخاری، امام اہل السنۃ والجماعۃ احمد بن حنبل اور دیگر بہت سارے علماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً نے صراحت سے لکھا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کا مصداق صرف قرآن وسنت والے تفقہ فی الدین اور صحابہ کرام و تابعین عظام، تبع تابعین اور مجتہدین آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے منہج کو اپنانے والے حضرات ہیں۔

سلسلۂ کلام کو پہلی گفتگو سے جوڑتے ہوئے ہم درج ذیل احادیث کی روشنی میں مذکورہ بالا حدیثِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرح کر کے کتاب ہذا ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' کے مقاصد واہداف بیان کرنا چاہیں گے۔ ان شاء اللہ

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ: اللہ عزوجل کے ہر نبی اور رسول کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات سچی ہوتی تھی اور اُن کی جن باتوں کا تعلق ان کی بعد والی زندگی سے ہوتا تھا وہ بھی حق سے سچ ہوتی تھیں۔ بالخصوص خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے وہ ارشادات گرامی کہ جن کا تعلق مابعد والے ادوار سے تھا۔ ان میں سے اکثر حرف بحرف سچ ثابت ہو چکے اور بعض آج ہمارے دَور میں سو فیصد درست ثابت ہو رہے ہیں۔ جب کہ مستقبل سے تعلق رکھنے والی پیشین گوئیوں کے متعلق ہمارا ایمان جازم ہے کہ وہ بھی سو فیصد سچ اور درست ثابت ہوں گی۔ اس لیے کہ:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، حدیث: ۷۱ و کتاب المناقب، حدیث: ۳٦٤١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىo عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىo ﴾ (النجم: ۳ تا ۵)

''(ہمارا سچا پیغمبر محمد ﷺ) اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو (اس کی طرف) نازل کی جاتی ہے۔ اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا ہے۔''

۱ ...... سیّدنا عمران بن حصین، ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ: (رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ...... کون سے لوگ بہتر ہیں؟ تو) آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيهِمْ [إِنَّ خَيْرَكُمْ قَرْنِيْ ، خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِي ، خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي] ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُه شَهَادَتَهُ)) ❶

''میری اُمت میں سے بہترین زمانہ (قرن) وہ ہے جس میں مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے (دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ فرمایا: بلاشبہ تم میں سے بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں۔ تیسری روایت کے موجب فرمایا کہ: میری اُمت میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ چوتھی روایت میں ہے کہ فرمایا: میرے زمانہ کے لوگ سب سے اچھے ہیں۔'' اس کے بعد فرمایا:] پھر وہ لوگ بہتر ہوں گے جو ان سے متصل بعد ہوں گے۔ پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہوں گے۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کی قسم گواہی سے پہلے اور گواہی قسم سے پہلے ہوگی۔'' (یعنی قسم کھانے اور گواہی دینے میں ان کو کوئی باک ہی نہ ہوگا۔)

امام نووی رحمہ اللہ یہاں ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء عظام کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ: جس شخص نے ایمان و اسلام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا تھا، اگر چہ یہ دیدار ایک ساعت کے لیے ہی کیوں نہ ہو وہ ''صحابی'' ہے۔ اور دیگر بہت ساری احادیث کی رُو سے غیر صحابی، صحابی کی فضیلت کو کبھی نہیں پا سکتا۔ یہی موقف و مسلک عالم ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا تھا۔

الفاظ کے مختلف صیغوں سے مروی مذکور بالا صحیحین کی حدیث میں بیان شدہ نبی کریم ﷺ کے قرن سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ دوسرے قرن سے مراد تابعین عظام اور تیسرے قرن (زمانہ) سے مراد تبع تابعین کرام ہیں۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔ بعض علماء کرام کے نزدیک قرن ساٹھ برس کا ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک سو سال کا۔ تمام روایات و احادیث کی جمع و تطبیق سے یہ بات زیادہ اوثق معلوم ہوتی ہے کہ: پہلا قرن یعنی صحابہ کرام کا دور ایک سو

❶ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۶۵۰، ۳۶۵۱۔ صحیح مسلم، حدیث: ٦٤٦٩، ٦٤٧٠، ٦٤٧٢، ٦٤٧٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برس تک رہا۔سب سے آخری صحابی ابوالطفیل رضی اللہ عنہ تھے جن کا انتقال ۱۲۰ ہجری میں ہوا۔تابعین عظام کا زمانہ ۱۷۰ ھجری میں اختتام پذیر ہوا۔اور تبع تابعین کا دور ۲۲۰ ھجری تک رہا۔(تفصیل کے لیے شرح نووی دیکھ لیجیے۔)

ب...... سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ اہل اسلام کی جماعتیں جہاد کریں گی۔ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے کوئی صحابی بھی ہیں؟ وہ کہیں گے کہ: ہاں، ہیں۔تب اُن کی فتح ہوگی۔پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی اور اس موقع پر بھی اُن سے پوچھا جائے گا: کیا یہاں تمہارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی صحبت اُٹھانے والے تابعی ہیں؟ (یعنی یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے بعد کی بات ہوگی۔) جواب دیا جائے گا: ہاں، ہیں۔اور ان کے ذریعے (کہ جب وہ دُعا کریں گے) اہل اسلام کو فتح حاصل ہوگی۔اس کے بعد پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ (تابعین کا دور بھی گزر چکا ہوگا اور) مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی، تب بھی یہی سوال کیا جائے گا: کیا یہاں تمہارے ساتھ ایسے بزرگ ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے شاگردوں میں سے کسی بزرگ کی صحبت میں رہے ہوں۔جواب دیا جائے گا: ہاں، ہیں۔(یعنی تبع تابعین) چنانچہ ان کے ذریعے فتح کی دُعا مانگی جائے گی اور پھر اسلامی لشکر کو فتح ہوگی۔'' ❶

گویا یہ تینوں زمانے، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار خیر القرون تھے۔رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ جمیعاً۔ پیچھے فتنوں کے ظہور کے حوالے سے جو بات ہو رہی تھی......تو اس ضمن میں مزید ایک دو احادیث کا مطالعہ کر کے بات آگے بڑھاتے ہیں۔

ج...... سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا۔اس ڈر سے کہ میری زندگی میں ہی کہیں یہ شر مجھے آ نہ لے۔چنانچہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے۔پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اس (دین حنیف اور توحید خالص والی) خیر سے نوازا۔تو کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا زمانہ آئے گا؟ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔(ایسا ہوگا) میں نے دریافت کیا: (اے اللہ کے محبوب نبی ﷺ!) کیا اس شر کے بعد پھر خیر کا زمانہ آئے گا؟ فرمایا: ((نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ .)) ہاں! اس شر کے بعد خیر آئے گی لیکن اس میں کمزوری کا دھبہ ہوگا۔'' میں نے پوچھا: یہ کمزوری کا دھبہ کیا ہوگا؟ فرمایا: ((قَوْمٌ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ

❶ صحيح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم، حديث: ٣٦٤٩۔ صحيح مسلم، حديث: ٦٤٦٨ .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ)) ''کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے۔ ان کی بعض باتیں اچھی ہوں گی لیکن بعض میں تم بُرائی دیکھو گے۔'' میں نے پوچھا: کیا پھر خیر والے دور کے بعد شر کا دور آئے گا؟ فرمایا: ہاں، آئے گا: ((دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا)) ''جہنم کی طرف بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے۔ جو ان کی بات مان لے گا اُسے وہ جہنم میں پھینک دیں گے۔'' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ان کی کچھ پہچان ہمیں بیان کر دیجیے۔ فرمایا: وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے اور ہماری ہی زبان عربی بولیں گے۔'' میں نے عرض کیا: اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پالوں تو آپ مجھے ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ)) ''مسلمان کی جماعت (قرآن و سنت والے دین حنیف پر قائم لوگوں) کے ساتھ چمٹے رہنا اور ان کے امام کے ساتھ۔'' میں نے کہا: اگر اس دَور میں مسلمانوں (راہِ حق پر قائم اہل ایمان) کی جماعت (کسی ایک جگہ پر) نہ ہو اور نہ ہی ان کا (پوری دنیا کے اہل حق کا کوئی ایک) امام ہو تو پھر کیا کروں؟ فرمایا: ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذٰلِكَ)) ''پھر اس دور کے تمام فرقوں سے الگ ہو کر رہنا، خواہ تمہیں جنگل میں جا کر درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں حتی کہ اسی حالت میں تمہیں موت آ جائے۔'' ❶

د...... سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتْبَعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبرًا شِبرًا ، وَذِرَاعًا ذِرَاعًا ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ . " قُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ: فَمَنْ؟)) ❷

''تم اپنے سے پہلی اُمتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ میں اتباع کروں گے۔ (یعنی اُن کے پورے پورے نقش قدم پر چلو گے۔) حتی کہ اگر وہ گوہ نما صحرائے نجد کے جانور ''ضـــب'' کے کسی سوراخ، بل میں گھسے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔'' ہم نے پوچھا: اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! کیا اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: تو پھر اور کون؟''

ھ...... جناب معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

---

❶ صحيح بخاري ، كتاب الفتن ، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة ، حديث: ٧٠٨٤ـ صحيح مسلم ، كتاب الاماره ، حديث: ٤٧٨٤ .

❷ صحيح البخاري ، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة ، حديث: ٧٣٢٠ـ صحيح مسلم ، حديث: ٦٧٨١ .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ۔ وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ [الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ] لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصَلٌ إِلَّا دَخَلَهُ .)) ❶

''خبردار رہو! بلاشبہ تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور ضرور اس ملت (اُمت اسلامیہ) کے لوگ تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ان میں سے بہتّر (۷۲) فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور یہی جماعت حقہ ہوگی۔ (جو اللہ کی کتاب، رسول اللہ کی سنت اور بغیر افراط و تفریط کے صحابہ کرام، تابعین عظام، اور تبع تابعین رحمہم اللہ جمیعاً کی اعتدال والی راہ پر ہوں گے۔) اور بلاشبہ آنے والے وقت میں میری اُمت کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں گمراہیاں ایسے سما جائیں گی جیسے باؤلے کتے کے کاٹنے سے باؤلا پن انسان کی ہر رَگ اور جوڑ جوڑ میں سما جاتا ہے۔'' (بعینہٖ بدعات و خرافات ان کے ہر رگ و ریشہ میں سما جائیں گی۔)

اسی معنی کی احادیث سادا تنا ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے مسند الامام احمد اور کتب سنن میں بھی درج ہیں۔ ❷ جن میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ جنت میں جانے والے کون لوگ ہوں گے؟ تو فرمایا: ((اَلْجَمَاعَةُ ، اَلْجَمَاعَةُ)) ......قرآن و سنت والی جماعت حقہ کے لوگ۔ ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي)) ...... جس منہج و طریق پر میں اور میرے صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

و...... سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم میں سے کس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟ بعض لوگ (صحابہ کرام میں سے) کہنے لگے: ہم نے آپ ﷺ کو (ایسا بیان کرتے ہوئے) سنا ہے۔ سیّدنا عمر

---

❶ سنن أبی داؤد، کتاب السنة ، حدیث: ٤٥٩٧ .

❷ دیکھیے: مسند احمد: ٣/ ١٤٥۔ سنن ابن ماجه ، حدیث: ٣٩٩٢ ، ٣٩٩٣۔ جامع الترمذی : ٢٦٤٠ ، ٢٦٤١۔ سنن ابی داؤد: ٤٥٩٦ . محدّث العصر فضیلۃ الشیخ / محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ان احادیث پر حسنٌ صحیحٌ اور حسنٌ کا حکم لگایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: شاید تم لوگ فتنوں سے وہ فتنے سمجھے ہو جو آدمی کو اس کے گھر بار، مال اور ہمسائے کے بارے میں آزمائش سے دوچار کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: (نہیں، میری مراد یہ فتنے نہیں ہیں۔) ان فتنوں کا کفارہ تو نماز، روزے اور زکوٰۃ وغیرہا ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر (میں جو پوچھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ) تم میں سے کس نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا ہے کہ آپؐ نے ان فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے جو سمندر کی موجوں کی طرح اُمڈ کر آئیں گے؟ (اور ان کی روک تھام نہ ہو سکے گی۔) سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ سن کر سب لوگ خاموش ہو رہے۔ مگر میں نے عرض کیا: میں نے سنا ہے جی! فرمایا: تیرے باپ کا اللہ بھلا کرے! تو نے سنا ہے۔ (تو پھر ہمیں بھی بتلاؤ) سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سماعت کیا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا ، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ ، حَتَّى تَصِيْرَ عَلَى قَلْبَيْنِ ، عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا ، فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ ، وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ .))

''ایک کے بعد ایک فتنے دلوں پر ایسے آئیں گے جیسے چٹائی کی تاریں ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس دل میں کوئی فتنہ رچ جائے گا تو اس میں ایک کالا داغ بن جائے گا۔ اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا اس میں ایک سفید نورانی دھبہ پیدا ہو گا۔ حتی کہ اسی طرح کالے اور سفید نشان، دھبے ہوتے ہوتے دل دو قسم کے ہو جائیں گے۔ ایک تو خالص سفید، نورانی دل چکنے پتھر (سفید سنگ مرمر) کی طرح کہ جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تب تک اس دل کو کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور دوسرے سیاہی مائل مٹیالے رنگ کا دل، اوندھے منہ والے کوزے کی طرح جو نہ ہی تو کسی بھلائی والی بات کو اچھی طرح سمجھے گا (یعنی قرآن وسنت کو قبول نہیں کرے گا) اور نہ ہی وہ بُری بات کو بُری جانے گا، (یعنی اس کے نزدیک نیکی اور بُرائی قطعاً ایک جیسی ہوں گی) مگر وہی اس کو اچھی لگے گی جو اس کے دل میں بیٹھ جائے۔''

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میں نے امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کی کہ: آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ مگر خدشہ ہے کہ وہ کہیں ٹوٹ نہ جائے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تیرا باپ مرے! کیا یہ دروازہ ضروری ہے کہ ٹوٹ جائے؟ اگر کھل جائے تو شاید دوبارہ اس کو بند کیا جا سکے۔ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عرض کیا: نہیں۔ بلکہ ضرور ٹوٹ جائے گا(اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اس ضمن میں اللہ عزوجل کی طرف سے فیصلہ کے بارے میں ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے۔) اور پھر میں نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کی کہ: اس دروازے سے مراد ایک شخص ہے کہ جسے قتل کر کے شہید کر دیا جائے گا یا وہ خود طبعی موت سے دوچار ہوگا۔ (اور پھر اس کی موت وشہادت کے ساتھ ہی فتنوں کا آغاز ہو جائے گا۔) یہ ایک ایسی حدیث تھی جو غلطیوں سے پُر (دل سے بنائی ہوئی بات) نہ تھی۔'' ❶

موضوع سخن کے خلاصہ کی طرف آنے سے پہلے چلنے والے عنوان کے تحت چلیے ایک اور حدیث کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔

ز...... جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی حدیث روایت کرنے سے باز رہتے تھے۔ اسی دوران ثعلبہ الخشنی رحمہ اللہ آ گئے اور کہنے لگے: اے بشیر بن سعد! کیا اُمراء کے بارے میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد ہے؟ (بشیر بن سعد تو خاموش رہے مگر) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھے نبی کریم ﷺ کا ایک خطبہ خوب یاد ہے۔ چنانچہ ابوثعلبہ بیٹھ گئے اور جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا)) ''تم لوگوں میں (میری دنیا میں موجودگی کے ساتھ) نبوت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ (میری وفات کے ذریعے) اس کو اُٹھا لے گا جب چاہے گا کہ وہ اس کو اُٹھا لے۔ ((ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُونَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا .)) پھر خلافت اس نبوت (والے منہج وطریق) کے انداز پر ہوگی اور یہ اس وقت تک دنیا میں قائم رہے گی جب تک اللہ عزوجل چاہے کہ رہے ...... پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اس خلافت (والی حکومت وامارت) کو بھی اُٹھا لے گا جب چاہے گا کہ وہ اس کو اُٹھا لے۔ ((ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكُونَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا)) پھر ظالمانہ بادشاہت ہوگی اور یہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو اُٹھا لے گا جب وہ چاہے گا کہ اس کو اُٹھا لے۔ ((ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُونَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا .)) پھر جبر وقہر والی بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا یہ بادشاہت رہے گی اور پھر اسے وہ اُٹھا لے گا جب چاہے گا۔ ((ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ، ثُمَّ سَكَتَ)) ❷ اس کے بعد پھر منہج

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۳۶۹

❷ مسند الامام احمد: ٤/ ۲۷۳، حدیث: ۱۸٤۰٦۔ قال الألبانی: واسناده حسنٌ فانظر الأحادیث الصحیحة ج۱، ص ۹ و تنقیح الرواة ج:٤، ص۵۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت پر خلافت قائم ہوگی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔''

مقصودِ سخن

تحریر مذکور بالا سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا: ہم نے کوئی ضعیف روایت اور بناوٹی کہانی بیان نہیں کی۔ جو کچھ بیان ہوا ہے پوری ذمہ داری سے قرآنی آیات اور صحیح احادیث کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ:

1...... چودہ صدیاں قبل کے اہل ایمان و اسلام تھوڑے ہونے کے باوجود صرف چالیس سالوں میں پوری دنیا کے مالک بن گئے اور جب سے دنیا قائم ہوئی ہے تب سے لے کر آج تک اور تا قیامت سب ملتوں سے افضل ترین اُمت قرار پائے تھے۔ اُنہیں ''خیر الناس اور خیر القرون'' کا لقب سیّدنا الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس و مبارک زبان سے عطا ہوا تھا۔ جیسا کہ آپ نے پیچھے ذکر کردہ حدیث (ا) اور حدیث (ب) میں پڑھ لیا ہے۔ اس پر مستزاد اللہ عزوجل کا یہ ارشادِ گرامی بھی پڑھ لیجیے۔ فرمایا:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

2...... عصر حاضر میں مسلمانوں کی تعداد لاکھوں میں نہیں، بلکہ کروڑوں میں ہے۔ پچاس سے زیادہ ان کے اپنے ملک ہیں اور ساری دنیا کی تمام ملتوں اور قوموں کی نسبت مال و دولت کے اعتبار سے بھی بہت مال دار۔ مگر ہر جگہ، ہر ملک و خطہ اور ہر مقام پر ذلت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور و بے بس ہیں۔ اُن اقوام کے سامنے غلاموں جیسی زندگی گزارتے ہیں جن کے آباؤ واجداد کل ہمارے آباؤ واجداد سے اپنی زندگیوں کی بھیک مانگا کرتے تھے۔ اس کا ایک تو سبب وہی ہے جو اُوپر حدیث نمبر (د) اور (ھ) میں بیان ہوا ہے۔ اور دوسرا سبب درج ذیل حدیث میں یوں بیان ہوا ہے: نبی مکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام جناب ثوبان رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یُوْشِكُ أَنْ تَدَاعَی عَلَیْكُمُ الْأُمَمُ (مِنْ كُلِّ أُفُقٍ) كَمَا تَدَاعَی الْآكِلَةُ إِلَی قَصْعَتِهَا))

"...... قریب ہے کہ ہر جانب سے سب ملتیں تمہارے اُوپر پے در پے حملے کرنے لگیں جیسے کھانے والے بڑے برتن پر (بھوک کی وجہ سے) ٹوٹ پڑتے ہیں۔"

ایک شخص نے سوال کیا: اس دن کیا ہماری قلت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ فرمایا: نہیں۔

((بَلْ أَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ كَثِیْرٌ وَّ لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّیْلِ ، وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ ، وَلَیَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ .))

"بلکہ تم اُس دور میں بہت زیادہ ہوگے لیکن تم سیلاب کے پانی پر بننے والے جھاگ کی طرح ہوگے (دنیا میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔) اللہ تعالیٰ تمہارے رُعب اور دبدبہ اور ہیبت کو تمہارے دشمن کے دلوں سے نکال دے گا۔ اور تمہارے دلوں میں وہن (سستی) کو پیدا کر دے گا۔"

ایک پوچھنے والے نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہن و سستی کیا ہوتی ہے؟ (اور کیوں ہوگی؟) فرمایا:

((حُبُّ الدُّنْیَا وَكَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ)) "دنیا کی محبت اور موت کے خوف کی وجہ سے۔" [1]

3...... ملت اسلامیہ نے اپنا رعب و دبدبہ اور وقار بذاتِ خود فتنوں میں مبتلا ہو کر کھویا ہے۔ اللہ عز وجل کی طرف سے کسی ظلم کی بنا پر کہ جسے شاید اس نے ان پر روا رکھا ہو، ان کو دنیا میں رسوا نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ٥ ﴾

(حٰم السجدہ:٤٦)

"جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہوگی۔ اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ٥ ﴾ (یونس: ٤٤)

"بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا مگر لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔"

پیچھے بیان کردہ حدیث: (و) میں نبی مکرم ﷺ کا فرمان اس ضمن میں کس قدر واضح ہے؟

---

[1] مسند الامام احمد: ٥/ ٢٧٨۔ سنن أبی داؤد، کتاب الملاحم، حدیث: ٤٢٩٧۔ صححه الألبانی فانظر: الصحیحة: ٩٥٦ والمشکاة: ٥٣٦٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4...... پیچھے ذکر کردہ حدیث: (ز) میں چودہ سو پچیس سال قبل سے لے کر قیامت تک کے لیے جن پانچ ادوار کو بیان کیا گیا ہے......تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اس وقت جبر و قہر اور ظلم و جور والی بادشاہت کے زمانہ، جمہوری دورِ استبداد سے گزر رہے ہیں، مگر نہ ہی تو قرآن میں کہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ایسا حکم وارشاد موجود ہے اور نہ ہی نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ نے اس دور کے حوالے سے اہل ایمان واسلام کو ایسی کوئی ہدایات دی ہیں کہ جب یہ دور آئے تو تم یہود و نصاریٰ، ہنود و مشرکین اور ملحدین و اعداء اللہ کی تہذیب و تمدن کو اپنا کر اپنے دین و شریعت سے ہی منہ موڑ بیٹھنا۔ بلکہ اُوپر سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اور اسی موضوع سے متعلق دیگر صحابہ کرام سے روایت کردہ احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ: نبی ختم الرسل محمد بن عبداللہ ﷺ کے پیش کردہ قرآن وسنت والے دین حنیف اور منہج صحابہ وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے عین مطابق عمل کرنے والوں اور اسی اصلی دین اسلام کی پوری پوری حفاظت کرنے والوں کی جماعتِ حقہ اور طائفہ منصورہ ہر دور میں بالعموم اور اس ''ملک جبریہ'' میں بالخصوص قائم و موجود رہے گی۔ کسی ظالم کا ظلم اور کسی رسوا کرنے والے کی رسوائی انہیں اس راہِ حق سے ہٹا نہ سکے گا اور یہ کہ ان کی فضیلت وعظمت اور بلندیٔ درجات احادیث مبارکہ میں نہایت عمدہ بیان ہوئی ہیں۔

مطلوبِ سخن

یہ ساری گفتگو ہم نے دراصل انتہائی اہم دو سوالوں کے جوابات کے لیے کی ہے کہ جن کا تعلق آپ کے ہاتھوں میں کتاب ہذا ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' سے ہے۔

ا...... پہلا سوال یہ ہے کہ: پیچھے بیان کردہ احادیث صحیحہ کی رُو سے جن لوگوں......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبع تابعین عظام اور انہیں کے منہج پر چلنے والے بعد کے سلف صالحین رحمہم اللہ اجمعین......کو ''خیر الناس، خَیر القرون اور خیر الاُمم'' جیسے عظیم ترین القاب سے نوازا گیا ہے، اور ان پر اللہ عزوجل کے راضی ہو جانے کی شہادت قرآنِ عظیم میں قیامت تک کے لیے محفوظ کر دی گئی، اور وہ نہایت تھوڑے عرصہ میں دنیا جہان پر غالب آ کر پورے عالم کے معزز ترین لوگ بن گئے......تو آخر اُن کے پاس کون سی قوت و صلاحیت اور طاقت تھی کہ وہ مذکور بالا اللہ عزوجل کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ عظیم تر مراتب پر فائز ہو کر رب کریم کی جنتوں کے وارث بھی بن گئے؟ یعنی دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں فلاح وکامرانی نے اُن کے قدم چوم لیے۔

ب...... کیا اُمت اسلامیہ کی یہ عظمت رفتہ کہ جس کے نشانات پوری دنیا میں اب بھی موجود ہیں صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصۂ پارینہ بن کر رہ گئی ہے اور اسے دوبارہ حاصل نہیں کیا جا سکتا؟ ❶

جوابات:...... پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ان سلف صالحین کے پاس دنیاوی قوت اور طاقت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ نہ افرادی قوت تھی اور نہ ہی مادی و عسکری وسائل کی بہتات۔ مگر اس کے باوجود چالیس سالہ عرصۂ قلیل میں اس دور کی سپر پاورز کو تہس نہس کرنے کے بعد آباد دنیا کی دو تہائی سرزمین پر غالب آ گئے اور ایسی شاندار نظامِ حکومت والی مملکتِ خلافت قائم کر دی کہ سیّدنا سلیمان بن داود علیہ السلام کے بعد ویسی مستحکم، امن و امان، عدل و انصاف اور رب کائنات سے محبت کرنے والی سلطنت اس دنیا میں دیکھی نہ گئی تھی۔ یہ اللہ کے صالح بندے دنیا سے اس قدر قانع تھے کہ جب فتوحات کے نتیجے میں ان کے پاس مالِ غنیمت آتا تو اسے دیکھ کر رونے لگ جاتے، کہیں اللہ عزوجل انہیں ان کے ایمان وتقویٰ اور اعمالِ صالحہ کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے رہا؟ انہوں نے صراطِ مستقیم والی کٹھن راہ کا انتخاب اس دنیاوی دولت کی خاطر تو نہیں کیا تھا۔ ان عظیم المرتبت، اللہ کے بندوں کو یہ شانِ رفعت ملی تو صرف اس بنا پر کہ: ا...... انہوں نے اپنے ایمان وتقویٰ اور اعمالِ صالحہ کا وہی معیار اللہ ذوالجلال والاکرام کے سامنے پیش کیا جس کا مطالبہ ان کے رب کریم اور نبی محترم محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ اس معیارِ تقویٰ وایمان سے قرآنِ حکیم اور کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔

ب...... انہوں نے اپنی ہر خواہش کو اپنے اللہ غفور الرحیم اور محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی پسند، ناپسند اور خواہش و آرزو کے تابع کر دیا تھا۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے پوچھ پوچھ کر گزرتا تھا۔ معاملہ انفرادی اُمور اور اعمال وافعال کا ہوتا یا اجتماعی، خاندانی اور حکومتی، قبائلی، تجارتی، ملکی یا عالمی، سیاسی، دینی و دنیاوی ہوتا...... اپنے ہر ہر معاملے میں وہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع و اطاعت کرتے تھے۔ اللہ، رسول کے احکام کے سامنے اپنے سرِ تسلیم ہمیشہ خم رکھتے تھے۔

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُن کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی شریعت کے قبضہ میں تھی باگ اُن کی
نشاں اُن کے باقی ہیں جبرالٹر پر
جہاں کر دیا گرم، گرما گئے وہ

---

❶ عظمت رفتہ کو شاعر نے کس قدر شاندار پیرائے میں نہایت اختصار سے بیان کر دیا ہے:

جہاں کو ہے یاد اُن کی رفتار اب تک کہ نقشِ قدم ہیں نمودار اب تک
ملایا میں ہیں اُن کے آثار اب تک اُنہیں رو رہا ہے ملیبار اب تک
ہمالہ کو ہیں واقعات اُن کے ازبر
جہاں کر دیا نرم، نرما گئے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج...... اللہ رب کریم اور محبوب رب کبریاء محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں وہ اللہ کے معزز و صالح بندے لیت ولعل، سُستیوں اور دنیاوی مصلحتوں، کمزوریوں کا شکار نہیں ہوا کرتے تھے۔ ادھر حکم آیا اور اُدھر دل و جان، جذبہ شوق سے عمل کے لیے فوراً تیار ہو گئے۔ اس ضمن میں کیا قرآن سے بڑھ کر بھی کسی کی گواہی ہو سکتی ہے جو اللہ عزوجل کے ان صالح بندوں کی صفات یوں بیان کرتا ہے؟ فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ٥ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ٥ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ٥ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ٥ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ٥ ﴾

(المؤمنون: ٥٧ تا ٦١)

"بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی نیکیوں کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔"

اور پھر بدر و اُحد، حنین و یرموک اور قادسیہ جیسے واقعات سے تو سیر و تاریخ کی کتب بھری پڑی ہیں۔

دوسرے سوال کے جواب میں بڑے بڑے علماء کرام اور آئمہ عظام کی ڈھیروں کتب موجود ہیں جن میں اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیة والسلام کے جس دور میں بھی اللہ کے مومن صالح بندوں نے اپنے خواہشاتِ نفسانیہ، زندگی کے تمام اُمور اور اپنی ہر محبت، پسند، ناپسند اور بغض و عداوت کو اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اوامر و مطالب اور پسند و ناپسند کے تابع کر دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسی زمانہ میں، اُن لوگوں کی زندگیوں کے اندر ہی اپنا درج ذیل وعدہ پورا کر دکھایا۔ فرمایا:

﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ٥ ﴾ (النور: ٥٥)

"اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ اُنھیں زمین میں بالتاکید ضرور جانشین بنائے گا، جس طرح اس نے ان لوگوں کو جانشین بنایا تھا جو ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے تھے۔ اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اور پھر تاریخ کی کتب میں گزشتہ ہزار سالہ دور کے اندر بیسیوں ایسے انقلابات کا ذکر موجود ہے کہ جو دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف ادوار کے اندر رونما ہوئے اور اُمت اسلامیہ نے وہاں پر پھر سے اپنی عظمتِ رفتہ حاصل کر لی۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں ایک اور مقام پر اللہ عزوجل کا یہ وعدہ اپنے بندوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یوں بھی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۳۹)

''اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو گے، اگر تم مومن ہو تو۔''

یہ کتاب

جو کچھ اُوپر بیان ہوا ہے، اس کی وضاحت و تعیین کے لیے جناب عدنان الطرشہ حفظہ اللہ نے اس انداز میں قلم اُٹھایا ہے کہ ہر وہ حساس دل مسلمان جو یہ چاہتا ہو کہ اپنی زندگی میں ایمان و توحید اور دین حنیف کی وہی بہار اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنے قبیلے، اپنی بستی اور اپنے ملک میں دیکھ لے تو وہ مصنف موصوف کی کتاب ہذا: مَا ذَا يُحِبُّ النَّبِيُّ مُحَمَّد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَا يَكْرَهُ؟ اور اس کے پہلے حصے مَا ذَا يُحِبُّ اللهُ وَمَاذَا يُبْغِضُ؟ کا مطالعہ کر لے۔ مصنف حفظہ اللہ ایک معروف شخصیت ہیں اور اللہ عزوجل نے ان کے قلم وارشاد میں برکت رکھی ہے۔ اب تلک مختلف موضوعات پر لکھی گئی بیس سے زیادہ کتابوں کے مؤلف بن چکے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ.

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت دنیا میں عربی کے بعد اُردو ایک ایسی زبان ہے کہ جو اپنے اندر صرف وسعت کلمات و معانی اور لہجات و مفاہیم ہی نہیں رکھتی بلکہ اُردو بولنے، پڑھنے، سیکھنے سکھانے اور لکھنے لکھانے والوں کی تعداد ایک عام اندازے کے مطابق چالیس کروڑ سے زیادہ ہے جن میں سے کم و بیش تیس کروڑ صرف مسلمان ہوں گے جو اُردو زبان کے مذکور بالا اوصاف سے متصف ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ قرآن و سنت اور اسلامی فقہ کی اُردو زبان میں تحریر کردہ کتب نے اہل ایمان و اسلام کی اصلاح کرنے اور انہیں دین حنیف پر قائم رکھنے کے لیے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔

چنانچہ زیر مطالعہ و زیر بحث موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ: محترم عدنان الطرشہ حفظہ اللہ کی مذکور بالا دونوں کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کروا کر انہیں جلد شائع کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو......ہم نے پہلے حصہ مَا ذَا یُحِبّ اللّٰہ وَمَا ذَا یُبْغِضُ؟ کے اُردو ترجمہ کے لیے لاہور کے ایک معروف علمی ادارہ ''جامعہ محمدیہ'' کے ایک جید استاذ / عالم دین محترم خاور بٹ صاحب حفظہ اللہ کی خدمات حاصل کیں اور اس ترجمہ کی نظر ثانی وتزئین کا فریضہ ایک اور بڑے عالم دین محمد زکریا صاحب حفظہ اللہ نے سرانجام دیا۔

اس حصہ ''اللہ عزوجل کی پسند اور ناپسند'' اور اس کے مترجم ومحقق کا مکمل تعارف اور اسلوبِ ترجمہ وتحقیق کی تفصیل اُسی کتاب میں ملاحظہ کیجیے۔ یہاں ہم آپ کے ہاتھوں میں ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' اور اس کے محقق مترجم کا مختصر سا تعارف اور اسلوبِ ترجمہ وتحقیق کروانا چاہتے ہیں۔

مصنف حفظہ اللہ نے اپنی اس کتاب مَا ذَا یُحِبُّ النَّبِیُّ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَا یَکْرَہُ؟ میں چھ ابواب قائم کر کے نبی معظم ﷺ کی ہر ہر پسند اور ناپسند کی جس طرح مکمل وضاحت کر دی ہے کہ جن کا ذکر صحیح احادیث مبارکہ میں آیا ہے اور مصنف حفظہ اللہ نے کوشش کی ہے کہ اس ضمن میں کوئی ضعیف اور منکر، موضوع روایت تحریر ہذا میں شامل نہ ہونے پائے۔ انہوں نے ان احادیث کی وضاحت کرنے اور ہر ہر موضوع کو باسلوب احسن واضح کرنے کے لیے انداز نہایت آسان اور دلکش اختیار کیا ہے۔ اسی طرح ضرورت اس بات کی تھی کہ مصنف حفظہ اللہ نے جس عرق ریزی سے کتاب ہذا کو مرتب کیا اُسی انداز میں اس کا اُردو ترجمہ بھی شاندار ہو۔ اور ترجمہ کا حق یہ ہوتا ہے کہ: اصل تصنیف کی کسی عبارت اور کسی بھی جملے کا ترجمہ رہ بھی نہ جائے اور ترجمہ اس طرح بامحاورہ، باسلوب احسن ہو کہ اصل تصنیف معلوم ہو۔ چنانچہ اس کام کے لیے مؤطا امام مالک رحمہ اللہ کے اُردو مترجم وشارح (بعنوان قولِ ثابت اُردو شرح مؤطا امام مالک رحمہ اللہ / پانچ جلدیں) اور کئی تصنیفات کی ایک سے زیادہ جلدوں پر مشتمل بیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف ومترجم ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جنہوں نے اپنی فنی مہارت کے ساتھ کتاب ہذا کا ترجمہ اس انداز میں کیا ہے کہ یہ ترجمہ ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' اصل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ ترجمہ بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ، آسان فہم اور اُردو ادب کی چاشنی سے یوں لبریز ہے کہ پڑھنے والے کا دل کرتا ہے کتاب شروع کرے تو مکمل کر کے ہی دم لے۔ عربی زبان میں ''خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ'' کے مصداق جو خوبی ہے کہ اگر کسی بات کے بعض حصوں کو چھوڑ کر بعض جملوں کو بولا اور لکھ دیا جائے تو سننے اور پڑھنے والے کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی...... یہ وصف بدرجۂ اتم اُردو زبان میں نہیں ہے۔ اس لیے مترجم حفظہ اللہ نے ترجمہ وتحقیق میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ: اصل تصنیف میں اگر کسی جگہ پر کسی حدیث کے کسی ایک حصہ کو وہاں حسب ضرورت درج کیا گیا ہے تو اُردو میں بات کو سمجھانے کے لیے مترجم نے حدیث کا مکمل متن اور اُس کا ترجمہ دے دیا ہے۔ پھر اصل مصادر سے مراجعت کر کے احادیث کے متون کو بالکل درست درج کرتے ہوئے اعراب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا دیے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامات پر درج ایک آدھ آیت کی وضاحت کے لیے اگلی پچھلی چند اور آیات درج کر کے ان کا ترجمہ و مفہوم دینے کی ضرورت تھی، سو مترجم حفظہ اللہ نے وہ بھی دے دی ہیں۔ اور بعض جگہ زیرِ مطالعہ عنوان کو سمجھانے کے لیے تفصیلی وضاحت کی ضرورت تھی، اس لیے محقق مترجم نے یہ وضاحت نیچے حاشیہ میں دے دی ہے۔ مصنف حفظہ اللہ کے قائم کردہ ابواب اور ان کے ذیلی عناوین کا ترجمہ کر کے کتاب کی اُردو ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے ابواب کی ترتیب کا لحاظ بھی مترجم نے رکھا ہے اور اُردو فہرستِ مضامین بھی بنا دی ہے۔ یوں یہ کتاب ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' اصل کتاب معلوم ہوتی ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا۔

انتہائی ناقدری و ناسپاسی ہوگی اگر ہم کتاب ہذا کی کتابت، سیٹنگ اور ڈیزائننگ میں لاہور کے ایک معروف ادارے ''مکتبۃ الکتاب'' کا شکریہ ادا نہ کریں کہ جس کے مدیر عبدالرؤف صاحب نے خود اس کتاب کی تزئین و آرائش، نستعلیق و نسخ اور دیگر خطوں کے فاؤنٹس، طغروں اور ادبی اسلوب کے اعلیٰ چناؤ میں اپنے فنی ذوق کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے، ہر صفحہ کے راسیہ، حسبِ اسلوب اُردو ابواب کے آغاز، ہر باب کے اختتام پر پھولوں اور بیلوں کے انتخاب، حاشیہ کے خطوط کا لحاظ اور ہر طرح کی ترتیب احسن کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ کتاب کا ٹائٹل کس قدر شاندار ہے؟ یہ تو خود ڈیزائنر کے حسن ذوق کی داد دے رہا ہے۔ ٹائٹل کے ڈیزائنر ہیں جناب ضیاء الرحمٰن ضیاء صاحب جو اس میدان کے شاہسوار اور ''مانی ہوئی شخصیت'' ہیں۔ اللہ عزوجل تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مصنف و مترجم، ناشر اور قاری سمیت سب کو رب کریم آخرت میں اعلیٰ ترین انعامات سے نواز دے۔ اَللّٰھُمَّ آمین

گزشتہ چند سالوں سے ڈنمارک، ہالینڈ اور دیگر یورپی ملکوں میں امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اصحابہ اجمعین اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جمیعاً کے ناموسِ اطہر پر شیطانِ ملعون کے آلہ کار اپنی متعفن تحریروں کے ذریعے کیچڑ اُچھالتے اور گستاخانہ و توہین آمیز خاکے چھاپتے ہوئے اہل اسلام و اہل ایمان کی ایمانی غیرت کا جو امتحان لے رہے ہیں، اُس کے پیش نظر ہم میں سے ہر مومن، مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ رب العالمین اور اس کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں، یہود و نصاریٰ اور ہنود و مشرکین سے ...... کہ جو ہمارے بھی ہر اعتبار سے کٹر دشمن ہیں...... شدید نفرت اور دشمنی کا اظہار کرے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ: ان اللہ کے دشمنوں کی تہذیب و تعلیم، ان کی مصنوعات، ان کے طریقۂ سیاست و قیادت، ان کے طریقہ ہائے عبادات اور ان کے ہر ہر فعل سے نفرت کرتے ہوئے ہر اُس لباس، خوراک، افراد، تہذیب و تمدن، عبادات و اخلاق اور زندگی کے تمام اُمور کو پسند کریں جو ہمارے ہادی و راہنما اور سب کائنات کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کو محبوب اور پسند تھے۔ اس ضمن میں کتاب ہذا ''نبی کریم ﷺ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسند اور ناپسند'' آپ کو مکمل راہنمائی فراہم کرے گی۔ ان شاء اللہ

علاوہ ازیں عصر حاضر کے فتنوں سے بچنے، اللہ رب کریم کے ہاں سرخرو ہونے اور اس دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے کتاب ہذا آپ کے لیے، آپ کے بیوی بچوں کے لیے، آپ کے تمام عزیزانِ گرامی اور پیارے دوستوں کے لیے ایک بہترین مشعلِ راہ بھی ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ...... تو لیجیے جناب! یہ شاہکار آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا مطالعہ خود بھی کیجیے اور دوسروں کو بھی اس کے مطالعہ کی دعوت دیجیے۔ اس کتاب میں سے جب کوئی بات دل پر اثر کرے تو مصنف، مترجم اور ناشر کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا، بھولیے گا نہیں۔

وجزاکم اللہ خیراً

اخوکم فی اللّٰہ

ابوسلطان/ ارشد بیگ مغل

مدیر/ دار الکتاب والسنة

الریاض/ المملکة العربیة السعودیة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُه، وَنَسْتَغْفِرُه، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے کہ جس نے (حضرت) محمد ﷺ کو ہمارے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ سب تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے کہ جس نے ہمیں اپنے نبیوں اور رسولوں کے اختتام پر آنے والے (نبی) کے اطاعت گزاروں میں سے کر دیا۔ (ہر قسم کی خاص اور عام) سب تعریف اس اللہ کے لیے، جس نے ہمیں وہ خیر اُمت بنایا کہ جسے لوگوں (کی اصلاح اور بھلائی) کے لیے بنایا گیا ہے اور قیامت تک (کے تمام ادوار اور زمانوں) کے لیے سب اُمتوں کی آخر والی یہ اُمّت ہے۔ (کہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی ملتِ اسلامیہ کے علاوہ کوئی اور اُمت آئے گی۔)

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے کہ جس نے ہمیں اُس اُمّتِ محمد (علی صاحبها التحية والسلام) میں سے کر دیا کہ تمام جنتیوں میں سے جو (بالکل) آدھا یا ایک تہائی حصہ ہوگی۔ (ان شاء اللہ) اور سب طرح کی (خاص) تعریف اس اللہ (ذوالجلال والاکرام) کے لیے کہ جس نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کے متبعین (اطاعت گزاروں) کو اپنی محبت اور رضا کی تلاش پر ایک دلیل بنا دیا ہے۔ (کہ یوں اللہ کے بندے اپنے رب کی محبت اور رضا حاصل کیا کرتے ہیں۔) اور اس (اللہ) نے اپنے نبی کے متبعین کا بدلہ اپنی محبت کا حصول اور گناہوں کی بخشش رکھ دیا۔ (جو بہت بڑا انعام ہے۔)

اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران:۳۱)

''(اے ہمارے نبی! لوگوں سے) کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔''

اور اس (اللہ) نے اپنی اور اپنے رسول (حضرت محمد ﷺ) کی اطاعت سے منہ موڑ لینے کو کفر کی دلیل قرار دے دیا۔ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

(آل عمران:٣٢)

''(اے ہمارے نبی! لوگوں سے) کہہ دیجئے! (لوگو!) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ (دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں دونوں کی فرمانبرداری کرو۔ اس پیغام کے پہنچ جانے پر بھی) اگر وہ نہ مانیں (اللہ، رسول کے حکم سے اعراض کریں) تو (وہ جان لیں کہ) بلاشبہ (ایسے لوگ کافر ہیں اور) اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ)) ❶

''تم میں سے کوئی شخص اتنی دیر تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین (قرآن وسنت) کے تابع نہ ہوجائیں۔''

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی خواہشات کو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین (قرآن وسنت) کے تابع کردیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کی ہر اس معاملے میں اطاعت کی جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ جس کام سے آپ ﷺ نے انہیں منع کیا اور روکا اس سے وہ رُک گئے۔ آپ کی شکل وشباہت اور حرکات وسکنات تک میں انہوں نے آپ کی پیروی کرڈالی۔ جس چیز کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا اس سے انہوں نے بھی محبت کی اور جس کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اس سے انہوں نے بھی کراہت کی۔ پس (اس مکمل اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے) ان کا بدلہ (اللہ کے ہاں) یہ ٹھہرا کہ اُن سے اللہ کریم نے بھی محبت کی۔ ان سے وہ راضی ہوگیا اور انہیں جنتوں کے سردار بنادیا۔

بلاشبہ محبّ صادق کی صفات میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ وہ ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کا محبوب

---

❶ مشكاة المصابيح جلد اوّل، حديث:١٦٧ (طبعة المكتب الاسلامى، بيرورت) بحوالہ شرح السنہ۔ صاحب المشکوٰۃ امام محمد بن عبداللہ الخطیب فرماتے ہیں: وقال النووىؒ في أربعينه: هذا حديثٌ صحيحٌ رويناه فى كتاب الحجة بإسناد صحيح۔ مذکورہ بالا مشکوٰۃ والی حدیث پر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "هٰذَا وَهمٌ ...... فَالسَّنَدُ ضعيفٌ فِيْهِ نعيمُ بن حماد وهو ضعيفٌ وأعلّه الحافظ ابن رجب بغير هذه العلة متعقباً على النوويؒ تصحيحه إِيّاه، فانظر كتابه "جامع العلوم والحكم"...... ترجمہ: یہ امام نوویؒ کا وہم ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں نعیم بن حماد (راوی) ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دینے پر حافظ ابن رجب نے امام نووی رحمہما اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے اس (نعیم بن حماد والے) سبب کے علاوہ ایک اور علت بھی بیان کی ہے۔ تفصیل کے لیے آپ اُن کی کتاب ''جامع العلوم والحکم'' دیکھ لیں۔ اس تعلیق کے باوجود حدیث کا معنی قرآن کی اس آیت کے بالکل مطابق ہے: فرمایا: ''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (سورة القصص ٢٨/ ٥٠)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت کرتا ہو۔اور جس چیز (یا قول وفعل) کو وہ ناپسند کرے اس سے وہ بھی نفرت کرے۔تو جو آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اور یہ پسند بھی کرے کہ وہ پکا مومن ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے رسول، اس کے نبی وصفی حضرت محمد ﷺ کی مکمل اتباع کرے۔اور اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نہج پر چلے۔(دنیا وآخرت کی کامیابی کے لیے) آپؐ کے دیے ہوئے راستے اور خطوط پر چلتا چلا جائے۔ ہر چیز میں آپؐ کی پیروی کرے۔اپنی خواہشات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین (قرآن وسنت) کے تابع کر دے۔اور اس ضمن میں سب سے اہم بات کہ: وہ ہر اس چیز سے محبت کرے جس سے نبی مکرم ﷺ محبت کیا کرتے تھے اور ہر اس چیز (افراد، تہذیب، دین، رشتہ داری، لین دین، حکومتی معاملات، عبادات اور عقائد ونظریات سب) سے نفرت کرے جس کو آپؐ ناپسند فرمایا کرتے (اور بُرا جانتے) تھے۔مسلمان آدمی پر اس راستے کو آسان کرنے کے لیے تاکہ وہ اسی چیز (قول وعمل) سے ہی محبت کرے کہ جس سے نبی مکرم ﷺ محبت کرتے تھے اور اس سے نفرت کرے جسے آپؐ ناپسند فرمایا کرتے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرامین کے مطابق ان باتوں پر عمل کرنے میں مدد دینے کے لیے تاکہ اللہ اس سے محبت کرتے ہوئے اس سے راضی ہو جائے، اس کے گناہوں کو معاف کر دے اور اسے اہلِ جنت میں سے کر دے، یہ کتاب ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' حاضر ہے۔اللہ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران:۳۱)

''(اے ہمارے نبی! لوگوں کو ہمارا پیغام پہنچاتے ہوئے) کہہ دیجیے! (لوگو!) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔''

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب:۲۱)

''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے کہ جسے اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے دن (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ جن لوگوں، چیزوں اور معاملات سے نبی کریم ﷺ محبت یا نفرت کرتے تھے ان کی تعداد بہت زیادہ اور ان کا شمار مشکل ہے۔اس لیے میں نے ایک خاص منہج کو ہی اختیار کیا اور کسی بھی موضوع پر لکھنے کے لیے ایک شرط لگالی ہے۔وہ یہ کہ جس حدیث شریف پر موضوع مبنی ہو وہ ''صحیح'' درجہ کی ہو۔اور وہ حدیث لفظ ''محبت، پسند یا اچھا لگنا'' کو بیان کرے۔یا ان کے برعکس (ناپسند کے لیے) لفظ ''بُغض یا کراہت'' استعمال ہوا ہو۔اور کسی بھی حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہ جس میں ان الفاظ میں سے کوئی ایک بھی مذکور نہ ہوا ہو دُوری اختیار کی ہے اگرچہ اس سے محبت یا نفرت کا مفہوم واضح کیوں نہ ہوتا ہو۔

انتہائی مشکل اور مختلف ،عناوین جیسے کہ عبادات ،فقہ ،تاریخ ،واقعات ، لوگ ، کھانا ، لباس ، مُلک (علاقے)، معاملات اور علاوہ ازیں بہت سارے اس کتاب کے ایک سو پچاس سے زیادہ مختلف موضوع بن گئے ہیں۔ان میں سے بعض خطبہ جمعہ کے لیے ،بعض لیکچر (تقریر) کے لیے ،بعض دروس کے لیے یا پھر لکھنے لکھانے کے لیے انتہائی مفید ہیں۔ان موضوعات کو مردوں اور عورتوں کی مجالس میں پڑھا جانا بھی ممکن ہے۔(کہ فوائد سے خالی نہ ہوں گے۔) اور اسی طرح بچوں پر بالخصوص وہ موضوعات کہ جن میں صحابہ کرام (صغار صحابہ) کا ذکر ہو رہا ہو پڑھا جانا مناسب ہے۔اسی طرح یہ کتاب ممکن ہے کہ ان موضوعات کے لیے بہت جلد ایک مرجع بن جائے جنہیں یہ احاطہ کیے ہوئے ہے۔اور یہ کتاب تقریباً تین سو قرآنی آیات اور ایک ہزار احادیث مبارکہ پر مشتمل ہے۔(کہ جنہیں یہاں اس کتاب میں دلیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔)

اس کتاب کی تصنیف کے سبب پیچھے ایک واقعہ ہے۔اور وہ یہ کہ جب میں اس کے پہلے موضوع والی کتاب ''اللہ جل جلالہ کی پسند اور ناپسند'' کو لکھ رہا تھا کہ جس کے پیچھے خود ایک واقعہ ہے اور میں کتبِ احادیث وسنن میں ان احادیث مبارکہ کو تلاش کر رہا تھا کہ جن میں اللہ رب العالمین کی پسند اور ناپسند کا ذکر ملتا ہے،تو میں ایسی احادیث کو بھی پڑھتا جن میں نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند کا ذکر ہوتا۔مگر اس وقت میں نے یہ بات سوچی ہی نہ تھی کہ نبی مکرم ﷺ کے بارے میں بھی کچھ تصنیف کروں گا بالکل اسی طرح سے جیسے میں اللہ رب العالمین کے بارے میں کر رہا تھا۔

کئی بار ایسے ہوا کہ وہ احادیث جنہیں میں موضوع سے متعلق حاصل کر رہا تھا وہ کھانے پینے ،لباس یا کچھ ایسے ہی اُمور سے متعلق ہوتیں۔اُن کے بارے میں نے سوچا ہی نہ تھا کہ یہ موضوع بھی الگ سے کوئی کتاب لکھے جانے کے مستحق ہیں؟ کیونکہ ''اللہ ذوالجلال کی پسند اور ناپسند'' والے موضوع میں اس قدر منہمک تھا کہ اس طرف دھیان ہی نہ گیا۔اور یہ کہ میں اس موضوع سے متعلق آیات واحادیث ،قرآن حکیم اور کتب احادیث سے جمع کر کے اپنے ہاتھ سے لکھ لکھ کر تھک چکا تھا۔

چنانچہ پہلی کتاب کے مواد کو جمع کرنے والے عمل سے فراغت اور اسے ناشر کے سپرد کرنے کے بعد میں نے اپنے داخلی جذبے اور دلیری کو ''نبی کریم ﷺ کی پسند اور ناپسند'' کی تصنیف کے لیے اپنے اندر شدت سے محسوس کیا۔بالخصوص اس کے بعد کہ میرے لیے احادیث مبارکہ کا استخراج تو نہایت آسان ہو چکا تھا۔مزید برآں نہایت قلیل وقت میں کمپیوٹر پر حدیث شریف والے پروگرام کے ذریعے یہ کام بالکل سہل ہو چکا ہے۔اس طرح یہ ارادہ پختہ ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ں مجھے انتہائی اہم اور مختلف موضوعات پر احادیث مبارکہ کا بہت بڑا ذخیرہ اس ضمن میں مل گیا۔ جس نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ میرے اوپر لازم ہے: میں یہ کتاب لکھوں تا کہ میری پہلی تصنیف (اللہ عزوجل کی پسند اور ناپسند) کے ساتھ مل کر یہ میری مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے ورنہ نصف کا آدھا حصہ ناقص ہی رہے گا۔

میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو ہر پڑھنے والے مسلمان کے لیے نفع بخش بنا دے گا۔ اس کے ذریعے اپنے رسولِ امین حضرت محمد ﷺ کی اتباع ہمارے لیے آسان کر دے گا اور ہماری خواہشات کو آپ ؐ کے لائے ہوئے دین کے تابع کر دے گا۔ اور یہ کہ اپنے حبیب نبی محمد ﷺ کو ہمارے نزدیک ہماری جانوں، ہمارے والدین، ہماری اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب بنا دے گا۔

احسان کرنے والے اللہ کریم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو اپنی معزز ذات کے لیے خاص کر لے اور قیامت والے دن اسے میرے نیکیوں والے میزان میں رکھ دے۔ بلا شک وشبہ وہ قبولیت کا شرف بخشنے والا اور امیدوں کو بر لانے والا ہے۔

وَآخِرُ دَعوانَا أن الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَ صَلّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وّعَلَى آلِه وَصَحْبه اَجْمَعِين

عدنان الطرشه

الرياض ، المملكة العربية السعودية

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

عبادات میں سے نبی کریم ﷺ کے محبوب اعمال

تمہید

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الذاريات:٦٥)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔''

پس اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو عقیدۂ توحید اور عبادات کی تمام انواع کے ساتھ اپنی پوجا کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ یہ عبادات اس نے اپنی کتاب (قرآن) کریم یا اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کی زبانِ مبارک سے ان پر فرض کردی ہیں۔ عبادت ایک بڑا ہی جامع نام ہے جو ان تمام ظاہری اور باطنی اعمال واقوال پر منطبق ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرے اور ان پر راضی ہو۔

اللہ کے نبی ﷺ ان عبادات کو سب سے بڑے بجالانے والے (عبادت گزار) اور سب لوگوں سے زیادہ ان سے محبت کرنے والے تھے۔ پس آپؐ ان تمام عبادات کو محبوب جانتے جن کے متعلق احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پسند فرماتے ہیں۔ جیسے کہ تمام فرائض، نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا، نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا، صلہ رحمی، باجماعت نماز کا اہتمام کرنا، نمازِ تہجد اور ان کے علاوہ دیگر عبادات۔

رسول اللہ ﷺ ہر اس عبادت کو پسند فرماتے جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے۔ چاہے احادیثِ مبارکہ میں ان کے متعلق آپ ﷺ کی محبت کا ذکر آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ مگر کچھ احادیث میں بعض معین عبادات کے ساتھ آپؐ کی محبت کا ذکر موجود ہے۔ اس لیے عبادات کے عناوین میں سے درج ذیل انہی موضوعات کو اہمیت دی جائے گی جن کے ساتھ آپ کی محبت کا ذکر موجود ہو یا اس طرح کے کچھ اور الفاظ جو ان سے متعلقہ احادیث میں پائے جاتے ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی ایمان سے محبت

رسول اللہ ﷺ نے اللہ ذوالجلال سے دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا))

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! ایمان کو ہمارے نزدیک محبوب کر دے اور اسے ہمارے دلوں میں مزین فرما دے۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِي قُلُوْبِكُمْ ﴾ (الحجرات:۷)

''مگر اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے نزدیک محبوب کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔''

ایمان کیا ہے؟

ایمان کے چھ ارکان ہیں۔ سیدنا جبریل علیہ السلام نے جب رسول اللہ ﷺ سے ایمان کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا تھا: ''ایمان یہ ہے کہ تم (۱) اللہ تعالیٰ پر (۲) اس کے فرشتوں پر (۳) اس کی کتابوں پر (۴) اس کے رسولوں پر (۵) قیامت کے دن پر اور (۶) تقدیر کے اچھا اور بُرا ہونے پر (دل سے) ایمان رکھو۔[2] اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (البقرہ:۲۸۵)

''اللہ کا رسول اس کتاب پر جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر نازل ہوئی، ایمان رکھتا ہے اور اہلِ ایمان (مسلمان) بھی۔ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اور یہ کہتے ہیں) کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور وہ

---

[1] یہ دعا دراصل مسند احمد میں عبداللہ بن رفاعہ الزرقی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کا حصہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے غزوۂ اُحد میں اللہ تعالیٰ سے اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ مانگا تھا۔ پوری دعا یوں ہے:

"اَللّٰهم لكَ الحمدُ كُلُّه، اللهم لا قابِضَ لما بسطتَ ولا باسط لما قبضتَ ولا هاديَ لما أضللتَ ولا مضلَ لمن هديتَ ولا مُعطيَ لما منعتَ ولا مانِعَ لما أعطيتَ ولا مُقربَ لما باعدتَ ولا مُباعِدَ لما قَرَّبتَ۔ اللّهم ابسط علينا مِن بركاتِك و رَحمتِك وفضلِك ورزقك۔ اللهم إني أسألكَ النّعيمَ المُقيمَ الّذي لا يحولُ ولا يزولُ۔ اللهم أني أسألك النّعيمَ يَوم العيلةِ وإلا مِن يوم الخوف۔ اللهم إني عائذ بكَ من شرما أعطيتَنا وشرِّ ما مَنعتَ۔ اَللّٰهمّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الإِيْمَانَ وَزَيِّنه فِي قُلوبِنَا وَكَرِّه إلَينا الْكُفْرَ وَالفُسُوقَ وَالعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْن۔ اللّهم توفَّنا مُسلمين وأحيِنا مُسلمين وألحِقنا بِالصَّالِحين غيرَ خزايا وَلاَ مَفتونين۔ اَللّٰهُمّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الّذين يُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ۔ اللّهمّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الّذِينَ أُوتُو الْكِتَابَ إِلٰهَ الْحَقِّ۔ (مسند أحمد ۳/ ۴۲۳، حديث: ۱۵۰۶۶ جلد ۴، ص: ۴۳۸ طبع مؤسسة التاريخ العربى بالبيروت ودار احياء التراث الاسلامى)

[2] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تعريف الاسلام والايمان، حديث: ۹۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اپنے رب سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (اے اللہ! تیرا حکم) سُن لیا اور ہم مطیع ہو گئے۔ اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور (ہم نے) تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

ایمان.....قول اور عمل دونوں کا نام ہے۔ اطاعت کے ساتھ بڑھ جاتا اور نافرمانی کے ساتھ کم ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ﴾ (الفتح:٤)

''وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تا کہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھ جائے۔''

دوسرے مقام پر اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِیْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ○ ﴾ (التوبه:١٢٤)

''اور جب (قرآن کی) کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزاء کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھایا ہے؟ پس جو ایمان والے ہیں ان کا ایمان تو زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔''

ایک اور جگہ پر فرمایا:

﴿ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا ﴾ (المدثر:٣١)

''(جہنم کے داروغہ فرشتوں کی تعداد کو آزمائش بنا دیا تا کہ اہلِ کتاب یقین کریں) اور مومنوں کا ایمان مزید بڑھ جائے۔''

علاوہ ازیں اور بھی اس موضوع کی بہت ساری آیات ہیں۔ (جو اس بات کی بین دلیل ہیں کہ ایمان والے اعمال کے ساتھ ایمان میں بڑھوتی ہو جاتی ہے اور یہی اهل السنه ، الجماعة اهل الحديث کا عقیدہ ہے۔ مترجم) اللہ ہی کے لیے محبت، اللہ کے لیے بغض (غصہ وناراضگی) اللہ کے لیے عطا کرنا اور اللہ ہی کے لیے (کسی چیز کو) روک لینا، ایمان کے کامل ہونے کی علامتیں ہیں۔

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ))

''جس نے (کسی سے) اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے اس نے بغض رکھا، اللہ کے لیے (کسی کو) دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ ہی کے لیے روک لیا تو اس نے اپنے ایمان کو پورا کر لیا۔‘‘ ❶

اور ایمان کی ایک حلاوت بھی ہوتی ہے۔ اسے صرف تین خوبیوں والا شخص ہی پا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَـلَاثٌ مَـنْ كُـنَّ فِيْـهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِـمَّـا سِوَاهُمَا ، وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ ، وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ......))

’’جس شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت کو پا لے گا: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (حضرت محمد ﷺ دونوں) اس کے نزدیک ہر چیز (جان، مال، اولاد، ماں باپ، برادری، سیادت و قیادت، حکومت اور دنیا جہان کے لوگوں) سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔ (۲) کسی آدمی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے۔ (۳) اور کفر میں پلٹ جانے کو ٹھیک اس طرح ناپسند کرے جس طرح اس بات سے نفرت کرتا ہے کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔‘‘ ❷

ایمان کے بہت سارے شعبے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلْإِيْـمَـانُ بِـضْـعٌ وَّسَبْـعُـوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ))

’’ایمان کے کچھ اُوپر ستر شعبے ہیں۔ ان میں سب سے افضل ’’لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ..... اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔‘‘ کا اقرار ہے اور ان میں سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز (کانٹے، پتھر وغیرہ) کو ہٹا دینا ہے اور حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔‘‘ ❸

اور نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان میں سے (ایک بہت بڑا) حصہ ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’لَا يُـؤْمِـنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَـدِهٖ وَالـنَّـاسِ أَجْمَعِيْنَ...... تم میں سے کوئی شخص ایمان والا (تب تک) نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ (اور اس درجہ کے سارے عزیز و اقارب)، اس کی اولاد (اور اس درجہ کے سارے رشتہ داروں) اور

❶ سنن ابی داؤد، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، حدیث: ٤٦٨١۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب حلاوة الإیمان، حدیث: ١٦ عن أنسؓ۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ١٥٣۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' ❶

ارکان اسلام کی تفصیل ❷

۱- ایمان باللہ

یہی توحید کی اساس ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی تمام عبادت کے لیے یکتا اور حق دار ماننا۔ اس کی تین اقسام ہیں:

(۱) **توحید الوہیت** .... یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت (اور پوجا) کے تمام (قلبی، لسانی، جسمانی اور مالی) افعال واعمال کے ساتھ ایک مانتے ہوئے ان سب کو صرف اسی کے لیے مخصوص کر دینا۔ جیسے کہ؛

نماز (اپنی تمام ہیئتوں اور ارکان کے ساتھ) جانوروں کا ذبح کرنا، نذر و نیاز، دُعا، اُمید باندھنا، خوف اور ڈر، توکل، (عبادت میں) رغبت، خشوع و خضوع اور رہبت، دل کا جھکاؤ، مدد اور استغاثہ۔ (عبادت کی ان سب ھیئات وانواع کا ایک اللہ کے لیے مخصوص کر دینا توحید الوہیت ہے۔)

(۲) **توحید ربوبیت** .... اور وہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کو اس کے تمام کاموں میں یکتا ماننا۔ (کہ اس جیسے کام کوئی اور سر انجام نہیں دے سکتا اور یہ کہ اللہ کے افعال نقص وعیب سے پاک، دائمی اور کمال کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔) جیسے کہ؛ پیدا کرنا، رزق و روزی دینا، زندہ کرنا، موت دینا اور موت دینے کے بعد جسموں کو دوبارہ پھر زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

www.KitaboSunnat.com

(۳) **توحید الاسماء والصفات** .... اور وہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کے اسماء وصفات کو جیسے بھی ان کا ذکر قرآن حکیم یا احادیث صحیحہ میں آیا ہے بعینہٖ مان لینا اور ان پر ایمان رکھنا۔ اللہ کی صفات کو جیسے اس نے خود ان کی وضاحت کر دی ہو (یا نہ بھی کی ہو) یا ان کی وضاحت در حقیقت رسول اللہ ﷺ نے کر دی ہو۔ (یا نہ بھی کی ہو) ان صفات کی کیفیت و حالت بیان کیے بغیر، ان کی مثال دیے بغیر، ان کی تشبیہ دیے بغیر، ان کی تاویل کیے بغیر یا ان کی تحریف (تغیر و تبدل) کیے بغیر اور انہیں معطل مانے بغیر بعینہٖ مان لینا، ان پر ایمان لے آنا جیسا اللہ تعالیٰ نے خود یا اس کے رسول نے بیان کیا ہو، توحید الاسماء والصفات ہے (اور یہی سلف صالحین کا اس بارے میں

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حبّ الرّسول من الایمان، حدیث: ۱۵۔

❷ اس موضوع پر مزید تفصیلی معلومات کے لیے: ابن ابو العز الحنفی کی شرح عقیدہ طحاویہ ص: ۲۹۹ تا ۳۱۲ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عقیدہ واسطیہ دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ رہا ہے۔) اس ضمن میں ایمان وعقیدہ کی سرے والی بات یہ ہے کہ: ''لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ..... اس کی (اسماء وصفات اور ذات کی) مثل کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور وہ (مخلوقات کی صفت سے بالاترین، نہایت اعلیٰ) سُننے والا، اور دیکھنے والا ہے۔'' [1] اور اللہ تبارک وتعالیٰ یوں بھی فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾

''کہہ دیجئے! وہ اللہ (یکتا وتنہا، اپنی ذات اور صفات میں) ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ (معبودِ برحق) بے نیاز ہے۔ (اسے کسی معاون، مشیر اور مددگار کی ضرورت نہیں۔) نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ (وہ اس عیب سے پاک ہے۔) اور کوئی اس کا ہمسر نہیں وہ یکتا ہے۔'' [2]

۲- فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان کا معنی یہ ہے کہ وہ (بحیثیت ایک مخلوق کے) اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے کے لیے (ہمہ وقت) تیار رہتے ہیں۔ (اور وہ ایک ایسی مخلوق ہیں) جو اللہ کے حکم کی ذرہ بھر نافرمانی نہیں کرتے اور جس کام کا انہیں حکم دیا جائے اسے وہ فوراً بجالاتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کی طرف سے وہ تمام آسمانوں، زمین، مخلوقات کی تمام اصناف و انواع جیسے کہ پہاڑ، بادل، بارش، رحم مادری، انسان، موت، قبر میں سوال وجواب، افلاک، سورج، چاند، جنت اور دوزخ وغیرھا پر اس کے حکم کے مطابق کام کرنے پر مامور ہیں۔ ان میں سے رحمت اور عذاب والے فرشتے بھی ہیں اور عرش عظیم وکریم کو اٹھائے ہوئے بھی۔ (آسمانوں کی حفاظت اور بناوٹ پر بھی۔) آسمانوں میں نماز، تسبیح وتہلیل اور رب قدوس کی تقدیس پر ہمہ وقت مشغول بھی ہیں۔ (اور یہی ان کی زندگی ہے۔) علاوہ ازیں اور بھی بے شمار کاموں پر ماموران گنت فرشتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گن نہیں سکتا۔

---

[1] سورۃ الشوریٰ آیت: ۱۱

[2] توحید کا چوتھا بہت بڑا حصہ توحید حاکمیت کا ہے۔ توحید کی اس چوتھی قسم کو متقدمین ومتاخرین میں سے تمام علماء سلف صالحین نے اپنی اپنی تصانیف میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔ توحید حاکمیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر، اس کے بندوں کے لیے، اس کی شریعت وقانون (قرآن و سنت) کو ہی فلاح اور کامیابی والا دین ماننا اور اس کی بالادستی کے لیے جدوجہد کرنا توحید حاکمیت ہے۔ حکم ورعیت کے اعتبار سے فرمایا کہ اگر انسان حاکم ہو کر اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود، اس کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو وہ کافر مشرک اور فاسق ہے۔ (دیکھئے: سورۃ المائدۃ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷ اور سورۃ یوسف: ۴۰) اور اگر محکوم و رعایا ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی (ﷺ) کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ بھی ایمان والا نہیں۔ (دیکھئے: سورۃ النساء: ۶۵ اور سورۃ الاحزاب: ۳۶) توحید کے اس حصے سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی کتب بھری پڑی ہیں۔ دراصل توحید حاکمیت کی عملی صورت کا جہاد وقتال فی سبیل اللہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر اللہ کی حاکمیت کا دنیا پر نفاذ ناممکن ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگیاں مدنی دور میں بالخصوص عقیدۂ توحید کے اس چوتھے حصے کی تکمیل میں کھپ گئیں۔ عقیدۂ توحید کے اس حصے کو ساتھ ملائے اور عملاً بیان کیے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی...... مترجم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام فرشتوں کے سردار تین فرشتے ہیں: ① سیدنا جبریل علیہ السلام ② حضرت میکائیل اور ③ حضرت اسرافیل علیہم السلام۔ فرشتوں کی اقسام اور ان کے مراتب کے ذکر سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ اسی طرح احادیث نبویہ (علی صاحبها التحية والسلام) کے ساتھ رجسٹروں کے رجسٹر ان کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔

۳۔ کتب سماویہ پر ایمان

اللہ کے رسولوں پر نازل کردہ کتب سماویہ پر ایمان لانا، ایمان کا تیسرا بڑا رکن ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض کے نام تو اللہ نے اپنی آخری کتاب، قرآن مجید میں ذکر کر دیے ہیں جیسے کہ زبور، تورات اور انجیل...... ان پر ایمان رکھنا (کہ یہ منزل من اللہ تھیں اور اب ان کی اصلی حالت باقی نہیں رہی، یہود و نصاریٰ نے ان میں تحریف کر ڈالی ہے اور ان پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔) ان کے علاوہ پر بھی ایمان رکھنا کہ بعض دیگر کتابیں اللہ نے اپنے انبیاء پر اتاری تھیں۔ (مگر قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے اُن کے بارے میں خبر دی ہے۔) ان کے ناموں اور ان کی تعداد کے متعلق اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اور یہ ایمان رکھنا کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے اتارا گیا اس کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔ اسی کی طرف سے اس کا آغاز ہوا اور وہ اسی کی طرف واپس پلٹ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اس (قرآنی متن) کے ساتھ کلام فرمایا ہے۔ اور یہ قرآن، اللہ تعالیٰ کا وہی کلام ہے جسے حقیقتاً اس نے اپنے نبی حضرت محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی علیہ الصلاۃ والسلام پر (چودہ صدیاں قبل) نازل فرمایا تھا، اس کے علاوہ کوئی اور کلام نہیں۔ (اسے تلاوت کی جانے والی وحی کہا جاتا ہے۔) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ ﴾

(النساء:۸۲)

”بھلا یہ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں وہ بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“

۴۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں جن رسولوں کے نام لے کر ذکر کیا ہے ان پر ایمان رکھنا اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ بھی رسول اور نبی بھیجے تھے، ایمان بالرسل ہے۔ اللہ کے رسولوں (اور نبیوں) کی تعداد اور ان سب کے ناموں کو صرف اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكَ ﴾ (المؤمن (غافر):٧٨)

''اور ہم نے (اے ہمارے نبی!) تم سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ اُن کے حالات ہم نے تم سے بیان کر دیے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ ہم نے اُن کے حالات تم سے بیان نہیں کیے۔''

اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھنا کہ وہ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ کی پوری پوری تصدیق کرنا اور شریعت اسلامیہ میں سے جو کچھ آپ اللہ کی طرف سے لائے تھے اس کی اجمالاً اور تفصیلاً مکمل اتباع کرنا۔ (یہ ایمان بالرسل کا اول ترین جزء ہے۔)

۵- یومِ آخرت پر ایمان

موت کے بعد جو کچھ ہوگا اس کے بارے میں ہر اس بات پر ایمان رکھنا، جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دے رکھی ہو جیسے قبر کا (سوالات و جوابات کی شکل میں) فتنہ، عذابِ قبر اور اس کے (مومن آدمی کے لیے) انعامات، بڑی قیامت کا دن اور روحوں کا جسموں کی طرف واپس لوٹا دینا۔ لوگوں کا ننگے جسموں اور ننگے قدموں کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کے لیے کھڑے ہو جانا، وہ حوض کہ جس پر (پیاسوں کو پانی پلانے کے لیے) نبی کریم ﷺ تشریف لائیں گے اور وہ پل صراط کہ جسے جہنم کے اوپر تن دیا جائے گا (اور اس کے اوپر سے ہر کسی کو گزرنا ہوگا) حساب، سزا اور جزا کا عمل، جنت اور جہنم وغیرہ پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ ان میں سے ہر ایک حق ہے، اسے ہو کر رہنا ہے اور انسان کا ان سے واسطہ پڑنا ہے۔ (جو ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے وہ مومن نہیں۔)

۶- تقدیر کے اچھا اور بُرا ہونے پر ایمان

تقدیر کے اچھا اور بُرا ہونے پر ایمان رکھنا کہ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ٥..... ﴾ ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔'' (سورة القمر: ٤٩) جو آپ کو اچھائی یا برائی پہنچے اس نے پہنچ کر ہی رہنا تھا۔ کیونکہ وہ مقدر ہو چکی تھی۔ اور جو اچھا یا بُرا کام ہونے سے خطا کر جائے اس نے ہر گز نہیں پہنچنا تھا کیونکہ وہ اللہ کے ہاں مقدر نہ تھا۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ٥..... ﴾ (سورة التوبه: ٥١) کہہ دیجیے! ہمیں کوئی مصیبت پیش نہیں آ سکتی مگر جو اللہ نے ہماری قسمت میں لکھ دی ہو۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور مسلمانوں (اہل ایمان) کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی معظم ﷺ کی نمازِ پنجگانہ سے محبت اور خوشی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے زمین سے تیاری، سفر اور پھر ہر آسمان پر کسی نہ کسی نبی سے ملاقات کا ذکر اور چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات، ساتویں آسمان پر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ التحیۃ والسلام سے ملاقات اور آگے سدرۃ المنتہیٰ، بیت معمور کا دیدار بیان کرتے ہیں......اور پھر نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَاةُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ ، فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوسٰى ، فَقَالَ: بِمَا أُمِرْتَ؟ قَالَ: أُمِرْتُ بِخَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبلكَ ، وعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ ، فَرَجَعْتُ ، فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مِثْلَه ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مِثْلَه ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مِثْلَه ، فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ ، فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَه ، فَرَجَعْتُ فَأُمِرتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ : بِمَ أُمِرْتَ؟ قُلتُ: أُمِرتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يومٍ ، قال: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ ، وَإِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبلكَ ، وعالَجْتُ بني إِسْرائيلَ أشدَّ المُعالَجَةِ ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ ، قال: سَأَلتُ رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ ، وَلٰكِنِّي أَرْضَى وَأُسَلِّمُ ، قالَ: فلمَّا جاوَزْتُ نادى مُنادٍ : أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي۔)) ❶

پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس ہوا اور موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا: کس چیز کا آپؐ کو حکم ہوا ہے؟ میں نے کہا: ''مجھے روزانہ پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے۔'' موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مگر آپ کی اُمت روزانہ پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہ رکھے گی۔ اللہ کی قسم! میں نے آپؐ سے قبل لوگوں کا تجربہ کرلیا ہے۔ بنی اسرائیل کا مجھے تلخ تجربہ ہوا ہے۔ اس لیے آپؐ اپنے رب

❶ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج، حدیث: ۳۸۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حضور دوبارہ جائیں اور اپنی امت پر تخفیف کے لیے عرض کریں۔ چنانچہ میں اللہ کے دربار میں دوبارہ حاضر ہوا (اور تخفیف کے لیے عرض کی) تو دس نمازوں کی تخفیف کر دی گئی۔ پس میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس پلٹا اور انہوں نے پہلے کی طرح سوال کیا اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا (یعنی اپنے رب سے مزید تخفیف کروالو۔) پس میں اللہ کے پاس پھر پلٹا۔ (اور تخفیف کے لیے عرض کی) تو اللہ نے دس نمازوں کی مزید تخفیف کر دی۔ تیسری بار پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پلٹا اور انہوں نے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پس میں اللہ کے دربار میں (چوتھی بار) پھر حاضر ہوا۔ (اور تخفیف کے لیے عرض کی۔) اللہ نے دس مزید کم کر دیں۔ واپس ہوتے ہوئے میں پھر موسیٰ کے پاس آیا۔ انہوں نے وہی پہلے والی بات کہی اور میں (پانچویں بار) پھر اللہ کے حضور حاضر ہوا۔ تو مجھے دن میں صرف دس نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ میں پھر واپس پلٹا اور موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی کہا جو پہلے کہہ رہے تھے۔ (کہ تمہاری امت اتنا کام بھی نہ کرے گی۔) چنانچہ میں (چھٹی بار) پھر واپس پلٹا اور عرض کی۔ تو مجھے دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پلٹا۔ انہوں نے وہی سوال کیا: بتائیے! اب کی بار کتنی کا حکم ہوا؟ میں نے کہا: ''مجھے روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔'' وہ کہنے لگے: ''تمہاری اُمت روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہ رکھے گی۔ میں نے لوگوں کا بہت تلخ تجربہ کر رکھا ہے، بالخصوص بنو اسرائیل کا۔ واپس اپنے رب کے پاس جاؤ اور اس سے اپنی امت کے لیے مزید تخفیف کا سوال کرو۔'' میں نے کہا: ''رب تعالیٰ سے میں بہت سوال کر چکا ہوں اور اب مجھے شرم آتی ہے۔ بس اب میں اسی پر راضی اور مطیع ہوں۔'' (خود بھی راضی خوشی روزانہ پانچ نمازیں پڑھوں گا اور اپنی اُمت کو بھی ان کا حکم دوں گا۔) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''پھر جب میں وہاں سے گزرنے لگا تو ندا آئی: ''میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف جاری کر چکا۔''

فرض پانچ نمازیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پچاس نمازیں (پہلے حکم میں) فرض کی تھیں۔ یعنی پورے دن کے (چوبیس گھنٹوں میں سے سات گھنٹے آرام، نیند کے نکال کر) ہر گھنٹے میں تین تین نمازیں۔ اگر یہ حکم باقی رہتا اور اعتراض کرنے والا یہ کہے کہ؛ تب تو انسان پورا دن نماز میں ہی لگا رہتا اور یونہی عمر گزر جاتی؟ تو جواب دیا جا سکتا ہے کہ؛ تب کیا ہوا؟ اللہ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے ہی تو پیدا کیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات:٥٦)

''اور میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کوئی یہ کہے کہ تب انسان اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے لیے روزی کمانے، کھانے کے لیے کوشش کیسے کر سکتا تھا؟ تو جواب میں اللہ رب العالمین کا یہ فرمان پیش کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا:

﴿ مَآ اُرِیۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّمَآ اُرِیۡدُ اَنۡ یُّطۡعِمُوۡنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّةِ الۡمَتِیۡنُ ○ ﴾ (الذاریات: ۵۷، ۵۸)

''میں اُن سے طالبِ رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور اور مضبوط ہے۔''

(یعنی وہ ہر ایک کے لیے روزی کا خود بندوبست کرنے والا ہے۔) اور اللہ عزوجل نے بندوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے انہیں اپنی کسی ضرورت کے لیے پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ وہ اپنے تمام حالات میں خود اس کے محتاج (فقیر) ہیں۔ پس وہ ان کا خالق بھی ہے اور رازق بھی۔

مگر اس کے باوجود (اللہ کی اپنے بندوں پر شفقت اور اس کے نظامِ شریعت کا حسن دیکھیے) رسول اللہ ﷺ اپنے رب کی طرف کئی بار پلٹ کر گئے تاکہ آپؐ اپنی اُمت کے لیے اللہ کریم سے تخفیف کا سوال کریں۔ اور ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ اُن سے نمازوں میں تخفیف فرماتا رہا حتیٰ کہ آخر میں شب وروز کے اندر صرف پانچ نمازیں رہ گئیں کہ جن پر اللہ کے نبی ﷺ راضی اور قانع ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی فریضہ (نمازِ پنجگانہ) کو ثابت رکھا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی۔ پس تعداد میں تو نمازیں پانچ ہی رہیں مگر اجر وثواب میں پچاس۔ اس لیے کہ ہر نیکی کا کم از کم اجر دس گنا دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (کہ جبریل علیہ السلام جب آپ کو رب تعالیٰ کے پاس پانچویں مرتبہ نمازوں کی تخفیف کے لیے لے گئے۔) اللہ تعالیٰ سے عرض کی:

((یَا رَبِّ! إِنَّ أُمَّتِیْ ضُعَفَاءُ أَجْسَادُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ وَأَسْمَاعُهُمْ وَأَبْدَانُهُمْ فَخَفِّفْ عَنَّا ، فَقَالَ الْجَبَّارُ: یَا مُحَمَّدُ! قَالَ: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ ، قَالَ: إِنَّهُ لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ کَمَا فَرَضْتُ عَلَیْكَ فِیْ أُمِّ الْکِتَابِ ، قَالَ: فَکُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا ، فَهِیَ خَمْسُوْنَ فِیْ أُمِّ الْکِتَابِ وَهِیَ خَمْسٌ عَلَیْكَ۔ [1]" وفی روایة لمسلم ؛

" قَالَ: یَا مُحَمَّدُ! إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَةٍ ، لِکُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ فَذَلِكَ خَمْسُوْنَ صَلَاةً۔ [2]"))

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التوحید، حدیث: ۷۵۱۷۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۴۱۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے رب تعالیٰ! میری امت باعتبار اجسام وقلوب، سماعتوں (نگاہوں) اور ابدان کے ہر حیثیت سے کمزور ہے۔ پس ہم سے (نمازوں میں) اور کمی کر دے۔ تو اللہ الجبار نے (آپؐ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: اے محمد! (ﷺ) آپؐ نے عرض کی: ''اے اللہ! میں حاضر ہوں اور ہمہ تن گوش۔''

فرمایا: ''میرے ہاں یہاں بات کو بدلا نہیں جاتا اور جیسا کہ میں نے یہاں اُمّ الکتاب (لوح محفوظ) میں تیرے اوپر (اور تیری امت پر) فرض کر دیا ہے۔ (کہ نمازیں تم لوگوں پر پچاس ہی رہیں گی۔) البتہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ پس یہ امّ الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں مگر تم پر فرض پانچ ہی ہیں۔''

صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

فرمایا: ''اے محمد! (ﷺ) شب و روز میں یہ پانچ نمازیں ہی فرض رہیں گی (مگر) ہر نماز کے لیے دس گنا اجر ہوگا تو اس طرح سے یہ پچاس نمازیں ہوئیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے نمازوں کا بوجھ ہلکا کر دیا حتیٰ کہ اس نے رات اور دن میں پچاس کی بجائے صرف پانچ نمازیں رہنے دیں۔ اگر پچاس رہتیں تو آج کل کا پورا دن ان کی ادائیگی میں لگ جاتا۔ مسلمانوں میں سے وہ نہایت بدبخت آدمی ہے جو پانچ نمازوں تک تخفیف ہونے کے باوجود انہیں ادا نہیں کرتا حالانکہ وہ اس کے پورے دن میں سے کم وبیش ایک گھنٹے کا ہی وقت لیتی ہیں۔ اور وہ نہایت ہی خوش بخت آدمی ہے جو ہر روز (بلاناغہ) یہ پانچوں نمازیں (اپنے وقت پر) ادا کرتا ہے۔

اس لیے کہ اس نے انہیں قائم کر کے اپنے رب کی اطاعت کر لی۔ اور اس نے ان نمازوں کے ساتھ حاصل ہونے والی برکات وخیرات کو سمیٹ لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اجر وثواب، نیکیاں، روحانی اور جسمانی فوائد (طہارت، صفائی اور اطمینان قلب) الگ سے حاصل ہوئے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَرَأَيْتُم لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ ؟ قَالُوْا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ ، قَالَ: "فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا)) [1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے میرے صحابہ!) تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار نہائے۔ کیا

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب المشي إلى الصلاة...... الخ حديث : ١٥٢٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی میل کچیل میں سے کوئی چیز باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام جواباً کہنے لگے: اس شخص کی میل کچیل میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ فرمایا: ''پس یہی نماز پنجگانہ کی مثال ہے۔ اللہ ان (کی باقاعدہ ادائیگی) کے ساتھ ہماری خطاؤں کو مٹادیتا ہے۔''

تو ثابت ہوا کہ پانچ وقت نماز ادا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں اور غلطیوں کو مٹادیتے ہیں۔ اگر آپ کبیرہ گناہوں سے بچے رہیں تو اگلی نماز، پچھلی کے درمیانی وقفے والی خطاؤں کا کفارہ بن جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الصَّلَوٰاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ ، مُكَفِّرَاتُ مَابَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ)) ❶

''پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کفارہ ہو جاتے ہیں ان گناہوں کا جو ان کے درمیان میں ہوں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔''

ان پانچوں فرض نمازوں میں سے کوئی بھی ایک نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے جب مسلمان آدمی مسجد کی طرف جاتا ہے تو اس کے مسجد کی طرف جانے اور واپسی والے راستے پر اٹھنے والے ہر ہر قدم کے ساتھ اس کی نیکیوں کا اندراج، خطاؤں کا مٹایا جانا اور درجات کا بلند کیا جانا شروع ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشٰى إِلٰى بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ ، لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ ، كَانَتْ خُطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَالْأُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً)) ❷

''جو شخص اپنے گھر میں (نماز کے لیے) طہارت حاصل کرے پھر اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں سے کسی ایک گھر (مسجد) میں جائے تا کہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرے تو اس کے قدم ایسے ہوں گے کہ ایک سے برائیاں (آدمی سے) اتریں گی اور دوسرے سے درجات بلند ہوں گے۔''

اور اس شخص کے لیے جو نماز کی ادائیگی پر ہمیشگی کرتا ہے، اللہ کے فضل میں سے یہ بھی ہے کہ نماز کا اوّل و آخر مقصد تو اللہ کی عبادت ہوتا ہے اور وہ اللہ باری تعالیٰ اس شخص کو جو نماز کو اپنے وقت پر احسن طریقے سے (عین سنت کے مطابق) ادا کرتا ہے، ایسا بدلہ (جنت والا) دے گا کہ جس جیسی نعمتیں کبھی کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہوں، نہ کسی کان نے سنی ہوں اور نہ ہی کسی دل پر ویسا تصور وخیال گزرا ہو۔ (اور یہ آخرت میں ہوگا۔) اس رب کریم نے نمازی کے

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الطهارہ، حدیث: ۵۵۲۔

❷ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث ص: ۱۵۲۱ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے بہت سارے جسمانی اور روحانی فوائد بھی رکھے ہیں جنہیں وہ یہاں دنیا میں ہی حاصل کر لیتا ہے۔ بہت جلد حاصل ہونے والے یہ وہ فوائد ہیں جنہیں ایک مسلمان آدمی نماز کے ذریعے حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ انہیں شمار بھی نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی طرف آدمی کا کبھی خیال گزرتا ہے۔

جہاں تک جسمانی فوائد کا تعلق ہے تو مسلمان آدمی جب نماز کے ارکان اور ان کی حالتوں (قیام، رکوع، سجدہ اور تشہد) کو ادا کرتا ہے تو ان کے لیے اپنے جسم کو ایسی حرکات کے ساتھ استعمال میں لاتا ہے جو پورے وجود کو متحرک کریں۔ ان حرکات میں سے ہر ہر حرکت (وجود کے ہلانے جلانے) کو ادا کرنے پر جسم کے پٹھے، جوڑ، تانتیں اور جوڑ دار ہڈیاں وغیرہ سب متحرک ہوتے ہیں۔ جس سے وجود کو تقویت اور نشاط حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اسی کے ذیل میں بے شمار جسمانی فوائد کہ جن کے ذکر کرنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ میں نے اس کے لیے ایک مستقل کتاب تیار کر رکھی ہے جس کا نام ''نماز، ورزش اور وجود'' ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نماز .... جسم اور روح دونوں کی مشترکہ ورزش بھی ہے۔ قیام (سیدھا کھڑا ہونا) رکوع، سجود، تورک (آخری تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے، نیچے سے بایاں پیر باہر نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا) اور پھر ایک سے دوسری حالت کی طرف جانے والی حالتوں پر مشتمل کئی ایک حرکات اور حالتوں والی یہ نماز کہ جس میں اکثر اعضاء متحرک ہو جاتے ہیں، پوری ایک بدنی ورزش ہوتی ہے۔ اور ان مفاصل کے ساتھ ساتھ پیٹ کے اعضاء بھی ورزش کر رہے ہوتے ہیں جیسے کہ معدہ، انتڑیاں، سانس کو چالو رکھنے والے حصے (جیسے کہ دل، پھیپھڑے اور سانس کی نالیاں وغیرہ) اور غذا۔ چنانچہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان حرکات سے غذائی مواد کو تحلیل و تہضیم (حل کر کے ہضم کرنا) اور تقویت دینے میں مدد ملتی ہے۔ بالخصوص نماز میں سانس کی قوت اور تیزی سے (نتھنوں کے ذریعے) باہر نکلنے کے وقت۔ بلا شبہ نفسِ نماز میں صحتِ بدن کی حفاظت ہے۔ اس میں صحتِ ایمان اور دنیا و آخرت کی سعادت کی حفاظت کے علاوہ جسم کے لیے خوراک کے فاضل اور باہم خلط ملط ہونے والے مادوں (جیسے خون، بلغم، سودا اور صفراء وغیرہ) کا گھل جانا (تحلیل ہو جانا) بہت زیادہ نفع مند ہوتا ہے۔ اسی طرح تہجد کی نماز حفظِ صحت کے اسباب میں سب سے زیادہ نفع بخش، کئی ایک دیرپا بیماریوں کو بہت زیادہ روکنے والی اور جسم، روح اور دل کے لیے بہت زیادہ نشاط دینے والی ہوتی ہے۔'' [1]

نمازِ پنجگانہ

دن اور رات میں فرض نمازیں یہ ہیں:

(۱) نمازِ فجر .... کل چار رکعات ہیں۔ (دو سنتیں اور دو فرض)

---

[1] زاد المعاد جلد: ٤، ص: ٢١٠، ٢٤٧، ٢٤٨۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) نمازِ ظہر..........فرض چار رکعات ہیں۔

(۳) نمازِ عصر..........چار رکعات۔

(۴) نمازِ مغرب..........فرض تین رکعات۔

(۵) اور عشاء..........کہ فرض چار رکعات ہیں۔

یہ پانچ نمازیں اور ان کی فرض رکعات کی تعداد سترہ (۱۷) ہے۔ ان میں سے تین..........مغرب، عشاء اور فجر جہری قرأت والی ہیں کہ جن میں امام پہلی دو رکعات کے اندر سورۃ الفاتحہ اور اس کے ساتھ قرآن کا بعض حصہ اونچی آواز سے تلاوت کرتا ہے۔ باقی میں یہ سب کچھ وہ تمام رکعات کے اندر جی میں پڑھتا ہے۔ (یعنی ظہر اور عصر میں)

شریعتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی بھی دوسری شریعت میں مثال نہیں ملتی کہ یوں پورے دن رات میں انتہائی دقیق، نایاب اور منظّم طریقے سے پانچوں فرض نمازوں کا وقت تقسیم کیا گیا ہو۔ اور نمازِ پنجگانہ میں سے ہر نماز کے لیے ایک خاص وقت ہے کہ جس میں اسے ادا کیا جاتا ہے۔ اگر یہ وقت گزر جائے تو یہ نماز مسلمان سے ساقط نہیں ہو جاتی بلکہ اس کی قضاء اس پر واجب ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے نزدیک تمام پسندیدہ اعمال واشیاء میں سے محبوب ترین نماز

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ)) ❶

''تمہاری دنیا میں سے عورتوں اور خوشبو کو میرے نزدیک پسندیدہ کر دیا گیا ہے اور (اللہ کی طرف سے) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔''

تمام پسندیدہ اعمال واشیاء میں سے نماز کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں زیادہ محبوب بنا دیا گیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں رکھ دی گئی۔ اسلام کے پانچوں ارکان (۱) اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز۔ (۳) زکوٰۃ۔ (۴) رمضان کے روزے اور (۵) حج بیت اللہ میں سے نماز دوسرا (اہم ترین) رکن، دین کا ستون، اللہ کے قریب کرنے والے اعمال کا سرا، اطاعتوں میں سب سے مقدم، بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق کا ذریعہ اور وہ علامت ہے کہ جس کے ساتھ مومن کی کافر سے پہچان ہوتی ہے۔

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ صحیح الجامع الصغیر حدیث: ۳۱۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ))❶

''ہمارے اور کافروں کے درمیان امان وضمان نماز ہے۔تو جس نے اسے چھوڑ دیا بالتحقیق اس نے کفر کیا۔''

ایک دوسرے مقام پر نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ ، تَرْكُ الصَّلَاةِ))❷

''ایک مسلمان، مومن آدمی اور شرک وکفر کے درمیان (فرق کرنے والی چیز) نماز کا چھوڑ دینا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے درجِ ذیل ارشاد کے مطابق تمام اعمال میں سے نماز وہ عمل ہوگا جس پر آدمی کا قیامت والے دن سب سے پہلے محاسبہ کیا جائے گا۔فرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ الصَّلَاةُ ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ))❸

''بلاشبہ قیامت والے دن بندے کا اس کے اعمال میں سب سے پہلے جس کا محاسبہ کیا جائے گا وہ نماز ہوگی۔اگر درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ٹھہرے گا۔اور اگر وہ خراب نکلی (صحیح طرح سے بروقت اور باجماعت سنت کے مطابق پڑھی ہوئی نہ نکلی) تو وہ نقصان اٹھانے والا خاسر وخسران بن جائے گا۔''

پس نماز کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے۔اسی لیے آپ ﷺ نے ہمیشہ اس کی خاص محافظت کی اور اس کی حفاظت واقامت کا حضر اور سفر میں حکم فرمایا ہے۔اسی طرح سلامتی کے زمانہ اور جنگ میں، خوف اور امن میں، بیماری اور صحت میں اس پر ہمیشگی کا حکم دیا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾

(البقرة: ٢٣٨ ، ٢٣٩)

''(اے ایمان والو! مسلمانو!) سب نمازوں پر (بالعموم) محافظت کرو اور درمیان والی (عصر کی) نماز پر (بالخصوص) اور اللہ کے سامنے چپکے ادب سے کھڑے رہو۔پھر اگر تمہیں (دشمن کا یا اور کسی کا) ڈر ہو تو پیدل یا سوار ہوکر (جس طرح ہوسکے، گو قبلہ کی طرف منہ نہ بھی ہو پڑھ لو۔) اور جب ڈر نہ رہے تو جس طرح اللہ نے

❶ جامع الترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، حدیث: ٢٦٢١۔ قال ابو عیسیٰ الترمذیؒ: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب حکم تارك الصلاة، حدیث: ٢٤٦ عن جابر رضی اللہ عنہ

❸ صحیح الجامع الصغیر، حدیث: ٢٠٢٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہیں سکھایا ہے کہ جسے تم پہلے نہیں جانتے تھے، اللہ کی یاد کرو۔''

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اقوال و عبارات کے ساتھ زبان سے اور افعال و حرکات کے ساتھ جسم سے کی جاتی ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جس نے اسے ہمیشہ قائم رکھا، خشوع و خضوع اور خوش اسلوبی کے ساتھ اسے پڑھتا رہا اس کے لیے اجر و ثواب اور فضل و اکرام ہوں گے۔ ایسی نعمتیں کہ جنہیں آج تک کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہوگا، کسی کان نے (جنت میں میٹھی، سریلی اور پیاری آوازیں) سُنی نہ ہوں گی اور نہ کسی آدمی کے دل پر ویسا خیال گزرا ہوگا۔

اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''(صحابہ کرام کو مخاطب کر کے پوچھا: اے میرے صحابہ!) اگر تم میں سے کسی آدمی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار نہائے تو تمہارا کیا خیال ہے اس کی میل کچیل میں سے کوئی چیز باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام جواباً کہنے لگے: (نہیں اللہ کے رسول!) اس کی میل کچیل میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔'' فرمایا: ''پس یہی نماز پنجگانہ کی مثال ہے۔ ان کے ساتھ اللہ خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں۔'' (پیچھے حدیث گزر چکی ہے۔)

اور نماز حرام قسم کے فحش اور قابلِ تردید افعال سے روکنے کا بہت بڑا ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ..... ﴾ (العنکبوت: ٤٥)

''بلاشبہ نماز آدمی کو بے حیائی اور بُرے کام سے روکتی ہے۔''

اسی طرح نماز پٹھوں کے کھنچاؤ اور نفسیاتی امراض کا بھی علاج ہے۔ بیماری کے زائل ہونے یا اس کی تخفیف پر نماز کی فضیلت رُک نہیں جاتی بلکہ نفسیاتی سکون اور دلی اطمینان عطا کرنے والا فضل مستزاد عطا کر دیتی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ۝ ﴾ (البقرہ:٤٥)

''اور مدد لو صبر اور نماز سے۔ بے شک نماز بوجھل ہے مگر اُن پر جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ..... ﴾ (الرعد:٢٨)

''آگاہ ہو جایئے! اللہ کے ذکر (نماز) کے ساتھ دل مطمئن ہوا کرتے ہیں۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ پر جب کوئی معاملہ بوجھل ہو جاتا تو آپ نماز پڑھتے۔''[1]

---

[1] مسند احمد ٥/ ٣٨٨، جلد: ٦ (دار احیاء التراث الاسلامی بیروت)، ص: ٥٣٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ کسی انصاری بزرگ کے متعلق بتلاتے ہوئے کہنے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلال رضی اللہ عنہ سے (کہ جب آپؐ پر کوئی معاملہ بوجھل ہو جاتا) فرماتے ہوئے سنا: ''بلال! چلو اٹھو (نماز کی تیاری کروا کر) ہمیں نماز کے ذریعے آرام پہنچاؤ۔''[1]

ابن اثیر رحمہ اللہ (اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے) کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے یہاں اس فرمان: أَرِحْنَا بِهَا...... کہ اے بلال! ہمیں اس (نماز) کے ساتھ سکون پہنچاؤ۔'' کے مفہوم بارے یہ کہا گیا ہے کہ: نبی ﷺ کا نماز میں مشغول ہو جانا آپؐ کے لیے راحت کا سبب بن جاتا تھا۔ اور آپؐ نماز کے علاوہ دنیاوی کاموں میں سے بعض کو تھکاوٹ کا ذریعہ شمار کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نماز کے ساتھ سکون حاصل کرتے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ سرگوشیاں ہوتی ہیں۔ اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔'' (حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔) اور یہ آرام و اطمینان آنکھوں کی ٹھنڈک کے کس قدر قریب ہے؟''

امام احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''نماز جی کو بہت زیادہ خوش اور غم کو دور کرتی ہے۔ یہ غُصے کی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ مخلوق کے لیے تواضع اور حق سے محبت کرنے کا فائدہ دیتی ہے۔ دل کو نرم، درگزر کو پسندیدہ اور انتقام کی قباحت کو ناپسندیدہ بناتی ہے۔ پس نماز میں دنیا و آخرت (دونوں جہان) کی خیر ہے کہ جو اللہ باری تعالیٰ اور خالقِ کائنات کی تجلیات والی قوت کو اتارنے والی ہے۔ چنانچہ نماز کی ادائیگی پر جسمانی بیماریوں اور کمزوریوں سے یہ مدافعت کرتی ہے۔ دنیا و آخرت کی بھلائی نماز کے لیے (کہ جب آدمی اس کے لیے طہارت وغیرہ کے ذریعے تیاری کرتا ہے۔) رذیل قسم کے روحانی اخلاق (و اطوار) کو کھول دیتی ہے۔ اور نماز کی ادائیگی و تکمیل کے لیے سستی دور ہو جاتی ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''نماز ...... دل کو خوش رکھنے، اسے قوت پہنچانے، اسے فراخ کرنے اور لذت، سرور پہنچانے میں بہت عظیم الشان ہے۔ اس میں قلب و روح کا اللہ رب العالمین کے ساتھ وصال ہوتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے فائدہ ملتا اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس سے مناجات کے ساتھ (آدمی کو) لذت ملتی ہے۔ اللہکے سامنے کھڑا ہونا، اس کی عبادت میں سارے جسم کے تمام اعضاء کا استعمال اور ہر جسمانی عضو کو اس استعمال میں سے ایک حصہ ملنا نصیب ہوتا ہے۔ مخلوق سے تعلق اور میل ملاقات سے فراغت ملتی ہے۔ اس سے آدمی کے دل و دماغ اور بدنی جوارح اپنے پیدا کرنے والے خالق و مالک، رب کریم کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ نماز کی حالت میں آدمی کو اپنے دشمن سے

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی صلاة العتمه: ٤٩٨٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راحت ملتی ہے۔ بڑی بڑی پر تاثیر دوائیاں اور خوش ذائقہ کھانے جس طرح صرف صحت مند دلوں کو ہی نفع پہنچاتے ہیں اسی طرح سے نماز کے فوائد بھی اسے ہی حاصل ہوتے ہیں جس کا دل صحت مند ہو۔ بیمار دل تو بیمار جسموں کی طرح ہوتے ہیں کہ جنہیں بڑی خوش ذائقہ اور طاقتور غذائیں بھی کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

نماز............ دنیا اور آخرت کی مصلحتیں حاصل کرنے اور ان دونوں کے مفاسد کو روکنے میں آدمی کی سب سے بڑی مددگار ہوتی ہے۔ یہ گناہ کے سامنے رکاوٹ، قلبی امراض کا دفاع، جسم سے بیماری کو دور رکھنے، دل کو روشن کرنے، چہرے کو پر نور بنانے، روح اور جوارح کو نشاط بخشنے، رزق کو قریب کرنے، ظلم کے سامنے رکاوٹ، مظلوم کے لیے مددگار، نفسانی خواہشات کو توڑنے، اللہ کی نعمتوں کی محافظ، سزا کو روکنے والی، رحمت کو اتارنے والی، غم کو دور کرنے والی اور پیٹ کی بہت ساری اندرونی تکالیف (نفاق سمیت سب بیماریوں) کے لیے نافع ہوتی ہے۔"[1]

نبی کریم ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب، ہمیشگی والی نماز تھی

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"نبی مکرم ﷺ اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو؟ چنانچہ آپؐ جب کوئی (نفلی) نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔"[2]

یہاں اس نماز سے مراد نفلی نماز ہے۔ نفلی نماز کوئی بھی جب نبی ﷺ شروع فرما لیتے تو اس پر ہمیشگی کرتے۔ اور آپؐ ہمیشہ پڑھی جانے والی نماز کو پسند فرماتے اگرچہ وہ (رکعات کے اعتبار سے) تھوڑی ہی کیوں نہ ہوتی۔ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: "نبی معظم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہوتا تھا؟ فرمایا: "ہمیشگی والا۔"[3] آپؓ فرماتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ جب کوئی عمل شروع کرتے تو اسے ہمیشہ کیا کرتے تھے۔"[4]

دوسری روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً...... آپ کے ہر عمل میں ہمیشگی ہوتی تھی۔"[5]

پس مستحب یہ ہے کہ مسلمان آدمی، افراط و تفریط کے بغیر جس نفلی نماز (چاشت، تہجد وغیرہ) کو شروع کرے اس

---

[1] زاد المعاد: ٤/ ٢٠٩۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب صوم شعبان، حدیث: ١٩٧٠۔

[3] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومه علی العمل، حدیث: ٦٤٦١۔

[4] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث: ١٧٤٤۔

[5] صحیح البخاری، کتاب الصیام، حدیث: ١٩٨٧۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اس کی ہمیشگی ہو اور نماز کو چھوڑ دینا انتہائی ناپسند جانے اگر چہ وہ فرض نہ بھی ہو۔ نماز کی ہمیشگی کی طرف لے جانے والا راستہ، اس میں جدو جہد اور محنت ہے۔ آدمی جتنی طاقت رکھتا ہو اسی کو ہی اختیار کرے۔ نوافل کے بارے میں نفس کے ساتھ شدت کرنا اور اسے بہت زیادہ کثرت پر لگانا انہیں ترک کر دینے کی طرف لے جائے گا اور یہ کوئی قابلِ تعریف بات نہیں ہے۔ اسی بات کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خبر دار کیا ہے۔ کسی عورت کے متعلق جب آپؐ کو یہ خبر دی گئی کہ وہ رات بھر سوتی ہی نہیں، پوری رات قیام کرتی رہتی ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَهْ! عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُوْنَ مِنَ الْأَعْمَالِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا))

''بس! تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا، تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔''[1]

یعنی بغیر کسی تکلیف کے تمہارے اوپر انہی اعمال کی ہمیشگی ضروری ہے جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ نبی مکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو جواب دیتے ہوئے ''مَهْ'' کا جو لفظ ارشاد فرمایا، تو اس میں ساری رات جاگ کر عبادت کرنے والی کے فتور و ملال کے ڈر کی وجہ سے کراہت کا اشارہ تھا۔ تاکہ وہ اس عبادت سے منقطع نہ ہو جائے جس کا اس نے التزام کر رکھا تھا۔ اور وہ اس عمل سے منہ نہ موڑ لے کہ جس کے ذریعے اس نے اپنے نفس کے ساتھ اپنے رب کے لیے جان لڑا رکھی تھی۔ اس حدیث میں عبادت کے اندر میانہ روی اختیار کرنے اور جس عمل پر طاقت ہو اس کو چھوٹا کرنے کی ترغیب ہے اور تعمق و تکلف سے بچنے کی۔ کہ جس کی طاقت نہ رکھی جا سکے۔ اسی لیے تو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ))

''اللہ کے ہاں سب سے پیارا عمل (سب اعمال سے) وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگر چہ تھوڑا ہی ہو۔''[2]

نفلی نمازوں اور کثرت کے ساتھ نفل پڑھنے سے روکنا ہمارا مقصد نہیں ہے، یہ تو قابلِ تعریف اُمور میں سے ہیں۔ جیسے کہ ایک قدسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وَمَا زَالَ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ ، فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِی يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِيْ بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِيْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَ تَهٗ))

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التہجد ، حدیث : ١١٥١

[2] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث : ١٨٣٠عن عائشہ رضی اللہ عنہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور میرا بندہ نوافل کو ہمیشہ ادا کرتے رہنے کے ساتھ مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ (پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔) تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ (یعنی میری پسندیدہ باتوں کے علاوہ اب وہ کچھ اور سننا پسند ہی نہیں کرتا۔) اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (یعنی اب میری پسندیدہ چیزوں کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ میرے حرام کو حرام کر لیتا ہے اور حلال کو حلال۔) اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ پکڑتا (کام کرتا) ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (یہ دونوں اعضاء بھی اب میری مرضی کے مطابق کام میں لے آتا ہے۔) اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دے دیتا ہوں اور اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں۔ اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیفِ جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھے بھی اس کو تکلیف دینا بُرا لگتا ہے۔''[1]

بلکہ ہماری مراد اس افراط و تفریط سے روکنا ہے جو نفسی ملال اور نفلی عبادت میں اس مبالغہ کی طرف لے جاتے ہیں جو ان سے افضل (فرض عبادت) کو چھوڑ دینے کا ذریعہ بنیں۔ یا واجب عبادات کو ان کے وقت سے ہی نکال باہر کرے۔ جیسے کہ وہ آدمی جو ساری رات نماز پڑھتا رہا اور نیند پر اس نے غلبہ حاصل کیے رکھا مگر آخر رات میں نیند اس پر غالب آ گئی اور وہ فجر کی نماز باجماعت پڑھنے سے رہ گیا۔ یا پھر فجر کی ادائیگی والا وقت ہی نکل گیا۔ دیر سے نماز پڑھی یا پھر بالکل ہی سورج نکل آیا اور فرض نماز کا وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ (تو بتایئے! ایسی نفل عبادت کا کیا فائدہ؟)

نبی کریم ﷺ (نفل) نماز کے ترک کر دینے کو نہایت ہی بُرا جانتے کہ آدمی پہلے اسے باقاعدگی سے پڑھ رہا ہوتا تو اس پر ہمیشگی کو پسند فرماتے۔ آپؐ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

((يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ))

''اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کو اُٹھا کرتا (اور تہجد پڑھتا رہا) لیکن اس نے (بعد میں) قیام اللیل کو چھوڑ دیا۔''[2]

پس نماز پر ہمیشگی اگرچہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اولیٰ ہے اس کثرت سے جو جی کو تھکا، اکتا دینے والی ہو کہ جب وہ منقطع ہو کر رہ جائے۔ اور ہمیشہ والی تھوڑی عبادت اس بہت زیادہ سے افضل ہے جو بالآخر منقطع ہو جانے والی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث: ٦٥٠٢ عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ

[2] صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومه۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔اور اس سب سے افضل اس شخص کی وہ بہت زیادہ عبادت ہے جو اپنے دل کے پختہ ارادے کے ساتھ ہیشگی پر قوت و ہمتکو باندھ لے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی خود اپنی ذات تھی۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اور اللہ کے نبی ﷺ کی عادت تھی کہ جب کوئی نماز پڑھتے تو اس بات کو پسند فرماتے کہ اس پر ہیشگی کریں۔اور جب آپؐ پر نیند یا کسی درد کا غلبہ ہوتا اور رات کو نہ اُٹھ سکتے تو دن کو بارہ رکعات ادا کرتے۔''[1]

نبی کریم ﷺ نماز کو (جلد ادا کرنا) پسند فرماتے جہاں بھی آپ اسے پالیتے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ نبی ﷺ پسند کرتے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے اسے فوراً ادا کرلیں۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو پانچ ایسے انعامات عطا فرمائے جو اُن سے پہلے کسی کو اس نے نہیں دیے۔اور آپؐ کے بعد بھی ایسے انعامات کسی اور کو ملنے والے نہیں اس لیے کہ آپ خاتم الانبیاء والمرسلین اور (تا قیامت سب زمانوں میں) تمام لوگوں کی طرف رب العالمین کے رسول ہیں۔آپ ﷺ کو اللہ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ان پانچ انعامات میں سے (ایک یہ ہے کہ) پوری زمین کو آپؐ (اور آپ کی اُمت) کے لیے پاک اور سجدہ گاہ بنا دیا گیا ہے۔چنانچہ آپ اس بات کو پسند فرماتے کہ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا اسے ادا فرمالیتے اور اس بات کا آپؐ نے اپنی اُمت کو حکم دیا ہے۔سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ ، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ ، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً))

''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔

(۱) (اللہ کے دشمنوں پر حملہ کرتے وقت) ایک مہینہ کی مسافت سے رُعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔

(۲) تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنائی گئی ہے۔پس میری امت کا جو آدمی نماز کے وقت کو جہاں بھی پالے (سوائے کوڑا کرکٹ اور گندگی والی جگہ، حمام، راستے کے درمیان، اونٹوں کے باڑے، بیت اللہ الحرام کی چھت،

---

[1] صحيح مسلم ، صلاة المسافرين ، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض ، حديث : ١٧٣٩

[2] صحيح البخاري . كتاب الصلاة ، حديث : ٤٢٨۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبرستان، صنم خانہ اور بوچڑ خانہ کے) اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔

(۳) میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے کہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا۔

(۴) مجھے (قیامت والے دن) شفاعت عطا کی گئی ہے۔ اور

(۵) تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوئے تھے لیکن میں (تا قیامت) تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [1]

(تو سوائے ان آٹھ جگہوں کے جن کا ہم نے پیچھے ذکر کیا۔ ان کی ممانعت احادیث میں آ گئی ہے۔) زمین کا ہر حصہ اور خطہ سجدہ گاہ بن سکتا ہے اور اس بات کے لائق ہے کہ وہاں نماز کے لیے مسجد تعمیر کی جا سکے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے فرمانِ ''سجدہ گاہ'' کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے پہلے تھے (جیسے کہ یہودی اور نصرانی) ان کے لیے نمازیں صرف کلیساؤں اور گرجوں میں ادا کرنے کی اجازت تھی۔ (اللہ نے ہمیں ہر جگہ نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ اس کا ہم پر بہت بڑا انعام ہے۔)''

القاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جو لوگ ہم سے پہلے تھے وہ صرف اسی جگہ میں نماز پڑھتے جس کی طہارت کے بارے میں انہیں پختہ یقین ہوتا اور ہمیں ساری زمین میں نماز کی اجازت والی خصوصیت دے دی گئی سوائے اس جگہ کے جس کی نجاست کے بارے میں ہمیں یقین ہو۔'' [2] (وہاں ہم نہیں پڑھتے)

نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام رسولوں سے بڑھ کر انعام کا ایک بڑا وافر حصہ ملا کہ ساری زمین کو آپؐ کے لیے سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔ اور اس نصیبے میں سے آپ کی امت کے لیے بھی وہی ہے کہ وہ تمام امتوں پر بڑھ چڑھ کر (نماز کے ذریعے اللہ کی عبادت کر کے اس انعام کو) حاصل کر لیں۔'' [3]

نبی کریم ﷺ سنت نماز گھر میں ادا کرنا پسند فرماتے

عبداللہ بن سعد (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ؛ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''(اے اللہ کے رسول! بتلائیے!) دونوں میں سے کونسی افضل ہے؟ میرے گھر میری نماز یا مسجد میں؟'' فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التیمم، حدیث: ۳۳۵
[2] شرح صحیح مسلم، ص: ۵، جلد: ۴۔
[3] فیض القدیر للمناوی جلد: ۳، ص: ۳۴۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أَلا تَرَى إِلَى بَيْتِي؟ مَا أَقْرَبَه إِلَى الْمَسْجِدِ! فَلأَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَلاةٌ مَكْتُوبَةٌ))

''کیا تم میرے گھر کو نہیں دیکھ رہے؟ مسجد (نبوی) سے کتنا قریب ہے! (گھر کا ایک دروازہ مسجد میں کھلتا ہے۔) تو میرے نزدیک یہ بات زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں (نفل اور سنت) نماز اپنے گھر میں ادا کروں اس بات سے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں۔ سوائے اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ (یعنی فرض نماز مسجد میں اور نفل ،سنت گھر میں میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے کہ (نفل) نماز اپنے گھر میں پڑھیں۔ البتہ اگر پانچوں فرض نمازوں میں سے کوئی ایک ہوتی تو اسے آپؐ مسجد میں پڑھتے۔ اور یہی طریقہ آپؐ نے اپنی امت کے لیے دیا ہے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ! فِي بُيُوْتِكُمْ ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ، إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ))

''لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو! کیونکہ بہتر نماز آدمی کی وہی ہے جو اس کے گھر میں ہو مگر فرض نماز۔ (مسجد میں پڑھنا لازم ہے۔)'' [2]

نبی کریم ﷺ اس بات کو پسند فرماتے کہ مسلمانوں کے گھروں میں نماز کے ساتھ زندگی نظر آئے۔ انہیں قبرستان کی طرح چھوڑ نہ دیا جائے کہ جو نماز کی جگہ نہیں ہوتے۔ یا ان گھروں کو سونے (آرام کرنے) کے مقام ہی نہ بنا لیا جائے کہ جن میں نماز نہ پڑھی جارہی ہو۔ اسی لیے تو آپؐ اپنی امت کو یہ فرماتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں:

((إِجْعَلُوْا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُورًا))

''اپنی بعض نمازوں کو اپنے گھروں میں (پڑھنے کا اہتمام) کرو اور ان (گھروں) کو قبرستان نہ بنالو۔'' [3]

نبی معظم ﷺ نفل نماز گھر میں پڑھنے کی ترغیب دلاتے کیونکہ وہ (بنسبت فرض نماز کے) زیادہ پوشیدہ اور ریاکاری سے دور ہوتی ہے۔ (شیطانی وسوسوں والی) بربادیوں سے زیادہ محفوظ بھی۔ اور یہ کہ گھر بھی اس سے بابرکت رہے۔ اس میں فرشتے اور اللہ کی رحمت اترتے رہیں اور شیطان بھاگ جائے۔ اس (گھر) میں خیر و برکت ہو

---

1. صحیح سنن ابن ماجه: ۱۱۳۳۔
2. صحيح البخاری، کتاب الأذان، باب صلاة الليل، حديث: ۷۳۱
3. صحيح البخاری، کتاب الأذان، باب صلاة الليل، حديث: ۷۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((إِذَا قَضَى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِي مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ فِي بَيْتِهِ نَصِيبًا مِنْ صَلَاتِهِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا))

''جب کوئی شخص اپنی (قریبی) مسجد میں نماز پڑھے تو تھوڑی سی اپنی گھر کے لیے اٹھا رکھے۔اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی نماز سے اس کے گھر میں بہتری کرے گا۔''[1]

جس گھر میں نماز (باقاعدہ) پڑھی جارہی ہو اور اللہ کا ذکر ہوتا ہو اس کی اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو اس کی، نبی کریم ﷺ نے ہمارے لیے مثال بیان فرمائی ہے:

((مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ وَالْبَيْتِ الَّذِيْ لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ))

''اس گھر کی مثال کہ جس میں اللہ کا (باقاعدہ) ذکر ہوتا ہو اور وہ گھر کہ جس میں اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو زندہ آدمی اور مُردہ آدمی کی سی مثال ہے۔''[2]

تو اس حدیث میں آپؐ نے گھر میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دلائی ہے اور یہ کہ اسے اللہ کے ذکر سے خالی نہ رکھا جائے۔اور نبی ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہو اور اس میں قرآن کی کچھ سورتیں (باقاعدہ، روزانہ) پڑھی جاتی ہوں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقَرَأُ فِيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ))

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔اس لیے کہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہے۔''[3]

تو باوجود اس کے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا (مسجد حرام کے علاوہ) کسی بھی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ افضل ہے۔نبی کریم ﷺ نے نفل نماز کو گھر میں پڑھنا اپنی مسجد سے بھی زیادہ افضل بتلایا ہے۔فرمایا:

---

1. صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی البیت۔
2. صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی البیت
3. صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی البیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِيْ هٰذَا إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ))

''سوائے فرض نماز کے، آدمی کا اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا، میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔'' ❶

نبی کریم ﷺ کے نزدیک دو رکعات (نماز) دنیا جہان سے زیادہ محبوب ہوتیں

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی دو رکعتیں (نمازِ صبح کی سنتوں) کے بارے میں فرمایا:

((لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا)) ❷

وقال ﷺ: ((رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا)) ❸

''مجھے بالضرور یہ دونوں ساری دنیا سے زیادہ پیاری ہیں۔''

اور (دوسری روایت میں ہے کہ) آپ ﷺ نے فرمایا:

''فجر کی دو رکعات ساری دنیا اور جو کچھ اس کے اندر ہے، ان سب سے زیادہ بہتر ہیں۔''

فجر کی (سنت) دو رکعات (کے مسائل): ❹

یہ وہ دو رکعات ہیں جو نماز فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَ الْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ)) ❺

''نبی کریم ﷺ نمازِ صبح کی اذان اور تکبیر کے درمیان دو رکعتیں (باقاعدگی سے، بلاناغہ) پڑھا کرتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ﷺ انہیں ہلکی کر کے پڑھتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ إِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ وَ يُخَفِّفُهُمَا)) ❻

''رسول اللہ ﷺ جب (فجر کی) اذان سن چکتے تو صبح کی دو رکعتیں پڑھا کرتے اور ان کو ہلکی پڑھتے۔''

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الرجل التطوع فی بیتہ / ح: ۱۰۴۴

❷ أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر۔ ح: ۱۶۸۹

❸ أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر۔ ح: ۱۶۸۸

❹ تفصیل کے لیے: صحیح مسلم کی شرح نووی ۶/۳-۴ اور فتح الباری: ۳/۴۳-۴۶ دیکھ لیں۔

❺ أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر۔ ح: ۱۶۸۳

❻ أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر۔ ح: ۱۶۸۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک حدیث میں ہے کہ فجر کی سنتوں کا وقت طلوع فجر (صادق) کے بعد شروع ہوتا ہے۔ طلوعِ فجر کے بالکل ہی آغاز میں انہیں مقدم اور ہلکی کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ انہیں ہلکا پڑھنے کے انداز ے کو اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّي لَأَقُولُ: هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ؟)) ❶

''نبی کریم ﷺ نمازِ صبح (یعنی نمازِ فجر کے فرضوں) سے پہلے جو دو رکعتیں ہیں، ان کو اتنی ہلکی پڑھتے کہ میں کہتی: کیا آپؐ نے ان میں سورۃ الفاتحہ بھی پڑھی ہوگی، (یا نہیں؟)''

تو یہ حدیث ان دونوں رکعات کی تخفیف کے مبالغہ کی دلیل ہے۔ اور اس مبالغہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی نمازِ تہجد کو لمبا کر کے پڑھنے والی روزانہ کی حالت کو بیان کرنا ہے اور اس کے علاوہ دیگر نوافل وغیرہ کو بھی۔ اور آپ ﷺ کی ان دونوں رکعات کو ہلکا پڑھنے کی حکمت میں مختلف فیہ اقوال ہیں۔ ایک بات یہ کہی گئی ہے: تاکہ آپ ﷺ نمازِ فجر کے لیے اوّل وقت میں (ادائیگی پر) جلدی کر سکیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ: جیسا آپ ﷺ نمازِ تہجد میں کیا کرتے تھے (اس کا آغاز دو ہلکی رکعات سے فرماتے) اسی طرح تاکہ آپ ﷺ صبح کی نماز کا آغاز دو ہلکی رکعات سے کر لیں۔ اور تاکہ آپ ﷺ فرض نماز میں یا فضیلت میں جو بھی عمل اس کے مشابہ ہوتا، اس میں پوری نشاط اور مکمل استعداد کے ساتھ داخل ہوں۔ (واللہ اعلم)

نبی کریم ﷺ فجر کی ان دونوں (سنت) رکعات میں سے پہلی میں ﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ اور دوسری میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((نِعْمَ السُّوْرَتَانِ هُمَا يُقْرَآنِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: ﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ و ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾)) ❷

''فجر سے پہلے دو رکعتوں میں پڑھی جانے والی جو دونوں نہایت اچھی سورتیں ہیں وہ یہ ہیں: قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔''

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: ﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ وَ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾)) ❸

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب التهجد، باب ما يُقرأ في ركعتي الفجر۔ ح: ١١٧١

❷ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٦٧٧٣

❸ أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر۔ ح: ١٦٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے بالتحقیق فجر کی دو رکعات (سنتوں) میں؛ **قُلْ يٰأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** اور **قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ** پڑھیں۔''

اور جیسا کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں رکعات میں مذکورہ بالا دونوں سورتوں کے علاوہ بھی قرآن کا حصہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا، وَالَّتِي فِي آلِ عِمْرَانَ: تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ فجر کی (سنت والی) دونوں رکعتوں میں سے پہلی میں (سورۃ البقرہ کی آیت نمبر: ۱۳۶) '' **قُوْلُوْا آمَنَّا وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ..... الخ ..... وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ.**'' اور دوسری میں (سورۃ آل عمران کی آیت نمبر: ۶۴) '' **قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ ..... الخ ..... بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ٥** '' پڑھا کرتے تھے۔''

لیکن آپ ﷺ اکثر یہی دو سورتیں (سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص) پڑھتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ:

((رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ:- ﴿ قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ و ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾)) ❷

''میں نے پورا ایک ماہ نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نمازِ فجر سے پہلے والی دو رکعات میں '' **قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** '' اور '' **قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ** '' ہی پڑھتے رہے۔''

اور نبی کریم ﷺ کی یہ عادت مبارک تھی کہ اپنے گھر میں فجر کی سنتوں سے فارغ ہوکر اپنے دائیں پہلو پر تھوڑی سی دیر کے لیے لیٹ جاتے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ)) ❸

''نبی کریم ﷺ جب فجر کی دو رکعات (سنت) پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔''

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اپنے دائیں پہلو کے بل'' میں حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ: دل آدمی کے بائیں پہلو میں ہوتا ہے۔ اگر اس بائیں پہلو کے بل لیٹا جائے تو سکون زیادہ ملنے کی وجہ سے نیند کا جلد غلبہ ہو جاتا ہے۔ جبکہ

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر۔ ح : ١٦٩٠

❷ صحيح سنن الترمذي، رقم : ٣٤١ و جامع الترمذي/ باب ماجاء في تخفيف......الخ۔ ح : ٤١٧

❸ أخرجه البخاري في كتاب التهجد، باب الضجعة على الشق الأيمن بعد ركعتي الفجر۔ ح : ١١٦٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائیں جانب اس کے برعکس ہوتی ہے۔۔ اگر دائیں پہلو کے بل لیٹا جائے تو دل اوپر والی جانب معلق رہتا ہے۔ اور نیند کا غلبہ جلد نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ ان دو رکعات کی ہمیشہ پابندی کرتے اور انہیں کبھی بھی ترک نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ)) ❶ وَقَالَتْ : ((رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً : رَكْعَتَانِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ)) ❷ وَقَالَتْ: ((وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا)) ❸

''نبی کریم ﷺ کسی نفل نماز کی، فجر کی دو (سنت) رکعتوں سے زیادہ پابندی نہیں کرتے تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ دو رکعات کو نہ کبھی خفیہ چھوڑتے اور نہ علانیہ۔ دو رکعتیں نمازِ فجر (کے فرضوں) سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کی نماز (کے فرضوں) کے بعد۔ آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ انہیں کبھی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (لہٰذا سفر و حضر میں کہیں بھی انہیں ترک کرنا جائز نہیں۔)''

ظہر (کی فرض نماز) سے قبل چار رکعات پر ہمیشگی کو نبی ﷺ پسند فرماتے

حضرت قابوس اپنے باپ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

((أَرْسَلَ أَبِي امْرَأَةً إِلَى عَائِشَةَ يَسْأَلُهَا : أَيُّ الصَّلَاةِ كَانَتْ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُّوَاظِبَ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا يُطِيْلُ فِيْهِنَّ الْقِيَامَ ، وَيُحْسِنُ فِيْهِنَّ الرُّكُوْعَ وَ السُّجُوْدَ)) ❹

''میرے باپ نے ایک عورت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ ان سے وہ دریافت کرے؛ رسول اللہ ﷺ کے ہاں کونسی نماز زیادہ پسندیدہ تھی کہ جس پر آپ ﷺ ہمیشگی کرتے رہے ہوں؟ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ ظہر سے پہلے (ہمیشہ) چار رکعات پڑھا کرتے تھے کہ جن میں قیام کو لمبا کرتے اور ان میں رکوع اور سجود کو اچھے طریقے سے ادا فرماتے۔''

❶ أخرجه البخاري في كتاب التهجد ، باب تعاهد ركعتي الفجر ، ومن سماها تطوعًا۔ ح: ١١٦٩

❷ أخرجه البخاري في كتاب مواقيت الصلاة ، باب ما يصلي بعد العصر من الفوائت ونحوها۔ ح : ٥٩٢

❸ أخرجه البخاري في كتاب التهجد ، باب المداومة على ركعتي الفجر۔ ح : ١١٥٩

❹ مسند أحمد ، رقم : ٢٤٠٤٦ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے کہ ظہر سے پہلے (یعنی ظہر کے فرضوں سے قبل) چار رکعات پر محافظت کریں۔ حتی کہ جب آپ ﷺ سے یہ رکعتیں نمازِ ظہر سے پہلے رہ جاتیں تو آپ انہیں اس کے بعد پڑھ لیتے۔ جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ ، صَلاَّهُنَّ بَعْدَهَا)) ❶

''جب آپ ﷺ نمازِ ظہر سے پہلے یہ چار رکعات نہ پڑھ پاتے تو انہیں آپ ﷺ اس کے بعد (یعنی فرضوں کے بعد) پڑھ لیتے۔''

تو یہ حدیث ان سنن پر محافظت کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہے جو فرضوں سے پہلے ہوں اور انہیں فرضوں کے وقت تک لمبا کرنے کی بھی اس میں دلیل پائی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ ، أَرْبَعًا وَ بَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)) ❷

''جو آدمی نمازِ ظہر سے پہلے چار رکعات اور اس کے بعد بھی چار رکعات پڑھتا رہا، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔''

اگر چہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جہنم کی آگ سے حرمت ایک ہی بار پڑھنے سے حاصل ہو جاتی ہے، مگر درج ذیل روایات کے الفاظ: ''مَنْ حَافَظَ ...... الخ جس نے محافظت یعنی ہمیشگی کی۔'' اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حرمت صرف اسے حاصل ہوگی جو ان پر ہمیشگی کرنے والا ہوگا۔ ❸ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ ، وَ أَرْبَعٍ بَعْدَهَا ، حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)) ❹

''جس نے نمازِ ظہر (کے فرضوں) سے قبل چار رکعات پر اور اس کے بعد چار رکعات پر محافظت (باقاعدگی) کی، اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دے گا۔''

نماز ظہر (یعنی فرضوں) کے بعد والی چار رکعات میں سے دو سنت مؤکّدہ ہیں اور دو مستحب۔ ان چار رکعات پر ہمیشگی سے جہنم کی آگ حرام ہونے کے معنی میں بھی علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ تو روایت کے ان الفاظ: ''حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ...... اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دے گا (کہ اسے وہ کسی قسم کی گزند پہنچا سکے۔)'' سے کیا یہ مراد

---

❶ صحيح سنن الترمذي، رقم : ٣٥٠ و جامع الترمذي (طبع دارالسلام) ح : ٤٢٦

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٣٥١ و جامع الترمذي (طبع دار السلام) ح : ٤٢٦

❸ اسی بات کے پیش نظر ہم نے مندرجہ بالا حدیث کا ترجمہ بھی اس طرح کیا ہے کہ جس سے ان رکعات کے باقاعدہ پڑھنے کا مفہوم نکلتا ہو۔ (مترجم)

❹ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ١١٣٠ و الترمذي ح : ٤٢٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ دراصل وہ آدمی (جوان رکعات پر محافظت کرتا ہے۔) جہنم میں بالکل داخل ہی نہ ہوگا؟ یا یہ مراد ہے کہ: اگر اس کے مقدر میں جہنم کا داخلہ لکھا جا چکا ہوا تو اس کی آگ اس نمازی کو کھا نہ سکے گی؟ یا یہ معنی ہے کہ: وہ جہنم پر یوں حرام کر دیا جائے گا کہ اگرچہ اس کی آگ اس نمازی کو چھوئے گی تو سہی، مگر اس کے تمام جسمانی اعضاء کو اپنی مکمل لپیٹ میں لے نہ سکے گی۔ جیسا کہ حدیث کے بعض دوسرے طرق سے معلوم ہوتا ہے۔ تو پہلے معنی پر اس حدیث کے مفہوم کو محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نمازی کے سارے وجود کو جہنم کی آگ پر حرام کر دے گا۔ اور اللہ کا فضل و کرم تو بہت زیادہ وسیع اور اس کی رحمت نہایت عام ہے۔ یہ حدیث ظہر سے قبل چار اور نمازِ ظہر سے بعد والی چار رکعات کے مستحب ہونے کی تاکید پر دلالت کرتی ہے۔ اور پورے وجود کے جہنم پر حرام ہونے والا مفہوم اس ترغیب کے باعث ہونے کے لیے کافی ہے۔

نبی کریم ﷺ پسند فرماتے کہ جماعت میں آپ کے پیچھے (دین کو سمجھنے والے) دانا لوگ کھڑے ہوں

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَ النُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، وَ لَاتَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفُ قُلُوْبُكُمْ وَ إِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ))، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَلِيَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَ الْأَنْصَارُ، لِيَحْفَظُوْا عَنْهُ۔)) ❶

"(جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے عقلمند لوگ (نماز میں) میرے قریب ہوں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان سے (عقل وفہم کے اعتبار سے) قریب ہیں۔ (برابر ہو جاؤ) اور اختلاف نہ کرو۔ اس سے تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور اپنے آپ کو بازاروں کے شور وشغف سے محفوظ کرو۔" اور نبی ﷺ سے یہ بات بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو بہت اچھا لگتا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ کرام آپ کے قریب کھڑے ہوں، تاکہ وہ آپ ﷺ سے (قرآن) یاد کر سکیں۔"

رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے کہ نماز میں آپ کے بالکل پیچھے مہاجرین وانصار کھڑے ہوں، تاکہ وہ قرآن کو یاد کر سکیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس بات کو مسنون قرار دیا کہ نماز میں امام کے پیچھے دانا، عقل مند، بالغ، سکون اور بردباری والے، پروقار اور دین میں ثابت قدم اور غصے کی حالت میں نفس پر قابو پانے والے کھڑے ہوں۔ غصے پر قابو پانے سے مراد ہے: ایسے مواقع پر عقل سے کام لینا۔ اس لیے کہ ضبط نفس عقل کے مطلوبہ تقاضوں

❶ صحيح سنن الترمذي، رقم: ۱۸۹ و جامع الترمذي (دارالسلام) ح: ۲۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دانا لوگوں کے شعار میں سے ہے۔ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں، جو اس وصف کے اعتبار سے ان کے قریب ہوں۔ (یعنی اگر چہ ان میں کچھ کوتاہی بھی پائی جاتی ہو۔) امام کے پیچھے بچے اور عورتیں نہ کھڑے ہوں۔

اس میں حکمت کی بات یہ ہے کہ امام کبھی کبھار قرائت میں غلطی کر لیتا ہے۔ یا نماز میں بھول جاتا ہے۔ تو جو اس کے بہت قریب کھڑا ہوگا تا کہ اسے متنبہ کرنے کے لیے وہ ذہانت سے کام لے سکے۔ یا امام کو کوئی حادثہ بھی پیش آ سکتا ہے اور وہ نماز سے باہر نکل جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تو اس حالت میں وہ اس بات کا ضرورت مند ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے جو کھڑا ہے وہ اس کی جگہ نمازیوں کی امامت کروا سکے اور باقی نماز مکمل کروا دے۔ اور امامت کے لائق تو وہی ہوتا ہے جو قرآن کا کچھ حصہ یاد رکھتے ہوئے نماز کے مسائل کا علم رکھ کر اس بات کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ اور اس بات پر قدرت تو بالغ، دانا اور سمجھدار لوگ ہی رکھ سکتے ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ جن لوگوں میں یہ اوصاف پائے جائیں وہی امام کے پیچھے کھڑے ہوں یا کم از کم وہ لوگ جو ان اوصاف سے قریب قریب والی خوبیوں کے مالک ہوں۔ ملا علی قاری کہتے ہیں: جیسے کہ جوانی کے قریب پہنچے ہوئے لڑکے یا وہ لوگ جو داناؤں اور (دینی اعتبار سے) عقلمند لوگوں کے قریب رہتے ہوں۔ ان کے بعد وہ کھڑے ہوں جو ان اوصاف کے اعتبار سے ان سے کم درجہ والے ہوں، جیسے کہ وہ بچے جو اچھے برے کی تمیز رکھتے ہوں۔ اور بڑوں میں سے وہ جو حلم و عقل کے اعتبار سے مذکورہ بالا لوگوں سے مرتبہ میں کم ہوں۔ اور پھر علی ھذا القیاس۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اس حدیث کی رو سے امام کی طرف (فقہ الدین والصلوٰۃ کی بنا پر) افضل سے افضل لوگوں کو مقدم ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ (۱)...... وہ عزت و احترام کے لحاظ سے زیادہ اولیٰ ہوتے ہیں۔ (۲)...... اور اس لیے بھی کہ امام کو اپنی جگہ کسی اور کو نائب بنانے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ تو ایسے لوگ زیادہ اولیٰ ہوتے ہیں۔ (۳)...... اور اس لیے بھی کہ غلطی پر امام کو متنبہ کرنے کے لیے وہ ادراک سے کام لے سکے کیونکہ دینی اعتبار سے افضل آدمی کے علاوہ کوئی اور ادراک و فہم سے کام نہیں لے سکتا۔ اور (۴)...... اس لیے بھی تا کہ افضل لوگ نماز کے فہم اور طریقے کو یاد کر سکیں اور اسے آگے لوگوں کو سکھائیں۔ (۵)...... اس لیے بھی تا کہ ان کے پیچھے والے لوگ ان کی اقتداء کر سکیں۔

اس تقدیم کو صرف نماز کے ساتھ مختص نہیں کر دینا چاہیے، بلکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ ہر بڑی نشست میں بھی اہل فضل و مرتبہ کو امام کے قریب کیا جائے۔ اور بڑی بڑی مجالس میں بھی۔ جیسے کہ علم و قضاء اور ذکر و مشاورت، جنگی مورچے اور مقامات حرب، نماز کی امامت، حلقۂ تدریس و افتاء اور حدیث شریف کے حلقہ جاتِ دروس وغیرہ میں۔ ان تمام مواقع پر لوگوں کے علم، دین، عقل و فہم، بزرگی و شرف اور عمر کے اعتبار سے مراتب ہوں۔ ان باتوں کی تائید اور وضاحت کے لیے بہت ساری احادیث (کتب احادیث میں) موجود ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا پسند فرماتے تھے

((عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَ الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا ...... وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ۔)) ❶

''ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: بلاشبہ نبی کریم ﷺ نمازِ عشاء کو جسے تم ''عتمہ ...... رات کا پہلا پہر'' کہتے ہو، دیر سے پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ اور اس سے پہلے سونے اور اس (نمازِ عشاء کی ادائیگی) کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء کو آدھی رات یا (کم از کم) اس کی ایک تہائی تک مؤخر کرنا پسند فرماتے تھے۔ ایک رات نبی کریم ﷺ نے نمازِ عشاء کو نصف شب تک مؤخر کر دیا۔ یا اس سے بھی شاید کچھ زیادہ۔ (صحابہ کرام آپ ﷺ کا انتظار کرتے کرتے تھک چکے تھے۔) پھر آپ تشریف لائے اور فرمایا: ''لوگ نماز پڑھ کر سو چکے اور تم جب تک نماز کے انتظار میں تھے، حالتِ نماز میں ہی شمار ہوتے رہے۔'' ❷

اور اگر رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو آپ ﷺ عشاء کی نماز ہمیشہ تاخیر سے پڑھنے کا حکم فرما دیتے۔ جیسا کہ اس بات کی تصریح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز ایک تہائی رات یا آدھی رات تک مؤخر کر کے پڑھا کریں۔'' ❸

خاص طور پر اگر کمزوروں، (بوڑھوں) بیماروں اور ضرورت مندوں پر یہ تاخیر مشقت والی نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز اس تاخیر والے وقت میں انہیں ضرور پڑھاتے۔ اس لیے کہ عشاء کا (افضل) وقت یہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اس کی وضاحت فرما دی تھی۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ ، وَ حَتَّى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى۔ فَقَالَ : ((إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي)) ❹ وقال أيضا : ((إِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُوْنَ صَلَاةً مَا يَنْتَظِرُهَا أَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ ، وَ لَوْلَا أَنْ يَثْقُلَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ)) ❺ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرىٰ: ((لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوْهَا كَذٰلِكَ)) ❻

❶ أخرجه البخاري في كتاب مواقيت الصلاة ، باب وقت العصر۔ ح : ٥٤٧

❷ أخرجه مسلم في كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب وقت العشاء ، حديث : ١٤٤٨

❸ صحيح جامع الترمذي ، ح : ١٤١

❹، ❺، ❻ أخرجه مسلم في كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب وقت العشاء۔ ح : ١٤٤٥ ، ١٤٤٦ ، ١٤٥٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں دیر لگا دی حتی کہ رات کا بڑا حصہ گزر گیا اور مسجد میں جو لوگ تھے وہ سو گئے (بیٹھے بیٹھے انتظار میں سو گئے نہ کہ لیٹ کر) پھر آپ ؐ نکلے (نماز کے لیے) اور فرمایا: اس کا وقت یہی ہے۔ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا۔ (تو میں اس وقت ہی نماز عشاء ادا کرنے کا حکم دیتا۔)'' اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''بے شک تم لوگ ایک ایسی نماز کا انتظار کر رہے تھے کہ تمہارے سوا کوئی دین والا اس کا انتظار نہیں کر رہا۔ اور اگر میری امت پر بوجھ نہ ہوتا تو میں ہمیشہ ان کے ساتھ اسی وقت یہ نماز پڑھا کرتا۔'' ایک دوسری روایت میں ہے، فرمایا: ''اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتا تو میں انہیں ضرور حکم دیتا کہ وہ اسی طرح (دیر سے عشاء کی نماز) پڑھا کریں۔''

لیکن رسول اللہ ﷺ اہل ایمان، مسلمانوں کے ساتھ نہایت شفیق اور مہربان تھے۔ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز ہمیشہ تاخیر کے ساتھ پڑھنے کے لیے اپنی امت کو حکم نہیں دیا۔ اسی لیے علماء کے درمیان اختلاف ہے؛ کیا اس کا مقدّم کرنا افضل ہے یا مؤخر کرنا؟ سلف صالحین کے ہاں یہ دونوں مذہب مشہور ہیں اور اس بارے میں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے دونوں اقوال ہیں۔ چنانچہ تقدیم کی فضیلت بیان کرنے والوں کا یہ کہنا ہے کہ: اگر نماز عشاء کو مؤخر کر کے پڑھنا افضل ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس پر ہمیشگی ضرور کرتے، اگرچہ اس میں مشقت ضرور ہے۔ پھر انہوں نے دوسری دلیل یہ لی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عمومی عادت اسے مقدم کر کے پڑھنے کی تھی۔ اور آپ ﷺ نے جواز کو بیان کرنے کے لیے یا کسی کام میں مصروفیت کی بنا پر یا کسی عذر کی وجہ سے اسے بہت تھوڑے وقتوں کے لیے مؤخر کر کے پڑھا ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں اس بات کی طرف اشارہ بھی موجود ہے۔

جبکہ تاخیر کے ساتھ نماز عشاء کو پڑھنے کی فضیلت کے قائل اصحاب العلم نے مندرجہ بالا احادیث مبارکہ (اور ان کے علاوہ دیگر بہت ساری روایات) کے ساتھ دلیل دے کر کہا ہے کہ؛ رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل کلمات کے ساتھ ''تاخیر سے نمازِ عشاء کی ادائیگی' بارے خبردار فرمایا ہے۔ '' اِنَّهٗ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِيْ ...... اگر میں اپنی امت پر اسے مشکل نہ جانوں تو (درحقیقت) بلاشبہ اس کا وقت یہی ہے۔'' اور آپ ﷺ نے تصریح فرما دی کہ تاخیر کو چھوڑنا صرف مشقت کی بنا پر ہے۔ تو اس کا معنی یہ ہوا کہ: نبی کریم ﷺ اس بات سے ڈر گئے کہ صحابہ کرام (رضوان الله عليهم اجمعين) اگر اس پر ہمیشگی کر بیٹھے تو کہیں ان پر یہ وقت فرض نہ ہو جائے۔ اور وہ اسے قبول کرنے میں کہیں برا خیال نہ کر بیٹھیں۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اسے (تاخیر سے پڑھنا) چھوڑ دیا، جیسے آپ ﷺ نے نمازِ تراویح اسی خیال کے تحت (با جماعت پڑھنا) چھوڑ دی تھیں۔ اور آپ ؐ نے اسے با جماعت ترک کرنے کی علت، اس کے فرض ہونے اور پھر اس سے امت کے عاجز آ جانے کی بیان فرمائی تھی۔ علماء کا اس بات پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجماع ہے کہ اگر (اب) وہ علت نہ رہے (یعنی نہ مشقت محسوس ہو اور نہ ہی اکتاہٹ) کہ جس کا ڈر تھا، (جبکہ فرضیت والا معاملہ تو نبی ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا) تو نماز تراویح کی طرح، عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔

((قَالَ عَطَاءٌ: أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أُصَلِّيَهَا إِمَامًا وَ خِلْوًا مُؤَخَّرَةً كَمَا صَلَّاهَا النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَتَئِذٍ ، فَإِنْ شَقَّ عَلَيْكَ ذٰلِكَ خِلْوًا أَوْ عَلَى النَّاسِ فِي الْجَمَاعَةِ وَ أَنْتَ إِمَامُهُمْ فَصَلِّهَا وَسَطًا لَا مُعَجَّلَةً وَلَا مُؤَخَّرَةً)) ❶

''جنابِ عطاء رحمہ اللہ (حضرت جریج رحمہ اللہ کے استفسار پر کہ تمہارے نزدیک کونسا وقت بہتر ہے کہ میں اس وقت عشاء کی نماز پڑھوں؟) فرمانے لگے: میرے نزدیک یہ بات زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں عشاء کی نماز کو، چاہے امام ہوں یا اکیلا، اسی طرح دیر کر کے پڑھا کروں، جیسے اس کو نبی کریم ﷺ نے اس رات دیر کر کے پڑھا تھا۔ ❷ اگر تم پر یہ کام (نمازِ عشاء کو مؤخر کر کے پڑھنے والا) چاہے اکیلے ہو یا لوگوں کی امامت کرواؤ، اوران پر شاق گزرے......تو اسے متوسط وقت میں ادا کر لیا کرو۔ نہ جلدی اور نہ دیر کر کے۔''

امام خطابی اور دوسرے آئمہ رحمہم اللہ کا کہنا ہے: ''نماز کے انتظار کا وقت طویل ہونے کی وجہ سے نمازِ عشاء کو مؤخر کرنا مستحب ہے کیونکہ نماز کا منتظر نماز میں ہی شمار ہوتا ہے۔''

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تو اس بنا پر جو آدمی نمازِ عشاء کو مؤخر کر کے پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہو، نہ اس پر نیند غالب آئے اور نہ ہی مقتدیوں (مامومین) پر مشقت ہو تو اسے مؤخر کر کے پڑھنا زیادہ افضل ہے۔'' مگر ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: اماموں کے لیے اب یہ (تاخیر) درست نہیں۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے نماز کی تخفیف کا حکم دیا ہے۔ اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ ...... ❸ لوگوں میں بے شک کمزور (بوڑھے، لاغر) بھی ہوتے ہیں اور ضروری کاموں والے بھی۔''

جناب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ: ''ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ گھر سے تب تک نہ نکلے حتی کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ (پھر آپ ﷺ تشریف لائے۔ نماز

❶ أخرجه مسلم في كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب وقت العشاء۔ ح : ١٤٥٢ (دارالسلام)

❷ دراصل یہ مترجم حصہ صحیح مسلم کی اس روایت سے لیا گیا ہے کہ جس میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق نبی ﷺ ایک رات کو عشاء کی نماز کے لیے بہت دیر کے ساتھ گھر سے باہر تشریف لائے تھے۔ لوگ بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ پھر جاگ پڑے اور پھر انتظار میں سو گئے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند نبی کریم ﷺ کو متوجہ کرنے کے لیے کہا: ''اَلصَّلَاةُ ...... یعنی اے اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔'' چونکہ رسول اللہ ﷺ کا گھر مسجد نبوی کے بالکل ساتھ تھا، اس لیے آواز پہنچ جایا کرتی تھی۔ تب آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو انہیں اسی طرح نمازِ عشاء پڑھنے کا حکم دیتا۔''

❸ صحيح البخاري / كتاب العلم ، باب الغضب في الموعظة والتعليم اذا رای مایکره

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھائی) اور فرمایا: ''اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو۔'' ہم اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے (ہمیں مخاطب کرکے) فرمایا:

((إِنَّ النَّاسَ قَد صَلَّوْا وَ أَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ ، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِي صَلاَةٍ مَاانْتَظَرْتُمُ الصَّلاَةَ ، وَلَوْلاَ ضَعْفُ الضَّعِيفِ ، وَسُقْمُ السَّقِيْمِ ، لَأَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلاَةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ)) ❶

''اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ (عشاء کی) نماز پڑھ چکے اور اپنے بستروں پر لیٹ رہے۔ جبکہ تم لوگ جب تک نماز کے انتظار میں تھے، تب تک نماز میں ہی تھے۔ اگر کمزور (بوڑھے یا لاغر) کی کمزوری اور بیمار کی بیماری آڑے نہ آتی تو میں اس نماز کو رات گئے تک مؤخر کر دیتا۔''

یہ بات جان لیجیے (اور اسے ہمیشہ یاد رکھیں) کہ احادیث مبارکہ میں مذکور تاخیر ایسی تاخیر تھی کہ اس کے ساتھ نمازِ عشاء کا وقت، آدھی رات تک یا ایک تہائی رات تک، کا نکل نہیں گیا تھا۔ علماء میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ نمازِ عشاء کو آدھی رات کے بعد تک مؤخر کرنا افضل ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْعِشَاءَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ)) وَقَالَ ﷺ:
((وَوَقْتُ صَلاَةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ)) ❷

''جب تم عشاء کی نماز ادا کرو تو اس کا وقت آدھی رات تک ہے۔'' آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''اور عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔''

اس کا معنی ہے: ''اختیاری طور پر اس کے ادا کرنے کا وقت۔'' اور نمازِ عشاء کو ادا کرنے کا اختیاری آخری وقت آدھی رات تک ہے۔ (یعنی اس دوران میں جب چاہے ادا کرلو۔) آدھی رات کے بعد سے اذانِ فجر کے وقت تک علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ کیا وہ نمازِ عشاء کی ادائیگی کے جواز کا وقت ہے یا بالکل نہیں؟ اور اگر نہیں تو نمازِ عشاء کیا اس وقت میں قضاء ہوگی؟ یہ موضوع بہت طویل ہے اور تصنیف سے اس کا بہت دور کا ایک تھوڑا سا تعلق ہے۔ اس لیے ہم اسے بیان نہیں کررہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ہمارے علم میں ہو، کونسی گھڑی میں رات آدھی ہوتی ہے؟ (سو اسے بیان کیے دیتے ہیں۔ کیونکہ) سوال کی وجہ یہ ہے کہ: اکثر لوگ رات کے ٹھیک بارہ بجے کو، کہ جس کے بعد رات کے زوال کا وقت شروع ہونا سمجھتے ہیں، نصف اللیل کا وقت شمار کرتے ہیں۔ لوگوں کی بہت بڑی

❶ صحیح سنن أبي داؤد: ٤٠٧/کتاب الصلاۃ/ باب وقت العشاء الآخرۃ: ٤٢٢.
❷ أخرجهما مسلم في كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب أوقات الصلوات الخمس۔ ح : ١٣٨٥، ١٣٨٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثریت کے نزدیک یہ بارہ بجے کا وقت معتمد علیہ نصف اللیل ہے، بالخصوص مغربی غیر مسلمانوں کے ہاں۔ جبکہ ان کے نزدیک اس (بارہ بج کر ایک سیکنڈ 00.01:) گھڑی سے دن کا آغاز ہوتا ہے اور وہ اسے (پورے دن کا) چوبیسواں گھنٹہ شمار کرتے ہیں۔ یعنی گزر جانے والے دن کی آخری گھڑیاں (24.00 p.m) اور نئے دن کی (00.01a.m) پہلی گھڑیاں۔ (گویا مغربی توقیت میں رات کا کوئی تصور نہیں۔) اور (پورا سال، زندگی بھر) یہ وقت کا تعین قائم رہتا ہے، بدلتا نہیں۔ (جبکہ پورا سال موسم بھی بدلتے رہتے ہیں۔ اور دن رات بھی چھوٹے بڑے ہوتے رہتے ہیں۔)

جہاں تک اسلامی حساب کا تعلق ہے تو وہ پورا سال بدلتا رہتا ہے اور یہ سورج کے غروبی وقت کے مطابق ہوتا ہے۔ (اسی طرح طلوع آفتاب کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔) تو آدھی رات کا وقت معلوم کرنے کے لیے غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر صادق تک، گھنٹوں اور منٹوں کو شمار کر لیا جائے۔ پھر ان کو دو پر تقسیم کر لیں۔ جو وقت نکلے وہ نصف اللیل ہوگا۔ مثال کے طور پر؛ مغرب کی اذان کا وقت ہے: 6 بجے (06.00pm) اور اذانِ فجر کا وقت: 4 بجے ہے۔ (یعنی: 04.00am) تو پوری رات کا وقت ہوا: 10 گھنٹے۔ اور اس کے آدھے ہوئے: 5 گھنٹے۔ یہ 5 گھنٹے اذانِ مغرب کے وقت: 6 بجے میں جمع کریں تو آدھی رات کا وقت ہوا: رات 11 بجے۔ (یعنی: 11.00pm) بالکل اسی طریقے کے مطابق ایک تہائی رات کا وقت نکالا جا سکتا ہے۔ یعنی پوری رات کے کل وقت (اگر 10 گھنٹے ہو تو 9 گھنٹے 60 منٹس) کو 3 پر تقسیم کر لیں تو ایک تہائی (1/3) نکلے آئے گا = 3 گھنٹے 20 منٹ۔ اور اس تقسیم شدہ وقت کو جب اذانِ مغرب والے وقت 6 بجے میں جمع کریں تو رات کا ایک تہائی ہوگا: 9 بج کر 20 منٹ۔ (یعنی 09.20pm) اور دنوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ چونکہ رات کی کل گھڑیوں (یعنی مکمل وقت) میں کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے اس لیے آدھی رات کا وقت معلوم کرنے کے لیے (کلیہ یاد رکھیں کہ) اس کے کل وقت کو 2 پر (تقسیم کر کے نتیجہ شدہ وقت کو اذانِ مغرب کے وقت میں جمع کرنے سے آدھی رات کا وقت) اور ایک تہائی رات کا وقت معلوم کرنے کے لیے (3 پر تقسیم کر کے حاصل شدہ وقت کو مغرب کے وقت میں جمع کرنے سے ایک تہائی رات کا وقت دریافت ہو جاتا ہے۔ اس لیے) 3 پر تقسیم کر لیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنی امت سے تخفیف کو پسند فرماتے

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثَقِّلَ عَلَى أُمَّتِهِ ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ)) [1]

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب مواقيت الصلاة ، بابُ ما يصلي بعد العصر من الفوائت و نحوها۔ ح : ٥٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی کریم ﷺ (عصر کے بعد والی دو رکعات کو پڑھنا کبھی نہ چھوڑتے۔) انہیں ضرور پڑھتے تھے اور پڑھتے بھی گھر میں۔ مسجد میں اس ڈر سے نہ پڑھتے کہ امت پر کہیں یہ بوجھل نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ کو اپنی امت کے لیے تخفیف پسند تھی۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ حکیم میں نبی ﷺ کا وصف یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ ❶

''(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر (عربی، قریشی، ہاشمی) آیا ہے کہ تمہاری تکلیف جسے گراں گزرتی ہے۔ تمہاری بھلائی کا وہ بہت خواہشمند ہے۔ مسلمانوں پر بہت زیادہ شفقت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔''

چنانچہ آپ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ رأفت و رحمت اور شفقت میں سے یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اعمال میں سے کوئی سبیل نکالنے کے لیے جتنی استطاعت رکھتے، مسلمانوں سے تخفیف کر دیتے۔ اور یہ اس خوف سے ہوتا کہ یہ عمل کہیں ان پر مشقت والا اور ثقیل نہ ہو جائے۔ اور آپ ﷺ لوگوں سے تخفیف کرنے اور ان پر آسانیاں پیدا کرنے کا حکم فرماتے۔ چنانچہ فرمانِ گرامی ہے:

((يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا ، وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا)) ❷

''آسانیاں پیدا کرو، تنگی نہ لاؤ۔ لوگوں کو تسلی، تشفی دو، نفرت نہ دلاؤ۔''

اس لیے کہ نفرت پیدا کرنا بالعموم مشقت کو ساتھ لاتا ہے اور وہ تسلی دینے کے الٹ ہوتا ہے۔ جبکہ خوشخبری دینا بالعموم سکون واطمینان کو ساتھ لاتا ہے اور وہ نفرت دلانے کے الٹ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ:

((مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ إِثْمًا ، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا ، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ)) ❸

''آپؐ سے جب بھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لیے کہا گیا تو آپؐ نے ہمیشہ اسی کو اختیار کیا، جس میں آپ کو زیادہ آسانی معلوم ہوتی۔ بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہوتا۔ اگر اس میں

❶ سورة التوبة: ١٢٨

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ (يسروا ولا تعسروا) ح: ٦١٢٥

❸ أخرجه البخاري في كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ۔ ح: ٣٥٦٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہ کا شائبہ بھی ہوتا تو آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے دور رہتے۔''

اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ ، فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا ، وَ أَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَ الرَّوْحَةِ وَ شَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ)) ❶

''بے شک دین تو آسان ہے۔ اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا، دین اس پر غالب آ جائے گا۔ (اس کی سختی چل نہ سکے گی۔) پس اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرزِ عمل سے تمہیں دونوں جہانوں کے فوائد حاصل ہوں گے۔) صبح و شام اور کسی قدر رات کے اندھیرے میں اللہ سے (عبادت کے ذریعے) مدد طلب کرو۔''

تو نبی ﷺ کے اس طریقۂ اختیار میں دین کے اندر نرمی، افراط و تفریط کے بغیر درست بات کے التزام، اور اس کام پر عمل جو مکمل کرنے کے قریب کر دے اگرچہ اس کی تکمیل کے لیے طاقت اور استطاعت نہ بھی ہو...... ❷ کی طرف بھرپور دعوت ہے۔ پھر یہ کہ ہمیشہ والے عمل کے لیے اجر و ثواب (وقفے سے کیے جانے والے عمل کی نسبت) زیادہ ہے، اگرچہ وہ کم (تھوڑا) ہی کیوں نہ ہو۔

اور پھر نبی کریم ﷺ اس عمل کو بالکل چھوڑ دیتے، جس کے لوگوں پر فرض کیے جانے کا ڈر ہوتا، اگرچہ آپ اسے پسند کیوں نہ کرتے ہوتے۔ اسی بارے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَ هُوَ يُحِبُّ أَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضُ عَلَيْهِمْ)) ❸

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے کام کو چھوڑ دیتے کہ جس پر عمل کرنا آپ ﷺ کو بہت محبوب ہوتا، اس ڈر سے کہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) اس پر عمل شروع کر دیں گے اور وہ ان پر فرض کر دیا جائے گا۔''

(معراج کے موقعہ پر) جس وقت نبی ﷺ کو آسمانوں پر لے جایا گیا اور آپؐ کو پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ (کہ آپ ﷺ خود بھی اور پوری امت بھی روزانہ پچاس نمازیں پڑھا کریں۔) تو آپ ﷺ اپنے رب کی طرف بار بار رجوع فرمانے لگے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ سے دس، دس کر کے تخفیف

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الإيمان ، باب الدين يسر۔ ح : ٣٩

❷ جیسے نبوی منہج کے مطابق دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے قرآن وسنت والی شریعت کی تنفیذ کے لیے جدو جہد کا عمل ہے۔ (مترجم)

❸ أخرجه البخاري في كتاب التهجد ، باب تحريض النبي ﷺ على صلاة الليل و النوافل۔ ح : ١١٢٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے رہے اور پھر پانچ، پانچ کر کے حتی کہ دن اور رات میں صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ ❶

اور ایک رات نبی کریم ﷺ نے نمازِ عشاء آدھی رات تک مؤخر کر دی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر آئے اور کہا: ''اللہ کے رسول! (ﷺ تشریف لائیں) نماز کا وقت ہو گیا ہے اور عورتیں، بچے سو چکے۔'' چنانچہ نبی مکرم ﷺ (گھر سے) باہر تشریف لائے اور آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ فرمایا:

((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي ـ أَوْ عَلَى النَّاسِ ـ لَأَمَرْتُهُمْ بِالصَّلَاةِ هٰذِهِ السَّاعَةَ)) ❷

''اگر میں اپنی امت پر...... یا فرمایا کہ لوگوں پر...... مشکل نہ جانتا ہوتا تو میں انہیں نمازِ عشاء اسی وقت ادا کرنے کا حکم دیتا۔''

اور نبی معظم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

وَقَالَ ﷺ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ)) ❸

''اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز کو ایک تہائی رات یا آدھی رات تک مؤخر کیا کریں۔''

اہل ایمان میں سے اگر کچھ آدمی ایسے نہ ہوتے جو جہاد فی سبیل اللہ میں نبی مکرم ﷺ سے پیچھے رہنا پسند نہ کرتے ہوتے اور اگر آپ ﷺ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے لیے مدینہ منورہ سے باہر نکل جاتے تو کوئی بھی ایسا مومن، مسلمان آدمی کہ جس میں خیر ہوتی آپ ﷺ کے ہمراہ ضرور نکل کھڑا ہوتا۔ تو ہر بار غزوات و سریات کے لیے نکلنے میں نبی معظم ﷺ پر بھی مشقت ہوتی اور ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) پر بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ، ثُمَّ أُقْتَلُ)) ❹

''اور اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو کسی بھی سریہ (چھوٹی لڑائی) سے پیچھے نہ رہتا۔ اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید کیا جاؤں اور زندہ کیا

❶ تفصیل: صحیح البخاری کی کتاب مناقب الانصار کے باب المعراج اور دیگر کتب میں دیکھ لیجیے۔

❷ أخرجه البخاري في كتاب التمني، باب ما يجوز من اللو، وقوله تعالىٰ ﴿ لو أن لي بكم قوة ﴾ ح: ٧٢٣٩

❸ صحيح سنن الترمذي، رقم: ١٤١۔

❹ أخرجه البخاري في كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان۔ ح: ٣٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاؤں اور (آخرکار) پھر اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں۔'' ❶

نبی کریم ﷺ کو مسلمانوں کے ساتھ جو شفقت اور رأفت تھی اس کا اندازہ آپ اس حدیث سے ذرا لگائیے! اہل ایمان سے تخفیف، ان کے ساتھ شفقت، ناپسندیدہ بات کو ان سے دور کرنے اور مشقت کو ان سے ہٹانے کی بناء پر آپ بسا اوقات بعض ان اعمال کو ترک فرما دیتے جن کو کرنے کی آپؐ کے دل میں پوری خواہش موجود ہوتی۔

کچھ ایسا ہی معاملہ مسواک کا ہے۔ اگر آپ ﷺ اپنی امت سے تخفیف اور مشقت کی عدم تکلیف کا ارادہ نہ فرماتے تو ہر وضو اور ہر نماز کی ادائیگی کے وقت مسواک کرنے کا حکم ضرور دے دیتے۔ فرمایا:

((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ)) ❷ وَقَالَ ﷺ:

((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ)) ❸

''اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا ہوتا تو ہر وضو کے وقت انہیں مسواک کا حکم دے دیتا۔'' اور یہ بھی فرمایا: ''اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ جانتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔''

اور یہ اس لیے کہ مسواک کرنے کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ تو اس طرح رسول اللہ ﷺ دینی معاملات اور دیگر اعمال میں اپنی امت سے تخفیف اور ان کے ساتھ بھلائی کی طمع، رحمدلی اور رأفت و شفقت کو پسند فرماتے تھے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی موجود ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ

---

❶ اگر نبی مکرم ﷺ ہر لڑائی میں شریک ہو جاتے تو قیامت تک مسلمانوں میں سے ہر ہر مکلف فرد کے لیے ہر جنگ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے لڑی جانے والی ہر لڑائی میں شریک ہونا فرض ہو جاتا۔ اور یہ ایسا مشقت والا کام ہوتا کہ امت کے لیے اس فریضہ کی ادائیگی مشکل ہو جاتی۔ چنانچہ اللہ رب کریم نے اپنے نبی کے ذریعے اپنے مومن بندوں پر تخفیف فرما دی۔ ﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ ﴾ ''اور یہ مناسب نہیں کہ (ہر لڑائی میں) سب کے سب مسلمان نکل کھڑے ہوں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر جماعت (یا ہر قبیلے اور علاقے) سے کچھ لوگ جہاد کے لیے نکلیں، تاکہ (جو لوگ نہیں نکلے اور مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کی صحبت میں رہ گئے ہیں) وہ دین کی سمجھ حاصل کریں (قرآن اور حدیث یاد کریں، فقہی مسائل کو سمجھیں) اور جب ان کی قوم کے لوگ (جہاد سے) لوٹ کر واپس آئیں تو وہ علم ان تک پہنچا دیں تاکہ وہ ان برے کاموں سے بچے رہیں، جن سے انہیں منع کیا گیا ہے۔'' اور اگلی مرتبہ یہ علم حاصل کرنے والے لوگ جہاد میں نکلیں اور مجاہدین کچھ مدت پیچھے رہ کر علم حاصل کریں۔ ایسا نہ ہو کہ علم کے حصول اور دعوت الی اللہ کے عمل کو جہاد فی سبیل اللہ جان کر علماء اور طالبانِ علم جہاد کے فضائل سے محروم رہ جائیں، وہ بھی اللہ کی راہ میں نکلا کریں۔ (واللہ اعلم بالصواب. مترجم)

❷ أخرجه البخاري في كتاب الصيام، باب سواك الرّطب واليابس للصائم۔ ح: ١٩٣٤

❸ أخرجه البخاري في كتاب الجمعة، باب السواك يوم الجمعة۔ ح: ٨٨٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ (التوبة: ١٢٨)

''(لوگو! مسلمانو!) تمہارے پاس تم میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے، مہربان ہیں۔''

نبی کریم ﷺ قبلہ رخ ہونا پسند فرماتے

جنابِ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آکر) سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ (دل سے) چاہتے تھے کہ (بیت اللہ الحرام، مکہ مکرہ میں) کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ ﴾ (البقرة: ١٤٤)

''(اے ہمارے نبی!) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔ سو ہم تمہیں اسی قبلے کی طرف جسے تم پسند کرتے ہو، منہ کرنے کا حکم دیں گے، تو اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ، مکہ مکرمہ) کی طرف پھیر لو۔ اور (اے مسلمانو!) تم لوگ جہاں بھی ہوا کرو (نماز پڑھتے وقت) اسی (خانہ کعبہ، مسجد حرام) کی طرف منہ کرلیا کرو۔''

نبی مکرم ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا۔

﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (البقرة: ١٤٢)

''اور لوگوں میں سے احمقوں نے جو کہ یہودی تھے...... نے یہ کہنا شروع کردیا؛ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے۔ اب اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے ہیں۔ (اے میرے نبی!) آپ کہہ دیجئے، مشرق و مغرب سب اللہ کا ہی ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے۔''

(جب قبلہ بدلہ تو آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے) ایک شخص نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر نماز کے بعد وہ چلا اور انصار کی ایک جماعت کے پاس سے اس کا گزر ہوا، جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے کہا؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ وہ نماز پڑھی ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے موجودہ قبلہ (مسجد حرام، خانہ کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ تو وہ جماعت (نماز کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت میں ہی) مڑ گئی اور کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ ❶

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ؛ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی...... اور یہاں کی اکثر آبادی یہود کی تھی......اور وہ بیت المقدس (جو کہ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف تھا) کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس سے یہودی خوش ہو گئے۔ پس آپ ﷺ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ مگر آپ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ (بیت اللہ الحرام، مکہ مکرمہ کہ جو مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف ہے) کی طرف نماز میں اپنا چہرہ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کے لیے دعا بھی کیا کرتے تھے اور آسمان کی طرف دیکھا بھی کرتے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

کعبہ شریف:

بیت اللہ الحرام (جو کہ مکہ میں ہے) کا نام کعبہ ہے۔ اور یہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ وہ کرۂ ارضی کے جس کونے، خطے میں بھی ہوں، اپنی پانچوں وقت کی فرض نمازوں اور دیگر نمازوں میں اپنا رخ اسی طرف رکھتے ہیں۔ سال میں ایک بار اس کا وہ حج کرتے ہیں۔ اور پورے سال میں جب چاہیں وہاں جا کر وہ عمرہ کرتے ہیں۔ اس کے گردان کا طواف تو کبھی رکتا ہی نہیں اور نہ اس کے پاس جا کر دعا رکتی ہے۔ اللہ رب العالمین کی عبادت اور اس کی توحید کے لیے یہ وہ پہلا گھر ہے، جسے دنیا میں لوگوں کے لیے بنایا گیا تھا۔ ❷

بیت اللہ الحرام، کعبہ شریف کی تعمیر ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم (اور ان کے لخت جگر اسماعیل ذبیح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام) کو حکم دیا کہ وہ (مکہ کی وادی بطحاء میں) بیت اللہ الحرام کی تعمیر کریں۔ (اور اسے انہی بنیادوں پر اٹھائیں جن کے نشانات پہلے سے موجود تھے۔) ❸ چنانچہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فلسطین سے چل کر مکہ پہنچے اور پھر اپنے بیٹے اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

---

❶ صحيح البخاري / كتاب الصلاة / باب التوجه نحو القبلة / حديث: ۳۹۹ ....بیان کرنے والے عباد بن بشر نامی ایک صحابی تھے اور مسجد بنی حارثہ کی تھی، جہاں یہ جماعتِ انصار نماز ادا کر رہی تھی۔ اس مسجد کو مسجد القبلتین کہتے ہیں۔ قبا والوں کو دوسرے دن فجر کی نماز میں خبر ہوئی اور وہ بھی نماز کے اندر ہی کعبہ (بیت اللہ الحرام، مکہ مکرمہ) کی طرف گھوم گئے۔

❷ تفصیل کے لیے: سيرة ابن هشام (عربی) ۱/۱۹۲-۱۹۸، ۲/۴۰۶، تفسير ابن كثير: ۱/۱۹۵، ۱۹۶، ۱/۳۹۱۔ البدايه والنهايه: ۱/۱۶۳، ۸/۲۲۴، ۲۵۰، ۳۲۹، ۱۱/۱۶۰ و فتح الباری: ۷/۱۴۷ کا مطالعہ کریں۔

❸ ہم نے دونوں قوسوں کے درمیان یہ جو بات کہی؛ اور اسے (یعنی بیت اللہ الحرام، خانہ کعبہ) کو انہی بنیادوں پر اٹھائیں کہ جن کے نشانات پہلے سے موجود تھے۔ تو ہماری مراد اس بات سے یہ ہے کہ دراصل بیت اللہ الحرام کو سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ پھر...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مل کر (کہ جو پہلے سے ہی مکہ میں آباد تھے، اور قبیلۂ بنو جرہم کی ایک شاخ کے سردار مضاض بن عمرو کی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح ہو چکا تھا۔) دونوں باپ بیٹا نے اس کی بنیادوں کو اٹھایا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾ (البقرة:۱۲۷ تا ۱۲۹)

''اور (اے ہمارے نبی! وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے۔) جب (ہمارا خلیل) ابراہیم (علیہ السلام) بیت اللہ الحرام کی بنیادوں کو اونچا کر رہا تھا۔ (یعنی اس کی دیواروں کو تعمیر کرنے لگے۔) اور اس کے ساتھ (اس کا بیٹا) اسماعیل بھی۔ (پتھر لا کر دیتا اور ابراہیم تعمیر کرتا تھا۔ ساتھ میں دونوں باپ بیٹا دعا بھی مانگ رہے تھے۔) اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ عمل قبول فرما لے، بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے پروردگار! ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائے رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بناتے رہیو۔ ہمیں، ہماری عبادت کے طریقے سکھلا دیجیو اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ بلاشبہ تو توجہ فرمانے والا، مہربان ہے۔ اے پروردگار! ان لوگوں (مکے والوں) میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمانا جو ان کو تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب وحکمت سکھایا کرے اور ان (کے دلوں کو شرک سے) پاک

(بقیہ حصہ)...... حضرت شیث علیہ السلام نے اس گھر کی تعمیر نو کی۔ ان کے بعد نوح علیہ السلام نے طوفان والے پانی کے اتر جانے پر اسے بنایا اور اس کا طواف کیا۔ ان کے بعد سیدنا ابراہیم اور ان کے لختِ جگر جناب اسماعیل علیہما السلام نے اس کی تعمیر جدید کی اور اس کی دیواروں کو جناب جبریل علیہ التحیۃ والسلام کی نشاندہی پر انہی بنیادوں پر اٹھایا، جن کے کچھ نشانات باقی تھے۔ یہاں اس واقعہ کو جو بیان کیا جا رہا ہے ہم نے اپنے قصص الانبیاء علیہم السلام والے سلسلہ ''بابل سے بطحاء تک'' کی پہلی جلد (سیرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام) میں (ص ۱۳۲ تا ۱۴۱) مدلل بیان کر دیا ہے، تفصیل وہاں دیکھ لیں۔ اگر ہمارے دعویٰ کے دلائل میں حوالہ جات مطلوب ہوں تو: (۱) البیهقی فی دلائل النبوة۔ (۲) تاریخ مکه للأزرقی الجزء الأوّل (۳) مصنف عبدالرزاق (کتاب الحج) (٤) تفسیر القرطبی عند تفسیر سورة البقره آیت: ۱۲۷ ۔ ۱۲۹ ، سورة آل عمران آیت: ۹٦ ، ۹۷ ، سورة الحج آیت: ۲٦ ۲۸ (٥) تفسیر الطبری (عند تفسیر الآیات المذكورة بأعلاه) (٦) تفسیر الرازي (عند تفسیر الآیات المذكورة بأعلاه (۷) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد نمبر: ۱۷ (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، لاھور) (۸) شفاء الغرام جلد اوّل (۹) الروض الأنف للسهیلی۔ (۱۰) تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن كثیر (عند تفسیر الآیات المذكورة بأعلاه) (۱۱) البدایه والنهایه، جلد سوم (۱۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجر رحمهم الله جمیعًا كتاب بدء الخلق وكتاب الأنبیاء (۱۳) صحیح البخاری مترجم از مولانا داؤد راز رحمه الله طبع مکتبه قدوسیه، لاھور، جلد نمبر: ۲ ص: ۵۸۱ تا ۵۹۰ اور (١٤) تاریخ الطبری دیکھ لیں۔ (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔''

اور اللہ کے خلیل نے بیت اللہ الحرام کو اسی مکان و مقام پر تعمیر کر دیا کہ جسے زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت سے لے کر اس تعمیر والے وقت تک اسی کام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ یہ بات (بعض آثار و روایات صحیحہ کی بنیاد پر) کہی جاتی ہے کہ یہاں زمین پر بیت اللہ الحرام ساتوں آسمانوں کی تمام عبادت گاہوں اور بیت معمور کی بالکل سیدھ میں ہے۔ یہ تمام آسمانوں پر پائی جانے والی عبادت گاہیں (اسی طرح سے) اللہ کے وہ گھر ہیں کہ جن میں ہر آسمان کے باشندے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ ہر عبادت گاہ (اللہ کا گھر) اہل زمین کے اس کعبۃ اللہ کی طرح حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ فِیْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ج وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ط وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾ (آل عمران:٩٦ ، ٩٧)

''بے شک سب سے پہلے جو گھر (اللہ کا) لوگوں کی (عبادت کے لیے) بنایا گیا، وہی ہے جو مکہ میں (وادیٔ بطحاء کے اندر) ہے۔ (یعنی بیت اللہ الحرام) یہ بابرکت ہے اور سارے جہانوں کو ہدایت کرنے والا ہے۔ اس (خانہ کعبہ) میں کئی کھلی نشانیاں ہیں (اللہ کی قدرت کی۔ جن میں سے ایک) مقامِ ابراہیم ہے۔ (جس پر کھڑے ہو کر وہ بیت اللہ کی دیواریں چنتے تھے۔) جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہو گیا اسے امن مل جاتا ہے۔ اور لوگوں پر (جو رب العالمین پر ایمان رکھیں اور) جو وہاں تک راہ پا سکیں، اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ اور جو کوئی نہ مانے (یعنی باوجود قدرت اور استطاعت کے حج نہ کرے یا حج کو فرض ہی نہ جانے) تو اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے پرواہ (بے نیاز) ہے۔'' (ایسوں سے وہ خوب نبٹ لے گا۔)

یہاں اللہ تعالیٰ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں میں سے ہر عام و خاص کے لیے زمین پر رب کائنات کی عبادت اور فریضہ حج میں مناسک کی ادائیگی کے لیے بنایا گیا تھا، کہ جس کا وہ طواف کرتے ہیں (اور اس کے علاوہ کسی مقام اور جگہ کا طواف جائز نہیں)، اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اس کے پاس وہ اعتکاف کرتے ہیں، وہی ہے جو مکہ (کی وادیٔ بطحاء) میں ہے۔ یعنی وہ کعبۃ اللہ کہ جسے اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ اور یہ خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام وہی اللہ کے نبی ہیں کہ جن کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی دونوں بڑی ملتیں یہ گمان رکھتی ہیں کہ وہ ان کے دین و منہج پر ہیں۔ جبکہ وہ اس اللہ کے گھر کا حج کرتے ہی نہیں کہ جسے آپ علیہ السلام نے اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حکم سے تعمیر فرمایا تھا۔ اور اس کے حج کی (اللہ کے حکم سے) عامۃ الناس میں منادی کر دی تھی۔ یہ اللہ کے دشمن اسے بیت اللہ الحرام مانتے ہی نہیں اور نہ اسے قبلہ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ: " فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ......" "اس کعبۃ اللہ میں کئی کھلی نشانیاں ہیں (اللہ کی قدرت کی، جن میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔" اور یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیت اللہ کو تعمیر کرنے کے کھلے دلائل ہیں اور قیامت کے قائم ہونے تک ہمیشہ رہنے والی ایک کھلی نشانی ہے۔ یہ مقام ابراہیم ...... یعنی وہ پتھر کہ جس پر کھڑے ہو کر آپ نے تعمیر فرمائی، بیت اللہ سے تھوڑا سا ہٹ کر دروازے والی جانب آج بھی موجود ہے۔ اور اس پتھر پر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کے نشانات آج بھی موجود ہیں۔ یعنی آپ علیہ السلام کے مبارک قدم اللہ کی قدرت سے اس پتھر پر ثبت ہو گئے اور بغیر جوتا پہنے، ننگے قدموں کی یہ علامت اس صداقت کی نشانی بن گئی۔

کعبۃ اللہ کا غلاف:

کہا جاتا ہے کہ جناب اسماعیل علیہ السلام وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے مطلق طور پر بیت اللہ الحرام پر غلاف چڑھایا۔ (یعنی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ وہ غلاف کس چیز سے بنایا گیا تھا۔) اور (نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے حسب ونسب میں 21 ویں پشت پر ذکر کیے جانے والے مَعَدّ کا باپ) عدنان وہ پہلا شخص ہے جس نے چمڑے کے ٹکڑوں سے بنایا گیا غلاف کعبۃ اللہ پر چڑھایا تھا۔ (عدنان ...... سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ساتویں پشت پر اُدّ کا بیٹا تھا۔) اور پھر (یمن کے بادشاہوں میں سے) ایک تُبّع بادشاہ نے (کہ جس کا نام تبان اسعد ابو کرب تھا۔ پہلے ٹاٹ کا غلاف چڑھایا۔ پھر اسے خواب میں بتایا گیا تو نے معافر کے کپڑے سے بنا غلاف چڑھایا۔ پھر اسے بتلایا گیا کہ اس سے بہتر غلاف چڑھاؤ تو اس نے) ملأ اور وصائل یعنی یمن سے درآمد شدہ اعلیٰ قسم کے کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ ❶ اس کے بعد کہ جو جاہلیت کا ہی دور تھا، لوگ کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھاتے رہے۔ اور پھر بنو قریش زمانۂ جاہلیت میں (کہ جب بیت اللہ الحرام کی تولیت بنو جرہم سے چھن کر ان کے پاس آ گئی تھی) کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھانے میں حصہ لیتے رہے۔ پھر جب اسلام کا غلبہ ہوا تو نبی کریم ﷺ نے یمنی کپڑے سے بنا غلاف اس پر چڑھایا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد خلفاء اَربعہ الراشدین المہدیین ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم وَاَرضوہ اس پر باقاعدہ غلاف چڑھاتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ؛ موٹے ریشم سے بنا ہوا غلاف سب سے پہلے امیر معاویہ یا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اور یا

❶ بروایت محمد بن اسحاق ...... تبع تبان اسعد ابو کرب وہ (یمن کے بادشاہوں میں سے) پہلا شخص ہے کہ جس نے بیت اللہ پر نہایت عمدہ قسم کا غلاف چڑھایا اور اس کے منتظمین کو جو کہ بنو جرہم میں سے تھے، ہمیشہ غلاف چڑھاتے رہنے کی تلقین کی۔ نیز حکم دیا کہ حرم کو پاک صاف رکھیں اور خون، مردار، نجس چیتھڑے اس کے قریب نہ آنے دیں۔ بیت اللہ کے لیے اس نے دروازہ بھی بنوایا اور قفل و کلید کا انتظام بھی کیا۔ (مترجم) ...... تفصیل کے لیے دیکھیں: السيرة النبوية لابن هشام الجزء الاول ، ص: ٤٤ ، ص: ٤٥ طبع دار المعرفة بالبيروت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر عبدالملک بن مروان بن حکم کے حکم پر حجاج بن یوسف نے چڑھایا تھا۔ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ سفید ریشم سے بنا ہوا غلاف سب سے پہلے عباسی خلیفہ مامون رشید نے چڑھایا تھا۔ محمد بن سبکتگین نے زرد رنگ کے ریشم کا غلاف چڑھایا۔ عباسی خلیفہ الناصر باللہ نے اس پر سبز رنگ کے ریشم کا غلاف چڑھایا۔ پھر اس نے ہی بعد میں کالے رنگ کے ریشم سے بنے غلاف کو کعبۃ اللہ پر چڑھایا جو آج تک اسی رنگ میں ہی (ہر سال حکام کی طرف سے) چڑھایا چلا آ رہا ہے۔

بنو قریش کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا:

سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد (دوبارہ تعمیر کعبۃ اللہ کی ضرورت پیش نہ آئی۔ البتہ) رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ٹھیک پانچ سال پہلے کہ جب آپ کی عمر مبارک 35 سال ہو چکی تھی، قریش نے بیت اللہ الحرام کی نئے سرے سے تعمیر کی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کعبۃ اللہ کی دیواریں بغیر لپائی کیے ایک دوسرے کے اوپر جڑے ہوئے پتھروں کی تھیں۔ اور ان کی بلندی عام آدمی کے قد سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ اس کی چھت نہ تھی۔ چنانچہ بنو قریش نے کعبۃ اللہ کو نئے سرے سے تعمیر کرنے، اس کی دیواروں کو بلند کرنے اور اس پر چھت ڈالنے کا ارادہ کیا۔ بالخصوص اس کے بعد کہ جب اس میں مدفون خزانہ چوری ہونے کا خدشہ بڑھ گیا تھا۔ اور اس بات کا بھی ڈر پیدا ہوا کہ مکہ (یعنی وادیٔ بطحاء کے تینوں اطراف میں بلند پہاڑیوں) سے بارشوں کے ساتھ سیلاب آئے اور بیت اللہ کو نقصان پہنچاتے ہوئے اسے بنیادوں سے ہی اکھاڑ کر کہیں گرا نہ دے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اسے منہدم کرنے سے بھی خوف کھاتے تھے۔ چنانچہ وہ اس پر مشاورت کے لیے جمع ہوئے۔

یہاں کعبۃ اللہ میں ایک اژدھا رہتا تھا۔ اس کا سر چند دنوں کی عمر کے میمنے (بکری کے بچے) کی طرح تھا۔ وہ روزانہ بئر زم زم سے باہر نکلتا اور کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر دھوپ سینکتا۔ جو بھی اس کے قریب ہوتا وہ اپنا سر اٹھاتا اور اپنے جسم کے بعض حصے کو بعض کے ساتھ رگڑ کر آواز نکالتا اور اپنا (بڑا سا) منہ کھول لیتا۔ بنو قریش اس سے بھی ڈرتے تھے۔ ایک دن وہ بیت اللہ کی دیوار پر چڑھے دھوپ سینک رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا سا پرندہ بھیج دیا اور وہ اسے جھپٹ کر لے گیا۔ قریش کہنے لگے، لگتا ہے کہ جس کام (یعنی تعمیر کعبہ) کا ہم نے ارادہ کیا تھا اس کے لیے اللہ راضی ہو گیا ہے۔

چنانچہ جب انہوں نے اس کو منہدم کرنے اور پھر نئے سرے سے تعمیر کرنے کی قوت جمع کر لی تو ایک آدمی اٹھا اور اس نے کعبۃ اللہ کا ایک پتھر اکھیڑا جو اس کے ہاتھ سے لڑھکتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ وہ شخص کہنے لگا: بنو قریش! اس کی تعمیر میں صرف حلال اور پاکیزہ کمائی لگاؤ۔ اس میں زنا کاری سے کمایا ہوا مال داخل نہ ہونے پائے۔ نہ ہی سود کی تجارت کا مال اور نہ ہی لوگوں پر ظلم سے کمایا ہوا روپیہ پیسہ۔ (تب تم کامیاب ہو سکو گے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ بیت اللہ کو منہدم کرنے سے ڈر رہے تھے۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے اس کے گرانے کی ابتدا کی۔ اس نے کدال پکڑی اور کہنے لگا: ''اے اللہ! ہم صرف خیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' پھر اس نے رکن یمانی اور حجر اسود کی طرف سے کعبۃ اللہ کو منہدم کرنے کا آغاز کیا۔ لوگ اس رات انتظار میں رہے۔ اور کہنے لگے: ہم دیکھتے ہیں، اگر ولید بن مغیرہ کو کوئی تکلیف پہنچی تو ہم اس میں سے کچھ نہ گرائیں گے اور اسے اپنی حالت پر ہی رہنے دیں گے۔ اور اگر وہ صحیح سلامت رہا تو سمجھیں کہ اللہ ہمارے اس کام پر راضی ہے اور ہم اسے منہدم کریں گے۔ ولید بن مغیرہ پوری رات اس کام میں لگا رہا۔ (اور اسے کچھ نہ ہوا۔ تو) لوگ بھی اس کے ساتھ اگلی صبح کعبۃ اللہ کو منہدم کرنے میں لگ گئے۔ وہ اس کی دیواروں کو گراتے چلے گئے حتی کہ اس کی بنیادوں تک پہنچ گئے۔ وہی بنیادیں جو ابراہیم علیہ السلام کے دور میں اوپر اٹھائی گئی تھیں۔ ایک دوسرے کے اوپر لگائے گئے سبز پتھروں کے اردگرد کی جگہ کو انہوں نے کھلا کر لیا۔

کہا جاتا ہے کہ قریش کا آدمی جو بیت اللہ کو منہدم کرنے میں شریک تھا، اس نے اپنی کدال دو پتھروں کے درمیان میں داخل کی تاکہ وہ انہیں اوپر اٹھا سکے۔ جونہی اس نے زور لگایا اور پتھر ہلا پورے مکہ کی چولیں ہل گئیں (جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔) تو ان لوگوں نے بنیادیں اکھیڑنا بند کر دیں۔

پھر انہوں نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو اسے کئی حصوں میں تقسیم کر کے قریش کے ہر قبیلے کو تعمیر کے لیے ایک ایک حصہ دے دیا۔ چنانچہ ہر قبیلے نے اس کی تعمیر کے لیے پتھر جمع کیے اور انہیں علیحدہ علیحدہ رکھا۔ (یعنی ہر قبیلے کی پتھروں والی ڈھیری الگ تھی۔) پھر انہوں نے اس کی تعمیر کا آغاز کیا۔ حتی کہ دیواریں حجر اسود کے لگانے والی جگہ کے برابر آ گئیں اور وہ اس میں جھگڑا کرنے لگے۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ صرف اسی کے لوگ حجر اسود کی تنصیب والی سعادت حاصل کریں۔ جھگڑے نے طول کھینچا اور وہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ بنو عبدالدار ایک بڑا پیالہ خون کا بھرا ہوا لے آئے۔ پھر انہوں نے اور بنو عدی (بن کعب بن لؤی) نے موت پر عہد باندھا۔ (اس عہد پر قسم کھانے کے لیے) اپنے ہاتھ خون سے بھرے اس پیالے میں ڈبوتے رہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں قبیلوں کا نام ''خون چٹ'' پڑ گیا۔ بنو قریش نے اسی جھگڑے والی حالت میں چار یا پانچ راتیں گزار دیں۔ پھر وہ مسجد حرام میں جمع ہوئے۔ باہم مشورہ کے لیے اور انصاف کے لیے باہم گفت وشنید کی۔ ان میں سے بعض لوگ کہنے لگے: ارے قریش کے لوگو! (آپس میں باہم مت جھگڑو اور ہماری یہ بات قبول کر لو کہ) آپس میں بالاتفاق طے کر لو کہ آنے والی صبح جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ چنانچہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا۔ اور پھر اگلی صبح سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہونے والا شخص جناب محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھے (علیہ التحیۃ والسلام) جب قریش نے آپ ﷺ کو سب سے پہلے مسجد میں پایا، تو خوش ہو کر کہنے لگے: محمد امین وصادق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم ان پر راضی ہو گئے۔ اور پھر جب انہوں نے ساری بات آپ (ﷺ) کے سامنے رکھی اور عدل کے لیے گزارش کی تو آپ نے فرمایا: ''ایک چادر لاؤ۔'' چادر لائی گئی۔ آپؐ نے حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے چادر پر رکھا اور پھر فرمایا: ہر قبیلہ کے سرکردہ لوگ اس کپڑے کو چہار جانب سے تھام لیں۔ پھر سب نے مل کر اس چادر کو اوپر اٹھایا حتی کہ جب کپڑا حجر اسود کی تنصیب والے مقام کے برابر آیا تو آپؐ نے اسے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اور ارد گرد کچھ چنائی کر دی۔ (اس عدل وانصاف سے تمام قبیلے خوش ہو گئے اور جھگڑا ختم ہو گیا۔)

شمالی جانب والی دیوار کہ جو گولائی میں تھی، جب وہ سات ہاتھ تک بن گئی تو بنو قریش کا حلال اور پاکیزہ مال ختم ہو گیا۔ یہی وہ دیوار ہے جسے حطیم کہا جاتا ہے۔ انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر تقریباً مربع شکل میں کی تھی کہ حطیم کے باہر نکلنے سے جو بیضاوی ہو گئی۔ اس کی بلندی 15 میٹر (تقریباً 49 فٹ) تک پہنچ گئی تھی۔ حجر اسود والی (مشرقی) دیوار کہ جس میں دروازہ بھی ہے اور اس کے بالکل پیچھے والی (مغربی) دیوار دونوں کی لمبائی بارہ، بارہ میٹر ہے۔ جبکہ میزاب والی دیوار (کہ جدھر حطیم ہے) اور اس سے پیچھے والی (جنوبی) دیوار، دونوں کی لمبائی دس، دس میٹر ہے۔ انہوں نے کعبۃ اللہ کا ایک ہی دروازہ رکھا اور اسے زمین سے تقریباً دو میٹر اونچا لگایا۔ تاکہ جسے وہ چاہیں اندر داخل ہونے دیں اور جسے وہ چاہیں اس سے روک دیں۔ حجر اسود مطاف کی زمین سے ڈیڑھ (1½) میٹر کی اونچائی پر نصب ہے۔ جہاں تک مسجد حرام کی کل مساحت کا تعلق ہے تو وہ چھ سو چار میٹر مربع تک پہنچ گئی تھی۔ ❶

اہل ایمان اور کعبۃ اللہ:

اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ ﴾ ❷

''(اے ہمارے نبی!) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔ سو ہم تمہیں اسی قبلے کی طرف جسے تم پسند کرتے ہو، منہ کرنے کا حکم دیں گے، تو اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ، مکہ مکرمہ) کی طرف پھیر لو۔ اور (اے مسلمانو!) تم لوگ جہاں بھی ہوا کرو (نماز پڑھتے وقت) اسی (خانہ کعبہ، مسجد حرام) کی طرف منہ کر لیا کرو۔''

❶ یہ تو بہت پرانی بات ہے اب بحمد اللہ العزیز مسجد حرام اور مطاف کی مساحت کئی ہزار میٹر مربع سے بھی تجاوز ہے۔ اللہ کریم آل سعود کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے مسلمانوں کے لیے مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں ایسی سہولتیں اور آسانیاں بہم پہنچا رکھی ہیں کہ جن کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ (مترجم)

❷ سورۃ البقرۃ: ۱۴۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ نبی کریم ﷺ جب بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے، (نماز کے بعد) اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے اور دیکھتے کہ اس بارے میں (آپ ﷺ کی دلی آرزو کے مطابق) کیا حکم ہوتا ہے؟ آپ ﷺ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آپ بہت زیادہ دعا اور گڑگڑا کر اللہ سے فریاد کرتے کہ وہ آپ ﷺ کا رخ اس کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دے جو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم اپنے حبیب و مصطفیٰ (جنابِ محمد بن عبداللہ ﷺ) کی طرف بھیج دیا کہ آپ اس قبلہ اور جہۃ ومکان کی طرف اپنا چہرہ مبارک نماز میں پھیر لیں جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ نے تمام مسلمانوں کو بھی اس بات کا حکم دیا کہ نماز میں وہ اپنے چہروں کو بیت اللہ الحرام، کعبۃ اللہ کی طرف رکھا کریں۔

اللہ کے اس حکم کے تحت مسلمان، زمین کے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں جہاں کہیں بھی ہوں، نمازوں میں اپنا رخ کعبۃ اللہ (مکہ مکرمہ) کی طرف رکھتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنے محبوب بندے اور عظیم المرتبت رسول حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت پر یہ عظیم عنایت ہے کہ اس نے انہیں اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ اس نے نمازوں میں ان کے رخ اور چہروں کو اس کعبہ کی طرف کر دیا ہے کہ جس کی بنیاد ہی اس کے عظیم نام پر رکھی گئی تھی۔ وہ بالکل یکتا وتنہا معبودِ برحق ہے۔ اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں۔ (جو اس کی صفات وذات میں، اس کی ملکیت وبادشاہی میں اور اس کی عبادات میں کسی ذرہ برابر چیز کا حصے دار ہو۔) اس کا یہ گھر زمین پر عبادت کے لیے پائے جانے والے تمام گھروں (سب مساجد ومعابد) سے زیادہ معزز ومکرم ہے۔ اسی لیے اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿ سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ط قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (البقرۃ:١٤٢)

''اور لوگوں میں سے احمقوں نے جو کہ یہودی تھے...... نے یہ کہنا شروع کر دیا؛ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے۔ اب اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے ہیں۔ (اے میرے نبی!) آپ کہہ دیجئے، مشرق ومغرب سب اللہ کا ہی ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے۔''

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ط ﴾

(البقرۃ: ١٢٥)

''اور (اے ہمارے نبی! وہ وقت بھی قابل ذکر ہے۔) جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے اجر وثواب اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امن کی جگہ مقرر کر دیا اور (لوگوں کو حکم دیا کہ) مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔''

اللہ تعالیٰ نے امت محمد (علی صاحبها التحية والسلام) کی خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ الحرام کی طرف راہنمائی فرمائی اور اسے لوگوں کے لیے (عام نمازوں، نمازِ جمعہ، عیدین، دیگر نمازوں، حج اور عمرہ کے لیے) جمع ہونے کی جگہ اور ایسا امن کا مقام بنا دیا ہے کہ مومن روحیں اس کی طرف کھنچتی چلی آتی ہیں۔ دل اس کے مشتاق ہوتے ہیں اور اس (کعبۃ اللہ) سے کسی حاجت اور ضرورت کا مطالبہ نہیں کرتے، اگرچہ انہیں ہر سال (اور ہر سال کے ہر مہینے) اس کی طرف بار بار سفر کر کے کیوں نہ آنا پڑے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ سے اس کے خلیل (ابراہیم علیہ السلام) کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے استدعاء کی تھی:

﴿ رَبَّنَآ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجۡعَلۡ أَفۡـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهۡوِيٓ إِلَيۡهِمۡ وَٱرۡزُقۡهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُونَ ○ رَبَّنَآ إِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِي وَمَا نُعۡلِنُۗ وَمَا يَخۡفَىٰ عَلَى ٱللَّهِ مِن شَيۡءٍ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ ○ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى ٱلۡكِبَرِ إِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ ○ رَبِّ ٱجۡعَلۡنِي مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِيۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لِي وَلِوَٰلِدَيَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ يَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡحِسَابُ ○ ﴾ (ابراهيم: ٣٧ تا ٤١)

''اے مالک ہمارے! میں نے اپنی کچھ اولاد (یعنی اسماعیل) کو ایک ایسی وادی میں لا کر بسایا ہے (مکہ معظّمہ میں) کہ جہاں کھیتی نہیں ہوتی، تیرے ادب والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے مالک! یہاں میں نے ان کو اس لیے بسایا ہے تاکہ وہ (تیرے گھر کے پاس) نماز کو درستگی سے ادا کریں۔ تو اے اللہ! تو (ان کی گزر اوقات کے لیے) ایسا کر دے کہ بعض لوگوں (اہل ایمان) کے دل ان کی طرف جھک جائیں اور انہیں طرح طرح کے پھلوں، میووں سے رزق دیتے رہنا تاکہ وہ تیرا شکر کر سکیں۔ اے ہمارے پروردگار! تو جانتا ہے جو ہم اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔ ہر طرح کی سب تعریفیں اس اللہ کی ذات اقدس کے لیے ہیں کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (دو بیٹے) عطا فرمائے۔ بے شک میرا مالک (اپنے بندوں کی) دعا سنتا (اور قبول کرتا) ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے نماز کا پابند کر دے اور میری اولاد میں سے بھی کچھ لوگوں کو۔ اور اے مالک ہمارے! میری دعا کو قبول فرما۔ اے پروردگار ہمارے! مجھے، میرے ماں باپ اور تمام اہل ایمان کو جس دن عملوں کا حساب ہونے لگے بخش دینا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا۔ (فتح مکمل ہوگئی تو) آپ ﷺ اپنی سواری پر بیت اللہ الحرام کے پاس آئے اور اس کے سات طواف کیے۔ پھر آپ ﷺ کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوئے اور وہاں نماز پڑھی۔ اندر جو تصویریں تھیں انہیں آپؐ نے مٹا دینے کا اور بیت اللہ کے اردگرد جو بت رکھے تھے انہیں آپ ﷺ نے توڑ دینے کا حکم فرمایا۔ (بروایت ثقہ) کہا جاتا ہے کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک (کھجور کی) چھڑی تھی ،جس کے ساتھ آپؐ بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت فرماتے جاتے تھے:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ ﴾ (الاسراء:۸۱)

''حق آ گیا اور باطل نابود ہوگیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔''

ہر بت کہ جس کی طرف آپ ﷺ نے اس کے چہرے کی جانب اشارہ فرمایا وہ گدی کے بل زمین پر آ رہا۔ (صحابہ کرام ساتھ ساتھ انہیں گراتے اور توڑتے چلے جارہے تھے۔) اور ہر وہ بت کہ جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے گدی والی جانب اشارہ کیا وہ چہرے کے بل زمین پر آ گرا۔ کوئی بت باقی نہ بچا کہ جو گرا نہ ہو۔

اگر بنو قریش نئے نئے اسلام میں داخل نہ ہوئے ہوتے اور انہوں نے شرک و جہالت کو نیا نیا چھوڑا نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی یہ دلی آرزو تھی کہ بیت اللہ الحرام کو نئے سرے سے انہی بنیادوں پر تعمیر فرمادیں جن بنیادوں پر ابراہیم علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا تھا۔ (آپؐ اپنی یہ خواہش قریش کے آڑے آجانے والے ڈر کی وجہ سے پوری نہ کرسکے۔) اسی بات کو آپ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا تھا:

((إِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوْا مِنْ بُنْيَانِ الْبَيْتِ ، وَلَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِهِمْ بِالشِّرْكِ أَعَدْتُ مَا تَرَكُوا مِنْهُ ، فَإِنْ بَدَا لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِيْ أَنْ يَبْنُوْهُ فَهَلُمِّي لِأُرِيَكِ مَا تَرَكُوْا مِنْهُ))، فَأَرَاهَا قَرِيْبًا مِنْ سَبْعَةِ أَذْرُعٍ . وَقَالَ ﷺ: ((وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ فِي الْأَرْضِ شَرْقِيًّا وَغَرْبِيًّا ، وَهَلْ تَدْرِيْنَ لِمَ كَانَ قَوْمُكِ رَفَعُوْا بَابَهَا؟)) قَالَتْ : قُلْتُ : لَا ، قَالَ : ((تَعَزُّزًا أَنْ لَّا يَدْخُلَهَا إِلَّا مَنْ أَرَادُوْا ، فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَهَا يَدَعُوْنَهُ يَرْتَقِي حَتّٰى إِذَا كَادَ يَدْخُلُ دَفَعُوْهُ فَسَقَطَ)) [1]

''عائشہ! تمہاری قوم (بنو قریش) نے کعبہ کی بنا کو چھوٹا کردیا تھا۔ اور اگر تمہاری قوم نے نیا نیا شرک نہ چھوڑا ہوتا تو جتنا انہوں نے چھوڑ دیا تھا (حطیم والا حصہ) اتنا میں بنا دیتا۔ (ڈر ہے کہ اس پروہ کہیں ہنگامہ

[1] أخرجه مسلم في كتاب الحج، باب نقض الكعبة وبناء ها، ح : ٣٢٤٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑا نہ کر دیں۔) سو اگر تمہاری قوم کا ارادہ ہو کہ میرے بعد اسے ویسا بنا دیں گے (جیسا میں چاہتا ہوں) تو آؤ میں تمہیں دکھلا دوں جو انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔'' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ام المؤمنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو وہ جگہ دکھلا دی۔ جو تقریباً سات ہاتھ تھی۔ (یعنی حطیم کی طرف سے) اور پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں اس میں دو دروازے زمین سے ملے ہوئے رکھتا۔ ایک مشرقی جانب اور ایک مغرب کی طرف۔ کیا تم جانتی ہو کہ تمہاری قوم نے اس کا دروازہ بلند کیوں رکھا تھا؟'' بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: نہیں، اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر اور فخر کی بنا پر۔ کہ جسے وہ چاہیں اندر داخل ہونے دیں۔ اور حال ان کا یہ تھا کہ جب کوئی آدمی اندر جانے کا ارادہ کرتا تو اسے (قریب) جانے دیتے اور جب وہ داخل ہونے کے قریب ہوتا تو اسے دھکیل کر دور ہٹا دیتے اور وہ گر پڑتا۔''

جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت اللہ الحرام:

نبی کریم ﷺ کے زمانہ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں کعبۃ اللہ قریب میں واقع گھروں سے گھرا ہوا تھا جس سے مسجد حرام لوگوں پر تنگ ہوگئی۔ چنانچہ امیر المؤمنین جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان گھروں کو خرید کر گرا دیا اور مسجد حرام وسیع کر دی۔ اور جس نے اپنے گھر کو بیچنے سے انکار کر دیا اسے اس کے گھر کی پوری پوری قیمت دے کر اس کے گرد چھوٹی سی دیوار کر دی اور دیوار پر شمع دان نصب کر دیے۔ یہ ۱۷ھ کی بات ہے۔ یہ اضافی توسیع 945 مربع میٹر سے زیادہ تھی۔ تا کہ نمازیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو یہ کفایت کر سکے۔ اور یہ مسجد حرام کی پہلی توسیع تھی۔ پھر ۱۸ھ کے ذوالحج میں جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے مقامِ ابراہیم کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر پیچھے اس جگہ پر رکھوا دیا جہاں اس وقت وہ موجود ہے۔ (مقامِ ابراہیم پہلے بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔) تا کہ اس کے قریب نماز پڑھنے والوں کو طواف کرنے والوں پر تشویش، تنگی نہ ہو اور وہ با آسانی طواف کرتے رہیں۔

خلیفۂ ثالث جناب عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کا دور اور مسجدِ حرام:

۲۶ھ میں کہ جب حجاج کی تعداد ہر سال بڑھتی چلی گئی اور یہ فتوحات کے نتیجے میں نئے ملکوں میں اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ تو امیر المؤمنین جنابِ عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے دوسری بار مسجد حرام کی توسیع کر دی۔ اور اس کی وسعت ایک ہزار سات سو پانچ (1705) مربع میٹر تک پہنچ گئی۔

یزیدی لشکر اور کعبۃ اللہ:

خانہ کعبہ بنو قریش کی تعمیر کردہ حالت پر ہی قائم رہا حتی کہ ۶۴ھ میں وہ جل گیا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یزید بن معاویہؒ کے لشکر نے جنابِ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما (اور ان کے ساتھیوں کا مکہ میں) گھیرا کیا تھا۔ ان ظالموں نے منجنیقیں نصب کر کے بیت اللہ پر سنگ باری کی اور آگ کے گولے برسائے کہ جس سے خانہ کعبہ جل گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بیت اللہ الحرام اس لیے جلا تھا کہ اس کے ارد گرد والے اہل مسجد (جو کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے شاید ساتھی ہوں گے) نے آگ جلا رکھی تھی اور وہ کعبہ کے چاروں اطراف میں تھے۔ یہ آگ کسی طرح کعبۃ اللہ کے پردوں کو لگ گئی جس سے وہ اس کی لکڑیوں اور چھت تک پہنچی اور یوں پورا بیت اللہ جل گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ میں کعبۃ اللہ کے جلنے کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اندھیری رات میں مکہ کے بعض پہاڑوں پر تکبیر کی آواز سنی تھی جس سے انہیں گمان ہوا کہ وہ شام والے ہوں گے۔ چنانچہ نیزوں پر آگ کی پٹیاں باندھ کر انہیں بلند کیا گیا تا کہ وہ دیکھ سکیں کہ پہاڑوں پر یہ کون لوگ ہیں؟ اسی دوران کسی نیزے کے سرے سے ہوا کے ذریعے آگ کا شرارہ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین غلاف پر جا گرا۔ جس سے پہلے پردے اور پھر بیت اللہ میں لگی تمام لکڑی کو آگ لگ گئی یوں کعبۃ اللہ سارے کا سارا جل گیا۔

جنابِ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور بیت اللہ الحرام:

یزید بن معاویہؒ کی موت کے بعد اس کا لشکر جہاں سے آیا تھا، واپس پلٹ گیا۔ اور پھر جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبۃ اللہ کو (83 سال بعد) نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لیے منہدم کروا دیا۔ (اس وقت مکہ پر ان کی حکومت تھی) اس لیے کہ وہ اوپر سے لے کر نیچے تک نہایت خستہ حالت میں ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اگر اس پر کوئی چھوٹا سا پرندہ بھی بیٹھتا تو اس کے پتھر گرنے لگتے۔ منجنیق کی سنگ باری سے اس کی دیواروں میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ رکنِ یمانی سیاہ ہو گیا تھا اور کعبہ کے ارد گرد جلائی گئی آگ سے حجر اسود پھٹ گیا تھا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ کی دیواریں جناب ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک منہدم کروا دیں۔ کہا جاتا ہے جب وہ اصل بنیادوں تک پہنچے تو انہوں نے نیو میں لگائے گئے پتھروں کو یوں آپس میں مشبک پایا جیسے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو کر مضبوط مل جاتی ہیں۔ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پچاس آدمی بلوائے اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان بنیادوں کو کھود ڈالیں۔ ان لوگوں نے جونہی اپنی کدالیں ان پتھروں پر کہ جو ایک دوسرے میں داخل تھے...... ماریں، پورا مکہ کانپ اٹھا۔ (جیسے زلزلہ آنے لگا ہو۔) پس ابن زبیرؓ نے بنیادوں کو ان کی حالت پر ہی چھوڑ دیا اور پھر انہی کے اوپر دیواریں چنیں۔ اور لوگ اس کے بعد طواف کرنے لگے اور نماز پڑھنے لگے۔ آپؓ نے حجر اسود کو ریشمی خرقہ میں لپیٹ کر ایک صندوقچی میں رکھا۔ (اور اس صندوقچی کو حجر اسود کی جگہ پر، رکن میں نصب کر دیا۔) کعبۃ اللہ میں جتنے زیورات، خوشبوئیں اور کپڑے تھے انہیں خزانے میں (جو کہ مسجد حرام کے اندر ہی ہے) جمع کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ...... جیسا کہ اپنی خالہ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سن رکھا تھا اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی تھیں ...... بیت اللہ الحرام کی تعمیر انہی بنیادوں پر کی جن پر رسول اللہ ﷺ اسے بنانا چاہتے تھے اور وہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں تھیں۔ آپؓ نے حطیم والی چھوڑی ہوئی جگہ اس میں شامل کردی اور زمین کے ساتھ ملے ہوئے دو دروازے رکھے۔ ایک مشرقی جانب اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ایک دروازہ داخل ہونے کے لیے اور دوسرا باہر نکلنے کو۔ حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے نصب کیا اور اسے چاندی کے ساتھ کس دیا کیونکہ اس میں دراڑ پڑ چکی تھی۔ بیت اللہ الحرام کی دیواروں کو کستوری کے ساتھ لیپا اور اسے موٹے ریشمی کپڑے والے غلاف سے ڈھانپ دیا۔ پھر (حرم کی حد سے باہر جا کر) مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا، (جس میں طواف کیا، دو رکعات نماز پڑھی اور صفا و مروہ کی سعی کی۔) کعبۃ اللہ کے اردگرد جتنا کچرا، کوڑا کرکٹ اور قربانی والے جانوروں کا خون وغیرہ تھا اسے اٹھوا کر صفائی کروادی۔

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر حجر اسود کی تنصیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹے جنابِ حمزہ رحمہ اللہ نے کی تھی۔ اور یہ اس لیے کہ حضرتِ حمزہ نے لوگوں میں حجر اسود کی تنصیب والی سعادت پر باہم مقابلے کی تیاری اور اختلاف کے ڈر کو محسوس کرلیا تھا۔ (حمزہ بن عبداللہ نہایت صالح شہزادہ تھا۔) سیّدنا حمزہ نے (کہ جو صالح ہونے کے ساتھ ساتھ فہم و فراست کے بھی مالک تھے) لوگوں کی نماز میں مشغولیت کو غنیمت جانا اور حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ (اس وقت ان کے ابو جان لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔) حجر اسود اب تلک اسی جگہ نصب ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے (بیٹے حمزہ کے فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے) اسے اس کی جگہ پر قائم رکھا۔ آپؓ نے مسجد حرام اور اس کے صحن کی توسیع بھی کی۔ یہ تیسری توسیع تھی اور یہ توسیع پانچ ہزار آٹھ سو تیس مربع میٹر تک ہوئی۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر کعبہ کو حضرتِ عطاء رحمہ اللہ کی سند کے ساتھ مفصل بیان کیا ہے۔ چنانچہ عطاء بتلاتے ہیں: ''جب یزید بن معاویہؓ کے دور میں شامی لشکر نے مکہ پر حملہ کیا تھا اور بیت اللہ جل گیا تھا، اور اس کا حال جو ہوا، سو ہوا تھا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے اس کی حالت پر ہی رہنے دیا تھا حتی کہ لوگ حج کے موقع پر جمع ہوئے۔ آپؓ چاہتے تھے کہ لوگوں کو بیت اللہ الحرام کی حالت دکھلا کر ان کی دینی حمیت کو جگائیں اور پھر ان کو یزید کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کریں۔ تو لوگ جب (حج کے لیے) آگئے، آپ رضی اللہ عنہ نے (انہیں خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: ''لوگو! مجھے بیت اللہ الحرام کے بارے میں مشورہ دو۔ آیا اسے توڑ کر نئے سرے سے تعمیر کروں یا جو حصہ اس میں سے بودا ہو گیا ہے اسے درست کروں؟'' تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: ''مجھے اس بارے میں ایک رائے سوجھی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم صرف اس حصے کی جو بودا ہو گیا ہے، مرمت کر دو۔ اور باقی کعبۃ اللہ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویسا ہی رہنے دو، جیسا کہ لوگوں کے وقت تھا۔ اور ان پتھروں کو رہنے دو، جن پر لوگ مسلمان ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس کی جس حالت پر مبعوث ہوئے تھے۔'' (یعنی دورِ جاہلیت کا جو بنا ہوا ہے۔) تو جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: ''اگر تم میں سے کسی کا گھر جل جائے (اور وہ اسے نئے سرے سے بنانے کی استطاعت بھی رکھتا ہو) تو وہ اس کی اسی حالت پر رکھنے کے لیے کبھی راضی نہ ہوگا حتی کہ اسے نیا بنا ڈالے۔ تمہارے رب کا گھر تو اس سے کہیں افضل ہے۔ (تم لوگوں سے مشورہ ہو چکا اور اب) میں اپنے رب سے تین بار استخارہ کرتا ہوں، پھر کسی ایک کام کا مصمم ارادہ کرنے والا ہوں۔

چنانچہ جب تین بار استخارہ ہو چکا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ارادہ مصمم ہو گیا کہ اسے توڑ کر نیا بنائیں۔ مگر لوگوں نے آپ کو خوف دلایا کہ ممکن ہے جو پہلا شخص اسے توڑنے کے لیے اس کے اوپر چڑھے گا اس کے اوپر اللہ کی جانب سے کوئی بلائے آسمانی نازل نہ ہو جائے۔ ❶ (مگر جناب ابن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے مصمم ارادے پر ڈٹ گئے اور کعبۃ اللہ کے انہدام و تعمیر جدید کا حکم دیا۔) حتی کہ ایک آدمی بیت اللہ پر چڑھا اور اس میں سے ایک پتھر اس نے اکھیڑ کر نیچے گرایا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی بلا نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی اسے کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ آگے بڑھ کر اس کے انہدام میں شریک ہونے کے لیے ایک دوسرے پر گر پڑے اور پھر کعبۃ اللہ کو ڈھا کر زمین تک پہنچا دیا۔ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چند ستون کھڑے کر کے ان پر پردہ ڈال دیا۔ (تا کہ لوگ اس پردہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں اور مقامِ کعبہ ان کو معلوم رہے۔ چنانچہ یہ پردہ اتنی دیر تک پڑا رہا) یہاں تک کہ کعبۃ اللہ کی دیواریں اونچی ہو گئیں۔ ❷

وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: إِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَوْلَا أَنَّ النَّاسَ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ وَلَيْسَ عِنْدِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّيْنِي عَلَى بِنَائِهِ لَكُنْتُ أَدْخَلْتُ فِيْهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ ، وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ وَبَابًا

❶ اس سے معلوم ہوا کہ اس گھر (بیت اللہ الحرام) کا مالک اوپر آسمانوں پر ہے، زمینی وجود و اجسام اور اماکن اس کے ساتھ وحدت نہیں رکھتے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی عقیدہ تھا۔ (مترجم)

❷ یہ ستون کھڑے کر کے ان پر پردہ ڈالنے کا مشورہ عبداللہ بن زبیر کو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے دیا تھا۔ اور ان سے کہا تھا کہ اگر تم اس کو گراتے ہو تو لوگوں کو بغیر قبلہ کے مت چھوڑو، بلکہ پردہ ڈال دو۔ اس سے امام مالک رحمہ اللہ نے یہ مسلک اختیار کیا کہ نماز میں آدمی کا رخ بنائے قبلہ کی طرف ہو نہ کہ اس کی زمین کی طرف۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی اسی موقف پر تمسک اختیار کیا ہے۔ جبکہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی رائے تھی کہ پردوں کی ضرورت نہیں، زمینِ کعبہ ہی قبلہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی مسلک کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ بلا خلاف نماز، زمینِ کعبہ کی طرف جائز ہے خواہ دیواریں اس کی اونچی ہوں یا نہ ہوں۔ (دیکھئے: شرح نووی علی صحیح مسلم، کتاب الحج، باب نقض الکعبة و بناء ها)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَخْرُجُونَ مِنْهُ)) قَالَ : فَأَنَا الْيَوْمَ أَجِدُ مَا أُنْفِقُ لَسْتُ أَخَافُ النَّاسَ ، قَالَ : فَزَادَ فِيهِ خَمْسَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ حَتَّى أَبْدَى أُسًّا نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَبَنَى عَلَيْهِ الْبِنَاءَ ، وَكَانَ طُولُ الْكَعْبَةِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ ذِرَاعًا فَلَمَّا زَادَ فِيهِ اسْتَقْصَرَهُ فَزَادَ فِي طُولِهِ عَشْرَةَ أَذْرُعٍ وَجَعَلَ لَهُ بَابَيْنِ أَحَدُهُمَا يُدْخَلُ مِنْهُ وَالْآخَرُ يُخْرَجُ مِنْهُ۔ ❶

''اور پھر جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے (لوگوں نے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں نے نیا نیا زمانۂ کفر کو چھوڑا نہ ہوتا۔ (تو میں بیت اللہ کو نئے سرے سے بنائے خلیل اللہ پر تعمیر کر دیتا۔) اور میرے پاس اتنا خرچ بھی نہیں ہے کہ اس کو بنا سکوں۔ (اگر ایسا بھی ممکن ہوتا تو) میں ضرور پانچ گز حطیم سے لے کر جگہ کو کعبۃ اللہ میں داخل کر دیتا۔ اور میں ایک دروازہ اس کا ایسا نکالتا کہ جس سے لوگ اس کے اندر داخل ہو سکتے اور ایک دروازہ (دوسری جانب) ایسا نکالتا کہ جس سے لوگ باہر نکل سکتے ہوتے۔''

ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: ''آج میں اتنا خرچ بھی رکھتا ہوں کہ اس کی بناء پر صَرف کر سکوں اور مجھے لوگوں (کی مخالفت) کا ڈر بھی نہیں ہے۔'' حضرتِ عطاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ؛ پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حطیم والی جانب سے پانچ گز جگہ کعبۃ اللہ میں شامل کر دی۔ جب اس طرف سے بنیادیں ننگی کی گئیں تو ایک پرانی بنیاد یہاں پر ظاہر ہوئی جسے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (اور یہ گولائی میں جنابِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والی نیو تھی۔) ❷ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسی نیو پر دیواروں کو اوپر اُٹھوایا۔ کعبۃ اللہ کی لمبائی 18 ہاتھ تک تھی۔ جب اس کی چوڑائی میں اضافہ کیا گیا تو لمبائی کم نظر آنے لگی۔ چنانچہ اس کی لمبائی میں دس ہاتھ کا اضافہ کر دیا گیا۔ جنابِ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے دو دروازے رکھوائے۔ ایک اندر داخل ہونے کے لیے اور دوسرا باہر نکلنے کے لیے۔''

حجاج بن یوسف اور کعبۃ اللہ:

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی مدت امارت میں بیت اللہ الحرام اسی شکل وصورت پر قائم رہا۔ (اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھی جاتی رہیں اور اسی حالت میں اس کا طواف ہوتا رہا۔) حتی کہ ذوالحجہ ۷۲ھ میں حجاج بن یوسف ایک لشکرِ جرار لے کر آیا اور اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کا مکہ مکرمہ میں گھیراؤ کر لیا۔ یہ محاصرہ پانچ مہینے 17 دنوں تک رہا۔ حجاج بن یوسف (ظالم) نے مکہ معظّمہ پر منجنیقیں (آج کی ترقی یافتہ شکل میں اسے توپ کہا جاتا ہے۔) نصب کر دیں۔ اس کے ساتھ حبشیوں کا لشکر تھا۔ انہوں نے ان منجنیقوں سے مکہ مکرمہ اور کعبۃ اللہ الحرام

❶ أخرجه مسلم في كتاب الحج، باب نقض الكعبة وبنائها۔ ح : ٣٢٤٥

❷ ہماری تحقیق کے مطابق یہ بنیاد سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر کعبہ سے بھی پہلے کی تھی۔ اس کی وضاحت ہم نے پیچھے کر دی ہے۔ (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر شدید سنگ باری کی جس سے (اللہ کے حرم میں) بہت ساری (اہل ایمان کی) مخلوق مقتول ہوئی۔ اس کے ساتھ پانچ منجنیقیں (یعنی اس دور کی بڑی توپیں) تھیں، جن کے ساتھ اس نے ہر جہت سے اہل مکہ پر سنگ باری کی۔ ان منجنیقوں سے فائر کیے گئے بڑے بڑے (تباہ کار) بھاری پتھر بیت اللہ الحرام پر آ کر گرتے رہے۔ (اور یہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔)

چنانچہ بعد اس کے کہ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیے گئے، حجاج بن یوسف نے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان بن حکم کے حکم پر کعبۃ اللہ کو انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کر دیا جن پر وہ پہلے سے (یعنی بنو قریش والی تعمیر) تھا۔ اس نے شمالی جانب (حطیم) والی دیوار کو گرا دیا اور حطیم کو باہر نکال دیا، جیسے وہ پہلے سے تھا۔ جن پتھروں کو اس نے کعبۃ اللہ سے گرایا تھا انہیں اس کے اندر داخل کر کے ان سے فرش لگا دیا۔ مشرقی دروازے کو اس نے (پہلے کی طرح) اونچا کر کے مغربی دروازے کو بند کر دیا۔ اور بیت اللہ اس شکل و ہیئت میں ہو گیا جس پر اب ہے۔

قَالَ عَطَاءٌ: ((فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُخْبِرُهُ بِذٰلِكَ وَيُخْبِرُهُ أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ قَدْ وَضَعَ الْبِنَاءَ عَلَى أُسٍّ نَظَرَ إِلَيْهِ الْعُدُولُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ۔ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ: إِنَّا لَسْنَا مِنْ تَلْطِيخِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي شَيْءٍ ، أَمَّا مَازَادَ فِي طُوْلِهِ فَأَقِرَّهُ ، وَأَمَّا مَازَادَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَرُدَّهُ إِلَى بِنَائِهِ وَسُدَّ الْبَابَ الَّذِي فَتَحَهُ ، فَنَقَضَهُ وَأَعَادَهُ إِلَى بِنَائِهِ)) [1]

''جناب عطاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں؛ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا تو حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کو ساری کاروائی کی خبر دیتے ہوئے پوری تفصیل لکھی اور اسے بتلایا کہ عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) نے بیت اللہ کی جو تعمیر کی تھی وہ انہی بنیادوں پر تھی (کہ جن پر رسول اللہ ﷺ کعبۃ اللہ کو تعمیر فرمانا چاہتے تھے اور) جنہیں مکہ کے معتبر لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ عبدالملک نے واپسی جواب لکھا کہ ہمیں ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کی لت پت سے کچھ کام نہیں۔ اور تم ایسا کرو کہ انہوں نے لمبائی میں جو زیادہ کر دیا ہے اس کو رہنے دو۔ اور جو حطیم کی طرف سے زیادہ کیا ہے اسے نکال ڈالو اور پھر پہلی حالت پر تعمیر کر دو۔ وہ (مغربی) درواہ بند کر دو، جو انہوں نے زیادہ کھولا ہے۔ تو حجاج نے کعبۃ اللہ کو توڑ کر (ان ہدایات کے مطابق) اسے بنائے اول پر تعمیر کر دیا۔''

عبدالملک بن مروان بن حکم کو (پوری تصدیق کے ساتھ) نبی مکرم ﷺ کی یہ حدیث نہیں پہنچی تھی، جس میں آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کو قواعد ابراہیم (علیہ التحیۃ والسلام) پر تعمیر کرنے کا اظہار فرمایا تھا۔ اور اگر بنو قریش کے ''کفر کو

[1] أخرجه مسلم في كتاب الحج ، باب نقض الكعبة وبنائها۔ ح : ٣٢٤٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑنے والا زمانہ" نیا نہ ہوتا تو انہی بنیادوں پر آپ ﷺ اسے لوٹا دیتے اور جو حصہ قریش نے چھوڑ دیا تھا اسے آپؐ ساتھ ملا دیتے۔ چنانچہ اس نے جب یہ حدیث سنی تو وہ نادم ہوا۔ اس کی تفصیل بھی صحیح مسلم کی ایک روایت (اسی باب/ نقض الکعبۃ و بنائھا نمبر: ۳۲۴۸) میں موجود ہے۔ ابوقزعہ بیان کرتے ہیں کہ: عبدالملک بن مروان (حجاج بن یوسف کی تعمیر کعبہ کے بعد) بیت اللہ الحرام کے طواف کے دوران کہنے لگا؛ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کو ہلاک کرے۔ وہ یہ کہتے ہوئے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹ باندھتا تھا کہ میں نے ان سے سنا ہے وہ بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "عائشہ! اگر تیری قوم کا اسلام میں داخل ہونے (اور کفر سے نکل آنے کا) زمانہ نیا نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو گرا کر حطیم کو اس میں شامل کر دیتا۔ تیری قوم نے اس کی تعمیر میں کمی کر دی تھی۔" یہ سن کر حارث بن عبداللہ بن ربیعہ (جو عبدالملک کے اس وقت بالکل قریب تھے) کہنے لگا: "اُمیر المؤمنین ایسا نہ کہو۔ اُمّ المؤمنین (سیّدہ عائشہ) رضی اللہ عنہا کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے میں نے خود سنا ہے۔"

(حارث بن عبداللہ بن ربیعہ کی یہ گواہی سن کر) عبدالملک کہنے لگے: "اگر کعبۃ اللہ کو گرانے سے پہلے میں نے یہ حدیث سنی ہوتی تو میں اس کو اسی بناء پر قائم رکھتا جس پر عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) نے اسے تعمیر کیا تھا۔"

عبدالملک نے مسجد حرام کی دیواریں مزید بلند کروادی تھیں اور ساکھو کے درخت سے چھت کا اضافہ کر دیا تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ؛ نہیں بلکہ یہ کام اس کے بیٹے ولید نے کیا تھا۔

جب بیت اللہ الحرام کا معاملہ اس حالت میں پہنچ گیا تو بعض (اس دور کے) علماء نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اسے اس کی حالت سے بدل دیا جائے اور کہیں کعبۃ اللہ بادشاہوں کے ہاتھوں میں کھیل کی جگہ نہ بن جائے۔ کچھ تو اسے گرا کر قواعد ابراہیم پر تعمیر کر دیں، جیسا کہ نبی ﷺ نے خواہش ظاہر فرمائی تھی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی تکمیل کر دی تھی۔ اور بعض اسے پھر گرا کر بنائے قریش پر تعمیر کر ڈالیں کہ جس حالت پر اسے نبی مکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے اختتام پر دنیا میں چھوڑا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

اُمیر المؤمنین ہارون الرشید یا اس کے بیٹے مہدی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے امام مالک رحمہ اللہ سے کعبۃ اللہ کو منہدم کر کے اسے دوبارہ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما والی بنیادوں پر تعمیر کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا: "اُمیر المؤمنین! کعبۃ اللہ کو بادشاہوں کے ہاتھوں کھلونا نہ بنادو۔ ہر کوئی اسے ڈھا کر دوبارہ تعمیر کرنا چاہے گا۔" تو اس نے اس خیال کو ترک کر دیا۔

منصور کی توسیعِ حرم:

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے تقریباً پانچ ہزار چار سو پینتالیس (5445) مربع میٹر کے برابر مسجد حرام کی توسیع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی۔ اور یہ چوتھی توسیع تھی۔ یہ ۱۳۸ھ کی بات ہے۔

مہدی کی توسیع حرم:

عباسی خلیفہ محمد المہدی نے مسجد حرام کی پے در پے دو بار توسیع کی۔ پہلی دفعہ ۱۶۱ھ میں۔ اور یہ توسیع شمالی اور شرقی جوانب سے ہوئی۔ یہ حرم کی پانچویں توسیع تھی۔

معتضد اور مقتدر باللہ کی توسیع حرم:

۲۸۴ھ میں عباسی خلیفہ معتضد باللہ نے دار الندوہ کا ایک حصہ مسجد حرام میں داخل کر دیا۔ اس کے بعد باقی حصہ بھی اس میں ضم کر کے اس حصے کا نام ''باب الزیارہ'' رکھا۔ پھر اسی سال مقتدر باللہ نے باب ابراہیم کا ایک حصہ اس میں شامل کر دیا۔ اور ان دونوں توسیعوں کی کل مساحت دو ہزار تین سو مربع میٹر (2300m) تک پہنچ گئی۔ ایک ہزارویں سالِ ہجرت تک مسجد حرام کی مساحت اس آخری توسیع تک ہی رہی۔

قرامطہ اور کعبۃ اللہ:

۳۱۷ ہجری والے حج کے موقع پر قرامطہ نے بیت اللہ الحرام کے حجاج پر اسے گرا دیا، ان کے اموال چھین لیے اور ہر جگہ ان کی اکثریت کو قتل کر دیا حتی کہ کعبۃ اللہ کے اندر بھی۔ ان قرامطہ (رافضیوں) کا امیر ابوطاہر سلیمان بن ابوسعید الجنابی کعبۃ اللہ کے دروازے پر بیٹھ گیا اور اس کے سپاہیوں کی تلواریں یومِ ترویہ کو (جو بذاتِ خود حرمت والا مبارک دن ہے) حرمت والے مہینے (ذوالحجہ) میں مسجد حرام کے اندر اہل ایمان کے گلے کاٹ رہی تھیں۔ لوگ ان سے (جان بچانے کے لیے) بھاگتے پھرتے تھے۔ ان میں سے بعض بیت اللہ کے پردوں سے لٹک رہے تھے، مگر یہ فرار و تعلیق انہیں کچھ فائدہ نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ وہ اسی حالت میں قتل کیے جا رہے تھے۔ وہ دورانِ طواف بھی قتل کیے جا رہے تھے۔

پھر اسی قرامطی (ابوطاہر رافضی) نے کعبۃ اللہ کے دروازے کو اکھیڑ لینے اور اس کے غلاف کو اتار لینے کا حکم دیا۔ اسے اس نے اپنے آدمیوں کے درمیان ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ دیا۔ ایک آدمی کو اس نے حکم دیا کہ وہ اوپر چڑھ کر میزابِ کعبہ کو اتار لائے۔ وہ شخص جب اوپر چڑھا تو سر کے بل نیچے گر کر مر گیا۔ تب وہ (ابوطاہر) خبیث میزاب کے اتارنے سے باز آیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ حجر اسود کو اکھیڑ لیا جائے۔ ایک رافضی آیا اور اس نے اپنے ہاتھ میں تھامے ہتھوڑے کو حجر اسود پر مارتے ہوئے کہا: کہاں ہیں طیرانِ ابابیل؟ (قرآن کی سورۃ الفیل میں ذکر کردہ نشان لگے کنکر کدھر ہیں؟ (جو میرے سر پر آ گرگیں اور مجھے کھائے ہوئے بھُس کی طرح کر دیں؟) پھر اس خبیث نے حجر اسود کو اتار لیا اور قرامطی اسے اپنے ملک (شرق جزیرۃ العرب) کی طرف ساتھ لے گئے۔ یہ واقعہ مقتدر باللہ کے دور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پیش آیا تھا۔

ذوالقعدہ ۳۳۹ھ میں بائیس (22) سال بعد حجر اسود کو (ان رافضیوں سے چھین کر) واپس اس کی جگہ پر نصب کیا گیا۔ ترکی امیر بجکم نے ان رافضیوں کو پچاس ہزار دینار کی پیشکش کی تھی کہ وہ حجر اسود کو واپس کر دیں، مگر وہ نہ مانے اور انکار کر دیا۔ کہنے لگے: ہم نے ایک آرڈر کے تحت اس کو چھینا ہے اور اسے صرف اسی کے حکم سے ہی واپس کریں گے، جس نے ہمیں اکھیڑنے کا حکم دیا تھا۔

جب ۳۳۹ھ والا سال آیا تو وہ اسے کوفہ لے آئے اور اسے انہوں نے کوفہ کی جامع مسجد کے ساتویں مینار پر لٹکا دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں۔ (کہ یہ منافقین یوں خباثتیں کیا کرتے ہیں۔) ابو طاہر (رافضی) کے بھائی نے ایک خط لکھا، جس میں تحریر تھا کہ؛ ''ہم نے اس پتھر کو ایک حکم کے تحت حاصل کیا۔ اور ہم اسے اپنے امور میں سے ایک معاملے کے تحت واپس کر رہے ہیں، تاکہ حجاج کا حج اور اس کے مناسک پورے ہوسکیں۔'' پھر انہوں نے ننگی پشت والی سواری کے ایک اونٹ پر اسے مکہ بھیج دیا۔ چنانچہ یہ ذوالقعدہ ۳۳۹ھ میں مکہ پہنچ گیا کہ جس سے مسلمان بہت زیادہ خوش ہو گئے۔ بہت ساری روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ قرامطہ نے جب اسے بیت اللہ سے اکھیڑ کر ساتھ لے لیا تو وہ اس کو کئی اونٹوں پر بدل بدل کر لے کر گئے تھے۔ (کہ راستے میں کہیں چھین نہ لیا جائے اور یوں معاملہ خلط ملط رہے۔ اور اس لیے بھی کہ اللہ کی قدرت سے یہ پتھر اتنا بوجھل ہو گیا کہ) اس کے بوجھ سے کئی اونٹ تھک گئے اور ان کی کوہانیں زخمی ہو گئیں۔ مگر جب انہوں نے اسے واپس کیا تو صرف ایک ہی سواری والا اونٹ اسے لے کر مکہ پہنچ گیا اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ یہ عباسی خلیفہ المطیع للہ کے دور کی بات ہے۔

عثمانی خلیفہ سلطان سلیم کی توسیع حرم:

۹۷۹ ہجری میں عثمانی خلیفہ سلطان محمد سلیم نے مسجد حرام کی مکمل طور پر نئے سرے سے تعمیر جدید کی۔ پھر ۹۹۴ ہجری میں سلطان نے حرم کے سامنے والے میدان کو ستائیس ہزار پانچ صد باون (27552) مربع میٹر کی مساحت تک کھلا کر دیا۔ اور عثمانی عہد حکومت میں ہی ۱۰۳۹ ہجری کو بیت اللہ الحرام موجودہ شکل میں تعمیر کیا گیا۔

ملک عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کی توسیع:

مملکت عربیہ سعودیہ کے مؤسس و فرمانروائے اوّل جلالۃ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمہ اللہ مسجد حرام کی توسیع میں بہت رغبت رکھتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۶ء) میں مسجد حرام کی پہلی سعودی توسیع کا آغاز کیا جو کہ ترکی حصے کے اردگرد ہے اور اس نے مسجد حرام کے قدیم حصے کو محفوظ کر دیا ہے۔ یہ چھتا ہوا حصہ تہہ خانے، زمینی منزل اور پہلی منزل میں نماز کے لیے ایک لاکھ بیس ہزار پانچ صد پچاس (1,20,550) مربع میٹر کی مساحت پر مشتمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔علاوہ ازیں یہ توسیع مسجد کے اردگرد والی کھلی جگہوں پر بھی مشتمل ہے۔اسی طرح کعبۃ اللہ کے اردگرد مطاف کی تکمیلِ توسیع بھی اس میں شامل ہے۔پھر یہ کہ مطاف میں طواف کرنے والوں کے لیے رکاوٹوں کو اس کی سطح سے دور ہٹانا، اس عمارت کو صاف کرنا کہ جس نے بئر زم زم کو ڈھانپ رکھا تھا اور آبِ زمزم کے پینے والے مقام کو مطاف کے نیچے ایک چھوٹے سے تہہ خانے میں منتقل کرنا بھی اس توسیع کا حصہ تھے۔ [1] اور یوں مطاف کی توسیع کو بیت اللہ کے اردگرد تین ہزار آٹھ صد پچاس (۳۸۵۰) مربع میٹر تک ممکن بنایا جاسکا ہے۔عام دنوں میں بیک وقت طواف کرنے والوں کی اب آٹھ ہزار پانچ سو کی تعداد اس میں آجاتی ہے۔جبکہ حج (اور رمضان المبارک) کے موقع پر چھ ہزار افراد مزید شامل ہو کر طائفین کی تعداد چودہ ہزار سے متجاوز ہو جاتی ہے۔

خادم الحرمین ملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود کی توسیع:

مسجد حرام کی غربی جانب میں خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود کے دور میں نئی عمارت کا اضافہ مکمل ہو چکا ہے۔یہ اضافہ تین ادوار (اوپر نیچے بنائی گئی منازل) پر مشتمل ہے کہ جس کی مساحت چھت سمیت ایک لاکھ اٹھارہ ہزار (1,18000) مربع میٹر ہے۔اس اضافہ میں دو لاکھ نوے ہزار (2,90,000) نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔یہ توسیعی منصوبہ بیرونی صحنوں پر بھی مشتمل ہے۔اس میں غربی جانب والے (باب ملک فہد کی بائیں طرف سے لے کر باب ملک عبدالعزیز کی دائیں طرف تک) بہت ہی کھلے صحن اور اسی طرح صفا و مروہ سے مشرقی جانب مسجد حرام کے دروازوں سے باہر والی جانب کھلے اور بڑے صحن شامل ہیں۔سب کی کل مساحت اکاون ہزار (51000) مربع میٹر تک پہنچتی ہے۔جو کہ ایک لاکھ ستر ہزار نمازیوں کے کھڑا ہونے کی جگہ بنتی ہے۔یوں مسجد حرام، مطاف، مسجد کے تمام ادوار، چھتیں اور تمام صحن ملا کر کل مساحت آٹھ لاکھ بیس ہزار (8,20,000) مربع میٹر بنتی ہے، جس میں دس لاکھ آدمی بآسانی نماز ادا کر سکتے ہیں۔دیگر خدمات اس کے علاوہ ہیں۔جیسے کہ کھلے کھلے دروازے اذان دینے کے مقامات، بجلی کا ایک انتہائی وسیع نظام، لاؤڈ سپیکرز کا دنیا میں سب سے نظام اور دیگر ایسی خدمات کہ سب سے عظیم ترین سسٹم، روشنی کا اعلیٰ ترین نظام، فنی کاموں میں خرابیوں سے پاک نظام، پہلی منزل کی چھت اور آخری چھت پر جانے کے لیے خود کار سیڑھیاں، سب سے آخری نئی توسیع میں ایئر کنڈیشننگ کا مکمل جن کا سو سال پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔آل سعود کی حکومت نے حجاج و معتمرین کو بہم پہنچا کر پچھلے تمام بادشاہوں کی خدمات پر ایسی فوقیت

---

[1] ۱۴۲۳ ہجری، 2002 عیسوی میں آبِ زمزم کے مشرب کو تہہ خانے سے اوپر شرقی جانب مطاف کے آخری حصے میں ترکی توسیع حرام کے نیچے جدید سہولتوں کے ساتھ بہت کھلا کر کے بنا دیا گیا ہے۔اسی طرح انڈر گراؤنڈ پائپ وائرنگ کے ذریعے اس کے کئی مشرب مسجد حرام کے دروازوں سے بالکل متصل باہر والی جانب بنا دیے گئے ہیں۔معتمرین اور حجاج کی تعداد لاکھوں میں ہوتی ہے، مگر حرم کی حدود میں ہر جگہ آبِ زمزم وافر مقدار میں پینے کو ملتا ہے۔فجزاھم اللہ خیرًا والحمد للہ علی ذالک..... مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرلی ہے کہ جس کا اعتراف ہر عقلمند اور منصف آدمی کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (جزاهم الله خيرًا)

دو سوکھی پنڈلیوں والا اور کعبۃ اللہ:

قیامت کے قریب، آخر زمانے میں حبشہ سے ایک کالا سیاہ، سر کے اگلے آدھے سے گنجا، ٹیڑھے جوڑوں والا اور مابین کھلی ہوئی پتلی ٹانگوں والا آدمی آئے گا جو سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا مخالف ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام تو مکہ آئے تھے اور بیت اللہ الحرام کو تعمیر فرمایا تھا، جو کہ دنیا جہاں کے مسلمانوں کے لیے قبلہ قرار پایا۔ مگر یہ سوکھی ٹانگوں والا حبشی آئے گا اور بیت اللہ الحرام کو ڈھا دے گا۔ اس کے ایک ایک پتھر کو اپنے پھاوڑے اور کدال کے ساتھ اکھاڑ پھینکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)) وَقَالَ ﷺ: ((كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا)) ❶

''(آخر زمانے میں) کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ایک حقیر حبشی تباہ کردے گا۔'' آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ''گویا میری نظروں کے سامنے وہ پتلی ٹانگوں والا سیاہ آدمی ہے جو کعبۃ اللہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔''

یہ حبشی ظالم جب کعبۃ اللہ کو ڈھا دے گا تو اس کے بعد (قیامت تک) اس کی تعمیر کبھی نہ ہو سکے گی۔ یہی وہ شخص ہوگا جو اس کے خزانے بھی نکال کر لے جائے گا اور اس کے (خزانوں میں رکھے گئے نذروں کے) زیورات بھی سلب کرلے گا، بیت اللہ کے غلاف اتار لے گا، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے اس کے بارے میں پوری خبر دی ہے۔ فرمایا:

((ثُمَّ تَأْتِي الْحَبَشَةُ فَيُخَرِّبُونَهُ خَرَابًا لَا يُعْمَرُ بَعْدَهُ أَبَدًا ، وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ)) ❷

''پھر حبشی آئیں گے اور اس (بیت اللہ الحرام) کو ایسا خراب کریں (ڈھادیں) گے کہ اس کے بعد وہ کبھی تعمیر نہ کیا جا سکے گا۔ اور یہی لوگ اس کا خزانہ (سونا، زیورات اور اموال و دولت) نکال کر لے جائیں گے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ یہ حادثہ اور ظلم اس وقت ہوگا جب دنیا پر ایک بھی شخص ایسا نہ رہے گا جو (رب العالمین پر ایمان رکھتے ہوئے) اللہ، اللہ کا اقرار و اظہار کرتا ہو۔ جیسا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بالکل سچی خبر دیتے

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الحج، باب هدم الكعبة۔ ح : ١٥٩١، ١٥٩٥

❷ مسند أحمد، رقم: ٧٨٩٧، وقال أحمد محمد شاكر: إسناده صحيح (٢/٢٩١-٧٨٥٠ و ٢/٢٢٠-٧٠١٣)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فرمایا تھا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالُ فِي الْأَرْضِ : اَللّٰهُ اَللّٰهُ)) ❶

''قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ (اللہ کی) زمین پر اللہ، اللہ نہ کہا جانے لگے۔''

تو اس وقت نہ کوئی بیت اللہ کا طواف کرنے والا ہوگا اور نہ اس کی طرف منہ کرکے کوئی نماز پڑھنے والا اور دعا مانگنے والا۔ لوگوں کے دلوں میں اس وقت نہ ہی اس کی کوئی دینی قدر و قیمت ہوگی۔ تب اس حبشی آدمی کو بیت اللہ کے ڈھانے کی کھلی فرصت ملی ہوگی۔ (اسے دور دور تک روکنے والا جو کوئی نہ ہوگا۔) اور (اسی طرح) مکہ میں وہ ہرگز کسی کو روکنے والا نہ پائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ بِخَيْرٍ مَّا عَظَّمُوا هٰذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيْمِهَا فَإِذَا ضَيَّعُوْا ذٰلِكَ هَلَكُوْا)) ❷

''جب تک یہ امت اس (کعبۃ اللہ کی) حرمت کو اس کی تعظیم وتکریم کا حق دیتی رہے گی تب تک ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی۔ اور جب وہ اس تعظیم وتکریم کو ضائع کردیں گے وہ تباہ و برباد ہوجائیں گے۔''

(حرمت سے مراد کعبۃ اللہ ہے۔)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''جب وہ اس (کعبۃ اللہ الحرام) کو چھوڑ دیں گے اور اس کو ضائع کردیں گے تو تباہ و برباد ہوجائیں گے۔''

نبی کریم ﷺ پسند فرماتے کہ وہ (اللہ کے) شکر گزار بندہ ہوں

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ رات کا قیام (نماز تہجد کو) اتنا لمبا کرتے کہ آپؐ کے قدم مبارک سُوج کر پھٹ جاتے۔ تو اُمّ المؤمنین عرض کرتیں: اللہ کے رسول! (ﷺ) آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کی اگلی پچھلی تمام (چھوٹی چھوٹی) لغزشیں بھی معاف کررکھی ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''کیا میں اس بات کو محبوب نہ جانوں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ ہوجاؤں؟''

اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإيمان ، باب ذهاب الإيمان آخر الزمان۔ ح : ٣٧٥

❷ أخرجه ابن ماجه في كتاب المناسك ، باب فضل مكة۔ حسنه ابن حجر العسقلاني۔ ح : ٣١١٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ○ ﴾ (الفتح: ۱، ۲)

''(اے ہمارے پیارے نبی! یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہے؟) ہم نے تم کو فتح دی کھلم کھلی فتح۔ تا کہ (تم اللہ کا شکر کرو اور) اللہ تعالیٰ تمہاری اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دے اور تم پر اپنا احسان پورا کر دے اور آپ کو وہ صراطِ مستقیم پر جمائے رکھے۔''

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دنیا جہاں کے تمام لوگوں سے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا اور آپ کو تمام جہانوں (انسانوں، جنوں، حیوانوں اور جمادات و نباتات سمیت سب چیزوں) کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام اوّلین و آخرین کا سردار اور خاتم الانبیاء والمرسلین بنایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل نے (آپ ﷺ کے درجات و مراتب کو بلند کرنے کے لیے) آپ کی تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف اور محو کر دیں۔ ❶ مگر اس رفعت و علو مرتبہ کے باوجود...... فرض نمازوں کی ادائیگی مؤکدہ، اور غیر مؤکدہ سنتوں کی باقاعدہ ادائیگی اور چاشت کی نماز باقاعدہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ...... آپ ﷺ رات کو بہت لمبا قیام کرتے، حتی

---

❶ لغزشوں سے مراد بڑی بڑی غلطیاں اور گناہ کے کام نہیں ہیں۔ نبیوں کی ذوات اور ان کی شان اس سے بالکل بری اور بلند ہوا کرتی تھیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ کبھی شانِ رحمۃ للعالمینی کے تحت منافقین سے بھی شرعی اصولوں کے مطابق وہی سلوک فرما جاتے جو اہل ایمان کے ساتھ ہوتا، جیسا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقین کو سچا جان کر انہیں مدینہ میں پیچھے رہنے کی اجازت دینا تھا۔ حالانکہ وہ بلا عذر اجازتیں مانگ رہے تھے۔ تو اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 42 تا 46 میں بیان فرما کر: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ...... اللہ تمہیں معاف کرے (بموجب ترجمہ فتح محمد جالندھری و شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہما اللہ) والے کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن نہایت لطف و کرم کے انداز میں پہلے معافی کی اطلاع دی اور پھر قصور بیان فرمایا۔ (تفصیل کے لیے ان آیات پر تفسیر قرطبی کا مطالعہ کریں۔) اسی طرح سورۂ عبس کی ابتدائی آیات کے شانِ نزول میں تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قریش کے کچھ سردار بیٹھے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ مسلمان ہو جائیں اور اللہ کے دین کو قوت نصیب ہو۔ اس لیے آپ انہیں سمجھا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کہ جو نابینا تھے اور غریب بھی، آ پہنچے اور دین کو سمجھنے کے لیے کچھ سوالات کرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ پر ان کا قطع کلامی کرنا ناگوار گزرا۔ اس لیے آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ کہ جن میں نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ کے ساتھ تنبیہ فرمائی ہے۔ دیکھئے فتح القدير للشوكاني عند تفسير هذه الآيات) اس طرح کے کچھ اور واقعات بھی ہیں۔ جیسا کہ سورۃ التحریم کے آغاز میں آپ ﷺ کا اپنی بعض ازواج مطہرات کی باتوں میں آ کر شہد کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی قسم سے متعلق واقعہ کا ذکر ہوا ہے۔ اور اللہ نے اس سے منع فرما دیا کہ از خود کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام نہ کریں۔ اس لیے کہ نبی کی شان اس سے بلند ہوا کرتی ہے کہ ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے امت کو تکلیف میں مبتلا کرے۔ غرضیکہ اسی طرح کی باتوں کو بھی اللہ ذو الجلال نے اپنے نبی کی ذاتِ محمود و مکرم کے لیے پسند نہ فرما کر انہیں لغزشیں شمار کیا ہے کہ جنہیں اس ذات اقدس نے ...... کہ جو اپنے حبیب و خلیل نبی و رسولِ آخر الزمان محمد النبی الامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام کائنات کی سب مخلوقات سے زیادہ محبت کرتی ہے...... معاف کرنے کا یہاں ذکر فرمایا ہے۔ هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب. المترجم ابو یحییٰ۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نماز میں قیام کی وجہ سے آپؐ کے مبارک قدم ورم آ کر پھٹ جاتے۔ اور یہ اس لیے کہ آپؐ اللہ کے شکر گزار بندے شمار ہوں اور اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر سکیں۔

اس کے مقابلے میں ہم ایسے شخص کو دیکھتے ہیں کہ جسے قطعاً یہ بات (اللہ کی طرف سے سنداً) نہیں پہنچی کہ اس کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا گیا ہے، وہ فرض نمازیں تک چھوڑ دیتا ہے اور بسا اوقات اعلانیہ اور خفیہ بڑے بڑے جرم کر جاتا ہے مگر اس کی زبان پر یہ کلمہ ورد کی طرح ہمیشہ جاری رہتا ہے؛ اللہ بخشنے والا بڑا ہی رحیم و کریم ہے۔

ہاں البتہ! عقلمند آدمی وہ ہے جس نے اس سے قبل کہ اس کا موت کے بعد محاسبہ ہو، دنیا میں اپنا محاسبہ خود کر لیا اور اسے آخرت کی فکر لگ گئی۔ مگر جس نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور اپنے رب پر بے جا امید رکھی وہ کل اللہ کے ہاں عاجز ہوگا۔

شکر گزار بندہ:

رسول اللہ ﷺ نے عبادت کے ذریعے انسان کو اپنے نفس پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے ایک طریقہ اور راستہ متعین فرمایا ہے (اور یہ نہایت فائدہ مند ہے) اگرچہ یہ وجود کو تکلیف دینے والا کیوں نہ ہو۔ یاد رکھیے! ایک عبادت ایسی ہے کہ جس کی ادائیگی کے دوران موت سے بڑھ کر وجود کو کوئی چیز زیادہ تکلیف نہیں پہنچا سکتی اور وہ ''جہادِ فی سبیل اللہ'' ہے۔ یہ وہ عبادت ہے کہ نماز اور روزے والی عبادت بھی اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اہل ایمان کو بھرپور ترغیب دلائی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَـرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰـهِ فَاسْتَبْشِـرُوْا بِبَيْـعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ (التوبۃ:۱۱۱)

''بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان (مسلمانوں) سے ان کی جان و اموال کو خرید لیا ہے۔ اس بدلے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جان و اموال کی پرواہ نہ کر کے) لڑتے ہیں۔ پھر (کافروں کو) مارتے ہیں اور خود مارے جاتے (یعنی کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے) ہیں۔ (جنت دینے والا) اللہ کا یہ وعدہ پکا ہے۔ اس نے ذمہ لیا ہے تورات، انجیل اور قرآنِ مجید میں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنے قول کا پورا کرنے والا ہے۔ تو (اے مجاہدین اسلام، مسلمانو!) یہ سودا جو تم نے (اپنے رب سے، جانوں کے بدلے جنت والا) کیا ہے اس کی خوشی مناؤ۔ اور یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو جہادِ فی سبیل اللہ میں موت کے ذریعے کی جانے والی عبادت سے باقی عبادات تو نہایت آسان اور شدت میں بہت ہی کم ہیں۔ پھر یہ کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے عبادت میں جہدِ شدید کے ساتھ اپنے نفس پر مؤاخذہ فرمایا ہے اور قیام اللیل کے ساتھ بھی کہ جس میں آپ کے قدم مبارک پھٹ جایا کرتے تھے یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر رکھی تھیں تو بلاشبہ وہ شخص جو اس (ذریعہ عبادت) کے ساتھ فضیلت کو نہ جانے اس آدمی سے جو اس بات سے محفوظ نہ رہ سکتا ہو کہ وہ ضرور جہنم میں پھینکے جانے کا مستحق ہوگا تو اسے اپنے آپ پر اللہ رب العالمین کی بے بہا نعمتوں کے شکر میں بالا ولیٰ عبادت میں سب سے زیادہ منہمک ہونا چاہیے۔ اور نعمتیں بھی ایسی کہ نہ انہیں تعداد میں لایا جاسکتا ہو اور نہ ہی ان کو شمار کیا جاسکے۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ (ابراهيم:٣٤)

''اور (مسلمانو!) تم نے اللہ رب العالمین سے جو بھی مانگا (خیر والی چیزوں اور باتوں سے) وہ سب اس نے تمہیں دے دیا۔ ❶ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔ بلاشبہ انسان بڑے بے وفا (یا بڑا بے انصاف) اور بڑا ناشکرا ہے۔''

اللہ رب العالمین کی کثرت کے ساتھ عبادت (جیسے قرآن کی تلاوت، صبح وشام کے اذکار، نفلی روزے اور صدقات وغیرھا)، زیادہ سے زیادہ نفلوں کی ادائیگی اور سنت نمازوں کا پڑھنا قابل تعریف اُمور میں سے ہیں۔ اور جو آدمی اللہ رب العالمین کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے، اس کا تقرب حاصل کرنے، آخرت میں اس کی رحمت کے حصول کی امید اور جنت میں اعلیٰ درجات کو پالینے کا خواستگار ہو اس سے مذکور بالا امور ہی مطلوب ہیں۔ صحیح قدسی حدیث میں ہے کہ؛ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

((وَمَا زَالَ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا ، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَ بِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ)) ❷

❶ یعنی اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے تمہیں جن اسباب و وسائل کی ضرورت تھی اور جو تمہارے تقاضے تھے وہ سب اس نے فراہم کر دیے۔ (اشرف الحواشی، ص: ٣١٢)

❷ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق، باب التواضع۔ ح: ٦٥٠٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور میرا بندہ (فرائض کی ادائیگی کے بعد) نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ تب میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں کہ جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں کہ جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں کہ جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں کہ جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دے دیتا ہوں۔ اگر وہ کسی (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دے دیتا ہوں۔ اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردّد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیفِ جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھے بھی اس کو تکلیف دینا برا لگتا ہے۔" ❶

اس کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ وہ نفل عبادات میں محنت کے ساتھ کچھ عرصہ بعد فرائض میں بھی اکتاہٹ محسوس کرنے لگے یا جو ان سے افضل اعمال ہوں ان کو چھوڑنے لگے۔ "اللہ کے ہاں پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو ہمیشہ کیے جائیں، اگرچہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔" ❷ چنانچہ ہمیشہ کیا جانے والا تھوڑا عمل اس بہت زیادہ کیے جانے والے عمل سے بہتر ہے کہ جس میں اکثر انقطاع واقع ہو یا پھر (کچھ دنوں کرکے) اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اس ضمن میں نبی مکرم ﷺ کی حالت اور کیفیت (دیگر لوگوں کی) تمام حالتوں سے زیادہ اکمل تھی۔ آپ ﷺ اللہ رب العالمین کی عبادت کے ساتھ اکتاتے نہ تھے اگرچہ اس سے آپ ﷺ کے وجود مبارک کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچتی ہوتی۔ بلکہ آپؐ نے تو فرمایا ہے: "وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ ...... میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔" ❸

جب کوئی امتی اکتاہٹ کا خوف محسوس کرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفس کو ہمیشہ والے تھوڑے عمل کے لیے تیار کرلے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا

---

❶ اس کا معنی معاذ اللہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں حلول کر جاتا اور بندہ خود خدا بن جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض صوفیاء اور ہندوؤں کا نظریہ ہے، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ فرماتے ہیں: جب بندے کو فرض اور نفل عبادات کے ساتھ استغراق حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مرتبہ محبوبیت پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے تمام اعضاء (ہاتھ، پاؤں، کان، زبان اور نظر وغیرھا) عین میری مرضی کے تابع ہو جاتے ہیں۔ خلافِ شریعت کوئی کام اس سے سرزد نہیں ہوتا۔ جو میں کہوں وہ کرتا ہے اور جہاں سے روکوں وہاں سے وہ رک جاتا ہے۔ (ابویحیٰ)

❷ دیکھئے: صحیح مسلم / کتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب فضيلة العمل الدائم ، ح: ١٨٣٠

❸ صحيح الجامع ، حديث : ٣١٢٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَادَامَ وَإِنْ قَلَّ)) ❶

''لوگو! (نفلی) عمل اتنے ہی کیا کرو جتنی تم میں ان کی طاقت ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو (تمہاری عبادت کے نتیجہ میں اجر دینے سے) نہیں تھکتا، جب تک تم (عمل سے) نہ تھک جاؤ۔ اور اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے (پوری پابندی کے ساتھ) ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ کم ہی ہو۔''

جب انسان چاہتا ہو کہ وہ اللہ کا شکر گزار بندہ بن جائے تو وہ درج ذیل باتوں کو یاد رکھے۔ علماء کی تشریحات میں شکر کا معنی ہے: ''رب تعالیٰ کی اطاعت گزاری میں پوری جدو جہد کرنا۔ اور خفیہ و علانیہ معصیت و نافرمانی سے اجتناب کرنا'' یہ بھی جان لینا چاہیے کہ شکر گزاری کے بہت سارے فضائل جلیلہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے۔ اس کا حکم دیا اور اس کے الٹ (یعنی ناشکری) سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ فَاذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِى وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ ﴾ (البقرۃ: ۱۵۲)

''(مسلمانو! یہ جو ہم نے تمہیں سیّد الاوّلین والآخرین ، امام الأنبیاء والمرسلین، معلم الکتاب والحکمہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا کیے ہیں تو اس نعمت کبریٰ اور احسانِ عظیم کے بدلہ میں) پس تم میرا ذکر کیا کرو، میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر کرتے رہو (میرا احسان مان کر) اور میری ناشکری نہ کرو۔''

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات سے مطلع فرمایا ہے کہ وہ شکر گزار مومن بندے کو عذاب نہیں دے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴾ (النساء: ۱٤۷)

''اگر تم لوگ (رب تعالیٰ کا) شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ کو تمہیں عذاب دینے سے کیا فائدہ ہوگا؟ (وہ کبھی تمہیں عذاب نہیں دے گا۔) اور اللہ رب العالمین تو (اپنے شکر گزار بندوں اور ایمان والوں کا) قدر دان اور (ان کی ظاہری و باطنی حالتوں کو خوب) جاننے والا ہے۔'' ❷

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب الجلوس على الحصير ونحوه۔ ح : ٥٨٦١

❷ اس سے اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پکڑ سے نجات، شکر گزاری اور ایمان باللہ کے لیے بالترتیب چار باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان کا تذکرہ یہاں نہایت مفید رہے گا۔ (۱)...... ایک یہ کہ لوگ اپنے پچھلے رویہ پر نادم ہوں اور توبہ کرلیں۔ (۲)...... آئندہ کے لیے اپنی پوری طرح اصلاح کرلیں۔ (۳)...... تیسرے یہ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر پوری طرح سے عمل پیرا ہوں۔ اپنی یا کسی اور کی مرضی نہ کریں۔ (۴)...... چوتھی یہ کہ دین کا جو کام کریں، خالص اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کریں۔ یہ چاروں کام درجہ بدرجہ ایک دوسرے پر مرتب ہوتے ہیں اسی ترتیب کے ساتھ بندہ جب صراطِ مستقیم پر چلتا ہے تو اللہ کی محبت اور شکر گزاری کے مقام کو پالیتا ہے۔ (ابو یحییٰ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے شکر گزاروں کی تعریف بھی فرمائی اور شکر کو اپنی مخلوق کے خواص کا وصف بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ ﴾ (النحل: ۱۲۰، ۱۲۱)

''بلاشبہ (اللہ کا خلیل) ابراہیم (علیہ السلام لوگوں کا) پیشوا تھا۔ (یا تمام کمالات کا مجموعہ) اللہ ذوالجلال کا تابعدار بندہ، یکسوئی کے ساتھ اسی کا ہو جانے والا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ (جیسے قریش کے کافر سمجھتے تھے۔) اللہ رب العالمین کی نعمتوں کا شکر گزار۔ اللہ نے اس کو (نبوت و رسالت سے سرفراز کرنے کے لیے) برگزیدہ کر لیا (منتخب کر لیا) تھا۔ اور اسے (توحید والی) سیدھی راہ سمجھائی تھی۔''

اسی طرح نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں: '' إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝ [الاسراء: ۳] ''بلاشبہ وہ اللہ رب العالمین کا نہایت ہی شکر گزار بندہ تھا۔'' اللہ نے شکر کرنے والوں کے ساتھ بہترین جزاء کا وعدہ بھی فرمایا ہے: '' وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝ [آل عمران: ۱٤٤] اور عنقریب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو بہترین جزاء (انعام و اکرام) عطا فرمائے گا۔'' پھر اللہ نے شکر کو اپنے مزید فضل کا ذریعہ بھی بتلایا ہے اور اسے اپنی نعمتوں کا چوکیدار اور محافظ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں: '' لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ...... ''اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور زیادہ دوں گا۔'' [سورۂ ابراھیم: ۷] اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اللہ کے شکر گزار بندے ہی اس کی نشانیوں سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ ﴾ (ابراھیم: ۵)

''اور ہم موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی (نو) نشانیاں (معجزات) دے کر بھیج چکے ہیں۔ (ہم نے موسیٰ کو حکم دیا تھا) کہ اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لا اور ان کو اللہ کی نعمتیں یاد دلا (یا پھر اللہ کی قدرت کے وہ واقعات جو تاریخ میں گزر چکے ہیں) کیونکہ ان میں ہر ایک صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے (قدرتِ الٰہی کی) نشانیاں ہیں۔''

دوسرے مقام پر اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ ﴾ (الشوریٰ: ۳۲، ۳۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اللہ کی نشانیوں میں سے بحری بیڑے (سمندری جہاز اور کشتیاں) ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ہوا کو تھما دے۔ پھر یہ بحری جہاز سمندر کی پشت پر کھڑے رہ جائیں (نہ ادھر چلیں، نہ ادھر) بے شک (ان جہازوں اور سمندر کے نظام میں) ہر صبر اور شکر کرنے والے بندے کے لیے (قدرتِ الٰہی کی) نشانیاں ہیں۔''

چونکہ شکر کا مرتبہ و مقام بہت اونچا اور انتہائی بلند ہے اس لیے شکر کرنے والے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ٥ ﴾ (سبا: ۱۳)

''اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔''

تمام جہاں والوں میں شکر گزار بندوں کی قلت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو شیطان لعین نے بنی آدم کے بارے طعنہ دیتے ہوئے انتہائی خوشی میں اللہ تعالیٰ سے کہا تھا:

﴿ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ٥ ﴾ (الاعراف: ۷)

''اور (اے اللہ!) تو ان میں اکثر کو شکر کرنے والے نہ پائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے والوں کا نام اپنے ناموں سے مشتق کیا ہے۔ چنانچہ قدردانی اخلاقِ ربوبیت میں سے ایک صفت ہے اور ''الشکور'' اللہ عزوجل کے پیارے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اللہ فرماتے ہیں: ''وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ٥ [التغابن: ۱۷] ...... ''اور اللہ بڑا قدردان، تحمل والا ہے۔'' (اس کی قدردانی یہ ہے کہ تھوڑے عمل پر بہت زیادہ اجر دیتا ہے۔ بندے کو بھی اس کا قدردان ہونا چاہیے۔ جتنا اس نے دے رکھا ہو اس کا شکر تو ادا کر لے۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا نام ''شاکر'' بھی رکھا اور ''شکور'' بھی۔ اور اس نے انہی دو ناموں کے ساتھ شکر کرنے والوں کا نام ''شاکرین'' رکھا۔ تو اس نے (قدردانی والا) اپنا وصف انہیں بھی عطا کیا۔ اور ان کا نام اپنے نام پر رکھا۔ اس اعزاز کے ساتھ اس کی شکر کرنے والوں کے ساتھ محبت کافی ہے۔ وہ شکر کرنے والے کو اس کے مشکور کا صلہ ضرور دیتا ہے، بلکہ اس کی قدردانی سے بڑھا چڑھا کر اسے عطا کرتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ٥ ﴾ (الانسان: ۲۲)

''(اہل جنت سے کہا جائے گا) یہ تمہارے (نیک اعمال کا) بدلہ ہے۔ اور تم جو (دنیا میں) محنت اٹھاتے (اور صبر و شکر کرتے) رہے، (آج) اس کی یہ قدردانی کی گئی ہے۔''

اللہ عزوجل نے جنت والوں کی گفتگو کا آغاز بھی اسی شکر کو ہی بتلایا ہے۔ چنانچہ جب وہ جنتوں میں داخل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں گے اور وہاں کے چوکیدار فرشتے ان سے کہیں گے: سلامٌ علیکم. یہاں مزے میں رہو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ تو:

﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ج فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ o ﴾ (الزمر:۷٤)

''وہ کہیں گے: ہر طرح کی تعریف وستائش (اور شکر) اس اللہ کا کہ جس نے ہمارے ساتھ (جنتوں اور ان کی نعمتوں والا) اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اور بہشت کی زمین کا ہمیں وارث بنا دیا۔ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ تو (نیک کاموں میں) محنت کرنے والوں کو کیا اچھا اجر ملا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جنت والوں کی (آپس میں بلاوا اور پکار سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور اس میں ان کی باہم دعا وملاقات سلام ہوگا) آخری پکار بھی الحمدللہ (یعنی اپنے شکر) کو ہی بتلایا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَآخِرُ دَعْوٰهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o ﴾ (یونس: ۱۰)

''اور اخیر پکار (آواز، دعا جو مجلسوں اور ملاقاتوں کے آخر پر ہوگی) ان کی اللہ رب العالمین (یعنی ہر طرح کی حمد وثناء اور شکر گزاری اس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔) ہوگی۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ)) [1]

''افطاری وسحری کے لیے روزے دار کو کھانا کھلانے والا، اللہ کا شکر گزار بندہ بمنزلت صبر کرنے والے روزے دار کی طرح ہوگا۔''

اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کو عطا کردہ ان فضیلتوں میں سے ہے کہ اس نے کھانا کھلانے والے شخص کے لیے کہ جو اللہ رب العالمین کی اپنے اوپر نعمتوں کا شکر کرنے والا ہو، انتہائی صبر کے ساتھ روزہ رکھنے والے جیسا اجر و ثواب رکھا ہے۔ احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر شکر کی بھرپور ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس کی تخصیص نری کھانے پینے کے ساتھ نہیں ہے۔

تو جو آدمی اللہ کا شکر گزار بندہ بنا چاہتا ہو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ ''شکر'' تین چیزوں سے مل کر ہوتا ہے۔ (۱) علم......اور یہ شکر کی اصل ہے۔ (یعنی آدمی کو اپنے اوپر اللہ رب العالمین کی نعمتوں کا پورا پورا ادراک ہو۔) (۲) خوشی ......یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی (جسمانی، علمی، مالی، خاندانی اور منصبی) نعمتوں پر خوشی ہو۔ ان پر بندہ راضی

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ۲۰۲۱۔ وجامع الترمذي : ۲٤٨٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ (۳) عمل ...... اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے بندہ عملی اقدام بھی کرے۔ اور وہ یوں ہے کہ بندہ منعم حقیقی اور اپنی محبوب ہستی (اللہ تبارک وتعالیٰ) کا شکر کے لیے جو مقصود و مطلوب ہے اسے ادا کرنے کے لیے عملاً تیار ہو۔ یہ عملی اقدام دل سے بھی ہو، زبانی بھی اور اپنے جسم کے اعضاء اور اموال و اولاد اور صلاحیتوں کے صرف کرنے کے ساتھ بھی ہو۔ یعنی عمل بالجوارح۔

جہاں تک دل کا تعلق ہے تو وہ: خیر، بھلائی کا تمام مخلوق کے لیے عزم صمیم کے ساتھ ارادہ کرنا ہے۔ زبانی عمل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی تعریف والے کلمات کے ساتھ کہ جو شکر پر دلالت کرتے ہوں ان کا زبان سے اظہار کرنا۔ اور جہاں تک عمل بالجوارح کا تعلق ہے تو وہ ہے اللہ عزوجل کی نعمتوں کا اس کی اطاعت میں استعمال اور اس کی نافرمانی سے بچنے کے لیے ان نعمتوں سے مدد لینا۔ ❶

انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اپنے تمام اعضاء، حواسِ خمسہ، علم و معرفت کے شعور اور دیگر صلاحیتوں کے ساتھ بندے کا جسم بھی ہے۔ تو اسے چاہیے کہ عبادات و اطاعات کی تمام انواع و اقسام اور ان میں مکمل جدوجہد کے ساتھ اللہ کی محبت و رضا میں (شکرِ اللہ) ان کو کھپا دے، اطاعت میں لگا دے۔ اور جن کاموں سے اللہ ناراض ہوتا ہو ان سے اجتناب کرے۔ غلطیوں، گناہوں اور جرائم سے نفرت کرے۔ یہ سب کچھ ان غایت درجہ کی قیمتی نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے ہو کہ جن کی وہ ویسی قدر نہیں کر سکتا جیسا قدر کرنے کا حق ہے۔ مگر جس سے یہ ضائع ہو جائیں یا اس سے مفقود ہوں یا ان میں اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے (تب ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اپنے اوپر اندازہ کرنے کے لیے انسان تھوڑا سا شعور کے قریب ہو کر اپنے آپ سے پوچھے تو سہی: کیا یہ بات اس کے لیے خوشی کا باعث ہو گی کہ اس کا ایک ہاتھ یا ایک پیر نہ ہو؟ یا ایک آنکھ (مکمل بینائی سمیت) یا ایک کان (پوری سماعت سمیت) نہ ہو؟ یا ناک یا زبان؟ جبکہ اس کے پاس کروڑوں کی جائیداد اور مال بھی ہو؟ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ١٤٤)

''تو اللہ تعالیٰ نے جو تم کو حلال اور پاکیزہ روزی دی ہے، اسے کھاؤ (ضرور) مگر تم اللہ تعالیٰ کی ہی اگر عبادت کرتے ہو تو پھر اس کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کرو۔''

اور جو آدمی اللہ کا شکر گزار بندہ بننا چاہے اسے یہ بھی جان لینا چاہیے کہ: شکر کے تین درجے ہوتے ہیں۔

❶ مزید تفصیل کے لیے: امام غزالی کی ...... احیاء علوم الدین (٤ / ٨٠ - ٨٤) ...... کا مطالعہ کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر۱: پسندیدہ چیزوں پر شکر اور وہ ہے اللہ عزوجل کی نعمتوں کا اعتراف اور ان پر اس کی حمد وثناء۔ پھر اللہ کی مخلوقات پر ان نعمتوں کے ساتھ احسان۔ اور بلاشبہ یہ ان کی حفاظت کو شکر کرنے والے پر واجب کرتا ہے اور اس سے بھی مزید کا مطالبہ۔

نمبر۲: ناپسندیدہ چیزوں پر شکر...... اور یہ پسندیدہ چیزوں پر شکر سے زیادہ مشکل اور سخت عمل ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کا درجہ پہلے درجہ سے اوپر ہوتا ہے۔ اور ایسے شکر گزار کو سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا۔ اس لیے کہ وہ ناپسندیدہ چیزوں کا سامنا کرنے والا تھا۔ وہ ناپسندیدہ چیزیں اور مصائب ومشاکل کہ جن کا سامنا لوگوں نے جزع، فزع اور ناراضگی کے ساتھ کیا ہوگا۔ اس اعتبار سے درمیانہ درجے والے ان پر صابرین ہوں گے۔ اور ان میں سے خواص وہ ہوں گے جو ان پر راضی ہو گئے۔ اور جنہوں نے ان سب سے اعلیٰ کے ساتھ سامنا کیا وہ ہے شکر۔ تو ایسا شاکر آدمی جنت میں داخل ہونے کے لحاظ سے ان سب سے آگے ہوگا۔ نمبر۳:۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں منعم حقیقی (اللہ رب العالمین) کی ہی گواہی دے۔ اور یہ وہ درجہ ہے کہ اس پر فائز آدمی نعمت سے منعم کے شہود کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ کے خلیل ابراہیم اور الٰہ العالمین کے حبیب محمد ﷺ تھے۔ ❶

اس مضمون کے آخر میں اس آدمی کو جان لینا چاہیے جو اللہ کا شاکر بندہ بننا چاہتا ہو کہ بلاشبہ اللہ رب العالمین نے اپنے شکر گزار بندوں کے ساتھ بہت ہی اعلیٰ چیزوں کا وعدہ کر رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝ ﴾ (آل عمران:۱۴۵)

''اور جو آخرت میں طالب ثواب ہوگا اس کو ہم وہاں اجر عطا کریں گے۔ (جو بصورت جنت اور اس کی نعمتوں کے ہوگا۔) اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب بہت ہی اچھا صلہ دیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کی آخرت کے ساتھ پسندیدگی

جن دنوں نبی کریم ﷺ بیویوں کے ساتھ ناراضگی کی بنا پر ان سے علیحدگی اختیار کیے ہوئے تھے انہی دنوں کی بات ہے کہ جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے۔ واقعہ کو خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر (اپنی بیوی کے ساتھ مکالمہ اور پھر امہات المومنین میں سے اپنی بیٹی حفصہ، سیّدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ گفتگو والا) سارا واقعہ سنایا۔ جب میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو (انہوں نے کہا تھا: ابن خطاب! تعجب ہے تم پر۔ آپ ہر معاملے معاملے میں دخل اندازی کرتے ہیں؟ اور آپ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات کے معاملات میں بھی دخل دیں۔ اللہ کی قسم! انہوں نے میری ایسی گرفت کی کہ میرے غصے کو ٹھنڈا کر دیا۔) پر پہنچا تو نبی ﷺ کو ہنسی آ گئی۔ اس وقت آپ ﷺ کھجور کی ایک

❶ اس موضوع کی تفصیل کے لیے امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ''مدارج السالکین'' (۲۴۲/۲) کا مطالعہ کیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چٹائی پر (لیٹے ہوئے) تشریف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر اور اس چٹائی کے درمیان کوئی اور چیز نہ تھی۔ آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ پاؤں کی طرف کیکر کی چھال کا ڈھیر تھا اور سر کی جانب مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ میں نے چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو پر دیکھے تو رو پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَـا يُبْـكِيْكَ؟)) فَـقُـلْـتُ: يَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، إِنَّ كِسْرَى وَ قَيْصَرَ فِيْمَا هُمَا فِيْهِ ، وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، فَقَالَ: ((أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ؟)) [1]

''عمر! کس بات پر رونے لگے ہو؟'' میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! (ﷺ) قیصر و کسریٰ (روم و ایران کے بادشاہوں) کو ہر دنیاوی آرام حاصل ہے۔ اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (آپ کو تو بالاَولیٰ یہ آسائشیں ملنی چاہئیں تاکہ دین اللہ کے پھیلاؤ میں آسانی ہو۔) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمر! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ ان کے حصے میں دنیا ہے اور ہمارے حصے میں آخرت۔''

رسول اللہ ﷺ دنیا سے بے رغبتی میں تمام لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ اور اگر آپؐ چاہتے تو دنیا جہاں کے تمام لوگوں سے زیادہ دولت مند ہو سکتے تھے۔ دنیا سے بے رغبتی آپ کو اس لیے تھی کہ آپ ﷺ اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ یہ دنیائے فانی کسی اور کی ہو جبکہ اس کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی آخرت آپ کی ہو جائے۔ پھر یہی چیز آپ کو اپنی امت کے لیے پسند تھی۔ اور آپ ﷺ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو دنیا کے بارے میں ڈراتے رہتے تھے۔ اور اس کے بارے میں آپ کو اپنی امت والوں پر ہمیشہ خوف رہتا تھا۔ (کہ وہ ان پر کہیں غالب نہ آ جائے) اور انہیں آپ آخرت کے بارے میں رغبت دلاتے رہتے تھے۔

دنیا و آخرت: [2]

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب التفسير ، باب ﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾ ح : ٤٩١٣

[2] تفصیلی مطالعہ کے لیے: (١) تفسیر ابن کثیر جلد نمبر: ١ ، ص: ٣٥٩ ، ٣٦٠ ، جلد نمبر: ٤ ، ص: ٣٣٥ (عربی) (٢) تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی ، جلد نمبر: ٦ ، ص: ٥٠٣ ، (٣) فتح الباری شرح صحیح البخاری ، جلد نمبر: ١١ ، ص: ٢٣٢ ، ص: ٢٤٥ ، ص: ٢٧٢ ، (٤) صحیح مسلم پر شرح نوویؒ: ١٧/ ١٩٢ ، ١٨/ ٩٣ اور (٥) الفوائد لابن قیّم ، ص: ١٢٣ ، ١٢٤ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْغُرُوْرِ ○ سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ ﴾ (الحدید: ۲۰، ۲۱)

''(لوگو!) یہ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی اور کچھ نہیں، بس کھیل اور تماشہ ہے۔ بناؤ سنگھار اور ایک دوسرے پر بڑائی جتانا۔ ایک دوسرے سے زیادہ مال اور اولاد کی خواہش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایک بارش کی سی ہے۔ جس کی پیداوار نے کسانوں کو خوش کر دیا۔ پھر (چند دنوں بعد کوئی آفت آئی) وہ کھیت سوکھ جاتا ہے۔ تو تم دیکھتے ہو کہ وہ پیلا پڑ گیا۔ اس کے بعد (بھس کی طرح) روندن بن جاتا ہے۔ اور آخرت میں (بروں کے لیے) سخت عذاب ہے۔ اور (اچھوں کے لیے) اللہ کریم کی معافی اور رضا مندی ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو نرا دھوکے کا سامان ہے۔ لوگو! اپنے مالک کی بخشش کی طرف لپکو اور اس جنت کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے مسابقت کرو کہ جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے پھیلاؤ برابر ہے۔ (جنت کا عرض جب اتنا ہے تو اس کے طول کا کیا کہنا) یہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ رب العالمین اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے۔ یہ (معافی اور باغِ جنت کا ملنا) اللہ کا فضل ہے، جسے وہ چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں مثال بیان فرمائی ہے کہ دنیاوی زندگی کی مثال مرجھا کر سوکھ جانے والے ایک پھول اور ختم ہو جانے والی ایک نعمت کی طرح ہے۔ اور یہ دنیا کافروں کو بہت اچھی لگتی ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کے لیے بہت حریص ہوتے ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کی طرف مائل۔ اور اس دنیا کی مثال ایک کھیتی کی سی ہے جو پہلے سر سبز ہونے کے بعد پیلی ہو جاتی ہے، پھر اس کے بعد وہ بالکل روندی ہوئی سوکھا بھس بن جاتی ہے۔

بعینہٖ انسان کی مثال ہے۔ پیدا ہوتا ہے اور پھر قوی جوان۔ مال کماتا ہے، شادی کر کے اولاد حاصل کرتا ہے اور مال کو جوڑ جمع کرتا ہے۔ اس کے بعد انحطاط کا شکار ہو کر وہ بوڑھا، بیمار اور کمزور ہو جاتا ہے۔ بیماریوں کے مصائب اسے آگھیرتے ہیں۔ مال اور عزت وقار میں کمی آجاتی ہے۔ پھر اسے موت آگھیرتی ہے اور اس کا معاملہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اس کا مال کسی اور کا ہو جاتا ہے اور اس کے نشانات مٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔

جب یہ مثال دنیا کے زوال، اس کے توڑ پھوڑ اور بہر کیف اس سے فراغت پر دلالت کرتی ہے، اور یہ کہ آخرت کا معاملہ یقیناً پیش آنے والا ہے۔ اس کے سخت معاملے سے ڈرایا بھی گیا ہے اور جو اس میں خیر و برکت ہے اس کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے...... تو پھر دنیا کو چھوڑنے اور آخرت کے بہتر انجام کو حاصل کرنے میں پوری تندہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لگ جانا چاہیے۔ عنقریب پیش آنے والی آخرت میں دو ہی طرح کے انجام کاروں سے واسطہ پڑنے والا ہے۔ یا سخت ترین عذاب سے اور یا پھر اللہ کریم کی بخشش و رضوان سے۔ جہاں تک دنیاوی زندگی کا تعلق ہے تو یہ صرف چند دنوں کے فائدہ کی جگہ ہے کہ جس نے بہر صورت تباہ ہونا ہے۔ اور اس کو یہ غارت کر دیتی ہے جو اس کی طرف لپکے۔ وہ شخص جو اس کا حریص ہے اور اسے وہ اچھی لگے اس کو یہ ضرور دھوکا دیتی ہے۔ حتی کہ وہ اس پر اعتقاد رکھتے ہوئے سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے علاوہ اس کا کوئی گھر نہیں اور نہ ہی اس کے پیچھے کوئی مقامِ وعید و وعدہ ہے۔ جبکہ آخرت کے مقابلے میں یہ بہت ہی تھوڑی اور حقیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((غَـدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَ ((لَقَابَ قَوْسِ أَحَدِكُمْ ــــ أَوْ مَوْضِعُ قَدَمٍ ــــ مِنَ الْجَنَّةِ خَيرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا ، وَلَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا ، وَلَنَصِيفُهَا ــــ يَعْنِي الْخِمَارَ ــــ خَيرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) [1]

''اللہ کی راہ میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے لیے ایک صبح یا ایک شام سفر کرنا، ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بڑھ کر ہے۔ جبکہ جنت میں تمہاری ایک کمان کے برابر جگہ یا ایک قدم کے فاصلہ برابر جگہ ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بڑھ کر بہتر ہے۔ اگر جنتی عورتوں میں سے کوئی بی بی روئے زمین کی طرف جھانک لے تو زمین و آسمان کے درمیان والا خلا (اس کے حسن کی وجہ سے) روشن ہو جائے اور یہ سارا خلا خوشبو سے بھر جائے۔ اور اس عورت کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے مقابلہ کے لیے اپنے بندوں کو ابھارا ہے۔ جس نے اطاعت والے کاموں کو اختیار کیا اور محرمات کو چھوڑ دیا تو ایسا کرنے سے گناہ اور جرائم دور ہو جاتے ہیں۔ اجر و ثواب اور درجات حاصل ہوتے ہیں۔ رب العالمین کی اس ترغیب کا مقصد یہ ہے کہ بندہ ایسا کرنے سے ان جنتوں کے وارثوں میں سے ہو جائے کہ جن جنتوں کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

اس کے برعکس اللہ نے دنیا کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ اور بہت ساری آیات میں اس سے بے رغبتی سکھائی ہے۔ قرآن کا اکثر حصہ دنیا کی مذمت اور اس سے بے رغبتی پر مشتمل ہے۔ اس نے صاحب عقل و شعور مخلوق کو اس سے منہ موڑنے اور آخرت میں ترغیب کے لیے تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب صفة الجنة والنار۔ ح : ٦٥٦٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾ (آل عمران: ١٤، ١٥)

''لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان لگے گھوڑے، مویشی اور کھیت کھلیان ...... بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں۔ مگر یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں۔ اور بہت ہی اچھا ٹھکانا تو اللہ کے پاس ہے۔ (اے ہمارے پیارے نبی!) کہہ دیجئے بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو؟ (سنو!) جو لوگ پرہیزگار ہیں، ان کے لیے اللہ کے ہاں باغاتِ بہشت ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور (ان میں ان کے لیے) پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور (سب سے بڑھ کر) اللہ کی خوشنودی۔ اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ اس دنیاوی زندگی میں عورتوں، بیٹوں، حبِّ مال، گھوڑوں، اونٹوں، گائیوں، بھیڑ بکریوں اور زمینوں والی لذت بھری انواع واقسام سے لوگوں کو جو زینت دی گئی ہے...... یعنی ان کی نظروں میں ان تمام اسبابِ دنیا کو جو مزین کیا گیا ہے...... اس کے بارے میں خبر دے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب کچھ دنیاوی زندگی کی خوبصورتی اور اس کی وہ زینت ہے، جو فنا اور زائل ہونے والی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ رب العزت کے ہاں بہترین انعام اور واپسی کا اعلیٰ مقام ہے۔ پھر اس نے جن چیزوں سے لوگوں کو زینت دی ہے ان سے بہتر کی خبر دی ہے۔ تو وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، ان کے رب کے پاس ان کے لیے ایسے باغات و جنات ہیں کہ ان کے تمام اطراف واکناف میں اور زیرِ زمین میٹھے پانی کی نہریں جاری ہیں۔ اسی طرح دودھ، شراب اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ علاوہ ازیں وہاں پر ایسی ایسی نعمتیں ان کی منتظر ہیں کہ ویسی چیزیں اور ویسے مناظر نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے۔ اور وہاں کے رہائشیوں (حور وطیور) کی جیسی پیاری آوازیں ہیں ویسی میٹھی اور سریلی آواز کسی کان نے آج تک سنی نہیں۔ اور جیسے وہاں کے پیارے اور حسین وجمیل مناظر ہیں ویسے مناظر اور ویسی چیزوں کا تصور بھی کسی انسان کے دل پر آج تک جما نہیں۔ یہ خوش نصیب جنتی وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے والے ہوں گے۔ اس حیاتِ طیبہ ومبارکہ کا آخری سرا کوئی نہ ہوگا۔ ان خوش نصیب اہل جنت کو وہاں ایسی پاکباز بیویاں ملیں گی جو ہر طرح کی گندگی، خباثت، تکلیف دہ چیزوں، حیض ونفاس اور قذرات وغیرہ سے بالکل پاک ہوگی۔ یعنی یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتیں ہر اس غلاظت سے پاک ہوں گی جن کے ساتھ دنیا کی عورتیں لتھڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ان سب پر سب سے عظیم نعمت، اللہ کی خوشنودی ہوگی کہ جس کے بعد ان کا رب ان پر کبھی ناراض نہ ہوگا۔

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ یوں فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا هَـٰذِهِ الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَآ إِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ط وَإِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (العنکبوت: ٦٤)

''اور یہ دنیا کی زندگی کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ صرف بہلاوا اور کھیل کود ہے۔ اور بلاشبہ آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔ کاش! لوگ اس بات کو جانتے ہوتے۔''

اللہ رب العالمین کا دنیا سے بے رغبتی دلانا، اسے بالکل ہی تھوڑا بتلانا، اسے حقیر کر کے پیش کرنا اور پھر آخرت کے لیے بہترین واپسی کی ترغیب۔ یہ ہے وہ آخرت کہ جو ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی ہے۔ نہ اس کو زوال ہوگا اور نہ ہی اس میں انقطاع آئے گا۔ وہ دائمی ہوگی۔

اللہ عزوجل نے اس شخص کو بہت بڑی ڈانٹ پلائی ہے جو دنیاوی زندگی سے راضی اور مطمئن ہو گیا۔ اور یہ کہ وہ اس کی آیات سے غافل ہو گیا اور اس نے اپنے رب سے ملاقات کی امید نہ رکھی۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ○ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ ﴾ (یونس: ۷، ۸)

''جو لوگ (مرے بعد) ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا ہی کی زندگی پر خوش ہیں اور اسی سے ان کی خاطر جمع ہے۔ اور جو لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیوں سے غافل ہیں۔ (یعنی ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی ان پر غور و فکر کرتے ہیں۔) تو ان کا ٹھکانا ان (اعمالِ سیئہ) کے سبب جو وہ کرتے ہیں جہنم ہے۔''

اہل ایمان میں سے جو آخرت کے بدلے دنیا کے ساتھ راضی ہو گیا اسے عار دلاتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ إِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ط أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا قَلِيْلٌ ○ ﴾

(التوبة: ۳۸)

''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہو تو زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو۔ (یعنی نکلنے سے ہچکچاتے ہو اور گھروں میں بیٹھ رہنا پسند کرتے ہو۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تم آخرت کے بدلے دنیا ہی کی زندگی پر راضی ہو؟ (اگر ایسا ہے تو سخت غلطی کر رہے ہو، کیونکہ) آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کا مزہ (بالکل) بے حقیقت ہے اور انتہائی تھوڑا ہونے کے سوا کچھ نہیں۔''

بعینہ رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کی مذمت کرتے ہوئے اس کی قدر و قیمت اللہ کے ہاں یوں بیان فرمائی ہے:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَاسَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ)) [1]

''اگر اللہ رب العالمین کے نزدیک یہ دنیا ایک مچھر کے پر برابر بھی حیثیت رکھتی ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔''

یہ ہے اس کی قلت وحقارت کی مثال۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیا کی انتہائی معمولی سی بھی قدر و قیمت ہوتی وہ کسی کافر کو سب سے ادنیٰ فائدہ بھی نہ پہنچاتا۔ (دنیا کی ساری نعمتیں اپنے مومن بندوں کو دے دیتا۔) اس لیے کہ کافر تو اللہ کا دشمن ہوتا ہے اور دشمن کو کبھی کوئی چیز نہیں دی جاتی کہ جس کی دینے والے کے نزدیک کوئی قدر و قیمت ہو۔ وہ دنیا کہ جس کی اللہ کے ہاں کوئی قدر نہیں، اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر بہت خوف کھایا کرتے تھے۔ (کہ مسلمان اس میں کہیں پھنس کر نہ رہ جائیں۔) مگر اس کے باوجود لوگ اس دنیا کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ (ابوعبیدہ بن جراح جب بحرین سے جزیہ کا مال، ایک لاکھ درہم لے کر مدینہ آئے اور انصار اس کی وصولی کے لیے حاضر ہوئے تو) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ ، فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ ، وَلٰكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ ، فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ)) [2]

''تمہیں خوشخبری ہو (یہ مال تو تمہیں ملے گا) اور جس سے تمہیں خوشی ہوگی، اس کی امید رکھو۔ (مگر یاد رکھو) اللہ کی قسم! مجھے تمہارے متعلق محتاجی سے ڈر نہیں لگتا، مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلی امتوں پر کشادہ کی گئی تھی۔ پھر پہلوں کی طرح اس کے لیے تم آپس میں رشک کرو گے۔ اور وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے گی، جس طرح اس نے انہیں ہلاک کیا تھا۔''

یہاں حدیث مبارک میں استعمال کیا گیا کلمہ تنافس، مُنافسه سے ہے۔ اور یہ ہوتی ہے کسی چیز میں پوری پوری رغبت، اس سے خصوصی محبت اور اس پر غالب آنے کی کوشش۔ اور مال میں رغبت خوب بڑھ جانے کے سبب

---

1. صحيح سنن الترمذي، رقم: ١٨٨٩۔ وجامع الترمذي: ٢٣٢٠
2. أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب ١٢۔ ح: ٤٠١٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلاکت واقع ہوتی ہے۔ تو انسانی نفس اس کی طلب میں راحت محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ جب راحت کا سامان مہیا نہیں ہوتا تو تباہی اور ہلاکت کی طرف لے جانے کے لیے خون بہانے والی متقاضی عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس میں یہ ہے کہ دنیاوی زیب وزینت کے بارے میں اس شخص کے لیے ضروری ہے، جس پر یہ کشادہ کر دی گئی ہو کہ وہ اس کے برے انجام اور اس کے فتنے والے شر سے خبردار رہے۔ وہ نہ ہی اس کی خوبصورتی پر مطمئن ہو اور نہ ہی اس پر کسی اور سے رشک کرے۔ (کہ چار ٹکے آنے پر اتراتا پھرے۔) وہ اس بات کو دلیل پکڑے کہ فقر، دولتمندی سے افضل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کے فتنہ کو دولتمندی کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور دولتمندی فتنہ کے واقع ہونے میں گمان کی ایک جگہ ضرور ہے۔ جو کہ اکثر ہلاکت نفس کی طرف آدمی کو کھینچتی ہے۔ اور فقر اس کی نسبت فتنوں سے زیادہ محفوظ ہوتا ہے۔''

درج ذیل حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے انجام سے بھی خبردار کر دیا کہ جس کا ہدف آخرت رہی اور اس کے انجام سے بھی کہ جس کا ہدف ومقصد دنیا رہی۔ فرمایا:

((مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ ، وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ)) ❶

''جس شخص کا ہدف آخرت رہی اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا رکھ دیتے ہیں۔ (اس کا دل دولتمند اور کشادہ ہوتا ہے۔) اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ بکھرے کاموں کو سمیٹ دیتے ہے۔ دنیا اس کے پاس مغلوب ہو کر سمٹی چلی آتی ہے۔ اور جس کا ہدف ومقصد دنیا ہو گئی، اللہ اس کے فقر کو اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ (وہ دولتمند ہو کر بھی کمینہ ہوتا ہے۔) اور اس پر مجتمع امور کو بکھیر دیتے ہیں۔ (وہ ہمیشہ دنیاوی کاموں میں ہی مگن رہتا ہے۔) اور دنیا میں سے آتا اس کے پاس وہی ہے جو اس کے مقدر میں کر دیا گیا ہو۔'' (نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔ تو پھر رات دن دنیا کی فکر میں لگے رہنے سے کچھ فائدہ؟)

درحقیقت دولت مندی تو نفس کی کشادگی ہے نہ کہ مال ومتاع کی کثرت۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ)) ❷

''دنیاوی ساز وسامان کی کثرت کا نام دولت مندی نہیں ہے۔ دولت مندی تو نفس کی کشادگی ہوتی ہے۔''

---

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٠٠٥ـ وجامع الترمذي / كتاب صفة القيامة ح : ٢٤٦٥

❷ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب الغنى غنى النفس ح : ٦٤٤٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''حدیث کا معنی ہے کہ؛ درحقیقت دولت مندی کثرتِ مال سے نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ مال کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے اس پر جو وسعت دی ہے اس کا زیادہ ہونا اسے قناعت و کفایت نہیں کرتا۔ دولت مند آدمی تو اس کے بڑھاوے میں اور زیادہ کوشش کرتا ہے اور پرواہ نہیں کرتا کہ یہ مال کہاں سے (اور کن ذرائع سے) آتا ہے۔ تو گویا وہ اپنے طمع کی شدت کے سبب فقیر ہے غنی نہیں۔ اور بلاشبہ حقیقت میں دولت مندی نفس کا غنی ہونا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی کو اللہ رب العالمین کی طرف سے جو عطا ہو اس پر وہ مستغنی اور قانع ہو۔ اس پر راضی، خوش ہو اور مزید زیادہ مال کی نہ طمع کرے اور نہ ہی اس کی طلب میں عاجز ہو۔ (یوں دکھائی دے) گویا کہ وہ بہت دولت مند ہے۔ یعنی جیسے ایک شاعر نے کہا: ؎

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقامِ پادشاہی
تری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رو سیاہی

اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ ہو جس کی فقیری میں بوئے اَسدُ اللّٰہی

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس (مندرجہ بالا) حدیث کا معنی یہ ہے کہ قابل تعریف، بہت بڑی اور انتہائی نفع بخش دولت مندی، نفس کی امیری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آدمی کا جی دولت مند ہو جائے تو وہ طمع اور لالچ والی چیزوں اور جگہوں سے کفایت کرنے والا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس خوبی سے وہ عزت و عظمت والا بن جاتا ہے۔ اور ایسے غنی نفس والے آدمی کو اموال و ثروت سے مالا مال اس شخص کی نسبت بہت زیادہ تعریف، شرف و وقار، برائیوں سے دوری اور مراتب حاصل ہوتے ہیں جو طمع اور لالچ کی وجہ سے فقیر النفس ہوتا ہے۔ طمع اور لالچ اسے حقیر قسم کے معاملات اور رذیل قسم کے افعال میں یوں پھنسا دیتا ہے جیسے آدمی کیچڑ میں پھنس کر اس سے لتھڑ جاتا ہے۔ اور یہ حقارت و رذالت اس کی (اعمالِ صالحہ کے لیے) کم ہمتی اور بخل کی وجہ سے اسے ملتے ہیں۔ ایسے آدمی کی اکثر لوگ مذمت کرتے ہیں اور ان کی نظروں میں اس کی قدر و قیمت گر جاتی ہے۔ چنانچہ وہ معاشرے میں سب سے حقیر اور ہر ذلیل سے زیادہ رذیل بن جاتا ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''نفس کی امیری (دولت مندی) دل کی دولت مندی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ آدمی اپنے تمام معاملات میں اپنے رب کا ہی محتاج ہو جائے۔ تب اسے یقین ہو جائے گا کہ بلاشک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وشبہ وہ اللہ رب العالمین ہی ہر چیز کا عطا کرنے والا اور ہر چیز کا روکنے والا ہے۔ جب ایسی طبیعت بنا لیتا ہے تو آدمی اپنے رب کے فیصلوں پر راضی ہو جاتا ہے۔ اس کی نعمتوں پر شکر کرتا ہے اور اپنی مشکلات کے حل میں اسی کی طرف گڑ گڑا کر رجوع کرتا ہے۔ چنانچہ اپنے رب کے لیے دل کی محتاجی کے ساتھ غیر رب تعالیٰ سے نفس کی لاپروائی اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ (اور یہ جی کی امیری کا بہت بڑا مقام ہے۔)

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں بھی غنٰی کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى ۝ ﴾ (الضُّحٰی:۸)

''اور اس (اللہ ذوالجلال والاکرام) نے (اے نبی محترم!) تجھے نادار (تہی دست) پایا تو غنی (مالدار) کر دیا۔'' ❶

یہ آیت نفس کے غنٰی پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ یہ آیت مکی دور کی ہے۔ اور کسی پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس دور میں نبی کریم ﷺ کی مالی حالت کیا تھی؟ حتی کہ فتح خیبر سے قبل والا سارا زمانہ آپ ﷺ پر تنگی والا دور تھا، مگر اس حال میں بھی نفس غنی اور توکل علی اللہ کی دولت سے مالا مال تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو خیر و برکت پہنچانے کی (پوری زندگی) مکمل حرص رکھی۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے معاملے میں بے رغبتی اور اس دنیا کے لیے انتہائی ضروری سامان پر اکتفاء پر بھی ترغیب دلائی ہے۔

فَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِيَّ فَقَالَ: ((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ)) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: ((إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ۔ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ)) ❷

''چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ؛ رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں کندھوں کو (متوجہ کرنے کے لیے) تھام کر فرمایا: '' (عبداللہ!) دنیا میں ایک اجنبی (غریب الدیار) شخص یا مسافر کی طرح رہو۔'' (جو غریب الوطنی اور راستہ چلتے وقت کبھی محلات نہیں بناتا۔) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: جب تم شام کر لو تو صبح کا انتظار نہ کرو (اس دوران اپنے رب سے گناہوں سے معافی مانگ لو۔ کہ شاید صبح سے پہلے پہلے اس کے سامنے حاضر ہو جانا ہو۔) اور جب تم صبح کر لو تو پھر شام کا انتظار نہ کرو۔ اپنی صحت والے دنوں میں اپنی بیماری والے زمانہ کے لیے کچھ کر لو۔ اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لیے راحت کا سامان مہیا

❶ وہ اس طرح کہ سیدہ خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے تجارت میں مضاربت کا معاملہ کیا اور پھر آپ کی دیانت و امانت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ (دیکھئے موضح القرآن)

❷ اخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب قول النبي ﷺ " كن في الدنيا كانك غريب ، أوعابر سبيل " ح : ٦٤١٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلو۔'' (اور وہ سامان اللہ رب کریم کے ساتھ محبت اور گناہوں سے نفرت کے ساتھ تیار ہوتا ہے۔)

تو اس حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے دنیا سے بے رغبتی، اس پر بھروسہ نہ کرنے، اسے حقیر جاننے اور اس کو اپنا وطن نہ بنا لینے پر ابھارا ہے۔ اور جیسے غریب الوطن آدمی کو غیر متعلقہ چیزوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا بعینہ اس سے لاتعلق ہونے یا جیسے ایک مسافر کہ جو اپنے سفر میں راہِ سفر کو مستقر نہیں بناتا، بلکہ وہ تو اپنی جائے اقامت والے وطن کی طرف اپنے سفر کو جاری رکھتا ہے، اس دنیا سے لاپرواہ ہو کر زندگی گزارنے کا آپ ﷺ نے درس دیا ہے۔

(دنیا میں زندگی گزارنے کے اعتبار سے) رسول اللہ ﷺ بالکل اسی طرح تھے (کہ دنیا داری کے کاموں سے کچھ کام نہ رہتا تھا۔) اور آپ ہی کا یہ فرمان ہے:

((مَالِي وَلِلدُّنْيَا ، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا)) ❶

''مجھے دنیا سے کیا کام؟ میری مثال تو دنیا میں ایک گھڑ سوار کی طرح ہے کہ جو راہ چلتے ایک درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر گیا اور پھر (کچھ ہی دیر بعد) اس جگہ کو چھوڑ کر آگے روانہ ہو گیا۔''

نبی کریم ﷺ نے تو آخرت کے بارے میں رغبت دلائی ہے۔ اس لیے کہ یہی آخری ٹھکانے کا گھر ہے۔ اور دنیا آخرت کے مقابل کچھ بھی نہیں، مگر سوائے اس کے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ بِمَ تَرْجِعُ)) ❷

''اللہ کی قسم! دنیا، آخرت کے سامنے ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی یہ انگلی دریا میں ڈالے۔ پھر وہ دیکھے کہ کتنی تری دریا میں سے لاتا ہے۔'' ❸

تو آخرت کے مقابلے میں دنیا اپنی مدت کی کمی، اپنی لذتوں کی فنا، آخرت کی ہمیشگی، آخرت کی لذتوں اور نعمتوں میں ہمیشگی کی نسبت بالکل اسی طرح ہے جس طرح انگلی سے لگنے والے پانی کی دریا کے ساتھ۔

قَالَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ: ((اِرْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً ، وَارْتَحَلَتِ الْآخِرَةُ مُقْبِلَةً ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُوْنٌ ، فَكُوْنُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ ، وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ

---

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٩٣٦ وجامع الترمذي ح : ٢٣٧٧

❷ أخرجه مسلم في كتاب الجنة ، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة ح : ٧١٩٧

❸ تو جتنا پانی اس دریا میں سے انگلی کو لگتا ہے یہ گویا دنیا ہے اور دریا آخرت ہے۔ یہ نسبت دنیا کو آخرت سے ہے۔ اندازہ کیجیے دنیا آخرت کے مقابلے میں کتنی حقیر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدُّنْيَا ، فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابٌ ، وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ)) ❶

جنابِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''دنیا پیٹھ پھیرنے والی ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے۔ انسانوں میں سے دنیا اور آخرت دونوں کے چاہنے والے موجود ہیں۔ پس تم آخرت کے چاہنے والے بنو۔ دنیا کے چاہنے والے نہ بنو۔ کیونکہ آج تو عمل ہی عمل ہے، حساب نہیں۔ اور کل حساب ہی حساب ہوگا، عمل کا وقت باقی نہیں رہے گا۔''

آخرت کو دنیا پر قربان کرنا یا تو سراسر ایمان کی خرابی کے سبب ہوتا ہے اور یا پھر عقل کی خرابی کے سبب۔ اکثر تو ان دونوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (یعنی جب ایمان نہیں ہوتا تو آخرت کی فکر میں پھر عقل بھی کام نہیں کرتی۔) اسی لیے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے دنیا کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے دل اس سے پھیر رکھے تھے۔ اس سے انہوں نے محبت نہیں کی تھی۔ اس کی طرف وہ مائل ہی نہ ہوئے، بلکہ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے دنیا کو قید خانہ شمار کیا تھا نہ کہ جنت اور آزادی کی جگہ۔ انہوں نے اس سے کما حقہ بے رغبتی اختیار کی تھی۔ اگر وہ اس کا ارادہ کرتے تو اس کی ہر پسندیدہ چیز ضرور حاصل کر لیتے۔ اور اس کی ہر مرغوب چیز کی طرف وہ ضرور پہنچ جاتے۔ (مگر انہوں نے ایسا بالکل نہ کیا۔) نبی کریم ﷺ پر اس کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں، مگر آپ ﷺ نے انہیں رد کر دیا۔ یہ دنیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بہت زیادہ ہوگئی، مگر انہوں نے اس کے بعض حصے کو چنا اور اس کے بدلے آخرت کے حصے کو بیچا نہیں تھا۔ انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ دنیا تو ایک راہ گزر اور پار کرنے والی پل کی طرح ہے۔ ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو مقامِ عبرت ہے لذتوں والا گھر نہیں۔ دنیا گرمیوں والے بادل کی طرح ہے جو تھوڑی ہی دیر کے بعد کھل جاتا ہے۔ ❷ اور یہ خواب میں آنے والا وہ خیال ہے کہ جس میں کسی کی زیارت مکمل ہی نہیں ہونے پاتی کہ کوچ کا حکم آ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ)) ❸

''دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔''

تو ہر مومن قیدی ہے کہ جس پر یہاں کی حرام کردہ شہوات اور اللہ کے ہاں ناپسندیدہ لذات کو منع کر دیا گیا ہے۔ وہ مشکل قسم کے اطاعت والے کاموں کا مکلّف ہے۔ چنانچہ جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اس قید سے وہ نجات پا لیتا

❶ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب في الأمل وطوله۔ ح : ٦٤١٦/١

❷ ہمارے ہاں تو گرمیوں میں بھی گھنے بادل چھا کر خوب برستے ہیں اور سردیوں میں بھی۔ مگر مصنف کے علاقے جزیرۂ عرب میں ایسا نہیں ہوتا۔ وہاں سردیوں والے برستے ہیں اور گرمیوں والے بالعموم نہیں۔ اس لیے انہوں نے دنیا کو گرمیوں والے بادل سے تشبیہ دی ہے۔

❸ صحيح مسلم ، كتاب الزهد ، حديث : ٧٤١٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور نقصان سے نجات دلانے والی راحت کہ جنہیں اس کے لیے اللہ کریم نے تیار کر رکھا ہے کی طرف وہ پلٹ جاتا ہے۔

البتہ کافر (اللہ کے دشمن اور اس کے باغی) کے لیے وہی کچھ ہوتا ہے جو اس نے دنیا سے باوجود اس کی قلت اور تنگی و تلخی کے حاصل کرلیا۔ اور جب وہ مرجاتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ والے عذاب اور ہمیشہ والی بدبختی کی طرف پلٹ جاتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ ...... اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی ہے۔'' ❶ نبی کریم ﷺ نے دنیا سے بے رغبتی اختیار فرمائی اور آخرت کے ساتھ آپ راضی ہوگئے۔ اور اسی کو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی اختیار فرمایا۔ نبی مکرم ﷺ کو اس بات نے خوش کردیا اور آپ کو یہ بہت اچھا لگا کہ ان امہات المؤمنین نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو (دنیا کے بدلے) پسند کیا ہے۔ ❷

فَعَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: ((أَتَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنِّي سَأَعْرِضُ عَلَيْكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيْهِ حَتّٰى تُشَاوِرِي أَبَوَيْكِ)) فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا الْأَمْرُ؟ قَالَتْ: فَتَلَا عَلَيَّ: ﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: وَفِي أَيِّ

---

❶ صحیح البخاری / کتاب الرقاق / باب ماجاء فی الرقاق وأن لا عیش إلا عیش الآخرة حدیث: ٦٤١٣

❷ احادیث کی کتب میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ اپنی ازواج مطہرات سے ایک ماہ کے لیے ایلاء کا عہد کرلیا تھا۔ یعنی ان سے علیحدگی اختیار فرمائی تھی۔ احادیث میں اس کے مختلف اسباب ذکر ہوئے ہیں۔ ایک یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادتی اخراجات کا مطالبہ کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ انہیں اخراجات ضرورت سے کم ملتے تھے اور تنگی رہتی تھی۔ بعض روایات میں شہد کا واقعہ ذکر ہوا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصل میں یہ تمام واقعات پے در پے پیش آئے تھے، اور ان سے متاثر ہوکر نبی کریم ﷺ نے ایلاء کرلیا تھا۔ تاکہ امہات المؤمنین آپ کی ازواجِ مطہرات کو تنبیہ ہوجائے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشویش پھیلی اور وہ اس فیصلے پر انتہائی پریشان ہوگئے۔ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے، آپؓ بیان کرتے ہیں کہ: ''فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ، فَإِذَا حَوْلَهٗ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ ...... پھر میں (اپنی بیٹی حفصہؓ سے بات کرنے کے بعد کہ اس وقت وہ رسول اللہ ﷺ کے حرم میں تھیں اور پریشانی سے رو رہی تھیں۔) باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں کچھ لوگ موجود تھے اور ان میں سے بعض رو بھی رہے تھے۔'' یہ واقعہ صحیح البخاری میں بالتفصیل: (۱) کتاب المظالم / باب الغرفةِ وَالْعُلِّيَّةِ وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وغيرها، حديث: ٢٤٦٨ ـ (۲) کتاب التفسیر / باب تفسیر سورة التحریم، حدیث: ٤٩١٣، (۳) کتاب النکاح / باب موعظة الرجل ابنتَه لِحالِ زَوجها، حدیث: ٥١٩١ میں آیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں: کتاب الطلاق / باب بیان أن تخییره إمرأته لا یکون طلاقًا إلّا بالنیّة / حدیث: ٣٦٨١، ٣٦٨٢، ٣٦٩٠ / باب فی الإیلاء وإعتزال النساء وتخییرهن وقوله تعالیٰ: وإنْ تظاهرا علیه، حدیث: ٣٦٩١ تا ٣٦٩٦ میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ تَـأْمُرُنِي أُشَاوِرُ أَبَـوَيَّ؟ بَـلْ أُرِيـدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ۔ قَالَتْ: فَسُرَّ بِذٰلكَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْـجَبَـهُ ، وَقَـالَ: ((سَـأَعْرِضُ عَلَى صَوَاحِبِكِ مَا عَرَضْتُ عَلَيْكِ)) قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهُ: فَلَا تُخْبِرْهُنَّ بِالَّذِي اخْتَرْتُ ، فَلَمْ يَفْعَلْ ، وَكَانَ يَقُوْلُ لَهُـنَّ كَـمَـا قَـالَ لِعَـائِشَةَ ثُـمَّ يَقُوْلُ: ((قَدِ اخْتَارَتْ عَائِشَةُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ)) ❶

''چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:''میرے پاس (اس مدتِ ایلاء کے آخر میں) نبی کریم ﷺ تشریف لائے ،اور فرمایا:''عائشہ! میں تم پر ایک معاملہ پیش کرتا ہوں۔تمہارے اوپر یہ لازم نہیں ہے کہ اس میں جلدی نہ کرو، یہاں تک (بھی اجازت ہے) کہ اپنے والدین سے اس بارے مشورہ بھی کر سکتی ہو۔'' تو میں نے پوچھا: یہ معاملہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ؛ تب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سورۃ الاحزاب کی یہ آیات تلاوت کر کے سنائیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (الاحزاب:۲۸، ۲۹)

''اے ہمارے پیارے نبی! اپنی ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنھن) سے کہہ دیں؛ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ! میں تمہیں کچھ دے دوں اور پھر اچھے طریقے سے رخصت کر دوں۔ (کہ اپنے والدین یا اولیاء الامور کے گھر چلی جاؤ۔) اور اگر تم اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے (جنتوں میں بنے) گھر چاہتی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تم میں امّ المؤمنین فرماتی ہیں: میں نے عرض کی؛ اللہ کے رسول! (ﷺ) آپ کس بات کے بارے میں مجھے حکم دے رہے ہیں کہ اپنے والدین سے مشاورت کروں؟ (مجھے کسی مشاورت کی ضرورت نہیں) بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر (جو جنتوں میں میرے لیے بنایا گیا ہے) کو چاہتی ہوں۔ (مجھے نہ دنیا چاہیے اور نہ اس کا ساز و سامان۔) آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کو میری اس بات نے حیران کر دیا اور آپ کو میرے اس کہنے نے خوش کر دیا۔ اور آپ ؐ نے فرمایا:''میں تمہاری دوسری صواحبات (سوکنوں) پر بھی

❶ مسند أحمد، رقم: ٢٥٣٩٤، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح (١٨٥/٦-٢٤٩٩٠) و ٦/ ٢٦٤-٢٥٧٣٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نیکی اختیار کرنے والیوں کے لیے اللہ رب العالمین نے بہت بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے۔'' ❶
وہی بات پیش کروں گا جو میں نے تم پر پیش کی ہے۔'' کہتی ہیں: میں نے آپ ﷺ سے کہا: ''جس بات کو میں نے اختیار کیا ہے، آپ اس کے بارے میں انہیں خبر نہ دیں۔ (کہ میں نے آپ کو کیا جواب دیا ہے۔)'' مگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ آپ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح ان پر وہی بات پیش کرنے کے بعد فرماتے: ''عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے تو اللہ رب العالمین، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (الانعام: ٣٢)

اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ کھیل کود اور دل کا بہلانا (شغل ولہو) ہے۔ البتہ پرہیز گاروں کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے۔ کیا تم لوگ (عقل رکھتے ہو) سمجھتے نہیں ہو؟''

نفلی روزوں کے لیے نبی مکرم ﷺ کے ہاں پسندیدہ مہینہ شعبان کا تھا

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: ((كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَنْ يَصُوْمَهُ شَعْبَانُ ثُمَّ يَصِلَهُ بِرَمَضَانَ)) ❷ وَقَالَتْ: ((وَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ)) ❸

''امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تمام مہینوں میں سے زیادہ پسندیدہ (نفلی روزوں کے اعتبار سے) شعبان کا مہینہ تھا کہ جس میں آپ روزے رکھتے تھے۔ اس میں آپ روزے رکھتے ہی چلے جاتے حتی کہ رمضان کے ساتھ جا ملاتے۔ (یہ سنن ابی داؤد کے الفاظ ہیں) اور آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے سوا کسی مہینہ کو روزے رکھ کر مکمل کیا ہو۔ اور نہ ہی میں نے کبھی دیکھا کہ آپ ﷺ نے

❶ نبی کریم ﷺ کی سب ازواجِ مطہرات، امہات المؤمنین محسنات و صالحات تھیں۔ الطیبات للطیبین کا اعلیٰ ترین نمونہ۔ مگر اللہ تعالیٰ صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا، تاکہ نڈر نہ ہو جائے اور خاتمہ کا ڈر لگا رہے۔ (موضح القرآن)

❷ صحيح سنن أبي داود، رقم: ٢١٢٤ كتاب الصيام / باب في صوم شعبان : ٢٤٣١

❸ أخرجه البخاري في كتاب الصوم، باب صوم شعبان ح: ١٩٦٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبان کے علاوہ کسی اور مہینے میں کثرت سے روزے رکھے ہوں۔''

شعبان کے روزے:

اس مہینے کا نام شعبان اس لیے رکھا گیا تھا کہ عرب لوگ حرمت کا مہینہ (کہ جس میں لڑائی ممنوع تھی) رجب المحرم گزار کر شعبان میں پانی کی طلب یا لکڑیاں جمع کرنے کے لیے جنگلوں کی طرف ٹولیوں کی صورت نکل جایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں بھی شعبان کے معانی بیان ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ شعبان میں بھی روزے رکھتے تھے اور دیگر مہینوں میں بھی۔ آپ ﷺ کے نفلی روزے شعبان میں اس مہینے کے علاوہ سے زیادہ ہوتے تھے۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی ہے:

((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ اور کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے۔ شعبان کے پورے دنوں میں آپ ﷺ روزہ سے رہتے۔''

تو اس حدیث میں ماہِ شعبان کے نفلی روزوں کی فضیلت پر دلیل پائی جاتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ کے شعبان میں کثرتِ صیام میں حکمت بارے اختلاف ہے۔ چنانچہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سفر وغیرہ کی وجہ سے ہر ماہ کے تین روزوں سے کبھی مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ (کہ جن کو آپ اگر عارضہ لاحق نہ ہوتا تو باقاعدہ رکھتے تھے۔) یہ روزے (اگر دو چار ماہ کے) جمع ہو جاتے تو آپ ان کو شعبان میں رکھ لیا کرتے تھے۔ ایک یہ بھی حکمت بیان کی گئی ہے کہ؛ نبی کریم ﷺ ایسا رمضان المبارک کی تعظیم کے لیے کیا کرتے تھے۔'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ؛ (گزشتہ) رمضان المبارک میں نفلی عبادات سے جو رہ گیا ہوتا اس کی کمی پوری کرنے کے لیے شعبان کے علاوہ دیگر دو مہینوں کے نفلی روزوں کو دوگنا کر کے آپ ادا کر لیتے۔ اس میں سب سے اولیٰ بات درج ذیل ہے:

((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، لَمْ أَرَكَ تَصُوْمُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ ؟ قَالَ: ((ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ ، بَيْنَ رَجَبٍ وَّ رَمَضَانَ ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ)) [2]

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الصوم ، باب صوم شعبان ح : ١٩٧٠

[2] صحيح سنن النسائي رقم: ٢٢٢١/كتاب الصيام : ٢٣٥٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) جتنے روزے آپ شعبان کے رکھتے ہیں، اس قدر دوسرے مہینوں میں (رمضان کے علاوہ) روزے رکھتے ہوئے میں آپ کو نہیں دیکھتا؟ (اس کا سبب کیا ہے؟) فرمایا: ''یہ رجب اور رمضان کے درمیان والا وہ مہینہ ہے کہ اس سے لوگ غافل ہوتے ہیں۔ (یہ سوچ کر کہ آگے پورا مہینہ روزوں کا جو آ رہا ہے۔ اس میں نیکیوں کی کسر نکالیں گے۔) حالانکہ یہ (شعبان) وہ مہینہ ہے کہ جس میں اعمال اللہ رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل جب (میرے رب کی طرف) اٹھایا جائے تو میں روزے سے ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ شعبان کے روزوں کا رمضان المبارک سے وصل فرماتے تھے۔ اور یہ اس شخص کے لیے جائز ہے، جس کی ہر سال شعبان میں روزے رکھنے کی عادت ہو کہ وہ اس کے آخری دن کو روزے کے ساتھ رمضان کے پہلے دن کے ساتھ ملا دے۔ مگر جس کی ہر سال ماہِ شعبان میں روزے رکھنے یا ہر ہفتے سوموار اور جمعرات والے دو روزوں کی اسے عادت نہ ہو تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ رمضان سے روزوں کے ساتھ سبقت کرے۔ بلکہ ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ)) [1]

''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے۔ البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہے تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔''

علماءِ سلف کا کہنا ہے، حدیث کا معنی یہ ہے کہ: ''رمضان کا احاطہ کرنے کی نیت سے، رمضان المبارک کا روزوں کے ساتھ استقبال نہ کرو۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے: ''اہل علم (قرآن وسنت پر متمسک سلف صالحین) کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ رمضان المبارک کے مفہوم میں دخولِ رمضان سے قبل آدمی روزوں کے ساتھ جلدی کرے۔'' (یعنی یوں لگے جیسے اس نے رمضان سے پہلے ہی رمضان شروع کر لیا ہے۔)

اس ''ممانعت بارے حکمت'' سے متعلق چند اقوال بیان کیے جاتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ قوی بات یہ ہے: ''رمضان المبارک (کے آغاز) کا حکم رمضان کے چاند کی رؤیت سے متعلق ہے۔ تو جس نے ایک یا دو

[1] أخرجه البخاري في كتاب الصوم، باب لا يتقدّم رمضان يصوم يومٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ح: ١٩١٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزوں کے ساتھ رمضان کو مقدم کرلیا تو اس نے اس حکم میں عیب لگانے کی کوشش کی۔ اور اجازت والے استثناء کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کا یہ معمول ہو (کہ وہ ہر ہفتے، سوموار، جمعرات کا اور ہر ماہ ایامِ بیض کے روزے رکھتا چلا آ رہا ہے) اسے اس بارے اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ اس نے ہر ماہ مسنون نفلی روزے رکھنے کو عادت بنایا ہوا ہے اور اس کی اس عمل سے الفت پیدا ہو چکی ہے، جبکہ الفت شدہ چیز کا ترک کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اور اس میں استقبالِ رمضان جیسی کوئی مشابہت نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح اس کے ساتھ قضاء اور نذر والے روزوں کے وجوب کا بھی التحاق ہے۔'' (یعنی وہ بھی اگر پیچھے رہتے چلے آ رہے ہوں تو رمضان سے پہلے پہلے انہیں رکھ لے۔)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: ''اِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا ...... جب آدھا شعبان گزر جائے تو روزے نہ رکھو۔'' ❶ تو یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے لیے پہلے نصف شعبان کے روزے نہ ہوں۔ البتہ جو آدمی پہلے نصف شعبان میں روزے رکھتا چلا آ رہا ہو۔ جیسے کہ سوموار اور جمعرات کے روزے یا (چاند کی) تیرہ، چودہ، پندرہ والی تاریخوں کے روزے (ایامِ بیض) ...... اس کے لیے استثنائی اجازت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان سے اس شخص کو (اس حکم سے) مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ فرمایا! ''مگر یہ کہ ایسا آدمی جو (مذکور بالا) اپنے نفلی روزے (باقاعدگی سے) رکھتا چلا آ رہا ہو وہ اس دن (۲۹ یا ۳۰ شعبان) کا روزہ رکھ لے۔''

نبی معظم ﷺ کی پسند کہ عمل کی پیشگی کے وقت آپ روزے سے ہوں

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ)) ❷

''جنابِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کے اعمال سوموار اور جمعرات والے دن پیش کیے جاتے ہیں۔ اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل (اللہ ذوالجلال کے ہاں) پیش کیا جائے تو میں روزے سے ہوں۔''

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، لَمْ أَرَكَ تَصُوْمُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ ؟ قَالَ: ((ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ ، بَيْنَ رَجَبٍ وَ رَمَضَانَ ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ)) ❸

---

❶ صحيح سنن أبي داؤد ، حديث : ٢٠٤٩ ❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم: ٥٩٦ كتاب الصوم: ٧٤٧

❸ صحيح سنن النسائى ، رقم: ٢٢٢١ (كتاب الصيام: ٢٣٥٩)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) جتنے روزے آپ شعبان کے رکھتے ہیں، اس قدر دوسرے مہینوں میں (رمضان کے علاوہ) روزے رکھتے ہوئے میں آپ کو نہیں دیکھتا؟ (اس کا سبب کیا ہے؟) فرمایا: ’’یہ رجب اور رمضان کے درمیان والا وہ مہینہ ہے کہ اس سے لوگ غافل ہوتے ہیں۔ (یہ سوچ کر کہ آگے پورا مہینہ روزوں کا آ رہا ہے۔ اس میں نیکیوں کی کسر نکالیں گے۔) حالانکہ یہ (شعبان) وہ مہینہ ہے کہ جس میں اعمال اللہ رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل جب (میرے رب کی طرف) اٹھایا جائے تو میں روزے سے ہوں۔‘‘

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے کہ آپ کا عمل جب اللہ کے ہاں پیش ہو تو آپ روزے کی حالت میں ہوں۔ اور اس بات کو بھی پسند کرتے کہ جب آپ کا عمل آسمانوں کی طرف اٹھایا جائے تو آپ روزے سے ہوں۔ بلکہ ابویعلی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’فَأُحِبُّ أَنْ يَأْتِيَ أَجَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ ...... تو میں پسند کرتا ہوں کہ جب میری اَجل (فوتگی کا وقت قریب) آئے تو اس وقت میں روزے سے ہوں۔‘‘

تو یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روزوں کا معاملہ بہت ہی عظیم ہے، ان کی فضیلت بہت بڑی اور ان کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر سال پورے ماہ کے روزے امت محمد یہ علی صاحبها التحیہ والسلام پر فرض کر دیے اور وہ مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔ جیسا کہ اس نے (پورا سال ہر ماہ تین روزے) سابقہ امتوں پر فرض کر رکھے تھے۔ (اور وہ ساری زندگی اسی طرح روزے رکھتے رہتے تھے۔) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

’’اے ایمان والو! (مسلمانو!) جیسے اگلے لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اسی طرح تمہیں بھی (گنتی کے کئی دن) روزے رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔‘‘

ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ صرف رمضان کے فرض روزوں پر اکتفاء کرتے ہوں، بلکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے اور اجر و ثواب کو کثرت سے حاصل کرنے کے لیے آپ دوسرے بہت سارے دنوں کے روزے بھی رکھتے تھے۔ ان دنوں کے روزے نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کے لیے بھی مسنون قرار دیے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں، جو پورا سال (وقفوں وقفوں سے) رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً: (۱)...... ماہِ شوال کے چھ روزے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)......ذوالحجہ کے شروع والے ۹ روزے، (۳)......حاجیوں کے علاوہ ہر یومِ عرفہ کا روزہ، (۴)......محرم الحرام کی دس تاریخ کو یومِ عاشوراء کا روزہ کہ ایک دن اس سے پہلے روزہ رکھا جائے یا ایک دن بعد میں، (۵)......ایامِ بیض (چاند کی ہر تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ) کے روزے اور (۶)...... ہر ہفتے میں ہر سوموار اور ہر جمعرات کے دن کا روزہ۔ ان تمام روزوں میں سے ہر روزے کی خاص فضیلت اور اللہ رب العالمین کے ہاں لکھا ہوا اجر عظیم ہے۔

روزوں کی فضیلت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ اللّٰهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ۔ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ)) [1] وَفِي رِوَايَةٍ: ((يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي ، اَلصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا)) [2]

جنابِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے۔ مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے۔ اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہیں کرنی چاہیے اور نہ وہ شور مچائے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزے دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی۔ ایک اُس وقت جب وہ افطار کرتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اور دوسرے جب وہ اپنے رب ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پاکر خوش ہوگا۔'' (یہ الفاظ صحیح بخاری کی حدیث نمبر: ۱۹۰۴ کے ہیں۔)

ایک اور روایت میں ہے: ''(اللہ کریم فرماتے ہیں) روزے دار بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الصوم، باب هل يقول إني صائم إذا شتمتم۔ ح : ١٩٠٤

[2] أخرجه البخاري في كتاب الصوم ، باب فضل الصوم ح : ١٨٩٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلی نیکی کے دس گنا (زیادہ) ہوتا ہے۔''

تو وہ اسباب کہ جن کی وجہ سے روزہ کے لیے اس طرح کے نایاب انعامات وکرامات رکھے گئے ہیں، یہ ہے کہ روزہ خالصتاً اللہ کے لیے ہوتا ہے اور وہی جل شانہ اس کا بدلہ عطا کرتا ہے۔ کیونکہ روزے میں ریا کاری نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ دیگر اعمال تو حرکاتِ جسمانی سے ظاہر ہو جاتے ہیں کہ جن کی خبر لوگوں کو ہو جاتی ہے اور ان میں ریا کاری کے داخل ہونے کا بھی امکان ہوتا ہے کہ جس سے بنی آدم کو چوکنا کر دیا گیا ہے۔ بخلاف روزے کے، جو کہ بنی آدم سے فعلاً ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ روزہ، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک بھید ہوتا ہے کہ جس کو بندہ خالصتاً اللہ سے اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کا (چھپانے والا) معاملہ کرتا ہے۔ ریا کاری سے زبانی اس کا اعلان نہیں کرتا پھرتا کہ میں روزے سے ہوں۔ اور اگر وہ بتلائے نہیں تو مجرد اس کے فعل صوم سے اس پر اللہ کے سوا کوئی مطلع بھی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے جی کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ کہ پھر آدمی کے روزے کا بھید یا وہ خود جانتا ہوتا ہے یا اس کا رب۔ اور جب اللہ تعالیٰ روزے دار کے جی کی طرف اس (روزے کے بھید) کو ملا دیتا ہے تو پھر وہ اس کے ثواب کی مقدار اور نیکیوں کو ہزار ہا گنا کرنے پر بھی منفرد ہو جاتا ہے۔ (یعنی کسی کو نہیں بتلاتا کہ اس کا اجر کتنا وہ دے گا، جیسے بندہ بھی لوگوں کو نہیں بتلاتا کہ وہ روزے سے ہے۔)

تو اعمالِ صالحہ کے اجر و ثواب کی مقداریں لوگوں پر سوائے روزوں کے سب منکشف کر دی گئی ہیں اور انہیں وہ دس سے لے کر سات سو گنا تک اور ان سے بھی زیادہ جتنی اللہ چاہے بڑھا چڑھا کر دے دی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کریم روزے دار کو بغیر اندازہ بتلائے اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں اور اس کے ثواب کا اندازہ اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ یہ بات اللہ رب العالمین کے اس فرمان کی طرح ہے:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (الزمر: ١٠)

''بالتحقیق جو صبر کرنے والے ہیں انہیں بے شمار ثواب ملے گا۔''

جب اللہ کریم یہ فرمائیں کہ اس عطاء کو میں اپنی ذات اقدس کے ذمے لیتا ہوں تو اس میں بہت بڑا اور عظمت والا ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور جب ساری نیکیاں مال کے خرچ کرنے اور جسمانی استعمال کی طرف پلٹنے والی ہیں۔ یعنی ان کے استعمالِ قلت و کثرت کے ساتھ ان نیکیوں کا تعلق ہوتا ہے تو بلاشبہ روزہ کسرتِ نفس (یعنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے) اور جسم کو نقصان کے لیے تعریض کرنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ روزے میں بھوک، پیاس اور ترکِ شہوات والی مصیبت کی تکلیف پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ: اَلْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مَائَةِ ضِعْفٍ۔ قَالَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ : فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔)) ❶

''آدمی کا ہر عمل دگنا ہوتا ہے، اس طرح کہ ایک نیکی دس تک ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ سات سو تک بڑھ جاتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: سوائے روزے کے، وہ خاص میرے لیے اور میں خود اس کا بدلہ دیتا ہوں اس لیے کہ بندہ اپنی خواہشات اور کھانا پینا میرے لیے چھوڑتا ہے اور روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں۔ ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور دوسری اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہوتی ہے۔''

روزے داروں کے لیے قیامت والے دن خاص انعام واکرام ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ)) ❷

''جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ریان'' کہا جاتا ہے۔ اس میں سے قیامت والے دن صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے علاوہ کوئی اور اس میں سے داخل نہ ہو سکے گا۔ آواز لگائی جائے گی: روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ اٹھ کھڑے ہوں گے (اور باب ریان میں سے جنت میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے۔) ان کے علاوہ کوئی اور اس میں سے داخل نہ ہوگا۔ جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور (تاکیداً روزے داروں کی عظمت کے پیش نظر پھر فرمایا کہ) اس میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا۔''

جہاد فی سبیل اللہ کے سفر میں ایک دن کا روزہ روزے دار کو جہنم سے ستر سال دور کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا)) ❸

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الصيام ، باب فضل الصيام۔ ح : ٢٧٠٧

❷ أخرجه البخاري في كتاب الصوم ، باب الريان للصائمين ح :١٨٩٦

❸ أخرجه مسلم في كتاب الصيام ، باب فضل الصيام في سبيل الله۔ ح : ٢٧١١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ کی راہ (جہاد و قتال فی سبیل اللہ) میں روزہ رکھے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دن کی برکت سے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر برس کی راہ برابر دور کر دے گا۔''

لیکن روزے کی کچھ شرائط ہیں کہ جن کا التزام نہایت ضروری ہے اور ان کی مقتضیات پر عمل بھی۔ حتی کہ روزہ صحیح طور پر خالص اللہ کے لیے قابل قبول ہو جائے۔ ان میں سے کچھ درج ذیل حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)) [1]

''جو آدمی جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا (روزہ رکھ کر بھی) نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا، پینا چھوڑے رکھے۔''

تو اس لیے روزے کی حالت میں جھوٹ اور دغا بازی کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ظاہری و باطنی گناہوں کا ارتکاب بھی ترک کر دینا چاہیے۔ اگرچہ عام حالات میں بھی یہ چیزیں چھوڑ دینی چاہییں، شریعت کو یہی مطلوب ہے، مگر روزے کی حالت میں تو بالأولیٰ ان کو ترک کر دینا چاہیے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روزے کی شرعیت سے مقصود بھوک اور پیاس نہیں ہے، بلکہ وہ تزکیۂ نفس مقصود ہے کہ جس سے شہوات کو توڑنا اور نفس امارہ بالسّوء کو نفس مطمئنہ کا فرمانبردار بنانا ہوتا ہے۔ اگر یہ مطلوب و مقصود حاصل نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس روزے کی طرف قبولیت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔''

روزے سے چند ایک جسمانی صحت کے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''روزہ...... جسمانی، قلبی اور روحانی بیماریوں سے ڈھال کا کام دیتا ہے۔ اس کے فوائد گنے نہیں جا سکتے۔ صحت کی حفاظت، وجود سے فضول مادوں کی بیخ کنی اور جسم کو ایذاء پہنچانے والی چیزوں سے نفس کے روکنے والے کردار میں اس کی بڑی حیران کن تاثیر ہے۔ پھر یہ کہ نفسانی جی پر وجود کے اعضاء و قویٰ جو حفاظت مہیا کرتے ہیں روزے سے ان اعضاء و قویٰ کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ (جس سے وہ وجود میں ایک اچھا کردار ادا کر پاتے ہیں۔) روزے سے دوسروں کے لیے ایثار کی جو خاصیت پیدا ہوتی ہے اس سے جلد یا بدیر دل کو خوشی ملتی ہے اور یہ خاصیت (اور خوبی) ٹھنڈے اور خشک مزاج لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔ غرضیکہ روزے داروں کی حفظانِ صحت میں روزے کی بہت بڑی تاثیر ہوتی ہے۔''

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم ح: ١٩٠٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزے کا شمار جسمانی اور روحانی بیماریوں کے لیے (تجویز کردہ) ادویات میں ہوتا ہے۔ جب روزے دار اپنے روزے کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے تو لازماً وہ اس کی طبعی اور شرعی مراعات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے وجود اور دل کا روزے کے ساتھ (ان طبعی اور شرعی مراعات سے) فائدہ اٹھانا بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ اور وہ فاسد مادے جو اس روزہ دار کے وجود میں خرابی پیدا کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، فوراً اس سے رک جاتے ہیں۔ اور فضول قسم کے مادے جو ان فاسد مادوں کے مکمل ہونے یا گھٹنے سے حاصل ہوتے ہیں وہ زائل ہو جاتے ہیں۔ اور جن فاسد مادوں سے لازماً ایک وجود کو محفوظ رہنا چاہیے روزے داران سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور روزہ...... اپنے مقصود کے حصول، خوشی اور نہایت درجہ کی غرض و غایت پر روزے دار کی مدد کرتا ہے۔ کھانے، پینے کو ترک کرنے کے پیچھے ایک اور معاملہ بھی مقصود و مطلوب ہے۔ اور اس معاملے کے اعتبار سے تمام اعمالِ صالحہ میں سے اسے مختص کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: ''روزہ خاص اللہ کے لیے ہوتا ہے۔'' اسی لیے تو روزہ بندے اور ان چیزوں کے درمیان بچاؤ اور ڈھال کا کام دیتا ہے جو آدمی کے دل اور وجود کو جلد یا بدیر تکلیف پہنچانے والی ہوتی ہیں۔ اللہ ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ﴾ (البقرة: ١٨٣)

''مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔''

تقویٰ کا معنی پرہیزگاری بھی ہے اور بچاؤ بھی۔ تو روزے کی مقصود و مطلوب چیزوں میں سے ایک بچاؤ اور ڈھال بھی ہے۔ (یعنی گناہوں سے بھی اور مفاسد جسمانی سے بھی۔) اور یہ بہت بڑے نفع والا پرہیز ہے اور ایک دوسرا مطلوب بھی۔ وہ ہے: ''دل اور اس کی ہمت کا اللہ تبارک وتعالیٰ پر اکٹھے ہو جانا۔ یعنی اللہ ہی کے لیے بندہ روزے میں ساری مشکلات کو جھیلتا چلا جاتا ہے۔ اور رب کریم کی محبت و اطاعت میں جسمانی قویٰ کا ہمت کرنا۔''

نبی کریم ﷺ کی اللہ کے ذکر سے محبت

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالَى مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً مِّنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ۔ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً)) [1]

---

[1] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣١١٤ كتاب العلم ح : ٣٦٦٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ضرور ہے کہ میں ایسی قوم کے ساتھ ہی بیٹھا رہوں جو فجر کی نماز سے طلوعِ آفتاب تک بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے رہیں اور یہ مجھے بہت پسندیدہ ہے اس بات سے کہ میں بنو اسماعیل کے چار غلام آزاد کرواؤں۔ اور ضرور ہے کہ میں ایسی قوم کے ساتھ ہی بیٹھا رہوں جو نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔ اور یہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ ہے کہ میں چار غلام آزاد کردوں۔''

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو نمازِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک اس قوم کے ساتھ بیٹھنا (دنیا کے سب سے معزز قبیلے بنو اسماعیل کے) چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب تھا، جو مسجد میں ہی بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ اسی طرح نمازِ عصر سے مغرب تک آپ کو ذکر اللہ میں مشغول بیٹھنا زیادہ پسندیدہ تھا۔ دراصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ وہی پسند فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ چنانچہ ذکر و اذکار اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ اعمال میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ)) [1]

''اللہ رب العالمین کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے کہ تمہاری موت جب آئے تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔''

زبان کے تر ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس پر اللہ کا ذکر جاری ہو۔ اسی طرح اس کے خشک ہونے کا معنی اس کے الٹ ہے۔ پھر اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس پر اللہ کا ذکر ہمیشہ رہے۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرنے والے تھے۔ آپ اپنے تمام اوقات اور اپنی تمام حالتوں میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ آپ کی سانسوں کے ساتھ اللہ کا ذکر جاری رہتا تھا، چاہے آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہوتے یا کھڑے ہوتے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے بھی۔ اسی طرح آپ اپنے پیدل چلنے، سواری پر ہونے، اس سے اترنے، ٹھہرنے، گھر، مسجد اور بازار میں داخل ہونے، ان سے نکلنے، سونے اور جاگنے والی تمام حالتوں میں اللہ کریم کو اس کے ذکر سے یاد رکھتے۔ پھر اپنے صبح و شام کے تمام اوقات میں، کھانے پینے اور ازواجِ مطہرات سے قربت کے اوقات میں، لباس پہننے اور اتارنے کے موقع پر، (کسی اچھی اللہ کی نئی نعمت، چاند، نئی بستی، شہر وغیرھا کو) دیکھنے کے وقت، ممدوح آوازوں کے سننے پر، اپنی صحت اور مرض میں، دکھ اور تکلیف میں، کشادگی اور تنگی میں...... غرضیکہ تمام حالات اور اوقات میں اللہ رب العالمین کا ذکر و شکر زبان پر ہمیشہ رہتا تھا۔

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم : ١٦٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ: ''كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ ...... ❶ '' نبی کریم ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ عزوجل کو ذکر کے ساتھ یاد رکھتے تھے۔'' نبی ﷺ نے اپنے ساتھ ساتھ اپنی امت کے لیے ان سب احوال واوقات میں اللہ کے ذکر کو مسنون کر دیا تھا۔''

اللہ کا ذکر: ❷

دراصل ذکر نام ہے مذکورلہ (اللہ تعالیٰ) کے لیے دل کی بیداری اور خبرداری کا اور زبان کے ساتھ اسے یاد کرنے کا۔ اس کا نام ذکر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ دل کے ذکر پر دلالت کرتا ہے۔ (یعنی جو دل میں ہوتا ہے وہ زبان پر آجاتا ہے۔) درآں حالیکہ جب لسانی ادائیگی پر ذکر کا اطلاق کثرت سے ہو گیا تو سمجھنے کے لیے یہ مفہوم قلبی ذکر پر سبقت لے گیا۔ قلبی ذکر یعنی دل میں اللہ کی تسبیحات وتحمیدات وتہلیلات اور تقدیسات کے ساتھ اسے ہر وقت یاد رکھنا سے مراد دل کی وہ کیفیت ہے کہ تمام حالات میں (سوائے چند ایک مخصوص احوال کے) اللہ کی یاد پر ہمیشگی ہو۔ (یعنی بلا ناغہ ہر روز اور پوری زندگی) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ؛ ذکر...... سے مراد ان الفاظ کی ادائیگی ہے کہ جن کی ترغیب بہت زیادہ (احادیث مبارکہ میں) دلائی گئی ہے اور یہ الفاظ باقیات صالحات میں شمار ہوتے ہیں (کہ جن کی قدر وقیمت کا اندازہ اللہ کے سامنے حاضری کے وقت ہو سکے گا۔) جیسے کہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے کلماتِ طیبہ ہیں۔ اسی طرح ان سے ملتے جلتے دیگر اذکار مسنونہ جیسے کہ: '' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا زززالِٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ.'' بعینہٖ دنیا اور آخرت کی بھلائی طلب کرنے والی دعا...... جیسے کہ: '' رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ ''

ذکر سے مراد یہ بھی ہے کہ وہ تمام اعمال کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کیا ہوا ہے یا ان کی طرف ترغیب دلائی ہے۔ ان پر ہمیشگی کی جائے۔ جیسے قرآنِ مجید کی تلاوت، احادیث مبارکہ کا مطالعہ، علم کا پڑھنا پڑھانا اور نوافل کی ادائیگی ہے۔ پھر یہ کہ ذکر الٰہی کبھی زبان پر جاری ہوتا ہے تو اس پر ادا کرنے والے کو پورا اجر وثواب دیا جاتا ہے، اس کے معانی پر غور وفکر اور توجہ کی حاضری شرط نہیں ہوتی۔ مگر دوسری ایک شرط ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس ذکر کا مقصد اس کے معنی کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ اگر زبان کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دل کی پوری توجہ بھی رہے تو یہ ذکر اللہ کا

---

❶ صحيح البخاري / كتاب الأذان / باب هل يتتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا وهل يلتفت في الأذان

❷ اس مضمون کی تیاری میں: (۱)...... فتح الباري (۲۰۹/۱۱) (۲)...... الجامع لأحكام القرآن للقرطبي (۱۱۵/۲ ـ ۱۲۱/۱۴ ، ۱۲۸) (۳)...... تفسير ابن كثير (۵۰۲/۳ ، ۵۰۳ ـ) (۴)...... شرح نووي (۱۵/۱۷) اور (۵)...... ابن قیمؒ کی مدارج السالكين (۳۹۷/۲) سے مدد لی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُکمل ترین درجہ ہے۔ اور ذکر کے مفہوم و معنی کا استحضار بھی اگر دل کی توجہ کے ساتھ ہو اور وہ پوری یکسوئی کہ جو اللہ عزوجل کی عظمت جلال اور اس سے نقائص کی پوری پوری نفی کرے تو یہ درجہ اکمل ترین سے بھی عظیم ہے۔ اگر یہ شروط فرض نماز اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے اعمالِ صالحہ میں پائی جائیں تو اس کمال میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ اس میں اگر پوری توجہ اللہ رب العالمین کی طرف پورے اخلاص کے ساتھ رہے تو یہ بھی اکمل ترین درجہ ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ زبان کے ساتھ اللہ کے ذکر کی ادائیگی کا معنی ان الفاظ کا ادا کرنا ہے جو رب کریم کی تسبیح و تحمید و تہلیل پر دلالت کرتے ہوں۔ اور دل سے ذکر کا معنی اللہ ذوالجلال والاِکرام کی ذات اقدس اور صفات عالیہ پر دلالت کرنے والی تمام آیات و بیّنات پر غور و فکر اور تدبر ہے۔ اسی طرح اللہ کی شریعت میں اوامر و نواہی والے ان احکام پر غور و تدبر کا نام بھی ذکر ہے جو اہل ایمان کو عمل کا مکلّف بنائیں حتی کہ غور و فکر کرنے والا ان پر صحیح طرح سے مطلع ہو جائے۔ اللہ کی مخلوقات میں رب تعالیٰ کی حکمتوں پر غور و فکر کا نام بھی ذکر ہے۔ اسی طرح عمل بالجوارح کا نام بھی ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانی جوارح اللہ کریم کی اطاعت و فرمانبرداری میں مستغرق ہو جائیں۔ (یعنی اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ایک عبادت گزار کی عبادت کا ایک ذرہ برابر بھی حصہ نہ ہو۔) اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے نماز کا نام ذکر رکھا ہے۔ جیسے کہ فرمایا:

﴿ یَآ أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط ﴾ (الجمعة:۹)

''ایمان والو! جب جمعہ والے دن نماز کے لیے اذان دے دی جائے تو اللہ کے ذکر (نماز) کی طرف جلدی سے لپکو۔''

کہا جاتا ہے کہ: اللہ کے ذکر کی دو اقسام ہیں: (۱)...... دل کے ساتھ ذکر اور (۲)...... زبان کے ساتھ ذکر۔ پھر دل کے ذکر کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔ (ا)...... اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت، اس کے جلال و اکرام، اس کی قدرت و عزت اور بادشاہی، تمام آسمانوں اور زمین میں اس کی ذات و صفات کے لیے دلائل پر غور و فکر کرنا۔ چنانچہ تمام اذکار میں سے یہ قسم اور نوع سب سے اَرفع و اُجل ہے۔ اور اسی کے متعلق کہا گیا ہے: ''خَیْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ ...... بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔'' تو اس سے مراد یہی مندرجہ بالا ذکر ہے۔

(ب)...... اوامر و نواہی والے امور پر دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا۔ اور جس کام کا حکم دیا جا رہا ہو اس کے کرنے اور جس سے روکا جا رہا ہو اس سے رکنے کے لیے مستعد ہو جانا اور جو معاملہ آدمی پر اشکال والا آ جائے اس پر توقف کرنا بھی ذکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک فقط زبان کے ساتھ اللہ کے ذکر کا تعلق ہے تو یہ قسم تمام اذکار میں سے کمزور ترین ہے۔ مگر اس میں بھی بہت بڑی فضیلت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ٤١ ، ٤٢)

''ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح (پاکی بیان) کرتے رہو۔''

اللہ کریم نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اس نے احسانات کی کئی اقسام اور کئی طرح کی نعمتوں کے ساتھ جو انہیں نواز رکھا ہے تو لازم ہے کہ وہ ذکر و شکر کے ساتھ اسے بہت زیادہ یاد رکھیں، جبکہ ان کے لیے اس عمل میں بہت بڑا اجر و ثواب بھی ملنے والا ہے اور واپس پلٹنے کی نہایت خوبصورت جگہ بھی۔ اور یہ کہ اپنے اوقات کا بہت بڑا حصہ وہ تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ) تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اور تکبیر (اَللّٰهُ اَكْبَرُ) کے ساتھ اپنی زبانوں کو مشغول رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر سہولت کے لیے اپنے ذکر کو غیر محدود رکھا ہے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان کلمات کو پاک آدمی بھی کہہ سکتا ہے، غیر طاہر اور جنبی بھی۔'' پھر فرمایا کہ: ''اللہ کریم کو بہت زیادہ یاد کرنے والا آدمی تب ہو سکتا ہے جب وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو۔'' اللہ کے ذکر میں بہت بڑا اجر ہونے کے حوالے سے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی ایسا فریضہ واجب نہیں کیا کہ جس میں ایک معلوم حد مقرر نہ کی ہو اور پھر عذر کے وقت انہیں معذور جانا ہو سوائے ذکر کے۔ اللہ کریم نے اپنے ذکر کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ کہ آدمی اس کی انتہا تک پہنچ جائے اور اس کے چھوڑنے پر کسی اِلزام سے بری بھی نہیں کیا، مگر یہ کہ وہ اس کے ترک کرنے پر مغلوب ہو۔ (جیسے کہ آدمی کو نیند آ جائے تو نیند کی حالت میں وہ قابل عذر ہے۔ اسی طرح بیت الخلاء میں بیٹھے وقت اور غشی وغیرہ کی حالت میں۔) چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ج اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ ﴾ (النساء: ١٠٣)

''چنانچہ جب تم (بحالت جنگ خوف کی) نماز پڑھ چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹے اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ پھر جب (قتال فی سبیل اللہ سے فارغ ہو کر) اطمینان پاؤ تو (پوری) نماز درستگی کے ساتھ ادا کرو۔ کیونکہ نماز مسلمانوں پر اوقاتِ (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔''

یعنی اللہ کا ذکر رات دن، خشکی اور تری میں، سفر و حضر میں، بحالت فقر و غنا، بیماری اور صحت میں، ظاہری اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خفیہ ہر حالت میں کرتے رہو۔ جب تم یہ کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اوپر رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعائے بخشش کرتے رہیں گے۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ ، وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟)) قَالُوا: بَلٰى ، قَالَ: ((ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى)) قَالَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: مَا شَيْءٌ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ ، مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ [1]

''جناب ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے سب اعمال سے بہتر، تمہارے مالک کے ہاں سب سے پاکیزہ، تمہارے درجات میں سب سے بلند اور تمہارے سونا چاندی خرچ کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمنوں سے ملو۔ تم ان کی گردنیں اتارو اور وہ تمہاری گردنیں اتاریں۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔'' معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے عذاب سے سب سے زیادہ نجات دلانے والی چیز ''اللہ کے ذکر'' کے سوا اور کوئی نہیں۔''

اور اللہ رب العالمین کا فرمان اقدس ہے:

﴿ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۲۰۵)

''اور (اے ہمارے پیارے نبی!) اپنے دل میں صبح وشام انتہائی عاجزی سے، ڈر کے ساتھ اور کم آواز سے اپنے پروردگار کا ذکر کرتا رہ اور (اس سے) غافل نہ ہو۔''

یعنی اپنے رب کو اپنے جی میں چھپا کر، عاجزی کے ساتھ اور اللہ ذوالجلال سے خوف کے ساتھ اسے یاد کر۔ دن کے آغاز میں (صبح کے وقت) اور اس کے آخری اوقات میں (رات کو) اللہ کا ذکر صرف اپنے آپ کو ہی سنا کسی اور کو نہیں اور اللہ کے ذکر سے غافل لوگوں میں سے نہ ہو جانا۔ اس سے مراد اپنے رب کے ذکر کو صبح وشام زیادہ سے زیادہ کرنے کی بندے کو ترغیب دلانا ہے، تاکہ وہ غافل لوگوں میں سے نہ ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا

[1] صحیح سنن الترمذي، رقم: ۲۶۸۸ والجامع في كتاب الدعوات ح: ۳۳۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانِ گرامی ہے:

((مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَ الْمَيِّتِ)) [1]

''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا...... زندہ اور مردہ آدمی کی طرح ہے۔''

قرآنِ مجید کی بہت ساری آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ذکر کا حکم دیتے اور اس کی ضد یعنی غفلت سے منع کرتے ہوئے خبردار کیا ہے۔ جبکہ ذکر کی کثرت کے ساتھ فلاح و کامرانی کی یقین دہانی کروائی ہے۔ ذکر کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور ان کے بہترین بدلے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اپنے ذکر کے بدلے ذکر کرنے والے کے لیے اس کی یاد کو اس کا بدلہ قرار دیا ہے۔ (یعنی جو اسے یاد کرتا ہے اسے وہ اپنے ملأ اعلیٰ کے پاس یاد کرتا ہے) اور یہ بات ہر شے سے بڑی ہے۔ اعمالِ صالحہ کا اختتام بھی وہ پھر اپنے بندے کی یاد کے ساتھ کرتا ہے (کہ دیکھو! میرے بندے کے نیک اعمال آئے ہیں۔) چنانچہ روزے کا عمل، حج کا عمل، نماز کا، جمعہ کا غرضیکہ ہر ہر عمل کے اختتام پر اس کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کو اس کی نشانیوں (یا آیاتِ قرآنیہ) سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے خاص کرنے کا ذکر کہ وہ عقلمند لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر خصوصی انعام ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں تمام اعمالِ صالحہ کے ساتھ اس کی مصاحبت اور قرب حاصل کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ کہ اللہ ذوالجلال والإکرام کا ذکر ان اعمالِ صالحہ کی روح ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ذکر کو نماز، روزے، حج اور اس کے مناسک کے ساتھ ملا دیا ہے۔ یعنی اگر ان میں ذکر نہیں تو یہ سب عبادات روح سے خالی ہوں گی۔ ذکر اللہ تو حج کی روح، اس کا مقصود العین اور اس کا خلاصہ ہے۔ اسی طرح اللہ نے اپنے ذکر کو جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ بھی ملا دیا ہے اور دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ کے وقت اپنا ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

نبی ﷺ کو چار اذکار دنیا جہاں سے زیادہ محبوب تھے [2]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَأَنْ أَقُوْلَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ)) [3]

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الدعوات ، باب فضل الذكر الله عزوجلّ ح: ٦٤٠٧

[2] تفصیل کے لیے: تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۴۲، صحیح مسلم شرح نووی: ۱۰۱/۳، تفسیر قرطبی: ۲۲۳/۱۰ حمدان الهجادی کی ''**لا اله الا الله محمد رسول الله**: ص ۲۲۔۳۰'' اور بدرالدین الزرکشی کی: ''معنی لا الہ الا اللہ: ص ۸۲۔۸۳'' دیکھ لیں۔

[3] أخرجه مسلم في كتاب الذكر ، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء ح: ٦٨٤٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جنابِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان ساری جگہوں کی اس ساری دولت سے زیادہ محبوب میرے ہاں ...... '' سُبْحَانَ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ '' ...... والے کلمات ہیں کہ جہاں جہاں تک سورج کی روشنی پہنچے۔''

بلاشبہ اللہ کی تسبیح پڑھنا (سُبْحَانَ اللّٰہ والے ذکر کے ساتھ) اس کی حمد بیان کرنا (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کے ساتھ) اس کی الوہیت کا دل وجان سے اقرار کرنا (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ) اور اس کی بڑائی بیان کرنا (اَللّٰہُ اَکْبَر والے پاک کلمہ کے ساتھ) اللہ کے رسول ﷺ کو اس ہر ہر قیمتی چیز سے زیادہ محبت تھا کہ جہاں جہاں تک زمین پر سورج کی روشنی پہنچ سکے۔ اس لیے کہ یہ چاروں اذکار اللہ رب العالمین کو سب کلاموں سے زیادہ محبوب ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ)) ❶

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب کلام، گفتگو سے زیادہ محبوب چار ذکر ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ (صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:) ان میں سے جس کے ساتھ بھی تم اللہ کے ذکر کا آغاز کرلو گے وہ تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔''

سُبْحَانَ اللّٰهِ:

اس کا معنی ہے کہ: اللہ تعالیٰ بلند و بالا ، ہر عیب اور نقص سے پاک اور ہر برائی سے محفوظ ہے۔ تو سبحان اللہ کے ساتھ اللہ کریم کی تسبیح بیان کرنا اسے ہر عیب، نقص اور برائی سے پاک اور محفوظ سمجھنا ہے۔ اور اس بات کا گویا عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بھی شریک، اولاد اور بیوی سے مبرا ہے۔ یہ سب کچھ اس کی ذاتِ اقدس کو لائق نہیں ہے۔ اس سبحان اللہ کے اقرار سے مطلقاً تمام نقائص سے اس ذاتِ باری تعالیٰ کا پاک ہونے اور مطلق طور پر تمام حدوث سے مبرا ہونے والا عقیدہ راسخ ہوتا ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت ہی عظیم ذکر ہے کہ جو اس کی ذاتِ مقدس کے علاوہ کسی کے لیے لائق نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ:

حمد کے معانی، مکمل تعریف کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حمد کے مکمل معانی کے ساتھ اس کا حقدار ہے کہ حمد صرف اسی کی ہی کی جائے کسی اور کی نہیں۔ جبکہ اس کی حمد کے لیے اس کے بہت ہی اچھے نام اور اس کی نہایت

❶ أخرجه مسلم في كتاب الآداب، باب بيان ما يستحب من الأسماء ح : ٥٦٠١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلند و بالا صفات قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَى عَبْدٍ نِعْمَةً فَقَالَ : أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، إِلاَّ كَانَ الَّذِيْ أَعْطَاهُ أَفْضَلَ مِمَّا أَخَذَ)) ❶

''اللہ رب العالمین جب اپنے کسی بندے کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور وہ کہے: الحمدللہ، تو اس شکر ادا کرنے والی یہ توفیق اس سے کہیں زیادہ افضل ہوگی جو اس نے اپنے رب سے حاصل کیا ہے۔''

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''الحمد اللّٰه...... اللہ کا شکر بھی ہے اور اس کی نعمت و ہدایت وغیرھا کا اقرار بھی۔ کہ یہ سب کچھ اسی کی عطا کردہ ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''اَفْضَلُ الدُّعَآءِ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... سب سے زیادہ فضیلت والی دعا: الحمد اللّٰه ہے۔'' ❷

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَلطَّهُورُ شَطْرُ الْإِيْمَان وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ ــ أَوْ تَمْلَأُ ــ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ)) ❸

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''طہارت آدھے ایمان کے برابر ہے۔ اور الحمد لله ترازو کو بھر دے گا (یعنی اس کا ثوابِ عظیم اس قدر ہے کہ اعمال تولنے کا ترازو اس کے اجر سے بھر جائے گا۔) اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آسمانوں اور زمین کے درمیان والے خلا کو بھر دیں گے۔''

بعض علماءِ سلف کا کہنا ہے کہ اگر ان دونوں کلماتِ طیبہ کے ثواب کو ایک وجود (جسم) عطا کر دیا جائے تو یہ آسمان و زمین کے درمیانی خلا کو پر کر دے۔ ان دونوں کی فضیلت کے بڑا ہونے کا سبب قولِ سُبْحَانَ اللّٰهِ کے ساتھ اللہ رب العالمین کی ہر عیب اور برائی سے پاکیزگی و براءت اور قولِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے ساتھ اللہ ذوالجلال والاکرام کے سپرد ہر اعلیٰ مکمل تعریف کا کر دینا اور اس کی طرف اپنی ہر محتاجی کا اظہار کرنا ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ:

اس کلمہ طیبہ کا معنی ہے: اللہ بزرگ و برتر کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ یہ کلمہ توحید، ارکانِ اسلام میں سے رکن اوّل اور افضل الذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے: '' اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ...... سارے ذکر سے افضل ترین کلمۂ طیبہ '' لَا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰـــهُ '' ہے۔'' ❹ علماءِ سلف نے اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے

❶ صحيح سنن ابن ماجه ، رقم : ٣٠٦٧

❷ دیکھئے: صحيح سنن الترمذي حديث : ٢٦٩٤

❸ أخرجه مسلم في كتاب الطهارة ، باب فضل الوضوء ح : ٥٣٤

❹ دیکھئے: صحيح سنن الترمذي ، حديث : ٢٦٩٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے: اس کلمۂ طیبہ میں دو خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱)...... اس کلمۂ مبارکہ کے تمام حروف، ''جوفی حروف'' ہیں۔ اور یہ وہ حروف ہوتے ہیں کہ جن کا مخرج حلق کے کسی حصے کی بجائے نیچے دل والے حصے میں ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک حرف بھی ''شفوی'' نہیں ہے کہ جن کا مخرج ''شَــفتَیـــن'' ہو۔ یعنی جو دونوں ہونٹوں کو ملا کر ادا کیے جائیں۔ جیسے کہ: ب، ف اور میم ہیں۔ چنانچہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے حروف کی دل والے حصے سے ادائیگی میں اس بات کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ اس کلمہ طیبہ کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے نہ کہ ہونٹوں اور زبان سے۔

(۲)...... کلمہ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے تمام حروف نقطوں سے خالی ہیں۔ جس میں اس بات کا ایک دقیق ولطیف نکتہ یہ پایا جاتا ہے کہ اللہ ذوالجلال والاکرام کے سوا ہر معبود کی عبادت چھوڑ دینی چاہیے۔ یعنی اس کلمہ مبارکہ کے مکمل حصے میں نہ کہیں اوپر کوئی نقطہ اس کا حصہ ہے، نہ درمیان میں اور نہ کہیں نیچے۔ اسی طرح اس معبودِ برحق کی عبادت و الوہیت میں نہ کوئی جزوی حصے دار ہے، نہ کلی، نہ وجودی، نہ ظلی، نہ شہودی نہ اصلی اور نہ ہی نقلی۔

یہ کلمۂ طیبہ نفی اور اثبات دونوں کا اظہار ہے۔ یعنی لَا إِلٰـهَ میں اللہ ذوالجلال والاکرام کے سوا ہر کسی کی الوہیت کا انکار (نفی) ہے اور إِلَّا الـلّٰـهُ میں صرف اور صرف ایک اللہ جل جلالہ کی الوہیت کا اثبات ہے۔ إِلَّا والے کلمۂ حصر کے ساتھ إِلَّا الـلّٰـهُ ان تمام چیزوں، وجودوں، شہودوں اور موجودوں کی نفی کر دیتا ہے کہ جن کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا (یا اس کے ساتھ ساتھ ان کی بھی) عبادت و پوجا کی جا رہی ہو۔ اور یہ إِلَّا اللّٰهُ والا کلمۂ مبارکہ عبادت و پوجا کو صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ثابت کر دیتا ہے کہ جو اپنی ذاتِ اقدس کے لیے ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے۔ [1] اس لیے اس کلمۂ طیبہ (لَا إِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰـهُ) کے اقراری کے لیے لازم ہے کہ وہ بالفعل بھی تمام معبودوں (حتی کہ اپنے نفس کی پوجا اور نفسانی خواہشات کی پیروی) سے مکمل بیزاری کا اظہار کرے، جیسے اس نے زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ان کی نفی کر دی ہے۔ اور یہ کہ وہ بالفعل اللہ عزوجل کی ہی عبادت و پوجا کے اثبات کا ثبوت پیش کرے جیسے اس نے زبانی اس کا اقرار کیا ہے۔ اس لیے کہ اس کلمۂ مبارکہ کا ہدف صرف زبانی اقرار نہیں ہے بلکہ ان معانی کے اصل مفہوم کی بالفعل تحقیق ہے۔

یہ کلمۂ طیبہ اہل اسلام کا شعار اور ان کا کھلم کھلا موضوع ہے۔ (کہ وہ دعوت بھی اسی کی ہی دیتے ہیں۔) اسی کلمہ کے ساتھ بندہ اپنی بندگی کو زبان کے اقرار، دل کے خضوع اور رب تعالیٰ کی بزرگی بیان کرتے ہوئے اپنے خالق

---

[1] علماء نے عبادت کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔ (۱) قلبی عبادات۔ (۲) لسانی عبادات۔ (۳) جسمانی عبادات اور (۴) مالی عبادات۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام عبادات اپنے لیے ہی مخصوص کرنے کا حکم فرمایا ہے: ''(دیکھئے سورۃ الانعام آیت نمبر: ۱۶۲، ۱۶۳) کہہ دیجیے! کہ میری نماز، میری تمام عبادات (قربانی، نذر، منّت وغیرہ) میری زندگی اور میری موت ایک اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے اوّل فرمانبردار (مطیع مسلمان) ہوں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے واجب کرتا ہے۔ اسی کلمۂ مبارکہ کے ساتھ کو مضبوطی سے تھامنے والے نفس انسانی روشن اور بڑے بڑے امور کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی کلمہ مبارکہ کے ساتھ آدمی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اللہ رب العالمین پر ایمان لانے والے، اس کی مضبوط رسی (قرآنِ حکیم) کو مضبوطی سے تھامنے والے، اس کے حکم کی اطاعت کرنے والے، اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنے والے اور اپنے ہر معاملے کو اس اللہ جل وعلا کے سپرد کرنے والے اہل ایمان کے ساتھ مل جانے کا اعلان کرتا ہے۔

اَللّٰهُ أَكْبَرُ :

اس کلمۂ مبارکہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑا ہے۔ علماء نے اس کلمہ کے معانی میں کہا ہے کہ؛ یہ کلمہ عربوں کے ہاں تعظیم واجلال بیان کرنے کے لیے سب سے زیادہ بلیغ ہے۔ اللہ اکبر ...... میں اَکْبَرُ صفت ہے اَللّٰهُ کی۔ یعنی اللہ ذوالجلال والاکرام ہر ہر چیز سے بڑا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

رَأَيْتُ اللّٰهَ أَكْبَرَ كُلَّ شَيْءٍ ... مُحَاوَلَةً وَأَكْثَرُهُمْ جُنُوْدًا

''میں نے اس بات کو بذریعہ علم جان لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تدبیر کرنے میں ہر ہر چیز سے بڑا اور ہر طرح کے لشکروں میں اپنے علاوہ سب سے زیادہ کثرت رکھنے والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اس کی ابتداء ''اللّٰہ اکبر'' سے کرتے۔ جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ بندے کا ''اَللّٰهُ أَكْبَر'' کہنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

نبی مکرم ﷺ دوسروں سے قرآن سننا پسند فرماتے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ)) قُلْتُ: اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قَالَ: ((إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي)) ❶ وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى أَتَيْتُ عَلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۢ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ قَالَ: ((حَسْبُكَ الْآنَ)) فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ)) ❷

جنابِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔'' میں نے عرض کیا؛ اللہ کے رسول! آپ کو قرآن سناؤں جبکہ قرآن تو آپ پر نازل کیا جاتا

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن ، باب من أحب أن يستمع القرآن من غيره ح : ٥٠٤٩

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن ، باب قول المقرئ للقارى : حسبك ح : ٥٠٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ فرمایا: ''میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ دوسروں سے قرآن سنوں۔'' دوسری روایت میں ہے کہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) پھر میں نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی حتی کہ (پڑھتے پڑھتے) میں اس آیت کریمہ پر پہنچا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ ﴾ (ترجمہ)...... ''پھر کیا حال ہوگا (اس وقت) جب ہم ہر امت پر (گواہی دینے کے لیے اس کے پیغمبر کو) ایک گواہ (بنا کر) لائیں گے۔ اور (اے ہمارے پیارے نبی) تمہیں ان لوگوں پر ہم گواہ بنا کر لائیں گے۔'' ...... تو فرمایا: ''عبداللہ! اب بس کرو۔ میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔''

قرآنِ مجید: [1]

قرآنِ مجید اللہ کریم کی وہ کتاب ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل کی گئی تھی۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور یہ نبی کریم محمد بن عبداللہ ﷺ کا وہ بہت بڑا معجزہ ہے، جو قیامت تک ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والا ہے کہ جسے اللہ الرحمٰن الرحیم نے صرف آپ کے لیے ہی مختص فرمایا تھا۔ اس کی حفاظت اللہ نے خود اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ چنانچہ اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک قرآن کو (اور اس کے ساتھ حدیث رسول کو بھی) ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

جس طرح قرآن اپنی ترتیب وترکیب لفظی اور اپنے معنی کے اعتبار سے معجزہ ہے کہ تمام جن وانس جمع ہو کر بھی اس جیسی ایک سورت نہیں بنا سکتے، اسی طرح اس کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس میں تا قیامت ردّ وبدل نہیں ہو سکے گا۔ قرآن کی حفاظت کا یہ وعدہ حیرت انگیز طور پر پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔ قرآن کے علاوہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اس طرح محفوظ ہو کہ اس کے کسی ایک حرف میں ردّ وبدل نہ ہوا ہو۔ دنیا بھر میں قرآن کے جتنے نسخے موجود ہیں ان میں ادنیٰ سا بھی اختلاف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ یہ ہے قدرت کی طرف سے حفاظت جو کسی اور کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ قرآن کی حفاظت کے تو مخالفین بھی معترف ہیں۔

اور یہ وہ کتاب ہے جو قلبی، جسمانی اور روحانی بیماریوں کے لیے شفاءِ کاملہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

[1] اس موضوع پر تفصیل کے لیے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر القرآن العظیم (عربی) جلد نمبر: ۳، ص: ۶۳ کا مطالعہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝ ﴾ (الإسراء: ٨٢)

''اور قرآن سے (بعض آیات وسُوَر) ایسی بھی اتارتے ہیں جو اہل ایمان کے لیے رحمت وبرکت اور ان کے لیے شفا ہوتی ہیں۔ اور (اللہ تعالیٰ یا قرآنِ مجید) کافروں کو اور زیادہ نقصان دیتا ہے۔'' (کہ وہ اس کا انکار کر کے، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت جو دیتے ہیں۔)

تو قرآنِ مجید دلوں میں جو شرک ونفاق، ٹیڑھی سوچ اور شک ہوتا ہے، اس سے شفا دیتا ہے۔ اور وہ رحمت بھی ہے کہ اس سے ایمان، دانائی، خیر کی طلب اور بھلائیوں سے رغبت جیسی اللہ کی بری بڑی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ اسے حاصل ہوتا ہے، جو اس پر ایمان لائے (کہ یہ منزل من اللہ اور اللہ ذوالجلال کی صفت ہے، کسی مخلوق کا کلام نہیں اور نہ خود ہی مخلوق ہے۔) اس کی تصدیق اور اس کی اتباع کرے۔ تب یہ اس کے حق میں شفاء اور رحمت بنتا ہے جب اسے سنے تو اس کے معانی اور مفہوم سے فائدہ اٹھائے اور اسے خوب خوب یاد کرے۔

جہاں تک اللہ کے دشمن کافر ظالم کا تعلق ہے تو اسے قرآن کی سماعت اس سے مزید دُور اور اس کے ساتھ کفر میں پختہ کر دیتی ہے۔ وہ نہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ ہی اس کو یاد رکھتا ہے۔ کافر پر یہ آفت ومصیبت اس کی اپنی لائی ہوئی ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی۔ جیسے کہ اللہ ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا هُدًى وَشِفَآءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍۭ بَعِيدٍ ۝ ﴾ (فصلت: ٤٤)

''(اے میرے پیارے نبی!) کہہ دیجیے! قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور (دل کی بیماری کے لیے) تندرستی ہے۔ اور جن لوگوں میں ایمان نہیں ان کے کانوں پر قرآن بوجھ ہے اور ان (کی آنکھوں) پر پردہ ہے۔ (جو انہیں اندھا بنائے رکھتا ہے اور حق بات کو دیکھتے نہیں۔)'' اور اللہ رب العالمین یوں بھی فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَٰفِرُونَ ۝ ﴾ (التوبة: ١٢٤، ١٢٥)

''اور جب کوئی سورت (قرآن کی) اتاری جاتی ہے تو ان (منافقوں) میں سے بعضے (مسلمانوں کو ہنسی ٹھٹھے سے) یوں کہتے ہیں: تم میں سے کس کے ایمان کو اس سورت نے بڑھا دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان والے ہیں انہی کے ایمان کو اس سورت نے بڑھایا اور (اللہ کے نئے نئے حکم اترنے کی) وہی خوشی بھی مناتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق اور کفر کی) بیماری ہے اس (بیماری) نے ان کی گندگی پر گندگی کو اور بڑھا دیا۔ ❶ اور وہ کفر پر ہی مر گئے۔''

اور یہ وہی کتاب ہے کہ جو اپنے پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے والوں کو لوگوں میں سے بہترین لوگ بنا دیتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:'' خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ ❷ ...... تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے (اس کا علم حاصل کرے) اور اسے آگے (دوسروں کو) سکھائے۔'' قرآنِ مجید کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ جو اسے یاد (حفظ) کرے، اسے پڑھے، اس پر غور و فکر (تدبر) کرے، اسے سنے اور سن، پڑھ کر روئے اس کا اجر اتنا زیادہ ہے کہ جس کا احاطہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہی کر سکتی ہے۔ اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ: الٓمّٓ حَرْفٌ ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ ، وَلَامٌ حَرْفٌ ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ)) ❸

''جس نے قرآنِ مجید کے ایک حرف کی تلاوت کی اس کے لیے ایک ایسی نیکی ہے جو دس گنا اجر رکھتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ''ا'' ایک حرف، لام ''ل'' (دوسرا) ایک حرف اور میم ''م'' ایک (تیسرا) حرف ہے۔'' (یعنی الٓمّٓ کی دس نہیں بلکہ تیس نیکیاں ہیں۔)''

نبی محترم علیہ التحیۃ والسلام نے یوں بھی فرمایا ہے:

((مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيْحُهَا طَيِّبٌ وَالَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيْحَ لَهَا ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ ، رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ ، وَلَا رِيْحَ لَهَا)) ❹

''اس (مومن بندے) کی مثال جو قرآن کی تلاوت (تدبر و فکر سے) کرتا ہے اس (لبنانی) مالٹے کی سی

---

❶ وہ تو پہلے ہی قرآن کی منزل من اللہ سورتوں اور آیتوں کے منکر تھے۔ نئی سورت کے اترنے پر جب اس سے بھی انکار کیا تو کفر کا ایک اور ردّا ان کے دلوں پر چڑھ گیا۔

❷ دیکھئے: صحیح البخاری / کتاب فضائل القرآن / حدیث : ٥٠٢٧

❸ صحيح سنن الترمذي ، ح: ٢٣٢٧ والجامع في كتاب فضائل القرآن ، ح : ٢٩١٠

❹ أخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن ، باب فضل القرآن على سائر الكلام ، ح: ٥٠٢٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جس کا مزا بھی لذیذ اور اس کی خوشبو بھی نہایت اعلیٰ ہوتی ہے۔ اور جو (مسلمان) قرآن کی تلاوت نہیں کرتا، اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ جس کا ذائقہ تو لذیذ ہوتا ہے، مگر اس کی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور ایک بدکار (بدمعاش، منافق) کی مثال کہ جو قرآن کو پڑھتا ہے اس گلدستے کی طرح ہے کہ جس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔ اور اس بدکار (منافق، بدقماش) کی مثال کہ جو قرآن پڑھتا ہی نہیں ایک اندرائن کی طرح ہے کہ جس کا ذائقہ بھی کڑوا اور اس میں خوشبو بھی کوئی نہیں ہوتی۔''

کتاب اللہ کی دلوں میں محافظت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب اس کی تلاوت پر ہمیشگی ہے۔ اسی طرح اسکی درس و تدریس کے مکمل آداب و شروط کے ساتھ اس کے پڑھنے پڑھانے پر ہمیشگی اس کی محافظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ہاں! وہ شخص کہ جو قرآنِ مجید کو سن کر اس کی تلاوت سے رو پڑتا ہے تو اس کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں یوں تعریف فرمائی ہے:

﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ ﴾ (الإسراء: ۱۰۷ تا ۱۰۹)

''(ہمارے پیارے نبی! آپ ان کافروں سے) کہہ دیجیے! تم قرآن کو مانو یا نہ مانو، بلاشبہ وہ لوگ جو قرآن کے اترنے سے پہلے علم دیے گئے تھے (یعنی وہ پچھلی آسمانی کتابوں کی تعلیمات سے واقف اور وحی و نبوت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں) ان کو جب (یہ قرآن) پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارا پروردگار (ہر عیب اور برائی سے) پاک ہے۔ بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہوا۔ (کہ اس کے آخری نبی پر اس کی آخری کتاب نازل ہو رہی ہے۔) اور پھر وہ (مزید قرآن سن کر) ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔ قرآن سننے سے ان میں اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝ ﴾ (مریم: ۵۸)

''اور جب ان (اہل ایمان) کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور روتے رہتے ہیں۔''

قرآنِ مجید کی تلاوت اور سماعت کے وقت رونا صالحین و عارفین باللہ کا شعار رہا ہے۔ اور یہ درجہ...... ایک درد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھرے دل کی حضوری اور قرآنِ حکیم میں تہدید، وعید شدید اور (اوامر ونواہی اور حدود وشرائع کے) معاہدات وعہود پر غور وفکر کے بعد ان میں اپنی کوتاہیوں پر نظرِ عمیق کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ (کہ اللہ کی وعیدیں کتنی سخت ہیں اور ہماری کوتاہیاں کتنی زیادہ۔) اگر دل میں ان باتوں کا دکھ، غم اور خوف پیدا نہ ہو تو اس پر رونا کبھی نہ آئے گا اور یہ بات بہت بڑی مصیبتوں میں شمار ہوتی ہے۔

قرآنِ عظیم کو یاد کرنے اور اس کی تلاوت وسماعت کے لیے درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

ا...... کلام اللہ کے اصل کا فہم، اس کی عظمت کا ادراک اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فضل ولطف کا اعتراف کہ اس نے اپنے کلامِ مقدس کے معانی کا فہم وافہام اپنی مخلوق کو عطا کر کے ان پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

ب..... اللہ عزوجل کی عظمت کو اپنے دل میں حاضر اور جاگزیں کرنا کہ وہ اپنے مقدس کلام کے ساتھ ہم سے ہم کلام ہو رہا ہے اور یہ کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ اور پھر اس کی تلاوت وساعت میں غایت درجہ کی بلندیٔ درجات اور کلام اللہ عزوجل کی تعظیم بھی پیش نظر رہے۔

ج..... بوقت تلاوت وسماعتِ قرآن دل کو حاضر رکھتے ہوئے جی کی باتوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور کلام اللہ کے بہت بڑے حصے کے ساتھ...... کہ جس کی تلاوت وسماعت کی جا رہی ہو...... مومن آدمی مانوس رہے، (خوشخبریوں والی آیات کے ساتھ) اپنے آپ کو پر رونق چہرے والا بنائے اور انذار وتہدید والی آیات سے غافل نہ رہے۔

د...... غور وفکر...... قرآنِ حکیم کی تلاوت وسماعت کے وقت کلام اللہ میں تدبر اور غور وفکر ملحوظِ خاطر رہے۔

ھ...... فہم حاصل کرنا...... اور وہ اس طرح کہ ہر ہر آیت کے مناسب اور لائق فہم کی وضاحت طلب کرے۔ (یعنی خود سمجھ نہ آئے تو علماء سے دریافت کرے) جبکہ قرآنِ مجید: (۱) اللہ عزوجل کی صفات کے ذکر۔ (۲) اس کے افعال کے ذکر۔ (۳) انبیاء علیہم السلام کے حالات کے تذکرے، انہیں جھٹلانے والوں کے احوال کے تذکرے کہ وہ پھر تباہ وبرباد اور ہلاک کیسے ہوئے؟ (۴) اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ڈانٹ کے ذکر اور (۵) احوالِ قیامت، جنت ودوزخ کے تذکرے والے موضوعات پر مشتمل انہی باتوں سے وہ بھرا پڑا ہے۔ تو قاری اور سامع دونوں کو چاہیے کہ وہ اس کے ان مواضیع اور ان کے معانی ومفاہیم پر غور وفکر کرتے چلے جائیں حتی کہ ان پر کلام اللہ کے اسرار ورموز منکشف ہو جائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام پر فہم وادراک کے لیے اسبابِ معینہ میں سے (جیسے کہ علماءِ کرام اور اساتذہ کے حلقہ جاتِ دروس اور اعلام کے ذرائع وغیرہ ہیں۔) اسبابِ نزول کی وضاحت کرنے والی اور تفسیر کی عمومی تفاسیر کی کتب انتہائی مفید ہوتی ہیں۔ مگر اس باب میں سلف صالحین کی تفاسیر بالماثور کا ہی مطالعہ کریں، تفاسیر بالرائ کا نہیں۔ ورنہ الجھ کر رہ جائیں گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کچھ حاصل ہونے کی بجائے کلام اللہ سے اکتاہٹ کی طرف سفر شروع ہو جائے گا۔

و..... قرآنی فہم سے مانعات کو دُور رکھنا......ان میں سے ایک تو گناہ پر اصرار ہے۔ کہ آدمی بجائے گناہ پر نادم ہو کر اسے چھوڑ دینے کا عزم کرے، اسے مسلسل کرتا ہی چلا جائے۔ دوسرا تکبر والی بیہودہ صفت سے متصف ہونا ہے۔ قرآنی تعلیمات اور تکبر میں تو فطرتاً بعد المشرقین ہے۔ متکبر آدمی قرآن کا صحیح فہم کبھی بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ تیسرا دنیاوی آرزوؤں میں مبتلا ہونا ہے۔ اور یہ خواہشات دل کی سیاہی اور اس کا زنگ ہوتی ہیں۔ دنیاوی آرزوئیں جیسے جیسے دل میں تہہ بہ تہہ ڈھیر لگاتی جاتی ہیں کلام اللہ کے معانی اسی قدر آدمی سے دور بھاگتے جاتے ہیں۔ اور دنیا کے وزنوں کا بوجھ جیسے جیسے دل سے ہلکا ہوتا جاتا ہے اس میں قرآنِ عظیم کے معانی فزوں تر ہوتے جاتے ہیں۔

ز..... اپنی ذات کی تخصیص......اور وہ یہ ہے کہ آدمی مقرر کر لے کہ، قرآنِ حکیم کے ہر خطاب کا مقصود و مخاطب وہ خود ہے۔ اگر وہ کوئی حکم یا نہی سنے اور پڑھے تو مقدر کر لے کہ اس کا حکم اسے ہی دیا گیا ہے اور اسے ہی کسی چیز سے منع کیا جا رہا ہے۔ اور اگر وعید و تہدید سنتا ہے تو اس کا مخاطب بھی اپنے آپ کو جانے۔ اور اگر وہ پہلے نبیوں اور لوگوں کے واقعات سنے تو وہ جان لے کہ ان کا ہدفِ سماعت و قرأت بھی وہ خود ہی ہے۔

ح..... متاثر ہونا......اور وہ یہ ہے کہ معانی کے اعتبار سے اختلافِ آیات کی بنا پر مختلف نشانیوں کے ذریعے اپنے دل کے ساتھ ان سے متاثر ہو۔ یعنی ہر ہر آیت اپنے معانی اور مفہوم کے لحاظ سے اس کے دل پر اثر کرے۔ وعید و تہدید پر وہ کانپ اٹھے اور مغفرت و رحمت کی خوشخبری کے ساتھ خوش ہو کر رب تعالیٰ کی رحمت سے امید لگا بیٹھے۔ اللہ ذوالجلال والاکرام کے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے ذکر پر اللہ رب العالمین کی عظمت جان کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ جنت کے تذکرہ پر اندر ہی اندر اس کو حاصل کرنے کا شوق تیزی سے ظاہر ہونے لگے۔ اور جہنم کی پہچان کے تذکرہ پر اس کے اعضائے جسمانی کانپنے لگیں۔ **علی هذا القياس**.....

اللہ کے نبی ﷺ کے نزدیک دنیا جہان سے زیادہ پیاری ایک سورت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ)) ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا .....الخ ﴾ [1]

''(جنابِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر راستے میں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو چکی تو) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آج رات میرے اوپر ایک ایسی سورت نازل کی گئی ہے

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب المغازي ح : ٤١٧٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے کہ جس جس پر سورج کی روشنی پہنچتی ہو۔'' پھر آپؐ نے سورۃ الفتح ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴾ تلاوت فرمائی۔''

سورة الفتح:

یہ مدنی سورت ہے۔ قرآنِ مجید میں ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر اڑتالیسواں (48) ہے۔ اس کی کل (29) آیات ہیں۔ یہ سورت ذی القعدہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریم ﷺ پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیانی راستے میں نازل کی گئی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے ہمراہ چودہ سو سے زائد صحابہ کرام کو زیارتِ بیت اللہ اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ وہ بیت اللہ الحرام اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔ پھر وہ آپ ﷺ سے گفت وشنید کے بعد مصالحت ورضامندی پر مائل ہو گئے تھے۔ اور یہ شرط طے پائی کہ نبی مکرم ﷺ اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ ادا کرلیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس شرط کو قبول فرمالیا تھا۔ اس جماعت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ چاہتے تھے کہ نبی ﷺ کا خواب جلد پورا ہو اور وہ عمرہ کر کے واپس پلٹیں۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کی مصلحت اندیشی نے ایسا نہ ہونے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہوا اور سب لوگ باحفاظت واپس پلٹ آئے۔) چنانچہ جہاں آپ کے لشکر کو مکہ کی سرحد پر حدیبیہ کے میدان میں روک لیا گیا تھا وہیں آپؐ نے اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر دیا۔ اور صحابہ کرام نے اپنے اپنے قربانیوں کے جانور ذبح کر کے حجامتیں بنوا کر احرام کھول دیے۔ اور تمام حضرات واپس پلٹ آئے تو راستے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

اس سورت میں اہل ایمان کی ایمانی حالت وکیفیت کا اللہ نے ذکر فرمایا اور ان کے ظاہری اور باطنی احوال کو بیان کیا۔ صلح حدیبیہ کو اللہ رب العالمین نے فتح شمار کیا اور وہ اس لیے کہ اس میں بہت ساری مصلحتیں پوشیدہ تھیں اور وہ بات بھی ایک خفیہ راز تھی کہ جس میں دین کا معاملہ پلٹتا تھا...... اور وہ تھا دین اسلام کا مستقبل قریب میں غلبہ اور اس غلبہ میں ان لوگوں کا بہت بڑا حصہ ڈلنے والا تھا جو مکہ میں اپنے ایمان کو چھپائے بیٹھے تھے کہ موقع آنے پر ظاہر کریں گے۔ اور پھر عنقریب ان لوگوں کا ایمان لانا کہ جو جاہلیت میں اگر کفر کے امام تھے تو ایمان لانے کے بعد انہوں نے دین اللہ کے بہت بڑے ستون ثابت ہونا تھا۔ اس بات کو اللہ تو خوب جانتا تھا، مگر اہل ایمان نہ جانتے تھے۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر (سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ جیسے) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ: ''تم لوگ تو مکہ کو عظیم فتح شمار کرتے ہو مگر ہم صلح حدیبیہ کو عظیم فتح شمار کرتے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: ہم تو صرف صلح حدیبیہ کو ہی فتح شمار کیا کرتے تھے۔''

صلح حدیبیہ کے سبب بہت بڑی خیر حاصل ہوئی۔ لوگوں میں امن قائم ہو گیا۔ بعض بعض کے ساتھ مل گئے (جیسے کہ کئی قبائل مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔) اور اہل ایمان نے کفر کے اماموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جزیرۂ عرب کی ایک بڑی قوت کی حیثیت سے بات کی۔ قرآن و سنت والا نفع بخش علم اور ایمان پھیلنے لگا۔ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ، اللہ رب العالمین کے فرمانِ گرامی: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ...... الخ ﴾ ''اے ہمارے پیارے نبی! ہم نے آپ کو فتح عطا فرمائی، بڑی ہی صاف اور صریح فتح۔'' کے متعلق فرماتے ہیں: اس سے مراد حدیبیہ کی فتح ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو صلح حدیبیہ میں وہ کچھ نصیب ہوا جو آپ کسی اور غزوہ میں حاصل نہ کر سکے۔ اللہ ذوالجلال نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی سب سہوات معاف فرما دیں۔ آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت رضوان کی گئی کہ جس کے نتیجہ میں اللہ کریم نے اپنے ان تمام پاکباز بندوں کے بارے میں کہ جو اس سفر میں شریک تھے، اپنے راضی ہو جانے کا اعلان فرما دیا:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾ (الفتح: ۱۸)

''(اے ہمارے پیارے نبی! اس وقت کو یاد کرو!) جب اہل ایمان (ابوبکر، عمر، عثمان سمیت وہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حدیبیہ میں آپؐ کے ساتھ تھے۔) تم سے درخت کے نیچے (اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے موت پر) بیعت کر رہے تھے تو اللہ ذوالجلال والاکرام ان سے راضی ہو گیا۔ (اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔) اور جو صدق و خلوص ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے جانچ لیا تو اس نے ان پر اپنی سکینت نازل فرما دی اور پھر انہیں جلد ملنے والی (خیبر کی) فتح عطا فرما دی۔''

پھر انہوں نے بہت جلد خیبر کی کھجوروں کے پھل چکھ لیے۔ (وہ ان کے قبضہ میں آ گئیں) اگلے سال بوقت ادائیگی عمرہ قربانی کے جانور مکہ کی گلیوں اور وادی بطحاء میں اپنے حلال ہونے کے مقام پر پہنچ گئے۔ رومی اہل فارس پر غالب آ گئے اور پھر اہل کتاب کے مجوسیوں پر غلبہ سے اہل ایمان کو خوشی نصیب ہوئی۔[1] امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صلح حدیبیہ تمام فتوحات سے بڑھ کر بڑی ہی عظیم فتح تھی۔ اور وہ اس طرح کہ نبی کریم ﷺ اس میں چودہ سو (یا بروایت دیگر پندرہ سو) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ جب صلح کا معاہدہ ہو گیا تو لوگ ایک دوسرے میں آنے جانے لگے (پہلے پابندی تھی) انہوں نے قرآن و سنت کا علم حاصل کرنا شروع کر دیا اور اللہ رب العالمین کے دین اور اس کی توحید کے بارے میں اہل ایمان سے سننے لگے۔ چنانچہ اس صلح کے بعد جس کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بھی اسلام کا ارادہ کیا تو اس کا اسے قبول کرنا بالکل ممکن ہوگیا۔ (جبکہ پہلے ایسا نہ تھا) چنانچہ دو ہی سال بعد جب مسلمان فتح مکہ کے لیے آئے تو وہ دس ہزار کا لشکر جرّار تھے۔

پس اس ساری کی ساری خیر کثیر کی بنا پر کہ جسے سورۃ الفتح اپنے اندر سموئے ہوئے ہے یہ اس بات کی مستحق ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسے دنیا جہاں سے اور جہاں جہاں تک سورج کی روشنی پہنچے ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب جانیں۔

نبی کریم ﷺ کو ساری دنیا سے زیادہ پیاری ایک آیت

عَـنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿ إِنَّـا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ٥ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ٥ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ٥ هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ط وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ٥ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ٥ ﴾ مَرْجِعَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَهُمْ يُخَالِطُهُمُ الْحُزْنُ وَالْكَآبَةُ وَقَدْ نَحَرَ الْهَدْيَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا)) ❶

''جنابِ اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حدیبیہ سے واپسی جب سورۃ الفتح کی پہلی پانچ آیات : إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ ...... سے ...... فَوْزًا عَظِيْمًا ٥ تک نازل ہوئیں اور اس وقت صحابہ کرام انتہائی غم اور دکھ میں تھے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے جانور حدیبیہ میں ذبح کر دیے تھے...... تو آپؐ نے فرمایا: ''میرے اوپر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو ساری دنیا سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: ''جو کچھ زمین پر ہے (مال و دولت اور رب تعالیٰ کی نعمتیں) ان سب سے زیادہ مجھے یہ آیت محبوب ہے۔'' ❷

بلاشبہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے ان خصائص میں سے ہے کہ جن میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا حصے دار نہیں ہوسکتا۔ کسی بھی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کے علاوہ اعمالِ صالحہ کے اجر و ثواب میں (اللہ کا وعدہ) غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ...... کہ اس کی اگلی پچھلی ساری سہوات معاف کردی گئی ہیں...... نہیں پایا جاتا۔ اور

❶ أخرجه مسلم في كتاب الجهاد والسير، باب صلح الحديبية ح : ٤٦٣٧

❷ صحيح سنن الترمذي حديث نمبر: ٢٦٠١ وجامع الترمذي حديث نمبر: ٣٢٦٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا شرف بیان کیا گیا ہے۔ پوری دنیا میں نبی معظم ﷺ تنہا وہ ذات ہیں کہ تمام اولین و آخرین میں سے کوئی بھی بشر اللہ کی اطاعت، نیکی، تقویٰ اور استقامت میں اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکا۔ اور آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق سید البشر اور سب سے اکمل و ارفع ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ آپ اللہ رب العالمین کی تمام مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کی زیادہ اطاعت کرنے والے اور سب مخلوقات سے زیادہ اللہ ذو الجلال کے اوامر و نواہی کی عظمت کا لحاظ رکھنے والے تھے۔

قَالَ حِينَ بَرَكَتْ بِهِ النَّاقَةُ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ ، حَلْ۔ فَأَلَحَّتْ ، فَقَالُوْا: خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ ثُمَّ قَالَ ﷺ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ، لَا يَسْأَلُوْنَنِيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا)) [1]

''(صلح حدیبیہ والے سفر میں نبی کریم ﷺ اپنے لشکر سمیت اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ میں اترتے ہیں تو) اس وقت کہ جب آپ کی سواری قصواء (اونٹنی) آپ کو لے کر بیٹھ گئی اور صحابہ کرام (اونٹنی کو اٹھانے کے لیے) کہنے لگے: حَلْ ، حَلْ. مگر وہ اڑ گئی (اور اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔) تو وہ کہنے لگے: اونٹنی اڑ گئی ہے۔ (اب یہ اٹھنے والی نہیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں اور نہ ہی اس کی یہ عادت ہے۔ اسے تو اس ذات نے روک لیا ہے کہ جس نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ میں داخل ہونے سے روک لیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ کے گھر کی بڑائی ہو تو میں ان کا مطالبہ ضرور منظور کر لوں گا۔''

تو جب اس معاملے میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت کی اور صلح کی طرف آمادگی ظاہر کر دی تو اللہ رب العالمین نے آپ ؐ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الشروط ، باب الشروط في الجهاد ، والمصالحة مع أهل الحرب ، وكتابة الشروط ح : ٢٧٣١، ٢٧٣٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِندَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ○ ﴾ (الفتح: ١ تا ٥)

''(اے ہمارے پیارے نبی! یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہے؟) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلی فتح عطا کر دی ہے۔ تا کہ (تم اللہ کا شکر کرو اور) اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی ساری سہوات معاف فرما دے۔ ❶ اور اپنا احسان ❷ آپ پر پورا کر دے۔ اور تا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ دین حق کے سیدھے راستے پر جمائے رکھے۔ اور آپ کی وہ پوری پوری، زبردست مدد کرے۔ (جس میں اللہ کے اور آپ کے دشمن آپ کو نیچا نہ دکھا سکیں۔) اللہ تبارک وتعالیٰ وہی ذاتِ اقدس ہے کہ جس نے اہل ایمان (صحابہ کرامؓ) کے دلوں میں (غم اور رنج کے وقت) تشفّی اور تسلی اتاری۔ اس سے یہ غرض تھی کہ پہلے سے موجود ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور بڑھ جائے۔ تمام آسمانوں اور زمینوں کے سب لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ ذوالجلال علم والا اور حکمت و دانائی والا ہے۔ اور یہ بھی غرض تھی کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اللہ ایسے باغات میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انہی میں رہیں گے۔ اور (اس فتح حدیبیہ سے ایک غرض یہ بھی تھی کہ) تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان سے ان کے گناہ معاف کر دے اور اللہ ذوالجلال والاکرام کے نزدیک یہ بہت بری کامیابی تھی۔''

تو یہاں اللہ رب العالمین فرما رہے ہیں کہ: اے ہمارے پیارے نبی! اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ کی عاجزی کے سبب رب کریم آپ کو رفعتیں عطا فرمائے گا اور دشمنوں پر آپ کی وہ مدد فرمائے گا کہ جس میں غلبہ آپ کو ہی نصیب ہوگا۔ (وہ کبھی آپ پر اور آپ کی مکمل اتباع کرنے والوں پر غالب نہ آسکیں گے۔) جیسا کہ صحیح حدیث مبارک میں آیا ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَانَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا ، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ)) ❸

---

❶ اس فتح میں نبی کریم ﷺ سے ایسے کام ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر رکھتے تھے۔ اس لیے اس فتح میں آپ ﷺ کو مغفور ہونے کی خوشخبری ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سنا دی گئی۔ بالفرض اگر آپ سے کوئی لغزش سرزد ہوئی ہو تو اسے معاف فرما دیا گیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اس قدر عبادت کرنے لگے کہ رات کی نماز میں کھڑے کھڑے قدموں پر ورم آجاتا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی ساری سہوات کو معاف فرما دیا ہے تو آپ عبادت میں اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ فرمایا: ''عائشہ! کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (دیکھئے: صحیح البخاری / کتاب التفسیر / باب لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ...... حدیث: ٤٨٣٧)

❷ نعمت واحسان سے مراد وہ تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں ہیں جو نبی کریم ﷺ کو حاصل تھیں۔ جیسے کہ یہاں دنیا میں دین اسلام کا غلبہ اور آخرت میں مقامِ محمود۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا.

❸ أخرجه مسلم في كتاب البر والصلة والآداب ، باب استحباب العفو والتواضع ح : ٦٥٩٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جنابِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے کوئی مال کم نہیں ہوتا۔ اور جو آدمی معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔ اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند فرما دیتے ہیں۔''

(چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے عاجزی اور اطاعت کو دل و جان سے اختیار کیا اور اللہ ذوالجلال والاکرام نے آپ کے درجات بلند فرما دیے۔)

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أُنْزِلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: ﴿ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ مَرْجِعَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَلَى الْأَرْضِ)) ثُمَّ قَرَأَهَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ ، فَقَالُوا هَنِيئًا مَرِيئًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ ، فَمَا ذَا يُفْعَلُ بِنَا؟ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ..... حَتَّى بَلَغَ ..... فَوْزًا عَظِيمًا ﴾ [1]

''جنابِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: صلح حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریم ﷺ پر؛ (سورۃ الفتح کی آیت نمبر:۲) ﴿ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اوپر ایک ایسی آیت اتری ہے جو مجھے ساری زمین کی دولت سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو وہ پڑھ کر سنائی تو انہوں نے (خوش ہو کر) کہا؛ اے اللہ کے رسول! مبارک اور خوشگواری ہو۔ آپؐ کے ساتھ (رفعتوں اور عظمتوں والا) جو معاملہ پیش آنے والا ہے وہ اللہ نے بیان فرما دیا۔ فرمایئے کہ! ہمارے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے؟ تو پھر رسول اللہ ﷺ پر سورۃ الفتح کی آیت نمبر:۵ نازل ہوئی۔ (جس کا معنی ہے کہ: اس فتح حدیبیہ سے ایک غرض یہ بھی تھی کہ) تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی جنتوں میں لے جائے کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہیں گے۔ اور (ایک غرض یہ بھی تھی کہ) تاکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے ان کے گناہ معاف کر دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔'' (غرضیکہ وہ آیت مبارکہ جو آپ ﷺ کو دنیا جہاں سے زیادہ پیاری تھی اپنے ساتھ کتنی برکتیں اور رحمتیں لے کر آئی۔)

---

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٦٠١ وفي جامع الترمذي : ٣٢٦٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کو ساری دنیا سے پیاری ایک اور آیت ❶

((عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا أُحِبُّ أَنَّ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا بِهٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ (الزمر:٥٣) فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَمَنْ أَشْرَكَ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((إِلَّا مَنْ أَشْرَكَ)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔)) ❷

''نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام جناب ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میرے نزدیک اس آیت سے بڑھ کر دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔ ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ ..... (اے میرے پیارے نبی! میرا پیغام میرے بندوں تک پہنچاتے ہوئے) آپ (ان سے) کہہ دیجیے! میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کریم کی رحمت اور مہربانی سے ناامید مت ہونا۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔'' تو ایک آدمی نے پوچھا؛ اے اللہ کے رسول (ﷺ) جس شخص نے شرک والے کام کیے ہوں؟ (کیا اسے بھی اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کیے معاف کردے گا؟) تو نبی کریم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ (اور اسی دوران اللہ کی طرف سے وحی اتری) پھر فرمایا: مگر (اس شخص کو معاف نہیں کیا جائے گا کہ) جس نے شرک کیا۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار بیان فرمائی۔''

چنانچہ سورۃ الزمر کی یہ آیت رسول اللہ ﷺ کو دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔ اور یہ کیوں پیاری نہ ہوتی، جبکہ اس میں کفار عرب وعجم اور گنہگار مسلمانوں، سب کو گناہوں سے توبہ کرنے، اللہ کریم کی طرف رجوع کرنے اور اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہونے کی دعوت گئی ہے۔ اور اس میں اس بات کی بھی خبر ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں سے تائب ہوکر ان سے منہ موڑ لے تو اگرچہ وہ جرائم اور گناہ کتنے ہی بڑے اور سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کردیتے ہیں۔ اس آیت کے عمومی مفہوم کو شرک جیسے جرم پر

❶ موضوع ہذا اور پچھلے موضوع کی تفصیل: (١) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ''تفسیر القرآن العظیم'' ۴/۱۹۸، ۴/۶۳۔ ۶۶، (٢) امام قرطبی کی الجامع لأحکام القرآن: ١٦/١٧٥، ١٥/١٧٥ اور (٣) فتح الباری للحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہم اللہ: ٨/٥٥٠ میں دیکھ لیں۔

❷ مسند أحمد، رقم: ٢٢٢٦٢، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده حسن (٥/٢٧٥-٢١٨٥٧)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منطبق کرنا درست نہیں۔ کیونکہ آدمی سے شرک والا گناہ ہرگز معاف نہیں کیا جاتا جب تک نادم ہو کر وہ اس سے تائب نہ ہو جائے۔

آج مشرکین و مبتدعین کو اپنی غلطیوں اور اپنے گناہوں کا احساس نہیں ہے۔ یہ احساس اس وقت ہوگا جب آدمی کے پاس اپنے جرائم سے گلوخلاصی کے لیے کچھ پلے نہ ہوگا۔ اور حالت یہ ہوگی کہ اگر ان نافرمانوں میں سے کسی کے پاس ساری دنیا کی دولت بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ موجود ہوسکتا تو اللہ کے عذاب سے جان چھڑانے کے لیے وہ سب کچھ اللہ کے حوالے کر دیں۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (الزمر: ٤٧)

''اور اگر ان نافرمانوں کے پاس ساری دنیا کی دولت ہو اور اتنی ہی مزید، تو قیامت کے دن اپنی رہائی کے لیے اللہ کے حوالے کر دیں (اور اپنی خلاصی کرانا چاہیں۔)''

بلکہ وہ چاہے گا کہ اللہ کے عذاب سے نجات کے مقابلے میں وہ اس سے بھی زیادہ دے دے، مگر دے گا کہاں سے؟ جیسا کہ اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَأَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُئْوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ ﴾ (المعارج: ١١ تا ١٤)

''اور کوئی دوست (رشتے دار) کسی دوست (رشتے دار) کو (اس دن) نہ پوچھے گا جبکہ وہ ایک دوسرے کو (کھربوں انسانوں کے درمیان سے نکال کر، سامنے کر کے) دکھائے بھی جائیں گے۔ گنہگار (کافر) اس دن آرزو کرے گا؛ کاش اپنے بیٹے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے والوں کو (یا اپنی ماں کو جو مصیبت کے وقت) اس کو پناہ دیا کرتے تھے (ان کے پاس جا کر رہتا تھا) اور زمین کے سارے لوگوں کو اپنی چھوڑائی میں دے ڈالے، پھر کسی طرح یہ دنیا اس کو چھوڑا لے۔''

مگر آخرت میں اس سے یہ سب کچھ قبول نہ کیا جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا میں توبہ کا دروازہ بند ہونے اور موت سے پہلے ساری دنیا کے مال سے نہایت تھوڑا اس سے مانگا تھا۔ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا اور نہ کچھ کر کے دکھایا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَيُؤْتَـى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيَقُوْلُ لَهٗ: يَا ابْنَ آدَمَ ، كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ؟ فَيَقُوْلُ : أَيْ رَبِّ شَرُّ مَنْزِلٍ ، فَيَقُوْلُ لَهٗ: أَتَفْتَدِيْ مِنْهُ بِطَلَاعِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْأَرْضِ ذَهَبًا؟ فَيَقُوْلُ : أَيْ رَبِّ نَعَمْ ، فَيَقُوْلُ: كَذَبْتَ قَدْ سَأَلْتُكَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَأَيْسَرَ فَلَمْ تَفْعَلْ فَيُرَدُّ إِلَى النَّارِ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' (قیامت والے دن کے بعد کہ جب جہنم والے دوزخ میں اور جنت والے جنت میں بھیج دیے جائیں گے) جہنمیوں میں سے ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اللہ ذوالجلال اس سے پوچھیں گے:'' اے آدم کے بیٹے! تو نے اپنی (آخری) منزل کو کیسے پایا؟'' تو وہ کہے گا: میرے پروردگار! نہایت برا ٹھکانا ہے۔ تو اللہ اس سے پوچھیں گے:'' کیا تو اس جہنم کے بدلے زمین بھر سونا دینے کو تیار ہے؟'' وہ کہے گا: ہاں! میرے اللہ۔ (میں تیار ہوں، اگر مجھے کہیں سے مل جائے تو۔) رب تعالیٰ فرمائیں گے:'' تو جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے (دنیا میں) تجھ سے اس سے بہت ہی کم اور نہایت آسان کا سوال کیا تھا، مگر تو نے کچھ کر کے نہ دکھایا۔ اور پھر اسے دوبارہ جہنم کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔''

اور جیسا کہ اللہ ذوالجلال والاکرام نے فرمایا ہے جس نے اس کے احکامات کی بجا آوری نہ کی اور کچھ نیک عمل کر کے نہ دکھائے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ فرمایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَا فْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ﴾ (الرعد:۱۸)

''جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہا مان لیا (پختہ ایمان لے آئے) ان کے لیے بھلائی (جنت) ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کا کہا نہ مانا (یعنی کافر ہوگئے) تو (کل قیامت کو ان کی صورتِ حال یوں ہوگی کہ) اگر ان کے پاس ساری دنیا کی دولت ہو اور اتنا ہی مزید تو وہ اپنی رہائی میں دے ڈالیں۔ یہی لوگ ہوں گے کہ جن سے بری طرح حساب لیا جائے گا۔ اور ان کا ٹھکانا (بالآخر حساب کتاب کے بعد) جہنم ہوگا اور یہ دوزخ نہایت ہی برا مقام ہے۔''

اور اللہ تبارک وتعالیٰ یوں بھی فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (المائدہ: ۳۶)

''بلاشبہ وہ لوگ جو کافر ہوئے اگر ان کے پاس جو کچھ زمین میں ہے (ساری کی ساری دولت) اور اتنا ہی

[1] مسند أحمد ،رقم : ۱۳۰۹٦ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (۲۰۸/۳ ـ ۱۲۷۵۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید ہو، تاکہ یہ سب کچھ دے دلا کر اپنے تئیں قیامت کے عذاب سے چھڑا لیں تو بھی ان کی طرف سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ان کے لیے نہایت دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہوگا۔''

ایک اور مقام پر اللہ ذوالجلال یوں فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ ﴾ (آل عمران:۹۱)

''بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ اس حال میں ہی مر گئے کہ وہ کافر تھے۔ ان میں سے اگر کوئی (قیامت والے دن) زمین بھر سونا اپنی رہائی میں دینا چاہے گا تو بھی قبول نہ ہوگا۔ یہی لوگ ہوں گے کہ جنہیں نہایت تکلیف دہ عذاب دیا جائے گا۔ اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔''

اللہ ذوالجلال کا یہ فرمان بھی پڑھ لیں:

﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ط وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ج وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ ﴾ (یونس:۵٤)

''اور جس جس شخص نے بھی دنیا میں شرک کیا ہوگا اگر اس کے پاس جتنا بھی (مال و اسباب اور قیمتی سامان) زمین میں ہے سب کچھ ہو تو وہ چاہے گا کہ اپنی رہائی میں دے ڈالے۔ (مگر ایسا ہو نہ سکے گا۔) اور جب وہ (شرک و کفر کا ارتکاب کرنے والے) اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے۔ اور پھر نہایت انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔'' (اس لیے کہ یہ عذاب ان کے کرتوتوں کا ثمر ہوگا۔)

اور اس کے بعد کہ اللہ نے قیامت کے دن والی اس حقیقت کا ذکر کر دیا ہے۔ فرمایا:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ ﴾ (الزمر:۵۳)

(ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے۔)

تو جب اللہ رب العالمین کی طرف سے نہایت مضبوط تسلی اور تشفی نازل ہو چکی، انسان کو چاہیے کہ دنیا میں اپنے وجود کی فرصت کو غنیمت جانے۔ اللہ وحدہ لاشریک لہ پر پختہ ایمان لائے۔ اس کی طرف اس دن کے آنے سے پہلے پہلے تائب ہو جائے کہ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی بیٹے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کو قلب سلیم عطا فرمائے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ یہ آیت کریمہ اس اعتبار سے دنیا و مافیہا سے بالکل بہتر ہے۔ جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سے زیادہ وسیع معانی والی آیت قرآن میں کوئی اور نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: قرآن میں سب سے زیادہ امید دلانے والی یہی آیت ہے۔ اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی صفت ان الفاظ میں کی: یہ آیت پورے قرآن میں سب سے زیادہ خوشی دلانے والی ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ((أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا ، وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوْا ، فَأَتَوْا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَالُوْا: إِنَّ الَّذِي تَقُوْلُ وَتَدْعُوْ إِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً. فَنَزَلَ: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ [سورة الفرقان: ٦٨] ونزل: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ [سورة الزمر: ٥٣])) [1]

''جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: مشرکین میں سے بعض نے قتل کا جرم کیا تھا اور وہ بھی کثرت سے۔ اسی طرح وہ زنا کاری بھی کثرت سے کرتے رہے تھے۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ جو کچھ فرماتے ہیں اور جس بات (دین اسلام) کی طرف دعوت دیتے ہیں یقیناً یہ اچھی چیزیں ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بتلائیے کہ اب تک ہم نے جو گناہ کیے ہیں وہ اسلام لانے سے معاف ہوں گے یا نہیں؟ تب اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ رب العالمین کے ساتھ کسی اور کو بطور الٰہ نہیں پکارتے۔ (بس ایک اللہ کی ہی عبادت کرتے ہیں۔) اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے نہیں مارتے مگر حق پر (جیسے خون کے بدلے خون) اور زنا نہیں کرتے۔ اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ (اپنے کیے کا) بدلہ پائے گا۔'' اور یہ (سورۃ الزمر کی) آیت (نمبر:۵۳) نازل ہوئی۔

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ (الزمر:۵۳)

[1] أخرجه البخاري في كتاب التفسير باب يَا عِبَادِيَ...... الخ، ح : ٤٨١٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے۔)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ شَيْخٌ كَبِيرٌ يَدَّعِمُ عَلَى عَصًا لَهُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِيْ غَدَرَاتٌ وَفَجَرَاتٌ فَهَلْ يُغْفَرُلِيْ؟ قَالَ ((أَلَسْتَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟)) قَالَ: بَلٰى ، وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، قَالَ: ((قَدْ غُفِرَلَكَ غَدَرَاتُكَ وَفَجَرَاتُكَ)) ❶

''سیدنا عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ ایک بوڑھا آدمی لاٹھی ٹیکتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض گزار ہوا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) زنا کاری جیسے میرے بہت سارے گناہ اور خیانتیں ہیں۔تو کیا یہ بھی (اللہ سے معافی مانگنے پر) معاف کردیے جائیں گے؟ نبی کریم ﷺ نے پوچھا؛ کیا تو اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ؛ اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں؟ کہنے لگا: کیوں نہیں، میں تو اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' (جایئے!) آپ کے زنا جیسے بڑے بڑے جرائم اور اس طرح کی بڑی بڑی خباثتیں بھی تمہیں معاف کردی گئی ہیں۔''

تو اس طرح کی دیگر احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ توبہ کے ساتھ سارے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں اور یہ کہ بندہ اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔اگرچہ اس کے گناہ کتنے ہی بڑے اور کس قدر زیادہ کیوں نہ ہوں۔اس لیے کہ رب کی رحمت اور توبہ کے دروازے بہت کھلے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ (التوبة:١٠٤)

''کیا اب تک لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور خیراتیں بھی وہی قبول کرتا ہے۔اور اللہ ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

اور اللہ جل وعلا منافقین کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَ

❶ مسند أحمد، رقم: ١٩٣٢٥ ، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح۔ (٤/ ٣٨٥۔ ١٨٩٢٩)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء: ١٤٥ ، ١٤٦)

''بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے درجے میں رہیں گے اور (وہاں) ان کا کوئی مددگار تم نہ پاؤ گے۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کرلی، (اپنے تئیں درست کرتے ہوئے) اپنی اصلاح کرلی۔ (یعنی کفر اور نفاق چھوڑ کر ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو مضبوط کرلیا۔) اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے اعمال و افعال ایک اللہ کے لیے خالص کرلیے (ریا اور دکھلاوہ یا دنیاوی طمع نہ رکھا) تو یہ لوگ سچے مسلمانوں کے ساتھ (بہشت میں) ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو بہت بڑا اجر عطا کرنے والا ہے۔''

اللہ عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے: ''وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ ...... اور بیشک تمہارا پروردگار لوگوں کو اپنے آپ پر ظلم کرنے سے درگزر فرمانے والا ہے (اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔)'' [سورة الرعد: ٦] اس موضوع کی قرآن میں بہت زیادہ آیات ہیں۔

((وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ نَفْسًا ، فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ ؛ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ : لَا۔ فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ، ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ ، فَقَالَ؛ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ ، فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ ، وَمَنْ يَّحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ إِنْطَلِقْ إِلٰى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاعْبُدِ اللّٰهَ تَعَالٰى مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلٰى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سَوْءٍ ، فَانْطَلَقَ حَتّٰى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيْقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ : جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللّٰهِ ، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ : إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ ، فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِيْ صُوْرَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوْهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ : قِيْسُوْا مَابَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلٰى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنٰى فَهُوَ لَهُ۔ فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ أَدْنٰى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ)) [1]

(ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے (گزشتہ امتوں میں) ایک شخص تھا، جس نے ننانوے (99) شخص قتل کیے تھے۔ (جب اس کا ضمیر جاگ گیا تو) اس نے

[1] أخرجه مسلم في كتاب التوبة ، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله ح : ٧٠٠٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کیا کہ روئے زمین پر لوگوں میں سب سے زیادہ بڑا عالم کون ہے؟ (تاکہ اس سے وہ اپنے گناہوں کی معافی کے بارے میں معلوم کر سکے۔) لوگوں نے ایک راہب کا بتایا۔ قاتل اس راہب کے پاس گیا اور کہنے لگا؛ میں نے ننانوے جانیں (ناحق) قتل کر ڈالی ہیں۔ کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟ تو اس نے کہا؛ ہرگز نہیں۔ اس نے راہب کو بھی مار ڈالا اور سو قتل پورے کر دیے۔ پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کی ایک بڑے عالم کی طرف راہنمائی کی گئی۔ (وہ اس کے پاس گیا اور) اس سے وہ کہنے لگا: میں نے پورے سو آدمی قتل کر ڈالے ہیں۔ میری توبہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس عالم نے کہا: ہاں! (کیوں نہیں) تمہارے اور توبہ کے درمیان کونسی چیز حائل ہے؟ (اگر تو واقعی سچے دل سے توبہ کرنا چاہتا ہے تو) فلاں ملک میں چلا جا۔ وہاں ایسے لوگ رہتے ہیں جو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ تو بھی جا کر ان کے ساتھ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اپنے وطن کی طرف مت پلٹ وہ تو بہت برا ملک ہے۔

چنانچہ وہ اس ملک کی طرف چل دیا۔ جب آدھے راستے تک پہنچا تو اسے موت نے آلیا۔ اب عذاب اور رحمت کے فرشتوں میں (اس کے پاس آکر) جھگڑا ہونے لگا۔ رحمت والے فرشتے کہنے لگے: (اس شخص کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اس لیے کہ) یہ توبہ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آ رہا تھا۔ عذاب کے فرشتے کہنے لگے؛ اس نے تو کبھی کوئی نیکی کا کام کیا ہی نہیں۔ اسی دوران ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں ان کے پاس آیا۔ (پوچھا: جھگڑا کس بات کا ہے؟) تو انہوں نے اس کو منصف بنا لیا (کہ بھائی عدل سے فیصلہ کرو۔ اس آدمی کو کون لوگ ساتھ لے جائیں؟) تو اس نے کہا؛ دونوں ملکوں (کی سرحدوں) تک زمین کو ناپ لو۔ جس ملک کی طرف مسافت کم ہو وہ اسی کا۔ (یعنی پچھلے علاقے کی طرف فاصلہ کم ہو تو عذاب والے لے جائیں اور اگر اگلے ملک والا فاصلہ کم ہو تو رحمت (جنت) والے لے جائیں۔) اسی دوران اللہ نے اگلی زمین کو سکڑنے اور پچھلی کو پھیلنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ انہوں نے جب زمین کو ناپا تو وہ اسی ملک کے قریب تھا، جہاں کا ارادہ رکھتا تھا۔ پس رحمت کے فرشتے اس کو لے گئے۔''

اس کا اپنے رب سے ڈر کے ساتھ اخلاص کا معاملہ بھی ذرا دیکھئے: سند کے ایک راوی جناب قتادہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میرے استاذ جناب حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہمیں ہمارے اساتذہ (صحابہ کرام اور ان میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم) نے بتلایا کہ؛ جب وہ شخص فوت ہونے لگا تو اپنے سینے کے بل آگے کو گھسٹنے لگا۔ (گویا گناہوں والی سرزمین سے اسے اتنی نفرت ہو گئی تھی) اور اسی حالت میں اسے موت نے آلیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جو شخص یہ گمان کرے کہ المسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہی اللہ (یعنی خداوند خدا) ہیں۔ اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ المسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا بیٹا ہیں۔ اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہیں۔ اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے (اور ہم غنی ہیں۔) اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے۔ (یعنی اللہ بخیل ہے) اور جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ (اللہ کی ذاتِ اقدس خود، مریم بنت عمران اور عیسیٰ بن مریم) تینوں میں سے تیسرا ہے (العیاذ باللہ)...... تو اللہ کریم نے (اپنی رحمت و مغفرت کی انتہا کرتے ہوئے) اپنے درج ذیل فرمان میں ایسے لوگوں کو اپنی بخشش کی طرف دعوت دی ہے۔ فرمایا:

﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (المائدہ:٧٤)

''کیا یہ لوگ اللہ کی طرف تائب نہیں ہو رہے اور اس سے بخشش طلب کریں۔ اللہ تو نہایت بخشش کرنے والا اور بہت ہی مہربان ہے۔''

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توبہ کی دعوت دی ہے جو شرک اور کفر والی باتوں میں ان لوگوں سے بھی بڑھ کر تھے اور ان میں سے ایک (فرعون) وہ بھی تھا کہ جس نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ...... میں ہوں تمہارا پروردگارِ اعلیٰ...... کا دعویٰ کر رکھا تھا اور یہ کہتا تھا: ''مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ...... مجھے تو معلوم نہیں کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود ہو۔'' [القصص : ٣٨] جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اللہ کے بندوں میں سے جو بھی اب توبہ سے ناامید ہو گیا تو اس نے اللہ ذوالجلال والاکرام کی کتاب (قرآنِ مجید) کو ظاہر باہر جھٹلا دیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب تک اللہ رب العالمین توفیق نہ دے بندہ توبہ کی قدرت نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی عظمت تو دیکھو۔ بندے اللہ کریم کے حق میں جو کرتے ہیں، اس کی وہ انتہا کر دیتے ہیں، جبکہ رب کریم انہیں توبہ اور مغفرت کی طرف ہمیشہ بلاتا ہی رہتا ہے۔ اسی لیے اس نے اپنے بندوں کو اپنی مغفرت کی طرف لپک آنے اور جلدی کرنے پر ترغیب دلائی اور خوب ابھارا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ (الزمر:٥٤ ، ٥٥)

''اور اس سے پہلے کہ تمہیں عذاب آ گھیرے اور پھر تم مدد بھی نہ کیے جا سکو، اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر لو اور اس کی فرمانبرداری اختیار کر لو۔ اور اس سے قبل کہ اچانک تمہیں اللہ کا عذاب آ لے اور تم بے خبری میں ہو و (تمہیں شعور ہی نہ رہے) جو اچھا کلام تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے اوپر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتارا گیا ہے اس کی پیروی اختیار کرلو۔''

یعنی اللہ رب العالمین کے طرف پلٹ آؤ۔ اس کی اطاعت اختیار کرلو اور اللہ کا انتقام شروع ہونے سے پہلے پہلے سچی توبہ اور عمل صالح کے ساتھ اس کی طرف آنے میں جلدی کرلو۔ اس عذاب کے آنے سے پہلے پہلے کہ جسے نہ تم جان سکو اور نہ تمہیں اس کا ادراک ہو سکے قرآن عظیم کی اتباع کرلو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل السنہ کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ سب کے سب گناہ توبہ کے ذریعے بخش دیے جاتے ہیں۔ اور یہ کہ اگر اللہ چاہے تو کسی کے گناہ توبہ کے بغیر بھی معاف فرما دے، اگرچہ اسی حالت پر ہی اسے موت کیوں نہ آ جائے۔ لیکن حقوق العباد پر جب کوئی انہیں لوٹانے پر توبہ کرلے تو اسے احسان اور بھلائی کے ساتھ توبہ فائدہ دے سکتی ہے۔ البتہ ان میں سے حقوق الاموال تو لازماً ان کے مالکوں کو واپس لوٹانا ہوں گے۔ یا وہ ان سے معاف کروالے۔ ہاں! حقوق لینے والوں کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وسعت و فراخی میں اللہ کا فضل ضرور شاملِ حال ہوتا ہے تو جہاں تک ممکن ہو حقدار اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور گنہگار کے لیے عذاب کا ذریعہ نہ بنے۔ اس ساری بات کی طرف اللہ رب العالمین کا یہ فرمان مکمل راہنمائی فرماتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء:٤٨)

''بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا (جتنے گناہ ہیں ان میں سے) جس کو چاہے بخش دے اور جسے چاہے نہ بخشے (اس کے بدلے عذاب دے) اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بڑا گناہ باندھا۔''

سورۃ البقرہ کی آخری آیات کے حصول پر نبی ﷺ کی پسندیدگی

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَيُّ سُوْرَةِ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ قَالَ فَأَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: ((آيَةُ الْكُرْسِيِّ : ﴿ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾)) قَالَ: فَأَيُّ آيَةٍ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تُحِبُّ أَنْ تُصِيْبَكَ وَأُمَّتَكَ؟ قَالَ: ((خَاتِمَةُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ، فَإِنَّهَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ مِنْ تَحْتِ عَرْشِهٖ أَعْطَاهَا هٰذِهِ الْأُمَّةَ ، لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ))[2]

---

1. (یعنی ناقابلِ معافی گناہ کا ارتکاب کیا۔ یہی مضمون سورۃ النساء ہی کی آیت نمبر: ۱۱۶ میں ہے۔ اور وہاں پر فرمایا کہ: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ پرلے درجے کا گمراہ ہو گیا۔ اسلام کے سوا ہر دین شرک ہے اگرچہ پرستش کا شرک نہ بھی کیا جائے۔ اور شرک ظلم عظیم ہے۔'')
2. أخرجه الدارمي في كتاب فضائل القرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک شخص نے سوال کیا؛ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) قرآن کی کون سی سورت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ اس نے پوچھا؛ اور قرآن میں آیت کونسی زیادہ عظمت والی ہے؟ فرمایا: آیۃ الکرسی...... ﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. ﴾ اس نے پوچھا؛ اللہ کے نبی! کونسی آیت کو آپ پسند فرماتے ہیں کہ اسے آپ خود بھی حاصل کرلیں اور آپ کی امت بھی؟ فرمایا: سورۃ البقرۃ کی آخری آیات۔ یہ اللہ ذوالجلال کے عرش کے نیچے والے رحمت کے خزانوں میں سے ہیں کہ جنہیں اس نے اس امت کو عطا فرمایا ہے۔ اس آیت نے اپنے اندر سمیٹنے میں دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی۔''

تو نبی کریم ﷺ پسند فرماتے کہ آپ کو اور آپ کی امت کو سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات حاصل ہو جائیں اور ان کی خیرات و برکات بھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان آیات میں فرماتے ہیں:

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

''یہ پیغمبر (محمد ﷺ) ایمان لائے اس کتاب پر جو ان کے مالک کی طرف سے ان پر اتری اور (ان کے ساتھ) مسلمان بھی۔ سب ایمان لائے اللہ تبارک وتعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ (وہ کہتے ہیں) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو جدا (دین والا) نہیں سمجھتے۔ (ہم سب نبیوں کو اللہ کے پیغمبر مانتے ہیں۔) اور کہتے ہیں؛ اے پروردگار ہمارے! ہم نے تیرا ارشاد سن لیا اور مان لیا۔ (سر آنکھوں سے تسلیم کرلیا) ہمارے گناہ بخش دے۔ (ہمیں تیری بخشش چاہیے) ہمارے مالک ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر جتنا وہ اٹھا سکے۔ جو اس نے اچھا کام کیا اس کا اسی کو فائدہ ہوگا اور جس نے برا کام کیا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اے ہمارے پرودگار! بھول چوک پر ہمیں مت پکڑ۔ اے ہمارے رب! جیسے اگلے لوگوں پر تو نے بھاری بوجھ ڈالا تھا ویسا ہم پر مت ڈال۔ اے ہمارے مالک! جس بوجھ کے اٹھانے کی ہم طاقت نہیں رکھتے وہ ہم سے مت اٹھوا اور ہمارے گناہوں کو معاف کردے۔ اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ (ہم دوبارہ گناہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہ پڑ جائیں۔) تو ہی ہمارا مالک ہے۔ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو معراج پر لے جایا گیا تو پانچ نمازوں کی فرضیت والے تحفہ کے ساتھ یہ دونوں آیتیں بھی آپ کو عطا کی گئیں۔

((فَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: ((لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ انْتُهِيَ بِهِ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰي وَهِيَ فِي السَّمَآءِ السَّادِسَةِ ، إِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا ، وَإِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا ، قَالَ: ﴿ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ ﴾ قَالَ: فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ: فَأُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثًا: أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ ، وَأُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهٖ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ)) [1]

''جنابِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو راتوں رات معراج پہ لے جایا گیا تو آپ کو سدرۃ المنتہٰی تک پہنچایا گیا۔ اور یہ سدرۃ المنتہٰی چھٹے آسمان پر ہے۔ زمین سے جو چڑھ کے آتا ہے وہ بھی یہاں آکر ٹھہر جاتا ہے۔ (اسکی منزل منتہٰی یہی سدرۃ المنتہٰی ہوتی ہے۔) اور یہیں سے اس کو دور کر دیا جاتا ہے۔ اور جو اوپر سے اترتا ہے وہ بھی یہیں ٹھہر جاتا ہے اور اس کو یہیں سے دور کر دیا جاتا ہے۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (سورۃ النجم کی آیت نمبر:۱۶) تلاوت کی؛ ﴿ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴾ ''(اس وقت کو یاد کرو) جب سدرۃ المنتہٰی پر کچھ چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔'' (اللہ ذوالجلال کی عظمت کا نور یا فرشتوں کا ہجوم یا سنہری پروانے) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ سدرۃ المنتہٰی کو ڈھانپنے والے سنہری (سونے کے بنے ہوئے) پروانے تھے۔ کہتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کو تین بڑے بڑے انعامات دیے گئے، (۱)...... آپ کو پانچ نمازیں عطا ہوئیں۔ (۲)...... سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات بھی عطا ہوئیں اور (۳)...... اللہ کا یہ عطیہ کہ نبی مکرم ﷺ کی امت میں سے ہر اس شخص کو بخش دیا جائے گا جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے یعنی اس کے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کو۔''

البتہ ان دونوں آیات کے نزول کا سبب درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

((فَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: ((لَمَّا أُنْزِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ ط وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط

[1] أخرجه مسلم في كتاب الإيمان باب في ذكر سدرة المنتهي ح : ٤٣١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ قَالَ: فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَأَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوْا: أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! كُلِّفْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ: اَلصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُوْلُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ)) قَالُوْا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ، فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ ذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ۔ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْ إِثْرِهَا ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ؕ ﴾ قَالَ نَعَمْ ، ﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ؕ ﴾ قَالَ نَعَم ، ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ؕ ﴾ قَالَ نَعَم ، ﴿ وَاعْفُ عَنَّا ٙ وَاغْفِرْ لَنَا ٙ وَارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ قَالَ: نَعَمْ۔)) [1]

''جنابِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ''اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ اور تم اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا حساب تم سے (ضرور) لے گا۔ پھر جس کو وہ چاہے گا معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا عذاب کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔'' تو یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر گراں گزری۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور دو زانو بیٹھ گئے کہنے لگے: اللہ کے رسول! ہم تو ان اعمال کے مکلّف بنائے گئے ہیں جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں۔ جیسے نماز،

[1] أخرجه مسلم في كتاب الإيمان باب تجاوز الله تعالىٰ عن حديث النفس ح : ٣٢٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزہ، جہاد اور زکوٰۃ۔ اب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اس پر عمل کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ (یعنی اپنے دل پر ہمارا زور نہیں چلتا کہ اس میں شیطانی وسوسے نہ آنے پائیں۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ایسا کہو جیسا تم سے پہلے یہود و نصاریٰ نے کہا تھا: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ...... ہم نے (اے اللہ! تیرا) حکم سن تو لیا، مگر ہم نافرمانی کریں گے۔ (نہیں) بلکہ یوں کہو؛ '' سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ...... ہم نے (اے اللہ! تیرا حکم) سن بھی لیا اور ہم اطاعت بھی کریں گے۔ ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہم نے تیری ہی طرف پلٹ کر جانا ہے۔'' صحابہ کرام نے (نبی کریم ﷺ کی بات فوراً مانتے ہوئے) کہا: '' سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ. '' جب لوگوں نے اس کو پڑھا اور اپنی زبانوں سے اس کو ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ہی (متصل بعد) یہ آیت اتار دی؛ ﴿ ءَامَنَ الرَّسُولُ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُونَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ ﴾ '' یہ پیغمبر (محمد ﷺ) ایمان لائے لائے اس کتاب پر جو ان کے مالک کی طرف سے ان پر اتری اور (ان کے ساتھ) مسلمان بھی۔ سب ایمان لائے اللہ تبارک وتعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ (وہ کہتے ہیں) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو جدا (دین والا) نہیں سمجھتے۔ (ہم سب کو نبیوں کو اللہ کے پیغمبر مانتے ہیں۔) اور کہتے ہیں؛ اے پروردگار ہمارے! ہم نے تیرا ارشاد سن لیا اور مان لیا۔ (سر آنکھوں سے تسلیم کرلیا) ہمارے گناہ بخش دے۔ (ہمیں تیری بخشش چاہیے) ہمارے مالک ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' جب انہوں نے ایسا کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل وکرم سے) اس آیت: (وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ ..... الخ) کے حکم کو منسوخ کر دیا (اور اس کی تلاوت باقی رکھی۔) پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے (سورۃ البقرہ کی آخری) یہ آیت اتاری: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ ﴾ '' اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر جتنا وہ اٹھا سکے۔ جس نے اچھا کام کیا اس کا اسی کو فائدہ ہوگا اور جس نے برا کام کیا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اے ہمارے پرودگار! بھول چوک پر ہمیں مت پکڑ۔ اے ہمارے رب! جیسے اگلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں پر تو نے بھاری بوجھ ڈالا تھا ویسا ہم پر مت ڈال۔اے ہمارے مالک! جس بوجھ کے اٹھانے کی ہم طاقت نہیں رکھتے وہ ہم سے مت اٹھوا اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔اور ہمیں بخش دے۔ (ہمارے عیبوں کو ڈھانپ دے۔ہمیں دنیا اور آخرت میں رسوانہ کر دینا) اور ہم پر رحم فرما۔تو ہی ہمارا مالک ہے۔اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' آخری آیت کے دعائیہ کلمات کی ادائیگی پر اللہ تبارک وتعالیٰ تینوں بار فرماتے ہیں: نَعَمْ...... اچھا۔(یعنی تمہاری دعا کو میں نے قبول کرلیا۔)''

دونوں آیات کی تفسیر:

یہ دونوں آیات رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے متعلق خبر دے رہی ہیں کہ جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے (قرآن وحدیث میں سے ہر ہر امر و نہی اور اخبار و شرائع) نازل ہوا ہے وہ اس پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (اپنی ذات وصفات میں بالکل) یکتا، تنہا اور اکیلا ہے۔وہ بے نیاز و بے احتیاج ہے۔(اسے کسی کی مدد نہیں چاہیے، اسکی سب کو حاجت ہے۔) اس کے علاوہ کوئی اور معبودِ برحق نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی خالق و مالک اور پروردگار ہے۔یہ تمام ایمان والے بلا امتیاز سب کے سب نبیوں، رسولوں اور اللہ کے مرسل پیغمبروں پر اتاری جانے والی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتے ہیں۔وہ ان میں سے کسی میں منزل من اللہ اور مرسل من اللہ ہونے کی حیثیت سے فرق نہیں کرتے کہ بعض پر تو ایمان رکھتے ہوں اور بعض کا انکار کریں (ایسا نہیں ہے۔) بلکہ ان اہل ایمان، مسلمانوں کے نزدیک تمام انبیاء ورسل سچے، نیک صالح، ہدایت یافتہ اور ہدایت کے راہنما تھے۔اور اگرچہ اللہ کے حکم سے بعض نے (جو بعد میں آئے) بعض کی شریعت کو (جو پہلے گزرے) منسوخ کر دیا تھا۔یہاں تک کہ خاتم الأنبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور یہ شریعتِ اسلامیہ تا قیامت قائم رہے گی۔اس امت محمدیہ میں ہمیشہ ایک جماعت دین حق کے ساتھ غالب رہنے والی ہوگی۔

اور اللہ کریم کا یہ جو فرمان ہے: ''وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ......تو اس کا معنی ہے کہ: اے ہمارے پروردگار! مالک الملک! ہم نے تیری بات (اور تیرے پیغام) کو سن لیا، اسے ہم نے خوب سمجھ لیا، اس کے ساتھ ہم کھڑے ہو گئے اور اس کے تقاضوں کے مطابق ہم نے اپنے عمل کو درست کرلیا۔غُفْرَانَكَ رَبَّنَا ...... میں بخشش، رحمت اور لطف وکرم کا رب تعالیٰ سے سوال ہے۔وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ......یعنی اے الٰہ العالمین! جبار وقہار اللہ! ہم نے تیری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے اور حساب والے دن تیرے سامنے کھڑے ہونا ہے۔لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ......یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی طاقت سے بڑھ کر اسے مکلف نہیں کرتا۔اور یہ خالق کائنات کا اپنے بندوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نہایت درجے کا لطف وکرم، اس کا احسان اوراس کی شفقت ہے۔اور حکماً یہ آیت صحابہ کرام کواللہ تعالیٰ کے فرمانِ گرامی :وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ...... پرعمل پیرانہ ہوسکنے کی وجہ سے ڈر جانے پراس کے معانی اور حکم کی ناسخہ ہوگئی۔یعنی اگر چہ اللہ تعالیٰ دل کے خیالاتِ مفسدہ بارے پوچھ بھی لے اوران کا محاسبہ بھی کرے، لیکن وہ صرف اسی دلی وسوسے پر عذاب دے گا، جس دل کے خیال کو دور کرنے کی انسان قدرت رکھتا ہومگراس کوآدمی کرگزرے (اوراس پرتوبہ بھی نہ کرے۔) البتہ جس شیطانی وسوسے اور خیال وتصور کودل سے دور کرنے کی آدمی قدرت نہ رکھتا ہوتو انسان اس کے گناہ کا مکلّف نہ ہوگا۔ یہ بھی یادرکھیں کہ برے خیالات و تصورات اوروساوس سے دلی نفرت ایمان باللہ کی علامت ہے۔اوراللہ کے فرمان......لَهَا مَا كَسَبَتْ ...... سے مرادخیر، بھلائی اور نیکی ہے۔وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ...... سے مراد برائی اور شر ہے۔یعنی وہ گناہ،غلطیاں اورجرائم جنہیں آدمی نہ کرنے کی قدرت رکھتے ہوئے بھی کرتا ہے۔پھراللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی راہنمائی کرتے ہوئے اس سے مانگنے کے بارے میں طریقے بیان فرماتے ہیں اورجس طرح اس نے ان کو مانگنا سکھایا اوراس مانگنے والے طریقے اورمطلوبہ چیزوں کی طرف راہنمائی فرمائی، اسی طرح اس نے دعا کی قبولیت کا ذمہ بھی لیا ہے۔فرمایا کہ یوں کہا کرو:’’رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ......یعنی اے ہمارے پروردگار!اگرہم بھول کرکوئی فرض چھوڑ بیٹھے ہوں یاکوئی حرام کام کربیٹھے ہوں یااسی طرح کسی عمل کودرست کرنے کی بجائے اس میں ہم شرعی علم نہ ہونے اور جہالت کی وجہ سے خطا کربیٹھے ہوں......تواے اللہ!اس پرہمارامؤاخذہ نہ کرنا۔‘‘

اوریہ بات اوپر بیان کردہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے نبی مکرم ﷺ کی مرفوع حدیث میں گزرچکی ہے کہ؛اللہ فرماتے ہیں :نَعَمْ......اچھا۔ایک دوسری روایت میں اس کلمہ کامعنی واضح ہے؛قَالَ اللّٰهُ ؛ قَدْ فَعَلْتُ..... اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایسا کردیا۔اللہ تعالیٰ کےاس فرمان ؛رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ......کامعنی ہے کہ:اے اللہ!ہمیں مشکل اعمال کا مکلّف نہ بنائیو!اگرچہ ہم اس کی استطاعت اور طاقت کیوں نہ رکھتے ہوں، جیسے کہ تو نے ہم سے پہلے گزشتہ امتوں کے لیے ان بھاری بھاری بوجھوں اور طوقوں والے اعمال کومشروع کررکھا تھا۔اوران کوتو نے اے اللہ! اپنے نبیٔ رحمت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیج کران کی شریعت مطہرہ میں ہلکا کردیا اوران کے دینِ حنیف سے نکال دیا جوآسان اورنرمی والا دین ہے۔رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ......یعنی اے ہمارے پروردگار! تکلیف، مصائب اورآزمائش والے بوجھ ہم سے نہ اٹھوائیو! ہماری آزمائش ایسے اعمال سے نہ کیجیو جس سے پہلے بھی نہ آزمائے گئے ہوں۔وَاعْفُ عَنَّا ......یعنی ہماری ان تقصیروں اورکوتاہیوں سے درگزرفرمائیو جوہمارے اورتمہارے درمیان اے اللہ! (ایک پردے میں) ہیں اوراے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے پروردگار! ان کو تو جانتا ہے۔ وَاغْفِرْ لَنَا...... اور وہ خطائیں جو ہمارے اور تیرے بندوں کے درمیان ہیں، ان کو اے ہمارے اللہ! ہمارے جیسوں پر ظاہر نہ کرنا۔ ہمارے اعمال قبیحہ کو معاف کردے۔ وَارْحَمْنَا...... اور جو مستقبل میں پیش آنے والے ہیں ان میں سے کسی بھی گناہ میں واقع ہونے سے ہمیں اے اللہ! بچالینا۔ تو اللہ فرماتے ہیں: نَعَمْ..... اچھا، میں نے (تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے) ایسا ہی کیا۔

اور اَنْتَ مَوْلٰنَا...... کا معنی ہے کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمارا کارساز اور ہمارا مددگار ہے۔ ہم نے تیرے اوپر توکل (بھروسہ) کیا۔ تو ہی ہمارا مددرساں ہے اور تیرے اوپر ہی ہمارا مکمل اعتماد ہے۔ اے اللہ! ہماری کوئی بھی قوت اور طاقت تیرے سوا نہیں۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ...... تو ہماری کافروں پر مدد فرما، کا معنی ہے کہ جنہوں نے تیرے دین کو جھٹلا دیا، تیری وحدانیت اور تیرے نبیؐ کی رسالت کا انہوں نے انکار کیا۔ تیرے غیر کی انہوں نے پوجا کی اور تیرے بندوں میں سے بعض کو تیرے ساتھ انہوں نے شریک ٹھہرایا۔ تو اے ہمارے مالک! ان پر تو ہماری مدد فرما۔ دنیا اور آخرت میں ان پر انجام کار ہمارے لیے مقدر فرما دے۔ اللہ فرماتے ہیں: نَعَمْ، قَدْ فَعَلْتُ...... اچھا (ٹھیک ہے) میں نے ایسا کر دیا۔ تمہاری دعا قبول ہوئی۔

سورۃ البقرہ کی ان دونوں آخری آیات کی فضیلت کا جہاں تک تعلق ہے تو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے متعلق خبر دی ہے؛ دنیا اور آخرت کی کوئی ایسی بھلائی اور خیر نہیں جو ان میں شامل نہ ہو۔ اسی لیے جو آدمی ان دونوں کو کسی رات میں پڑھ لیتا ہے وہ اسے کفایت کر دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ ...... (1) جس نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات رات میں پڑھ لیں وہ اسے ہر آفت سے بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی۔'' اس حدیث کے مفہوم میں علماءِ سلف کی طرف سے کہا گیا ہے کہ: یہ دونوں آیات پڑھنے والے کو نمازِ تہجد سے کافی ہوں گی۔ دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں اس رات شیطان کے لیے رکاوٹ ہوں گی۔ تیسرا معنی: آفات سے رکاوٹ کا کیا گیا ہے۔ چوتھا معنی یہ کیا گیا ہے کہ یہ دونوں آیات اپنے پڑھنے والے کو انس وجن کے شر سے محفوظ رکھتی ہیں۔ ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ؛ یہ دونوں آیات اپنے ثواب کے سبب کہ جو حاصل ہوا کسی اور شے کی طلب سے کافی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں۔

((وَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ ، وَلَا يُقْرَآنِ فِيْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ)) (2)

---

(1) صحیح البخاری / کتاب فضائل القرآن / باب فضل سورة البقرہ / حدیث: ٥٠٠٩

(2) صحیح سنن الترمذي ، رقم: ٢٣١١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل ایک کتاب لکھی۔ (لوح محفوظ) اس میں سے اس نے دو آیات اتاریں کہ جن کے ساتھ سورۃ البقرہ کا اختتام فرمایا۔ اور یہ دونوں آیات اگر کسی گھر میں لگاتار تین راتوں تک پڑھی جاتی رہیں تو اس گھر کے قریب شیطان نہیں آ سکتا۔''

((وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: ((بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَقِيْضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ: هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَسَلَّمَ وَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيْتَهُ)) [1]

''جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن سیّدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے اپنے اوپر بڑے زور کی ایک آواز دروازہ کھلنے کی سنی۔ آپؐ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا۔ (کہ دیکھیں کیا ہوا؟) جبریل علیہ السلام کہنے لگے: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج تک اس سے پہلے نہیں کھلا، آج کھلا ہے۔ پھر اس سے ایک فرشتہ اترا۔ تو جبریل علیہ السلام بتلانے لگے کہ: یہ فرشتہ جو زمین پر اترا ہے یہ آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا۔ چنانچہ (وہ حاضر ہوا اور) اس نے سلام کیا۔ اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ کو دو نور مبارک ہوں جو آپ کو عطا کیے جا رہے ہیں، آپؐ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں ملے۔ ایک سورۃ الفاتحہ ہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ...... سے..... وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک) اور دوسرا سورۃ البقرہ کے اختتام والی (دو) آیات۔ ان دونوں میں سے جس کا جو حرف بھی تم پڑھو گے وہ تمہیں ضرور دے دیا جائے گا۔''

نبی ﷺ کو سب سے زیادہ پسند عمل ہمیشگی والا ہوتا

((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ فَقَالَ: ((مَنْ هٰذِهِ؟)) قَالَتْ: فُلَانَةٌ ـــ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا ـــ قَالَ: ((مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتَّى تَمَلُّوْا)) وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ۔)) [2]

[1] أخرجه مسلم في كتاب فضائل القرآن وما يتعلق به، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة، ح: ١٨٧٧

[2] أخرجه البخاري في كتاب الإيمان، باب أحب الدين إلى الله أدومه ح: ٤٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ ایک دن ان کے پاس آئے اور ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' ام المؤمنین فرماتی ہیں؛ میں نے کہا؛ یہ فلاں عورت ہے اور اس کی (نفل نماز میں اشتیاق اور پابندی) نماز کا ذکر کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ! (سن لو!) اللہ نہیں اکتاتا، مگر تم (عمل کرتے کرتے) اکتا جاؤ گے۔ اور اللہ کو دین اسلام کا وہی عمل زیادہ پسند ہے جس کی ہمیشہ پابندی کی جا سکے۔''

ہمیشگی والا عمل: ❶

نبی کریم ﷺ کو ہمیشگی والا عمل صالح بہت پسند تھا۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہت پسندیدہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس سے متعلق نبی معظم ﷺ نے خبر دی ہے کہ: ''أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ ❷ ......''تمام اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہمیشگی والا عمل ہوتا ہے۔''

((وَقَدْ سُئِلَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: ((أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَتْ: اَلدَّائِمُ)) ❸

''ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا؛ نبی کریم ﷺ کے نزدیک کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہوتا تھا؟ فرمایا: ''ہمیشگی والا۔'' اور فرمانے لگیں؛ رسول اللہ ﷺ جب کوئی عمل شروع فرماتے تو اس پر اثبات (ہمیشگی) اختیار فرماتے۔'' ❹ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بتلایا کہ: ''آپ کا عمل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوتا۔'' ❺

نیکی کے کاموں میں سے کوئی بھی عمل چاہے وہ کم فضیلت والا ہوتا، نبی مکرم ﷺ کو اس پر ہمیشگی اس عمل سے زیادہ محبوب ہوتی جو اگرچہ بڑے اجر والا ہوتا، مگر اس پر ہمیشگی نہ کی جا سکتی ہوتی۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ عمل پر ہمیشگی کرنے والا بندہ خدمت کو لازم کر لیتا ہے اور پھر اس کے ساتھ وہ ہر وقت اطاعت و فرمانبرداری والے دروازے میں آتا جاتا رہتا ہے۔ تاکہ وہ اس خیر والے دروازے سے آمد و رفت میں کثرت کے ساتھ نیکی میں متجاوز ہو جائے۔ تو وہ شخص اس آدمی کی طرح نہیں ہو سکتا جو خدمت کو لازم کر لینے کے بعد اس سے منقطع ہو جائے۔ اور اسی

❶ اس موضوع کی تفصیل کے لیے: (۱) صحیح مسلم شرح نووی: ۶/۷۱ اور (۲) فتح الباری: ۱/۹۳، ۱۱/۲۹۸ دیکھ لیں۔

❷ صحیح مسلم / کتاب صلاة المسافرين وقصرها / باب فضيلة العمل الدائم

❸ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب القصد والمداومة على العمل

❹ صحیح مسلم / کتاب صلاة المسافرين وقصرها / باب صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، ح: ۱۷٤٤

❺ صحیح البخاری / کتاب الصوم / باب هل يُخَصُّ شيئًا مِنَ الْأَيَّامِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح جب کوئی عمل کرنے والا بندہ عمل کو چھوڑ دے تو وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے کہ جو نیکی کے اعلیٰ درجے کو پہنچ جانے کے بعد اس سے منہ موڑ لے اور منہ بھی موڑے گناہ، مذمت اور بے وفائی کے لیے۔ اور پھر بالخصوص اس شخص کے لیے تو احادیث میں سخت وعید بھی آئی ہے جو قرآن کو حفظ کر لینے کے بعد اسے بھول جائے۔ یہاں عمل سے مراد نفلی نمازیں، روزے اور ان کے علاوہ دیگر عبادات ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس بات سے خبردار کیا ہے کہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی حد تک، اعمالِ صالحہ کے ساتھ جہاد بالنفس قطعاً غیر مطلوب ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا دین آسان ہے۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا ، وَأَبْشِرُوْا ، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ)) ❶

''(جنابِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) بے شک اللہ کا دین (اسلام) آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی۔) پس اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو۔ اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرزِ عمل سے تمہیں دونوں جہانوں کے فوائد حاصل ہوں گے۔) اور صبح و شام اور کسی قدر رات کو عبادت سے اللہ کی مدد و استعانت حاصل کرو۔''

یعنی اسلام تو آسانی والا دین ہے۔ یا یہ کہ اس سے پہلے والے ادیان (یہودیت و نصرانیت اور مجوسیت وغیرہ) کی نسبت اسلام کو مبالغۃً ''آسان دین'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ رحیم و کریم نے اس امت سے اس (سخت احکام والے) بوجھ کو اٹھا لیا ہے جو پہلی امتوں پر تھا۔ اور اس بات کی واضح مثالوں میں سے ایک: ''ان کی توبہ کی قبولیت اپنے آپ کو قتل کرنے کی تھی۔'' اور ایک دوسرے کو قتل کرنے میں باہم غالب آنے کی کوشش تھی۔ جبکہ اس امت کی توبہ گناہوں سے تائب ہو کر انہیں چھوڑے رکھنے کا عزم صمیم ہے۔

ابن منیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: مندرجہ بالا حدیث میں اعلامِ نبوت کا علم ہے۔ ہم نے بھی دیکھا اور ہم سے پہلے والے لوگوں نے بھی کہ دین میں غلو کرنے والا اس سے کٹ کر رہ جاتا ہے۔ اس سے مراد عبادت میں کمال و احسان حاصل کرنے سے روکنا ہرگز نہیں ہے۔ یہ بات تو قابل تعریف امور میں سے ہے۔ بلکہ ہماری مراد اس افراط و تفریط سے روکنا ہے جو آدمی کی طبیعت کو ملال کی طرف لے جانے والی ہو۔ یا پھر ان نفلی عبادات میں مبالغہ سے روکنا مقصود ہے جو ان سے افضل اعمال کو ترک کرنے کا ذریعہ بن رہا ہو یا وہ کسی فرض عبادت کو اس کے اصل وقت سے دور کرنے

❶ أخرجه البخاري في كتاب الإيمان ، باب الدين يسر ح : ٣٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سبب بنے۔ جیسے کوئی آدمی پوری رات نفل نماز ادا کرتا رہے اور آخر رات میں اس پر نیند کا غلبہ آ کر اسے سلا دے اور وہ صبح کی فرض نماز با جماعت ادا کرنے سے رہ جائے۔ یا پھر اس نماز کے لیے وہ اختیار والے وقت کو ہی کھو دے۔ یا یہ کہ سورج ہی نکل آئے اور فرض نماز کا وقت ہی نکل جائے۔ (تو بتلایئے! کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے آدمی کو ایسی کسی نفل عبادت کا مکلف بنایا ہے کہ جس کی ادائیگی سے فرض اور واجب عبادت رہ جائے؟) ہرگز نہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو علی الاعلان اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ صرف انہی نفل اعمال کے ساتھ مشغول رہیں کہ جن پر وہ ہمیشگی کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور نفل عبادات میں سے جس کی انہیں طاقت دی جا رہی ہو اسی پر اکتفاء کرنے اور جن کی طاقت نہ ہو ان پر تکلف نہ کرنے کی انہیں تلقین کی گئی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوْا ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَادُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ)) [1]

"لوگو! ان اعمال کو ہی اپنے آپ پر لازم کرو، جن کی تم طاقت رکھو۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ تو اجر و ثواب دینے میں نہیں تھکے گا، تم ہی تھک جاؤ گے۔ اور بلاشبہ اللہ کے ہاں وہی اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں کہ جن پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔"

یعنی تمہارے اوپر وہی نفلی اعمال لازم ہیں کہ جن پر بغیر تکلیف کے تم ہمیشگی پر طاقت رکھو۔ اس حدیث میں عبادت پر میانہ روی اختیار کرنے کے لیے ترغیب کی دلیل ہے۔ اور اس ضمن میں معاملے کی تہہ تک پہنچنے سے اجتناب کی کوشش پر۔ یہ حدیث مبارک صرف نماز کے لیے مختص نہیں ہے۔ (کہ اگر نفلی نماز کی طاقت نہیں رکھتے تو میانہ روی اختیار کرو) بلکہ یہ نیکی کے تمام اعمال کے لیے عام حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ اور یہ کہ اس حدیث میں نبی مکرم ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ شفقت و رأفت کا کمال موجود ہے۔ اس لیے کہ آپؐ نے انہیں اسی کی طرف راہنمائی فرمائی ہے جو ان کے لیے مناسب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس پر ان کی ہمیشگی بغیر کسی مشقت اور تکلیف کے ممکن ہو سکے۔ تو اس سے نفس نشیط اور دل مطمئن رہے گا اور عبادت مکمل ہو سکے گی۔ بخلاف اس شخص کے جو اعمال سے بسبب مشقت دیگر امور میں مشغول ہو جائے۔ تو وہ ان سے منہ موڑنے کی بنا پر انہیں بالکل ہی چھوڑ دے گا یا ان میں سے بعض کو ترک ضرور کر دے گا۔ یا اگر انہیں کرے گا بھی تو بجھے دل کے ساتھ پر تکلف انداز میں۔ اور پھر اس سے ایک بہت بڑی خیر بالکل ہی ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو کسی عبادت کا عادی ہو گیا اور پھر اس میں حد سے

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب فضيلة العمل الدائم ح : ١٨٢٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھتے ہوئے اسے چھوڑ ہی دیا۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی: ''بلاشبہ اللہ کریم کے نزدیک تمام اعمال میں سے پسندیدہ عمل وہ ہے کہ جس پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔'' میں ہر عمل پر ہمیشگی کی ترغیب ہے اور یہ کہ ہمیشگی والا تھوڑا عمل بعد میں منقطع ہو جانے والے عمل کثیر سے بہت بہتر ہے۔ اس لیے کہ تھوڑے پر ہمیشگی اطاعت و فرمانبرداری، اللہ کے ذکر، اپنے نفس کے محاسبہ، اخلاصِ نیت اور اللہ الخالق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف توجہ کے لیے ہمیشگی ہوگی۔ اور ہمیشگی والا تھوڑا عمل پھل آور ہوگا کہ جو منقطع ہو جانے والے عمل کثیر سے کئی گنا زیادہ بڑھ جائے گا۔

نبی مکرم ﷺ کا پسندیدہ عمل...... جہاد فی سبیل اللہ

عَـنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَتَخَلَّفَ خَلْفَ سَرِيَّةٍ)) ❶

''جنابِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر دشواری نہ سمجھتا کہ پیچھے معاملات کے بگڑنے کا خدشہ ہوتا تو میں اس بات کو پسند کرتا کہ میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا۔''

اور آپ ﷺ نے یوں بھی فرمایا ہے:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَطِيْبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَاتَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْدُوْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)) ❷

''اس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے خود اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے کبھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے لیے جا رہا ہو۔''

جہادِ فی سبیل اللہ:

'' جِهَادٌ '' کا معنی ہوتا ہے: پوری طاقت صرف کرنا۔ اگر اس کے فعل کا مفعول '' اَلْعَدُوَّ '' آئے تو پھر اس کا معنی ہوتا ہے: جنگ کرنا۔ اِجْتَهَدَ فِي الْأَمْرِ: کوشش کرنا اور پوری طاقت صرف کرنا۔ اَلْجِهَادُ: دین کی حفاظت اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جنگ۔ ❸ مصنف حفظہ اللہ نے اس کا معنی: مشقت کا کیا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے:

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب فضيلة الجهاد والخروج في سبيل الله تعالىٰ ح : ٤٨٦٥

❷ أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب تمني الشهادة ح : ٢٧٩٧

❸ دیکھیے: مصباح اللغات ، ص: ١٢٥ طبع مير محمد كتب خانه / كراچی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَهَدتُ جهادًا ...... میں مشقت کو پہنچ گیا۔ اور شرعاً اس کا معنی انہوں نے یہ کیا ہے: "**بَذْلُ الْجُهْدِ فِيْ قِتَالِ الْكُفَّارِ** ...... کفار سے (انہیں قتل کرنے کے لیے) لڑائی کرنے میں اپنی کوشش کو صرف کرنا۔" اور اس کے معنی کا اطلاق نفس کی اصلاح کے لیے پوری کوشش کو صرف کر دینا۔ ...... پر بھی ہوتا ہے۔ بعینہٖ شیطان اور بدقماش لوگوں کے خلاف کوشش صرف کر دینا بھی مجاہدہ کہلاتا ہے۔ **مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ** ...... یعنی نفس کی اصلاح کے لیے دینی امور کا علم حاصل کرنا، پھر اس پر عمل کے لیے اور دینی امور کی تعلیم دینے کے لیے جدوجہد کرنا۔ **مُجَاهَدَةُ الشَّيْطَانِ** .... کا مطلب ہے کہ شیطان کی طرف سے جو دین وعقیدہ میں شبہات پیدا ہوں یا شہواتِ نفسانیہ کو جو وہ مزین کر کے پیش کرے، ان کو دفع کرنے کے لیے کوشش کرنا۔ **مُجَاهَدَةُ الْكُفَّارِ** ...... کا مطلب ہے: ہاتھ، مال، زبان اور دل سے انہیں دین اسلام کے نفاذ والے راستے میں آنے سے روکنا۔ اور جہاں تک **مُجَاهَدَةُ الْفُسَّاقِ** ...... والے کلمہ کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے بدقماش قسم کے لوگوں کو ہاتھ، زبان اور دل سے راہِ راست پر لانے اور انہیں بذریعہ سزا یا نصیحت کے سمجھانے کی کوشش کرنا۔

البتہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جو معنی مراد لیے ہیں اور اس مقام پر ہمیں بھی وہی معانی مراد لینا چاہئیں۔ وہ ہیں: جہاد فی سبیل اللہ (یعنی اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جان، مال، دعوت اور اعمال سے اللہ کی راہ میں کوشش کرنا۔) اور کفار کا قتل اور اس راہ میں نفس کا صرف کر دینا۔ اور اللہ رب العالمین کے ہاں تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

((فَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: ((اَلصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا)) قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((اَلْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)) [1]

"چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: اللہ کے رسول! بتلائیے! اللہ عزوجل کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کونسا ہے؟ فرمایا: فرض نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا؛ پھر کونسا؟ فرمایا: پھر والدین سے نیکی کرنا۔ پوچھا: پھر کونسا؟ فرمایا: "جہاد فی سبیل اللہ۔"

بلاشبہ جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت یہ ہے کہ تمام اطاعت گزاری والے اعمالِ صالحہ میں سے جہاد فی سبیل اللہ کا کوئی بھی عمل متبادل نہیں۔

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الأدب، باب البر والصلة ح : ٥٩٧٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ((قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ: ((لاَ تَسْتَطِيْعُوْنَهُ)) قَالَ: فَأَعَادُوْا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ: ((لاَ تَسْتَطِيْعُوْنَهُ)) وَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ: ((مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللّٰهِ لاَ يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَّلاَ صَلاَةٍ حَتَّى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى))[1]

''جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کا متبادل کونسا عمل ہے؟ فرمایا: تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: سوال کرنے والوں نے اپنا سوال نبی معظم ﷺ پر دو، تین بار دہرایا اور آپؐ ہر بار یہی فرماتے رہے: ''لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ ...... ''تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔'' اور پھر تیسری بار (سوال کا جواب دیتے ہوئے) فرمایا: (سن لو!) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی روزہ دار ہو کر نماز میں کھڑا رہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطیع ہو کر۔ نہ روزے سے تھکے اور نہ نماز سے۔ (پیچھے رہ کر عبادت کرنے والا یہ عبادت گزار اسی حالت میں رہے) حتیٰ کہ مجاہد فی سبیل اللہ جہاد سے واپس پلٹ آئے۔ (اور اس عمل میں چاہے اسے کتنا وقت ہی کیوں نہ لگ جائے۔)''

اس حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کی بہت بڑی عظمت وفضیلت بیان ہوئی ہے۔ اس لیے کہ نماز، روزہ اور اللہ کی آیات کے ساتھ قیام افضل اعمال میں سے عمل ہے۔ اور مجاہد کو یہاں اس عبادت گزار کے برابر شمار کیا گیا ہے جو اس (جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کی گئی مہینوں یا سالوں کی) مدت کے تمام لمحات میں سے ایک لمحہ بھی نہ نماز سے غافل رہے اور نہ ہی روزے سے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ اس بات پر کوئی بھی قادر نہیں ہوسکتا اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ ......تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔''

جہاد فی سبیل اللہ دین حنیف، اسلام کے اعلان، اس کی نشر واشاعت، اس کی تنفیذ، کفر کو ذلیل کرنے اور طاغوتی نظام کو باطل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق اس کی فضیلت ہے تو وہ اللہ کا بندہ جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھر سے نکلتا ہے اور اسے اس کام کے لیے محض ایمان باللہ اور اخلاص للہ ہی نکالتے ہیں وہ تمام لوگوں میں سے افضل ہے۔

((قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مُؤْمِنٌ

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب الشهادة في سبيل اللّٰه تعالى ح : ٤٨٦٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: تمام لوگوں میں سب سے افضل شخص کون سا ہے؟ فرمایا: وہ مومن آدمی جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔''

اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے والا مجاہد جب اپنے رب کی راہ میں شہید کر دیا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضمانت دی ہے کہ وہ اسے ضرور جنتوں میں داخل کرے گا۔ یا اگر شہید نہیں ہوتا اور اسے غنیمت کا مال بھی حاصل نہیں ہوتا تو اجر وثواب کے ڈھیر کو لے کر پلٹتا ہے یا پھر اجر وثواب اور غنیمت کا مال دونوں لے کر پلٹتا ہے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا جِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيْقُ كَلِمَتِهِ بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَانَالَ مِنْ أَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جو اللہ کی راہ میں (اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے) نکل کر جہاد کرے اللہ نے اس کی ضمانت دی ہے کہ اسے وہ جنت میں ضرور داخل کرے گا۔ اس لیے کہ وہ صرف اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے کلمہ یعنی دین حق کی عملی تصدیق کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ یا تو شہادت پا کر وہ یہ درجہ حاصل کر لے یا پھر اپنے اس گھر کو اجر اور غنیمت حاصل کر کے واپس پلٹ آئے کہ جس سے وہ نکل کر اس راہ میں گیا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((مَا اغْبَرَّتَا قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ)) ❸

''جس بندے کے بھی قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے، انہیں جہنم کی آگ چھو بھی سکے؟ یہ ناممکن ہے۔''

مزید فرمایا:

((لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، وَدُخَانُ جَهَنَّمَ فِي مَنْخَرَيْ مُسْلِمٍ أَبَدًا)) ❹

''اللہ عزوجل کی راہ میں پڑنے والی غبار اور جہنم کا دھواں کسی مجاہد مسلمان کے دونوں نتھنوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''

اللہ کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے یوں بھی فرمایا ہے:

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب افضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله ح : ٢٧٨٦

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب فضيلة الجهاد والخروج في سبيل الله تعالى ح : ٤٨٦١

❸ أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ،باب من اغبرت قدماه في سبيل الله ح : ٢٨١١

❹ صحيح سنن النسائي ، رقم : ٢٩١٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔ وَ مَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا ، وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا)) ❶

''اللہ کی راہ میں دشمن سے ملی ہوئی سرحد پر ایک دن کا پہرہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور جنت میں کسی کے لیے ایک کوڑے جتنی جگہ ساری دنیا سے بڑھ کر ہے۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں پچھلے پہر (مغرب سے پہلے) چلے یا پہلے پہر، صبح کو تو اس کا یہ چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

صبح کو ایک ہی بار دن کے اول وقت سے نصف النہار تک کسی بھی وقت چلنا ''غدوہ'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح پچھلے پہر ایک ہی بار سورج کے زوال سے غروبِ آفتاب تک کسی بھی وقت چلنے کو ''روحہ'' کہا جاتا ہے۔ اور یہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس قلیل مدت والا اجر و ثواب اس ثواب سے زیادہ بہتر ہے جو اس شخص کو حاصل ہو کہ جسے اگر ساری دنیا کی دولت مل جائے اور وہ سب کی سب دولت اللہ کی اطاعت میں خرچ کر دے۔ اور یہ کہ دنیا کے معاملہ کو آسان کرنا اور جہاد کے معاملہ کو بہت بڑا بتلانا۔ اور جس کو جنت میں ایک کوڑا برابر جگہ حاصل ہوگئی اسے گویا ساری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سب کچھ سے بڑھ کر بہت ہی عظیم نعمت حاصل ہوگئی۔ اور پھر وہ خوش نصیب کیسا ہوگا کہ جسے جنت کے اعلیٰ درجات حاصل ہوں گے۔ تو اس میں نکتہ کی بات یہ ہے کہ: ''جہاد فی سبیل اللہ سے تاخیر کا سبب دنیا کی طرف مائل کرنے والے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاد فی سبیل اللہ سے تاخیر کرنے والے کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ: جنت کا یہ (کوڑا برابر جگہ والا) اندازہ دنیا میں جو کچھ ہے اس سے کہیں افضل ہے۔''

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجات ہیں کہ جنہیں اللہ عزوجل نے مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اور دو درجات کے درمیان زمین و آسمان کے مابین جگہ برابر جاگیر ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب فضل رباط يوم في سبيل الله ح : ٢٨٩٢

❷ أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب درجات المجاهدين في سبيل الله ح : ٢٧٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (الصف: ۱۰ تا ۱۳)

''ایمان والو! کیا میں تم لوگوں کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو (آخرت میں) تکلیف کے عذاب سے بچالے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں (تمام تجارتوں سے) بہتر ہے۔ (اس سے یہ ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم لوگوں کو آخرت میں ایسے باغات میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جنت العدن کے عمدہ عمدہ مکانوں میں تمہیں آباد کرے گا۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ اور (تمہارا رب تمہیں) ایک دوسری نعمت بھی دے گا کہ جسے تم بہت پسند کرتے ہو۔ (اور وہ یہ کہ) اللہ کی طرف سے تمہیں مدد ملے گی اور قریب والی فتح۔ اور (اے میرے پیارے نبی!) اہل ایمان کو یہ ساری خوشخبری سنادو۔''

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت صرف اس اللہ کے بندے پر ہی اکتفا نہیں کرتی جو بنفسہٖ مجاہد اور غازی بن کر نکلا بلکہ وہ آدمی بھی اس فضیلت میں شامل ہے جس نے غازی فی سبیل اللہ کو (قتال فی سبیل اللہ کے اوزار، آلات اور دیگر ضرورت کی چیزوں کے ساتھ) تیار کیا۔ اور اس کے سفر کے اسباب تیار کیے۔ تو گویا اس نے خود جہاد کیا۔ اور جس نے غازی کے جہادِ فی سبیل اللہ کے سفر پر چلے جانے کے بعد اس کے اہل خانہ کی ضرورتیں پوری کرکے، ان پر خرچ کرکے اور ان کی مدد کرکے خیر کا معاملہ کیا تو اس نے بھی گویا خود جہاد کیا۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا ، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جس شخص نے اللہ کی راہ میں غزوہ کرنے والے کو ساز و سامان دیا تو وہ گویا خود غزوہ میں شریک (ہوکر مکمل اجر و ثواب کا حقدار) ہوا۔ اور جس نے خیر خواہانہ طریقے پر غازی کے گھر بار کی نگرانی کی تو وہ بھی گویا خود غزوہ میں شریک ہوا۔''

چنانچہ جس نے ایسا (عمل صالح) کیا تو وہ بھی اجر و ثواب میں غازی فی سبیل اللہ ہی کی طرح شمار ہوگا اگر چہ فی

[1] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد، باب فضل من جهز غازيًا أو خلفه بخير ح : ۲۸۴۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحقیقت اس نے قتال فی سبیل اللہ میں حصہ نہ بھی لیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَ لَهُ مِثْلَ أَجْرِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِ الْغَازِي شَيْئًا)) ❶

''جس نے غازی فی سبیل اللہ کو سامانِ حرب دے کر تیار کیا اس کا اجر بھی غازی کے برابر ہوگا اور غازی کے اجر سے کوئی چیز بھی کم نہ کی جائے گی۔'' ❷

❶ صحیح سنن ابن ماجه ، رقم : ٢٢٢٩

❷ [جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ○ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ ﴾ [سورة النساء آیت نمبر: ٩٥ ٩٦] ''جو لوگ مسلمانوں میں سے معذور (بیمار، لنگڑے، لولے یا اندھے) نہیں اور جہاد کرنے سے بیٹھ رہیں، وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور اموال سے جہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں (مجاہدین) کو پیچھے بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔ اور اگرچہ نیک وعدہ سب سے ہے مگر اجر عظیم کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو پیچھے بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے۔ (ان مجاہدین کے لیے) کئی درجات ہیں اللہ کی طرف سے اور بخشش ہے اور مہربانی۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

جہاد کے فرضِ عین ہونے کی صورت میں کسی شخص کو بلا عذر گھر میں بیٹھ رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ کے اندر شریک نہ ہونا صریح نفاق ہے۔ مگر جب نفیر عام نہ ہو اور امام کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکل سکتا ہو نکلے اور جو اپنے کام کی وجہ سے نہیں نکل سکتا اسے اپنے گھر میں بیٹھ رہنے کی اجازت ہے تو ایسی صورت حال کے پیش نظر یہاں مجاہدین کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ امام کی اجازت کے باوجود جو لوگ گھروں میں بیٹھ نہیں رہتے بلکہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، وہ اور ایسے لوگ جو گھروں میں (بلا عذر) بیٹھے رہتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک درجات میں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

٢..... ﴿ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ ﴾ (التوبه آیت نمبر ١٩ تا ٢٢) ''(اے مشرکو! کافرو!) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور ادب والی مسجد (بیت اللہ الحرام) کی تعمیر و خدمت کرنے والے اعمال کو اس شخص کی طرح (اجر میں برابر) کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر پختہ ایمان رکھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ (کیا دونوں کو برابر سمجھا ہے؟) اللہ کے ہاں یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ (کیونکہ مجاہد کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔ اور جو اس کا درجہ کم کرے گا وہ ظالم ہے۔) اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو سیدھی راہ پر نہیں لگاتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی (اللہ کے لیے گھر بار کو چھوڑا) اور اپنی جانوں، مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی لوگ (آخرت میں) کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار (اللہ رب العالمین) انہیں اپنی رحمت کی، اپنی رضامندی کی اور ان کے لیے جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے کہ جن میں ان کے لیے نعمت ہائے جاودانی ہوں گی۔ اور وہ ان میں ابدالآباد رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا...... (بقیہ اگلے صفحہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی پسند شہادت کی موت

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَأَنْ أُقْتَلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لِي أَهْلُ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (میری آرزو ہے) میں ضرور اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں اور یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ دنیا جہان کے کچے اور پکے مکانوں (محلات) والے میرے مطیع ہو جائیں۔" (یعنی دنیا جہاں کے سب وادیوں، شہروں اور بستیوں، دیہاتوں میں رہنے والے۔)

(بقیہ)......اجر (تیار) ہے۔"

حاجیوں کو پانی پلانا اور بیت اللہ الحرام کی تعمیر و خدمت والے کام گو فضیلت والے ہیں مگر ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ اور پھر ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول بھی نہیں۔ (تفسیر کبیر) مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر تھا کہ ہم کعبہ کے متولی ہیں۔ حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمان ہجرت و جہاد فی سبیل اللہ کی بنا پر ہم سے افضل نہیں ہو سکتے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محدث اور اپنے زمانے کے امام تھے۔ علم حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ ایک عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی فضیل بن عیاض کو جو جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے اور بیت اللہ میں قیام اختیار کرتے ہوئے انہوں نے عبادت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ طرسوس کے محاذ سے کچھ اشعار لکھ کر بھیجے۔ یہ اشعار مندرجہ بالا آیات کی بہترین تفسیر ہیں۔ کہا؛

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا ۔۔۔ لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

"اے حرمین کے عبادت گزار!! اگر کبھی تو ہمارا حال دیکھ لے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ بلاشبہ تو عبادت سے کھیل رہا ہے۔"

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوْعِهِ ۔۔۔ فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

"ایک وہ شخص کہ اپنے آنسوؤں کے ساتھ اپنے رخساروں کو تر کرتا ہے اور ایک ہم ہیں کہ اپنے ہی خون میں نہار ہے ہیں۔"

رِيْحُ الْعَنْبَرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِيْرُنَا ۔۔۔ دَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْاَطْيَبُ

"تمہارے لیے عنبر کی خوشبوئیں اور ہمارے لیے گھوڑوں کی ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ غبار ہی عنبر کی خوشبو ہے۔"

۳ ..... ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ ﴾ (الحجرات: ۱۵)

"بلاشبہ ایمان والے تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو (۱) اللہ پر (دل و جان سے پورے یقین کے ساتھ، جیسے حق ہے ویسا) ایمان لائے اور (۲) اس کے رسول پر (بھی کما حقہ ایمان رکھا) اور (۳) پھر ان کو (ایمان کی باتوں میں کسی طرح کا) شک نہ ہوا۔ اور (۴) انہوں نے اپنے اموال اور اپنی جانوں (دونوں) کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی وہ لوگ (ہیں جو اپنے دعویٰ میں) سچے ہیں۔"

یہاں جہاد فی سبیل اللہ کو واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان میں شامل کر دیا ہے۔ گویا جو شخص ایمان باللہ، عقیدۂ توحید اور سنت رسول اللہ (ﷺ) پر پختگی کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ (کے لیے نبوی منہج کو سمجھنے، اس کی دعوت دینے، اللہ کی راہ میں لڑنے کی تیاری، انفاق فی سبیل اللہ اور میدانِ قتال میں اتر کر اللہ کے دشمنوں کو قتل کرنے والے تمام اُمور میں سے کسی کے بارے میں شک و شبہ کا شکار ہو وہ آدمی مسلمان ہی نہیں۔

[1] صحيح سنن النسائي، رقم: ٢٩٥٥ وسنن النسائي كتاب الجهاد ح: ٢١٥٥، ٣١٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ اسلام کی نشر و دعوت اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ ﷺ شہادت کی تمنا فرمایا کرتے تھے اور اللہ کی راہ میں کئی بار قتل کیا جانا آپ ﷺ کو دنیا و ما فیہا سے زیادہ پیارا تھا۔

((وَقَالَ ﷺ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ، لَوْلاَ أَنَّ رِجَالاً مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لاَ تَطِيْبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ وَلاَ أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَاتَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّيْ أُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ)) [1]

''اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج اور دکھ نہ ہوتا کہ میں انہیں چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں، جبکہ میرے پاس خود اتنی سواریاں نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے لیے جارہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔''

اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبة:١١١)

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے کہ ان (جان و مال) کے بدلے ان کو بہشت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جان و مال کی پرواہ نہ کر کے) لڑتے ہیں۔ پھر (کافروں کو) مارتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں اور خود (ان کے ہاتھوں) قتل کر دیے جاتے ہیں۔ اللہ کا یہ وعدہ پکا ہے۔ اس نے ذمہ لیا ہے اس بات کا تورات، انجیل اور قرآن

[1] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب تمني الشهادة ح : ٢٧٩٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنے قول کو پورا کرنے والا ہے۔ تو اے ایمان والو! یہ سودا جو تم نے کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ۔ (کہ اس میں تمہیں ہرگز نقصان ہونے والا نہیں۔) اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنی اطاعت میں ان کی جانوں اور ان کے اموال کے اتلاف پر ان سے خریداری کی ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق ان کو ہلاک کرنے پر۔ اور جب وہ یہ کام کر لیں تو اس کے عوض اللہ سبحانہ نے ان سے جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور وہ ایک ایسا عظیم عوض ہے کہ بدلہ حاصل کرنے والا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کا اندازہ۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وہ معاملہ بھی بتلا دیا کہ جس پر اور جس کے لیے قتال کیا جاتا ہے۔ اور وہ ہے: فی سبیل اللہ...... اللہ کی راہ میں۔

تو جنت اس شخص کے لیے ہرگز نہیں ہے جو میدانِ جہاد میں چستی اور تیز رفتاری دکھائے اور ''کرالنگ...... (CRAWLING)'' خوب جانتا ہو اور دعویٰ کرے کہ اس نے اللہ کی راہ میں قتال بہت کیا ہے یا اس کا نام چاہے شہید ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے۔ بلکہ اللہ کی جنت تو اس کا مقدر بنے گی جس کے راز اور جس کی نیت کو اللہ جانتا ہے کہ اسے سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا، اس پر ایمان اور اس کے نبی، دین اور یوم آخرت کی تصدیق کے سوا کوئی چیز گھر سے نکالنے کا سبب نہ بنی اور نہ ہی اس محرک کے علاوہ کسی اور چیز نے اسے حرکت دی۔ اور وہ فقط اس بات اور نظریہ کے لیے لڑا ہو کہ اللہ کا کلمہ دنیا میں بلند ہو جائے اور کافروں کے منصوبے زیر ہو جائیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ــ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيْلِهِ ــ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: کوئی ایسا مجاہد نہیں کہ جو اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے...... مگر قیامت والے دن جب وہ آئے گا تو اس کا خون بہتا ہوگا۔ جس کا رنگ تو خون کا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔''

تو اس حدیث میں...... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے...... والا جملہ معترضہ سے معلوم ہوا یہ مرتبہ و مقام اور اجر و ثواب اس شخص کے لیے ہوگا جو قتال فی سبیل اللہ میں اپنے رب کے لیے مخلص رہا۔ اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو اس بات کا دعویٰ کرے؛ وہ اللہ کی راہ میں زخمی ہو گیا ہے اور ایسا ہو نہیں۔ (اس لیے کہ) اللہ تبارک وتعالیٰ بہت خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی کیا جا رہا ہے اور کون اپنی بہادری دکھانے یا مال حاصل کرنے کے لیے۔ اور جس کا زخمی ہونا اللہ کے لیے نہ ہوا تو اس کا یہ جنگ کے لیے نکلنا

[1] أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب فضيلة الجهاد والخروج في سبيل الله تعالى ح: ٤٨٦٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف مالِ غنیمت یا اظہارِ شجاعت کے لیے ہوگا یا ریا کاری کے لیے یا قومی حمیت و غیرت میں اور یا پھر اپنا غصہ اتارنے کے لیے۔

اور جو شخص صرف جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلتا ہے اس راستے پر اسے محض ایمان باللہ اور اللہ تعالیٰ کا اخلاص ہی نکالتا ہے تو یہ وہ شخص ہے کہ جس کی شہادت پر اللہ کریم جنت میں داخلے کی اسے ضمانت دیتا ہے۔ اور یہ شہید مجاہد قیامت والے دن یوں آئے گا کہ اس کے ساتھ اس کی فضیلت کی گواہی اللہ کی اطاعت میں اپنی جان کے نذرانے کی صورت میں اس کا بہتا ہوا زخم ہوگا اور اس سے خون اس صورت میں جاری ہوگا کہ اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔

اسی طرح شہادت کی فضیلت میں سے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ کوئی ایسا مرنے والے شخص نہیں ہوتا کہ جس کی اللہ کے پاس خیر (فلاح اور کامیابی) ہو اور وہ دنیا کی طرف واپس پلٹنے کی تمنا کرے چاہے اسے دنیا جہاں کا سب مال ومتاع مل جانے والا ہو، سوائے شہید کے۔ وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ اسے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ پھر شہید کر دیا جائے۔ وہ اس انوکھی خواہش کا اظہار اللہ عزوجل کے ہاں اپنے بہت بڑے اجر، شہادت کی فضیلت اور عزت وتکریم کو دیکھ کرے گا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ عَبْدٍ یَمُوتُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ یَسُرُّهُ أَنْ یَرْجِعَ إِلَی الدُّنْیَا وَأَنَّ لَهُ الدُّنْیَا وَمَا فِیهَا ، إِلَّا الشَّهِیدُ لِمَا یَرَی مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ ، فَإِنَّهُ یَسُرُّهُ أَنْ یَرْجِعَ إِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرٰی)) [1]

”کوئی بھی اللہ کا بندہ جو مر جائے اور اللہ کے پاس اس کی کوئی بھی نیکی جمع ہو، وہ دنیا میں دوبارہ آنا پسند نہیں کرتا۔ چاہے اسے ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب کا سب مل جائے۔ مگر شہید پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ وہ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں شہادت کی فضیلت کو دیکھتا ہے تو اسے یہ بات بہت اچھی لگتی ہے کہ وہ دنیا کی طرف دوبارہ آئے اور (اللہ کی راہ میں) ایک بار پھر کٹے۔“

تمام نیکی کے کاموں میں جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی ایسا کام نہیں کہ جس میں جان پیش کرنا پڑتی ہو۔ اسی لیے اس عمل صالح کا ثواب بھی بڑا ہے۔ اور شہید دنیا کی طرف واپس پلٹنے کی خواہش کرتا ہے تا کہ اسے اللہ کی راہ میں دس بار قتل کیا جائے۔ جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَحَدٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ یُحِبُّ أَنْ یَرْجِعَ إِلَی الدُّنْیَا وَلَهُ مَا عَلَی الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِیدُ یَتَمَنَّي أَنْ یَرْجِعَ إِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ ، لِمَا یَرَی مِنَ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب الحور العين وصفتهن ح : ٢٧٩٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْكَرَامَةِ)) ❶

''کوئی ایسا خوش نصیب بندہ نہیں کہ جو جنت میں داخل ہو جائے اور وہ پسند کرے کہ دوبارہ دنیا کی طرف پلٹ جائے اور اسے دنیا کی ہر چیز مل جائے سوائے شہید کے۔ وہ خواہش کرے گا کہ دوبارہ دنیا میں پلٹ جائے اور اسے اللہ کی راہ میں دس بار قتل کیا جائے۔ اس سبب سے کہ جو وہاں وہ اپنی عزت و تکریم دیکھے گا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ٥ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ لا وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لا اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لا وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ ﴾ (آل عمران:۱٦٩ تا ۱۷۱)

''(اے مخاطب!) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں انہیں مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ تو اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور انہیں وہاں (بہت اعلیٰ) رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے انہیں جو فضل عطا کر رکھا ہے اس پر وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے، ان کے پیچھے (دنیا میں زندہ) ہیں۔ (اور وہ جہاد میں مصروف ہوتے ہیں) ان سے متعلق وہ خوش ہوتے ہیں (کہ انہیں بھی شہادت کے بعد ہماری طرح پر لطف اور بے خوف و خطر زندگی نصیب ہوگی۔) کہ انہیں (آخرت کی سختیوں کا) نہ ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل کی خوشی کر رہے ہیں اور اس بات کی (خوشی منا رہے ہیں کہ) اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرے گا۔''

ان آیات کے معانی اور مفہوم کے بارے نبی مکرم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَائَتْ ثُمَّ تَأْوِيْ إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِي وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا۔ فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوْا قَالُوْا: يَا رَبِّ! نُرِيْدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتَّى نُقْتَلَ فِي سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى ، فَلَمَّا

❶ أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب تمني المجاهد أن يرجع إلى الدنيا ح : ۲۸۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَأَىٰ أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوا))❶

''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں اور ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو اللہ رب العالمین کے عرش سے لٹک رہی ہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں جنت میں اڑ کر چگتے پھرتے ہیں۔ پھر اپنی قندیلوں میں آ رہتے ہیں۔ ایک بار ان کا رب ان پر مطلع ہو کر ان سے پوچھے گا؛ کیا تم لوگ کچھ چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے؛ اب ہم کیا چاہیں گے۔ ہم تو جنت میں جہاں چاہتے ہیں چگتے پھرتے ہیں۔ اللہ کریم ان سے اپنا سوال تین بار دھرائے گا (کیا کچھ اور چاہیے؟) تو وہ دیکھیں گے کہ جب تک اپنے رب سے کچھ مانگ نہیں لیتے انہیں چھوڑا نہیں جائے گا تو کہیں گے؛ اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے (اور زمین پر ایک بار پھر میدان لگے اور) ہمیں تیری راہ میں ایک بار پھر قتل کر دیا جائے۔ (مگر اللہ ذوالجلال کا فیصلہ ہے کہ جو دنیا چھوڑ کر ایک بار آ گیا اسے دوبارہ واپس نہیں بھیجا جائے گا۔) چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب دیکھیں گے کہ اب انہیں کوئی خواہش نہیں رہی تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔''

تو اللہ تعالیٰ اپنے شہید بندے سے پوچھتے ہیں؛ کیا اسے کسی چیز کی خواہش ہے؟ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندے سے یوں پوچھنا...... اس کی اکرام وتعظیم اور اسے ان نعمتوں کی عطا اور عنایت میں کہ جن کا تصور بھی کسی بشر کے دل پر نہ گزرا ہو...... میں انتہا درجہ کا اضافہ ہے۔ پھر اس نے بندے کو مزید مانگنے کی رغبت دلائی ہے۔ تو جب وہ اپنی عنایت وعطا پر مزید کی طلب اپنے بندے میں نہیں پاتا تو اس سے وہ اس بات کا مطالبہ سنتا ہے کہ اس کی روح کو وہ اس کے جسم میں دوبارہ لوٹا دے، تاکہ وہ پھر جہاد کرے اور اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دے اور ''قتل فی سبیل اللہ'' سے پھر لطف اندوز ہو۔

جب انسان کو موت آتی ہے تو اس کی شدت وسکرات سے مشقت پاتا ہے۔ اپنی روح کو جسم سے نکلتے وقت انتہائی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ مگر شہید کی موت اس سے قطعاً مختلف ہوتی ہے۔ وہ اپنی موت کے وقت اتنی ہی تکلیف محسوس کرتا ہے کہ جتنی ہم میں سے کوئی چٹکی کاٹی جانے کی۔ چنانچہ:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ))❷

''جنابِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قتل کیے جاتے وقت شہید صرف

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة ح : ٤٨٨٥

❷ صحيح سنن الترمذي، رقم : ١٣٦٢ ـ جامع الترمذي : ١٦٦٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے کہ جتنی تم میں سے کوئی چٹکی (یا چیونٹی کے کاٹنے سے) کاٹے جانے کے وقت محسوس کرتا ہے۔"

اسی طرح شہید کے لیے اللہ ذوالجلال والاکرام کے پاس چھ انعامات ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُلَهُ فِيْ أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ ، وَيُوْضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ ، اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ ، وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَقَارِبِهِ)) ❶

"شہید کے لیے اللہ کریم کے ہاں چھ انعامات ہوتے ہیں۔ (۱)...... اسے (خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی) پہلی ہی دفعہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اور اسے اس کا جنت میں ٹھکانا (دنیا پر موت آتے ہی) دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲)...... عذابِ قبر سے اسے نجات دے دی جاتی ہے۔ (۳)...... قیامت والے دن اسے بہت بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ (۴)...... اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا کہ اس کا ایک موتی دُنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی اور بہتر ہوگا۔ (۵)...... موٹی موٹی نہایت خوبصورت آنکھوں والی بہتر (72) پاکباز عورتوں سے اس کی شادی کی جائے گی۔ اور (۶)...... اس کے رشتے داروں میں سے 70 کی سفارش اس سے قبول کی جائے گی۔"

شہادت کی یہ عظیم فضیلت اور اس کا یہ اجر کبیر عام ہوگا۔ حتی کہ جو شہادت کی موت نہ مرا، لیکن سچے دل سے وہ اس کی تمنا کرتا رہا تو وہ بھی یہ عظمت حاصل کر سکے گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ)) ❷

"جنابِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس مومن آدمی نے دل کی پوری سچائی کے ساتھ شہادت طلب کی اسے وہ عطا کر دی جائے گی، اگرچہ اس کو وہ (یعنی شہادت کی موت) نہ بھی پہنچے۔"

اس کا معنی اور مفہوم ایک دوسری روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

---

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٣٥٨ وجامع الترمذي : ١٦٦٣ هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى : ح : ٤٩٢٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ)) ❶

''جس نے پوری سچائی کے ساتھ اللہ سے شہادت طلب کی اسے اللہ کریم شہداء کی منزلوں تک پہنچا دے گا، چاہے وہ بستر پر ہی کیوں نہ فوت ہو۔''

ان دونوں احادیث کا معنی یہ ہے کہ جو آدمی صدق دل کے ساتھ اللہ سے شہادت مانگتا ہے اسے شہداء کا ثواب عطا کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ بستر پر ہی کیوں نہ مرے اور شہادت کی موت اسے نہ بھی آ سکے۔

نبی کریم ﷺ کی پسند کہ اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو آپؐ پر درود بھیجے:

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبِشْرُ يُرَى فِي وَجْهِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ مَلَكًا أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ لَكَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا ، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا؟ قُلْتُ: بَلٰى)) ❷

''جنابِ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن (مسجد میں) تشریف لائے تو آپؐ کے چہرۂ مبارک پر کشادہ روئی (چہرے کی رونق) صاف نظر آ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ کا پروردگار آپ کو فرما رہا ہے: کیا آپ اس بات سے راضی نہ ہوں گے کہ جب بھی آپ کی امت میں سے کوئی آپ پر درود پڑھے گا تو میں اس پر دس بار رحمتیں نازل کروں گا۔ اور جب بھی کوئی آپ پر سلام پڑھے گا تو میں اس پر دس بار سلامتی بھیجوں گا۔ میں نے کہا: ہاں، کیوں نہیں۔'' (میں اس بات سے بہت خوش ہوں گا۔ اور اسی بات کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر بشاشت تھی۔)

نبی کریم ﷺ پر سلام:

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم ﷺ پر آپ کی قبر مبارک کے قریب کھڑے ہو کر سلام یوں ہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ''...... اور یہی وہ سلام ہے جو نماز میں تشہد میں پڑھا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ ، فَإِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، أَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى ح : ٤٩٣٠

❷ صحيح الجامع الصغير، رقم : ٢١٩٨ وسنن النسائي : ١٢٩٦ ومسند أحمد ٤/ ٢٠ ح : ١٥٩٢٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، فَإِنَّهُ إِذَا قَالَ ذٰلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ بَعْدُ مِنَ الْكَلَامِ مَا شَاءَ)) ❶

''اللہ ہی سلام ہے۔(اس لیے) جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو وہ کہے:'' اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، أَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ......زبان کی تمام عبادات، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر۔اے نبی! (محترم) اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔'' کیونکہ جب وہ یہ دعا اور سلام پڑھے گا تو آسمان وزمین کے ہر صالح بندے کو اس کی یہ دعا پہنچے گی۔(آگے پڑھے)'' أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ''......میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ (ایک) اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ بلا شک وشبہ جنابِ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ جو دعا چاہے پڑھے۔'' (مگر درود پڑھنے کے بعد۔مندرجہ بالا حدیث درود شریف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔) یعنی آدمی اپنے لیے (اور دوسروں کے لیے بھی جو دعا اچھی لگے وہ مانگے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ عربی زبان میں اور مسنون دعاؤں میں سے ہو۔)

اللہ رب العالمین کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ ﴾ (الأحزاب:٥٦)

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر اپنی رحمت اتارتا ہے اور فرشتے (نبی پر) درود بھیجتے ہیں۔مسلمانو! تم بھی (اپنے) نبی پر درود بھیجو اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ امام ابو العالیہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے؛ اللہ کی (اپنے نبی پر) صلاۃ (ملأ اعلیٰ کے) فرشتوں کے سامنے نبی مکرم ﷺ کی تعریف کرنا ہے۔اور فرشتوں کا درود (اللہ سے) دعا کرنا ہے۔(کہ اے اللہ! تو اپنے نبی پر درود وسلام بھیج) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ؛ نبی کریم ﷺ پر درود، آپ کی عظمت بیان کرنا ہے۔تو ہمارے یوں کہنے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ...... کا مطلب ہے؛ اے اللہ! تو حضرت محمد (ﷺ) کی عظمت بلند فرما۔

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الإستئذان ، باب السلام اسم من أسماء الله تعالى ح : ٦٢٣٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم کا مطلب ...... آپ کے ذکر کی بلندی (یعنی آپ کو اپنی گفتگو میں زیادہ یاد رکھا جائے اور ہر دفعہ نام لیتے وقت ﷺ کہا جائے۔)، آپؐ کے دین کا غلبہ اور آپ ﷺ کی شریعت کو باقی رکھنا ہے۔ اور آخرت میں تعظیم کا معنی ...... اللہ سے آپ ﷺ کو بہت زیادہ انعام واکرام اور اجر دینے کی دعا، آپ کا اپنی امت کے لیے اللہ سے شفاعت کرنا اور مقامِ محمود والی فضیلت وعظمت کے ساتھ آپ کو نوازا جانا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے فرمان: صَلُّوْا عَلَيْهِ ...... سے مراد ہے؛ اپنے رب سے اپنے نبی پر رحمتیں اور انعامات کے لیے دعا کرو۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ کی آل، ازواج اور ذریت پر اس درود کی مہربانی کو پھیرا نہ جائے۔ اس لیے کہ ان کی تعظیم کے لیے دعا سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ جبکہ ہر ایک کی تعظیم اس کے حق کے مطابق ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے پیارے نبی اور بندے کی قدر ومنزلت کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ ملأ اعلیٰ اور مقرب فرشتوں کے سامنے اپنے نبی کی تعریف کرتا ہے اور یہ کہ فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ (یعنی اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی رحمتیں، برکتیں، سلامتی اور انعامات اپنے بندے نبی محمد ﷺ پر بھرپور کردے۔) پھر اللہ تعالیٰ نے عالمِ سفلیٰ (اہل زمین) کو آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ اوپر والے جہانوں کے رہنے والوں کی ثناء ودعا اور عالم سفلیٰ والوں کا درود اکٹھے ہو جائیں۔ چنانچہ متواتر صحیح احادیث میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے اوپر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے اور درود پڑھنے کا طریقہ بھی بتلایا ہے۔ (الفاظ بھی سکھائے ہیں۔)

نبی معظم ﷺ پر درود وسلام کی کیفیت متعدد طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ (اور الفاظ بھی):

((عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: ((قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) [1]

"کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ نبی کریم ﷺ ہم لوگوں میں تشریف لائے۔ تو ہم نے کہا؛ یا رسول اللہ! یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہم آپؐ پر سلام کیسے پیش کریں۔ مگر آپؐ پر ہم درود کیسے بھیجیں؟ فرمایا؛ کہو: "اے اللہ! محمد (ﷺ) پر اپنی رحمت نازل فرما اور آلِ محمد پر بھی۔ جیسے تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی تھی۔ بلاشبہ تو تعریف کیا ہوا، اور پاک ہے۔ اے اللہ! محمد ﷺ پر اور آپ کی آل

[1] أخرجه البخاري في كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبي ﷺ ح: ٦٣٥٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر برکت نازل فرما جیسے تو نے آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرمائی تھی۔ بلاشبہ تو تعریف کیا ہوا، اور پاک ہے۔''

اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ:

((سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ؟ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ؟ قَالَ: ((قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ❶

''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہوئے عرض کیا؛ اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور اہل بیت پر درود کیسے بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تو سکھلا دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کیسے بھیجیں۔ فرمایا؛ کہا کرو: ''اے اللہ! تو اپنی رحمت نازل فرما محمد (ﷺ) پر اور آلِ محمد پر۔ جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی تھی (اپنے خلیل) ابراہیم (علیہ الصلاۃ والسلام) پر اور آلِ ابراہیم پر۔ بلاشبہ تو تعریف کیا ہوا (بڑی خوبیوں والا) اور پاک ہے۔ اے اللہ! تو برکت نازل فرما محمد (ﷺ) پر اور آلِ محمد پر۔ جیسے تو نے برکت نازل فرمائی (اپنے خلیل) ابراہیم (علیہ الصلاۃ والسلام) پر اور آلِ ابراہیم پر۔ بے شک تو بڑی خوبیوں والا (تعریف کیا ہوا) ہے اور بڑی عظمت والا (پاک) ہے۔''

((وَعَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ❷

''ابوحمید الساعدی بیان کرتے ہیں کہ؛ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یوں کہا کرو...... اے اللہ! رحمت نازل فرما۔ محمد (ﷺ) پر، آپ کی ازواجِ مطہرات پر اور آپ کی اولاد پر، جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی آلِ ابراہیم پر۔ اور اے اللہ! تو برکت نازل فرما محمد (ﷺ) پر، آپ کی ازواجِ

❶ أخرجه البخاري في كتاب احاديث الأنبياء، باب ١٠ ح : ٣٣٧٠

❷ أخرجه البخاري في كتاب احاديث الأنبياء، باب ١٠ ح : ٣٣٦٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطہرات پر اور آپ کی اولاد پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی آلِ ابراہیم (علیہ السلام) پر۔ بے شک تو انتہائی خوبیوں والا (تعریف کیا ہوا) اور عظمت والا ہے۔''

((وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ❶

''ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہا کرو: ''اے اللہ! تو رحمت نازل فرما جنابِ محمد (ﷺ) پر، اور آلِ محمدؐ پر، جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آلِ ابراہیم پر۔ اور برکت نازل فرما (نبینا وسیدنا) محمد (ﷺ) پر، اور آلِ محمدؐ پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی (اپنے خلیل) ابراہیمؑ پر۔ اور سارے جہانوں میں آلِ ابراہیمؑ پر، بے شک تو (تعریف کیا ہوا۔) انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے۔''

درود کے مندرجہ بالا صیغوں کا استعمال اکثر طور پر نماز کے آخری تشہد میں ہوتا ہے۔ البتہ دیگر مقامات اور اوقات کہ جن میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا مستحب ہے تو وہ بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے:

۱......**اذان کے بعد:** یعنی موذن کے الفاظ کا جواب دیتے ہوئے آخر میں درود پڑھنا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ)) ❷

''جب تم مؤذّن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو تم بھی ویسا ہی کہو جیسا وہ کہے۔ پھر میرے اوپر درود (ابراہیمی) پڑھو۔ اس لیے کہ جس نے میرے اوپر ایک بار درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر اس درود کے بدلے دس بار رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو۔ (وسیلہ کیا ہے؟

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٥٧٢ وجامع الترمذي : ٣٢٢٠ قال ابوعيسى : هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

❷ أخرجه مسلم في كتاب الصلاة ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ح : ٨٤٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:) وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے۔ جو اللہ کے بندوں (انبیاء کرام) میں سے کسی ایک بندے کو دیا جائے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ اور جو کوئی میرے لیے یہ وسیلہ (یعنی مقامِ محمود) طلب کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔"

ب ...... **مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت:** داخل ہوتے وقت یوں کہنا چاہیے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ (ﷺ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْلِيْ ذُنُوبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ...... (میں مسجد میں) اللہ کے نام سے (داخل ہو رہا ہوں) اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر۔ اے اللہ! تو رحمت نازل فرما ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر اور آل محمد پر اور میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔" ❶

مسجد سے نکلتے وقت بھی اسی طرح کہے، سوائے: وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کے، بلکہ یوں کہے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ...... اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) ❷

"جب بھی تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے نبی (ﷺ) پر سلام پڑھنا چاہیے۔ پھر کہے: "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ...... اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔" اور جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو کہے: " اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ...... اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔" ❸

---

❶ شیخ سعید بن علی القحطانی نے حصن المسلم میں مسجد کے داخلہ پر (بحواله صحيح الجامع حديث نمبر: ٤٥٩١ اور بحواله ابن السنّی کی عمل اليوم والليلة حديث نمبر: ٨٨ ، صحّحه الألبانیؒ) یہ دعا ذکر کی ہے۔ یعنی داخل ہونے والا یوں کہے: " أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ میں عظمت والے اللہ کی، اس کے معزز چہرے کی اور قدیم سلطنت کی شیطان مردود سے پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ کے نام سے (میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں) اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول (ﷺ) پر۔ اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٤٤٠ وسنن ابی داود ، كتاب الصلوٰة ح : ٤٦٥

❸ حصن المسلم میں مسجد سے نکلنے کی دعا یوں مذکور ہے: " بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ، اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ...... اللہ کے نام سے (میں مسجد سے نکل رہا ہوں) اور درود و سلام اللہ کے رسول ﷺ پر ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے مردود شیطان سے بچا کر رکھیو۔" (بحوالہ حاشیہ سابقہ اور صحیح ابن ماجہ/حدیث: ١٢٩/١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج...... نماز کے آخری تشہد میں: تشہد کے بعد اور دعاؤں سے پہلے۔

د...... ہر دعا کے وقت: نماز میں بھی اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی۔ دعا کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے شروع کرے اور پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ دعا کا اختتام بھی نبی مکرم ﷺ پر درود کے ساتھ کرے۔ ایک شخص کو نبی کریم ﷺ نے سنا کہ وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا ہے اور اس نے آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھا تو آپؐ نے فرمایا:

((عَجِلَ هٰذَا)) ثُمَّ دَعَاهُ ، فَقَالَ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ، ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ مَا شَاءَ)) [1]

''اس شخص نے جلدی کی۔'' پھر نبی کریم ﷺ نے اسے بلایا اور پھر اس کو یا کسی اور کو (مخاطب کرکے) فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کا آغاز کرے۔ پھر (آخر نماز، تشہد میں) نبی مکرم (ﷺ) پر درود پڑھے۔ پھر اس کے بعد (سلام پھیرنے سے پہلے) جو چاہے دعا مانگے۔''

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: ((إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ ، حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [2]

''جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ دعا زمین و آسمان کے درمیان روک لی جاتی ہے، اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی حتی کہ تم اپنے نبی ﷺ پر درود پڑھو۔''

ھ...... جمعہ والے دن: رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کے مطابق جمعہ والے دن کثرت کے ساتھ درود پڑھنا مستحب ہے۔ فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيْهِ قُبِضَ ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ ، وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ)) قَالَ ؛ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ ، وَقَدْ أَرِمْتَ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ ، فَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)) [3]

---

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٧٦٧ وجامع الترمذي ، كتاب الدعوات ح : ٣٤٧٧

[2] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٤٠٣ وجامع الترمذي ، كتاب الوتر ح : ٤٨٦

[3] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٩٢٥ وسنن ابی داؤد / كتاب الصلوٰة / ح : ١٠٤٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تمہارے (ہفتہ بھر کے) تمام دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہوتا ہے۔ اسی جمعہ والے دن آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا۔ اسی میں ان کی روح قبض کی گئی۔ اسی دن صور میں پھونک ماری جائے گی۔ اور اسی میں قیامت کی (ابتدا کے لیے) سخت کڑاکے دار آواز ہوگی (کہ جس سے سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔) تو اس دن میرے اوپر کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو۔ اس لیے کہ تمہارا درود میرے اوپر پیش کیا جائے گا۔''

راوی کہتا ہے کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپؐ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا۔ جبکہ آپ ﷺ تو خاک میں مل چکے ہوں گے؟ أَرِمْتَ کا ترجمہ علماء نے بَلِیْتَ سے بھی کیا ہے۔ جس کا معنی ہے کہ آپؐ تو (کپڑے کی مانند) بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ذوالجلال نے پیغمبروں کے جسم زمین پر حرام کر رکھے ہیں۔'' (زمین انہیں نقصان نہیں پہنچاتی۔)

و...... نمازِ جنازہ میں: دوسری تکبیر کے بعد۔ [1]

ز...... دعائے قنوت کے آخر میں: [2]

ح...... خطبوں، تقریروں اور بیانوں میں: [3]

ط...... عام مجالس میں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوْا ، وَلَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ ، وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، إِلَّا كَانَ مَجْلِسُهُمْ تِرَةً عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [4]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی جماعت (یا قوم) کسی مجلس (نشست) میں بیٹھے اور اس حال میں اٹھ جائے کہ نہ انہوں نے (اس مجلس میں) اللہ کو یاد کیا اور نہ ہی انہوں نے میرے اوپر درود بھیجا تو ان

---

[1] اس مسئلہ میں تفصیل کے لیے: (۱) اسماعیل القاضی رحمہ اللہ کی '' فَضْلُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ '' میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور (۲) شوکانی کی نیل الاوطار، جلد نمبر: ۴، ص: ۶۲ دیکھ لیں۔

[2] سنن النسائی / کتاب قیام اللّیل وتطوّع النہار / باب الدعاء فی الوتر / حدیث : ۱۷۴۷۔ جامع الترمذی ، ح: ٤٦٤

[3] دیکھئے: جلاءُ الافہام فِی الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى خَيْرِ الْأَنَامِ ﷺ باب چہارم

[4] صحیح الجامع الصغیر ، رقم : ۵۵۱۰......

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی یہ مجلس (اور نشست) قیامت والے دن ان پر تکلیف کا باعث ہوگی۔'' ❶

ی......مکتوبات میں: ❷

ل......نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سنتے اور بولتے وقت: رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) وَقال ﷺ: ((اَلْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) ❸

''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے (وہ رسوا ہو جائے کہ) جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔'' (یہ روایت جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخیل ہے وہ شخص کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور پھر اس نے میرے اوپر درود نہ پڑھا۔''

نبی ﷺ کے اسمِ گرامی کو لکھتے اور بولتے وقت جو درود اکثر طور پر استعمال میں آتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ......اللہ عزوجل اپنے نبی پر رحمت نازل فرمائے اور سلام بھیجے۔'' (یہ الفاظ پیچھے گزرنے والی جناب عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ہیں۔)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ پر درود وسلام ہر وقت زبانی اور تحریری طور پر ممکن ہے۔ (سوائے بیت الخلاء میں اور بوقت قضائے حاجت۔ بوقت جماع اور بحالت نشہ وغیرھا) اور ہر وطن، ملک اور شہر میں جائز اور لازم ہے، اور انسان دنیا کے کسی بھی حصے اور خطے میں ہو، اس کا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى ......والے صیغہ کے ساتھ بھیجا ہوا درود وسلام نبی کریم ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ)) ❹

''اور میرے اوپر درود بھیجو۔ بلاشبہ تمہارا درود، تم جہاں کہیں بھی ہوگے، مجھے پہنچ جائے گا۔''

---

❶ جامع الترمذی میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں؛ فرمایا: ''مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ ......کوئی قوم (یا جماعت) کسی ایسی مجلس (نشست) میں بیٹھی کہ اس میں انہوں نے نہ اللہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجا، مگر یہ کہ قیامت والے دن وہ ان پر تکلیف کا باعث ہوگی۔ اگر اللہ انہیں چاہے گا تو سخت عذاب دے گا اور اگر اس نے چاہا تو معاف کر دے گا۔'' (جامع الترمذی / کتاب الدعوات / باب ماجاء فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ / حدیث: ۳۳۸۰۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ)

❷ اس پر بھی سلف صالحین کا عمل احادیث وفقہ کی کتب میں درج ہے۔

❸ صحيح سنن الترمذي، رقم: ۲۸۱۰، ۲۸۱۱ وجامع الترمذي / كتاب الدعوات، ح: ۳۵۴۵، ۳۵۴٦

❹ صحيح سنن أبي داود، رقم: ۱۷۹٦ وسنن ابی داؤد / كتاب المناسك ح: ۲۰۴۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درود و سلام کو کثرت کے ساتھ پڑھنا۔ بار بار پڑھنا اور اسے بطور ورد اختیار کر لینا سب جائز ہے۔ مگر انہی الفاظ کے ساتھ جو نبی مکرم ﷺ نے خود سکھلائے یا صحابہ کرام نے اختیار کیے سلف صالحین نے۔ اور یہ بات یاد رکھیے کہ؛ صحابہ کرام سمیت تمام اسلاف میں سے کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں، آپ کی عدم موجودگی میں اور پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک سے دور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ...... والے صیغہ کے سوا، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جیسے کلمات کے ساتھ کبھی درود و سلام نہیں پڑھا اور اس موضوع پر کوئی ایک ضعیف روایت بھی نہیں ملتی۔ اس طرح کے سب جعلی قسم کے درود ہندوستانی ایجاد ہیں۔ ایک مختصر درود کے الفاظ حدیث میں یوں بھی ہیں:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ)) ❶ أو ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ))

''یعنی اے اللہ! اپنے اس نبی محمد (ﷺ) پر رحمتیں نازل فرما جو اُمّی ہیں اور آلِ محمدؐ پر بھی۔'' یا ''اے اللہ! محمد (ﷺ) پر رحمتیں نازل فرما اور آلِ محمدؐ پر بھی۔''

اور جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے، اس میں بہت بڑا اجر اور اللہ ذوالجلال کا بہت بڑا فضل بھی ہے۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، إِنِّيْ أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ؟ قَالَ: ((مَاشِئْتَ)) قُلْتُ: اَلرُّبُعَ؟ قَالَ: ((مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَيْرٌ لَّكَ۔)) قُلْتُ: فَالنِّصْفَ؟ قَالَ ((مَاشِئْتَ، وَإِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَيْرٌلَّكَ۔)) قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: ((مَاشِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَيْرٌلَّكَ۔)) قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّھَا؟ قَالَ: ((إِذًا تُكْفٰی ھَمُّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ)) ❷

''جنابِ (ابوالمنذر) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا؛ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میں دعا مانگتے وقت آپؐ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہوں تو فرمایئے! میں اپنی دعا کا کتنا حصہ آپ کے لیے مخصوص کر لوں؟ فرمایا: جتنا تم چاہو۔ میں نے عرض کیا؛ کیا چوتھا حصہ کر لوں؟ فرمایا؛'' جتنا تم چاہو۔ اور اگر اس سے زیادہ کر لو گے تو وہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔'' میں نے عرض کیا؛ کیا آدھا؟ (درود و سلام کے لیے مختص کر لوں؟) فرمایا:'' جتنا تم چاہو۔ اور اگر زیادہ کر لو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر

---

❶ صحیح سنن أبي داود، رقم: ٨٦٦ وسنن ابی داؤد / کتاب الصلوٰۃ ح: ٩٨١

❷ صحیح سنن الترمذي، رقم: ١٩٩٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: ''کیا دو تہائی حصہ مخصوص کرلوں؟'' فرمایا: ''جتنا تم چاہو۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ کرلو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: ''کیا میں اپنی پوری دعا آپ ﷺ پر درود کے لیے مختص کرلوں؟ فرمایا: تب تو یہ عمل تیرے غم (دکھ درد) کو کفایت کر جائے گا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔''

نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ الصادق الامین نے درج ذیل خبر دی ہے، اس کی فضیلت میں یہی بات کافی ہے کہ جو آدمی آپؐ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ رب العالمین اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتے ہیں:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا)) ❶ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ)) ❷ وَقَالَ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا صَلَّى عَلَيَّ ، فَلْيُقِلَّ عَبْدٌ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ)) ❸

''فرمایا: جو (مومن، مسلمان) آدمی میرے اوپر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں۔) اور نبی مکرم ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے: جس نے میرے اوپر ایک درود بھیجا اللہ اس پر دس درود بھیجتا ہے۔ اس کے دس گناہ معاف اور اس کے دس درجات بلند کردیے جاتے ہیں۔'' (یہ سنن النسائی کے الفاظ ہیں۔) اور آپ ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا:'' جس نے میرے اوپر مسنون طریقے سے درود پڑھا تو جب تک وہ درود پڑھتا رہے گا فرشتے اس پر درود پڑھتے رہیں گے۔ (یعنی اللہ سے اس بندے پر رحمت اور برکت کی دعا کرتے رہیں گے۔) تو اب کوئی بندہ چاہے اس عمل کو زیادہ کرلے یا تھوڑا۔'' (وہ اپنا فائدہ خود سوچ لے۔)

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ)) ❹

❶ أخرجه مسلم في كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد.

❷ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٦٣٥٩ وصحيح سنن النسائي للألباني: ١٢٣٠

❸ مسند أحمد، رقم: ١٥٦٢٠، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده حسن

❹ صحيح سنن أبي داود، رقم: ١٧٩٥ وسنن ابی داؤد، کتاب المناسك ح: ٢٠٤١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو بھی آدمی (اہل ایمان اور موحد مسلمانوں میں سے) میرے اوپر سلام پڑھتا ہے۔ (مسنون طریقے سے، جیسے آپ نے سکھایا تھا۔) تو اللہ تعالیٰ میری روح میرے اوپر لوٹا دیتے ہیں (اور یہ روح تب تک موجود رہتی ہے) حتی کہ میں اس پر سلام (کا جواب) لوٹا دوں۔''

(نبی ﷺ کی روح کو لوٹائے جانے والے معاملہ کی حالت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے کہ یہ خاص برزخی معاملہ ہے۔ جس کسی نے بھی اس ضمن میں قرآن وسنت سے ہٹ کر کسی نظریہ کو ایجاد کیا یا اس کی اشاعت وتشہیر کی اس نے نبوی تعلیمات علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے خلاف بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ) ❶

---

❶ مصنف حفظہ اللہ نے اس کتاب میں ہر موضوع پر اختصار والے اسلوب کو اختیار کیا ہے اور یہ علم کے رسوخ کی دلیل ہوتی ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً. ہمارے ہاں پاک وہند میں ان گنت دینی مسائل پر جو بدعات وخرافات کا لبادہ اوڑھے ایک ملائی مذہب اپنی ظاہری چمک دمک سے عامۃ الناس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے اس کے پیش نظر ہم یہاں اپنی کتاب ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے تقاضے'' کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں تاکہ موضوع کی مزید وضاحت ہو جائے۔ کہیں تشنگی نہ رہے۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب مذکور کا مطالعہ کر لیں۔

دُرُود........ فارسی زبان کا کلمہ (اسم) ہے جو اُردو میں کئی ایک معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً بمعنی رحمت، تحسین وآفرین، شاباش، استغفار، تعریف، سلام، دُعا اور تسبیح کے۔

اصطلاحاً وہ دعا اور سلام جو نبی آخرالزمان محمد مصطفیٰ ﷺ پر پڑھے جائیں دُرود کہلاتے ہیں۔ [دیکھئے: فیروز اللغات اُردو مادہ......دُرود]

اس کے مدِّ مقابل عربی زبان میں نہایت ہی جامع کلمہ ''صلاۃ'' کا استعمال ہوتا ہے جو کئی معانی دیتا ہے۔ اگر اس کلمہ (صلاۃ) کا کوئی صلہ (Relative Pronoun) نہ آ رہا ہو تو اس کا معنی ''نماز ادا کرنا'' ہوتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)) [صحیح البخاری ح: ٦٣١] ''اور اس طرح نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔'' اور جیسے کہ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں: ﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [سورۃ طٰہٰ: ١٣٢] ''اور آپ اپنے گھر والوں کو ''نماز'' (پڑھنے) کا حکم دیں اور اس پر (صبر واستقامت اختیار کرتے ہوئے) آپ خود بھی پابند رہیں۔''

اگر اس کلمہ کا صلہ ''ل'' آ رہا ہو اور اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو بھی اس کا معنی ''نماز پڑھنا'' ہوتا ہے۔ جیسے اللہ فرماتے ہیں: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ﴾ [سورۃ الکوثر: ٢] ''تو (اللہ کی عطاءِ کوثر کے شکر میں) اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔'' اسی طرح اس کلمہ (یا اس کی کسی بھی تبدیل شدہ شکل) کے بعد لفظ ''مع'' آ رہا ہو تو بھی اس کا معنی ''نماز ادا کرنا'' ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ﴾ [سورۃ النساء: ١٠٢]

''اور (اے ہمارے پیارے نبی!) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیے کہ اُن کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے۔ (یعنی مسلح حالت میں ہی نماز پڑھے) جب وہ سجدہ کریں (یعنی آپ ﷺ کے ساتھ ایک رکعت پوری کر لیں) تو پیچھے ہٹ جائیں۔ پھر دوسری وہ جماعت (Unit, یا Brigae ،Company,) آئے کہ جس نے ابھی تک نماز نہ پڑھی ہو اور وہ آپ کے ساتھ (ایک رکعت) نماز ادا کرے۔ وہ (اس دوران) اپنا بچاؤ اور اسلحہ لیے رہے۔''

اور بطورِ اسم جب ''صلاۃ'' کا کلمہ استعمال ہو تو بھی اس کا معنی ''نماز'' ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۝ ﴾ [سورۃ النساء: ١٠٣]

''بے شک ''نماز'' کا اوقات مقررہ میں ادا کرنا مومنوں پر فرض ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغیر اضافت کے اس معنی میں یہ کلمہ (بطور مفرد) قرآن مجید میں (۶۷) بار آیا ہے۔ اور بطور فعل اس معنی میں (۷) بار۔
بمعنی ''نماز ادا کرنا'' اگر بطور فعل یہ کلمہ استعمال ہو رہا ہو تو کبھی اس کا صلہ '' ل'' آتا ہے (جیسے کہ مثال پیچھے گزری)، کبھی ''مع'' (اس کی بھی مثال گزر چکی) اور کبھی ''فِیْ'' جیسے کہ فرمایا:

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ﴾ (آل عمران: ۳۹)

''پھر زکریا (علیہ السلام) کو فرشتوں نے آواز دی اور وہ (عبادت کے لیے ایک مخصوص جگہ) محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''

اگر اس کلمہ کے فعل کا صلہ ''ب'' آ جائے تو اس کا معنی ''امامت کروانا'' ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلّم إِحْدَى صَلَاتَي الْعَشِيِّ)) (صحیح مسلم، ح: ۱۲۸۸)

''ظہر اور عصر میں سے کوئی ایک نماز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز (امامت کرواتے ہوئے) پڑھائی۔''

اگر اس کا صلہ ''ل'' آ جائے اور اضافت انسانوں کی طرف ہو تو بھی اس کا معنی ''امامت کروانا'' ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں ہے:

((صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَصْرِ)) (صحیح مسلم: ۱۲۹۰)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔) ہمیں رسول اللہ ﷺ نے (امامت کرواتے ہوئے) عصر کی نماز پڑھائی۔''

اور اس کلمہ کے فعل کا صلہ ''مع'' آ رہا ہو تو بھی اس کا معنی امامت کروانا ہوتا ہے (ایک مثال پیچھے گزر چکی اور) جیسے کہ حدیث میں آتا ہے:

((صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ)) (صحیح بخاری: ۸۳۸)

''(عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تب ہم نے سلام پھیرا۔''

نماز ادا کرنے والے کو ''مُصَلِّی'' کہا جاتا ہے۔ (جیسے روزے دار کو ''صائم'')

''صلوٰۃ'' کا صلہ ''علی'' ہو تو:

اور اگر اس کلمہ ''صلاۃ'' کا صلہ ''علیٰ'' آ جائے تو پھر سلف صالحین نے اس کے تعیینِ معنی میں درج ذیل تین حالتوں کو الگ الگ مدِ نظر رکھا ہے:

۱۔ وہ ''صلاۃ'' جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں استعمال فرماتا ہے دو قسم کی ہے: ایک عام، دوسری خاص۔

عام (بمعنی ''رحمت نازل کرنے'' کے) تمام اہلِ ایمان کے لیے ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا:

ا..... ﴿ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَٰئِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَٰتِ إِلَى النُّورِ ﴾ [سورۃ الاحزاب: ۴۳]

''وہی اللہ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لیے دعا کرتے ہیں) تاکہ تمہیں (کفر و شرک) کی تاریکیوں سے نکال کر (اسلام کی) روشنی کی طرف لے آئے۔''

ب.....عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی؛ جب کوئی قوم (قبیلہ یا جماعت) صدقہ (یا واجب مال زکوٰۃ) لے کر آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ'' (اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما۔) پھر میرے باپ ابو اوفیٰ اپنا زکوٰۃ کا مال لے کر آئے تو نبی ﷺ نے دعا کی: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى'' (اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل (اولاد) پر رحمت فرما) [صحیح مسلم/ کتاب الزکاۃ حدیث: ۲۴۹۲]

وضاحت..... نبی مکرم ﷺ کا بالعموم اہلِ ایمان کے لیے مندرجہ بالا صیغہ کے ساتھ دعا کرنا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق تھا۔ فرمایا:

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ﴾

[سورۃ التوبہ: ۱۰۳]

''(اے ہمارے نبی!) ان لوگوں (مسلمانوں) کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے لیا کرو (جو ان کے فقراء پر خرچ ہو) کہ اس سے تو ان کو ظاہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی پاک کرے اور باطن میں بھی ان کو پاکیزہ کر دے۔ اور اُن پر دُعاءِ خیر کرو کہ تمہاری دعا اُن کے لیے موجب تسکین ہے۔ اور اللہ سُننے والا، جاننے والا ہے۔''

یہاں سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۲ و آیت ۱۰۳ کا شانِ نزول جناب عبداللہ رضی اللہ عنہما نے غزوۂ تبوک کے متصل بعد حضرتِ ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم کا اپنی غلطیوں کے اعتراف میں مسجد نبوی کے ستونوں سے اپنے آپ کو باندھ کر جو توبہ کا راستہ اختیار کیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کو کھولا تھا...... بیان کیا ہے۔ جب ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگئی تو یہ اپنے اموال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارا صدقہ قبول فرمائیے اور ہمارے لیے استغفار کیجئے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ قبول نہ کیا حتیٰ کہ اللہ کا یہ حکم نازل ہوگیا۔ [دیکھئے: تفسیر ابن جریر الطبری]

امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیث کی شرح میں مفصل بحث کرتے ہوئے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ دیگر اہل ایمان کے لیے (چاہے ان کا مرتبہ و مقام کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) مندرجہ بالا صیغے کے ساتھ دعا کرنا صرف نبی معظم ﷺ کے لیے خاص تھا، اُمت کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ ہم یوں نہیں کہہ سکتے: ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم، عمر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لیے کہ سلف صالحین کے برعکس ان اصطلاحوں کا اس طرح استعمال اہل بدعات کا شعار ہے۔ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں اصحابِ شافعیہ میں سے امام ابومحمد جوینی رحمہ اللہ نے ''سلام'' کو بھی بمعنیٰ ''صلاۃ'' شمار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس کو بھی انبیاء کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ اللہ نے اہلِ ایمان کو ان دونوں یعنی صلاۃ وسلام کو اپنے نبی پر ہی (اور دوسرے انبیاء کے لیے بھی) پڑھنے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً یوں نہ کہیں؛ عبدالعزیز علیہ السلام یا سعد علیہ السلام مگر مخاطب کے طور پر بموجب حدیث مبارک جائز ہے اور نبی کریم ﷺ کا حکم بھی۔ جیسے السلام علیکم ورحمة الله وبركاته کہنا۔

ج ......ایک حدیث میں دو خاص افراد پر استدعائے صلاۃ کا واقعہ مذکور ہے (اور یہ بھی عموم میں شامل ہوگی۔ اس لیے کہ جن کے لیے دُعا کی گئی وہ بھی اُمتی تھے):

((إِنِ امْرَأَةً قَالَتْ لَهُ: صَلِّ عَلَيَّ وَعَلَى زَوْجِي، قَالَ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكِ وَعَلَى زَوْجِكِ......))

''ایک بی بی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) آپ میرے اور میرے خاوند کے حق میں (اللہ سے) رحمت کی دُعا کریں۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم پر اور تمہارے خاوند پر رحمت نازل فرمائے۔'' [دیکھئے: جلاءُ الأفهام للحافظ ابن قیم رحمہ اللہ]

د ......ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَصِلُونَ الصُّفُوفَ)) [مسند احمد: ٦/١٦٠ ح: ٢٤٧٤٢]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر دُرود بھیجتے ہیں جو صفیں باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔''

جناب براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ)) [مسند احمد: ٨/٤ ح: ١٨٦٦٦]

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سب سے مقدم (پہلی) صف والوں پر (نماز میں ہوں یا جہاد فی سبیل اللہ میں) دُرود بھیجتے ہیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ یوں ہیں:

((إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ)) [دیکھئے: تفسیر ابن کثیر عند تفسیر آیت: ٥٦ من سورة الاحزاب]

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے (نماز میں امام سے) صفوں کی دائیں جانب والوں پر دُرود بھیجتے ہیں۔''

(صحيح سنن ابى داؤد للالبانى رحمہ اللہ رقم الحديث: ٦٢٨)

ھ ......اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (البقره: ١٥٦، ١٥٧)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’(یہ ایمان والے) وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہم پلٹ کر جانے والے ہیں۔ انہیں لوگوں پر اللہ کی بخشش اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو (جنت اور کامیابی کی طرف سیدھی) راہ پانے والے ہیں۔‘‘

خاص:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب "جلاءُ الافهام فِي الصّلاة والسّلام عَلَى خَيْرِ الانام" میں لکھتے ہیں:

’’اور خاص صلاۃ وہی ہے جو تمام انبیاء و مرسلین اور بالخصوص سیدِ ولدِ آدم والا برار خاتم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ و علیہم اجمعین کے لیے مستعمل ہوتی ہے۔ (یہ تقسیم محلِ وقوع کی بنا پر ہے)‘‘

صحیح البخاری (کتاب التفسیر) میں امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ کا سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ کی تفسیر میں درج ذیل قول نقل کیا ہے، فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی پر صلاۃ، فرشتوں کے سامنے اس کا اپنے نبی کی تعریف و ثناء بیان کرنا ہے۔ اور فرشتوں کی صلاۃ ان کا (رحمت و استغفار کی) دعا کرنا ہے۔‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((يُصَلُّوْنَ يُبَرِّكُوْنَ ......)) ’’فرشتوں کی نبی ﷺ پر صلاۃ یہ ہے کہ وہ برکت کی دعا کرتے ہیں۔‘‘

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (الاحزاب : ٥٦)

(بموجب ترجمہ علامہ وحید الزمان خان حیدر آبادی) اللہ پیغمبر پر (اپنی رحمت اُتارتا ہے) اور فرشتے (پیغمبر علیہ السلام پر) دُرود بھیجتے ہیں۔ مسلمانو! تم بھی پیغمبر پر دُرود بھیجو اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔‘‘ ...... کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ امام ابو جعفر الرازی نے بھی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ اس قول کو نقل کیا ہے۔ امام ابو عیسیٰ الترمذی نے کہا ہے کہ: جناب سفیان الثوری رحمہما اللہ اور اکثر اہل علم کہتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ کا (اپنے نبی پر) دُرود رحمت کا اُتارنا ہے اور فرشتوں کا دُرود استغفار کرنا ہے۔‘‘ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اللہ تبارک و تعالیٰ کی صلاۃ یوں ہے: ((سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ)) اور مقصود اس آیت شریفہ سے یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے پیارے بندے اور نبی (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی قدر و منزلت اور عزت و مرتبت ملأ اعلیٰ میں جو ہے اس کے بارے میں خبر دے رہے ہیں کہ وہ اپنے بندے کی تعریف اپنے مقرب بندوں کے پاس کیسے کرتے ہیں اور یہ کہ فرشتے آپ ﷺ پر دُرود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملاءِ اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب اللہ تعالیٰ زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی میرے نبی پر دُرود و سلام پڑھا کرو۔ تاکہ عالمِ علوی اور عالمِ سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے۔

ابن قیم نے قاضی اسماعیل کے حوالے سے امام ضحاک رحمہم اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے: ((صَلٰوةُ اللّٰهِ رَحْمَتُهٗ وَصَلٰوةُ الْمَلَائِكَةِ الدُّعَاءُ ......))

[دیکھئے: جلاء الافهام مترجم از قاضی شاکر حسین صدیقی محمدی القاضی خانی سهسوانی (باسم خیر الکلام) طبع: مطبع القرآن والسنه امرت سر، هند (١٩ / ذی القعده ١٣٤٧هـ)] اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر دُرود بھیجنا ’’اپنی رحمت نازل کرنا ہے۔‘‘ اور فرشتوں کا دُرود نبی کریم ﷺ کے لیے دُعا ہے۔ اور یہاں قاضی اسماعیل کی بسند مسلسل امام ضحاک کے دوسرے قول کی نقل بھی درج ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’صَلٰوةُ اللّٰهِ سے مُراد مَغْفِرَتُهٗ‘ بھی ہے۔ پھر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اوپر صحیح البخاری کے حوالے سے امام ابو العالیہ رحمہ اللہ کے قول و معنی کے ساتھ حضرت ضحاک رحمہ اللہ کے ان دونوں اقوال کی (اور کچھ دیگر تشریحات کے ساتھ) تردید کردی ہے۔ اور لکھا ہے کہ مصلی علیہ (نبی کریم ﷺ) کی صفت و ثناء اور اس کا اظہار شرف و فضل اس آیت (سورۃ الاحزاب:۵۶) میں ملحوظ کرنا اس توجیہ اشتراکِ معنَیَین سے کہیں زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔‘‘

☆ اگر اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی ہوتا ہے ’’اللہ تعالیٰ سے رحمت اور استغفار کی اہل ایمان کے حق میں دُعا کرنا۔‘‘ چند ایک مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔ مزید دیکھئے:

۱...... ((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّيْ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ ؛ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ، لَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهٗ ، لَا يَمْنَعُهٗ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصَّلَاۃَ۔)) (صحیح البخاری / کتاب الاذان ح : ٦٥٩)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے تم میں سے اس نمازی کے لیے اس وقت تک یوں دعا کرتے رہتے ہیں جب تک سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنے مصلی (جہاں اس نے نماز ادا کی ہو) پر بیٹھا رہے اور جب تک وہ بغیر طہارت والا نہ ہو جائے۔ (کہتے ہیں) اے اللہ! اسے بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔'' تم میں سے وہ شخص جو صرف نماز کی وجہ سے مسجد میں رُکا ہوا ہو یعنی صرف اسی کام نے اس کو اہل خانہ کی طرف (یا کاروبار کی جانب) جانے سے روک رکھا ہو تو وہ اتنی دیر تک نماز میں شمار ہوگا۔''

۞ اور اگر '' صَلٰوۃٌ عَلٰی '' کی نسبت آدمیوں کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی ہوتا ہے ''دعا کرنا۔ نماز جنازہ پڑھنا۔'' کچھ مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔ مزید دیکھئے:

ا...... اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ ﴾ [سورۃ التوبہ : ٨٤]

''اور (اے ہمارے پیارے نبی!) ان (منافقین) میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا۔''

ب...... کبھی صلہ علیٰ کے بغیر بھی بمعنی دعا آتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ))

[صحیح مسلم / کتاب النکاح ح : ٣٥٢٠]

''تم میں سے جب کسی کو (ولیمے کی) دعوت دی جائے تو چاہیے کہ وہ (دعوت کو) قبول کرے۔ اگر روزے سے ہے تو ''دعا کرے'' اور اگر روزے سے نہیں تو کھانا چاہیے۔''

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ لغۃً ''صلوٰۃ'' کے معنی محض دعا کے ہیں۔ البتہ دعا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دعائے مسألت اور دوسری دعائے عبادت۔ (جلاء الافہام)

ج...... اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ میں اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ اس کے نبی (محمد رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً پر ''درود بصورتِ دعا'' بھیجا کریں۔ (آیت اور ترجمہ پیچھے گزر چکے ہیں)

د...... سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۳ میں اللہ نے اہلِ ایمان پر شفقت کرتے ہوئے اپنے نبی کو حکم دیا:

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

''(اے ہمارے پیارے نبی!) ان لوگوں (یعنی اہل ایمان) کے اموال میں سے زکوٰۃ لے لیا کرو (جو ان کے فقراء پر خرچ کرسکو) کہ اس سے تو اُن کو ظاہر سے بھی پاک کرے اور باطن میں بھی ان کو پاکیزہ کر دے۔ اور ان پر دعاءِ خیر کرو کہ تمہاری دُعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔ اور اللہ سُننے والا جاننے والا ہے۔''

ھ...... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ وَلَمْ يَتْبَعْهَا فَلَهٗ قِيرَاطٌ فَإِنْ تَبِعَهَا فَلَهٗ قِيرَاطَانِ۔ قِيلَ: وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ: أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ)) [صحیح مسلم / کتاب الجنائز ح : ٢١٩٢]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو (مسلمان) آدمی کسی کی نماز جنازہ پڑھے مگر (قبرستان تک) ساتھ نہ جائے اس کے لیے ایک قیراط کا ثواب ہوگا۔ اور اگر وہ میت کے ساتھ (قبر تک) جائے اس کے لیے دو قیراطوں کا اجر ہے۔ پوچھا گیا: دو قیراط کیا (یعنی کتنے وزن کے) ہیں؟ فرمایا: ''ان دونوں میں سے چھوٹا اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔''

صلوٰۃٌ علَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا:

لفظ '' صلاۃ '' کے مختلف معانی سامنے آجانے کے بعد آیئے اب ایک اہم ترین مسئلہ پر فکر ونظر کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں ایسے لوگوں نے غلوّ کی انتہا کردی ہے کہ جن کی نظروں میں درحقیقت نہ سُنّت کی کوئی اہمیت ہوتی ہے اور نہ ہی علم الحدیث کی۔ وہ تقلیدِ محض اور شخصیت پرستی کی آ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کی بجائے اُلٹا بدتمیزی اور گستاخی کر بیٹھتے ہیں؛ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ......اور انہیں اس بات کا ادراک بھی نہیں ہوتا۔'' اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ان میں سے شاطرانہ ذہنیت کے لوگ ''اهل السنه و الحديث'' کو اپنی بد باطنی کی بنیاد پر مطعون کرنے لگتے ہیں، حالانکہ ان کے اپنے بڑوں نے اس بات کا اعتراف کر رکھا ہے کہ: ''قرآن وحدیث کا شغل رکھنے والے محدثین ہر مجلس میں بار بار نام نامی آنے کے باوجود مختصر ہی سہی مگر صلاۃ وسلام کے لکھنے پڑھنے کا معمول ہمیشہ ان میں رہا ہے۔ اس لیے کیا عجب ہے کہ اُمّت میں سب سے زیادہ ''دُرود وسلام'' کے ہار بارگاہِ رسالت میں محدثین (رحمہم اللہ) ہی کی طرف سے پیش ہوتے ہوں۔'' [دیکھئے: تفسير الجلالين کی اُردو شرح كمالين جلد ٥ ، ص:۸۴ از مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی، استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند۔ بھارت طبع مکتبہ شرکۃ علمیۃ بیرون بوہڑ والا گیٹ ملتان]

اس سے بھی زبردست بیان علامہ نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ کا ان کی کتاب ''نُزُلُ الْاَبْرَارِ بِالْعِلْمِ الْمَاثُورِ من الأدعية والأذكار'' میں (ص:۱۶۱ پر) ہے جہاں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود کی فضیلت میں بہت ساری احادیث کو جمع کر کے اسے تحریر کیا ہے۔:

''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ نبی معظم ﷺ پر کثرت سے دُرود پڑھنے میں تمام مسلمانوں میں اہل حدیث اور سُنتِ مطہرہ کے راوی سب سے آگے ہیں۔ اس لیے کہ معزز علمِ حدیث کے حصول میں ہر ہر حدیث پڑھتے پڑھاتے وقت نبی کریم ﷺ پر دُرود پڑھنے میں ان کا تو یہ ہمیشہ وظیفہ رہا ہے۔ ان کی زبانیں ہمیشہ نبی مکرم ﷺ کے ذکر سے تر رہتی تھیں (اور آج بھی ان شاء اللہ) کتبِ احادیث سے کُتبِ سِتّہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد، جامع الترمذی، سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ) ہوں یا ''جوامع'' یا ''مسانید'' یا ''معاجم'' یا ''اجزاء'' وغیرھا (جیسے موطا امام مالک، مستدرک حاکم، مصنف عبدالرزاق وغیرھا) ان میں سے ہر ہر کتاب میں ہزار ہا احادیث ہیں۔ (اور کتب احادیث کی تعداد بیسیوں ہے) یوں احادیث مبارکہ کی تعداد لاکھوں بنتی ہے جن میں رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ قیامت والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت والی سعادت حاصل کرنے والے لوگوں میں سے فرقہ ناجیہ والی محدثین کرام کی جماعت (کہ جن میں صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین اور من تبعهم باحسان الى يوم الدين تمام لوگ شامل ہیں) سب سے اولیٰ اور مقدم ہوں گے۔ اور تمام لوگوں میں سے ان کی اس فضیلت میں کوئی بھی اُن کے برابر نہ ہوگا۔''

چنانچہ اس دعویٰ کے ثبوت میں قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کے دلائل کے ساتھ اس قدر وسیع مواد موجود ہے کہ اسے جمع کریں تو کئی جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ پھر اس جماعتِ حقہ کی اس موضوع سے متعلق فضل وشرف میں اس سے بھی بڑی بات جو روزِ روشن کی طرح بیّن وظاہر ہے اور اس سے انکار کرنے والا خود ہی فیصلہ کرے؛ اسے فُسّاق ومجرمین وظالمین اور اپنے محسنین کے دشمنوں میں ہونا چاہیے یا اپنے ان سلف صالحین محسنین اُمّت کے احسان مندوں میں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ)) [صحيح مسلم / كتاب الزكاة ح : ۲۳۵۱] ''جس نے اسلام میں کسی نیک بات (یعنی قرآن وسنت کے جو موافق ہو) کو جاری کیا اس کے لیے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کا بھی اسے ثواب ہوگا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا ثواب کچھ بھی کم کیا جائے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت اور حکم سے بعض صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو جیسے جیسے آپ ارشاد فرماتے گئے وہ ساتھ ساتھ لکھتے چلے گئے حتیٰ کہ ان کی بڑی بڑی کتابیں تیار ہوگئیں۔ احادیث مبارکہ لکھنے والے ان صحابہ کرام کی تعداد بیسیوں ہوگئی تھی۔ [ہم نے بحمد للہ العزیز اس موضوع کو ثقہ ترین دلائل کے ساتھ اپنی کتاب ''مقدمۃ الحدیث'' میں پوری بسط وکشاد کے ساتھ بیان کیا ہے جو بھائی استفادہ کرنا چاہے کتاب مذکور کا پہلا باب پڑھ لے۔ ابو یحییٰ] ان کے علاوہ ایسے صحابہ کرام جو لکھنا نہیں جانتے تھے مگر ان کے حافظے عطیہ ہائے رب العالمین تھے اور اللہ کا معجزہ بھی انہوں نے نبی مکرم ﷺ کی احادیث وسُنن کو زبانی حرف بحرف یاد کیا اور پھر ان تمام اصحاب الحدیثِ خَیْرُ القرون نے اس علم کو آگے تابعین تک زبانی اور تحریر کروا کر منتقل کر دیا۔ پھر تابعین میں ایسے سینکڑوں اَصحاب العلم ہوئے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو احاطۂ تحریر میں لا کر آگے ہزار ہا تبع تابعین تک تحریری شکل میں اور شفویاً پہنچایا۔ تب ان کے عظیم تلامذہ (کہ جن کی تعداد لاکھوں میں ہوئی) میں سے ہزاروں محدثین عظام نے نبی کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو باقاعدہ تبویبی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہی شکل میں مدون کر دیا۔ ان تمام نفوسِ قدسیہ کا یہ وظیفہ رہا کہ جہاں بھی اور جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً کا اسم گرامی آتا وہ آپ پر صلاۃ وسلام لکھتے بھی تھے اور پڑھتے بھی تھے۔ صحیح الاسناد تاریخی روایات سے اگر پہلی تین ہجری صدیوں میں شفوياً اس مقدس عمل کو بجالانے والوں کی تعداد کا اندازہ لگانا چاہیں تو نہایت مشکل ہے۔ جبکہ اس کے بعد والے ہزار سال میں شب و روز قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تسليماً كثيرًا وَعَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تَسْلِيمًا كَثِيرًا جیسے کلمات کا ورد کرنے والوں، احادیث مبارکہ کی درس و تدریس اور اس پاک علم کی اپنی مقدس جانوں کے ذریعے حفاظت کرنے والوں کی تعداد کا اندازہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا؟

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی سُن لو اور جان لو کہ انبیاء کے علاوہ دُنیا کے ہر شخص کی بات جھوٹی ہو سکتی ہے مگر ایک اللہ رب العالمین کا قرآن اور دوسرا محمد رسول اللہ ﷺ تسلیماً کثیراً کا فرمان اور آپ کی سُنّت کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہوتے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص اور معاویہ بن قرہ عن ابیہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيكُمْ ، لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ ." قَالَ مُحَمَّد بن اسماعيل: قَالَ عَلِيُّ ابْنُ الْمَدِينِيِّ ؛ هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ)) [جامع الترمذی/ کتاب الفتن ح : ۲۱۹۲ قال ابو عیسیٰ هذا حديث حسنٌ صحيحٌ ووافقه الالبانیؒ]

''جب ملکِ شام کے لوگ خراب ہو جائیں گے تو تمہارا وہاں رہنا بہتر نہیں ہوگا۔ اور میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ (غالب رہے گی جو اللہ کی طرف سے) مدد کیے گئے ہوں گے۔ انہیں وہ لوگ کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے جو ان کی مدد چھوڑ دیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔'' امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (ان کے شیخ) علی بن مدینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''یہ طائفہ منصورہ اصحاب الحدیث ہیں۔'' (امام ترمذی اور شیخ البانی رحمہما اللہ نے اس حدیث کو حسنٌ صحیحٌ کہا ہے۔)''

قارئین کرام! یہ بات آپ وضاحت سے پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ تسلیماً کثیراً کے ساتھ محبت کا اپنا بنایا ہوا کوئی معیار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں قطعاً قابل قبول نہیں ہوتا۔ اور اس ضمن میں ضِد، ہٹ دھرمی، اندھی تقلید اور شخصیت پرستی کل قیامت کو اللہ کے ہاں انسان کے لیے وبالِ جان بن جائے گی۔ اور اس بارے میں ایسے لوگوں کی اس روز ہونے والے حالت کا نقشہ اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُولُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝ ﴾ [سورة الفرقان: ۲۷ تا ۲۹]

''اور جس دن گنہگار ظالم (مشرک بدعتی مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا، کہے گا: کاش میں بھی (دُنیا میں) اللہ کے رسول (ﷺ) کے ساتھ (قرآن و سنت والا اسلام کا) راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری کم بختی کاش میں فلانے (اُبی بن خلف، ابوجہل، عبداللہ بن اُبی ابن سلول اور عبداللہ بن سبا جیسوں) کو دوست نہ بناتا۔ اس نے مجھے نصیحت پہنچنے کے بعد بہکا دیا (یعنی قرآن و سُنّت سننے کے بعد) اور شیطان تو آدمی کو (عین وقت پر) دغا دیتا (اور ہلاکت کو سونپنے والا) ہے۔''

مزید ایک وضاحت:

عامۃ المسلمین میں سے اکثر ہمارے وہ بھائی جنہیں دینی مسائل دریافت کرنے اور اسلامی تعلیمات کے لیے بہرکیف و بہرحال کسی نہ کسی صاحبِ علم سے پوچھ گچھ کرنا، تعلیم لینا اور اس کی بات کو جیسا وہ بتائے اس لیے ماننا لازم ہوتا ہے کہ:

(۱)...... غیر سنجیدہ قسم کے مولویوں، درویشوں، صوفیوں، گدی نشینوں اور پیروں نے انہیں یہ باور کرا رکھا ہے؛ جیسا ہم بتائیں کرتے چلے جاؤ تمہارے سر کوئی بوجھ نہ ہوگا، کل قیامت کو ہم جانیں اور ہمارا رب۔

(۲)...... ان کو دنیاوی مشاغل میں پھنسا کر ان کے دشمن (شیطان لعین) نے یہ بات ان کے ذہن میں پختہ کر دی ہے کہ تم لاعلم ہو، تمہارے پاس اتنا وقت کہاں کہ حق سچ کی پہچان کے لیے قرآن وسُنّت کا مطالعہ اور حقیقت سے واقفیت کے لیے چھان بین کرتے پھرو، اس لیے تمہارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ہی تو کسی نہ کسی کی تقلید واجب کر دی گئی ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں، فلاں علامۃ الدھر تقلید کے حق میں کیا شاندار تقریر فرما رہے تھے؟ اور فلاں طوطی زمان نے اس موضوع سے متعلق کیسے زبردست عقلی دلائل اپنی فلاں کتاب میں جمع فرمائے ہیں؟

مابعد والے ادوار کے دُرودوں کی شرعی حیثیت:

آج کل دین اسلام میں بدعات کا اضافہ روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔ بالخصوص اذکار و وظائف میں خود ساختہ اور غیر مسنون چیزیں اس قدر شامل کر دی گئی ہیں کہ مسنون دعائیں اور اذکار طاق نسیاں بن کر رہ گئے ہیں۔ دیگر غیر مسنون اذکار و وظائف کی طرح دُرود و سلام میں بھی بہت سے خود ساختہ دُرود و سلام رائج ہو چکے ہیں۔ مثلاً درودِ تاج، درود لکھی، درود مقدس، درود اکبر، درود ماہی، درود تنجینا وغیرہ۔ ان میں سے ہر درود کے پڑھنے کا طریقہ اور وقت الگ الگ بتایا گیا ہے اور ان کے فوائد (جو کہ زیادہ تر دنیاوی ہیں) کا بھی الگ الگ تذکرہ کتب میں لکھا گیا ہے۔ مذکورہ دُرودوں میں سے کوئی ایک دُرود بھی ایسا نہیں جس کے الفاظ رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہوں۔ لہٰذا انہیں پڑھنے کا طریقہ اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد از خود باطل ٹھہرتے ہیں۔ اس لیے کہ:

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں موجود نہیں وہ ہر کام مردود ہے۔'' [صحیح البخاری / کتاب الصلح ح : ۲۶۹۷ وصحیح مسلم ح : ۴۴۹۳] یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ؛ ہر بدعت (یعنی خود ساختہ عبادت) گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔ [مسند احمد : ۱۲۷/۴ وصحیح مسلم ح : ۲۰۰۵] اس ضمن میں بخاری اور مسلم کا روایت کردہ درج ذیل واقعہ بڑا سبق آموز ہے؛ تین آدمی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں سوال کیا۔ انہیں بتایا گیا تو ان میں سے ایک نے کہا: ''میں آئندہ ہمیشہ پوری رات قیام کیا کروں گا اور کبھی آرام نہیں کروں گا۔'' دوسرے نے کہا: ''میں آئندہ مسلسل روزے رکھوں گا اور کبھی ترک نہیں کروں گا۔'' تیسرے نے کہا: ''میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور عورتوں سے الگ رہوں گا۔'' رسول اکرم ﷺ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، پرہیز گار ہوں، رات قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، روزے رکھتا بھی ہوں اور ترک بھی کرتا ہوں، میں نے عورتوں سے نکاح بھی کئے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھو! جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

قارئین کرام! اندازہ فرمایئے تینوں حضرات نے اپنی دانست میں زیادہ نیکی کرنے اور زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کا طریقہ چونکہ خود ساختہ اور غیر مسنون تھا لہٰذا آپ ﷺ نے ان کی باتوں پر سخت اظہار ناراضگی فرمایا۔ یہی معاملہ درود و سلام کا ہے۔

خود ساختہ اور غیر مسنون دُرود و سلام پر محنت اور ریاضت بے کار اور عبث ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ناراضگی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث بنے۔ لہٰذا وہی دُرود و سلام پڑھیے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ یاد رکھیے! رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک لفظ دنیا کے سارے اولیاء اور صلحاء کے بنائے ہوئے کلمات خیر سے زیادہ افضل اور قیمتی ہے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو سکھائے ہوئے درود و سلام کے کلمات کا آغاز جو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ...... الخ سے ہوتا ہے تو اس میں اللہ رب العالمین سے سید ولد آدم محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے رحمت و برکت کی طلب میں جو انتہا ہے وہ کسی اور صیغے میں نہیں ہو سکتی۔ دعا دراصل تین قسم کی ہوتی ہے۔

1 ...... اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء و صفات کا واسطہ دے کر دعا کی جائے اور اللہ کا حکم بھی یہی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ﴾ [سورۃ الاعراف : ۱۸۰]

''اور اللہ تعالیٰ کے اچھے خاصے نام ہیں۔ اس کو انہی ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو لوگ اس کے ناموں میں بے دینی کرتے ہیں (یعنی اس کے علاوہ کسی اور کو داتا، دستگیر، غوث مشکل کشا، حاجت روا یا غریب نواز وغیرہ مانتے ہیں۔) ان کو چھوڑ دو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......محض اپنی ضرورت وحاجت یا فقر و مسکینی کا اعتراف کر کے اللہ سے مانگا جائے۔ جیسے لوگ اَنَا الْعَبْدُ الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمِسْکِیْنُ فلان بن فلان کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

☆......تیسرا یہ کہ صرف عرض حاجت کرے۔ چنانچہ ان تینوں صورتوں میں سے اوّل بہتر ہے البتہ تینوں صورتیں اگر اکٹھی ہو جائیں تو یہ انداز سب سے افضل اور بہتر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اکثر دعائیں اسی قسم کی ہوتی تھیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو دعا آپ ﷺ نے سکھائی تھی وہ اس اعتبار سے اپنے اندر پوری جامعیت رکھتی ہے۔ فرمایا: ''(ابوبکر!) یوں کہا کرو:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ وَ ارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ)) [صحیح بخاری/ کتاب الأذان/ باب الدعاء قبل السلام / حدیث: ۸۳٤]

''اے اللہ! میں اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کر بیٹھا ہوں اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ پس مجھے اپنے پاس سے خاص مغفرت کے ساتھ بخش دے اور میرے اوپر رحم فرما بلاشبہ تو بہت زیادہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

چنانچہ اَللّٰھُمَّ کی میم کے بارے میں یہ بات محقق اور مسلم ہوئی کہ یہاں رب العالمین کے نام (کلمہ) اللہ کے ساتھ جو میم کا اضافہ کیا جاتا ہے تو اس کا مرکوزِ خاطر یہ ہے کہ جو دعا مانگی جائے اس کی ابتداء اللہ کے نام کے ساتھ ایسے جامع خطاب سے ہو کہ جس میں اس کے جملہ اسماء وصفات کا تذکرہ آ جائے اور یہ مختصر کلمہ (لفظ اَللّٰھُمَّ) مطالب کثیرہ پر حاوی ہو جائے۔ گویا دعا مانگنے والے نے جب ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ'' کہا تو تقدیرِ کلام یہ ہوئی: ((اُدْعُوا اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَ الصِّفَاتُ الْعُلٰی ......)) میں اس اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اس کے اچھے خاصے انتہائی پیارے نام اور اس کی انتہائی بلند صفات ہیں۔

کلمہ ''اَللّٰھُمَّ'' میں اس تجمیع و تفخیم والی میم کے بارے میں مندرجہ بالا تشریح کی متعلق سلف صالحین میں سے اکثر بزرگوں کا یہی مسلک ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ مجمع الدعا ہے۔ ابو رجاء العطاردی کہتے ہیں: دعا کے لیے نبی ﷺ کے کلمہ ''اَللّٰھُمَّ'' کی میم میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام پائے جاتے ہیں۔ نضر بن شمیل رحمہ اللہ کا قول ہے: "مَنْ قَالَ: اَللّٰھُمَّ فَقَدْ دَعَا اللّٰهَ بِجَمِیْعِ اَسْمَائِهٖ" جس نے ''اَللّٰھُمَّ'' کہہ کر اپنی دعا کا آغاز کیا گویا اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام اسماء عالیہ کے ساتھ اللہ ذوالجلال سے دعا مانگ لی۔ [تفصیل کے لیے دیکھئے: علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی جلاءُ الافہام]

اور پھر یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہے کہ وہ نبی مکرم ﷺ کو آ کر ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَلَّمَ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ'' وغیرھا جیسے کلمات کے ساتھ مخاطب کرتے ہوں۔ اور جیسے بہت سارے عجمی معاشروں میں کئی ایک مواقع پر لوگوں کا مل کر اس طرح کے خود ساختہ شرکیہ کلمات اور موضوع دُرودوں کے ساتھ اونچی اونچی آوازوں میں پڑھنا اور نبی ﷺ کو اس مجلس میں حاضر ناظر والا مشرکانہ عقیدہ رکھ کر یوں بدتمیزی کے انداز میں مخاطب کرنا ویسے ہی صریح گمراہی، قرآن کی کھلی خلاف ورزی اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ (الحجرات: ۲)

''مسلمانو! پیغمبر (ﷺ) کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ ہونے دو اور پیغمبر سے اس طرح پکار کر بات مت کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے پکار کر بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال صالحہ غارت ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔''

اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکماً فرماتے ہیں:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ ۝ ﴾ [سورۃ محمد: ۳۳]

''(مسلمانو!) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور (ہمارے) پیغمبر (ﷺ) کی بھی اتباع و اطاعت کرو اور (ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ جوامع الدعاء کو پسند فرماتے

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: ((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ ، وَيَدَعُ مَا سِوَی ذٰلِكَ)) ❶

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس دعا کو چھوڑ دیتے جو جامع نہ ہوتی۔''

جامع وہ دعا ہوتی ہے کہ جس کے الفاظ مختصر ہوں اور مطلب بہت زیادہ۔ اور یہ دعا دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی خیر کو محیط ہوتی ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العالمین کا (اپنے بندوں کو سکھلایا ہوا) یہ فرمان ہے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ ﴾ وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ ﴾ (البقرة:٢٠١ ، آل عمران:٨)

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر عطا کر دیجیو! اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالینا۔'' اور اللہ ذوالجلال والاکرام کا یہ فرمان بھی...... ''اے ہمارے رب! سیدھی (دین اسلام والی) راہ پر لگانے کے بعد ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول (ٹیڑھا) مت کر ڈالنا۔ اپنی خاص جناب سے ہمیں اپنی رحمت عطا فرما۔ بیشک تو بڑا ہی دینے والا ہے۔''

اسی طرح دنیا اور آخرت میں اللہ سے عافیت مانگنے والی دعا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی چیز درست مقاصد، اللہ رب العالمین پر بہتر ثناء اور مانگنے کے آداب سکھاتی

(بقیہ) خلاف ورزی کر کے) اپنے اعمال (صالحہ) کو ضائع (اکارت) نہ کر لینا۔''

((هٰذَا مَا عَلِمْنَا وَ أَخْبَرْنَاكُمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ . سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ))

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ [صحیح بخاری / کتاب التفسیر حدیث : ٤٧٩٧ ، ٤٧٩٨۔ کتاب الدعوات / باب الصلاة علی النبی ﷺ حدیث: ٦٣٥٧ ، ٦٣٥٨۔ کتاب احادیث الأنبیاء / باب / حدیث: ٣٣٦٩ ، ٣٣٧٠۔ صحیح مسلم / کتاب الصلاة / باب الصلاة علی النبی ﷺ حدیث: ٩٠٧ تا ٩١٢۔ سنن ابی داؤد / کتاب الصلاة حدیث: ٩٧٦ تا ٩٨٢۔ مسند ابی عوانه و مصنّف ابن ابی شیبه (٢/١٣٢،١)]

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ١٣١٥ وسنن أبي داؤد / كتاب الوتر / ح : ١٤٨٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔علامہ المظہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دعا کی جامعیت یہ ہے کہ جس کے الفاظ قلیل اور معانی کثیر ہوتے ہیں دنیا اور آخرت کے تمام امور کو شامل ہوتی ہے۔جیسے کہ:" أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ......اے اللہ میں تجھ سے دین، دنیا اور آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں۔"اسی طرح:" أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى...... اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، درگزر اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔" اور اسی طرح سے فلاح و کامرانی کی دعا۔(اس میں بھی دنیا جہاں کی ساری خیر آ جاتی ہے اور آخرت کی بھی۔)اور جو جامع الفاظ والی دعا نہ ہوتی اسے آپ نہ کرتے،یعنی جس میں جزوی امور کی طلب ہوتی۔جیسے یہ کہنا: یااللہ! مجھے اچھی (خوبصورت) بیوی عطا فرما۔تو اس سے زیادہ اولیٰ اور وسیع معانی دعا یہ ہوسکتی ہے: اے اللہ! مجھے دنیا و آخرت کی راحت عطا فرما۔تو یہ سارے امور کو گھیرے ہوئے ہے۔

دُعا:

((عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ـ ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [1]

"سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دعا ہی اصل عبادت ہے۔اور تمہارے رب کا فرمان ہے: "مجھ سے ہی دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

یعنی دعا ہی حقیقی عبادت ہے، جو اس بات کی حقدار ہے کہ اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے سوا سے منہ موڑنے کی بنا پر اس کا نام عبادت رکھا جائے۔اس حیثیت سے کہ اللہ سے مانگنے والا نہ کسی اور سے امید باندھتا ہے اور نہ ہی اس کے سوا کسی سے ڈرتا ہے۔اور عبودیت کے لزوم کے ساتھ کھڑا رہنے والا آدمی اللہ کی ربوبیت کے حق کا بھی معترف ہوتا ہے۔وہ اپنے رب کو نعمت سے مالا مال کرنے والا جان رہا ہوتا ہے۔وہ نیک بخت بنانے والی توفیق اور مطلوب و مراد کی درستگی کے لیے امداد کی مدد کا طالب ہوتا ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اس سے ہی مانگیں، اس نے انہیں دعا پر ابھارا ہے اور اس کا نام اس نے عبادت رکھا ہے۔ان سے اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی دعا کو ضرور سن کر قبول کرے گا۔اور اس نے انہیں اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ وہ (ان کی سننے کے لحاظ سے) ان سے بہت قریب ہے۔جو بھی اس سے مانگتا ہے اس کی دعا کا وہ جواب (قبولیت کی صورت میں) ضرور دیتا ہے۔وہ اس بات سے حیا کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے کے ہاتھوں کو خالی موڑ دے۔چنانچہ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

[1] صحيح سنن أبي داود، رقم: ١٣١٢ وسنن ابي داؤد: ١٤٧٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾ (البقرة:١٨٦)

''اور (اے میرے پیارے نبی!) جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں (کہ میں کہاں اوران سے کتنی دور ہوں) تو آپ فرما دیجیے کہ؛ (تمہارا رب کہہ رہا ہے) میں نزدیک ہوں۔ جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں۔ لوگوں کو بھی چاہیے کہ میرا حکم مانیں (ایمان لائیں اور نیک کام کریں) اور ایمان پر قائم رہیں، سیدھا راستہ پانے کی امید رکھیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((إِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا)) ❶

''تمہارا پروردگار حیا اور کرم والا ہے۔ وہ اس بات سے حیا کرتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں بالکل خالی پھیر دے۔''

بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کہ جس کے نام و صفات بہت مقدس ہیں، اس سے ناراض ہو جاتا ہے جو اس سے نہ مانگے اور نہ ہی اس سے دعا کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ)) ❷

جنابِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اس سے وہ ناراض ہو جاتا ہے۔'' یہ اس لیے کہ؛ ''دعا سے زیادہ عزت والی چیز اللہ کے ہاں کوئی نہیں۔''

اور اس لیے کہ دعا میں آدمی کے فقر و عجز، خاکساری اور اللہ عزوجل کی قوت و قدرت کا اعتراف ہوتا ہے۔ عبادت تو صرف باری تعالیٰ کے لیے خضوع اور اس کی طرف فقیر ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ دعا اور سوال کا چھوڑ دینا نرا تکبر و استغناء ہے اور یہ آدمی کے لیے قطعاً جائز نہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل شعر اس بات کی کیسی اچھی ترجمانی ہے؟ کہنے والا کہتا ہے:

اَللّٰهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ   وَتَرَى ابْنَ آدَمَ حِينَ يُسْأَلُ يَغْضَبُ

---

❶ صحيح سنن أبي داود، رقم: ١٣٢٠ وسنن أبي داؤد: ١٤٨٨

❷ صحيح سنن الترمذي، رقم: ٢٦٨٦، ٣٣٧٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ سے اگر تو مانگنا چھوڑ دے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اور ابن آدم کو دیکھو! جب اس سے مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔"

امام طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور یہ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اس کے فضل سے کچھ مانگا جائے۔ تو جو اس سے نہ مانگے اس سے وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اور جس پر ناراضگی ہو جائے وہ لامحالہ مغضوب علیہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: بندہ جب اپنے رب کو پکارتا ہے اور قبولیت کے لیے تین رکاوٹوں میں سے کوئی ایک بھی اس کی دعا میں موجود نہ ہو تو تین باتوں میں سے کسی ایک میں قبولیت لازم ہے۔ اور اس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی ہے:

((مَـامِنْ رَجُلٍ يَدْعُوا اللّٰهَ بِدُعَاءٍ إِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهُ ، فَإِمَّا أَنْ يُعَجَّلَ لَهُ فِي الدُّنْيَا ، وَإِمَّا أَنْ يُدَّخَرَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ، وَإِمَّا أَنْ يُكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ ذُنُوْبِهِ بِقَدْرِ مَادَعَا مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ أَوْ يَسْتَعْجِلُ)) قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْتَعْجِلُ؟ قَالَ : ((يَقُوْلُ : دَعَوْتُ رَبِّي فَمَا اسْتَجَابَ لِيْ)) [1]

" (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) کوئی ایسا آدمی نہیں کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کوئی بھی دعا کرے اور وہ قبول نہ ہو۔ یعنی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ سو دنیا میں اسے مل جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ کر دی جاتی ہے یا وہ دعا اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے موافق اس کے جتنی اس نے دعا کی تھی۔ ہاں! یہ اس وقت ہوگا جب کسی گناہ کے لیے دعا نہ کرے، نہ ہی قطع رحمی کے لیے اور نہ ہی قبولیت کے لیے جلدی کرے۔" لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! جلدی کیسے؟ فرمایا: "جلدی یہ ہے کہ آدمی کہے: میں نے دعا کی اور میرے رب نے قبول ہی نہیں کی۔"

تو آدمی کا یہ کہنا: "میں نے دعا کی مگر میرے رب نے قبول ہی نہیں کی۔" یا تو اس میں اللہ رب العالمین کے بارے میں دیر کرنے والا سمجھتا ہے یا پھر نا امیدی کا اظہار ہے اور یہ دونوں قابل مذمت ہیں۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو چونکہ قبولیت کا ایک وقت معین ہے، جیسا کہ آثار صحیحہ سے ثابت ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعون پر بددعا اور قبولیت کے درمیان چالیس سال لگے تھے۔ اور جہاں تک نا امیدی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (سورۃ یوسف: ۸۷) "بالتحقیق اللہ کی رحمت

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٨٥٢ وجامع الترمذي / كتاب الدعوات / ح : ٣٦٠٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صرف کافر قوم ہی ناامید ہوا کرتی ہے۔'' (مسلمان، اہل ایمان مایوس نہیں ہوتے۔) قبولیت دعا کی بھی پانچ حالتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وقت مطلوب میں عین مطلوب کا حصول ہو جائے۔ دوسری یہ کہ ایسی حکمت کے پیش نظر کہ جس کی تاخیر اس بات کی متقاضی ہو کسی دوسرے وقت میں اس کی قبولیت رکھ دی جائے۔ تیسری یہ ہے کہ اس دعا کے بدلے کوئی شر اس سے دور کر دیا جائے یا اس مطلوب خیر کے علاوہ کوئی دوسری خیر اسے عطا کر دی جائے۔ چوتھی یہ ہے کہ اس دعا کو اس دن کے لیے ذخیرہ کر دیا جائے جس دن اسے اجر وثواب کی انتہائی اشد ضرورت ہوگی۔ پانچویں یہ ہے کہ اس سے بقدر اس دعا کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔

میں کہتا ہوں: وہ قبولیت کہ جس کا وقت معین ہو اور یہ اس حالت وکیفیت کے ساتھ متعلق ہو کہ جس میں مطلوب کا حصول بسبب کسی حکمت کے کسی دوسرے وقت میں ہو جائے کہ جس کی تاخیر کا تقاضا تھا۔ تو یہ میرے ساتھ متعدد بار ہو چکا ہے اور یہ کہ تھوڑی سی تاخیر کے ساتھ نہ کہ لمبی مدت گزرتی ہے۔ ان متعدد واقعات میں سے کسی ایک کا ذکر میں نصیحت کے طور پہ کرتا ہوں۔

میں نے ایک بار اللہ سے دعا کی کہ وہ میرے ایک معاملے کو میرے حق میں کر دے۔ یہ دعا مجھ سے بار بار نکل رہی تھی، یہاں تک کہ روزانہ کی پانچوں فرض نمازوں کے بعد یومیہ کا ورد بن گئی۔ اسی طرح نفلی نمازوں میں، سجود میں، اذان اور اقامت کے درمیانی وقت میں، رات کے آخری ایک تہائی حصے میں اور ان کے علاوہ ان سب اوقات میں کہ جن کے اندر دعا کو اللہ کی طرف سے رد نہیں کیا جاتا اور اسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ یعنی یومیہ دس بار تکرار کے ساتھ میں یہ دعا مانگتا۔ میں نے اس پر ہمیشگی اختیار کر لی۔ اور میں قبولیت پر پورا یقین رکھتا تھا۔ (یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا) حتی کہ اللہ کریم نے جو میں چاہتا تھا اسے میرے حق میں ثابت کر دیا، بلکہ اس سے زیادہ عطا فرمایا جو میں اس سے مانگا کرتا تھا۔ اللہ ذوالجلال کے احسان پر میں اس کی حمد وثناء کرتا ہوں۔ لیکن محترم بھائیو! جانتے ہو یہ دعا کب قبول ہوئی؟ ...... چار سال بعد۔ اور دعا کے تکرارِ کثیر کے بعد جو دس ہزار دفعہ سے کسی طور کم نہ ہوگی۔ اور اب تحریر کے وقت تک مجھے بالتکرار ایک دعا کرتے مسلسل نو سال ہو گئے ہیں۔ نو سال قبل میں نے اس دعا کو شروع کیا تھا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر قبولیت عین مطلوب کے وجود سے ثابت نہ ہوئی تو لازماً اس کا نعم البدل دے دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ) جیسے کہ کسی شر کو دور کرنا یا کسی دوسری خیر کی عطا جو اس سے بہتر ہوگی۔ یا پھر اس کا اس دن تک ذخیرہ کر دیا جانا کہ جس دن مجھے اجر وثواب اور نیکیوں کی شدید حاجت ہوگی۔ یا اس کے بدلے میرے گناہ معاف کیے جا رہے ہوں گے اور خطائیں مٹائی جا رہی ہوں گی یا پھر اس دعا وذکر کے بقدر میری نیکیوں میں اضافہ کیا جا رہا ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ جہاں تک قبولیت کی اس قسم کا تعلق ہے جو عین مطلوب وقت پر مطلوب شی ء کا حصول ہوتا ہے تو مجھے بحمد اللہ ان گنت بار یہ چیز حاصل ہو چکی ہے۔ (ادھر دعا کی اور ادھر قبول ہوئی۔ والحمد الله على ذالك) دعا کرنے والے سے اصل مطلوب یہ ہے کہ وہ دعا سے پھرے نہیں۔ (یعنی اس کے مانگنے میں ایقان و اثبات ہو۔) اور یہ کہ وہ سچی نیت اور حضور قلبی کے ساتھ مانگے۔ اور یہ کہ وہ قبولیت پر پورا یقین رکھنے والا ہو۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُدْعُوا اللّٰهَ ، وَأَنْتُمْ مُوقِنُوْنَ بِالإِجَابَةِ ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ)) ❶

''اللہ تعالیٰ کو اس طرح پکارو کہ تمہیں تمہاری دعا کی قبولیت کا پورا پورا یقین ہو۔ اور اس بات کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور مشغول دل سے نکلنے والی دعا کو قبول نہیں فرماتے۔''

اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا دعا کی قبولیت میں رکاوٹ ڈالنے والی تینوں چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ دعا کی قبولیت میں حرام کھانا وغیرہ بھی مانع ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلرَّجُلُ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ)) ❷

''ایک ایسا آدمی جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے اور گرد و غبار میں اٹا رہتا ہے۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے؛ اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ کھانا اس کا حرام، پینا اس کا حرام، لباس اس کا حرام اور غذا اس کی حرام تو (بتلایئے!) اس کی دعا کیونکر قبول ہو؟''

یعنی ایسی بد خصلتوں والے آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ ابراہیم بن ادھم سے کہا گیا: کیا حالت ہوگئی ہے ہماری (یعنی سبب کیا ہے) کہ ہم دعا کرتے ہیں اور وہ قبول ہی نہیں ہوتی؟ کہا: اس لیے کہ تم نے اپنے رب کو پہچان بھی لیا۔ (اس کی معرفت حاصل کرلی) لیکن تم نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ تم نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی جان لیا، مگر تم نے ان کی تابعداری نہیں کی۔ (اپنے نفس کی پوجا پر اور بدعات والے اعمال پر لگے رہے۔) تم نے قرآن کو بھی پہچان تو لیا کہ یہ اللہ کی کتاب اور اس کی صفت ہے، مگر اس پر عمل نہ کیا۔ تم نے اللہ کی نعمتیں بھی خوب کھائی ہیں مگر ان کا شکر ادا نہیں کیا۔ تم نے جنت کی (بذریعہ قرآن وسنت) معرفت بھی حاصل کرلی، مگر اپنے رب سے

---

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٧٦٦ وجامع الترمذي / كتاب الدعوات / ح : ٣٤٧٩

❷ أخرجه مسلم في كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيّب وتربيتها ح : ٢٣٤٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے مانگا نہیں۔ تم نے جہنم کے بارے بھی جان لیا، مگر اس سے فرار نہیں ہوئے۔ تم نے شیطان کو بھی پہچان لیا (کہ وہ تمہارا اصلی اور ازلی دشمن ہے) مگر تم نے اس سے جنگ نہیں کی، بلکہ اس سے دوستی لگا بیٹھے۔ تم نے موت کو بھی جان لیا، مگر اس کے لیے تیاری نہیں کی۔ تم نے کتنے ہی مُردوں کو اپنے ہاتھوں دفن کیا ہے، مگر عبرت حاصل نہیں کی۔ تم نے اپنے عیبوں کو کھلا چھوڑے رکھا کہ وہ غیروں کی چراگاہوں میں منہ مارتے پھریں، مگر لوگوں کے عیبوں پر جرح وتنقید کے ساتھ ان سے شغل کرتے رہے۔ تو بتلایئے! تمہاری دعائیں کیسے قبول ہوں؟

اسی طرح دعا مانگنے والے کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ناجائز الفاظ کے ساتھ دعا کرے۔ مثلاً کہے: اللہ اگر تو چاہے تو دے......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ ، وَلَا يَقُوْلَنَّ: اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِيْ ، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ))❶

''جیسا کہ جنابِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ کریم سے قطعی طور پر مانگے اور یہ نہ کہے؛ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں۔''

اور حدیث میں یہ بھی۔ ہے کہ دعا کرنے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی دعا میں (پورے آداب کی) مکمل کوشش کرے اور قبولیت کی امید پر ہو۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اس لیے کہ وہ اپنے کریم رب کو پکار رہا ہے۔

ابن عیینہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''اپنے جی میں کھٹکنے والی تقصیریں آدمی کو دعا سے روک نہ لیں۔ اس لیے کہ اللہ نے تو اپنی مخلوقات میں سے سب سے برے کی دعا کو بھی قبول کر لیا تھا اور وہ شیطان ہے کہ جب اس نے کہا تھا:

﴿ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○ ﴾ (الحجر:٣٦ تا ٣٨)

''اس نے کہا؛ اے میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دے کہ جس دن لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کیے جائیں گے۔ فرمایا: (جاؤ!) تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ وقت مقرر یعنی قیامت کے دن تک۔''

دعا کرنے والے پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اس بات کا علم رکھے: دعا کے کچھ اوقات واحوال ہیں کہ جن میں اکثر دعا قبول ہوتی ہے۔ ان میں سے: (۱)......رات کا آخری ایک تہائی حصہ۔ (۲)......اذان اور اقامت کے درمیان

❶ أخرجه البخاري في كتاب الدعوات ، باب ليعزم المسألة ، فإنه لا مُكره له ح: ٦٣٣٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا وقت۔ (۳)...... سجدے کی حالت میں۔ (۴)...... جمعہ والے دن۔ (ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ بندے کی ہر جائز دعا قبول کر لیتے ہیں۔) (۵)...... مجبوری کے اوقات میں۔ (۶)...... بیماری اور سفر کی حالتوں میں۔ علاوہ ازیں دیگر قبولیت والے اوقات میں۔ (جیسے کہ لیلۃ القدر میں اور یوم عرفہ کو۔)

اور دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جیسے رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں خشوع والحاء اختیار فرماتے تھے بندے کو چاہیے کہ اپنے رب سے گڑگڑا کر مانگے۔ جبکہ آپ ﷺ اس بات کو بھی پسند فرماتے کہ دعا کے الفاظ کو تین بار دہرائیں۔

فَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: وَكَانَ يَسْتَحِبُّ ثَلاثًا يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلاثًا)) [1]

''چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر دعا کو تین بار کرنا پسند فرماتے تھے۔ آپ (قریش پر بددعا کرتے ہوئے کہ جب انہوں نے بہت زیادہ ستایا تھا) کہہ رہے تھے: اے اللہ! تو قریش سے نبٹ لے۔ اے اللہ! تو بنو قریش سے نبٹ لے۔ اے اللہ! تو قریش سے نبٹ لے۔'' یہ تین بار فرمایا۔''

آخری بات:...... دعا کرنے والے کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ دعا میں کم از کم اجر اس ثواب کا حاصل ہونا ہے جو مطلوب چیز کے برابر ہو اور یہ ذہن نشین رہے کہ دعا ایک عبادت ہے۔

نبی کریم ﷺ پسند فرماتے کہ عید والے دن اپنے اہل خانہ کو عید گاہ میں ساتھ لے کر جائیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُعْجِبُهُ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ أَنْ يُخْرِجَ أَهْلَهُ ، قَالَ: فَخَرَجْنَا فَصَلَّي بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلاَ إِقَامَةٍ ، ثُمَّ خَطَبَ الرِّجَالَ ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَخَطَبَهُنَّ ، ثُمَّ أَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ ، فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَرْأَةَ تُلْقِي تَوْمَتَهَا وَخَاتَمَهَا ، تُعْطِيْهِ بِلالاً يَتَصَدَّقُ بِهِ)) [2]

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے؛ رسول اللہ ﷺ کو اچھا لگتا کہ وہ عید والے دن اپنے اہل خانہ (ازواجِ مطہرات) کو عید گاہ کی طرف لے جائیں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ؛ ہم عید پڑھنے کے لیے نکلے۔ نبی کریم ﷺ نے بغیر اذان اور اقامت کے عید کی نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ نے آدمیوں

[1] أخرجه مسلم في كتاب الجهاد والسير ، باب مالقي النبي ﷺ من أذي المشركين والمنافقين ح : ٤٦٤٩

[2] مسند أحمد ، رقم : ٣٣١٥ و قال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مردوں) کو خطبہ دیا۔ پھر عورتوں کے پاس تشریف لے آئے اور انہیں خطبہ دیا۔ پھر انہیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ میں نے بالتاکید دیکھا کہ عورتیں کانوں میں پہننے والی بالیاں اور انگوٹھیاں پھینکتیں۔ یہ زیورات وہ بلال رضی اللہ عنہ کو دے دیتیں اور وہ ان کو صدقات میں جمع کر لیتا۔''

عورت کا عید کی نماز کے لیے نکلنا:

رسول اللہ ﷺ نے (اپنی احادیث مبارکہ میں) اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ عورت کی اپنے گھر میں نماز مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ ہاں! البتہ عید کی نماز۔ آپ کو یہ بات بہت اچھی لگتی کہ آپ خود بھی ازواجِ مطہرات (امہات المؤمنین) کو عید گاہ کی طرف لے کر جائیں اور سب مسلمان بھی اپنے اپنے اہل خانہ کو عید گاہ میں لے کر جائیں۔ بلکہ عید گاہ میں نمازِ عید اور عید کے خطبہ کے لیے عورتوں کے حاضر ہونے کی نبی کریم ﷺ نے شدت سے ترغیب دلائی ہے۔ آپ نے تو حائضہ عورتوں کو بھی نکال کر وہاں لانے کے لیے حکم فرمایا ہے کہ اس حالت میں وہ عید گاہ سے تھوڑا الگ ہو کر بیٹھیں اور مسلمانوں کی دعا اور خیر و برکت والے کام (خطبۂ عید سننا اور جہادی کھیلوں سے لطف اندوز ہونا) میں حاضر رہیں۔ حتی کہ اگر کسی عورت کے پاس عید پڑھنے کے لیے کوئی خاص لباس نہیں ہے تو وہ کسی اور سے عاریتاً لے کر عید گاہ کی طرف جائے۔

حفصہ بنت سیرین بیان کرتی ہیں کہ؛ ہم اپنی جوان کنواری بچیوں کو عید گاہ جانے سے روکتی تھیں۔ پھر ایک عورت آئی اور بنوخلف کے محل میں فروکش ہوئی۔ اس بی بی نے اپنی بہن ام عطیہ کے حوالے سے بیان کیا۔ ان کے بہنوئی (ام عطیہ کے خاوند) نے نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی تھی۔ اور خود اُمّ عطیہ چھ غزوات میں (اپنے شوہر کے ہمراہ) شریک ہوئی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور ان کی خبر گیری بھی۔ (محترمہ حفصہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں کہ) میری بہن نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا؛ اللہ کے رسولؐ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کے لیے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ (نمازِ عید کے لیے) باہر نہ نکلے؟ فرمایا:

((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا ، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ))

''اس کی ساتھ والی کو چاہیے کہ وہ اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے بھی اوڑھا دے۔ پھر وہ خیر کے مواقع اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائے۔'' (یعنی عید گاہ ضرور جائیں۔)

جب ام عطیہ میرے پاس آئیں تو میں نے بھی ان سے یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: میرا باپ اللہ کے نبی (ﷺ) پر قربان ہو، ہاں! (مسلمان عورت عید گاہ ضرور جائے۔) ام عطیہ جب بھی نبی مکرم ﷺ کا ذکر کرتیں تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرا باپ آپ پر قربان ہو، ضرور فرماتیں۔'' آگے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک بیان کرتے ہوئے کہا؛ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ ـ أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ ـ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى))

''جوان لڑکیاں، پردہ کرنے والیاں اور حائضہ عورتیں بھی اہل ایمان کی عید میں ضرور شریک ہوں اور ان کی دعا میں۔ حائضہ عورتیں نماز والی صفوں سے ذرا دور رہیں۔''

محترمہ حفصہ رحمہا اللہ کہتی ہیں؛ میں نے (ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا؛ کیا حائضہ بھی (عیدگاہ میں حاضر ہو؟) تو انہوں نے فرمایا: (کیوں نہ حاضر ہو؟) کیا وہ دورانِ حج عرفات و منیٰ وغیرہ میں نہیں جاتی؟''

(یعنی جب وہ ان مقدس مقامات پر اس حالت میں جا سکتی ہے، جیسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کے موقع پر اسی حالت میں رہی تھیں......تو پھر عیدگاہ جانے سے کونسا امر مانع ہے؟)

اَلْعَوَاتِقُ ......جمع ہے اَلْعَاتِقُ کی۔ اور اس سے مراد وہ لڑکی ہوتی ہے جو بلوغت کو پہنچ جائے یا بالغ ہونے کے قریب ہو۔ یا پھر اس سے بھی بڑھ کر وہ شادی کے قابل ہو چکی ہو۔ یا یہ اپنے گھر والوں کے ہاں نہایت محترم ہو۔ یا وہ عورت جو گھر سے باہر خدمت گزاری کے لیے آزاد ہو۔ اَلْخُدُوْرُ ......سے مراد (اوڑھنے والی چادریں بھی ہوتا ہے اور) گھر (بھی) ہوتے ہیں۔ اور الخدر کا معنی پردہ بھی ہوتا ہے جو گھر کے کسی کونے میں کیا گیا ہو۔

وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: ((كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا ، حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ)) ❶

''ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''(نبی ﷺ کے زمانہ میں) ہمیں عید کے دن عیدگاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردے میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر (اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ) کہتے تو عورتیں بھی تکبیر کہتیں اور ان کی دعا کے ساتھ یہ بھی دعا کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔''

❶ أخرجه البخاري في كتاب العيدين ، باب التكبير أيام منى وإذا غدا إلى عرفة ، ح: ٩٧١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو عیدین جیسے ان اجتماعات میں اسلام کے شعار کا اظہار و تمام اہل اسلام پر برکت کو عام کرنا ہے۔ مگر عیدین کے لیے نکلنے میں عورت پر کچھ شروط عائد ہوتی ہیں۔ ان میں سے:

ا..... ایسا لباس پہن کر نکلے جو اس کے پورے وجود کو مکمل طور پر ڈھانپنے والا ہو۔ یہ لباس ہی اسے اپنی عزت کا امین بناتا ہے جبکہ اس کی چال ڈھال میں بھی فتنہ ہوتا ہے اس کے ان اجتماعات میں آنے سے کسی قسم کا ڈر نہ ہو۔

ب..... راستوں میں یا اجتماع گاہ کے اندر مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔ (عورتوں کے راستے بھی جدا ہوں اور اجتماع گاہ بھی مردوں سے تھوڑی ہٹ کر ہو۔)

ج ..... نہ ہی ظاہری زیب و زینت اختیار کرے اور نہ ہی ایسی پازیبیں اور چوڑیاں وغیرہ پہنے کہ جن کی آواز سنائی دیتی ہو۔ نہ ہی نہایت قیمتی لباس زیب تن کرے۔

د ..... رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کی بنا پر نہ ہی وہ خوشبو اور عطر وغیرہ لگا کر باہر نکلے فرمایا: ((إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا ......)) ''(عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:) تم میں سے کوئی بھی عورت جب مسجد میں آئے تو خوشبو کو چھوئے بھی نہیں۔'' [1] جب عورت نے خوشبو لگائی ہوئی ہو یا بخور کی وجہ سے اس کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی ہو تو اسے مسجد میں آنے سے نبی مکرم ﷺ نے منع فرمادیا ہے۔ فرمایا: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةِ)) [2] ''جو عورت کسی خوشبو کی دھونی لے تو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔''

اگر کوئی عورت ان شروط کا التزام نہیں کرتی تو اس کا گھر میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ بعض علماء نے عورتوں کے ان شروط پر عدمِ التزام کی وجہ سے ان کا عید کی نماز کے لیے بھی گھر سے نکلنا مکروہ جانا ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''آج میں عورتوں کا عیدگاہ کی طرف (عریانی کی بنا پر) نکلنا ناپسند کرتا ہوں۔ اگر عید وغیرہ کے موقع پر عورت گھر میں بیٹھے رہنے سے انکار کر دے اور وہ ضرور نکلنا چاہے تو اس کا خاوند (اور ولی الامر) اسے اجازت دے کہ وہ اپنے پرانے کپڑوں میں نکلے اور زیب و زینت اختیار نہ کرے۔ اور اگر وہ مزین ہو کر نکلنے پر بضد ہو تو اس کا خاوند اسے روک دے۔ جنابِ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے زمانہ حاضر میں عورتوں کے عیدگاہ کی طرف نکلنے کو مکروہ جانا۔''

وَعَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: ((لَوْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ)) [3]

---

[1] صحيح مسلم / كتاب الصلاة / حديث: ٩٩٧

[2] صحيح مسلم / كتاب الصلاة / حديث: ٩٩٨

[3] أخرجه مسلم في كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد ح : ٩٩٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: اگر رسول اللہ ﷺ زمانۂ حاضر میں بناؤ سنگھار کرنے والی خواتین کو دیکھتے تو انہیں بھی یہودی اور نصرانی عورتوں کی طرح مسجد میں داخل ہونے سے منع فرما دیتے۔'' (یاد رہے کہ جب نیت بری ہو تو ہر مباح اور مستحب کام بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ بنو اسرائیل کو عورتوں کو اسی بنا پر ان کی عبادت گاہوں سے منع کر دیا گیا تھا۔)

اب ذرا ہمارے دور کی عورتوں کا بھی اندازہ لگائیے۔ یہ جدید طرز کے خوبصورت لباس، خوشبوئیں اور سامانِ آرائش نے انہیں کس سطح تک پہنچا دیا ہے؟ اللہ فتنوں سے محفوظ رکھے۔

نبی مکرم ﷺ جماعت کو پسند فرماتے ❶

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ، قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسْجِدَ ، وَهُمْ حِلَقٌ فَقَالَ: ((مَالِيْ أَرَاكُمْ عِزِيْنَ)) ❷ عَنِ الْأَعْمَشِ ــ بِهٰذَا ــ قَالَ: كَأَنَّهُ يُحِبُّ الْجَمَاعَةَ)) ❸

''جنابِ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ مسجد (نبوی) میں داخل ہوئے اور لوگ الگ الگ حلقہ جات میں بیٹھے تھے۔ فرمایا: یہ میں آپ لوگوں کو کیسے دیکھ رہا ہوں جدا جدا بیٹھے ہوئے۔''

اس حدیث کے بارے میں جناب اعمش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ: گویا نبی کریم ﷺ (مسلمانوں کو) ایک جماعت (کی صورت) میں پسند فرماتے تھے۔

جماعت:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ وہ جدا جدا یعنی چھوٹے چھوٹے حلقہ جات میں بیٹھے ہیں اور ایک جگہ پر ایک مجلس میں نہیں تو انہیں جدا جدا ہونے سے منع فرما دیا اور انہیں اکٹھے ہونے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کی جمعیت و جماعت کو پسند فرماتے تھے اور جماعتوں میں بٹنے سے ناراض ہوتے۔ یہ کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے درج ذیل فرمانِ گرامی میں انہیں اللہ کی رسی (دین حق، قرآن وسنت) کو مضبوطی سے مل کر تھامے رکھنے اور فرقوں میں بٹنے سے منع کرنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ فرمایا:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ

❶ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لیے: (۱) امام قرطبی کی ''الجامع لأحكام القرآن : ٤/١٠٢-١٠٦'' (۲) مدارج السالكين لابن قيم: ١/٤٥٨ اور (۳) مناوی کی ''فيض القدير : ٥/٤٦٤'' دیکھیں۔

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم: ٤٠٣٨ / ٤٨٢٣

❸ صحيح سنن أبي داود ، رقم: ٤٠٣٩ / ٤٨٢٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ (آل عمران:۱۰۳)

''اور (اے مسلمانو!) اللہ کی رسی (اس کے دین، عہد، جماعت یا قرآن) کو مضبوطی سے مل کر تھامے رہو۔ اور باہم مت متفرق ہو جاؤ (باہم پھوٹ نہ ڈالو جیسے یہود و نصاریٰ الگ الگ فرقوں میں بٹ گئے۔) اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو (اے اوس و خزرج کے لوگو!) جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل ملا دیے۔ تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ جبکہ تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے آ لگے تھے۔ اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تم لوگوں سے اسی طرح اپنی آیات بیان فرماتے ہیں تاکہ تم سچی اور سیدھی راہ پر قائم رہو۔''

اللہ کریم نے اپنے بندوں پر انعام کیا کہ وہ جب باہم دشمن تھے تو ان کے دلوں میں (اپنی اور اپنے نبی کی محبت کے ذریعے) ایک دوسرے کی محبت ڈال دی اور وہ ایک جماعت بھائی بھائی بن گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ایمان والوں کے باہمی اختلاف، مسلمانوں کی تفرقہ بندی اور ان کا مختلف جماعتوں میں دوبارہ بٹ جانے کو نہایت ناپسند کرتے ہیں کہ ہر جماعت کے پاس جو دین کا فہم ہو اس پر وہ خوش ہو۔ اور وہ یہ گمان کر رہے ہوں کہ وہی ایسا فرقہ ناجیہ ہے جو اس منہج و دین کی اتباع کرنے والا ہے کہ جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام تھے۔ (حالانکہ حقیقت میں اگرچہ وہ اس نبوی منہج سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہوں۔)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ ...... کی تفسیر میں علماءِ سلف کے جو مختلف اقوال آئے ہیں ان میں سے حبل اللہ کا معنی انہوں نے ''جماعت'' سے بھی کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہاں باہمی الفت کا حکم دے رہے ہیں اور تفرقہ سے منع فرما رہے ہیں۔ اس لیے کہ تفرقہ بندی ہلاکت اور جماعت نجات ہے۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جماعت کو لازم پکڑ لو۔ یہی وہ اللہ کی رسی ہے کہ جسے تھامنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ اور (اس بات کو خوب جان لو کہ) بلاشبہ جماعۃ المسلمین اور اطاعۃ اللہ و رسولہ میں تمہاری طبیعتوں پر جو چیز گراں گزرے وہ تفرقہ میں اس چیز سے بدرجہا بہتر ہے کہ جسے تم محبوب جانو۔

اور اللہ ذوالجلال کے فرمان: وَلَا تَفَرَّقُوْا ...... کا معنی ہے کہ جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے ادیان میں تفرقہ تفرقہ ہو گئے تم بھی کہیں اس اعتصام بحبل اللہ میں ایک دوسرے سے مختلف نہ ہو جانا (کہ باہم شدید اختلاف کرنے لگو۔) اپنی مختلف اغراض کی خاطر اور نفسانی خواہشات کی تابعداری میں تفرقہ بندی اختیار نہ کر لینا۔ اللہ کے دین میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ بات اہل ایمان کے لیے ایک دوسرے سے قطع تعلقات کرنے اور باہم دشمنی کرنے سے روک دے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ رب العالمین نے ہمیں اختلاف کے وقت اپنی کتاب قرآنِ مجید اور اپنے نبی کی سنت کے ساتھ تمسک اور ان دونوں کی طرف رجوع کرنے کا بالوجوب حکم دیا ہے۔ اور ہمیں اعتقاداً وعملاً اعتصام بالکتاب والسنّہ پر جمع ہو جانے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ بات سب مسلمانوں کی بات کے ایک ہونے اور ان الگ الگ ہونے والے نظریات و آراء اور فرقہ بندی کو باہم جوڑنے والی ہوگی کہ جس کے ساتھ دنیا جہاں کی بھلائیاں بھی نصیب ہوتی ہیں اور آخرت کی بھی۔ اس سے اختلاف سے بچاؤ بھی ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے باہم اختلاف اور تفرقہ بندی کے متعلق رسول کریم ﷺ نے خبر دیتے ہوئے یوں بیان فرمایا:

((تَفَرَّقَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى إِحْدَى وَّ سَبْعِيْنَ فِرْقَةً أَوِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَالنَّصَارَى مِثْلَ ذٰلِكَ وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً ، قَالَ: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ)) [1] وَفِي رِوَايَةٍ: ((ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ)) [2]

’’یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور اسی طرح نصاریٰ بھی۔ میری امت تہتر (73) جماعتوں میں تقسیم (ہو) جائے گی۔ سوائے ایک جماعت (اور فرقہ) کے سب کی سب جہنم میں جائیں گی۔‘‘ صحابی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) یہ نجات پانے والے لوگ کون ہوں گے؟ فرمایا: اس منہج و مذہب والے کہ جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔‘‘ ایک دوسری روایت میں ہے۔ فرمایا: ’’امت اسلامیہ میں سے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور یہی ’’الجماعۃ‘‘ ہوگی۔‘‘

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ لزوم اختیار کیے رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور پھر اس سے حاصل ہونے والی خیر کی بھی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الإِثْنَيْنِ أَبْعَدُ ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ)) [3] وَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي ــ أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ ــ عَلَى ضَلَالَةٍ ، وَيَدُاللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ ، وَمَنْ شَذَّ شُذَّ إِلَى النَّارِ)) [4]

---

1. صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢١٢٩ وجامع الترمذي / ح : ٢٦٤٠ ، ٢٦٤١
2. صحيح سنن أبي داؤد ، رقم : ٣٨٤٣ سنن أبي داؤد / ح : ٤٥٩٧
3. صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٧٥٨ وجامع الترمذي / كتاب الفتن / ح : ٢١٦٥
4. صحيح سنن الترمذي رقم : ١٧٥٩ وجامع الترمذى / كتاب الفتن / ح : ٢١٦٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''(مسلمان اہل التوحید والسنہ کی) جماعت کو لازم پکڑلو۔ خبردار فرقوں میں تقسیم نہ ہو جانا۔ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اور وہ دو آدمیوں سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ جو شخص (موت کے بعد) جنت میں فراخی والی زندگانی چاہتا ہو وہ جماعۃ المسلمین (توحید و سنت والے اہل الحدیث کی جماعت) کو لازم پکڑ لے۔'' اور نبی کریم ﷺ نے یوں بھی فرمایا: ''اللہ تعالیٰ میری امت کو...... یا فرمایا: امت محمد کو ......کبھی گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ (ان کا اجماع و اجتماع خیر پر ہی ہوگا۔) اور اللہ (کی مدد) کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں پھینک دیا گیا۔''

نبی مکرم ﷺ نے اس شخص کے انجام بارے وضاحت سے بتلا دیا کہ جس نے جماعت کو پھاڑا یا اس سے علیحدہ ہو گیا۔ چنانچہ فرمایا:

((مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ)) ❶

''جس نے مسلمانوں کی جماعت کو بالشت بھر بھی چھوڑ دیا تو اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال ڈالا۔''

اور پھر نبی معظم ﷺ نے اس شخص کے بدانجام کے بارے میں بھی وضاحت فرمائی کہ جس نے جماعت کو چھوڑ دیا اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی۔ فرمایا:

((مَنْ رَأَىٰ مِنْ أَمِيْرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ إِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً)) ❷

''جس نے اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی تو اسے چاہیے کہ صبر کرے۔ اس لیے کہ جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر جدائی اختیار کی اور اسی حال میں مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔'' ❸

---

❶ صحيح سنن أبي داود، رقم: ٣٩٨١ وسنن ابي داؤد: ٤٧٥٨

❷ أخرجه البخاري في كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: "سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أُمُوْرًا تُنْكِرُوْنها" ح: ٧٠٥٤

❸ ابن حبان اور مسند احمد کی روایت میں ہے: گو یا حاکم تمہارا مال کھائے، تمہاری پیٹھ پر ضرب لگائے تب بھی صبر کرو۔ اگر کفر کرے تو اس سے لڑنے پر تم سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔ دوسری روایت میں یوں ہے: جب تک وہ تم کو صاف اور صریح گناہ کی بات کا حکم نہ دے۔ تیسری روایت میں ہے: جو حاکم اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں یوں ہے: تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جو تم کو ایسی باتوں کا حکم دیں گے جن کو تم نہیں پہچانتے اور ایسے کام کریں گے جن کو تم برا جانتے ہو تو ایسے حاکموں کی اطاعت کرنا تم کو ضروری نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب تک حاکم کے قول و فعل کی تاویل شرعی ہو سکے اس وقت تک اس سے لڑنا یا اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر صاف اور صریح شرع کے خلاف حکم دے اور قواعد اسلام کے برخلاف چلے تب اس پر اعتراض کرنا اور اگر نہ مانے تو اس سے لڑنا درست ہے۔ داؤدی کا کہنا ہے کہ اگر ظالم حاکم کا معزول کرنا بغیر فتنہ اور فساد کے ممکن ہو تب تو واجب ہے کہ اسے معزول کر دیا جائے ورنہ صبر کرنا چاہیے۔ (صحیح البخاری میں مندرجہ بالا حدیث پر مولانا داؤد راز رحمہ اللہ کی شرح)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ مشرکین کی مخالفت پسند فرماتے

((عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْأَحَدِ أَكْثَرَ مِمَّا يَصُوْمُ مِنَ الْأَيَّامِ وَيَقُوْلُ: ((إِنَّهُمَا عِيْدَا الْمُشْرِكِيْنَ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أُخَالِفَهُمْ)) ❶

''ام المؤمنین سیّدہ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جن دنوں میں نفلی روزے رکھتے ان میں سے ہفتہ اور اتوار کے دن کا روزہ زیادہ کثرت سے رکھتے اور فرماتے: یہ دونوں دن مشرکین یہود و نصاریٰ کی عید (خوشی) کے دن ہیں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ان کی (اس ضمن میں) مخالفت کروں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے مشرکین کی مخالفت میں بہت سارے امور کو مشروع کر دیا۔ اور ان کی مخالفت، ان کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرنے اور ان کی عدم اتباع کا حکم فرمایا ہے۔ صرف بعض مخصوص مشرکین ہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ اور مجوس کی مخالفت کا بھی حکم دیا ہے۔ اور یہ دین اسلام میں ایک انتہائی اہم اصول ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انسانی شکل و شباہت میں بھی مشرکین کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے۔ ڈاڑھی اور مونچھوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَوَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ ...... مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھی چھوڑ دو اور مونچھیں کتروایا کرو۔'' ❷ اور آپ نے سر اور ڈاڑھی کے بال رنگنے کے بارے میں یہودیوں کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا تُصْبِغُ ، فَخَالِفُوْا عَلَيْهِمْ فَاصْبِغُوْا ...... بلاشبہ یہود و نصاریٰ ڈاڑھی اور سر کے بال نہیں رنگتے، ان کی مخالفت کرو اور انہیں رنگا کرو۔'' ❸

بال رنگنے، شلوار قمیص، تہہ بند، موزے، جوتے پہننے، مونچھیں کٹوانے اور ڈاڑھی بڑھانے کے بارے میں:

قَالَ أَبُو أُمَامَةَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى مَشِيخَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِيْضٍ لُحَاهُمْ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ)) قَالَ: فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَسَرْوَلُوْنَ وَلَا يَأْتَزِرُوْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَسَرْوَلُوْا وَائْتَزِرُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ)) قَالَ: فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَخَفَّفُوْنَ وَلَا يَنْتَعِلُوْنَ؟ قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَتَخَفَّفُوْا وَانْتَعِلُوْا

---

❶ مسند أحمد رقم : ٢٦٦٢٩ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن۔

❷ صحيح البخارى / كتاب اللباس / باب تقليم الاظفار / حديث : ٥٨٩٢۔

❸ صحيح سنن النسائى ، حديث : ٤٦٩٥۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ)) قَالَ: فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ؟ قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قُصُّوْا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ)) [1]

''ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر انصار کے بوڑھے لوگوں کے پاس سے ہوا۔ ان کی ڈاڑھیاں سفید تھیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''اے جماعت انصار! (مہندی لگا کر اپنی ڈاڑھیوں اور سر کے بالوں کو) سرخ اور زرد کر لو اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔'' ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛ ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اہل کتاب پائجامے پہنتے ہیں اور تہبند نہیں پہنتے۔ (تو ہم کیا کریں؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ شلواریں، پائجامے (اور اوپر قمیص) بھی پہنا کرو اور تہبند بھی پہنو۔ اور اہل کتاب کی (لباس میں بھی) مخالفت کرو۔'' ابوامامہؓ کہتے ہیں: تو ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) موزے پہنتے ہیں اور (پھر اوپر) جوتے نہیں پہنتے۔ (ہم کیا کریں؟) ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''موزے بھی پہنو اور جوتے بھی اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔'' ابوامامہ کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اہل کتاب اپنی ڈاڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے ہیں؛ کہتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اپنی مونچھیں کٹوایا کرو اور اپنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔''

حج کے موقع پر بھی نبی کریم ﷺ نے (نو اور دس ذی الحجہ کی درمیانی رات مزدلفہ میں گزار کر دس ذوالحجہ کی صبح) مزدلفہ سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے کوچ فرما کر مشرکین مکہ کی مخالفت کی۔

قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: ((إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلَى ثَبِيْرٍ ، فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ)) [2]

''جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ جب تک دھوپ ثبیر پہاڑی پر نہ چڑھ آتی مزدلفہ سے نہیں نکلا کرتے تھے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے پہلے آپؐ نے وہاں سے کوچ کر لیا۔''

---

[1] مسند أحمد ، رقم : ٢١٧٨٠ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح۔

[2] أخرجه البخاري في كتاب المناقب ، باب أيام الجاهلية ح : ٣٨٣٨۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے یہود کی مخالفت میں نماز جوتوں سمیت پڑھنے کا حکم فرمایا: ''خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ ...... یہودیوں کی مخالفت کرو۔ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز ادا نہیں کرتے تم کیا کرو۔'' ❶

اور نبی مکرم ﷺ نے یومِ عاشوراء (۱۰ محرم) کا روزہ رکھنے میں بھی یہود کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا فرمانِ گرامی ہے:

((صُومُوا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، وَخَالِفُوْا فِيْهِ الْيَهُودَ ، صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا)) ❷

''۱۰ محرم کا روزہ رکھو۔ اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو۔ اس سے ایک دن قبل روزہ رکھ لو۔ یا ایک دن بعد میں روزہ رکھو۔ (یعنی دو روزے رکھو)''

تو...... اس طرح رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ اور مجوس و مشرکین کی مخالفت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہودی، نبی کریم ﷺ کی طرف سے ان کے بیشمار معاملات میں مخالفت کی وجہ سے زچ ہو گئے۔ نبی مکرم ﷺ نے حائضہ عورت سے (جماع کے علاوہ دیگر دنیاوی امور میں) خدمت لینے میں بھی ان کی مخالفت فرمائی۔ جنابِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: یہودیوں کے ہاں جب کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تو وہ (اس سے نہ کھانا بنواتے اور نہ ہی) اس کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے اور نہ ہی انہیں اپنے گھروں میں رکھتے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ٥ ﴾ (البقرة:۲۲۲)

فرمایا: ''(اے میرے پیارے نبی!) لوگ تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ اس میں عورتوں سے کیا معاملہ کیا جائے۔) تو آپ کہہ دیجیے کہ: وہ ناپاکی (اور تکلیف دہ گندگی) ہے۔ پس حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہا کرو۔ (یعنی ان سے جماع نہ کرو) اور جب تک وہ پاک نہ ہولیں ان کے پاس (اس غرض سے) نہ جاؤ۔ (یعنی جماع نہ کرو) پھر جب صفائی ستھرائی حاصل کر لیں تو جدھر سے اللہ نے حکم دیا ہے (یعنی فرج کی طرف سے) ان کے پاس آؤ۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کو توبہ کرنے والوں سے محبت ہے اور وہ

❶ صحیح سنن ابی داؤد / حدیث : ۶۰۷۔

❷ مسند أحمد، رقم : ۲۱۴۵ وقال أحمد شاکر : إسناده حسن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکی، ستھرائی رکھنے والوں سے بھی محبت رکھتا ہے۔''

تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ)) فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُوْدَ فَقَالُوْا : مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ أَنْ يَّدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ۔ ❶

''سب کام کرو سوا جماع کے۔ یہ خبر یہود کو پہنچی۔ تو وہ کہنے لگے: یہ شخص (یعنی محمد ﷺ) چاہتا ہے کہ ہر بات میں ہماری مخالفت کرے۔''

نبی مکرم ﷺ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ دو معاملات

((عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ ، أَنَّهَا اسْتُحِيْضَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: فَقَالَتْ: إِنِّي اسْتُحِضْتُ حَيْضَةً مُنْكَرَةً شَدِيْدَةً۔ قَالَ لَهَا: ((إِحْتَشِيْ كُرْسُفًا)) قَالَتْ لَهُ : إِنَّهُ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ۔ إِنِّي أَثُجُّ ثَجًّا۔ قَالَ: ((تَلَجَّمِيْ وَتَحَيَّضِيْ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ۔ ثُمَّ اغْتَسِلِيْ غُسْلاً ، فَصَلِّيْ وَصُوْمِيْ ثَلَاثَةً وَّعِشْرِيْنَ ، أَوْ أَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ ، وَأَخِّرِي الظُّهْرَ وَقَدِّمِي الْعَصْرَ۔ وَاغْتَسِلِيْ لَهُمَا غُسْلاً۔ وَأَخِّرِي الْمَغْرِبَ وَعَجِّلِي الْعِشَاءَ۔ وَاغْتَسِلِيْ لَهُمَا غُسْلاً۔ وَهٰذَا أَحَبُّ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ)) ❷

''(ام المؤمنین سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن) حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے دور میں حائضہ ہوگئی اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں شدید قسم کے حیض کے ساتھ حائضہ ہوگئی ہوں۔ (فرمائیے! میں کیا کروں؟) نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: روئی کی گدّی باندھ لو۔ وہ کہنے لگیں: وہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔ (روئی سے رکنے والا نہیں۔) میں تو ایک بہاؤ کی طرح اسے بہا رہی ہوں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: کپڑے کا کس کر پٹہ باندھ لو اور ہر ماہ اللہ کے علم کے ساتھ چھ یا سات دن تم بھی حیض کے شمار کرلیا کرو۔ پھر نہا دھولیا کرو تیئس یا چوبیس دن مسلسل نمازیں پڑھتی رہو اور روزے بھی رکھ سکتی ہو۔ اور پھر (۲۵ ویں دن) ظہر کو مؤخر کرلو اور عصر کو مقدم اور ان دونوں کے لیے غسل کرلو۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر کرلو اور عشاء کو مقدم اور ان دونوں کے لیے غسل کرلو۔ یہ دونوں

❶ أخرجه مسلم في كتاب الحيض ، باب جواز قراءة القرآن في حجر الحائض ح : ٦٩٤۔

❷ صحيح سنن ابن ماجه ، رقم : ٥١٠ وسنن ابن ماجه / كتاب الطهارة / ح : ٦٢٧۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملات میرے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں۔''

یہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھی جو کہ حیض کے دنوں سے زائد دنوں میں بالاستمرار خون کا جاری رہنا ہوتا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے حل بتلایا کہ وہ اپنی شرمگاہ پر روئی باندھ لے۔ اس نے بتلایا کہ خون کا جریان شدید ہے اور وہ روئی سے کنٹرول ہونے والا نہیں۔ تو پھر آپ ﷺ نے اس کو روئی کی جگہ کپڑا باندھنے کا حکم فرمایا۔ اور اس ضمن میں آپؐ نے اس کو دو معاملات (حل کے طور پر) بتلائے۔ ان میں سے وہ جونسا بھی اختیار کر لے اسے کفایت کر جائے گا۔ لیکن دونوں میں سے کوئی ایک آپؐ کو زیادہ پسند تھا۔

پہلا معاملہ:

پہلا یہ ہے کہ وہ اپنی جیسی عورتوں کے ساتھ موازنہ کرے اور اسی طرح اپنے خاندان کی ہم عمر عورتوں کے ساتھ۔ اور پھر اپنے لیے ان جتنی حیض کی مدّت مقرر کر لے۔ اگر اس جیسی کسی عورت کی ماہواری کے دن چھ ہیں کہ جن میں وہ نماز روزہ نہیں کر سکتی تو وہ بھی چھ دن ان کاموں سے رک جائے اور اگر سات دن ہیں تو وہ بھی سات دن رک جائے۔ اور اسے آپؐ نے حکم فرمایا کہ وہ ان دونوں عددوں (یعنی چھ یا سات دنوں) کے بارے میں خوب معلوم کر لے اور پھر ان دونوں میں سے کسی ایک گنتی پر یقین کر کے اس پر اپنے معاملے کی بنیاد رکھ لے۔ اور ان دنوں نماز، روزے سے رک جائے اور وہی کرے جو حائضہ عورتیں کرتی ہیں۔ پھر وہ یہ تمام دن گزر جانے کے بعد غسل کرے حتی کہ جب وہ دیکھے کہ وہ اچھی طرح پاک ہوگئی ہے اور خون آنا بند ہوگیا ہے تو وہ تیئیس (۲۳) دن نماز روزہ کرے اگر حیض کے دن اس نے سات شمار کیے ہوں تو۔ یا ۲۴ دن نماز، روزہ کر لے، اگر اس کے ایامِ حیض چھ تھے تو، تو یہ سارا معاملہ اسے کفایت کرے گا۔

دوسرا معاملہ:

یہ ہے کہ حیض کے چھ یا سات دن گزر نے کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرنے کے لیے وہ ایک اکٹھا غسل کر لے۔ اور وہ اس طرح کہ ظہر کو مؤخر کر لے اور عصر کو مقدم۔ پھر وہ غسل کر کے دونوں نمازیں ایک ساتھ جمع کر کے پڑھ لے۔ اسی طرح وہ اس دن کی مغرب کو مؤخر کر لے اور عشاء کو مقدم اور غسل کر کے دونوں نمازیں اکٹھی پڑھ لے۔ پھر فجر کی نماز کے لیے وہ الگ سے غسل کر کے ادا کرے۔ تو ایک دن اور رات میں یہ پانچوں نمازوں کے لیے تین غسل ہوئے۔ تو ان دونوں معاملات میں سے یہ معاملہ زیادہ مشقت والا (مگر نظافت کے لحاظ سے زیادہ بہتر) ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پسندیدہ تھا۔ اس لیے کہ ادمی کو اجر بھی مشقت کے لحاظ سے زیادہ ملتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ اس معاملے کو زیادہ محبوب جانتے کہ جس میں اجر بڑا ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

نبی کریم ﷺ کے ہاں محبوب اور ناپسندیدہ لوگ

تمہید:

اللہ کریم کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

''اور (اے ہمارے پیارے نبی!) ہم نے آپ (ﷺ) کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر (دنیا میں) بھیجا ہے۔''

اللہ رب العالمین نے سیّد الجنۃ والبشر جناب محمد ﷺ کو دنیا جہاں کے تمام انسانوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ آپ لوگوں کو اللہ عزوجل کی ذات اقدس اور اس اسلام کی طرف دعوت دیں کہ جسے اللہ نے اپنے تمام بندوں کے لیے پسند فرمالیا ہے، وہ جونسے بھی ہوں۔ عربی ہوں یا عجمی۔ گورے ہوں یا کالے، مرد ہوں یا عورتیں۔ (پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ۔) تو جو کوئی اسلام میں داخل ہوگیا، اللہ ذوالجلال کی ذات وصفات، اس کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں، جنت ودوزخ اور تقدیر کے اچھا برا ہونے پر ایمان لے آیا اور اس نے عمل نیک کیے تو اس سے اللہ بھی محبت کرتا ہے اور اس کا رسول بھی۔ اور اس سے ہر مومن آدمی محبت کرتا ہے۔ اور جس نے مذکورہ بالا تمام چیزوں کا انکار کیا اور اسلام کو ایک دین کے طور پر قبول نہ کیا۔ اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے، اس کا رسول بھی اور ہر مومن آدمی اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ تمام ایمان والوں سے محبت فرماتے تھے۔ اور لوگوں میں سے ہر اس شخص کے ساتھ محبت فرماتے کہ جس کا ذکر قرآن نے کیا کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ جیسے کہ: مُحْسِنِیْن (نیکوکار لوگ) متّقین (پرہیزگار لوگ) متوکّلین (اللہ پر بھروسہ کرنے والے لوگ۔) صابرین (صبر کرنے والے لوگ۔) نبی کریم ﷺ کے طریقہ کی اتباع کرنے والے، اللہ کی راہ میں لڑائی کرنے والے (مجاہدین)، اہل ایمان کے لیے نہایت نرم خو اور کفار پر نہایت شدید (غصے والے) لوگ، عدل وانصاف کرنے والے لوگ، اللہ کی طرف توبہ کے ذریعے بہت زیادہ رجوع کرنے والے اور پاکباز لوگ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ ہر اس شخص سے محبت فرماتے کہ جس کے بارے میں آپ نے اپنی احادیث مبارکہ میں بتلا دیا کہ اللہ عزوجل اس سے محبت کرتے ہیں۔ جیسے کہ؛ مضبوط مسلمان، لوگوں میں سب سے زیادہ نفع دینے والا مسلمان، دنیا کے بارے میں بے رغبت آدمی (زاہد)، وہ متقی مالدار جو تھوڑا کھانے والا ہو۔ حیادار پاکدامن عفت و عصمت والا مومن آدمی، اللہ کی خاطر کسی سے (حلال اور جائز) محبت کرنے والا آدمی۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا آدمی، تہجد گزار، صبر مند ہمسایہ، فیاض آدمی، عدل کرنے والا حاکم اور چھپا کر صدقہ کرنے والا شخص۔

ایمان والے ایمانی درجہ میں ایک برابر نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ متفاوت درجات والے مومن مسلمان ہوتے ہیں۔ ہر شخص کا درجہ و مقام اس کے ایمان و عمل کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تمام لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھے۔ کیونکہ وہ تمام اہل ایمان سے ایمان میں خالص و عمدہ، تمام پرہیزگاروں میں کھوٹ سے خالی اور خالص تقویٰ والے تھے۔ وہ ایمان و تقویٰ کے اعلیٰ درجات میں تھے۔ ان کے بعد آنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں آ سکتا۔ اس لیے کہ (اعمالِ صالحہ اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ) رسول اللہ ﷺ کی صحبت و رفاقت بذاتہ ایک ایسا رتبہ ہے کہ جس کا نفلی نماز، روزے کی کثرت اور زہد و ورع کے ساتھ بھی کچھ بدیل نہیں۔ چاہے تمام لوگوں میں سے یہ عمل کرنے والا شخص جو بھی ہو۔ (یعنی چاہے وہ محدّث، مفسّر، فقیہ، مجاہد، عالم، عابد، زاہد......کوئی بھی ہو صحابہ کے مرتبہ اور مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔) ایمانی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار و صحبت کا بدل کوئی بھی عمل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اضافہ کر لیجیے کہ نماز اور روزے کی ادائیگی بحسن و کثرت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوری امت میں کوئی بھی آگے بڑھ نہیں سکا ہے۔ اور پھر یہ اعمال ان کے دلوں میں اشتیاق کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ)) [1]

''میرے صحابہ کو گالیاں مت دو۔ (انہیں برا نہ کہو۔) اگر کوئی (غیر صحابی) شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مُد غلہ (صدقہ) کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ان کے آدھے مُد کے برابر۔''

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذًا خليلاً " ح : ٣٦٧٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد رکھیے کہ نبی کریم ﷺ کی اس مبارک گفتگو کے مخاطب آپؐ کے ساتھ والے لوگ تھے اور آپؐ کے اپنے زمانہ والے۔ تو جو ان کے بعد آنے والے لوگ ہیں وہ صحابہ کرام کے ایمان وعمل کا مزید کیا مقابلہ کریں گے؟

جس طرح اللہ کے آخری نبی جناب محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی علیہ التحیۃ والسلام تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے زیادہ فضل وشرف والے ہیں۔ بعینہٖ نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تمام لوگوں سے بالعموم افضل ہیں۔ حتی کہ ان سے بھی زیادہ افضل کہ جنھوں نے پہلے نبیوں کی صحبت اختیار کی تھی اور ان کا ساتھ دیا تھا۔ بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((يَـأْتِـي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ ، فَيَقُوْلُوْنَ: فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ فَيَـقُوْلُوْنَ لَهُمْ: نَعَمْ ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَيَـقُـوْلُوْنَ: نَعَمْ ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَـالُ: هَـلْ فِيْـكُـمْ مَـنْ صَـاحَـبَ مَـنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ ،)) [1]

''ایک زمانہ آئے گا کہ اہل ایمان کی جماعتیں جہاد کریں گی۔ ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا کوئی صحابی بھی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں ہے۔ تب (لشکر اسلام میں اس صحابی کی برکت سے کہ وہ دعا کریں گے اور) ان کی فتح ہوگی۔ پھر ایک اور زمانہ آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی اور اس موقع پر پوچھا جائے گا: کیا یہاں کسی صحابی کی صحبت اٹھانے والا تابعی ہے؟ جواب دیں گے: ہاں ہے۔ اور پھر (لشکر اسلام میں اس تابعی کی برکت سے کہ وہ دعا کریں گے اور) ان کی فتح ہوگی۔ اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی اور اس وقت (کہ جب فتح نہ ہو رہی ہوگی) سوال کیا جائے گا: کیا یہاں کوئی بزرگ ایسے ہیں کہ جنھوں نے صحابہ کرام کے شاگردوں (تابعین) میں سے کسی کی صحبت اختیار کیہو؟ (یعنی وہ تبع تابعی ہوں؟) جواب ملے گا: ہاں ہیں۔ تو اس وقت (لشکر اسلام میں اس تبع تابعی بزرگ کی برکت سے کہ وہ دعا کریں گے اور) ان کی فتح ہو جائے گی۔''

نبی کریم ﷺ کے فرمانِ گرامی کی رو سے صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین عظام کے تینوں زمانے خیر القرون ٹھہرے تھے۔ اور ان کا دور انتہائی بابرکت زمانہ تھا کہ جس میں اللہ کا دین تمام دنیا کے ادیان پر غالب آ گیا تھا۔ اللہ

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب فضائل أصحاب النبي ﷺ ح : ٣٦٤٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبارک وتعالیٰ نے اس دور میں تمام لوگوں میں سے (اپنے دین کے غلبہ کے لیے) خاص لوگوں کا انتخاب فرمایا تھا۔ وہ معدنی طور پر افضل الناس تھے۔ (کہ ان کی سرشت میں اللہ نے خیر ودیعت کر دی تھی۔) اور انہیں اللہ خالقِ کائنات نے اپنے حبیب و خلیل رسول جناب محمد ﷺ کے ساتھی بنا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''میری امت کا بہترین دور میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔ پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے۔'' ❶ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی سنت وطریقہ کی اتباع کا بھی اپنی امت کو حکم فرمایا ہے اور اپنے صحابہ میں سے خلفائے راشدین ومہدیین کے طریقہ کا بھی۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى إِخْتِلَافًا كَثِيْرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) ❷

''(صحابہ کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:) میں تمہیں اللہ کے تقویٰ، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمان امیر کی بات (اوامر ونواہی) سننے اور ان کی اطاعت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ (اپنے امیر کی اطاعت سوائے کفر بواح کے بہر طور کرو) اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور یاد رکھو کہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ (امت میں) بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تو (اس وقت) تمہارے اوپر میری سنت اور خلفائے راشدین ومہدیین کے طریقے پر چلنا لازم ہوگا۔ ان دونوں باتوں کو مضبوطی سے تھام لو اور ان کے اوپر ڈاڑھوں کے ساتھ کسی چیز کو مضبوط پکڑنے کی طرح خوب التزام کرو۔ خبردار! دینِ اسلام میں نکالی جانے والی نئی نئی باتوں (بدعات) سے بچنا۔ اس لیے کہ دین میں نکالی گئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔''

تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھے۔ اور یہ کہ وہ اس محبت میں برابر ایک درجہ کے نہ تھے۔ نبی مکرم ﷺ کی بعض صحابہ سے محبت دوسروں کی نسبت زیادہ تھی۔ بہت ساری احادیث مبارکہ بعض معیّن صحابہ کی محبت کا دوسرے صحابہ سے تعین کرتی ہیں۔ اور اس کا یہ معنی بھی نہیں ہے کہ احادیث مبارکہ جن صحابہ کی محبت کا تذکرہ نہ کرتی ہوں ان سے نبی معظم ﷺ کو محبت تھی ہی نہیں۔ ایسا نہیں تھا۔

❶ صحيح البخاري حواله سابقه ، حديث : ٣٦٥١

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٨٥١ وسنن أبي داؤد / ح : ٤٦٠٧۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ آپؐ ان سے محبت فرماتے تھے اور ہر مسلمان کو ان سے محبت کرنی چاہیے۔ البتہ جن کا احاطہ و تذکرہ احادیث مبارکہ نے کر دیا ہے ان کی آپؐ کے دل میں خاص محبت تھی۔

اس کتاب (Chapter) میں میرا طریقہ ان لوگوں کی محبت کا تذکرہ کرنا ہے کہ جن پر احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا ذکر موجود ہے چاہے وہ صحابہ کرام ہوں یا ان کے علاوہ دیگر اہل ایمان۔ اور میں نے فقط انہی احادیث کا انتخاب کیا ہے کہ جن میں لوگوں کے ساتھ محبت کے لیے ''حبّ اور رِضیٰ'' کے کلمات آئے ہیں۔

اور اسی طرح ان لوگوں کے متعلق معاملہ ہے کہ جن سے نبی مکرم ﷺ محبت نہیں رکھتے تھے، یا ان سے غصہ رکھتے تھے۔ چنانچہ نبی کائنات ﷺ ہر اس شخص سے محبت نہیں رکھتے تھے کہ جن کے بارے میں قرآن نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت نہیں کرتا۔ جیسے کہ؛ کفار، مشرکین (جنہیں قرآن نے ظالمین کہا ہے۔) زیادتی کرنے والے، فسادی لوگ (فسادفی الارض کے مرتکب منافقین) خیانت کرنے والے، تکبر کرنے والے، اسراف (فضول خرچی) کرنے والے، فخر کرنے والے آکڑ خاں لوگ۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ لوگوں میں سے ہر اس شخص سے بغض اور غصہ رکھتے کہ جن کے بارے میں آپؐ نے احادیث مبارکہ میں بتلا دیا کہ اللہ ان کو ناپسند کرتا ہے۔ جیسے کہ: خوارج، بہت زیادہ جھگڑالو آدمی، ہمیشہ شراب پینے والا آدمی، تکبر سے چلنے والا بدخلق آدمی، دنیا کا عالم اور آخرت کا جاہل آدمی، بدزبان نہایت بدخلق آدمی، چمٹ کر مانگنے والا آدمی، حرم میں کفر کرنے والا، جاہلیت کو کسی طرح کا چاہنے والا، اپنی زبان سے فساد پھیلانے والا فصیح و بلیغ آدمی۔ قسمیں اٹھا کر سامان بیچنے والا تاجر، متکبر فقیر، احسان جتلانے والا بخیل آدمی، بوڑھا زناکار، ظالم حاکم، ظالم دولت مند وغیرھم۔

علاوہ ازیں ان لوگوں کے بارے میں بھی گفتگو ہوگی کہ جن سے متعلق احادیث مبارکہ نے بتلایا ہے کہ ان سے بھی نبی معظم ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل:...... نبی کریم ﷺ کے محبوب لوگ

سب لوگوں سے زیادہ محبوبِ نبی ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

((عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ، فَأَتَيْتُهُ ، فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: ((عَائِشَةُ)) فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: ((أَبُوهَا)) قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)) فَعَدَّ رِجَالاً۔)) ❶

''سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو جنگ ذات السلاسل کے لیے ایک لشکر دے کر بھیجا۔ (جنابِ عمرو بتلاتے ہیں کہ) پھر میں (اس جنگ کی کامیاب واپسی کے بعد) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا؛ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: عائشہ سے (رضی اللہ عنہا)۔ میں نے پوچھا اور مردوں میں سے؟ فرمایا: اس کے باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے۔ میں نے پوچھا؛ اس کے بعد؟ فرمایا: عمر بن خطاب سے۔ (رضی اللہ عنہ) اس طرح آپؐ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔''

اللہ اکبر...... ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما...... آپ کیا جانیں کہ ابوبکر کون ہیں؟...... وہ ہیں جناب صدیق اکبر عبداللہ بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما...... کہ جنہوں نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی تھی۔ اور جب اللہ کے دشمنوں (مشرکین) نے آپ ﷺ پر چڑھائی کی تھی تو وہ ابوبکر ہی تھے کہ جنہوں نے آپ ﷺ کا اس وقت دفاع کیا تھا۔ اور جب آپ ﷺ کی قوم نے آپ کو اپنے شہر مکہ سے نکال باہر کیا تھا اس وقت انہوں نے آپؐ کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ (گھر بار اور کاروبار سمیت سب کچھ اللہ کی راہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ آبسے تھے۔) اور پھر نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد امت اسلامیہ پر آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا حق ادا کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے پہلے خلیفۂ راشد بنے۔ آپؓ ان دس خوش نصیب صحابہ کرام میں سے تھے کہ جنہیں دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دے دی گئی تھی۔

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذًا خليلًا " ح : ٣٦٦٢۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلاً لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ ، وَلٰكِنْ أَخِيْ وَصَاحِبِيْ)) [1]

''اگر اپنی امت میں سے کسی فرد کو میں نے اپنا جانی دوست بنانا ہوتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ لیکن وہ میرے دینی بھائی ہیں اور میرے ساتھی۔''

آزاد مردوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جو اسلام لائے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق میں بلا تردّد اور بغیر کسی تاخیر کے آپؓ سب سے سبقت لے گئے۔ معروف محدّث جنابِ یونس، محمد بن اسحاق رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ملے اور پوچھا: محمد! کیا جو کچھ قریش آپ کے بارے میں کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) ہمیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے کا کہہ رہے ہیں۔ ہماری عقلوں کو وہ بیوقوف بتلا رہے ہیں اور ہمارے آباء واجداد کے دین کی وہ تکفیر کر رہے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں! کیوں نہیں، بلاشبہ میں اللہ کا رسول اور اس کا نبی ہوں۔ اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ میں اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاؤں۔ میں تمہیں بھی بالکل حق کے ساتھ اللہ کی طرف یکسو ہو جانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! یہ بات حق ہے۔ ابوبکر! میں تمہیں ایک اللہ وحدہٗ لاشریک له کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تو اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کر۔ اور اس کی اطاعت پر دوستی کا معیار بنا۔''

اور پھر نبی کریم ﷺ نے جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ تو وہ فوراً مسلمان ہو گئے اور بتوں کا انکار کر دیا۔ اللہ کے شریکوں کو چھوڑ دیا اور اسلام کے حق میں اقرار کر لیا۔ (کہ یہی دین حق ہے۔) پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حال میں گھر لوٹے کہ آپ پکے مومن اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی تصدیق کرنے والے تھے۔

محمد بن اسحاق رحمہما اللہ کہتے ہیں مجھے جو ثقہ خبر پہنچی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''میں نے جس کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی تو اس بارے میں اس وقت اس پر تیرگی چھا گئی۔ اس نے غور و فکر کیا اور وہ متردّد ہو گیا۔ سوائے ابوبکر عبداللہ بن ابوقحافہ کے۔ اس کے سامنے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا تو وہ ذرہ برابر بھی اس سے پیچھے نہ ہٹا۔ اور نہ ہی اس (اللہ کے بندے) نے اس بارے میں تردّد کا اظہار کیا۔ (رضی الله عنه وارضاه)

ذکر کیا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کے ساتھی تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی سچائی، امانت و دیانت، اچھی طبیعت و عادت اور خوش اخلاقی کو خوب جانتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے لیے تو اخلاق پر جھوٹ کے لیے کوئی چیز مانع نہ تھی، آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھ سکتے تھے؟ اور بس صرف

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذًا خليلاً " ح : ٣٦٥٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی بات کی بنیاد پر جب آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ محمد ﷺ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے فوراً تصدیق کے لیے جلدی کر لی اور ذرہ برابر توقف نہ کیا۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اعلان و اظہار کر دیا تو پھر خود بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دینا شروع کر دی۔ وہ بڑے ہر دلعزیز، نرم خو، پسندیدہ خصال کے حامل، با اخلاق اور دریا دل تھے۔ ان کے پاس ان کی مروّت، دُور اندیشی، تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پاس آنے جانے والوں اور اٹھنے بیٹھنے والوں میں سے جس کو قابل اعتماد پایا اسے اب اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔ چنانچہ ان کی کوشش سے جناب عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہو گئے۔ یہ بزرگ اسلام کا ہراول دستہ تھے۔ ان حضرات نے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کو قبول کر لیا تو ان کو آپؓ نبی کریم ﷺ کے پاس لے آئے۔ سب نے اسلام قبول کر لیا اور نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔

ابن اسحاق نے جناب حسن بصری رحمہما اللہ کے واسطہ سے روایت کی ہے کہ: جب نبی کریم ﷺ نے قریش کو معراج والی رات بیت المقدس کی طرف اپنے راتوں رات والے سفر کے بارے میں خبر دی تو انہوں نے صاف جھٹلا دیا اور اس بات کی ہرگز تصدیق نہ کی۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپؐ سے اس معاملے کے بارے سوال کیا اور عرض کیا کہ آپؐ بیت المقدس کی علامات بتلائیں اس لیے کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے دیکھ چکے تھے۔ حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فَرُفِعَ لِيْ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ ...... بیت المقدس میرے سامنے اس طرح پیش کر دیا گیا کہ میں اسے دیکھنے لگا۔'' اور پھر نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کے اوصاف بیان کرنے لگے۔ اور ابوبکرؓ عرض کرتے جاتے تھے: آپ نے سچ فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جو جو چیز بیت المقدس سے آپ ان سے بیان فرماتے جاتے وہ عرض کرتے جاتے: ''صَدَقْتَ ، اَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ...... آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔'' یہاں تک کہ بیان ختم ہو گیا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''وَأَنْتَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلصِّدِّيْقُ ...... اور اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔'' (رضی اللہ عنہ وأرضاہ) غرض اسی دن آپ ﷺ نے ان کو صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

ایک دن قریشی سردار رسول اللہ ﷺ پر رجل واحد کی طرح ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے آپ کو گھیر لیا، تاکہ گزند پہنچائیں، کیونکہ آپ ﷺ ان کے باطل معبودوں اور ان کے دین میں عیب نکالتے تھے۔ ان میں سے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی چادر نبی معظم ﷺ کے گلے میں ڈال کر بل دینے شروع کر دیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے بچاؤ میں لگ گئے۔ روتے جاتے اور کہتے جاتے تھے: " أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ ......کیا تم لوگ ایک آدمی (محمد مصطفیٰ ﷺ) کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے؛ میرا رب ایک اللہ ہے۔" مشرکین مکہ نبی ﷺ کو چھوڑ کر ابوبکر پر پل پڑے۔ (سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ) جب وہ واپس آئے تو حالت یہ تھی کہ ہم ان کی سر کی چوٹیوں کا جو بال بھی چھوتے تھے، وہ ہماری چٹکی کے ساتھ چلا آتا تھا۔ [1]

((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ حِجْرِ الْكَعْبَةِ ، إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِيْ مُعَيْطٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ فِيْ عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيْدًا ، فَأَقْبَلَ أَبُوبَكْرٍ حَتَّى أَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ﴿ أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ ﴾ [2]

"(جناب عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں؛ میں نے جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے پوچھا: مجھے مشرکین کے سب سے سخت ظلم کے متعلق بتلائیں جو انہوں نے نبی کریم ﷺ پر کیا ہو۔) انہوں نے کہا کہ؛ ایک بار نبی مکرم ﷺ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور ظالم اپنا کپڑا رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال کر زور سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ اتنے میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے اس بد بخت کا کندھا پکڑ کر نبی ﷺ کے پاس سے اسے ہٹا دیا اور کہا: (ظالمو!) کیا تم لوگ ایک شخص کو صرف اس لیے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: "میرا رب ایک اللہ ہے۔"

سیّدنا محمد بن علی اپنے باپ جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے پوچھا؛ (بتلاؤ!) لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع (بہادر) کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ خود۔ فرمایا: (نہیں!) وہ تو ابوبکر ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) جہاں تک میرا تعلق ہے تو جو کوئی بھی مجھ سے لڑائی کے لیے مقابلہ پر نکلا میں نے اس سے پورا حق وصول کر لیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش نے (مارنے پیٹنے کے لیے) پکڑ لیا۔ کوئی آپ کو نیچے گرا رہا ہے اور کوئی دانتوں سے کاٹ رہا ہے۔ اور آپ سے کہہ رہے ہیں: بتاؤ! تم ہو جو کئی معبودوں کی نفی کر کے ایک اللہ کی دعوت دیتے ہو؟ اور اللہ کی قسم! اس وقت ابوبکر کے سوا کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹکا۔ کسی کو آپ رضی اللہ عنہ مار رہے ہیں اور کسی کو دور ہٹا رہے ہیں اور کہتے جا رہے ہیں؛ تمہاری بربادی ہو۔ کیا تم ایک

---

[1] دیکھئے: مختصر سیرة الرسول للشيخ عبدالله بن محمد بن عبدالوهاب رحمهما الله ، ص: ۱۱۳

[2] أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب ما لقي النبي ﷺ وأصحابه من المشركين بمكة ح : ۳۸۵٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کو صرف اس لیے قتل کرنے کے درپے ہو کہ وہ کہتا ہے: ''میرا رب ایک اللہ ہے۔'' یہ کہہ کر جناب علی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا آلِ فرعون کا کوئی مومن آدمی زیادہ ایمان والا ہے یا ابوبکر؟ تو لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ (کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔) جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ابوبکر کی ایمان لے آنے کے بعد کی ایک گھڑی اس سے بہتر ہے۔ آلِ فرعون کا مومن تو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا، مگر یہ اللہ کا بندہ اپنے ایمان کا اعلان کرتا پھرتا تھا۔ (اس پر کسی نے جو کرنا ہے سو کر دیکھے۔)

ابتدائے اسلام کی بات ہے کہ (مکہ معظمہ میں) ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے دروازے پر آ کر آپ سے باہر تشریف لانے کے لیے اصرار کرتے۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ باہر آتے اور مسلمان (کہ اس وقت وہ بہت تھوڑے تھے۔) مسجد حرام کے اردگرد (آبادی میں) بٹے ہوئے ہوتے اور ہر آدمی اپنے خاندان میں ہوتا۔ ابوبکر لوگوں میں کھڑے ہو کر وعظ فرمانے لگتے اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے۔ جنابِ ابوبکر اسلام کے پہلے خطیب ہیں کہ جنہوں نے ببانگِ دھل اللہ کی توحید اور نبی مکرم ﷺ کی رسالت کی طرف دعوت دی۔ چنانچہ جونہی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعظ و بیان کے لیے کھڑے ہوتے مشرکین مکہ آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتے ہوئے ٹوٹ پڑتے اور دیگر مسلمانوں پر بھی۔ اور مسجد حرام کے اردگرد وہ انہیں سخت مار مارتے۔ جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قدموں تلے روندڈالا جاتا اور آپؓ کو سخت مار پڑتی۔ ایک بار اللہ کا مجرم عتبہ بن ربیعہ اپنے ان دونوں جوتوں سے جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مارنے لگا، جنہیں وہ شراب میں بگھو کر لایا تھا۔ (جوتوں سے تعفن پھوٹ رہا تھا۔) وہ ظالم مارتا بھی اور ان جوتوں کو جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کے قریب بھی کرتا، تاکہ اس کی بدبو آپ کو سونگھا سکے۔ پھر وہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیٹ پر کود کر گرتا اور انہیں روندڈالتا۔ اتنا برا حال کیا کہ جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک اور ناک میں (لہولہان ہونے کی وجہ سے) کوئی پہچان نہ رہ گئی۔

پھر اس کے بعد کہ مسلمان (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے) مکہ چھوڑ کر مدینۂ یثرب کی طرف ہجرت کر گئے۔ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ہی مقیم رہ کر اس بات کا انتظار فرمانے لگے کہ آپ کو بھی ہجرت کی اجازت مل جائے۔ مکہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ صرف وہی لوگ پیچھے رہ گئے تھے جو یا تو مشرکین و اعداء اللہ کی قید میں تھے یا ان پر سختیاں آئی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ جنابِ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تاہنوز مکہ میں رُکے ہوئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے اکثر ہجرت کی اجازت مانگتے رہتے تھے۔ اور آپ ﷺ فرماتے: ''ابوبکر! جلدی نہ کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہارا کسی کو ساتھی بنا دے۔'' تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات کی خواہش کرتے کہ ہجرت میں نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ اطہر کا ساتھ نصیب ہو جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے دو سواریاں (اونٹنیاں) خریدیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں اپنے گھر میں روک رکھا اور سفر ہجرت کی تیاری کے لیے انہیں خوب چارہ کھلایا۔ اور پھر جونہی آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پیغام پہنچایا کہ اللہ ذوالجلال والاکرام نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہجرت کی اجازت دے دی ہے اور یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کائنات وحبیبِ ربِ کبریاء ﷺ کے اس ہجرت میں ساتھ ہوں گے تو جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ خوشی سے رو پڑے۔

اور پھر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ مکہ سے اس طور ہجرت کی کہ دنیا پر اس وقت سب سے مقدس یہ دو ہستیاں تھیں اور تیسرا ان کے ساتھ ان کا رب تھا۔ جب دونوں مکہ کو چھوڑ کر غارِ ثور میں جا چھپے اور مشرکین مکہ آپ دونوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے حتی کہ وہ غار کے سامنے پہنچ گئے، تو جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

((لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ: ((مَاظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ ، اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا)) ❶

''اگر ان مشرکوں میں سے کسی نے نیچے اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیا تو وہ ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! تمہارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کا تیسرا ان کے ساتھ اللہ عزّ وجل ہو؟''

اور اس موقعہ کو بیان کرتے ہوئے بعد میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اتار دیا کہ جس کی آج تک تلاوت کی جاتی ہے۔ (اور قیامت تک ہوتی رہے گی) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَأَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (التوبة:٤٠)

''(اہل اسلام کو مخاطب کر کے اللہ فرما رہے ہیں:) اگر تم میرے نبی کی مدد نہ کرو گے (تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں) اللہ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے۔ جب مکہ کے کافروں نے انہیں وہاں (ان کے مولد مکہ مکرمہ) سے نکال دیا تھا۔ اس وقت وہ دو (ابوبکر ومحمد) میں سے ایک (خود) تھے۔ جب دونوں غار (ثور) میں (چھپے ہوئے) تھے۔ (اور وہ وقت قابل ذکر ونصیحت ہے) جب نبی (ﷺ) اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے کہہ

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب المهاجرين وفضلهم ح : ٣٦٥٣۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے؛ غم مت کھاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ آخر اللہ نے اپنی تسلی (سکینت و اطمینان) ان پر اتار دی اور اپنے پیغمبر کی مدد (بعد میں) ایسی فوجوں سے کی جن کو تم دیکھ نہیں رہے تھے۔ (یعنی فرشتوں اور ہواؤں سے) اور اس اللہ نے کافروں کی بات (یعنی ان کے نظریات اور دین) کو نیچے کر دیا اور (اب دیکھو!) اللہ کا کلمہ سدا سے بالا رہا ہے۔ (یعنی اس کا سچا دین ہمیشہ غالب رہے گا۔) اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔''

یہ آیت مبارکہ جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل ہے کہ آپؓ نے اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت اختیار کی اور آپ ﷺ کو دورانِ سفر اُنسیت دی، آپ کی مدد کی، آرام اور سکھ پہنچایا، اپنی جان کے ساتھ آپ کا دفاع کیا، یعنی آپ کو تکلیف دہ چیزوں سے بچایا اور اپنے مال سے مکمل معاونت کی۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان ساری باتوں کی آپ رضی اللہ عنہ کے لیے گواہی دی اور فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: صَدَقَ ، وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُو لِي صَاحِبِي؟ مَرَّتَيْنِ ، فَمَا أُوْذِيَ بَعْدَهَا)) ❶

''بلاشبہ اللہ نے مجھے تم لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا اور تم لوگوں نے مجھ سے کہا؛ تم جھوٹ بولتے ہو۔ مگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا تھا: آپؐ سچے ہیں۔ اور پھر اپنی جان و مال کے ذریعے انہوں نے میری مدد کی تھی۔ تو کیا تم لوگ میرے دوست اور ساتھی کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟ نبی کریم ﷺ نے دوبار یہ فرمایا۔ آپؐ کے اس ارشاد کے بعد پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔'' ❷

یعنی جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام پر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعظیم و فضیلت ظاہر فرما دی تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کبھی کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو زندگی بھر نہیں ستایا۔ رسول اللہ ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے:

((إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُوبَكْرٍ ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلاً غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ ، وَلٰكِنْ أُخُوَّةَ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ)) ❸

''اپنی صحبت اور مال کے ذریعہ مجھ پر ابوبکر کا سب سے زیادہ احسان ہے۔ اور اگر میں اپنے رب کے

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذًا خليلاً " ح : ٣٦٦١

❷ حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ کرام پر واضح ہوگئی۔ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ حضرت ابوبکر کا خطاب ''صدیق'' آسمان سے نازل ہوا تھا۔

❸ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ " سُدُّوا الأبواب إِلَّا بابَ أبي بكر " ح : ٣٦٥٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا کسی کو جانی (خلیل) دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا۔ (رضی اللہ عنہ) لیکن اسلام کا بھائی چارہ اور اسلام کی محبت ان سے کافی ہے۔ دیکھو! مسجد (نبوی) کی طرف تمام دروازے (جو صحابہ کرام کے گھروں کی طرف کھلتے تھے۔) سب بند کر دیے جائیں۔ صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دو۔''

((وَقَالَ ﷺ: ((مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ ، فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ)) وَقَالَ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُوْبَكْرٍ)) [1]

''(جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کا احسان ہم پر ایسا نہیں کہ جس کا بدلہ ہم نے چکا نہ دیا ہو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ ان کا احسان جو ہم پر ہے اس کا بدلہ ان کو اللہ ہی قیامت والے دن دے گا۔ اور اتنا نفع مجھے کسی کے مال نے نہیں پہنچایا کہ جتنا نفع میں نے ابوبکر کے مال سے اٹھایا ہے۔ (رضی اللہ عنہ وأرضاہ) اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''کیا خوب آدمی ہیں ابوبکر۔''

ان احادیث میں جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چند ایک مناقب بیان ہوئے ہیں۔ (جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب سے احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں۔) جناب لیث بن سعد رحمہما اللہ کا کہنا ہے کہ: ''جیسا ہمارے نبی ﷺ کو ابوبکر جیسا ساتھی ملا ہے، دیگر انبیاء علیہم السلام کو ایسا کوئی صحابی نہیں مل سکا۔''

غزوۂ تبوک کی تیاری والے دنوں کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم فرمایا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اب موقع ہے؛ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس معاملے میں سبقت لے جاؤں گا۔ مگر نیکیوں میں (امتیوں میں سے) جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کون آگے بڑھ سکتا تھا؟ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا أَنْ نَتَصَدَّقَ ، فَوَافَقَ ذٰلِكَ مَالاً عِنْدِيْ ، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ ، إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِيْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟)) قُلْتُ: مِثْلَهُ۔ وَأَتَي أَبُوْبَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ۔ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟)) قَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔ قُلْتُ: لَا أُسَابِقُكَ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا۔ [2]

---

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٨٩٤ وجامع الترمذي / كتاب المناقب / ح : ٣٦٦١ ، صحيح سنن ترمذی : ٢٩٥٩ ، وجامع الترمذی / كتاب المناقب ، ح: ٣٧٩٥۔

[2] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ١٤٧٢ وسنن أبي داؤد / كتاب الزكاة / ح : ١٦٧٨۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کی راہ میں صدقہ کریں۔ اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال (وافر) تھا۔ میں نے کہا: آج میں ابوبکر سے بڑھ جاؤں گا، اگر میں ان سے کسی دن سبقت لے جانے والا ہوا تو:

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

چنانچہ میں آدھا مال لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے اے عمر!'' میں عرض کیا: اسی قدر جتنا لے آیا۔

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق باقی جو ہے وہ ملت بیضاء پہ ہے نثار

اور پھر ابوبکر وہ سب کچھ لے آئے جو ان کے پاس تھا۔ ان سے نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ کہا: ''ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔''

پروانے کو چراغ ہے اور بلبل کو پھول بس صدیق کے لیے ہے اللہ اور اس کا رسول بس

تب میں نے دل میں کہا: ابوبکر! تم سے نیکیوں میں کبھی نہ جیت سکوں گا۔''

نبی کریم ﷺ کو جب اس مرض نے آگھیرا کہ جس میں آپ کی وفات واقع ہوئی تھی، نماز کا وقت آ گیا۔ اذان دی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' (یعنی میری جگہ جماعت کروائیں۔) [1] اور آپؐ جنابِ صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں۔'' (رضی اللہ عنہ) [2]

جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو وفات کی خبر سن کر جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے ہوش جاتے رہے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ (آپؐ ضرور پلٹ کر آئیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے جو سمجھتے ہیں کہ آپؐ کی موت واقع ہو چکی ہے۔ دیکھئے: سیرۃ ابن ہشام جلد چہارم)

ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام ''سنح'' میں واقع اپنے مکان سے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے اور اتر کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ پھر لوگوں سے کوئی بات کیے بغیر سیدھے ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور رسول اللہ ﷺ کا قصد فرمایا۔ آپؐ کا جسد اطہر و اکرم دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رُخِ

---

[1] صحیح البخاری / کتاب الاذان / باب حد المریض أن یشھد الجماعۃ

[2] صحیح سنن الترمذی / ح: ۲۹۸۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انور سے چادر ہٹائی اور اسے چوم کر رو دیے۔ پھر فرمایا: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپؐ نے زندگی بھی بہت اچھی (پاکیزہ) گزاری اور موت بھی بہت اچھی آپؐ کو آئی۔ اس ربِ کائنات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ آپ ﷺ پر دو موتیں کبھی جمع نہیں کرے گا۔ جو موت آپ ﷺ پر لکھ دی گئی تھی وہ آپ کو آ چکی۔'' ❶

اس کے بعد جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وأرضاہ باہر تشریف لائے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ارے بھائی قسم اٹھانے والے! (کہ اللہ کی قسم! اللہ کے رسولؐ ہرگز فوت نہیں ہوئے) رک جاؤ۔ اور پھر جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنا شروع کی تو جنابِ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔

((فَحَمِدَ اللّٰهَ أَبُوبَكْرٍ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ وَتَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ (الزمر:٣٠) ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ o ﴾ (آل عمران:١٤٤) فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ)) ❷

''جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ ذوالجلال کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر کہا: ''امّا بعد! تم میں سے جو شخص محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے۔ اور تم میں سے جو شخص ایک اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ ذوالجلال کا ارشاد ہے: ''بلاشبہ (اے محمد ﷺ) تم پر بھی موت واقع ہونے والی ہے اور بلاشک وشُبہ وہ بھی مرنے والے ہیں۔'' اور پھر یہ آیت پڑھی: ''اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کا بھیجا ہوا بندہ) رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور کئی پیغمبر ہو گذرے ہیں۔ کیا اگر ان کو موت آ لے یا وہ اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پیروں (کفر کی طرف) پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ (اپنا ہی نقصان کرے گا۔) اور اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جلد بدلہ دے گا۔'' یہ سن کر روتے روتے لوگوں کی ہچکی بندھ گئی۔''

❶ باستفادہ از الرحیق المختوم (اُردو)

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ "لو كُنتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا" ح : ٣٦٦٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو بہت سارے عرب اسلام سے پھرنے لگے۔ (مرتد ہو گئے۔) یہودیت و نصرانیت گردن اٹھا کر دیکھنے لگیں اور نفاق ظاہر ہو گیا۔ اور مسلمان اپنے نبی (ﷺ) کے دنیا سے چلے جانے پر سخت جاڑے کی رات میں بارش سے بھیگی بھیڑوں کی طرح ہو گئے۔ تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام کو جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے عزت بخشی اور اس نے مسلمانوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گرد جمع کر دیا۔ (اور سب نے بالاتفاق جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔) بہت سارے عربوں میں فتنۂ ارتداد پھیل گیا۔ اسود عنسی نے یمن میں نبوت کا اعلان کر دیا۔ بنوحنیفہ اور یمامہ کی خلق کثیر مسیلمہ کذاب کے گرد جمع ہو گئے۔ (انہوں نے اس کی نبوت کو مان لیا۔) اسی طرح بنو اسد وطیٔ اور دیگر بہت سارے عربوں نے طلیحہ الاسدی کی طرف (اسے نبی مانتے ہوئے) توجہ کر لی۔ دوسرا بڑا فتنہ مانعینِ زکاۃ کا اٹھ کھڑا ہوا۔ عربوں کے وفود مدینہ منورہ کی طرف آنے لگے جو نماز کا اقرار تو کرتے تھے، مگر زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکاری تھے۔

چنانچہ خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکاۃ کے خلاف لڑنے کا پختہ عزم کر لیا۔ اور جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپؓ سے کہا:

((كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ)) فَقَالَ: (لَهُ الصِّدِّيْقُ قَوْلَهُ الْمَشْهُوْر) ((وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ ، وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ۔)) فَقَالَ عُمَرُ: ((فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ)) [1]

''آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کریں گے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں، جب تک وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں۔ پس جس شخص نے اقرار کر لیا کہ: اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو میری طرف سے اس کا مال بھی محفوظ ہو گا اور اس کی جان بھی۔ البتہ کسی حق کے بدلے ہو تو اور بات ہے۔ (مثلاً کسی کا مال لوٹ لے یا کسی کا خون کرے۔) اب اس کے باقی اعمال کا حساب اللہ کے ذمے ہو گا۔ مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ واللہ! اگر وہ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ ح : ٧٢٨٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جانوروں کے گلے میں ڈالی جانے والی) ایک رسی بھی مجھے دینے سے روکیں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان سے اس کے انکار پر بھی جنگ کروں گا۔'' جنابِ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے جو غور کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا اس سلسلے میں قتال کے لیے سینہ کھولا تھا۔ تو میں نے جان لیا کہ آپؓ حق پر ہیں۔''

ذرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی، ہمت و شجاعت اور استقامت و پامردی کا اندازہ تو کیجیے کہ آپؓ نے جونہی خلافت کی ذمہ داری سنبھالی، مندرجہ بالا فتنوں کی وجہ سے صورتِ حال بہت سخت اور مخدوش ہو گئی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مدینہ منورہ میں اور اس کے اردگرد افرادی قوت بہت زیادہ ہو۔ آپؓ نے اس لشکرِ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی تیاری اور روانگی کا حکم فرمایا کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل (ملک شام پر حملہ کے لیے) تیار فرمایا تھا۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد جنابِ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بہت تھوڑا لشکر رہ گیا۔ اس وقت مدینہ منورہ کے اردگرد والے بدو قبائل نے ارادہ کر لیا کہ وہ مرکزِ خلافت مدینہ منورہ پر حملہ کر دیں۔

جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سب سے درپے ہوئے اور ان سے جنگ کی حتی کہ لوگ تائب ہو کر اللہ کی طرف پلٹ آئے اور انہوں نے اس راستے کو ترک کر دیا، جس پر وہ حالت ارتداد میں شیطان کے ہتھے چڑھ کر اپنی بیوقوفی اور بہت بڑی جہالت کی وجہ سے چل کھڑے ہوئے تھے۔ حتی کہ اللہ نے ان کی مدد کی، انہیں دوبارہ ثبات عطا فرمایا اور انہیں دین حق کی طرف واپس پلٹا دیا۔ جزیرۂ عرب اپنی وحدتِ اسلامیہ اور ایمانی جمعیت کی طرف خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دوبارہ پھر پلٹ آیا۔

خلیفۃ الرسول جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پورے پندرہ دن بیمار رہنے کے بعد بروز سوموار ۲۲ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۳ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس مدتِ مرض میں جنابِ عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول کی طرف سے مسلمانوں کی امامت کرواتے رہے۔ اور اسی بیماری کے دوران جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ یہ عہد نامہ (خلافت کا) سیّدنا عثمان بن عفّان نے لکھا تھا۔ اور پھر مسلمانوں پر یہ عہد نامہ پڑھ کر سنایا گیا، جس کا انہوں نے اقرار کر لیا، اپنے امیر کے حکم کو سنا اور اس کی اطاعت کی۔ جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال، تین ماہ اور کچھ دن تھی۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جونہی آپؓ نے نبی مکرم ﷺ جتنی عمر پوری کی یعنی 63 سال، آپ فوت ہو گئے۔ اور پھر اللہ نے انہیں ایک جگہ پر جمع فرما دیا۔ (دونوں کی قبریں ساتھ ساتھ ہوئیں۔) جیسے دنیا میں دونوں کو اکٹھا رکھا تھا۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ

((سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهُ؟ قَالَتْ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَبُوبَكْرٍ ، فَقِيلَ لَهَا: ثُمَّ مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ: عُمَرَ ، ثُمَّ قِيلَ لَهَا: مَنْ بَعْدَ عُمَرَ؟ قَالَتْ: أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔ ثُمَّ انْتَهَتْ إِلَى هٰذَا)) ❶

''ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: اگر نبی ﷺ نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانا ہوتا تو کسے مقرر فرماتے؟ سیّدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ابوبکر کو۔'' ان سے پوچھا گیا: پھر ابوبکر کے بعد کس کو؟ فرمایا: ''عمر کو۔'' ان سے پھر پوچھا گیا؛ ''اور عمر کے بعد؟'' فرمایا: ''ابوعبیدہ بن الجراح کو۔'' رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر آپؓ یہاں تک پہنچ کر رک گئیں۔''

دوسرے محبوبِ رسول (ﷺ) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ❷

((عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ، فَأَتَيْتُهُ ، فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: ((عَائِشَةُ)) فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: ((أَبُوهَا)) قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)) فَعَدَّ رِجَالًا۔)) ❸

''سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو جنگ ذات السلاسل کے لیے ایک لشکر دے کر بھیجا۔ (جنابِ عمرو بتلاتے ہیں کہ) پھر میں (اس جنگ کی کامیاب واپسی پر) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا؛ اے اللہ کے رسولؐ! آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: عائشہ سے (رضی اللہ عنہا) میں نے پوچھا اور مردوں میں سے؟ فرمایا: اس کے باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے۔ میں نے پوچھا؛ اس کے بعد؟ فرمایا: عمر بن خطاب سے۔ (رضی اللہ عنہ) اس طرح آپ ﷺ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔''

اللہ اکبر! عمر بن الخطاب! آپ کیا جانیں عمر بن خطاب کون ہیں؟ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔ وہ عمر فاروق تھے کہ جن کو دیکھتے ہی شیطان دوڑ لگا دیتا تھا۔ یہ وہی عمر ہیں رضی اللہ عنہ کہ جس راستے پر چلتے تو شیطان وہ راستہ ہی چھوڑ دیتا۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ثانی ہیں اور عشرہ مبشرہ بالجنّہ میں سے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ پہلے خلیفہ ہیں کہ جن کو ''أمیر المؤمنین'' کا لقب ملا۔ بڑی عظیم فتوحات والے امیر المؤمنین۔ اور آپ ہی آگ کے پجاریوں (مجوسیوں)

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه ح : ٦١٧٨

❷ موجودہ اور سابقہ عنوان کی تفصیل: (۱) السيرة النبوية لابن هشام: ۱/ ۲۴۹ ، ۲۴۲ ـ ۳۴۲۔ (۲) البداية والنهاية لابن كثير: ۳/ ۲۷ ، ۳۰۰ ، ۵/ ۲۷۹ ، ۶/ ۳۷ ، ۷/ ۱۸ ، ۷/ ۱۳۳ تا ۱۳۸۔ (۳) فتح الباری: ۷/ ۴۶ ، ۱۶۹۔ (۴) شرح نووی بصحیح مسلم: ۱۵/ ۱۶۱ ، ۱۶۵۔ (۵) تحفة الأحوذی للمبارکپوری: ۱۰/ ۱۹۹ میں دیکھ لیں۔

❸ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذًا خليلًا " ح : ٣٦٦٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ملکِ فارس کو روند ڈالنے والے تھے۔ رومی صلیبیوں کے ہاتھوں سے بلادِ شام کو چھین کر ان پر فتح پانے والے عمر کہ جو مسجد اقصیٰ کو ان کے گندے ہاتھوں سے آزادی دلانے والے تھے شہید عمر رضی اللّٰہ عنہ وأرضاہ.

رسول اللہ ﷺ عمر بن خطاب کے مسلمان ہونے سے پہلے اللہ عز وجل سے دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ إِلَیْكَ ؛ بِأَبِيْ جَھْلٍ ، أَوْ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ)) وَكَانَ أَحَبَّھُمَا إِلَیْهِ عُمَرُ۔)) ❶

''اے اللہ! ان دونوں آدمیوں ابوجہل عمرو بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پیارا ہو جائے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔'' اور ان دونوں میں سے عمر آپؐ کو زیادہ محبوب تھے۔ رضی اللّٰہ عنہ وأرضاہ

جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اتنے غیرت مند اور خود دار تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پیچھے بھی برائی کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب عمر بن خطاب اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کر لیا تو مسلمانوں نے خوب قوت پکڑ لی حتی کہ وہ قریش پر غالب آنے لگے۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام ایک فتح تھی۔ ان کی ہجرت اسلام کے لیے ایک مدد تھی۔ ان کی امارت رحمت تھی۔ جب تک عمر مسلمان نہیں ہوئے تھے، ہم مسلمان اِن مکہ مسجد حرام میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ (اتنے ہم کمزور اور سہمے ہوئے تھے۔) جب آپ مسلمان ہو گئے تو قریش سے خوب لڑائی کی حتی کہ آپؓ نے کعبۃ اللہ کے پاس نماز ادا کی۔ اور ہم نے بھی وہاں آپؓ کے ہمراہ نماز شروع کر دی۔ جب سے عمر مسلمان ہو گئے تھے ہم معزز سے معزز تر ہوتے چلے گئے۔ ❷

رسول اللہ ﷺ نے جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کو (ان کی زندگی میں ہی) جنت کی خوشخبری دے دی تھی۔ اور نبی کریم ﷺ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ جس میں جناب ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی خلافت راشدہ کی طرف اشارہ تھا اور اس وقت دین کا معاملہ اور حالات کی کیفیت کیا ہوگی وہ بھی بتلا دیا گیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُرِیْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَی قَلِیْبٍ ، فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا أَوْ ذَنُوْبَیْنِ نَزْعًا ضَعِیْفًا وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهُ ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِيْ فَرِیَّهُ حَتَّی رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ)) ❸

''خواب دیکھا کہ میں اس کنویں سے کہ جس پر لکڑی کا چرخ لگا ہوا ہے، ایک اچھا بڑا ڈول کھینچ رہا

---

❶ صحیح سنن الترمذي ، رقم : ح۲۹۰۷ وجامع الترمذي / کتاب المناقب / ح : ۳۶۸۱

❷ رضی اللّٰہ عنہ وأرضاہ. تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری / کتاب فضائل الصحابة / باب مناقب عمر بن الخطابؓ

❸ أخرجه البخاري في کتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب عمر بن الخطاب ح : ۳۶۸۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ پھر ابو بکر آئے اور انہوں نے بھی ایک یا دو ڈول کھینچے، مگر کمزوری کے ساتھ، اللہ ان کی مغفرت کرے۔ پھر عمر بن خطاب آئے اور ان کے ہاتھ میں وہ ڈول ایک بہت بڑے ڈول کی صورت اختیار کر گیا۔ میں نے ان جیسا مضبوط اور باعظمت (Genius) شخص نہیں دیکھا جو اتنی مضبوطی کے ساتھ کام کر سکتا ہو۔ انہوں نے اتنا کھینچا کہ لوگ سیراب ہو گئے اور اپنے اونٹوں کو پلا کر ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔''

اَلْـقَلِيْـبَ ...... وہ کنواں جس پر پتھروں کی منڈیر نہ ہو اور اَلـذَّنُـوب ...... سے مراد پانی سے بھرا ہوا ڈول۔ اَلْغَرْب ...... سے مراد بڑا ڈول ہے۔ اور اَلْعَبْـقَـرِيّ ...... سے مراد نہایت ہی ذہین سردار ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ عبقری...... وہ شخص کہ انبیاء کے علاوہ عام انسانوں میں سے (تمام اعلیٰ صفات اور صلاحیتوں کے اعتبار سے) اس کے اوپر کوئی نہ ہو۔ وَضَـرَبُـوا بِـعَـطَنٍ ...... کا مطلب ہے کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو خوب سیر کرا کے پانی پلایا اور پھر انہیں ان کے باڑوں کی طرف ہانک کر لے گئے۔ اور عَـطَـنٌ ...... اونٹوں کے لیے وہ جگہ (باڑہ) ہوتی ہے کہ جہاں انہیں پانی وغیرہ پلانے کے بعد لے جاتے ہیں تاکہ وہاں وہ آرام کریں۔

علماءِ سلف بیان فرماتے ہیں یہ خواب (اور نبی کا خواب وحی ہوا کرتا تھا) جناب ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں جو ہوا اس کے لیے، ان دونوں کی مدت خلافت، لوگوں کا ان دونوں حضرات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے، اور ان کی حسن سیرت پر ایک واضح مثال تھا۔ اور یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر، آپ کی برکت اور آپ ﷺ کی صحبت کے نشانات سے ماخوذ تھا۔ نبی معظم ﷺ صاحب الأمر (یعنی دین اسلام کے اصل ذمہ دار) تھے اور آپ نے اس معاملے میں اُکمل خدمات انجام دیں اور اسلام کے قواعد کو استقرار بخشا، اس کے امور کو پھیلایا، اس کے اصول و فروعات کی وضاحت فرمائی اور لوگ دین اسلام میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوئے۔ اور پھر اللہ ذوالجلال نے تکمیل دین کے بارے میں ارشاد فرمایا: '' اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ط ...... آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنا احسان تمام کیا۔ اور اسلام کو بطور دین تمہارے لیے پسند کیا ہے۔'' (دین کو مکمل کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان، فرائض، سنن، حدود اور احکام بیان کر دیے گئے ہیں۔ اور کفر و شرک کا خاتمہ کر کے اس نعمت کو مکمل کر دیا گیا ہے۔) نبی مکرم ﷺ اس آیت کے نازل ہونے سے 81 دن بعد تک زندہ رہے اور پھر وفات پا گئے۔ آپؐ کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپؐ کے خلیفہ بنے اور دو سال تین ماہ اور کچھ دن تک خلافت کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ نبی کریم ﷺ کے جنابِ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمان ایک، دو ڈال کھینچنے کا مطلب یہی مدت خلافت ہے۔ (یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک یا دو ڈول میں ''یا'' والا شک راوی کو ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ڈول فرمایا یا دو؟) اور جیسا کہ دوسری ایک روایت میں صراحت موجود ہے کہ دو ڈولوں سے مراد دو سال مدت خلافت ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مرتدین کے خلاف قتال اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دینے کا عمل ہوا۔ اسلام پھیل گیا۔ پھر آپ بھی فوت ہو گئے اور جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ بنے اور آپ کے زمانہ میں اسلام بہت زیادہ پھیل گیا۔ اور اہل اسلام و غیر مسلمین (ذمیوں) کے لیے ایسے ایسے احکام کا نفاذ ہوا کہ جو اس سے قبل نافذ نہ ہو سکے تھے۔ چنانچہ اَلْقَلِیب ...... یعنی کنویں سے مسلمانوں کے اس معاملے کی تعبیر ہوئی کہ جس میں ان کی زندگی اور ان کی اصلاح کا پانی تھا۔ اور ان کے امیر (جنابِ عمر رضی اللہ عنہ) کی تشبیہ ان کو یہ پانی کھینچ کھینچ کر پلانے والے سے ہوگئی اور آپ کا ان کو پانی پلانا ان کی مصلحتوں اور ان کے تمام امور کی تدبیر کا قیام تھا۔ اور اس سارے خواب میں (کہ جو رب تعالیٰ کی طرف سے وحی تھا) جنابِ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کی اطلاع دینا تھا۔ ان کی ولایت و حکومت کی درستگی، اس کی پہچان کا بیان، اس کی مدت کی خبر اور مسلمانوں کا بکثرت اس سے فائدہ اٹھانے کی اطلاع تھی۔ خاص طور پر جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زیادہ لمبا ہونا، اسلام کا رقبے کے اعتبار سے وسعت اختیار کر جانا اور اموال کا بکثرت حاصل ہو جانا اور اس کے علاوہ غنیمتوں کا حصول، فتوحات، اور شہروں کے شہر قبضے میں آ جانا، ان کا بسایا جانا اور کچہریوں، محکمہ جات وغیرہ کا قیام عمل میں آنا۔

جیسا کہ نبی معظم ﷺ نے جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بڑی فضیلت کا انکشاف فرمایا۔ جو اس بات کی متقاضی تھی کہ شیطان کا آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی زور نہ چلتا تھا۔ اور یہ کہ شیطان آپؓ کو دیکھ کر فرار ہو جاتا اور اسے جرأت نہ ہوتی کہ وہ اس راستے پر آپ کا ہمراہی بن سکے، جس پر آپ چل رہے ہوتے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ، مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ))❶

''ہاں! اے ابن الخطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر کبھی شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھ لیتا ہے تو اسے چھوڑ کر وہ کسی دوسرے راستے پر چل پڑتا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: یہ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ شیطان جب کبھی بھی سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی تنگ راستے پر چلتے ہوئے دیکھ لیتا وہ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے خوف کھا کر وہاں سے فرار ہو جاتا اور جنابِ عمرؓ کے خوف کی شدت سے یہ راستہ چھوڑ کر کسی دوسرے راستے میں چلا جاتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کہیں اس

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب عمر بن الخطاب ح : ٣٦٨٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اسے جوتے لگانے والا معاملہ نہ کر دیں۔

قاضی اسماعیل رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس بات کا بھی احتمال ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کے دور رہنے اور خوف کھانے کی وجہ سے مثال بیان فرمائی ہو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان تمام معاملات میں سیدھے (حق کے) راستے پر چلنے والے تھے کہ جن کے خلاف شیطان حکم کرتا ہے۔ مگر صحیح بات پہلی ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: '' أَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ ...... اللہ کریم کے معاملے (دین حق) میں تمام صحابہ سے زیادہ سخت عمر بن خطاب ہیں۔'' (رضی اللہ عنہ) [1]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ: '' لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ...... اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔'' [2]

تو اس حدیث مبارکہ میں اس فضیلت کی وضاحت ہے جو اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا کر رکھی تھی۔ اور نبی معظم ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے:

((لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ)) [3]

'' تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر ہیں۔''

(رضی اللہ عنہ وأرضاہ.)

محدَّثون کا معنی ہے وہ شخص کہ جس پر اللہ کی طرف سے الہام ہو، حق اس کی زبان سے جاری ہو جائے اور فرشتے اس سے باتیں کریں۔ یا وہ شخص جس کی رائے بالکل درست ثابت ہو۔ ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ؛ مراد وہ آدمی جو سچے گمان ویقین والا ہو۔ اور وہ شخص کہ جس کے ذہن میں ملأ اعلیٰ کی طرف سے اِلقاء کیا جائے۔ اور وہ اس طرح ہو جائے کہ زبان اس کی اور کلام کسی اور کا۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ بلا قصد حق جس کی زبان سے جاری ہو جائے۔ اور ایک معنی کیا گیا ہے: کلام کیا جانے والا یعنی بغیر نبوت کے فرشتے اس سے ہم کلام ہوں۔ (جیسے بنو اسرائیل کے بعض صلحاء کا تذکرہ ملتا ہے۔) اور اس کے علاوہ بھی اس کلمہ کے کئی اور معانی کیے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر جاری فرما دیا تھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ؛ قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہما: ((وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ : فِي مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ ، وَفِي الْحِجَابِ ، وَفِي أُسَارَى بَدْرٍ)) [4]

---

[1] دیکھئے: صحیح سنن الترمذي حدیث نمبر: ۲۹۸۱۔

[2] صحیح سنن الترمذی ،حدیث نمبر: ۲۹۰۹

[3] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب عمر بن الخطاب ح : ۳۶۸۹

[4] أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ ح : ٦٢٠٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیّدنا عمر بن خطاب کے لختِ جگر جناب عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وأرضاہ نے فرمایا: میں اپنے رب سے تین باتوں میں موافق ہوا۔ ایک مقامِ ابراہیم پر نماز پڑھنے میں۔ (جب میں نے رائے دی کہ یارسول اللہ! آپ اس کو جائے نماز (مصلّٰی) بنائیے تو ویسا ہی قرآن میں اترا۔) دوسرے عورتوں کے لیے پردے کے بارے میں۔ (وہ بھی اللہ نے لازم کر دیا۔) تیسرے بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔''

اس سے متعلق جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لوگوں کے ساتھ کبھی کوئی معاملہ نہیں اترا اور انہوں نے اس کے بارے میں کچھ کہا اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ کہا ہو، مگر یہ کہ اس معاملے میں قرآن اسی طور اترتا، جیسا عمر بن خطاب نے فرمایا ہوتا۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ.

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم نے جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد لینے پر آپؓ کے بعد خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ اور یہ عہد لکھنے والے جناب عثمان بن عفان تھے، رضی اللہ عنہ۔ اور یہ عہد مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ اور انہوں نے اس عہد کا اقرار کیا، اسے خلیفۃ الرسول کا حکم سمجھ کر سنا اور پوری پوری اطاعت کی۔ اس عہد کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... ''یہ وہ عہد ہے جسے خلیفۃ الرسول ابوبکر بن ابوقحافہ (رضی اللہ عنہما) نے دنیا کے اس آخری وقت میں کہ جب اسے وہ چھوڑ کر جانے والا ہے اور آخرت کے اس اوّل عہد میں باندھا ہے کہ جب وہ اس میں داخل ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں کافر آدمی بھی ایمان لے آتا ہے، فاجر آدمی یقین کر لیتا ہے اور جھوٹا آدمی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم لوگوں پر عمر بن خطاب کو اپنے بعد اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ میں نے تمہارے لیے بھلائی میں کوتاہی نہیں کی۔ پس اگر عمر بن خطابؓ نے پورے عدل سے کام لیا تو یہ میری اس سے واقفیت اور اچھے گمان کی وجہ سے ہوگا۔ اور اگر اس نے میرے اس گمان کو بدل دیا (یعنی انصاف نہ کیا) تو ہر شخص کو وہی ملنے والا ہے جو اس نے کمایا ہوگا۔ میں نے تو بھائیو! خیر ہی کا ارادہ کیا ہے۔ غیب میں نہیں جانتا۔ اور جنہوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس پہلو پر پھیرے جاتے ہیں۔ (یعنی سزا کی طرف یا اچھی جزاء کی طرف۔)''

اور اگر خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق نے مدعیانِ نبوت اور مرتدین و مانعینِ زکوٰۃ پر فیصلہ کن معرکوں کے ساتھ دولت اسلامیہ کے ستونوں کو مضبوط کر دیا تھا تو بلاشبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے انتظام و انصرام وضع کر کے اور عملی اصول و قواعد کے احکام جاری کر کے اس دولت اسلامیہ کو منظم کر دیا تھا۔ بالخصوص اس وقت کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں سلطنت اسلامیہ کی زمین وسعت اختیار کر گئی تھی۔ یہ بات درج ذیل ان عظیم الشان اعمال سے واضح ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جن کی بنیاد جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی۔ مثلاً: (۱)......خراج کا نظام۔ (۲)......محکمہ جات کا قیام۔ (۳)......صوبہ جات کا قیام وتنظیم۔ (۴)...... نئے شہروں کی بنیاد۔ (۵)...... سکے جاری کرنا۔ (۶)...... قضاۃ کا تعیّن وتقرر۔ (۷)...... حسبہ کے نظام کی بنیاد۔ (۸)...... ڈاک کے نظام کی ابتداء۔ (۹)......لوگوں کو قرآنِ حکیم، حدیث اور علومِ فقہ کی تدوین اور دین اسلام کی تعلیم دینے کے لیے مفتوحہ علاقوں کی طرف علماء اساتذہ اور دینی راہنماؤں کا بھیجنا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ پہلے خلیفہ ہیں کہ جنہوں نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ اور یہ لقب مسلمان حکام کے درمیان پے درپے اختیار کیے گئے القاب میں سب سے زیادہ مشہور لقب ہو گیا۔ آپ ہی وہ شخصیت ہیں کہ جس نے سب سے پہلے ہجری تاریخ لکھنے لکھوانے کو رائج کیا۔ آج بھی مسلمان جس ہجری تاریخ کو لکھ رہے ہیں اس کی فضیلت بھی جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف پلٹتی ہے کہ آپؓ نے اس کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کو بطور آغاز اختیار فرمایا۔ اس لیے کہ یہ ہجرت ایک ایسا نقطہ شمار ہوتی ہے کہ جس کے گرد دعوت اسلامیہ اور اس کا غلبہ گھومتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے مدینہ منورہ کی حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ دُرّہ تھام کے رکھا اور اس سے جہلاء کو ادب سکھایا۔ اور ایک کارنامہ یہ بھی تھا کہ لوگوں کو رمضان المبارک میں آٹھ رکعات تراویح پر اکٹھا کیا اور جماعت کا اہتمام کیا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سارے ملک فتح ہوئے۔ بیت المقدس آپؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ دمشق اور ملک شام کے دیگر علاقے فتح ہوئے۔ عراق کا علاقہ الجزیرہ، موصل فتح ہوئے۔ ملک فارس وترک فتح ہوئے۔ مصر اور مغرب عربی فتح ہوئے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو بھی جانا کہ لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کس طرح کر سکتے ہیں۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت زیادہ طویل ہونے کی وجہ سے ان کی یہ خدمات ان کے ساتھ مخصوص ہوگئیں۔ اور سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی نسبت لوگوں کا آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر اتفاق کی وجہ سے بھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت تھوڑی تھی اور اس میں فتوحات زیادہ نہ ہوسکیں کہ جو اختلاف کا سب سے بڑا سبب بنیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جنابِ عمرؓ نے اس مدت میں لوگوں کی حفاظت کا اہتمام فرمایا تھا کہ اس میں آپؓ سے کسی نے اختلاف نہ کیا۔ پھر جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعت ہوگئی، علماء وفقہاء کے اقوال پھیل گئے اور آراء مختلف ہوگئیں۔ خلق کثیر کی اطاعت وفرمانبرداری جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو میسر آئی اور لوگوں نے بخوشی اسے قبول کیا تھا وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو نصیب نہ ہوسکی۔ پس یہیں سے فتنوں کا آغاز ہوا۔ حتی کہ معاملہ ان کے قتل تک جا پہنچا۔ جب علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنبھالا تو اختلاف بڑھتا ہی چلا گیا اور فتنے پھیلتے ہی چلے گئے۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ رب العالمین کے معاملے میں نہایت متواضع تھے۔ روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کرنے والے، موٹا جھوٹا پہننے والے، اللہ ذوالجلال کی ذات کے لیے نہایت سخت، (اللہ کی نافرمانی آپؓ سے برداشت نہ ہوتی تھی۔) کپڑے میں کہ جب پھٹ جاتا چمڑے کا پیوند لگا لیتے تھے۔ رعب و دبدبہ اور بڑی ہیبت والا ہونے کے باوجود گھر کا پانی لانے کے لیے مشک اپنے کندھے پر اٹھا لیتے۔ گدھے کی ننگی پشت پر سوار ہو جاتے اور اس اونٹ پر بھی کہ جس کو کھجوری چھال والی نکیل ڈالی ہوئی ہوتی۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت تھوڑا ہنسنے والے تھے، کبھی کسی سے مزاح نہ کرتے۔ آپؓ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر گھر میں داخل ہوتے۔ اور پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد فجر تک نماز ادا کرتے رہتے۔ پوری زندگی پے درپے نفلی روزے رکھتے رہے، حتی کہ شہادت کی موت واقع ہوگئی۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک پر اللہ کے خوف سے روتے رہنے کی بنا پر دو کالی دھاریاں بن گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جب قرآنی آیات سنتے تو غشی طاری ہو جاتی اور پھر آپؓ کو اٹھا کر اس حال میں گھر لے جایا جاتا کہ زمین پر پچھاڑے پڑے ہوتے اور کئی کئی دنوں تک آپؓ کی بیمار پرسی کی جاتی اور اللہ کے خوف کے سوا آپؓ کو کوئی مرض نہ ہوتا تھا۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر: "كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ ...... عمر! موت ہی ایک نصیحت کرنے والا تیرے لیے کافی ہے۔"

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غداری کے ذریعے کی جانے والی ایک سازش کے نتیجے میں شہید کیے گئے کہ جس کے پیچھے بعض مجوسی اور یہودی، اسلام کے دشمنوں کا ہاتھ تھا اور اس کی تنفیذ ابولؤلؤ مجوسی (آتش پرست) کے ہاتھوں ہوئی کہ جس نے مسجد نبوی میں اس وقت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار کر کے کی جب آپؓ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز مکمل کروائی۔ جب لوگوں نے نماز مکمل کر لی تو جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے قاتل کے متعلق پوچھا؛ وہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا: "وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤ مجوسی ہے۔" فرمایا: اللہ اس کو برباد کرے! میں نے تو اسے نیکی کا حکم دیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں واقع نہیں ہو رہی۔

تو باوجود اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس زخمی حالت میں صاحب فراش، قریب المرگ تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والے فریضہ کو ہرگز نہیں بھولے تھے۔

((جَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ : أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ وُلِّيْتَ فَعَدَلْتَ ، ثُمَّ شَهَادَةٌ. قَالَ: وَدِدْتُ أَنَّ ذٰلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ. فَلَمَّا أَدْبَرَ إِذَا إِزَارُهُ يَمَسُّ الْأَرْضَ ، قَالَ : رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ. قَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ ، إِرْفَعْ ثَوْبَكَ ، فَإِنَّهُ أَنْقٰى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِثَوْبِكَ وَأَتْقَى لِرَبِّكَ))❶

''ایک نوجوان اندر آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! آپ کو خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی۔ ابتدا میں اسلام لانے کا شرف حاصل کیا جو آپؓ کو معلوم ہے۔ پھر آپ خلیفہ بنائے گئے اور آپؓ نے پورے انصاف سے حکومت کی، پھر شہادت پائی۔'' جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تو اس پر بھی خوش تھا کہ ان باتوں کی وجہ سے برابر میں میرا معاملہ ختم ہو جاتا۔ نہ ثواب ہوتا اور نہ عذاب۔'' جب وہ نوجوان جانے لگا تو اس کا تہبند (ازار) زمین سے لگ رہا تھا (ٹخنوں سے نیچے تھا۔) جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس لڑکے کو میرے پاس بلاؤ۔ (جب وہ نوجوان آیا تو) آپؓ نے فرمایا: ''بھتیجے! یہ اپنا کپڑا اوپر اٹھا کر رکھا کرو، کہ اس سے تمہارا کپڑا بھی صاف رہے گا اور تمہارے رب سے تقویٰ کا باعث بھی بنے گا۔''

اور پھر جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان سے اجازت لیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے دونوں صاحبین سید الاوّلین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ اور خلیفۃ الرسول سیّد الأمۃ الاسلامیہ ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حجرۂ عائشہ میں دفن کر دیا جائے۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس پلٹ کر آئے تو ان کے ابوجان نے ان سے پوچھا:

((مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْ تُحِبُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، أَذِنَتْ۔ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ فَإِذَا أَنَا قَضَيْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ، ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَأَدْخِلُوْنِيْ ، وَإِنْ رَدَّتْنِي رُدُّوْنِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ)) وَقِيْلَ لَهُ: ((أَوْصِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِسْتَخْلِفْ۔ قَالَ: مَا أَجِدُ أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ ــ أَوِ الرَّهْطِ ــ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ: فَسَمَّى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ))❷

''کیا خبر لائے ہو؟'' عرض کیا: ''امیر المؤمنین! جو آپؓ کی تمنا تھی۔'' جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ کہا اور فرمایا: ''اس سے اہم چیز اب میرے لیے کوئی نہیں رہی۔ لیکن جب میری وفات ہو جائے اور مجھے اٹھا کر (دفن کرنے کے لیے) لے چلو تو پھر میرا سلام ان سے کہنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قصة البيعة ، حديث: ٣٧٠٠

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قصة البيعة ، حديث: ٣٧٠٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگ رکھی ہے۔ اگر وہ میرے لیے (دوبارہ) اجازت دے دیں تب وہاں دفن کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو مسلمانوں کے قبرستان (جنت البقیع) میں دفن کر دینا۔''

مسلمانوں نے عرض کیا: ''امیر المؤمنین! خلافت کے لیے وصیت فرما دیں۔'' فرمایا: ''ان حضرات کے علاوہ خلافت کا میں کسی اور کو مستحق نہیں پاتا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک ان سے راضی اور خوش تھے۔ پھر آپؓ نے علی بن ابو طالب، عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمٰن بن عوف (چھ افراد) کا نام لیا۔'' (رضی اللہ عنهم وأرضوه)

اور پھر جنابِ فاروق رضی اللہ عنہ ذوالحجہ سنہ ۲۳ ہجری کے آخری دنوں (3 نومبر 644ء) میں زخمی ہونے سے تین دن بعد اپنے رب سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً 60 سال اور مدت خلافت دس سال چھ ماہ تھی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ((وُضِعَ عُمَرُ عَلَى سَرِيْرِهِ ، فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ ــ وَأَنَا فِيْهِمْ ــ فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ آخِذٌ مَنْكِبِيَّ ، فَإِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، فَتَرَحَّمَ عَلَى عُمَرَ وَقَالَ: مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ۔ وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ ، وَحَسِبْتُ أَنِّي كُنْتُ كَثِيْرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ)) [1]

''سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کو (شہادت کے بعد) ان کے بستر (چارپائی) پر رکھا گیا۔ تو تمام لوگوں نے جسد اطہر کو گھیر لیا اور ان کے لیے اللہ سے دعا اور مغفرت طلب کرنے لگے، جبکہ ابھی اٹھائے نہیں گئے تھے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ اسی حالت میں اچانک ایک شخص نے میرا شانہ پکڑ لیا۔ میں نے دیکھا تو وہ علی بن ابو طالب تھے، رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور (ان کے میت وجود کو مخاطب کر کے) فرمایا: عمر! تم نے میرے نزدیک اپنے جتنا زیادہ محبوب شخص اپنے بعد نہیں چھوڑا کہ جسے دیکھ کر مجھے تمنا ہوتی کہ اس کے عمل جیسا عمل کر کے میں اللہ سے جا ملتا۔ اور اللہ ذوالجلال کی قسم! مجھے تو پہلے سے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے صاحبین کے ساتھ ہی رکھے گا۔ میرا یہ یقین اس وجہ سے تھا کہ میں نے اکثر رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب عمر بن الخطاب ح : ٣٦٨٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنے تھے: ''میں، ابوبکر اور عمر گئے۔ میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے۔ میں، ابوبکر اور عمر باہر آئے۔''

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں یہ گمان نہیں کرسکتا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہو اور وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عیب جوئی بھی کرے۔ جبکہ نبی ﷺ تو ابوبکر اور عمر دونوں سے محبت فرماتے تھے۔ اور جو شخص اس سے محبت نہ کرے کہ جس سے نبی اکرم ﷺ محبت کرتے ہوں تو وہ گویا خود نبی معظم ﷺ سے محبت نہیں رکھتا۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران:۳۱)

''اے میرے پیارے نبی! آپ لوگوں سے کہہ دیجیے! (لوگو!) اگر تم اللہ رب العالمین سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو (جس سے میں محبت کروں، تم بھی اس سے محبت کرو، جس سے میں نفرت کروں، اس سے تم بھی نفرت کرو۔) پھر اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ ذوالجلال والاکرام تو نہایت ہی بخشنہار اور مہربان ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے: '' نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ ...... عمر کیا خوب آدمی ہیں۔'' ❶

((سُئِلَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: ((مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهُ؟ قَالَتْ: أَبُوْبَكْرٍ ، فَقِيْلَ لَهَا : ثُمَّ مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ : عُمَرُ ، ثُمَّ قِيْلَ لَهَا: مَنْ بَعْدَ عُمَرَ؟ قَالَتْ : أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔ ثُمَّ انْتَهَتْ إِلٰى هٰذَا)) ❷

''ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: اگر نبی مکرم ﷺ نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانا ہوتا تو کسے مقرر فرماتے؟ سیّدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ابوبکر کو۔'' ان سے پوچھا گیا: پھر ابوبکر کے بعد کس کو؟ فرمایا: ''عمر کو۔'' ان سے پھر پوچھا گیا؛ ''اور عمر کے بعد؟'' فرمایا: ''ابوعبیدہ بن الجراح کو۔'' رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر آپؓ یہاں تک پہنچ کر رک گئیں۔''

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر نبی کریم ﷺ راضی تھے

سیّدنا عمر بن خطاب نے جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا تھا: '' تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ ...... رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو عثمان بن عفان سے راضی تھے۔'' ❸ ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

❶ صحیح سنن الترمذی / ح: ۲۹۵۹

❷ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه ح : ٦١٧٨

❸ صحیح البخاری / ح: ۳۷۰۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عشرہ مبشرہ میں سے ایک، اصحاب شوریٰ کی چھ رکنی کمیٹی کے ایک ممبر اور پھر ان چھ میں ان تینوں میں سے ایک کہ جن کے لیے خلافت کا چناؤ کیا جانا تھا۔ پھر تمام مہاجرین و انصار کے متفقہ فیصلے کے مطابق خلافت کے لیے آپؓ کا انتخاب ہوا۔ تو آپؓ یوں تیسرے خلیفۂ راشد منتخب ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے وہ داماد کہ جن سے نبی معظم ﷺ نے آگے پیچھے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح کیا۔ پہلے رقیہ آپ کی بیوی بنیں اور پھر ان کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ شہید عثمان کہ جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے تھے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَحْفِرْ بِئْرَ رُومَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ۔ فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ))

وَقَالَ ﷺ: ((مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ۔ فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ)) [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بئر رومہ (ایک کنویں کا نام تھا) کو خرید کر سب مسلمانوں کے لیے عام کردے اس کے لیے جنت ہے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر عام کر دیا تھا۔'' اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جیش عسرہ (غزوۂ تبوک والے لشکر) کو سامان سے لیس کرے گا اس کے لیے جنت ہے۔'' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (اللہ کی راہ میں زرِ کثیر دے کر) اس لشکر کو تیار کیا تھا۔''

(جب ابوبکر بن ابوقحافہ کے ذریعے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت ملی تو) آپؓ نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی دعوت کو فوراً قبول کرلیا۔ اللہ کے نبی ﷺ پر ایمان لے آئے اور اس پورے دین پر بھی کہ جسے آپ دے کر دنیا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو بار ہجرت کی۔ ایک دفعہ حبشہ کی طرف اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف۔ نبی معظم ﷺ کا پورا پورا ساتھ دیا اور آپؐ سے (موت پر) بیعت کی۔ نبی کائنات ﷺ کی زندگی کے آخری لمحات تک جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ کبھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور نہ کبھی آپ رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا اور جب آپؐ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو جنابِ عثمانؓ پر آپ ﷺ خوش تھے۔

پھر سیدنا عثمان نے جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی اور بہترین ساتھ دیا۔ جب خلیفۃ الرسول (ﷺ) جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ دنیا سے جا رہے تھے تو حضرتِ عثمان پر راضی تھے۔ پھر آپؓ نے جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی اور بہترین ساتھ دیا۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ دنیا سے جا رہے تھے تو وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔ اور جن چھ اصحاب کی جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ بنائی تھی (جو باہم مشاورت سے اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلیں) ان میں ایک جنابِ عثمان بھی تھے رضی اللہ عنہ۔ آپؓ ان سب سے زیادہ بہتر تھے، چنانچہ آپؓ کو خلیفہ مقرر کرلیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین ہو گئے۔

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عثمان بن عفان رضي الله عنه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ پھر (وہ وقت بھی آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے) آپؓ نے نبی محترم و مکرم ﷺ کی صاحبزادی اور اپنی زوجہ محترمہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی۔ (مکہ کی ساری نعمتیں جو آپؓ کو میسر تھیں چھوڑ چھاڑ کر حبشہ جا آباد ہوئے۔) پھر اس وقت آپ حبشہ سے واپس مکہ پلٹ آئے جب آپؓ کو (دشمن کی طرف سے پھیلائی گئی غلط خبر کی بنا پر) اہل مکہ کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی، (تو کچھ عرصہ بعد) مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ (یعنی آپ رضی اللہ عنہ ذوالنورین بھی ہوئے اور ذو الْهِجْرَتَین بھی۔)

حدیبیہ والے واقعہ میں نبی اکرم ﷺ نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ کے سرداروں کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تا کہ آپ ان کو جا کر یہ پیغام پہنچائیں کہ رسول اللہ ﷺ لڑائی کے لیے نہیں آئے۔ بلکہ آپ تو صرف بیت اللہ الحرام کی زیارت و تعظیم کے لیے تشریف لائے ہیں۔

چنانچہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور نبی معظم ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ مگر قریش مکہ نے (کسی سبب سے) آپ کو وہاں روک لیا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) وہاں قتل کر دیے گئے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو (عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے موت پر) بیعت کے لیے بلایا۔ (اور پھر چودہ سو سے زائد صحابہ کرام نے) ایک درخت کے نیچے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی جسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک پھیلاتے ہوئے فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔'' اور پھر اپنا بایاں ہاتھ اس پر رکھتے ہوئے فرمایا: ''یہ (سب سے پہلے) میری عثمانؓ کے لیے بیعت ہے۔''

نبی رحمت ﷺ نے جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک مصیبت کے وقت کہ جو آپ کو (بعد میں) پہنچنے والی تھی، جنت کی خوشخبری سنائی اور یہ کہ وہ ایک فتنہ بن گئی اور اس میں عثمان مظلوم شہید کر دیے گئے، (رضی اللہ عنہ) نبی رب کبریاء ﷺ نے فرمایا تھا کہ عثمانؓ اس میں شہید ہوں گے۔ (اور یہ عبداللہ بن سبا کی تیار کردہ خوارج کی جماعت کا پہلا بلوہ تھا۔ امت اسلامیہ میں چلنے والی یہ پہلی تلوار ایسی تھی کہ آج تک رک نہیں سکی۔) رسول اللہ ﷺ جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی حیاء کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُضْطَجِعًا فِيْ بَيْتِيْ كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ أَوْ سَاقَيْهِ فَاسْتَأْذَنَ أَبُوبَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ فَتَحَدَّثَ ، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَوَّى ثِيَابَهُ. فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ أَبُوبَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ، ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ، ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ ، فَقَالَ: ((أَلاَ أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولے لیٹے ہوئے تھے کہ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور آپ ﷺ اسی حالت میں ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ نبی معظم ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اور اسی حالت میں آپ ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر عثمان آئے (رضی اللہ عنہ) اور اجازت چاہی۔ (رسول اللہ ﷺ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور پھر) آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست فرما لیا۔ عثمان اندر داخل ہوئے اور باتیں کیں۔ جب عثمان ذوالنورین (رضی اللہ عنہ) چلے گئے تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''اللہ کے رسول! (ﷺ) ابوبکر آئے اور آپ نے ان کا کوئی خیال نہ کیا (اپنا کپڑا ویسا ہی رہنے دیا) پھر عمر رضی اللہ عنہما آئے اور آپ ﷺ نے ان کا بھی کوئی خیال نہ کیا۔ (اپنا کپڑا ویسا ہی رہنے دیا۔) پھر عثمان آئے (رضی اللہ عنہ وأرضاہ) آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے کو بھی درست فرما لیا؟'' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں اس شخص سے شرم نہ کروں کہ جس سے فرشتے شرم کرتے ہوں؟''

تو اس حدیث مبارکہ میں جنابِ عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وأرضاہ کی فضیلت وعظمت بھی ظاہر ہوئی اور فرشتوں کے ہاں ان کی جلالت بھی۔

((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِى أَبُوبَكْرٍ ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ)) ❷

جنابِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امت محمدیہ (علی صاحبها التحية والسلام) میں سب سے زیادہ اس امت پر رحم کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اور اللہ کا کام سرانجام دینے میں سب سے زیادہ سخت عمر بن خطاب ہیں۔ اور شرم وحیاء میں سب سے زیادہ سچے عثمان بن عفان ہیں۔'' (رضی اللہ عنہم)

جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری اوقات میں جو چھ اصحاب کی مجلسِ شوریٰ بنائی تھی۔ اس میں حضرت عثمان بھی تھے اور پھر آپ ہی کو خلیفۂ ثالث منتخب کر لیا گیا۔ چنانچہ آپ کی خلافت میں بے شمار فتوحات

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل عثمان بن عفان رضي الله تعالىٰ عنه ح : ٦٢٠٩

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٨١ وسنن الترمذي / كتاب المناقب / ح : ٣٧٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوئیں۔ اسلامی سلطنت کو بہت وسعت ملی۔ ان فتوحات میں: اندلس وافریقہ کی فتح، قبرص واصطخر کی فتح، اور طبرستان سمیت کئی دور دراز کے ملکوں کی فتح شامل تھی۔ محمدی حکومت (علی صاحبها التحية والسلام) بہت پھیل گئی۔ رسالت محمدیہ زمین کے تمام مشارق ومغارب میں پہنچ گئی۔ اور اللہ رب العالمین کے درج ذیل فرمان کا مصداق لوگوں کے لیے واضح ہوگیا۔ فرمایا:

ا..... ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o ﴾ (النور:۵۵)

''(مسلمانو!) اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ پکا وعدہ کیا ہے جو اس پر پختہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسے اس نے ان سے پہلے والے لوگوں کو حکومت دی تھی (داؤد وسلیمان علیہما السلام اور دیگر بنو اسرائیل کے نیک بادشاہوں کو) اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اسلام کو) وہ ان کے لیے جمادے گا، (ثابت کردے گا۔) اور ان کو جو (اپنے دشمنوں سے اس وقت) ڈر ہے، اس کے بعد ڈر کے بدلے انہیں امن عطا کرے گا۔''

اور فرمایا:

ب..... ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ لا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ o ﴾ (الصّف:۹)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول (حضرت محمد ﷺ) کو ہدایت (قرآن وسنت) اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے (دین اسلام کو) سارے دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکین وکفار اس بات کو برا ہی کیوں نہ جانیں۔''

ج.....((وَقَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا هَلَكَ كِسْرَىْ فَلَا كِسْرَى بَعْدَهٗ ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) [1]

اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی لوگوں پر ظاہر ہوگیا۔ فرمایا: ''جب کسریٰ ایران (بذریعہ جہاد اسلامی)

[1] أخرجه البخاري في كتاب فرض الخمس ، باب قول النبي ﷺ : " احلت لكم الغنائم " ح : ۳۱۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد (تا قیامت) کوئی (دُوسرا) کسریٰ نہ بن سکے گا۔ اور جب قیصرِ رُوم ہلاک ہو جائے گا تو (قیامت تک) اس کے بعد کوئی قیصر نہ بن سکے گا۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان دونوں بادشاہوں کے خزانے اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کرو گے۔''

چنانچہ ان سارے وعدوں کا وقوع پذیر ہونا جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ میں ثابت ہو گیا اور مضبوط ہونا بھی۔ اسی طرح آپؓ نے بیت اللہ کے اردگرد کھڑے کیے گئے پتھروں کی تجدیدِ نو، مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع کا کارنامہ بھی سرانجام دیا۔ جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلتوں اور عظیم نیکیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپؓ نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع فرمایا۔ اور مصحف کریم (قرآنِ مجید) کے کئی خطی نسخے اس آخری پیش کی جانے والی حالت پر کتابت کروائے کہ جس (ترتیب وقرأت) کو سیّدنا جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ پر آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے آخری سالوں میں پڑھا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بعض غزوات میں شریک تھے۔ ان غزوات میں شام کے مسلمانوں کی خلق کثیر اور عراقی مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت شریک تھی اور وہ لوگ جو قرآنِ حکیم کی تلاوت سات حروف پر جائز ہونے کا علم نہیں رکھتے تھے، اپنی قرأت کو دوسروں کی قرأت پر افضل جانتے تھے۔ بسا اوقات دوسروں کی قرأت کو یہ لوگ غلط کہتے اور اس پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیتے۔ چنانچہ اس بات نے شدید اختلاف کی صورت اختیار کر لی اور لوگوں کے درمیان تلخ کلامی کی نوبت پہنچ گئی۔ جنابِ حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سوار ہو کر آ گئے۔ اور عرض کیا: اُمیر المؤمنین! قبل اس کے کہ امت اسلامیہ میں یہود و نصاریٰ کے اپنی کتابوں میں اختلاف کی طرح، شدید اختلاف پیدا ہو جائے آپ اس امت کو وقت پر پہنچ جائیں۔ (انہیں اختلاف سے بچالیں۔) اور پھر جنابِ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں قرأت کے اندر جو اختلاف دیکھا تھا اسے بیان کیا۔ تب خلیفۂ ثالث اُمیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کبار علماءِ صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اور پھر آپؓ نے رائے قائم کی کہ مصحف مبارک کو ایک قرأت پر لکھ لیا جائے۔ اور یہ کہ مسلمانوں کو تمام صوبوں میں سے دیگر قرأتوں پر جمع کر لیا جائے۔ تو آپؓ نے اس ضمن میں جو مصلحت دیکھی اس کے پیش نظر اس تنازعہ کو یوں روکا اور اختلاف کو دور فرمایا۔

پس آپؓ نے ان صحف کو منگوایا کہ جنہیں جمع کرنے (اور لکھنے کے لیے) جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا۔ اور یہ صحف جنابِ صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس رہے۔ پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جب ثانی خلیفۂ راشد شہید ہو کر اللہ سے جا ملے تو یہ صحف آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے۔ چنانچہ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ منگوائے اور سیّدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ وہ ان کی کتابت کریں اور عبداللہ بن زبیر الاسدی اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی کی موجودگی میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین اس کی املاء کروائیں۔ اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ جب وہ کسی چیز میں اختلاف کریں تو اس کو وہ قریش کی لغت پر لکھیں۔

کئی ایک نسخے جب تیار ہو گئے تو ان میں سے ایک اہل شام کی طرف بھیجا۔ ایک مصر والوں کی طرف۔ ایک کوفہ والوں کو بھیجا اور ایک بصرہ والوں کو۔ اسی طرح ایک مصحف مکہ بھیجا، ایک یمن کی طرف اور ایک مدینہ منورہ میں رکھا۔ ان ساتوں نسخوں کو ''مقتدا مصاحف'' کہا جاتا ہے۔ یہ سب کے سب جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے نہیں تھے اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایک بھی۔ بلکہ یہ جنابِ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خط میں تھے۔ (انہوں نے ان مصاحف کی کتابت کی تھی۔) ان نسخوں کو مصاحف عثمانیہ آپ کے حکم و امارت اور زمانے کی طرف نسبت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: ''ہرقلی دینار'' یعنی دینار کا وہ سکہ جو ہرقل شاہِ روم کی طرف سے اس کے زمانے اور حکومت میں رائج ہوا۔

ذُوالنُّورَین عثمان بن عفّان کی شہادت کا واقعہ:

ماہِ شوال سنہ ۳۵ ہجری میں مصر، کوفہ اور بصرہ سے کمینے، رذیل قسم کے بیوقوف لوگوں کے انبوہ اور خارجیوں کے جتھے مدینہ منورہ پہنچنا شروع ہو گئے جو سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ پر بعض معاملات میں اعتراض کرتے تھے۔ اور اس وقت کہ جب آپؓ منبر پر خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے آپؓ پر حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ پھر انہوں نے آپؓ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا اور مسجد کی طرف نکلنے سے روک دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا، پانی جانے سے روک دیا اور آپ کو قتل کی دھمکی دی۔ پھر انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے لیے مسند خلافت خالی کر دیں اور اس سے دستبردار ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ذوالنّورین کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

((يَا عُثْمَانُ إِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا ؛ فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ)) [1]

''اے عثمان! شاید اللہ تمہیں (خلافت و امارت والا) ایک کرتہ پہنائے اور لوگ اسے تم سے اتارنا چاہیں تو تم اسے ہرگز نہ اتارنا۔''

اسی لیے جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے صاف کہہ دیا: ''جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں امرِ خلافت ان کے لیے اتار پھینکوں؟ تو ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں اس لباس کو اپنے اوپر سے ہرگز اتارنے والا نہیں کہ جسے مجھ کو اللہ نے

[1] صحيح سنن الترمذي، رقم : ٢٩٢٣ وسنن الترمذي / كتاب المناقب / ح : ٣٧٠٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنایا ہو۔ اور پھر جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ نے (اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر) لوگوں کو جمع کر کے درج ذیل خطاب فرمایا:

((أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ وَالإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ)) فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ ، فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنِيْ أَنْ أَشْرَبَ مِنْهَا ، حَتَّى أَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ۔ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ وَالْإِسْلَامِ ، هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِأَهْلِهِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ فَيَزِيْدُهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ)) فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ ، وَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنِيْ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْهَا رَكْعَتَيْنِ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ۔ قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ وَالْإِسْلَامِ ، هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّي جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِيْ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ۔ ثُمَّ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ وَالإِسْلَامِ ، هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ عَلَى ثَبِيْرِ مَكَّةَ وَمَعَهُ أَبُوبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَأَنَا ، فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهُ بِالْحَضِيْضِ ، قَالَ: فَرَكَضَهُ بِرِجْلِهِ ، فَقَالَ: ((اسْكُنْ ثَبِيْرُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ)) قَالُوْا : اَللّٰهُمَّ نَعَمْ۔ قَالَ: ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، شَهِدُوْا لِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَنِّيْ شَهِيْدٌ ثَلَاثًا)) [1]

''میں تم لوگوں سے اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں سوائے بئر رومہ کے پینے کے لیے میٹھا پانی نہ تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: جو اس رومہ کے کنویں کو خرید لے اور اپنے ڈول کو بھی مسلمانوں کے ڈولوں کے برابر سمجھے۔ (یعنی اپنا اس میں کوئی زیادہ تصرف نہ رکھے) تو اس کا حصہ جنت میں چن لیا جائے گا۔ سو اسے میں نے اپنے خاص مال سے خریدا۔ اور آج تم مجھے اسی کنویں سے روک رہے ہو کہ میں اس کا پانی پی نہ سکوں۔ حتی کہ سمندر کا کڑوا پانی پینے پر مجھے مجبور کیا گیا ہے۔'' کہنے لگے: اللہ گواہ ہے، یہی بات ہے۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میں تم لوگوں کو اللہ رب العزت اور دین اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا تم اس بات کو بھی جانتے ہو کہ مسجد نبوی نمازیوں کے لیے تنگ ہوگئی تھی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص آلِ فلاں کی (مسجد کے ساتھ والی) جگہ خرید کر مسجد کے ساتھ

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٢١ وجامع الترمذي / كتاب المناقب / ح : ٣٧٠٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھا دے گا۔ اس کو اتنا حصہ جنت سے چن کر دیا جائے گا۔'' تو میں نے یہ قطعہ ارضی اپنے خاص مال سے خرید کر مسجد کے ساتھ ملا دیا تھا۔ (اور مسجد وسیع ہو گئی تھی۔) آج تم مجھے اسی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکے ہوئے ہو کہ میں اس میں دو رکعات بھی پڑھنے نہ پاؤں؟ کہنے لگے: ''اللہ گواہ ہے یہی بات ہے۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میں تم لوگوں سے اللہ ذوالجلال والاکرام اور دین اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا تم اس بات کو بھی جانتے ہو کہ میں نے (نبی مکرم ﷺ کی تحریض پر غزوۂ تبوک کے لیے جانے والے) تنگدستی والے لشکر کو اپنے مال سے تیار کیا تھا؟'' کہنے لگے: ''ہاں!'' آپ رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ؛ رسول اللہ ﷺ (مکہ میں) جبل ثبیر پر تھے اور آپؐ کے ہمراہ جنابِ ابوبکر، عمر بن خطاب اور میں تھا۔ پہاڑ فخر کی وجہ سے ہلنے لگا۔ حتیٰ کہ اس کے بعض بھاری پتھر لڑھک کر نیچے گرنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو زور سے پیر مارتے ہوئے فرمایا: ''ارے ثبیر! رک جاؤ۔ تمہارے اوپر (اس وقت کائنات کا سب سے زیادہ) معزز نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔'' کہنے لگے؛ ہاں! اللہ گواہ ہے (ہم یہ بات بھی جانتے ہیں۔) تو پھر جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ نے تین بار دہرا کر فرمایا: ''اللہ اکبر! لو تم لوگ خود ہی گواہی دے چکے ہو اور رب کعبہ کی قسم! (حقیقت بھی یہی ہے) کہ میں شہید ہوں۔''

پھر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان سے (نبی رب العالمین ﷺ کی زبانِ مبارک سے جاری شدہ) اپنے مناقب وفضائل بیان فرمانے لگے کہ شاید ان کے بیان سے باغیوں کو روکنے میں کچھ فائدہ ہو اور وہ اللہ رب العالمین، اس کے رسول رحمۃ للعالمین اور خلیفۃ المسلمین (عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف پلٹ آئیں۔ اور آپؓ نے ان سے یہ بھی کہا؛ ابتدائے اسلام میں جب چار لوگ مسلمان ہوئے تھے تو میں ان میں سے چوتھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی (رقیہ رضی اللہ عنہا) کا مجھ سے نکاح کیا اور وہ ایک عرصہ بعد فوت ہو گئیں۔ تو آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی (ام کلثوم رضی اللہ عنہا) سے نکاح کر دیا۔ میں نے زمانۂ جاہلیت میں اور اسلام لانے کے بعد بھی کبھی زنا نہیں کیا اور نہ ہی کبھی چوری کی۔ نہ میں نے کبھی سختی کی اور نہ ہی (کثرتِ مال کی کبھی) خواہش کی۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اپنے دائیں ہاتھ سے بیعت کی ہے کبھی میں نے اس سے اپنی شرم گاہ کو نہیں چھوا۔ میں نے نبی معظم ﷺ کے عہدِ مبارک میں قرآن کو جمع کیا۔ (جب سے اسلام لایا ہوں۔) میرے اوپر کوئی ایسا جمعہ کا دن نہیں گزرا کہ جس میں ایک غلام میں نے آزاد نہ کیا ہو۔ (ہر جمعہ ایک غلام آزاد کرتا ہوں۔) سوائے اس کے کہ کسی جمعہ مجھے کوئی غلام آزاد کرنے کے لیے میسر نہ آئے تو میں اگلے جمعہ دو آزاد کر دیتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اس ساری وعظ و نصیحت اور دل نرم کر دینے والی گفتگو کے باوجود سرکش جاہلوں اور خائنوں نے انکار کر دیا۔ اور جس دشمنی اور بغاوت والی خباثت پر وہ قائم تھے اسی کو انہوں نے برقرار رکھا۔ اور انہوں نے لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے اور جو وہاں تھے انہیں وہاں سے نکلنے سے منع کر دیا، حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی حالت بہت شدید ہوگئی اور نجات کا راستہ تنگ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ و أرضاہ کے پاس پینے کا جو پانی تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔

جنابِ عثمان بن عفان ذوالنورین خلیفۂ راشد الثالث نے صحابہ کرام، ان کے بیٹوں، مہاجرین و انصار اور دیگر اہل ایمان کو قسم دے دی تھی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدافعت نہ کریں اور اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے جائیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کا ان سے پختہ عہد نہ ہوتا تو وہ آپ کی مدد آپ کے دشمنوں کے خلاف ضرور کرتے۔ مسلمانوں کے اندر سے جنگ تو ٹھنڈی پڑ گئی مگر باہر (ان باغیوں اور خارجیوں کی طرف) سے گرم ہوگئی اور معاملہ بہت سخت ہو گیا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ جس میں آپ رضی اللہ عنہ کی اجل قریب آنے کا واضح اشارہ تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حکم کے سامنے، اس کے جنت والے وعدہ کی امید اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ملاقات کے شوق میں سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک منگوایا، اسے اپنے ہاتھوں میں پھیلایا اور تلاوت کرنے لگے۔ خارجیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر پر ہجوم کر دیا۔ دروازے کو آگ لگا دی اور اندر گھس آئے۔ پھر ان میں سے ایک نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر کھجور کا ڈنڈا یا لوہے کی لٹھ ماری کہ جس سے آپ کا سر پھٹ گیا۔ آپ کا مقدس لہو مصحف مبارک پر گرنے لگا، حتی کہ اسے تر کر دیا۔ دوسرے کمینے (کنانہ بن بشیر) نے ذوالنورین کے سینے پر تلوار سے وار کیا۔ آپ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت فرافصہ بھاگ کر سامنے آئیں اور چیخنے لگیں۔ پھر اپنے آپ کو جنابِ عثمان رضی اللہ عنہا پر ڈال دیا۔ (تاکہ دشمنوں کے وار سے آپ رضی اللہ عنہ کو بچا سکیں۔) اور پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگیں: اے بنت شیبہ! کیا أمیر المؤمنین قتل کر دیا جائے گا؟ اور پھر تلوار تھام لی۔ مگر ایک بدبخت نے آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اور پھر خارجیوں، مفسدوں نے گھر کا سامان لوٹ لیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک اور شخص (عمیر بن حنابی) کود کر جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر چڑھ بیٹھا (شدید زخمی کرنے کے بعد) آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاؤں سے (۹) ٹھوکریں لگائیں۔ یہ جمعہ (۱۸) ذوالحجہ سنہ ۳۵ ہجری کا دن تھا جب آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ عثمان بن عفان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کی خلافت ۱۲ سال رہی اور شہادت کے وقت آپ کی عمر (۸۲) سال سے متجاوز تھی۔ آپ کو مدینہ منورہ کے قریب قبرستان البقیع میں دفن کیا گیا۔ [1]

---

[1] اس پورے مضمون کی تفصیل کے لیے: (۱) البداية والنهاية (خلافۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان سنہ ۲۴ ہجری اور (۲) السیرۃ النبویۃ ابن ھشام کی جلد نمبر: ۴، ص: ۳۱۵ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم ﷺ کی جنابِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يَوْمَ خَيْبَرَ: ((لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ)) قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ: أَيُّهُمْ يُعطَاهَا؟ فَلَمَّا أَصْبَحَ((النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ: ((أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟)) فَقِيْلَ: هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ ، قَالَ فَأَرْسَلُوْا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أُقَاتِلُهُمْ حَتّى يَكُونُوا مِثْلَنَا۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((أُنْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الاسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ ، فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ))[1]

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا: ''کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا۔ اور (یہ وہ اللہ کا شیر ہے) جو اللہ رب العالمین اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ کریم بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کا رسول بھی۔'' حضرتِ سہل بتلاتے ہیں کہ: وہ رات سب لوگوں کی اس فکر میں گزر گئی کہ دیکھیں اللہ کے نبی ﷺ (صبح) جھنڈا کسے عطا فرماتے ہیں؛ جب صبح ہوئی تو سب لوگ نبی معظم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب لوگ یہ خواہش رکھتے تھے کہ جھنڈا انہیں دیا جائے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ (رضی اللہ عنہ) عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! وہ تو آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ فرمایا: ''انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس لائے گئے۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اپنا تھوک (لعاب دہن) لگایا اور ان کے لیے (شفا کی) دعا کی۔ اس دعا کی برکت سے ان کی آنکھیں اتنی اچھی ہو گئیں جیسے پہلے کوئی بیماری اور تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر نبی رب کبریاء ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ وأرضاہ کو جھنڈا تھما دیا۔ جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے علم سنبھال کر عرض کیا؛ یا رسول اللہ! میں ان یہودیوں سے اس وقت تک

[1] أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب غزوة خيبر ح : ٤٢١٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد کروں گا جب تک وہ ہماری طرح کے (مسلمان پکے ایمان والے) نہیں ہو جاتے۔ ❶

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوں ہی چلے جاؤ۔ (جیسے تم نے بیان کیا) اور ان کے میدان میں اتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے (نہایت قیمتی) سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہوگا۔''

آپ رضی اللہ عنہ وأرضاہ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: ''علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی، ابو الحسن والحسین رضی اللہ عنہم۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت (ابتدائے نبوت) سے دس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن میں آپ کی تربیت نبی ﷺ نے فرمائی تھی۔ اور پھر جب جوان ہوئے تو اپنی لخت جگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا۔ اپنے بچپن سے ہی آپؓ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ کبھی آپؐ سے جدا نہ ہوئے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور آپ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

جناب علی رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ بالجنہ میں سے تھے۔ اور اس شوریٰ کے چھٹے رکن تھے کہ جس کو جناب عمر رضی اللہ عنہ نے منتخب فرمایا تھا۔ آپ ساداتنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین کے بعد چوتھے خلیفۂ راشد تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) مردوں میں سے پہلے بچے علی بن ابو طالب تھے جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ جو دین نبی معظم ﷺ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوا اس کی سچے دل سے تصدیق کی، آپؐ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور اس وقت آپؓ دس سال کے تھے۔ (یا اس سے کچھ زیادہ عمر کے۔) جناب علی رضی اللہ عنہ پر اللہ نے جو انعام فرمایا تھا وہ یہ کہ اسلام سے قبل آپؓ رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش تھے۔ اللہ رب العالمین کے آپؓ پر اس انعام کا اور اس خیر کے ارادے کا سبب جو آپ رضی اللہ عنہ کو رب کائنات کی طرف سے عطا ہوا یہ تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ بالکل بچے تھے، بنو قریش کو تنگی والی سختی نے آ گھیرا۔ اور یہ بھوک، افلاس اور قحط سالی کا زمانہ تھا۔ نبی مکرم ﷺ کے چچا ابو طالب بڑے عیال دار تھے۔ (اولاد کافی تھی اور تنگدستی نے آ گھیرا۔) تو رسول اللہ ﷺ نے (کہ اس وقت آپ کو ابھی نبوت عطا نہیں ہوئی تھی) اپنے دوسرے چچا عباس بن عبدالمطلب سے کہا، اور وہ اس وقت بنو ہاشم میں سب سے زیادہ کشادگی والے تھے: ''چچا عباس! تمہارے بھائی ابو طالب (عبد مناف) بن عبدالمطلب کثیر العیال ہیں اور لوگوں کو اس وقت جو تنگی آئی ہوئی ہے وہ بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ چلیں ہم ان (ابو طالب) کے پاس چلتے ہیں اور اس کی اولاد کا بوجھ ان سے

❶ (یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں گے، نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا شروع کر دیں، اللہ اور اس کے رسول کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام جاننے لگیں تب انہیں چھوڑوں گا۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ ہلکا کریں۔ اس کے بیٹوں میں سے ایک تم لے آؤ اور ایک میں لے آتا ہوں۔ (اور ہم دونوں ان کی پرورش کریں۔)'' عباس کہنے لگے: ٹھیک ہے۔ دونوں چلتے ہوئے ابوطالب کے پاس آئے اور دونوں نے ان سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ ہلکا کریں، حتی کہ لوگوں کی وہ حالت تبدیل ہو جائے جس پر وہ اب ہیں۔ (یعنی قحط سالی سے ان کی جان چھوٹ جائے۔) تو ان دونوں سے ابوطالب نے کہا: اگر تم عقیل کو میرے لیے چھوڑ دو تو (باقی اولاد کے ساتھ) جو چاہو معاملہ کرو۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے علی کو لے لیا اور اپنے ساتھ چمٹا کے رکھا اور عباس نے جنابِ جعفر کو لے لیا اور اسے اپنے ساتھ ہمیشہ چمٹا کے رکھا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرما کر مبعوث کر دیا۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی مکمل تابعداری کی، آپ ﷺ کی تصدیق کی اور پختہ ایمان لائے۔ اسی طرح جعفر بھی ہمیشہ اپنے چچا عباس کے ساتھ رہے، حتی کہ اسلام کی روشنی سے منور ہو کر ان سے مستغنی ہو گئے۔'' رضی اللہ عنہم

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ (ابتدائے اسلام میں) جب نماز کا وقت ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں نکل جاتے اور جنابِ علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے باپ ابوطالب، اپنے تمام چچاؤں اور سارے قبیلے سے چھپ چھپا کر آپؐ کے ہمراہ نکل جاتے۔ دونوں وہاں جا کر نماز ادا کرتے اور پھر شام کے وقت واپس پلٹتے۔ جب تک اللہ نے چاہا دونوں اسی حالت پر رہے۔ پھر ایک دن ابوطالب نے ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک جگہ دونوں کو نماز پڑھتے ہوئے پالیا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: بھتیجے! یہ جس راستے کو تو اختیار کیے ہوئے ہے یہ کون سا دین ہے؟ فرمایا: جی چچا جان! یہ اللہ کا، اور اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور ہمارے جدِّ امجد ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ مجھے اللہ نے یہ دین دے کر لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ اے چچا جان! اس بات کے سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ میں آپ کو اس دین کے اختیار کرنے کی دعوت دوں۔ اور میں اس بات کا حقدار ہوں کہ آپ اس دعوت کو قبول کریں اور اس پر میری مدد کریں۔ (یا پھر دیگر روایات کے مطابق اسی ضمن میں نبی ﷺ نے کچھ اور فرمایا۔) تو ابوطالب کہنے لگے: میرے بھتیجے! میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑنے کی جرأت و استطاعت نہیں رکھتا۔ مگر ایک بات ہے: اللہ کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں، جس چیز کو آپ ناپسند کرتے ہوں گے وہ کبھی آپ کی طرف پہنچ نہ سکے گی۔

علماء نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ: اس وقت ابوطالب نے اپنے بیٹے علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: بیٹے! جس پر تم چل رہے ہو یہ کون سا دین ہے؟ تو انہوں نے کہا تھا: ابو جان! میں اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) پر ایمان لے آیا ہوں۔ اور جو نبی اکرم ﷺ دین لے کر آئے ہیں میں نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ اپنے اللہ کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور آپؐ کی فرمانبرداری کرتا ہوں۔ علماء کا خیال ہے کہ اس وقت ابوطالب نے ان سے کہا تھا: یہ محمد تمہیں کبھی بھی خیر کے سوا کسی اور چیز کی طرف دعوت دینے والا نہیں ہے، پس اس کو لازم پکڑ لو۔ (جو وہ کہے وہ کرو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ ﷺ)

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو جناب علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنے پیچھے چھوڑ آئے کہ آپ اتنی دیر تک مکہ چھوڑ کر نہ آئیں حتی کہ لوگوں کی وہ امانتیں واپس کر کے آئیں جو آپؐ کے پاس لوگوں کی جمع ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا مکہ میں کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جس کے پاس لوگ اپنا مال ضائع نہ ہونے کی بے خوفی سے امانتاً رکھتے ہوں، اس بنا پر کہ لوگ آپ ﷺ کی امانت و دیانت اور صداقت کے معترف تھے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ تین راتوں اور تین دنوں تک نبی معظم ﷺ کے بعد یہاں مکہ میں رکے رہے، حتی کہ آپؐ کے پاس جمع شدہ امانتوں کو پوری طرح سے ادا کر دیا۔ جب ان سے فارغ ہو گئے تو مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آ ملے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور اس معرکہ میں لڑائی کے وقت آپؓ کا ہاتھ (داؤ پیچ اور وار کرنے کے لحاظ سے) بہت صاف رہا۔ اس معرکۂ کبریٰ کے بعد فاطمۃ الزہراء علیہا التحیۃ والسلام بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی کی۔ آپ جنگ احد میں بھی شریک ہوئے اور سخت لڑائی کی۔ مشرکین کے بہت سارے لوگوں کو قتل کیا۔ اسی طرح آپؓ غزوۂ خندق میں بھی شریک تھے اور اس میں آپؓ نے عرب شاہسواروں کو تہہ تیغ کیا اور ان کے ایک مشہور و معروف بہادر عمرو العامری کی گردن بھی اڑائی۔ آپ رضی اللہ عنہ و أرضاہ بیعت رضوان میں بھی شریک تھے اور صلح حدیبیہ میں بھی۔ (بلکہ صلح حدیبیہ کی شرائط آپؓ نے ہی لکھی تھیں۔) جنگ خیبر میں بھی شریک ہوئے اور اس میں آپؓ کے نہایت حیران کن کارنامے رہے اور بڑے ہی فضیلت والے مشاہد۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا تھا: ''لشکر اسلامی کا جھنڈا میں کل اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ فتح عطا فرمائے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور اللہ رب العالمین و رسول رحمۃ للعالمین اس سے محبت کرتے ہیں۔'' (رضی اللہ عنہ وأرضاہ) اس معرکہ میں دوسری شان آپ کی یہ ہوئی کہ آپؓ نے یہودی شہسوار و بہادر مرحب کی گردن اتاری تھی۔

اسی طرح جناب علی رضی اللہ عنہ عمرۂ قضاء والے سفر میں بھی نبی اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ اور اسی سفر میں رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

((أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى))

کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون علیہما السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔'' ❶

جنابِ علی رضی اللہ عنہ فتح مکہ، جنگ حنین اور غزوۂ طائف میں بھی شریک تھے۔ اور ان تمام معرکوں میں آپ خوب لڑے تھے۔ اور پھر مقامِ جعرانہ سے احرام باندھ کر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عمرہ بھی کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ منتخب فرمایا۔ جنابِ علی رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے: اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب بنا کر جا رہے ہیں؟ تو اس وقت بھی آپؐ نے وہی ارشاد فرمایا جو اوپر ذکر ہوا۔

جب ایک بار نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو زمین پر ہی لیٹے ہوئے پایا اور آپؓ کے کپڑوں کو گرد و غبار لگ چکا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کی پشت سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا: ''اِجلِسْ یَا اَبَا تُرَابٍ ...... ابوتراب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔'' اور یوں آپؐ نے حضرتِ علیؓ کا لقب ابوتراب رکھ دیا۔ اور پھر یہ نام جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو بہت پیارا ہو گیا۔

((وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ)) ❷ وَقَالَ: عَلِيٌّ: لَقَدْ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ الْأُمِيُّ ﷺ ((أَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ)) ❸

''اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جس کا میں دوست ہوا، علی بھی اس کا دوست ہوا۔'' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ نبی امی ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ: ''علی! تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور تم سے بغض صرف منافق ہی رکھ سکتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو ملک یمن کا امیر اور حاکم بنا کر بھیجا تھا اور آپؓ کے ہمراہ خالد بن ولید بھی تھے۔ (رضی اللہ عنہ) پھر نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر پورے لشکر سمیت مکہ آئے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لائے۔ تو جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح میقات سے احرام باندھ کر تلبیہ پکارنا شروع کیا۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانی میں شریک کر لیا اور آپؓ (حجِ قران کی نیت سے کہ جس میں حاجی کو قربانی کا جانور میقات سے ساتھ لانا ضروری ہوتا ہے اور عمرہ والے احرام کے ساتھ ہی حج کے مناسک ادا کر لیے جاتے ہیں۔) نے اپنے احرام کو قائم رکھا۔ (یعنی حج تمتع کرنے والے کی طرح اسے عمرہ کرنے کے بعد کھولا نہیں۔) اور پھر

❶ صحيح البخاري ح: ٣٧٠٦، باب مناقب علي بن ابي طالب

❷ صحيح سنن الترمذي، رقم: ٢٩٣٠ والجامع / ح: ٣٧١٣

❸ صحيح سنن الترمذي، رقم: ٢٩٣٨ والجامع / كتاب المناقب / ح: ٣٧٣٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں (یعنی نبی مکرم ﷺ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ) نے مناسک حج سے فراغت کے بعد اپنے قربانی کے جانور ذبح کیے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے، تو حضرت علی سے جناب عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے پوچھو کہ آپ ﷺ کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟ تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس بارے میں آپ سے ہرگز نہیں پوچھوں گا۔ اس لیے کہ اگر آپؐ نے ہمیں اس سے محروم کر دیا تو اپنے بعد اس کا حق آپؐ لوگوں میں سے کبھی کسی کو نہ دیں گے۔ چنانچہ صریح صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خلافت کی وصیت نہ ہی تو علی رضی اللہ عنہ کے لیے کی اور نہ ہی کسی اور کے لیے۔ بلکہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے آپؐ نے اس ضمن میں ان کے لیے تلویح فرما دی کہ جس میں آپؓ کی خلافت کے لیے بہت ہی ظاہری سمجھا جانے والا اشارہ پایا جاتا تھا۔ جہاں تک اس افتراء کا تعلق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت فرمائی تھی تو یہ بالکل جھوٹ اور بہت بڑا بہتان ہے۔ اس سے بہت بڑی غلطی لازم آتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف سے اس خیانت اور اطاعت میں کمی والی نافرمانی کی نسبت بھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؐ کی وصیت کو نافذ کرنے سے انکار اور اسے اس کی طرف نہ پہنچانے کا جرم کیا کہ جس کے لیے آپؐ نے وصیت فرمائی تھی۔ اور اس وصیت کو انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف بغیر کسی مقصد اور سبب کے پھیر دیا۔ (العیاذ باللہ) جبکہ اللہ رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والا ہر شخص اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ دین اسلام حق ہے اور وہ اس افتراء کے باطل ہونے کو خوب جانتا ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کرام کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین خیر الخلق تھے۔ اور وہ اس امت کے تمام زمانوں میں سب سے بہتر دور کے لوگ تھے۔ اور صحابہ کرام کی جماعت قرآنی نص اور امت کے تمام سلف و خلف علماء کے اجماع کے مطابق دنیا کی تمام امتوں میں دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں سب سے معزز لوگ تھے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو جناب علی رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں شامل تھے کہ جنہوں نے نبی معظم ﷺ کو نہلایا، کفن دیا اور دفن کرنے کا ذمہ ادا کیا۔ اور جب سقیفہ بنو ساعدہ میں جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے کہ جنہوں نے مسجد نبوی میں آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حضرت علیؓ دوسروں کی طرح ان امراء صحابہ میں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے تھے کہ جو صدیق اکبرؓ کی اطاعت اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے۔ اور یہ اطاعت آپؓ کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھی۔ اور پھر جب نبی مکرم ﷺ کی وفات سے چھ ماہ بعد سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو جناب علی نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تجدید فرمائی۔ اور جب خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور آپؓ کی وصیت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق جنابِ عمر بن خطاب خلیفہ بنے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جملہ صحابہ کرام میں شامل تھے کہ جنہوں نے آپؓ سے بیعت کی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپؓ سے حکومتی اور دینی امور میں مشورہ کرتے رہتے تھے۔ پھر جب خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو آپؓ نے خلافت وحکومت کے معاملہ کو چلانے کے لیے چھ رکنی شوریٰ کمیٹی بنادی کہ جس میں چھٹے رکن علی بن ابو طالب تھے۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ. پھر ان چھ میں سے عثمان اور علی رضی اللہ عنہما باقی رہ گئے۔ دیگر نے معذرت کر لی۔ اور حضرت عثمان کو علی رضی اللہ عنہما پر مقدم کر دیا گیا کہ جس میں آپؓ نے اس حکم اور فیصلے کو سنا بھی اور اطاعت بھی کی۔ اور پھر جب خلیفہ راشد الثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بروز جمعۃ المبارک 18 ذوالحجہ سنہ 35 ہجری میں شہید کر دیا گیا تو لوگوں نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور بیعت کیسے ہوئی؟ ذرا یہ بھی سنو!

جنابِ علی رضی اللہ عنہ خلافت کی ذمہ داری بہت بڑا بوجھ سمجھتے تھے۔ جب لوگوں نے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپؓ کو اپنا امیر منتخب کرنا چاہا تو آپ نے امارت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حتی کہ لوگوں کی طرف سے معاملہ تکرار کی حد تک پہنچ گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے بھاگ کر بنی عمرو بن مبدول کی حویلی میں چلے گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ لوگ وہاں بھی پہنچ گئے اور دروازہ کھٹکھٹانے لگے اور پھر اپنے ہمراہ جناب طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو لے کر اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے۔ سب لوگوں نے عرض کیا: جنابِ محترم! خلافت وامارت کا معاملہ بغیر امیر کے چھوڑے رکھنا درست نہیں ہے آپ امارت قبول کریں۔ وہ لوگ جب لگاتار اصرار کرتے رہے تو تب جا کر جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی۔

چوتھے خلیفۂ راشد أمیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وأرضاہ پر بہت سارے فتنوں اور آزمائشوں نے ایک دم ہجوم کر دیا۔ خارجیوں نے آپؓ کے خلاف بغاوت کر دی، جن سے آپ کو جنگ کرنا پڑی۔ آپ کا اپنا لشکر آپ پر مضطرب ہو گیا اور عراقیوں نے مخالفت شروع کر دی۔ آپؓ کے ساتھ کھڑے رہنے سے انہوں نے بزدلی دکھائی اور پیچھے ہٹ گئے۔ جبکہ اس وقت ان کا امیر علی بن ابو طالب تمام اہل زمین سے بہترین شخصیت تھے۔ آپؓ نے انہیں اطاعت کے لیے دعوت دی، دنیا سے بے رغبتی دلائی، انہیں سمجھایا بجھایا اور اللہ عزوجل کا خوف دلایا۔ مگر اس کے باوجود ظالموں نے انکار کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو رسوا کیا اور آپؓ سے علیحدگی اختیار کر لی معاملہ یہاں تک پہنچا کہ آپؓ زندگی سے تنگ آ گئے اور موت کی تمنا کرنے لگے۔ یہ سب کچھ فتنوں کی کثرت اور آزمائشوں کے ظہور کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''اس دنیا کے سب سے شقی کو کیا چیز روکتی ہے؟ یعنی وہ کس بات کا منتظر ہے؟ اسے کیا ہو گیا ہے جو وہ (مجھے) قتل نہیں کر رہا؟'' پھر اپنی ڈاڑھی مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: ''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ضرور رنگی جائے گی۔'' اپنی شاہ رگ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: ''اس کے خون سے۔''

اور پھر ایک دن فجر کے وقت امیر المؤمنین علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کو نماز کے لیے نیند سے بیدار فرمانے لگے۔ اسی دوران عبدالرحمٰن بن عمرو المعروف ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر تلوار سے وار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کا مقدس لہو بہا اور ڈاڑھی مبارک کو تر کر گیا۔ آپ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کثرت سے زبان پر کرنے لگے۔ اس کلمہ مبارکہ کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کچھ نہیں بول رہے تھے۔ پھر جو گفتگو فرمائی تو اپنے دونوں لخت جگر سادا تنا الحسن والحسین رضی اللہ عنہما کو اللہ کے تقویٰ، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی باقاعدہ ادائیگی، غصے پر ضبط، صلہ رحمی، جاہل کے ساتھ بردباری سے پیش آنے، تفقہ فی الدین، اسلام پر ثابت قدمی، قرآن کے ساتھ (تلاوت و تدبر کے لحاظ سے) زیادہ مشغول رہنے، حسن ہمسائیگی، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی اور فواحش سے اجتناب کی وصیت و نصیحت فرمائی۔ اور ان دونوں کو اپنے دوسری ماں سے ان کے بھائی محمد بن الحنفیہ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی اور محمد رحمہ اللہ کو بھی وہی وصیت کی جو ان دونوں کو کی تھی۔ اور اسے یہ بھی حکم دیا کہ وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی تعظیم کرے اور ان دونوں سے جدا اپنے معاملے کو کہیں منقطع نہ کر بیٹھے۔ یہ سارا کچھ امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت والی کتاب میں قلمبند کروایا۔

جنابِ علی رضی اللہ عنہ کی وفات بذریعہ شہادت رمضان المبارک سنہ 40 ہجری میں واقعہ ہوئی اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال 9 ماہ تھی۔ سادا تنا الحسن والحسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور جنابِ حسن رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور آپ کی قبر کا نشان خارجیوں کے ڈر سے اوجھل رکھا گیا کہ وہ کہیں آپ کی قبر مبارک کو اکھیڑ کر جسد پاک نکال لیں اور بے حرمتی کریں۔ (فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

نبی کریم ﷺ کی محبت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے

((قَالَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ: ((أَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ رُعَافٌ شَدِيْدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتَّى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَأَوْصَى ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ: اسْتَخْلِفْ۔ قَالَ: وَقَالُوْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: وَمَنْ؟ فَسَكَتَ۔ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ ـــ أَحْسِبُهُ الْحَارِثَ ـــ فَقَالَ: اسْتَخْلِفْ۔ فَقَالَ عُثْمَانُ: وَقَالُوْا؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: وَمَنْ هُوَ؟ فَسَكَتَ۔ قَالَ: فَلَعَلَّهُمْ قَالُوْا إِنَّهُ الزُّبَيْرُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: أَمَا وَالَّذِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَخَيْرُهُمْ مَا عَلِمْتُ ، وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) ❶

''مروان بن حکم بیان کرتے ہیں کہ جس سال نکسیر پھوٹنے کی وبا پھوٹ پڑی تھی، اس سال جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی اتنی سخت نکسیر پھوٹی کہ آپؓ حج کے لیے بھی نہ جاسکے اور (زندگی سے مایوس ہوکر) وصیت بھی کرڈالی۔ تو ان کی خدمت میں قریش کے ایک صاحب گئے اور کہا کہ؛ آپ رضی اللہ عنہ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا؛ کیا یہ سب (اہل الرائے) کی خواہش ہے؟ انہوں نے کہا؛ جی ہاں! آپؓ نے پوچھا؛ کسے بناؤں؟ تو وہ صاحب خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے صاحب آگئے...... مروان کہتے ہیں؛ میرا خیال ہے کہ وہ حارث تھے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ آپ کسی کو خلیفہ بنادیں۔ آپؓ نے ان سے بھی پوچھا: کیا یہ سب کی خواہش ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپؓ نے پوچھا؛ لوگوں کی رائے کس کے لیے ہے؟ اس پر وہ بھی خاموش ہوگئے۔ تو جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا: غالباً زبیر بن العوام کی طرف لوگوں کا رجحان ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر آپؓ نے فرمایا: اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے علم کے مطابق بھی وہ ان میں سب سے بہتر ہیں اور بلاشبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں بھی ان سب سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھے۔'' ❷

جی ہاں! زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ وأرضاہ نبی کریم ﷺ کے حواری (خاص مددگار) تھے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا ، وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ)) ❸

''(جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ ہر نبی کے حواری (خاص مددگار) ہوا کرتے تھے اور میرا حواری (فدائی) زبیر بن العوام ہے۔ (رضی اللہ عنہ)''

جنابِ قتادہ رحمہ اللہ حواری کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ حواری (فدائی مددگار) ہی خلافت کا اہل ہوا کرتا ہے۔ حضرت قتادہؒ سے اس کا ایک معنی: وزیر کا بھی مروی ہے۔ اور ابن عینیہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی: ''مددگار'' کا مروی ہے۔ اور ایک معنی: ''نبی کا مقرب'' بھی کیا گیا ہے۔ (ہمارے نزدیک ان سارے معانی ومفاہم کا مجموعہ: حواری ہوتا ہے۔ ابو یحییٰ)

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب الزبير بن العوام ح : ٣٧١٧

❷ اس سے اگلی روایت میں ہے کہ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کی رائے سن کر جنابِ ذُوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بالکل درست رائے ہے۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ تم میں سے بہترین شخص ہیں۔'' یہ بات آپؓ نے تین بار دہرائی۔

❸ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب الزبير بن العوام ح : ٣٧١٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبیر بن العوام نبی مکرم ﷺ کی پیاری پھوپھی سیّدہ صفیہ بنت عبدالمطلب کے لختِ جگر تھے۔ (رضی اللہ عنہما) اور ام المؤمنین حبیبۃ رسول اللہ (ﷺ) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن سیّدہ اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم جمیعاً کے زوجِ محترم اور امیر المؤمنین سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے والد۔ کہ ہجرت مکہ کے بعد تمام مسلمان بچوں میں سب سے پہلے (بمقام قباء (۸) ربیع الثانی بروز سوموار سنہ ۱ ہجری سنہ ۱۴ سالِ نبوت کو) پیدا ہونے والے تھے۔ جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ کا شمار بھی عشرہ مبشرہ بالجنۃ میں سے ہوتا ہے۔ اور آپؓ مجلس شوریٰ کی اس چھ رکنی کمیٹی کے ایک رکن تھے کہ نبی کریم ﷺ جب دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو ان تمام اصحاب سے راضی تھے۔

جب سیّدنا زبیر بن العوام مسلمان ہوئے تو پندرہ سال کے تھے۔ بارہ سال کی عمر بھی بتلائی گئی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب علی اور زبیر رضی اللہ عنہما اسلام لائے تو دونوں کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی۔ جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ نے دو بار ہجرت فرمائی۔ ایک بار حبشہ کی طرف اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف۔ آپ رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور کوئی ایسا غزوہ نہیں کہ جس میں نبی مکرم ﷺ نے شرکت فرمائی ہو اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ آپؐ کے ہمرکاب ہو کر اس میں لڑے نہ ہوں۔ غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کے لیے دعوت دی اور اس پر ترغیب بھی دلائی تو جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ نے اس دعوت و تحریض پر فوراً لبیک کہا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق والے دن لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں حاضر اور مستعد ہوں۔ نبی معظم ﷺ نے پھر بلایا تو زبیرؓ نے ہی جواب دیا کہ میں حاضر اور مستعد ہوں۔ آپؐ نے تیسری بار پھر بلایا تو جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ نے ہی جواب دیا: میں حاضر اور مستعد ہوں اے اللہ کے رسول! تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیغمبر کا ایک خاص مصاحب و مددگار (حواری) ہوتا ہے اور میرا مصاحب اور مددگارِ خاص (یعنی حواری) زبیر بن العوام ہے۔'' [1]

((وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ عَلَى جَبَلِ حِرَاءٍ فَتَحَرَّكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُسْكُنْ حِرَاءُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيْدٌ)) ؛ وَعَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنهم)) [2]

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ جبل حراء پر چڑھے ہوئے تھے اور وہ ہلنے لگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حراء! تھم جاؤ۔ اس وقت تمہارے اوپر ایک نبی، ایک

---

1. دیکھئے: صحیح مسلم / کتاب فضائل الصحابہ / باب فضائل طلحه والزبیر رضي الله عنهما / حدیث: ٦٢٤٨
2. أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما ح: ٦٢٤٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیق اور شہدا کے سوا کوئی نہیں۔'' اور اس پر اس وقت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اطہر خود، جنابِ ابوبکر صدیق، سادا تنا عمر فاروق، عثمان ذوالنّورین، علی، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی ذوات تھیں۔'' ❶

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سلطنت روم پر حملہ کرنے کے لیے جو لشکر روانہ فرمائے تھے، انہی کے ساتھ جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ ملکِ شام کی طرف مجاہد فی سبیل اللہ بن کر نکلے اور معرکہ یرموک میں شریک ہوئے اور ان کی شرکت سے لشکر اسلام نے بہت عزت پائی۔ اس معرکہ میں شریک تمام صحابہ کرام میں سے آپؓ سب سے افضل شخصیت تھے۔ آپ تمام لوگوں سے زیادہ قوی شہسوار اور بہادر تھے۔ لمبے قد اور گورے رنگ کے تھے۔ (آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا، جنہیں تاریخ نے ایک ہزار آدمیوں پر بھاری شمار کیا ہے۔) دورانِ جنگ بہادر مجاہدین کی ایک یونٹ ان کے گرد جمع ہوگئی۔ کہنے لگے: آپ حملہ کیوں نہیں کرتے تا کہ ہم بھی آپؓ کے ساتھ مل کر حملہ آور ہوں؟ (یہ بالکل آغاز کی بات ہے جب جنگ ابھی شروع ہی ہوئی تھی۔) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تم لوگ ثابت قدم نہیں رہ سکو گے۔'' انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ثابت قدمی دکھائیں گے۔ آپ کا پورا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ تیاری کی، سب لوگ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور یہ ایک ہزاری گھڑ سوار دستہ دشمن پر حملہ آور ہوا۔ جب مجاہدین کا یہ دستہ رومیوں سے ٹکرایا تو (دشمن کے کشتوں کے پشتے لگ گئے اور پھر) بعض لوگ پیچھے رہ گئے۔ اور جو آگے بڑھے ان میں سے بعض نے دشمن کو کاٹ، مار کے شہادتیں بھی پیش کیں۔

سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس قدر دلیری کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوئے کہ اس کی صفوں کو چیرتے ہوئے مار دھاڑ کرتے پار نکل گئے۔ اور پھر وہاں سے واپس اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ اپنے سردار کو دیکھ کر آپؓ کا گھڑ سوار دستہ دوبارہ پھر آپؓ کے گرد جمع ہوگیا اور ایک بار پھر اسی طرح سب دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ وأرضاہ دوبارہ پھر اسی طرح اکیلے ہی دشمن میں جا گھسے اور انہیں مارتے، کاٹتے پار نکل گئے۔

((فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلَى عَاتِقِهِ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ۔ قَالَ عُرْوَةُ: فَكُنْتُ أُدْخِلُ أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيْرٌ)) ❷

'' (آپؓ کے لختِ جگر سیّدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) زبیر رضی اللہ عنہ نے جب (دوسری بار) حملہ کیا تو

❶ (تو دیکھ لیجیے زبانِ رسالت کی صداقت...... نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اطہر اور جنابِ ابوبکر صدیقؓ کے سوا باقی تمام مذکور بالا اصحاب النبیؐ و اَحبا وہ شہید ہوکر ہی اپنے رب سے۔ ملے تھے۔)

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الزبير بن العوام، ح: ٣٧٢١، ٣٩٧٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقع پر رومیوں نے (ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور) ان کے شانے پر دو کاری زخم لگائے۔ ان دونوں زخموں کے درمیان وہ تیسرے زخم کا نشان بھی تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر میں لگا تھا۔ جنابِ عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ زخم اتنے گہرے تھے کہ اچھے ہو جانے کے بعد میں بچپن میں ان زخموں کے اندر اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔''

سیّدنا زبیر بن العوام ان لوگوں میں شامل تھے کہ جنہوں نے جنابِ عثمان بن عفان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا اور آپؓ کی طرف سے مقابلہ کیا تھا۔ جب کوفہ میں (ام المؤمنین سیّدہ عائشہ اور اُمیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مابین) جنگِ جمل ہوئی اور جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ کو (جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑنے کو آئے تھے) نصیحت کی جیسی بھی وہ نصیحت کر سکتے تھے تو آپؓ نے قتال سے رجوع فرما لیا اور واپس مدینہ منورہ پلٹ آئے۔ (ایک خارجی سرکش) عمرو بن جرموز التمیمی جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگا رہا حتی کہ اس نے آپؓ کو وادی السباع میں ایک مقام پر قیلولہ کرتے ہوئے پالیا۔ اسی عالم غفلت میں اس ظالم نے حواری رسول اللہ (ﷺ) کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد آپ کا سر کاٹ کر جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا اور اس نے خیال کیا کہ اس ''کارنامے'' کے بدلے اسے امیر المؤمنینؓ سے بہت بڑا انعام ملے گا۔ جب اس کم بخت نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے پاس اجازت لے کر یہ سر پیش کیا تو آپؓ نے فرمایا: '' بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنَ صَفِيَّةَ بِالنَّارِ ...... میری پھوپھی صفیہ کے لختِ جگر کو قتل کرنے والے تجھے جہنم کی ہی خوشخبری دے سکتا ہوں۔'' [1]

ابن جرموز جو تلوار لے کر جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تھا وہ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اسے دیکھ کر اُمیر المؤمنین نے فرمایا: '' (ارے ظالم!) اس تلوار نے کتنی بار نبی معظم ﷺ کے چہرۂ انور کا دفاع کیا اور دکھ کو آپؐ سے دور کیا ہے؟'' کہا جاتا ہے کہ ابن جرموز نے جب یہ سب کچھ سنا تو (امیر المؤمنین کے انتقام کے ڈر سے) خودکشی کر لی۔ دوسری روایت یوں ہے کہ؛ وہ ایک عرصہ تک زندہ رہا حتی کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر مسلط ہو کر اسے قتل کر ڈالا۔

جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے اور نہایت زیادہ صدقات و خیرات کرنے والے۔ جنگ جمل والے دنوں اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی (کہ وہ ان کی طرف سے جتنا قرض ہوا ادا کر دیں۔) تو جب شہید کر دیے گئے ورثاء نے آپ رضی اللہ عنہ پر بائیس لاکھ درہم کا قرض پایا جو انہوں نے ان (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ادا کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے باقی مال کا 1/3 حصہ جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے وصیت کردہ نکالا اور وصیت کے مطابق صرف کر دیا۔ باقی

---

[1] مسند أحمد حدیث: ٦٨١ / وقال احمد محمد شاکر: اسنادہ صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو بچا وہ آپ کے ورثاء میں تقسیم کر دیا گیا۔ چنانچہ آپ کی چاروں بیویوں کو ترکہ کا 1/8 حصہ جو برابر برابر تقسیم ہوا تو ہر ایک کو 12 لاکھ درہم ملے۔ اور تمام ورثاء کو تقسیم کیے جانے والے ورثہ کی کل مالیت: تین کروڑ چوراسی لاکھ درہم (3,84,00,000) تھی۔ اور وصیت کردہ 1/3 حصہ کی مالیت: ایک کروڑ بانوے لاکھ درہم تھی۔ (1,92,00,000) یہ کل: 5 کروڑ چھہتّر لاکھ درہم (5,76,00,000) ہوئے۔ اور اس سارے مبلغ سے قبل ادا کیے جانے والے قرض کی مالیت ملا کر کل: پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم (5,98,00,000) بنتے ہیں۔ جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے یہ سارا مال کہ جو صدقات و خیرات اور زکوٰۃ نکالنے کے بعد اور بہت زیادہ حاصل ہونے والی خاندانی و موروثی عزت و وقار میں فقراء پر خرچ کیے جانے والے مال کے بعد بچا تھا، بذریعہ جہاد فی سبیل اللہ مالِ غنیمت میں حاصل ہونے والا مال تھا۔ یا پھر اس تجارت سے حاصل ہونے والے نفع سے تھا جو جھوٹ اور خیانت سے قطعاً خالی تھی۔ اور اردگرد کے تمام شہروں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنابِ زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو آپؓ کو خراج ادا کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ان غلاموں سے حاصل ہونے والی ساری آمدنی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو بروز جمعرات (۱۰) جمادی الثانیہ سنہ ۳۶ ہجری کو (۶۶) یا (۶۷) سال کی عمر میں شہید کیا گیا۔ جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے دس بیٹے تھے۔ (۱) عبداللہ (۲) عروہ (۳) مصعب (۴) منذر (۵) عمرو (۶) عبیدہ (۷) جعفر (۸) عامر (۹) عمیر (۱۰) حمزہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ.

نبی مکرم ﷺ جنابِ طلحہ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے

سیّدنا طلحہ کے بارے میں جنابِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا: ''تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ ...... نبی کریم ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ طلحہ سے راضی (خوش) تھے، رضی اللہ عنہ۔'' [1]

وہ تھے جناب طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو القرشی رضی اللہ عنہ وارضاہ. جن کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں مرّہ بن کعب بن لُوی پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپؓ اپنی کثرتِ جود وسخا کی بنا پر طلحہ الفیاض، سخی طلحہ اور طلحہ الخیر کے نام سے معروف تھے۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کی والدہ کا نام و نسب یوں تھا: صعبہ بنت عبداللہ بن عماد بن مالک بن ربیعہ الحضرمی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان آٹھ خوش بخت انسانوں میں تھے جو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر شروع شروع میں اسلام لے آئے۔ [2]

---

[1] دیکھئے: صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابة / باب قصة البيعة

[2] تفصیل کے لیے: السيرة النبويّة لابن هشام جلد اوّل ص: ۲۳۹ طبع دار المعرفة بالبيروت الطبعة الثانيه ، ۲۰۰۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیس بن ابی حازم روایت کرتے ہیں کہ: مجھے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھانے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو بغیر مانگے مالِ کثیر سخاوت میں دینے والا نہیں دیکھا۔ جب طلحہ بن عبید اللہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہما کی دعوت پر مسلمان ہوگئے تو نوفل بن خویلد بن العدویہ ظالم دونوں کو ایک ہی رسی کے ساتھ باندھ کر مکے کی گلیوں میں گھسیٹتا پھرتا۔ اور بنو تمیم ان دونوں مظلوموں کو اس ظالم سے چھڑا نہ سکتے۔ اسی بنا پر ابوبکر و طلحہ رضی اللہ عنہما کو دو دوست کہا جاتا تھا۔ (جو اکٹھے دشمن کے ظلم و استبداد کا نشانہ بنتے۔) جب طلحہ رضی اللہ عنہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ چلے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی مواخاۃ جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے کروادی۔

غزوۂ بدر کے علاوہ باقی تمام غزوات میں جناب طلحہ بن عبید اللہ نبی مکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ اس لیے کہ جنگ بدر کے موقع پر آپؓ تجارتی سلسلے میں ملک شام گئے ہوئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ نبی معظم ﷺ کا پیغام لے کر کہیں گئے ہوئے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں حاصل ہونے والے مال کا ایک برابر والا حصہ جناب طلحہ کو بھی دیا تھا۔ غزوۂ اُحد میں آپ رضی اللہ عنہ کو قتال و جہاد فی سبیل اللہ میں مہارتِ تامّہ حاصل تھی۔ اس جنگ میں نبی ﷺ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور آپ ﷺ کسی بڑے پتھر پر جلدی پہنچنا چاہتے تھے، مگر اس کے لیے آپؐ طاقت نہ پارہے تھے۔ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر نبی ﷺ کے لیے جھک گئے اور آپؐ طلحہ کی کمر پر چڑھ گئے اور جنابِ طلحہ آپؐ کو لے کر ایک چٹان کی طرف بڑھے اور اوپر پہنچا دیا۔ (رضی اللہ عنہ وأرضاہ.) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''أَوْجَبَ طَلْحَةُ...... طلحہ نے جنت واجب کرلی۔'' (رضی اللہ عنہ وأرضاہ.) (1)

غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کو بچاتے ہوئے جنابِ طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ناکارہ ہوگیا تھا۔ اور اس ہاتھ کی یہ حالت آپؓ کی وفات تک رہی۔

((قَالَ قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ: ((رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِي وَقَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ شَلَّتْ)) وَعَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: ((لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَاتَلَ فِيهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَيْرُ طَلْحَةَ وَ سَعْدٍ ، عَنْ حَدِيْثِهِمَا)) (2)

''قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے جناب طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے کہ جس کے ساتھ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی جنگ اُحد میں حفاظت کی تھی، کہ وہ بالکل بے کار ہوچکا تھا۔'' اور

---

(1) دیکھئے: جامع الترمذی / مناقب طلحه بن عبیدالله/ حدیث: ۳۷۳۸

(2) أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب ذكر طلحة بن عبيد الله ح : ۲۴ - ۳۷۲۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوعثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: بعض ان غزوات کے اندر کہ جن میں رسول اللہ ﷺ خود بذاتہ الاطہر شریک ہوئے تھے (یعنی جنگ اُحد میں) تو اس میں جناب طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی بھی دوسرا نبیؐ کے پاس باقی نہیں رہا تھا۔"

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنگ اُحد کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "پھر ہم طلحہ بن عبید اللہ کے پاس آئے تو ہم نے ان کے جسم پر (رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں) ستر سے اوپر زخم پائے اور ان کی ایک انگلی کٹ بھی چکی تھی۔" اور پھر جب جناب صدیق رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کا ذکر فرماتے تو کہتے: "یہ وہ دن تھا جو سارے کا سارا طلحہ کے نام ہوا۔" (رضی اللہ عنہما یعنی سب سے بڑے کارناموں اور کامیابی کا سہرا طلحہ کے سر پر تھا۔)

سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ کا شمار بھی عشرہ مبشرہ بالجنّہ میں ہوتا ہے۔ اور آپ جناب عمر رضی اللہ عنہما کی مقرر کردہ مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری لمحات تک صحبت اٹھائی اور اس کا حق ادا کر دیا اور جب اللہ کے نبی ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو طلحہ پر راضی تھے۔ (رضی اللہ عنہ) بالکل اسی طرح جیسے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے آپؓ راضی تھے۔

عراق میں لڑی جانے والی جنگ جمل میں آپ سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے خلاف لڑے کہ دوران جنگ ایک تیر آیا جو آپؓ کے گھٹنے پر لگا اور اس زخم سے آپؓ شہید ہوگئے۔ یہ جمعرات (۱۰) جمادی الثانیہ سنہ ۳۶ ہجری کا دن تھا اور اس وقت آپؓ کی عمر ساٹھ سال سے اوپر تھی۔ (شہادتِ طلحہ کی خبر سن کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی۔)

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے جنابِ طلحہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: مجھے میری قبر سے کسی دوسری جگہ قبر بنا کر بدل دو مجھے پانی تکلیف پہنچا رہا ہے۔ یہ خواب اس آدمی کو مسلسل تین راتیں آتا رہا۔ تو وہ شخص سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس بات کی خبر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان دنوں اُمیر المؤمنین کی طرف سے بصرہ پر حاکم تھے۔ چنانچہ انہوں نے بصرہ میں ایک حویلی خریدی اور حضرتِ طلحہ رضی اللہ عنہ کو ان کی قبر سے اس حویلی میں منتقل کر دیا۔ دیکھا تو جس جگہ پانی لگا تھا کپڑے کا اتنا حصہ سبز ہو چکا ہے اور باقی سارے جسم کی حالت بالکل ایسی تھی کہ جیسے ابھی ابھی انہیں زخم لگے ہوں۔ ❶

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى شَهِيْدٍ يَمْشِيْ عَلَى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ)) ❷

❶ اس سارے مضمون کی تیاری کے لیے: البدایہ والنہایہ، سیرۃ ابن ہشام، صحیح البخاری اور سنن الترمذی سے مدد لی گئی ہے۔

❷ صحيح سنن الترمذي، رقم: ٢٩٤٠ وجامع الترمذي / كتاب المناقب / ح: ٣٧٣٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ زمین کی پشت پر کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے۔'' (رضی اللّٰہ عنه وأرضاه.)

نبی مکرم ﷺ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے راضی تھے

سیّدنا عمر بن خطاب جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں: '' تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ ...... نبی کریم ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو آپؐ سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے راضی تھے۔ ❶

یہ ہیں جناب سعد بن ابی وقاص مالک بن اُھیب بن عبد مناف بن زُھرہ بن مُرّہ القرشی رضی اللہ عنہ۔ جن کی ماں کا نام و نسب یوں ہے: حمدونہ بنت سفیان بن اُمیّہ بن عبد شمس القرشی۔ آپ کی کنیت ابواسحاق معروف تھی۔ جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کے دادا '' اُھیب بن عبد مناف '' نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ آمنہ بنت وھب بن عبد مناف کے چچا تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ بالجنّہ میں سے تھے اور چھ رکنی مجلس شوریٰ کے چھٹے ممبر بھی۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو ان تمام اصحاب پر آپؐ راضی تھے۔

جنابِ سعد رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں قدیم الاسلام تھے کہ جو لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس دن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اس دن آپؓ کی عمر سترہ (17) سال تھی۔ خود بیان فرماتے ہیں: '' لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَأَنَا ثُلُثُ الْإِسْلَامِ ...... مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے (ابتدائے اسلام کے) ایک زمانے میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ اپنے تئیں دیکھا۔'' ❷

جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق قرآن میں کئی ایک آیات نازل ہوئیں۔

(نمبر:۱) ...... اُمّ سعد حمدونہ بنت سفیان نے قسم کھالی کہ جب تک اس کا بیٹا سعد بن ابی وقاص اپنے دین کا

---

❶ دیکھئے: صحيح البخاری / كتاب فضائل الصحابة / باب قصة البيعة

❷ صحیح البخاری / کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ / ح: ۳۷۲۶، ۳۷۲۷۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ اسلام کے تیسرے حصے سے مراد یہ ہے کہ اس وقت نبی مکرم ﷺ کے ساتھ صرف تین مسلمان تھے اور ان میں سے سعد کہتے ہیں کہ میں تیسرا تھا۔ اس سے اگلی روایت میں مزید وضاحت یوں ہے؛ '' جس دن میں اسلام لایا اسی دن دوسرے بھی اسلام میں داخل ہوئے۔ اور وہ سب سے پہلے اسلام میں داخل ہونے والے اصحاب تھے۔ اور میں سات دنوں تک اسی طور پر رہا کہ میں اسلام کا تیسرا فرد تھا۔ اس پر یہ اعتراض ہوا کہ حضرتِ سعد سے پہلے تو جنابِ ابوبکر، خدیجۃ الکبریٰ اور دیگر کچھ حضرات ایمان لا چکے تھے، رضی اللہ عنہم۔ تو ان کے مندرجہ بالا بیان سے کیا مراد ہے؟ ...... حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ؛ میں اُنیس برس کی عمر میں تھا جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ اس وقت میں ساتواں مسلمان تھا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا ترجمہ شدہ روایت کے الفاظ '' اِلَّا '' کے بغیر ہیں۔ یعنی: '' مَا اَسْلَمَ اُحَدٌ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ ...... جس دن میں مسلمان ہوا، اس دن کوئی شخص مسلمان نہیں ہوا تھا۔'' تو اس صورت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار نہیں کر دیتا، نہ ہی وہ کچھ کھائے پیئے گی اور نہ ہی وہ اس سے بات کرے گی۔ وہ حضرت سعدؓ سے کہنے لگی: میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ضرور دیا ہوگا؟ میں تیری ماں ہوں اور تجھے حکم دیتی ہوں کہ تو دین اسلام کو چھوڑ دے اور میری بات مان لے۔ یہ کہہ کر تین دن تک اس نے کچھ بھی نہ کھایا پیا حتی کہ نقاہت کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ اس کے دوسرے بیٹے عمارہ نے اسے کچھ پلایا تو وہ ہوش میں آئی اور پھر سعد پر بددعا کرنے لگی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (لقمان:۱۵)

''اور (اے انسان!) اگر تیرے ماں باپ زور زبردستی سے یہ کہیں کہ اللہ کے ساتھ ان کو شریک کر جن کے شریک ہونے کی تیرے پاس کوئی سند نہ ہو تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں ان کے ساتھ دستور کے مطابق رہ۔ اور (دین میں) اسی کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر میرے ہی پاس تم کو لوٹ کر آنا ہے۔ پس میں (اس وقت) تم کو بتلاؤں گا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔'' (یعنی اس کا بدلہ دے کر۔)''

(نمبر:۲)......ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو بہت بڑی غنیمت حاصل ہوئی تو اس میں سے جنابِ سعد رضی اللہ عنہ نے ایک تلوار لے لی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ تلوار انہیں عطا کر دی جائے، کیونکہ اس کی انہیں سخت ضرورت ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سعد! اسے جہاں سے تم نے اٹھایا ہے واپس رکھ دو۔'' مگر سعد رضی اللہ عنہ بار بار اپنا مطالبہ دھراتے رہے اور نبی معظم ﷺ بار بار اپنا حکم ارشاد فرماتے رہے۔ تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم اتار دیا:

﴿ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (الانفال:۱)

''(میرے پیارے نبی!) مسلمان تم سے لوٹ کے مال کا پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ (یعنی اس کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنا اللہ اور اس کے رسولؐ کے اختیار میں ہے) پس اللہ سے ڈر جاؤ اور آپس میں مل جل کر رہو۔ (جھگڑا نہ کرو) اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔''

(نمبر:۳)......شراب کی حرمت سے پہلے کی بات ہے کہ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کو شراب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پینے کی دعوت دی۔ چنانچہ انہوں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب بھی پی۔ پھر آپؓ نے ان کے ساتھ ایسی گفتگو کی کہ انہیں غصہ دلا دیا۔ ان میں سے ایک شخص نے آپ کی ناک پر مارا، جس سے ان کی ناک پھٹ گئی اور خون بہنے لگا۔ اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو جب خبر دی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شراب کے بارے میں قرآن اتار دیا۔ فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (المائدة:٩٠)

''اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور پانسے یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں۔ (ان سب شیطانی کاموں سے) پس بچے رہو، تاکہ تم فلاح پاسکو۔''

(نمبر:۴) ...... اور ایک چوتھے مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرتِ سعد اور نبی مکرم ﷺ کے دیگر کچھ صحابہ کے بارے میں یوں نازل فرمایا:

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الانعام: ٥٢)

''اور (اے ہمارے نبی!) اپنے پاس سے ان لوگوں کو مت نکالو جو صبح و شام اپنے مالک کو پکارتے ہیں اور اس کی ذات کے (خلوصِ دل سے) طالب ہیں۔ تمہیں ان کا حساب تو دینا نہیں اور نہ ہی تمہارا حساب انہوں نے دینا ہے۔ (یعنی ان بیچاروں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو آپ ان کافروں کے کہنے پر اپنے آپ سے دور کر رہے ہیں۔) [1] اگر تم ان کو اپنے پاس سے دور ہٹا دو گے تو بے انصافوں میں شریک ہو جاؤ گے۔''

دیگر صحابہ کرام کی طرح سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ بھی ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آ گئے اور بدر سمیت تمام غزوات وسرایا میں شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور یہ سریّہ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کی بات ہے۔ (اس کاروائی کو سریہ رابغ بھی کہا جاتا ہے۔) اور یہ پہلی باقاعدہ جنگ تھی جو مشرکوں اور

[1] یہ اس وقت کی بات ہے جب مکہ میں وہاں کے سردار کافروں نے نبی مکرم ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپؐ کے پاس صہیب، خباب اور عمار بن یاسر جیسے لوگ نہ بیٹھیں تو ہم آپ کی بات سنیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام کو اس طمع کے ساتھ اپنے سے کچھ دیر کے لیے دور رکھنے کا ارادہ فرمایا کہ شاید ان سرداروں میں سے کچھ لوگ ایمان لا کر اللہ کے دین کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔ مگر اللہ تو خوب جانتا ہے کہ اس نے کن لوگوں سے اپنے دین کا کام لینا ہوتا ہے۔ وہ سرداریوں اور دولتوں کو نہیں دیکھتا، دلوں کا خلوص جانچتا ہے۔ سو اس نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے درمیان ہوئی اور یہ پہلا سریہ تھا جسے نبی معظم ﷺ نے پہلے سالِ ہجرت میں روانہ فرمایا تھا۔ ❶ آپؐ نے کچھ مسلمانوں کو مقام ''رابغ'' کی طرف روانہ فرمایا تھا کہ وہ قریش کے ایک قافلے کو جالیں۔ چنانچہ دونوں لشکروں کے درمیان تیراندازی ضرور ہوئی مگر تلوارزنی کا موقعہ نہ آیا۔ چنانچہ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے یہاں اللہ کی راہ میں تیر چلائے۔ جنابِ سعد خود ہی فرمایا کرتے تھے: '' إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ......عربوں میں سے پہلا آدمی میں تھا کہ جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا۔'' ❷

جنابِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ بدر میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پیدل ہوتے ہوئے بھی وہ شاہسواروں کی طرح لڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تعیّن کردہ اُمراء (سپہ سالاروں) میں سے جناب سعد رضی اللہ عنہ ایک شاہسوار بہادر تھے۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((أَرِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: ((لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ)) قَالَتْ: وَسَمِعْنَا صَوْتَ السِّلَاحِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ هٰذَا؟)) قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ أَحْرُسُكَ۔ قَالَتْ: عَائِشَةُ: فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ)) ❸

---

❶ مگر مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ کا الرحیق المختوم میں موقف یہ ہے کہ ''سریہ رابغ'' رمضان المبارک سنہ ۱ ہجری میں نبی معظم ﷺ نے حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی امارت میں (۳۰) تیس مہاجرین کا ایک دستہ اس قریشی قافلے کا پتہ لگانے کے لیے روانہ فرمایا تھا جو شام سے آرہا تھا۔ اس قافلے میں (۳۰۰) آدمیوں کے ہمراہ ابوجہل بھی تھا۔ حضرت حمزہ کا یہ پہلا جھنڈا تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے باندھا تھا۔ اس دستے کی منزل ساحلِ سمندر کی طرف عیص کی جانب سیف البحر تھی۔ جبکہ عبیدہ بن حارث کا مذکور بالا سریہ ماہِ شوال سنہ ۱ ہجری میں روانہ ہوا تھا کہ جس میں جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کے تیر چلانے کا واقعہ ہوا۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہما ایک ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اس لیے لوگوں کو شبہ ہوگیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جناب حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس سے متعلق اشعار بھی کہے اور بیان کیا ہے کہ پہلا پرچم انہی کا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔ کہتے ہیں:

بِـأَمْـرِ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ أَوَّلُ خَـافِـقٍ عَـلَـيْـهِ لِـوَاءٌ لَـمْ يَـكُـنْ لَاحَ مِـنْ قَـبْـلِـي

''میرا تیزی سے اللہ کے دشمنوں پر چھاپا مارنا ایک ایسا معاملہ تھا کہ اللہ کا رسولؐ اس کا پہلا پرچم کشا تھا۔ ایسا پرچم میرے اس واقعہ سے پہلے کبھی ظاہر نہ ہوا تھا۔''

اگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے واقعی ایسا کہا ہے تو مشیّت الٰہی سے انہوں نے سچ کہا ہے۔ کیونکہ وہ سچ کے سوا دوسری کوئی بات تو کہہ ہی نہیں سکتے تھے۔ اللہ ہی کو علم ہے کہ حقیقت کیا تھی۔ لیکن ہم نے اپنے پاس کے اہل علم سے یہی سنا ہے کہ پہلا جھنڈا عبیدہ بن الحارث کے لیے باندھا گیا تھا۔ (دیکھئے: السيرة النبوية / ابن هشام جلد اوّل ، ص: ۵۲۸)

❷ دیکھئے: صحيح البخاری / کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ / حديث : ۳۷۲۸

❸ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه ح : ۶۲۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مدنی دور کی بات ہے کہ) ایک رات نبی کریم ﷺ کی آنکھ کھل کر نیند اُچاٹ ہوگئی۔ فرمایا: ''کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک اللہ کا (خوش نصیب) بندہ اس رات میری حفاظت کرے۔'' اُمّ المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ: ''اور پھر ہم نے اسلحہ کی آواز سنی۔'' (جیسے کوئی اسلحہ تھامے حراست کے لیے آرہا ہے۔) رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ کہا: سعد بن ابی وقاص ہوں۔ اور آپ کی حراست (حفاظت) کے لیے آیا ہوں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے، حتی کہ میں نے آپؐ کے خراٹوں کی آواز سن لی۔''

اور یہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے نزول سے پہلے کی بات ہے: ﴿ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط ﴾ [سورۃ المائدۃ: ٦٧] ''اور (اے ہمارے پیارے نبی!) اللہ تمہیں لوگوں سے (کہ جو تمہاری جان لینا چاہیں گے) بچالے گا۔'' اس لیے کہ اس آیت سے اترنے کے بعد نبی معظم ﷺ نے حراست و حفاظت کے انتظام کو ترک فرما دیا تھا۔ اور اپنے صحابہ کو اپنی حفاظت سے ہٹ جانے کا حکم دے دیا تھا۔

ایک دن جنابِ سعد رضی اللہ عنہ سامنے سے آتے دکھائی دیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میرے ماموں ہیں۔ کوئی شخص ان جیسا اپنا ماموں دکھائے تو سہی۔'' ماموں اس لیے ہوئے کہ جیسے اوپر بیان ہوا نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ آمنہ بنت وھب بھی بنوزہرہ سے تھیں اور جنابِ سعد بھی۔ دونوں کا رشتہ بھی بہت قریب کا تھا۔

جنگ اُحد میں جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لڑائی میں مہارتِ تامّہ حاصل تھی۔ آپؓ نبی مکرم ﷺ کے دفاع میں تیر اندازی فرماتے رہے اور نبی کریم ﷺ آپؓ کو ''فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي'' فرماتے رہے۔ جنابِ سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((جَمَعَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ)) قَالَ سَعْدٌ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يُنَاوِلُنِي النَّبْلَ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((إِرْمِ ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي)) حَتَّى إِنَّهُ لَيُنَاوِلُنِي السَّهْمَ مَالَهُ نَصْلٌ ، فَيَقُوْلُ: ((إِرْمِ بِهِ)) وَكَانَ سَعْدٌ جَيِّدَ الرَّمْيِ)) [1]

جنگ اُحد کے موقع پر میرے لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے والدین کو ایک ساتھ جمع کر کے یوں بیان فرمایا: ''میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔'' حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (جنگ اُحد میں) نبی مکرم ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپؐ مجھے تیر پکڑا کر فرماتے تھے: سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان! یہ لو چلاؤ تیر! حتی کہ آپؐ مجھے وہ تیر بھی تھما رہے تھے جس کے آگے انّی نہ ہوتی اور فرماتے: ''اسے بھی

[1] أخرجه البخاري في كتاب المغازي، ح: ٤٠٥٥ تا ٤٠٦٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلا دو۔'' (وہ بھی نشانے پر جا کر لگتا۔) حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ ایک اچھے تیر انداز تھے۔

((كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ أَحْرَقَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِرْمِ ، فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ)) قَالَ: فَنَزَعْتُ لَهُ بِسَهْمٍ لَيْسَ فِيْهِ نَصْلٌ فَأَصَبْتُ جَنْبَهُ فَسَقَطَ فَانْكَشَفَتْ عَوْرَتُهُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى نَوَاجِذِهِ)) ❶

'' جنابِ سعد رضی اللہ عنہ خود بتلاتے ہیں کہ مشرکوں کے ایک شخص نے مسلمانوں کو بہت قتل کیا تھا۔ تو نبی معظم ﷺ نے (مجھے تیر تھماتے ہوئے) فرمایا: ''سعد! یہ لو چلاؤ تیر! میرے ماں باپ تم پر قربان۔'' سعد بتلاتے ہیں؛ میں نے اس کے لیے ایک تیر نکالا جس میں پیکان نہ تھا۔ وہ اس کی پسلی میں لگا اور وہ گر گیا۔ گرتے ہی اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ نبی اکرم ﷺ خوب ہنسے حتی کہ میں نے آپؐ کی ڈاڑھوں کو دیکھ لیا۔''

یعنی نبی معظم ﷺ اپنے دشمن کو حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھ کر خوشی میں ہنسے تھے۔

وَعَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ: ((لَمْ يَبْقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِيْ قَاتَلَ فِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَيْرُ طَلْحَةَ وَ سَعْدٍ)) ❷

'' حضرتِ ابو عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ ان بعضے دنوں میں کہ جن کے اندر اللہ کے رسول ﷺ دشمنوں سے لڑتے تھے آپؐ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی نہ رہ جاتا۔''

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنابِ سعد رضی اللہ عنہ بڑے ہی جلیل القدر تھے۔ اور اسی طرح حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں۔ آپؓ قابل اطاعت سردار تھے۔

یکم محرم سنہ ۱۴ ہجری کو اُمیر المؤمنین جنابِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خود سپہ سالارِ اعلیٰ بن کر (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کر کے) لشکر اسلام کو لے کر عراق پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ (مدینہ منورہ سے تین میل دور اس سفر کی پہلی منزل چشمہ صرار پر آ کر قیام فرمایا۔ خلیفۂ وقت کی سپہ سالاری کا سن کر تمام فوج میں لڑائی کے لیے بڑا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ سب نے اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کا عہد کیا۔ مگر) بعض اہل الرائے کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خلیفۃ المسلمین کے مرکز خلافت کو چھوڑنے پر راضی نہ تھے۔ انہوں نے یہ رائے دی کہ جنابِ امیر المؤمنین اپنی جگہ کسی اور کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیں اور خود واپس مدینہ منورہ چلے جائیں۔ اس لیے کہ اسی میں

❶ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه ح : ٦٢٣٧ ، ٦٢٤٢

❷ أخرجه مسلم ، في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه ، ح: ٦٢٣٧ ، ٦٢٤٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی مصلحت تھی۔ اور جب آپؓ نے پوچھا کہ پھر کس کو یہ لشکر دے کر عراق بھیجیں؟ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے کچھار میں تاک لگائے اللہ کے شیر سعد بن مالک (ابی وقاص) زُھری رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ (اس معاملے کے لیے بلائی گئی مجلس کے سب ارکان نے بالاتفاق اس رائے کو پسند کیا اور تائید کی۔ اور پھر) امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند کرتے ہوئے جناب سعد رضی اللہ عنہ کو (نجد سے بلوالیا۔ کہ ان دنوں وہ وہاں کے حاکم تھے۔) عراق پر لشکر کشی کے لیے لشکر طیبہ کا امیر مقرر فرمایا۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چار ہزار کا لشکر جرار لے کر (یا اس سے کچھ زیادہ) مقامِ صرار سے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ (ابھی تھوڑا ہی سفر طے کیا تھا کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے (۲) ہزار نجدی بہادروں کے دستے بھیج کر ساتھ ملا دیے۔)

جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر (اٹھارہ منزلیں طے کرنے کے بعد) مقامِ ثعلبہ پر فروکش ہوئے تو ملک عراق کی مکمل ریاست و امارت آپؓ کے ہاتھ میں آ گئی۔ (یعنی پہلے سے وہاں پر موجود اسلامی فوجوں کے سپہ سالار سیّدنا مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو جانے سے ان کے تمام فوجی دستے کہ جن کی تعداد آٹھ ہزار تھی اور وہ اس وقت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھے، لشکر طیبہ میں مل گئے۔) اور پھر یہ کہ عرب سرداروں کے ماتحت عراق میں ہر ایک فوجی دستہ جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں آ گیا۔ (امیر لشکر سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے مقامِ ثعلبہ سے سیراف کے مقام کی طرف کوچ کرنے کا لشکر کو حکم دیا۔ راستے میں قبیلۂ بنی اسد کے تین ہزار جوان کہ جو خلیفۂ وقت کے حکم سے سرِ راہ گزر لشکر سعد کے منتظر تھے، ساتھ مل گئے۔) خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے (اپنے ایک شیر دل کمانڈر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں) ایک فوجی دستہ جو روانہ فرمایا تھا وہ بھی (سیراف کے مقام پر) اس لشکر سعد کے ساتھ آن ملا۔ یوں مقامِ قادسیہ پہنچتے پہنچتے لشکر اسلام کی تعداد تیس ہزار ہو گئی۔

اللہ رب العالمین کے نیک بندوں کے اس لشکر جرار میں تین سو سے اوپر ایسے صحابہ تھے، جنہوں نے مقامِ حدیبیہ میں سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت رضوان کر رکھی تھی۔ ستر سے زائد بدری صحابہ تھے۔ تین سو وہ صحابہ تھے، جنہوں نے فتح مکہ میں حصہ لیا تھا اور سات سو صحابہ کرام کے بیٹے تھے، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے (قسم کھا کر) فرمایا کہ وہ عجمیوں (ایرانیوں) کے بادشاہوں، امیروں اور رئیسوں سے عرب کے بادشاہ، امیر اور جری بہادر لوگ لڑا دیں گے۔

جنگِ قادسیہ:

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مقامِ سیراف کا نقشہ، لشکر کے پھیلاؤ، رسد کی کیفیت اور فرودگاہ کی حالت کے متعلق ساری تفصیل لکھ کر مرکز خلافت کی طرف خلیفۃ المسلمین کے نام برید سریع کے ذریعے روانہ کر کے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ چند دنوں کے بعد جناب عمر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کی طرف حکم دیتے ہوئے لکھا کہ وہ قادسیہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف کوچ کریں۔ دورِ جاہلیت میں قادسیہ اہل فارس کا جزیرۂ عرب کی طرف دروازہ تھا اور یہ مقام حجر و مدر کے درمیان واقع تھا۔ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بھی لکھا کہ ایرانیوں کے اس علاقے میں تمام راستوں اور شاہراہوں پر قبضہ کرلیں۔ انہیں تہہ تیغ کرنے کے لیے ہمیشہ ان پر سبقت لے جائیں (یعنی حملہ میں پہل کریں۔) ان کی تعداد اور سامانِ حرب سے مرعوب نہ ہوں۔ یہ دھوکے باز اور مکار قوم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جنابِ امیر المؤمنین نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہما کو اپنے نفس کے محاسبہ اور اپنے لشکر کو اچھی نصیحت کرتے رہنے کی تلقین فرمائی۔ اور فرمایا کہ تمام مجاہدین اس ذکر کو کثرت کے ساتھ کیا کریں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ...... اور یہ کہ سپہ سالار اپنے تمام تازہ ترین حالات اور ان کی تفصیل بلاناغہ فوراً مرکز خلافت برید سریع کے ذریعے روانہ کرتے رہیں اور یوں لکھے ہوں کہ پڑھ کر جیسے امیر المؤمنین پورا منظر مدینہ بیٹھے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہوں۔

چنانچہ سپہ سالارِ اعظم جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے امیر، خلیفۃ المسلمین کے حکم کی پوری پوری اطاعت کرتے ہوئے تمام احکام کی تنفیذ کی اور آپ کو لکھا کہ ایرانی حکام نے ان سے لڑائی کے لیے رستم جیسے تجربہ کار جرنیلوں کا انتخاب کیا ہے۔ اور پھر جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ انہیں سچے خواب اور یقینِ قلبی کے ذریعے اللہ رب العالمین کی طرف سے اس بات کی پختگی ملی ہے کہ وہ ایرانیوں کو شکست ضرور دیں گے۔ چنانچہ جب تم ان پر غلبہ حاصل کرلو تو انہیں اتنی دیر تک (ان کا پیچھے کرتے ہوئے) نہ چھوڑنا جب تک مدائن میں گھیر کر ان پر حملہ نہ کرلو۔ مدائن ضرور برباد ہوگا ان شاء اللہ۔ یہ احکام بھرا خط بھیج کر جنابِ عمر رضی اللہ عنہ اللہ رب العالمین سے جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصی اور باقی سب مجاہدین کے لیے عمومی دعا مانگنے لگے۔

جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام لے کر ''العذیب'' کے مقام پر پہنچے تو مسلمان فوجوں سے شیرزاد بن ارازویہ ایک ایرانی جرنیل کی قیادت میں اس کا گھڑ سوار لشکر آ ٹکرایا۔ مگر اللہ کے شیروں نے انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ (ایرانی لشکر پر حملہ کرنے والی اسلامی پلٹون کی کمان غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے) بہت سارا مالِ غنیمت مسلم سپاہ کے ہاتھ لگا۔ العذیب کے سارے علاقے پر قبضہ کرتے ہوئے اسلامی لشکر قادسیہ کی طرف بڑھ گیا۔[1] اس پہلی فتح سے مجاہدین نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی (حوصلے بلند ہوگئے اور) وہ سب خوش ہوگئے۔ اس سے انہوں نے اچھی فال لی۔

---

[1] ا...... العُذیب: ملک عراق کے شمال اور کردستان کے جنوب سے نکل کر جنوبی عراق کی طرف بہتے ہوئے خلیج فارس میں آ کر گرنے والے دو دریاؤں دجلہ اور فرات کی سیرابی کی وجہ سے عراق کا اکثر و بیشتر حصہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہا ہے۔ اس طرف سے جب صحرائے جزیرۃ العرب میں داخل ہوتے تو عراقی علاقہ طف کا آخری گاؤں اس دور میں العذیب تھا جو بغداد سے مکہ جانے والی شاہراہِ عام پر ایک منزل تھا۔ العذیب کا چشمہ مسیزز (Mseyziz) کی وادی سے نکلتا تھا۔ یہیں سے صحرائے عرب کی سطح مرتفع شروع ہوتی ہے کہ جو آج کل سعودیہ کے شمال میں النفود الکبری اور النفود الصغری کے ناموں سے جانی جاتی ہے۔ سعودی عرب اور عراق کے مابین آج کل کی سرحد کے ساتھ...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادسیہ کے مقام پر پہنچ کر اسلامی لشکر فروکش ہو گیا۔ (ایک ماہ گزر گیا مگر ایرانی دار الحکومت سے کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ حالانکہ جنابِ سعد رضی اللہ عنہ نے جاسوسی کا نظام بہت ہی مضبوط قائم کیا تھا۔) اور پھر ایک ماہ کے بعد ایرانی سپہ سالار اعظم اسی ہزار کا ایک بھاری لشکر لے کر آ گیا جو ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھا۔ اور بروایت دیگر رستم کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تھا کہ جس کی پشت پناہی کے لیے اسّی ہزار کا ایک اور لشکر پیچھے تیار کھڑا تھا۔ (بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ رستم جب مدائن سے چل کر ساباط کے مقام پر پہنچا تو اس کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ فوج تھی۔ جو ہر طرح کے سامانِ حرب سے لیس اور لڑائی کے جوش میں مدہوش تھی۔)

رستم کے ساتھ تیس ہزار ہاتھی (عصر حاضر کے گویا ٹینک) تھے۔ اسلامی فوجوں کے سپہ سالارِ اعظم جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اُمیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق کچھ وجیہہ اور زیرک قسم کے اصحاب الرائی والنظر لوگوں کو کسریٰ ایران یزدگرد اور ایرانی سپہ سالارِ اعظم رستم کے درباروں میں بھیجا کہ وہ انہیں اللہ عزوجل کی توحید اور اس کے دین کی طرف دعوت دیں تاکہ حجت پوری ہو جائے۔ اور پھر اسی طرح مقامِ قادسیہ میں جب دونوں فوجیں آمنے سامنے فروکش ہو گئیں تو رستم نے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ کسی دانا عالم کو اس کے پاس بھیجیں جو

(بقیہ حصہ)...... ساتھ ان دونوں نفوذوں میں واقع عرعر، رفحاء (شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے ننھیالی شہر) اور حفر الباطن کے شہر بہت معروف ہیں۔

۲..... **قادسیہ:** عراق اور الجزیرہ کے متعدد مقامات کا نام قادسیہ ہے۔ جنوب مغربی اندلس کے ایک صوبے اور اس کے صدر مقام کا نام بھی قادس ہے جسے شام کے بنو کنعان نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ولادت سے گیارہ سو برس پہلے بسایا تھا۔ ۹۳ھ میں عربوں نے اسے فتح کیا اور مسلسل چھ صدیاں وہاں مسلمانوں کی حکومت رہی۔ دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر سامرا سے آٹھ میل جنوب مشرق میں واقع ایک شہر کا نام بھی قادسیہ ہے۔ اپنی خوش حالی اور رونق کے زمانہ میں اس شہر کا سامرا سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ یاقوت اور دوسرے عرب جغرافیہ دانوں نے اس القادسیہ کی شیشے کی صنعت کا ذکر کیا ہے۔ ازمنۂ وسطی میں دجیل کی اہم نہر اس شہر کے بالمقابل دجلہ سے نکلتی تھی۔ اسی القادسیہ کے کھنڈرات قاطول کہلاتے ہیں جو دجلہ کے کنارے سے (بذریعہ موٹر) محض پندرہ منٹ کی مسافت پر ہیں۔ اس کا پرانا نام ابھی تک باقی ہے اور عموماً اس کا تلفظ جادسیہ کیا جاتا ہے۔

مگر ہم جس قادسیہ کا ذکر کرنے چلے ہیں، یہ کوفہ کے جنوب مغرب میں بغداد سے مکہ کو جانے والوں کے راستے پر ایک منزل تھی۔ عرب جغرافیہ دانوں کی رو سے قادسیہ، کوفہ سے 15 عرب میل کی دوری پر اور طف کے مغربی حصے میں واقع تھا جو بابل کے زیر کاشت علاقے الریف کے بالائی حصے سے شروع ہوتا تھا۔ یہ علاقہ اپنے چشموں کی وجہ سے مشہور تھا۔ (اور آج بھی ہے) بیرونی حملوں سے حفاظت کے لیے ساسانیوں نے یہاں مسالح (چوکیوں) کا ایک سلسلہ، ایک عظیم الشان دیوار اور خندق بنا رکھی تھی۔ عرب جغرافیہ نویس عراق کی چوڑائی عام طور پر ایک خط سے ناپتے ہیں جو شمال مشرق میں حلوان سے شروع ہو کر جنوبی مغرب میں القادسیہ کے آخری گاؤں العذیب تک جاتا ہے۔ قادسیہ اور عذیب کا وہ محل وقوع جو Wanger نے بتایا ہے، وہ یہی ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں اور یہ بہت حد تک درست ہے۔ القادسیہ کے مضافات میں ایک گاؤں تھا جسے القدیس (قادس خورد) کہتے تھے۔ شعراء عرب قادسیہ کے گردونواح کے سارے علاقے کو القوادس کے نام سے لکھتے ہیں۔ القادسیہ ایک چھوٹا سا شہر تھا جس کے دو دروازے اور ایک کچی فصیل تھی۔ اس کے چاروں طرف زیر کاشت کھیت اور کھجوروں کے باغات دریائے فرات کی ایک نہر سے سیراب ہوتے تھے۔ یہ عراق کی آخری نہر تھی۔ المسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ یہ نہر حیرہ کی جانب بہتی تھی۔ شمال مشرق میں القادسیہ اور جنوب مغرب میں العذیب کے درمیان بہنے والی اس نہر پر ایک پرانا پل تھا جسے العتیق یا جسر القادسیہ کہا جاتا تھا۔ دونوں شہروں کے درمیان یہ پل عام گزرگاہ کا کام دیتا تھا۔ ساسانی دورِ حکومت میں سلطنت ایران کے اہم سرحدی شہر کی حیثیت سے القادسیہ نے بہت اہم کردار ادا کیا اور اسلامی فتوحات کا دروازہ ثابت ہوا کہ جس میں سے گزرتے ہوئے اللہ کے شیروں نے چند سالوں میں پورا ایران بمع عراق فتح کر لیا۔

والحمدالله علی ذالك

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے سفارتی گفتگو کرے۔ چنانچہ جنابِ سعد بن ابی وقاص نے ربعی بن عامر رضی اللہ عنہما کو اس کام کے لیے روانہ فرمایا۔ (ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستم کے دربار میں ایک مومن کی شان کا اظہار کرتے ہوئے نہایت متانت کے ساتھ گفتگو فرمائی۔) مگر رستم کی طرف سے مذاکرات کے لیے بار بار تکرار کے ساتھ طلب آتی رہی (دراصل وہ اس جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ اس نے تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی شکست کو دل سے تسلیم کر لیا تھا۔) اور پھر ہر مرتبہ رستم جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کے سفیر سے پوچھتا کہ: لشکر اسلام کے یہاں تک پہنچنے کا مقصد کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہر بار وہ سفیرِ اسلام کے ذریعے مسلمانوں کو کچھ مال دے دلا کر دھوکہ دینے کی کوشش کرتا تا کہ وہ واپس پلٹ جائیں اور جنگ نہ ہو۔ مگر اس کی یہ چال کارگر ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ اس سے مسلمانوں کے اصرار میں مزید اضافہ ہوتا کہ وہ ایرانیوں کو ضرور قتل کریں۔ [1]

توجنگِ قادسیہ کا یہ مشہور معرکہ جو کسریٰ ایران کے ملک کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ایک آغاز تھا اس گستاخی کی سزا تھی جو کسریٰ ایران پرویز نے نبی مکرم ﷺ کے مبارک نامے کو پھاڑ کر کی تھی۔ ہوا یوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ ایران کی طرف ایک خط لکھا جس میں آپؐ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اور ایرانی بادشاہ (پرویز) نے اسے پھاڑ دیا تھا۔ (یہ خط نبی ﷺ نے سنہ ۶ ہجری کے آخر میں عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا۔) رسول اللہ ﷺ کو جب کسریٰ ایران کے اس نامہ مبارک کو پھاڑ دینے والے واقعہ کی خبر ملی تو بددعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے۔'' چنانچہ اللہ نے اپنے بندے کی دعا کو سن لیا اور پھر انہیں پھاڑ کر رکھ دیا۔

جنگ قادسیہ ایک بہت بڑا معرکہ تھا کہ عراق میں اس سے پہلے کبھی اتنا بڑا حیران کن واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ اور یہ اس طرح کہ جب دونوں فوجیں لڑائی کے لیے آمنے سامنے صف بستہ ہوگئیں تو اس وقت سپہ سالارِ اسلامی جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ''عرق النساء'' کی بیماری نے پریشان کر رکھا تھا اور پورے جسم پر بھاری بھاری پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں۔ آپؓ سواری نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ آپؓ قادسیہ میں ایک محل کے اوپر اپنے سینے کے بل ایک تکیہ پر لیٹے ہوئے تھے۔ یہیں سے پورے لشکر کی نقل و حرکت کا معاینہ بھی کر رہے تھے اور اپنے احکامات بھی اپنے کمانڈروں کو پہنچا رہے تھے۔ اور پھر یہ کہ آپؓ نے اس محل کا دروازہ بھی بند نہیں کروایا تھا۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی دلیل

[1] (بالآخر ایک عظیم معرکہ ہوا اور اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو بہت بڑی کامیابی سے نوازا۔ یکم محرم سنہ ۱۵ ہجری کو شروع میں ہونے والے چار دن کے مسلسل اور تھکا دینے والے اس معرکے میں صرف چھ ہزار مسلمان مجاہدین شہید ہوئے۔ جبکہ اللہ کے دشمنوں کی لاشوں کے انبار لگے تھے۔ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ فوج میں سے چند ہزار ہی وہ لوگ تھے، جو جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔ رستم سمیت تمام ایرانی جرنیل مارے جا چکے تھے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ پہلے دن کی لڑائی میں جنابِ سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر انہیں خطاب کیا اور لڑائی پر ابھارا۔ قارئین قرآن نے جہادی آیات اور جہادی سورتوں کی تلاوت کی۔ پھر جنابِ سعد رضی اللہ عنہ نے چار تکبیریں کہیں اور مجاہدین نے چوتھی تکبیر پر ایک دم حملہ کر دیا۔ رات چھا جانے تک مجاہدین خوب دلیری سے لڑتے رہے اور جانبین سے بہت سارے لوگ مارے گئے۔ اسی طرح اگلے دن بھی رات گئے تک دونوں لشکر دلیری سے لڑتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنی انہی لڑائی والی جگہوں سے تیسری صبح کو آغاز کیا، جہاں رات کو لڑائی چھوڑی تھی۔ پھر اس تیسرے دن بھی وہ رات گئے تک لڑتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ یہ چوتھے چڑھنے والے دن کی رات تھی کہ جسے انہوں نے " لیلۃ الھریر " کہا۔ اور پھر جب لڑائی کا چوتھا دن شروع ہوا تو ایک نہایت ہی شدید معرکے کے ساتھ۔ مسلمان کمانڈروں نے ایرانی ہاتھیوں سے ڈر کر پیچھے بھاگنے والے گھوڑوں کے بہت بڑے نقصان کا بھی اندازہ لگا لیا تھا۔ اور پھر صحابہ کرام نے ان ہاتھیوں کی سونڈوں اور فیل بانوں کو کاٹنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان ہاتھیوں کی آنکھوں کو اپنے نیزوں کا نشانہ بنایا۔ اور بہادر مجاہدین کی ایک جماعت نے میدانِ کارزار میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ چنانچہ اس چوتھے روز کا دن جب ڈھلنے لگا اور اسے یوم القادسیہ کے نام سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سوموار 4 محرم سنہ 15 ہجری کا دن تھا۔ ایک سخت قسم کی آندھی چلی اور اس نے ایرانیوں کے خیمے اکھاڑ پھینکے اور جس تخت پر ایرانی جرنیل رستم براجمان تھا اسے کہیں کا کہیں لا پھینکا۔ وہ جلدی سے اپنے ایک خچر پر سوار ہو کر فرار ہونے لگا۔ مگر مسلمانوں نے اسے پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ ایرانیوں کی دوڑیں لگ گئیں اور شکست کھا کر بھاگنے لگے۔ مسلمان مجاہدین ان کے پیچھے لگے اور انہیں گھیر گھیر کر قتل کرنے لگے۔ اس دن ایرانیوں کا بیڑیوں میں جکڑا تیس ہزار کا لشکر پورے کا پورا تہہ تیغ کر دیا گیا۔ مسلمان فوجیں بھاگنے والوں کے پیچھے لگیں حتی کہ ان کے پیچھے بادشاہ کے دارالحکومت مدائن میں جا گھسے۔ یہ مدائن ایوانِ کسریٰ تھا۔

ملکِ ایران کی دیگر فتوحات:

اس جنگ قادسیہ سے مسلمانوں نے بے شمار اموال اور اسلحہ بطور غنیمت حاصل کیا کہ جس کو نہ گنا جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کی پہچان کی جا سکتی تھی۔ عراق میں بسنے والے مقامِ عُذیب سے عدن اَبین تک کے عرب لوگ جنگ قادسیہ کے نتیجہ کے انتظار میں تھے۔ (کہ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟) وہ دیکھ رہے تھے کہ آیا اس سے ان کی حکومت کو ثبات نصیب ہوتا ہے یا زوال؟ (یعنی ہار اور جیت سے۔) مسلمان تو ایرانیوں کے پیچھے چل کھڑے ہوئے تھے اور جہاں کہیں دونوں فوجوں (ایرانیوں اور مسلمانوں) کا آمنا سامنا ہوتا اللہ تعالیٰ اپنی حزب الرحمٰن کی مدد فرماتے اور آگ کی پجارن حزب الشیطان ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتی۔ اللہ کے بندے اہل اسلام وہ اموال سمیٹ رہے تھے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کو نہ ہی ناپا، تولا جانا ممکن تھا اور نہ ہی شمار کرنا۔ پھر وہ مسلسل ایرانیوں، مجوسیوں کے پیچھے لگے ہی رہے حتی کہ ان کے پیچھے دریائے فرات کو بھی پار کر گئے۔ اور انہوں نے مدائن وجلولاء کو بھی فتح کر لیا۔ سنہ 15 ہجری کا پورا سال اسی طرح گزر گیا اور سنہ 16 ہجری کا چاند طلوع ہوا تو مجوسیوں کا پیچھا کرتے کرتے جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایرانی شہر نہر شیر کا محاصرہ کر چکے تھے۔ یہ شہر کسریٰ ایران کے ان دو شہروں میں سے ایک تھا جو دجلہ کے مغرب میں واقع تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کے لیے فتح فرما دیا اور وہ اس میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد مدائن میں کسریٰ ایران کا وائٹ ہاؤس (سفید محل) ان کے لیے فتح کرنا آسان ہو گیا۔ اور یہ ایرانی بادشاہ کا وہی محل تھا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کئی سال پہلے خوشخبری دے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے مسلمانوں کے لیے فتح فرما دیں گے۔

چنانچہ جب یہ فتح ہوا تو مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا: اللہ اکبر...... کسریٰ ایران کا وائٹ ہاؤس؟ (قصرِ ابیض) اس کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) ہم سے فرما چکے ہیں۔ وہ پوری رات صبح صادق تک اللہ کی تکبیر بلند کرتے رہے۔ پھر سپہ سالارِ لشکر طیبہ جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مسلمان مجاہدین کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے برانگیختہ کرتے ہوئے گھوڑوں سمیت دریائے دجلہ پار کر جانے کا حکم دیا۔ اُدھر دوسری جانب ایرانی فوجیں گھوڑوں پر سوار صفیں باندھے کھڑی تھیں۔ چنانچہ سیدنا عاصمؓ بن عمرو اور ان کے ساتھ چھ سو بہادر مجاہدین اسلام نے اپنے امیر کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسے قبول کیا۔ جنابِ سعد رضی اللہ عنہ نے ان چھ سو افراد پر سیّدنا عاصم رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ پھر جنابِ عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنے ان چھ سو ساتھیوں کو باقی اسلامی افواج سے پہلے دریا میں کود جانے پر ابھارا تا کہ دریا کی دوسری جانب کو لشکر اسلامی کے لیے محفوظ کر سکیں۔ تو ان تمام گھڑ سوار بہادروں میں سے ساٹھ جوانوں نے ان کی دعوت کو دل و جان سے فوراً قبول کیا اور دریا میں کود پڑے۔ تا کہ اپنے باقی ساتھیوں کے لیے آسانی پیدا کریں۔ دوسری طرف جب ایرانیوں نے انہیں دیکھا کہ پانی میں کود کر ان کے پیچھے دوڑ پڑے ہیں تو کہنے لگے: پاگل ہیں پاگل۔ (دیو آمد...... دیو آمد...... جن آ گئے، جن آ گئے۔) پھر ایک دوسرے کو کہنے لگے؛ تم انسانوں سے نہیں جنوں سے لڑ رہے ہو۔ اور یہ کہہ کر مسلمانوں کے آگے لگ کر بھاگ اٹھے اور مسلمان ان کے پیچھے لگ گئے۔ اس قدر پیچھا کیا کہ انہیں دریا سے بہت دور ہٹا دیا۔ پھر وہ اس کنارے پر رک کر دوسری جانب کی نگرانی کرنے لگے۔ تب ان کے باقی (5) سو چالیس ساتھی بھی دجلہ میں کود کر دوسری جانب اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ اس پار اترنے والے پورے چھ سو مجاہدین کے دستے نے مل کر پیچھے ہٹ جانے والے ایرانیوں پر حملہ کر کے انہیں اس کنارے سے بہت دور ہٹا دیا۔ جبکہ جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور باقی تمام مسلمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجاہدین کا لشکر دجلہ کے دوسرے کنارے کھڑا دیکھ رہا تھا کہ یہ گھڑسوار اللہ کے شیروں کا شاہسوار دستہ مجوسی شاہسواروں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟

پھر جناب سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور باقی سارا لشکر بھی آپؓ کے پیچھے کود پڑا۔ کوئی ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہا۔ وہ اس دریا میں یوں چل رہے تھے، جیسے خشک زمین پر چلتے ہوں۔ حتیٰ کہ دریا کے دونوں کنارے ان سے بھر گئے۔ دریا میں اتنے لوگ تھے کہ گھڑسواروں اور پیدل داخل ہونے کی کثرت کی وجہ سے پانی نظر نہیں آرہا تھا۔ لوگ پانی میں یوں باتیں کرتے ہوئے آرہے تھے جیسے خشک زمین پر باتیں کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ اس کا سبب (اللہ کی مدد کے ساتھ) اطمینان و ایمان کا حصول تھا۔ اور اللہ ذوالجلال کے حکم سے اس کے وعدے، اس کی تائید اور اس کی مدد کے ساتھ وثوق تھا۔ اور اس لیے بھی کہ ان کی قیادت جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کر رہے تھے جو کہ عشرہ مبشرہ بالجنۃ میں سے ایک تھے۔ جب نبی کریم ﷺ دنیا سے جا رہے تھے تو جناب سعد رضی اللہ عنہ وأرضاہ سے راضی تھے۔ آپؐ نے ان کے لیے بھی دعا کی تھی اور ان کے لشکر کے لیے بھی۔ ادھر جناب سعد رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لشکر کی سلامتی اور مدد کے لیے آج بہت دعائیں کی تھیں۔ (جناب سعد مستجاب الدعوات مشہور تھے۔) اور پھر جب اپنے لشکر کو اس دریا میں پھینکا تو اللہ نے ان کی حفاظت بھی کی اور مدد بھی۔ انہیں صحیح سلامت رکھا۔ مسلمانوں میں سے کوئی ایک آدمی بھی گم نہ ہوا اور نہ ہی ان کے سامان میں سے کوئی چیز گم یا ضائع ہوئی۔ جب کوئی گھوڑا پانی میں چلتے چلتے تھک جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بلند پھیلے ہوئے ٹیلے کی طرف جگہ مقدر کر دیتا اور وہ کھڑے ہو کر آرام کر لیتا۔ بعض گھوڑے یوں چلتے رہے کہ پانی ان کی زین والی پٹیوں تک بھی نہ آیا۔ یہ بڑا ہی حیران کن معاملہ اور عظیم دن تھا۔ ایک واضح معجزہ (اور آپؐ کے اصحاب کی کرامت) کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ساتھیوں کے لیے ظاہر فرمایا تھا۔ ان ملکوں میں ایسا واقعہ پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا اور نہ ہی زمین کے خطوں میں سے کسی اور خطے میں۔

اسلامی فوجیں مدائن میں داخل ہوئیں تو کسریٰ ایران یزدگرد وہاں سے بھاگ چکا تھا۔ اور اپنے ساتھ وہ جتنا مال ومتاع لے جا سکتا تھا، لے گیا اور جس سے عاجز آ گیا وہ چھوڑ گیا۔ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت آئے اور کسریٰ کے قصر ابیض میں آ ٹھہرے۔ پھر کسریٰ یزدگرد کے پیچھے طلایہ گرد دستے روانہ فرمائے۔ جناب سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں اموال ومتاع، سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات کے جتنے خزانے تھے، انہیں حاصل کرنا شروع کیا اور مرکز خلافت مدینہ منورہ کی طرف روانہ کرنا شروع کر دیے۔ یہ خزانہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ایک کسریٰ ایران کا وہ جواہرات سے جڑا تاج بھی تھا کہ جس سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ اس کی تلوار، اس کے کنگن جنہیں وہ پہنتا تھا اور دیگر بڑی ہی حیران کن چیزیں۔ یہ سب جناب سعد رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف مدینہ منورہ بھیج دیں۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے کنگن جناب سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو دے دیے۔ انہوں نے ان کو اپنے ہاتھوں میں پہن لیا۔ وہ اتنے زیادہ تھے کہ حضرت سراقہ کے پورے بازو بھر گئے۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں سراقہ کے ہاتھوں میں دیکھا تو فرمایا: اس اللہ رب العالمین کی حمد وثنا کہ جس نے کسریٰ ایران کے یہ کنگن آج بنومدلج کے ایک بدو سراقہ بن مالک بن جعشم کے ہاتھوں میں پہنا دیے۔ اُمیر المؤمنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ کنگن سراقہ بن مالک ایک دیہاتی کو اس لیے پہنائے تھے کہ نبی مکرم ﷺ نے سراقہ سے ان کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے موقع پر وہ آپ ﷺ کے پیچھے لگا تھا تا کہ وہ آپ ﷺ کو قریش کی طرف واپس کر سکے اور ایک سو اونٹوں کا انعام پائے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نبی معظم ﷺ نے سراقہ کے بازوؤں کی طرف دیکھ کر فرمایا تھا: ''سراقہ! وہ وقت آئے گا جب تمہیں کسریٰ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔''

فتح مدائن کے بعد سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر جلولاء کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے مجوسیوں سے جنگ کی اور ان پر فتح حاصل کی۔ ایرانیوں کے ایک لاکھ ناپاک جسموں سے جلولاء کی زمین کو انہوں نے ڈھانپ دیا۔ ہر طرف لاشے ہی لاشے بکھرے پڑے تھے۔ جَلَّلَ يُجَلِّلُ ...... کا معنی ہوتا ہے ڈھانپنا۔ اللہ کے شیروں کے ہاتھوں اس قتل عام کی وجہ سے جو ایرانیوں کی لاشوں نے اس شہر کو ڈھانپ دیا تو اسی لیے کا نام ''جلولاء'' پڑ گیا۔

جلولاء کے بعد حلوان، تکریت، موصل، ماسبذان اور قرقیسیا فتح ہوئے۔ سنہ 17 ہجری میں جنابِ سعد رضی اللہ عنہ مدائن سے کوفہ کی طرف پلٹے۔ اس لیے کہ مدائن کی آب و ہوا کو مکھیوں کی کثرت اور گرد و غبار نے صحابہ کرام کے لیے ناموافق بنا دیا تھا اور ان کے رنگ تبدیل ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی اور پھر کوفہ کی زمین کو انہوں نے مناسب پایا۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کی آبادکاری کے لیے پلاننگ کا حکم دیا اور پھر اس میں سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر لوگوں نے اپنے گھر بنائے اور اُمیر المؤمنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے یہ گھر کچی اینٹوں سے بنائے گئے۔ اور اس شرط پر کہ وہ ان میں اِسراف نہیں کریں گے اور نہ ہی حد سے تجاوز۔ اس کے بعد یہاں کوفہ میں سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ ساڑھے تین سال تک مسلسل رہے حتی کہ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہاں سے معزول کر دیا۔ نہ ہی کسی مجبوری کی بنا پر اور نہ ہی کسی خیانت کی وجہ سے۔ بلکہ ایک مصلحت کی بنا پر کہ جو اُمیر المؤمنین کو نظر آئی تھی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کو چھ رکنی مجلس شوریٰ میں نامزد فرما دیا تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ ان سے راضی تھے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((مَا أَجِدُ أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ ـ أَوِ الرَّهْطِ ـ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ: فَسَمّٰى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ...... وَقَالَ: فَإِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ ، فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ مِنْ عَجْزٍ وَلَا خِيَانَةٍ)) ❶

''خلافت کا میں ان حضرات سے زیادہ مستحق کسی اور کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک جن سے راضی تھے اور خوش۔ پھر آپؓ نے سادا تنا علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے نام لیے۔ اور فرمایا کہ: اگر خلافت سعد کو مل جائے تو وہ اس کے اہل ہیں اور اگر وہ نہ ہو سکیں تو جو شخص بھی تم میں سے خلیفہ ہو وہ اپنے زمانۂ خلافت میں ان کا تعاون حاصل کرتا رہے۔ کیونکہ میں نے انہیں کوفہ کی گورنری سے کسی نا اہلی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے۔''

تو جب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے، انہوں نے جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کو پھر کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ آپؓ جب بھی دعا کرتے وہ اللہ کے دربار میں قبول ہوتی۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے لیے دعا کی تھی: ((اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ)) ❷ ''اے اللہ! سعد بن ابی وقاص جب بھی تجھ سے مانگے اس کی دعا کو قبول فرمانا۔'' اہل کوفہ نے جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اور آپؓ نے ان کو معزول کر دیا۔ ان کی جگہ جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کر دیا۔ دراصل انہوں نے ان کی شکایت یہ کی کہ سعد بن ابی وقاص تو نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ اُمیر المؤمنین جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا:

((إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي۔ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ : أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا ، أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ۔ قَالَ : ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ۔ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا ـ أَوْ رِجَالًا ـ إِلَى الْكُوفَةِ ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ ، وَيُثْنُونَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا۔ حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قِصَّةِ البيعة ح : ٣٧٠٠

❷ صحيح سنن الترمذى حديث: ٢٩٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَبْسٍ ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكَنَّى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ : أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ ، وَلَا يُقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ۔ قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ۔ قَالَ: فَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ: شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ۔ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ)) ❶

''اے ابو اسحاق! ان کوفیوں کا خیال ہے کہ تم نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھا سکتے؟ جنابِ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو انہیں نبی کریم ﷺ کی طرح ہی نماز پڑھاتا تھا۔ اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔ عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی پہلی دو رکعات میں قرأت لمبی کرتا اور دوسری دو رکعات ہلکی پڑھتا۔ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو اسحاق! مجھے تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر امیر المؤمنین عمر بن الخطاب نے حضرتِ سعد رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک آدمی (یا ایک سے زیادہ آدمیوں) کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا۔ سب نے آپؓ کی تعریف کی۔ لیکن جب مسجد بنی عبس میں گئے تو ایک شخص کہ جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: جب آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو سنیے: سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے اور نہ ہی مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلہ میں عدل و انصاف کرتے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف نمود و ریا کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر تو دراز فرما، اسے خوب محتاج کر اور فتنوں میں اسے مبتلا کر دے۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد وہ شخص اس درجہ بدحال ہوا کہ جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا: ایک بوڑھا، پریشان حال ہوں۔ مجھے سعد کی بددعا لگ گئی۔ راوی حدیث عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں: میں نے اسے دیکھا کہ اس کی بھنویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آ گئی تھیں، مگر اب بھی راستوں میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔'' **(العیاذ باللہ)**

سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمر اُن کے پاس

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب وجوب القرائة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر ح : ٧٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ ان دنوں حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کی چراگاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ عمر بن سعد کہنے لگے: لوگ امارت و خلافت پر جھگڑا کر رہے ہیں اور آپ یہاں ہیں؟ فرمایا: بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ)) ...... ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے پرہیزگار، مالدار، چھپ کر رہنے والے بندے کو پسند فرماتے ہیں۔'' ❶

ابن عساکر کہتے ہیں: بعض اہل علم نے روایت کیا ہے کہ حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ کا بھتیجا ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص آپؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''چچا جان! (شہادتِ عثمانؓ کے بعد) ایک لاکھ تلواریں یہ رائے رکھتی ہیں کہ آپؓ سب لوگوں کی نسبت اس خلافت و امارت کے زیادہ حقدار ہیں۔'' تو آپ فرمانے لگے: ''میں اس ایک لاکھ میں سے صرف ایک تلوار چاہتا ہوں جو کسی مومن آدمی پر جب چلے تو اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے اور جب کسی کافر پر ماری جائے تو اسے کاٹ کر رکھ دے۔''

جنابِ سعد رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ منورہ سے باہر وادی عقیق میں ہوئی۔ آپ کا جنازہ لوگوں کے کندھوں پر مدینہ منورہ لایا گیا اور آپؓ پر مروان بن حکم نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اسی طرح آپ کی نمازِ جنازہ میں الباقیات الصالحات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے شرکت فرمائی۔ اور پھر آپ کو البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ یہ سنہ 55 ہجری کی بات ہے۔ اس وقت آپؓ اسی (80) سال کی عمر سے تجاوز کر چکے تھے۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ؛ مہاجرین مکہ میں بھی سب سے آخر میں آپ کی وفات ہوئی، رضی الله عنه وأرضاه. ❷

نبی کریم ﷺ کو تمام صحابہ کرام سے زیادہ محبوب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: ((أَيُّ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ؟ قَالَتْ: أَبُوبَكْرٍ ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَتْ: ثُمَّ عُمَرُ ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَتْ: ثُمَّ أَبُوعُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ فَسَكَتَتْ)) وَقَالَ ﷺ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ)) ❸

جناب عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ؛ میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی کریم ﷺ کو اپنے صحابہ میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟

❶ صحیح مسلم / کتاب الزهد / ح: ۷۴۳۲

❷ اس مضمون کی تیاری کے لیے: (۱) البدایه والنهایه ۳۵/۷ ومابعدها (۲) السیرة النبویة ابن هشام ۸۲/۲ (۳) فتح الباری: ۸۴/۷ اور (۴) شرح نووی لصحیح مسلم: ۱۸۳/۱۵ سے بھی مدد لی گئی ہے۔

❸ صحیح سنن الترمذي، رقم: ۲۹۵۸، ۲۵۹۵۹ والجامع / ح: ۳۷۵۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: عمر بن خطاب۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: ابوعبیدہ بن الجراح۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ تو آپؐ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''کیا خوب آدمی ہے ابوعبیدہ بن الجراح۔''

تو یہ ہیں جناب (ابوعبیدہ) عامر بن عبداللہ بن الجراح۔ امت اسلامیہ کے امین اور عشرہ مبشرہ بالجنۃ میں سے ایک۔ اور ان پانچوں میں سے ایک جو ایک ہی دن (ابتدائے اسلام میں) جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لے آئے تھے۔ وہ تھے عثمان بن مظعون، عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، عبدالرحمن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالأسد اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم، ابوعبیدہ شامی لشکر کے امیر اور وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہیں اُمیر الأمراء کا لقب ملا تھا۔

غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں جناب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نبی معظم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ جنگ اُحد میں جب نبی کریم ﷺ کے رخسار مبارک کی ابھری ہوئی جگہ پر خود کی دو کڑیاں کھب گئیں اور چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا تو جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک کڑی اپنے دانتوں سے نکالی تھی کہ جس کی وجہ سے آپؓ کے سامنے والا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ پھر جب دوسری نکالی تو دوسرا دانت ٹوٹ گیا۔ جس سے آپؓ ''ساقط ثنیتین'' ہو گئے۔ یہ دونوں دانت اس لیے گرے کہ آپؓ نے نبی معظم ﷺ کے بارے میں ڈر ظاہر کیا؛ اگر اپنے دانتوں کی پرواہ کی تو آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوگی۔ چنانچہ کڑیاں نکالتے وقت یہ تکلیف خود برداشت کر لی اور اپنے دونوں دانت تڑوا لیے۔ مگر نبی کریم ﷺ کو تکلیف نہ ہونے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ سامنے کے دونوں دانت جڑ سے ٹوٹے ہوئے والا (بوڑا) ہو گئے اور یہ دانتوں کا خلا آپؓ کو بہت اچھا لگتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ (چھوٹے لشکر) پر امیر بنایا اور اسے سمندر والی جانب روانہ فرمایا۔ (یہ سریہ ربیع الثانی سنہ 6 ہجری میں پیش آیا اور سریہ ذوالقصہ کے نام سے مشہور ہوا۔) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: ((إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ! أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ)) ...... '' ہر امت میں امین ہوتے ہیں (یعنی خاص رازدان) اور اے امت اسلامیہ! ہمارے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔'' [1]

جب نبی کریم ﷺ کے پاس نجرانی نصرانیوں کا وفد آیا اور اس میں ان کا دینی راہنما عبدالمسیح اور ان کا ایک سیاسی قائد بھی تھے تو نبی ﷺ سے وہ عرض کرنے لگے:

((إِبْعَثْ إِلَيْنَا رَجُلًا أَمِينًا يُعَلِّمُنَا السُّنَّةَ وَالْإِسْلَامَ فَقَالَ ﷺ: ((لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ)) فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ))۔ [2]

[1] صحيح البخاری / كتاب فضائل الصحابة / باب مناقب ابی عبيده بن الجراحؓ، ح: ٣٧٤٤

[2] أخرجه مسلم في كتاب الصحابة، باب فضائل عن أبي عبيدة بن الجراح رضي الله عنه ح: ٦٢٥٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک امین شخص کو بھیج دیں جو ہمیں سنت (حدیث) اور اسلام سکھائے۔''

تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے پاس ایک امین آدمی کو بھیجتا ہوں وہ بلاشبہ امانت دار ہے وہ بلاشبہ حق سچ امین ہے۔'' راوی کہتا ہے: لوگ منتظر رہے کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں تو آپؐ نے ابوعبیدہ بن الجراح کو (دعوتِ دین کے لیے نجران) بھیجا۔''

((سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَخْلِفًا لَوِاسْتَخْلَفَهُ؟ قَالَتْ : أَبُوْبَكْرٍ ، فَقِيْلَ لَهَا: ثُمَّ مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ: عُمَرُ ، ثُمَّ قِيْلَ لَهَا: مَنْ بَعْدَ عُمَرَ؟ قَالَتْ: أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔ ثُمَّ انْتَهَتْ إِلٰى هٰذَا)) [1]

''ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: اگر نبی ﷺ نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانا ہوتا تو کسے مقرر فرماتے؟ سیّدہ نے فرمایا: ''ابوبکر کو۔'' ان سے پوچھا گیا: پھر ابوبکر کے بعد کس کو؟ فرمایا: ''عمر کو۔'' ان سے پھر پوچھا گیا: ''اور عمر کے بعد؟'' فرمایا: ''ابوعبیدہ بن الجراح کو۔'' رضی اللہ عنہم اجمعین پھر آپؓ یہاں تک پہنچ کر رک گئیں۔''

12 ربیع الثانی سنہ 11 ہجری کو (رسول اللہ ﷺ کی وفات والے دن) سقیفہ بن ساعدہ میں مہاجرین و انصار کا خلیفہ کے انتخابات پر جو اکٹھ ہوا تھا، اس میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں تمہارے لیے ان دونوں آدمیوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیتا ہوں۔ ''تم عمر کے لیے بیعت کر لو یا ابوعبیدہ بن الجراح کے لیے۔'' [2]

جنگِ یرموک:

جنگ یرموک کے موقع پر خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو پورے لشکر میں سے چوتھے حصے پر امیر بنا کر ملکِ شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اور آپؓ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کو نصیحت و ہدایات کرنے کے لیے ساتھ میں پیدل ہی چل پڑے۔ آپؓ نے انہیں ضلع حمص کا گورنر مقرر فرمایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنابِ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر مقامِ جابیہ میں فروکش ہو گئے۔ اور پھر جب آپؓ ارضِ بلقاء میں سے گزرے تو وہاں کے رہنے والوں سے لڑائی کی حتی کہ انہوں نے آپؓ سے مصالحت کر لی۔ اور یہ پہلی صلح تھی جو ملک شام میں واقع ہوئی۔ پھر جب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیف من سیوف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ملک عراق سے ملک شام کی طرف اسی غرض کے لیے روانہ فرمایا تو انہیں میدانِ حرب میں علم اور تجربہ زیادہ ہونے کی بنا پر ابوعبیدہ اور دیگر امراء

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه ح : ٦١٧٨

[2] صحيح البخاري / كتاب فضائل الصحابة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عمرو بن العاص، شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم) پر امیر مقرر فرمایا اور یہ امارت غزوۂ یرموک کے لیے تھی۔

خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو لاکھ سے زائد رُومی جنگجو فوجیوں کے مقابلے میں بیس ہزار مسلمان مجاہدین روانہ فرمائے تھے۔ ان رومیوں نے اپنی کثرت و نخوت سے اس پورے علاقے کے تمام راستے مسدود کر دیے تھے۔ علاقہ یرموک کے میدانوں کو بھی اور اس کے تنگ گزر راستوں کو بھی پُر کر دیا تھا۔ یوں لگتا تھا، گویا کہ وہ ایک سیاہ بادل ہے۔ وہ بلند آوازوں سے چیختے تھے۔ اور ان کے راہب ان پر انجیل کی تلاوت کر کے انہیں لڑائی پر اُبھار رہے تھے۔ جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے درمیان میں گھڑ سوار دستے کے ساتھ کھڑے تھے۔ اپنا گھوڑا سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے قریب کر کے فرمایا: ''میں ایک بات کا مشورہ دیتا ہوں۔'' ابوعبیدہ فرمانے لگے: ''فرمایئے جناب! جس کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہوا سے میں آپؓ سے سنوں گا بھی اور اطاعت بھی کروں گا۔'' پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگی چالوں اور طریقہ کار کو پیش کیا اور دونوں جرنیل رومیوں سے جنگ لڑنے کے ایک منصوبے پر متفق ہو گئے۔ جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک مہم سونپی۔ اور جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مجاہدین کے دستے لے کر چلے۔ جب رُومی اور مسلمان فوجوں نے فاصلہ کم کر کے ایک دوسرے کو دیکھ لیا اور دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کو دعوتِ مبارزت دے ڈالی تو سیّدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ کے بندو! اللہ (کے دین) کی مدد کرو۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔ ارے مسلمانو! صبر سے کام لینا۔ اس لیے کہ صبر کفر سے نجات دلانے کا ذریعہ ہوتا ہے اور اللہ ربّ العالمین کی رضا کا سبب۔ یہ عار کو باطل کرنے والا ہوتا ہے۔ میدانِ جنگ سے پیچھے مت ہٹنا اور نہ ہی اپنے امیر کے حکم سے پہلے ایک قدم بھی آگے بڑھانا۔ اور نہ ہی جنگ کا آغاز پہلے کرنا۔ نیزے سیدھے کر لو۔ چمڑے والی ڈھالیں پہن لو۔ اللہ کے ذکر کے سوا کوئی آواز نکلنے نہ پائے، خاموشی کو لازم کر لو۔''

بیان کیا جاتا ہے کہ: جنگ یرموک میں سب سے پہلا شخص مجاہدین میں سے جو شہید ہوا وہ جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں نے لڑ کر شہید ہونے کی تیاری کر لی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کوئی کام ہو تو بتلایئے! فرمایا: ''ہاں! بہت ضروری کام ہے۔ میری طرف سے آپ کو سلام کہنا۔ اور پیغام دینا کہ: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) جس بات کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اسے ہم نے حق سچ حاصل کر لیا ہے۔'' یہ مجاہد آگے بڑھا، خوب لڑا حتی کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔

ہر بٹالین اپنے کمانڈر کی قیادت میں اس کے جھنڈے تلے بالترتیب صفیں درست کر کے مستعد ہو گئی۔ رُومی فوجیں چکّی کی طرح ارد گرد گھومنے لگیں۔ (گویا مسلمانوں کو یہاں مقامِ یرموک میں پیس کر رکھ دیں گے۔) نظریوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ رہا تھا کہ یہاں یرموک میں کھوپڑیاں اڑادی جائیں گی، بازو کاٹ دیے جائیں گے اور ہاتھ ہوا میں کٹ کٹ کر اُڑتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ پھر سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رُومیوں کے میسرہ پر اپنے گھڑ سوار دستے سے ایک زبردست حملہ کیا۔ رُومی فوج کے اس میسرہ نے دراصل مسلمان فوج کے میمنہ پر حملہ کر دیا تھا۔ اپنے زور آور حملے سے سیف اللہ خالد بن ولیدؓ نے رُومیوں کو دھکیل کر ان کے قلب تک پہنچا دیا اور اس ایک ہی حملے سے اُن کے چھ ہزار لاشے گر گئے۔ سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ہزاری دستے کو تھوڑا سا ایک جانب کر کے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''مجاہدو! اس رب کائنات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ان رُومیوں کے پاس صبر و استقامت نام کی کوئی چیز نہیں اور بہادری وہی ہے جو تم نے دیکھ لی۔ میں اس بات کی امّید کرتا ہوں کہ اللہ ذوالجلال ان کے کندھے تمہارے سپرد کر دیں گے۔ (انہیں جیسے اور جتنے چاہو کاٹ پھینکو۔)''

اس کے بعد اپنے اسی گھڑ سوار دستے میں سے صرف ایک سو شاہسواروں کے ساتھ ایک لاکھ رُومیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ بس پھر ان میں گھستے ہی انہیں پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ پیچھے سے دوسرے مجاہدین نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ اللہ کے شیروں نے چہار جانب سے لڑائی کی شدت اور دباؤ میں اتنا سخت اضافہ کر دیا کہ صلیب کے پُجاری بھاگنا شروع ہو گئے۔ دن بھر کی صعوبت کشی سے مضمحل ہو کر وہ افسردگی کا شکار ہونے لگے۔ گھڑ سوار فوج نے اپنی پیدل سپاہ کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑا اور جدھر کو راستہ ملا فرار ہونے لگی۔

مؤرخین ومحدّثین بیان کرتے ہیں کہ اسی دوران میں کہ جب مسلمان قتال في سبیل اللہ کی چکّی حزب الشیطن پر گھما رہے تھے۔ جنگ اپنے جوبن پر تھی اور جانبین کے بہادر چہار جانب سے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ارضِ حجاز کی طرف سے ایک شاہسوار ڈاک لے کر جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا کہ خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وأرضاہ فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے فوتگی سے قبل جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (خالدؓ بن ولید کو معزول کر کے) ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کو یہاں یرموک میں لڑنے والی سپاہ کا سپہ سالارِ اعلیٰ مقرر فرمایا ہے۔ اس پیغام کی فوری اطلاع سے ان حالات میں نئے حکم اور اس جانکاہ خبر کے پھیلنے سے اسلامی سپاہ میں مایوسی اور افسردگی کے پھیلنے کا خطرہ تھا۔ اس لیے جناب خالد رضی اللہ عنہ نے اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھا اور انہیں خبر نہ ہونے دی۔ قاصد کو بھی راز رکھنے کی تاکید کی۔ (قاصد کا نام محمیۃ بن زنیم تھا۔) اور اسی جوش، ولولے کے ساتھ حرب و مقاتلہ کی تدبیر میں لگ گئے۔ حتی کہ اس معرکہ میں مسلمان رُومیوں پر فتح یاب ہو گئے۔ اس کے بعد جنابِ خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خبر سے آگاہ کیا۔ اور انہیں بتلایا کہ اب امارت جناب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو منتقل ہو چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمیر الجیش بن جانے کے بعد سیّدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اسلامی سپاہ کو مالِ غنیمت سمیٹنے اور اس کا پانچواں حصہ بیت مال المسلمین کے لیے الگ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر مالِ غنیمت کا یہ خمس (پانچواں حصہ) خوشخبری کی خبر کے ساتھ مرکز خلافت مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمادیا۔ یہ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳ہجری کی بات ہے۔

جنگ یرموک میں کامیاب فتح کے بعد سیّدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فتح دمشق کے لیے لشکرِ طیبہ کو لے کر چلے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہنچنے والے اس خط کو حضرتِ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہی وصول کیا تھا۔ اس خط میں امیر المؤمنین نے اُن سے اور تمام مجاہدین اسلام سے جنابِ صدیق رضی اللہ عنہ کی فوتگی کی تعزیّت کی تھی۔ اور انہیں مُلکِ شام پر لشکرکشی کے لیے تمام مسلمانوں پر امیر مقرر فرمایا تھا۔ اور انہیں حکم دیا تھا کہ جنگی معاملات میں وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا مُشیر بنا کر رکھیں۔ اس بات کو دورانِ جنگ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے چھپا کر رکھا حتی کہ دمشق بھی فتح ہو گیا۔ تب جناب خالدؓ نے ان سے کہا: اللہ آپؓ پر رحم فرمائے۔ آپ کو کس بات نے روک کر رکھا کہ جونہی یہ حکم اور اطلاع آئی تھی آپؓ نے مجھے بتلا دیا ہوتا۔'' تو جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے اس بات کو ناپسند جانا کہ آپ کی قیادت میں لڑی جانے والی جنگ کو آپؓ سے منقطع کر دیتا۔ (یعنی آپؓ اس بات کے حقدار تھے کہ آپ کو اس فتح کا اعزاز وشرف حاصل ہو۔) میں دُنیا کی بادشاہی نہیں چاہتا اور نہ ہی میں دُنیا کے لیے کام کرتا ہوں۔ آپؓ جو بھی رائے دیں گے اسی کے مطابق زوال وانقطاع ہوگا۔ ہم تو (بمشیئة اللّٰه) بھائی ہیں اور آدمی کو یہ بات ہرگز تکلیف نہیں دیتی کہ اس کے بھائی کو دین و دنیا کا کوئی مرتبہ اور مقام مل جائے۔ اس کے بعد سیّدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مُلکِ شام کے دوسرے علاقے بھی فتح کرنے لگے۔ (اور سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی قیادت میں ایک عام سپاہی کی حیثیت سے اپنی تمام فوجی صلاحیتوں کو بُروئے کار لاتے رہے۔)

۱۵ھ کے بعد کہ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دمشق وغیرہ کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے، انہوں نے ''ایلیاء'' والوں کو خط لکھا۔ انہیں توحید رب العالمین اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر انہیں اسلام قبول نہ ہو تو پھر وہ جزیہ پر صلح کرلیں۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو لڑائی کے لیے تیار رہیں۔ تو ایلیاء والوں نے پہلی دونوں باتیں ماننے سے انکار کردیا۔ پس پھر آپؓ نے دمشق پر سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور اہل ایلیاء پر چڑھائی کے لیے ایک لشکر جرار لے کر نکلے۔ وہاں پہنچ کر بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا۔ اور ان کی زندگی اجیرن کردی حتی کہ وہ صلح پر تیار ہو گئے۔ مگر اس شرط پر کہ اس صلح کے لیے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہاں خود تشریف لائیں۔ چنانچہ اس سے متعلق جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کو خط لکھا۔ امیر المؤمنین نے اس بارے اپنے اہل الرائے سے مشورہ کیا۔ اور پھر جناب عمر بن خطابؓ کچھ لشکر لے کر ایلیاء کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپؓ شام پہنچے تو ابوعبیدہ بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجراح اور دیگر امراء رحمہم اللہ ورضی عنہم نے آپؓ کا استقبال کیا۔ ان اُمراء میں خالد بن ولید اور یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ یوں بیت المقدس کی فتح اَمیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔ (مگر اس عظیم فتح کے لیے راستہ جناب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ہموار کیا تھا۔)

۱۷ھ میں رُومی لشکر نے جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا حمص میں محاصرے کا عزم کیا۔ جزیرہ والوں سے بھی انہوں نے خلقِ کثیر اور فوجیں منگوالیں اور پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو گھیرنے کا ارادہ کر کے نکلے۔ جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مقام قنسرین میں قیام پذیر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلوالیا۔ وہ بھی اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے۔ اور اس کے بارے میں حضرتِ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اَمیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا اور پھر ان کا جواب آنے تک حمص شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے لشکر پہنچ گئے۔ پیچھے سے جنابِ عمر رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ بن الجراح کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے خود بھی روانہ ہو گئے۔ جب رومیوں نے اَمیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا بنفس نفیس خود اپنے سپہ سالار ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے روانہ ہو جانے کا سُنا تو اُن کی ہوا اکھڑنے لگی اور انؔ میں کمزوری آ گئی۔ پھر جنابِ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ باہر نکل کر رُومیوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور انہیں فتح نصیب ہوگئی۔ رُومیوں کو یہاں ایک شکستِ فاش سے دوچار ہونا پڑا۔ اور یہ سب کچھ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے ہو چکا تھا۔ اور امدادی دستے بھی ابھی وہاں تک پہنچنے میں تین راتوں کی مسافت پر تھے۔ امیر المؤمنین جنابِ عمر رضی اللہ عنہ راستے میں ابھی جابیہ کے مقام تک ہی پہنچے تھے کہ انہیں ان کی طرف ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی فتح کی خوشخبری مل گئی۔

۱۸ھ میں مقام عمواس سے پھوٹنے والی طاعون کی وبا نے سب کو آلیا۔ یہ عمواس، القدس اور الرملہ کے درمیان واقع تھا۔ اس وبائی مرض کو طاعونِ عمواس اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے پہلے اس عمواس کے مقام سے شروع ہوئی تھی۔ پھر وہاں سے پورے ملک شام میں پھیل گئی۔ چنانچہ سیّدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان جرنیل بھی اس مرض کا شکار ہو کر ایک ہی دن میں فوت ہو گئے۔ رضی اللہ عنهم ورحمهم الله. بیان کیا جاتا ہے کہ اس طاعون کی وبا سے پچیس ہزار مسلمان فوت ہوئے تھے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. جب ابوعبیدہ بن الجراح امین هذه الأمة رضی اللہ عنہ و أرضاہ فوت ہوئے تو ان کی عمر 58 سال تھی۔

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے راضی تھے

سیّدنا عمر بن خطاب نے جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا تھا: ''تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ ...... نبی کریم ﷺ جب دُنیا سے تشریف لے گئے تو آپ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔'' [1]

---

[1] صحیح البخاری / کتاب فضائل الصحابة / باب قصة البيعة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہیں جناب ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف الزہری رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔ جاہلیت میں ان کا نام عبد عمرو تھا۔ جب اسلام لائے تو نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ ان کی والدہ کا نام و نسب یوں ہے: الشفاء بنت عوف بن عبد بن الحارث بن زُھرہ۔ آپؓ عام الفیل (کہ جس سال رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی۔) سے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سے دس سال چھوٹے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے آپؓ اسلام لا چکے تھے۔ آپؓ مہاجرین اوّلین میں سے تھے۔ ہجرتِ حبشہ بھی کی اور پھر ہجرت مدینہ بھی۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ بالجنۃ میں سے ہوتا ہے۔ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ مجلس شوریٰ کے ایک اہم رکن بھی تھے۔ پھر تین حضرات دستبردار ہو گئے اور آپؓ باقی رہ جانے والے تینوں (علی، عثمان اور آپ خود رضی اللہ عنہم) میں سے ایک کہ جن کی طرف خلافت کا معاملہ آخر کو پہنچا۔ اور آپ ان آٹھ سابقون اوّلون میں سے تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ آپ قدیمًا جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ ہجرتِ مدینہ پر نبی مکرم ﷺ نے آپؓ کی اور جناب سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کی مواخاۃ کروائی تھی۔

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ غزوہ بدر الکبریٰ سمیت تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ جب دومۃ الجندل کے بنو کلب کی طرف لشکر روانہ کیا تو اس پر جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نبی معظم ﷺ نے امیر مقرر فرمایا تھا۔ اور آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دونوں کندھوں کے درمیان پگڑی کا شملہ لٹکا دیا تا کہ ان کی امارت کی نشانی رہے۔ ❶ ❷ ایک بار کسی جنگ میں خالد بن ولید اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی اور جنابِ خالدؓ نے گفتگو میں انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ جب یہ بات نبی مکرم ﷺ تک پہنچی تو فرمایا: خالد!

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ)) ❸

''میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو! اگر کوئی شخص (غیر صحابی) اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مُد غلّہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان کے آدھے مُد کے برابر۔''

جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اپنا آدھا مال چار ہزار خرچ کیے، پھر آپؓ

❶ (پھر انہیں روانگی کے وقت فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر فتح دے دے تو ان کے سردار کی بیٹی سے شادی کر لینا۔ دومۃ الجندل میں بنو کلب کا سردار اصبغ بن ثعلبہ الکلبی تھا۔ اللہ نے جب فتح دے دی تو جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس کی بیٹی تماضر سے شادی کر لی۔ یہی تماضر آپؓ کے فقیہہ بیٹے ابو سلمہ کی ماں تھیں۔)

❷ دیکھئے: سيرة ابن هشام ، ص: ٢٤٠ دار المعرفه بيروت

❸ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا" ح: ٣٦٧٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے چالیس ہزار دینار خرچ کیے اور تیسری بار پھر چالیس ہزار دینار۔ پھر آپؓ نے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے پانچ سو گھوڑے بمع ساز و سامان دیے۔ دوسری بار پھر پانچ سو سواریاں اللہ کی راہ میں دیں۔ اور یہ آپ کا عمومی مال، مالِ تجارت میں سے ہوتا تھا۔ (اللہ نے آپؓ کے مال میں بہت برکت ڈال رکھی تھی۔)

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہی جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے آگے کرنے کے لیے اجتہاد سے کام لیا اور آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور یہ اس وقت ہوا کہ جب (زخمی ہو جانے کے بعد) سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو کبار صحابہ کرام کی طرف سے کہا گیا کہ آپ خلافت کے لیے کسی کا انتخاب کر دیں۔ آپؓ نے فرمایا تھا: میں اُمر خلافت و امارت کے لیے ان چھ افراد سے زیادہ حقدار کسی کو نہیں سمجھتا کہ جن سے رسول اللہ ﷺ دنیا سے جاتے وقت راضی تھے۔ اور پھر آپ نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کے نام لیے۔

جب لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کفن دفن سے فارغ ہو گئے تو یہ چھ حضرات اکٹھے ہوئے اور پھر جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إِجْعَلُوا [أَمْرَكُمْ] إِلٰى ثَلَاثَةٍ مِنْكُمْ۔ فَقَالَ الزُّبَيْرُ: قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِيْ إِلٰى عَلِيٍّ، فَقَالَ طَلْحَةُ: قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِيْ إِلٰى عُثْمَانَ۔ وَقَالَ سَعْدٌ: قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِيْ إِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ۔ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: أَيُّكُمَا تَبَرَّأَ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ فَنَجْعَلُهُ إِلَيْهِ، وَاللّٰهُ عَلَيْهِ وَكَذَا الْإِسْلَامُ، لَيَنْظُرَنَّ أَفْضَلَهُمْ فِيْ نَفْسِهِ، فَأُسْكِتَ الشَّيْخَانِ۔ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: أَفَتَجْعَلُوْنَهُ إِلَيَّ وَاللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ لَا آلُو عَنْ أَفْضَلِكُمْ؟ قَالَا: نَعَمْ۔ فَأَخَذَ بِيَدِ أَحَدِهِمَا فَقَالَ: لَكَ قَرَابَةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْقَدَمُ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، فَاللّٰهُ عَلَيْكَ لَئِنْ أَمَّرْتُكَ لَتَعْدِلَنَّ، وَلَئِنْ أَمَّرْتُ عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِيْعَنَّ۔ ثُمَّ خَلَا بِالْآخَرِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا أَخَذَ الْمِيْثَاقَ قَالَ: اِرْفَعْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ! فَبَايَعَهُ وَبَايَعَ لَهُ عَلِيٌّ وَوَلَجَ أَهْلُ الدَّارِ فَبَايَعُوْهُ)) [1]

''تمہیں اپنا معاملہ اپنے ہی میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اس پر سیّدنا زبیر بن العوام فرمانے لگے میں نے اپنا معاملہ علی بن ابی طالب کے سپرد کیا۔ (یعنی اُن کے حق میں دستبردار ہو گئے۔) طلحہ بن عبید اللہ کہنے لگے: میں اپنا معاملہ عثمان بن عفان کے سپرد کرتا ہوں۔ اور سعد بن ابی وقاص نے کہا:

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة، باب قصة البيعة ح : ۳۷۰۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے اپنا معاملہ عبدالرحمٰن بن عوف کے سپرد کیا رضی اللہ عنہم ۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا: آپ دونوں حضرات میں سے جو بھی خلافت سے اپنی برأت ظاہر کرے ہم اسی کو خلافت دیں گے اور اللہ اس کا نگران ونگہبان ہوگا۔ اور اسلام کے حقوق کی ذمہ داری اس پر لازم ہوگی۔ ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ اس کے خیال میں کون افضل ہے۔ اس پر یہ دونوں حضرات خاموش ہو گئے۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ حضرات اس انتخاب کی ذمہ داری مجھ پر ڈالتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں آپ حضرات میں سے اسی کو منتخب کروں گا جو سب میں افضل ہوگا۔ ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں! (ہم آپؓ پر متفق ہیں) پھر آپؓ نے ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ آپؓ کی قرابت رسول اللہ ﷺ سے ہے اور ابتدا میں اسلام لانے کا شرف بھی آپؓ کو حاصل ہے، جیسا کہ آپؓ کو خود بھی معلوم ہے۔ پس اللہ آپ کا نگران ہوگا اگر آپ کو میں خلیفہ بنادوں تو کیا آپؓ عدل وانصاف سے کام لیں گے؟ اور اگر عثمان کو خلیفہ بنادوں تو کیا آپ ان کے احکام کو سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے؟ اس کے بعد دوسرے صاحب کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی یہی کہا۔ اور جب ان سے وعدہ لے لیا تو فرمایا: عثمان! اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے بیعت کی اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے بیعت کی۔ پھر اہل مدینہ آئے اور سب نے بیعت کی۔''

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو بدری صحابہ کرام میں سے جتنے باقی تھے ان میں سے ہر آدمی کے لیے آپؓ نے چار سو دینار دینے کی وصیت فرمائی۔ اور وہ اس وقت ایک سو تھے۔ ان سب نے وصیت کے مطابق اپنا حصہ لے لیا۔ ان سب کے درمیان حضرت عثمان اور علی بن ابو طالب بھی تھے۔ رضی اللہ عنہما۔ علی فرمانے لگے: جاؤ عبدالرحمٰنؓ! اللہ کے سپرد! لوگوں کی خالص محبت لے کے جا رہے ہو اور تم نے کھوٹے سکوں کو پیچھے پھینک دیا ہے۔''

اسی طرح آپؓ نے اُمّہات المؤمنین میں سے ہر ماں کے لیے بھی بڑے ہی زیادہ مال کی وصیت فرمائی۔ حتی کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: اللہ عبدالرحمٰن کو جنت کے چشمہ سلسبیل کا پانی پلائے۔ اور روایت کرتی تھیں کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: ((إِنَّ أَمْرَكُنَّ لَمِمَّا يُهِمُّنِي بَعْدِي ، وَلَنْ يَصْبِرَ عَلَيْكُنَّ إِلَّا الصَّابِرُوْنَ)) ثُمَّ تَقُوْلُ عَائِشَةُ لِأَبِي سَلْمَةَ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: فَسَقَى اللّٰهُ أَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيلِ الْجَنَّةِ۔ فَقَدْ أَوْصَى عَبْدُالرَّحْمٰنِ بِحَدِيْقَةٍ لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِيْعَتْ بِأَرْبَعِمِائَةِ أَلْفٍ)) [1]

[1] صحيح سنن الترمذي، رقم : ٢٩٤٨ ـ ٢٩٤٩ والجامع / ح : ٣٧٤٩ ، ٣٧٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شک اللہ کے رسول ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے: ''تمہارا مصاریف والا معاملہ ایسا ہے کہ جو مجھے اپنے بعد فکر میں ڈال رہا ہے۔ (تمہارے اخراجات کیسے پورے ہوا کریں گے۔) تمہارے حقوق کی ادائیگی اور خدمت میں صبر کرنے والے صبر کر سکیں گے۔'' ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں؛ یہ بیان کر کے پھر اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ابو سلمہ! اللہ تمہارے باپ عبدالرحمٰن کو سلسبیل کے چشمہ سے سیراب فرمائے۔ انہوں نے اُمّہات المؤمنین کے ساتھ ایسے مال سے سلوک کیا تھا کہ جو چالیس ہزار درہم میں بکا تھا۔'' (امام ترمذی فرماتے ہیں: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ)

جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے غلاموں سے ایک خلقِ کثیر آزاد فرمائی۔ پھر اس کے بعد آپؓ نے بہت زیادہ مال ترکہ میں چھوڑا۔ اس میں وہ سونا بھی تھا کہ جسے اوزاروں سے کاٹتے کاٹتے آدمیوں کے ہاتھ تھک گئے تھے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار اُونٹ ورثہ میں چھوڑے اور سو گھوڑے۔ تین ہزار بکریاں تھیں جو وادی بقیع میں چرتی تھیں۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ جن میں سے ہر ایک کو وراثت میں (کل ترکہ کے ۸ویں حصے کا 1/4) اسی ہزار درہم ملے۔ جب سنہ ۳۱ ہجری میں فوت ہوئے تو جناب اُمیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ کا جنازہ اٹھانے والوں میں سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ فوتگی کے وقت آپؓ کی عمر 75 سال تھی۔ جنت البقیع میں آپؓ کو دفن کیا گیا۔ رضی الله عنه وأرضاه.

نبی مکرم ﷺ کے ایک اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب فرد......زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَر رضی اللہ عنہ قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ تَطْعُنُوا فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔ وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ))

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ؛ نبی کریم ﷺ نے (رُومی سلطنت کے بعض علاقوں پر حملہ کرنے کے لیے) ایک لشکر روانہ فرمایا جس پر اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کیا۔ ان کے کمانڈر مقرر کیے جانے پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا۔ تو نبی معظم ﷺ نے فرمایا: اگر آج تم اُسامہ کے امیر مقرر کیے جانے پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے اس کے باپ (زیدؓ بن حارثہ) کے (جنگ مُوتہ میں) امیر بنائے جانے پر اعتراض کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم! وہ (زید رضی اللہ عنہ) امارت کے مستحق تھے اور مجھے بلاشبہ وہ سب لوگوں سے زیادہ پیارے تھے۔ اب ان کے بعد یہ (اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) مجھے سارے لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ محبوب ہیں۔''

یہ ہیں جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ آزاد کردہ مَرد غلاموں میں سے پہلے شخص ہیں جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے تھے اور (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیّدنا علیؓ بن ابی طالب کے بعد) نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔ (زید بن حارثہؓ کے قبیلے پر ایک دوسرے قبیلے نے حملہ کر کے انہیں پکڑ لیا تھا اور مکہ میں فروخت کر آئے تھے۔ جس پر) ان کا باپ حارثہ بہت بے چین و پریشان ہوا تھا اور جب انہیں نہ پایا تو وہ بہت رویا تھا۔ ❶ اور یہ (واقعہ) اس طرح سے ہوا کہ ان کی ماں (سُعدیٰ بنت ثعلبہ جو بنوطیٔ کے قبیلہ بنی مُعن میں سے تھی) اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے انہیں ساتھ لیے اپنے میکے جا رہی تھی (اس وقت یہ آٹھ سال کے تھے۔) تو ان پر (بنوقین بن جسر کے) گھڑسوار ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لے گئے۔ (انہیں مکہ لے جا کر بیچ دیا۔) چنانچہ وہاں انہیں حکیم بن حزام بن خویلد نے اپنی پھوپھی اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس دیکھا تو ان سے ان کو اپنے لیے مانگ لیا۔ (کہ زید رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت کیا

---

❶ زید رضی اللہ عنہ کے باپ حارثہ بن شرحبیل بن کعب کے دل پر بیٹے کی گمشدگی اور اغوا کی بہت گہری چوٹ لگی۔ بیچارہ روتا پھرتا اور یوں کہتا رہتا:

بَكَيْتُ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ أَدْرِ مَا فَعَلْ أَحَيٌّ فَيُرْجَى أَمْ أَتَى دُونَهُ الْأَجَلُ

''میں زید پر بہت رویا ہوں اور مجھے خبر نہیں کہ اس نے کیا کیا؟ آیا وہ زندہ بھی ہے کہ اس کی امید رکھی جا سکے یا موت اس کے راستے میں حائل ہوگئی ہے؟''

فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَإِنِّي لَسَائِلٌ أَغَالَكَ بَعْدِي السَّهْلُ أَمْ غَالَكَ الْجَبَلُ

''(میرے لختِ جگر!) اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا (کہ تیرے ساتھ کیا بیتی؟) جبکہ میں پوچھتا ہوں کہ (مجھ سے دُور ہو کر) میرے بعد تجھے میدان نگل گئے یا پہاڑوں نے چرا لیا؟''

وَيَالَيْتَ شِعْرِي هَلْ لَكَ الدَّهْرَ أَوْبَةٌ فَحَسْبِي مِنَ الدُّنْيَا رُجُوعُكَ لِي بَجَلُ

''کاش! مجھے یہ بات معلوم ہوتی کہ تو کبھی لوٹ کر بھی آئے گا۔ تب تیرا میری طرف لوٹ کے آنا میری خوشی کی انتہا ہوگی۔

تُذَكِّرُنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا وَتَعْرِضُ ذِكْرَاهُ إِذَا غَرْبُهَا أَفَلُ

''سورج زید کی یاد طلوع ہونے کے وقت بھی دلاتا ہے اور چھپنے لگتا ہے تب بھی (مجھے) اس کی یاد سے تڑپا دیتا ہے۔''

وَإِنْ هَبَّتِ الْأَرْوَاحُ هَيَّجْنَ ذِكْرَهُ فَيَا طُولَ مَا حُزْنِي عَلَيْهِ وَمَا وَجَلُ

''اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو ابھارتی ہیں۔ زید پر (حوادثِ زمانہ کا) خوف اور اس پر میرا غم کس قدر دراز ہو گیا ہے۔''

سَأُعْمِلُ نَصَّ الْعِيْسِ فِي الْأَرْضِ جَاهِدًا وَلَا أَسْأَمُ التَّطْوَافَ أَوْ تَسْأَمَ الْإِبِلُ

''میں (زید کی تلاش میں) پوری زمین پر بھورے رنگ کے اعلیٰ نسل والے اونٹوں کو دوڑاتے اور تمام ملکوں میں گھومنے سے اُکتاؤں گا نہیں حتی کہ اُونٹ بیزار ہو جائیں۔''

حَيَاتِي أَوْ تَأْتِي عَلَيَّ مَنِيَّتِي فَكُلُّ امْرِئٍ فَانٍ وَإِنْ غَرَّهُ الْأَمَلُ

''زندگی بھر دوڑتا رہوں گا حتیٰ کہ (اسی راہ میں) مجھے موت آ جائے۔ ہر شخص فنا ہونے والا تو ہے ہی اگرچہ آرزوئیں اسے دھوکے میں رکھیں۔'' دیکھئے: السّیرۃ النبویّۃ لابن ھشام جلد اوّل طبع دار المعرفۃ / البیروت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں اور کام کاج میں آپ کی مدد کریں۔) تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا۔

پھر ایک عرصہ کے بعد آپؓ کا والد حارثہ اور چچا اور بھائی جبلہ بن حارثہ (اطلاع ملنے پر کہ زید رضی اللہ عنہ مکہ میں ہے) آپؓ کے پاس آئے اور اس وقت زید رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ (جب آپؓ کے باپ نے آپؓ کو ساتھ چلنے کے لیے کہا تو) رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اختیار کی آزادی دے دی کہ آپؓ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ (اپنے گھر) جانا چاہتے ہیں؟ تو اس وقت جنابِ زید رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ لَاأَخْتَارُ عَلَيْكَ أَحَدًا)) [1]

اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اللہ کی قسم! میں آپؐ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔"

اور کہا: بلکہ میں آپؐ کے پاس ہی رہوں گا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے آپؓ کو منہ بولا بیٹا بنا لیا۔

یہ وحی کے آغاز سے پہلے کی بات ہے۔ آپؓ کو زید بن محمد (ﷺ) کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا محبوب (دوست) کہا جاتا تھا۔ اور جنابِ زید رضی اللہ عنہ بھی اپنی ان صفات حسنہ کی وجہ سے اس محبت کے لائق اور مناسب تھے کہ جو آپؓ میں پائی جاتی تھیں اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنی اِیفاء اور اپنے اِخلاص کی وجہ سے بھی۔

تو آپؓ نبی کریم ﷺ کے پاس ہی رہے حتی کہ اللہ نے آپؐ کو نبوّت سے سرفراز فرما دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی معظم ﷺ کی فوراً تصدیق کی اور اسلام لے آئے۔ آپؐ کے ساتھ نمازیں ادا کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی دعوت اِلی اللہ کے لیے نکلتے حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ اور پھر جب آپؐ (نبوّت و رسالت کی ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لیے) طائف تشریف لے گئے تو زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کو بھی ساتھ لے لیا۔ طائف والوں نے نبی کریم ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ کو وہاں سے نکال دیا اور پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ حتی کہ (یہ مقدس) خون بہنے سے آپؐ کے دونوں قدم (ٹخنوں تک) تر ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنابِ زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے ان کی شادی اپنی آزاد کردہ کنیز اُمّ ایمن برکۃ رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ اُمّ ایمن سے آپ کا بیٹا اُسامہ (رضی اللہ عنہم جمیعًا) پیدا ہوا۔ (اُسامہ بن زید) کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ کا محبوب ابن محبوب کہا جاتا تھا۔ پھر نبی مکرم ﷺ نے حضرتِ زید کی شادی اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ اسی طرح آپؐ نے زید بن حارثہ اور اپنے چچا جنابِ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات بھی قائم کر دی تھی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کو کئی بار (اپنے بعد کہ جب آپؐ باہر کسی مُہم پر تشریف لے جاتے) رسول اللہ ﷺ نے

[1] صحيح سنن الترمذي، رقم: ۲۹۹۸ والجامع / ح: ۳۸۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔

سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں: ❶

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ○ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ ﴾ (الاحزاب: ٤۔٥)

''اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ (کہ ایک دل میں ایمان و اخلاص ہو اور دُوسرے میں کُفر و نفاق) اور نہ تمہاری اُن بی بیوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو (شرعاً) تمہاری ماں قرار دیا ہے۔ اور نہ تمہارے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کو تمہارا بیٹا بنایا۔ (اپنی بیوی کو یہ کہہ دینا کہ؛ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ...... اصطلاحاً ظہار کہلاتا ہے۔) یہ باتیں (ظِہار و تبنّیت والی) صرف تمہارے مُونہوں کی باتیں ہیں۔ (ان کی شرعی حیثیت ذرّہ برابر بھی نہیں۔) اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور (لوگوں کو) سیدھی راہ بتلاتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارو۔ اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ انصاف کی ہے۔ ❷

پھر اگر تم کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔ ❸ اور

---

❶ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر:۴ اور نمبر:۵ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: زمانۂ جاہلیت میں اگر ایک شخص کسی دُوسرے کے لڑکے کو مُنہ بولا بیٹا بنالیتا تو وراثت و حُرمت وغیرہ کے احکام میں وہ حقیقی بیٹا تصور ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی قبل از نبوّت عام عادت (رواج) کے مطابق اپنے آزاد کردہ غُلام زید بن حارثہ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا اور لوگ اسے زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارتے تھے۔ آگے آرہا ہے کہ جب اُنہوں نے اپنی بیوی سیّدہ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور نبی کریم ﷺ نے (اللہ رب العالمین کے حکم سے) ان کے ساتھ نکاح کرلیا تو منافقوں نے بڑا شور مچایا کہ محمد (ﷺ) نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا ہے۔ اس پر یہ دونوں آیات نازل ہوئیں۔ اور اللہ خالقِ کائنات کی طرف سے متبنّٰی بنانے کی رسم کو لغو قرار دے دیا گیا۔

❷ چنانچہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرتِ زید (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: '' أَنْتَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ بْنِ شَرْحَبِيْلَ ...... کہ تم حارثہ بن شرحبیل کے بیٹے زید ہو۔'' حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے کو کسی دُوسرے کی طرف بیٹا ہونے کی حیثیت سے منسوب کیا، اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ ہاں تکریم و محبت کے طور پر کسی کو بیٹا کہہ کر پکارا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو: يَا بُنَيَّ ...... میرے بیٹے! کہہ کر پکارا۔ (ابن کثیر بحوالہ اشرف الحواشی)

❸ یعنی انہیں بھائی کہہ کر پکارا جاسکتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا ...... تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اس معاملے میں تم سے بھول چوک ہو جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ البتہ اگر قصداً ایسا کرو گے تو گنہگار ہو گے۔ اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

﴿ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ○ ۙالَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ○ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ○ ﴾ (الاحزاب:۳۷تا۴۰)

''اور (اے ہمارے نبی! وہ وقت یاد کرو) جب تُم اس شخص سے کہہ رہے تھے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا (اسے اسلام کی نعمت عطا کی) اور تم نے بھی اس پر احسان کیا ہے کہ (اسے اپنا سایۂ عاطفت میں رکھا اور اس کی خوب پرورش کی۔) ❶ اپنی بیوی (زینب) کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر۔ (یعنی طلاق دینے میں جلدی نہ کر اور اس کے معاملے میں اللہ سے ڈر) اور تم ایک بات کو چھپاتے تھے کہ جسے اللہ کھولنے والا تھا۔ اور تم لوگوں سے (اس بات کے کھلنے میں) ڈرتے تھے۔ حالانکہ آپ کو اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیے تھا۔ ❷ پھر جب زید نے اُس سے (کوئی) حاجت (متعلق نہ) رکھی (یعنی زینب کو طلاق دے

---

❶ پھر یہ کہ اسے آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اس سے بھی بڑا احسان یہ کیا کہ اپنی پھوپھی زاد سے ان کا نکاح کر دیا۔ واضح رہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو چکا تھا۔ مگر (کم وبیش ایک سال کے بعد) میاں بیوی کے درمیان تعلقات نے ناخوشگوار صورت اختیار کر لی تھی۔ حتی کہ زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

❷ یہ بات کیا تھی کہ جسے آپ چھپانا چاہتے تھے؟ تفاسیر میں اس سے متعلق متعدد اقوال مذکور ہیں۔ بعض اقوال ایسے بھی ہیں جو شانِ نبوت کے سراسر منافی ہیں۔ اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (جلد نمبر:۸، صفحہ نمبر:۳۰۰ کتاب التفسیر) میں لکھتے ہیں؛ ''ان کا بیان نہایت غیر مناسب ہے۔'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ان کے بیان سے پہلو تہی کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زید بن حارثہ کی اپنی بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے اَن بن سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی خبردار کر دیا گیا تھا کہ زینب آپ کی بیوی ہونے والی ہے۔ مگر آپ اس بات کے اظہار سے شرماتے تھے کہ مخالفین الزام لگائیں گے؛ دیکھو محمد (ﷺ) نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس لیے جب زید رضی اللہ عنہ نے آ کر شکایت کی کہ ان کی زینب سے نہیں بن رہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ...... میاں! اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو طلاق دینے سے باز رہو۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے ذرا سخت آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ: جب ہم نے آپ کو پہلے بتلا دیا ہے کہ زینب کا نکاح آپ سے ہونے والا ہے تو آپ زید (رضی اللہ عنہ) سے یہ بات کیوں کہہ رہے ہیں۔ یعنی یہ بات آپ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ اللہ کی ...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی۔) تو ہم نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تاکہ اہل ایمان کے لیے اُن کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ اُن سے (اپنی) خواہش پوری کر چکیں کوئی تنگی نہ رہے۔ ❶ اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہے گا۔ پیغمبر کو اس کام کے کرنے میں کہ جو اللہ نے

(بقیہ حصہ) طرف سے آئے ہوئے کسی فیصلے کو آپ چھپاتے پھریں۔ بلکہ بہتر تھا آپ زید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے کہ: میاں! جو مناسب سمجھو کر لو یا خاموشی اختیار کرتے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: اگر نبی مکرم ﷺ اللہ کی کتاب (اور کسی بھی آئے ہوئے حکم) میں سے کوئی بات چھپانے والے ہوتے تو آپ اس آیت کو چھپاتے۔ (مگر اسے بھی نہ چھپایا اور حق بیان کر دیا۔)

❶ اس واقعہ کے پس منظر میں عیسائیوں، آریوں اور منافقوں نے نبیِ آخر الزمان، سیّد الاوّلین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر واقدس پر جو بدگوئی اور تہمت بازی کا عرصہ دراز سے اپنی خبیثانہ فطرت کے مطابق ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر رکھا ہے اس کے جوابات علماءِ اہل اسلام نے ہر دور میں نہایت شائستہ الفاظ میں علمی انداز اختیار کرتے ہوئے مدلل طور سے دیے اور تحریر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک جامع اور مجمل تحریر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی ''مقدس رسول'' دیکھی جا سکتی ہے۔ اگر ہم یہاں موضوع کو کھولتے ہوئے تمام جزئیات کو مفصل بیان کریں تو یہ عنوان بذاتِ خود ایک بڑی کتاب بن جائے۔ بتوفیق ربّنا الکریم دیگر چند اور موضوعات کے ساتھ اسے الگ تحریر کرنے کی آرزو البتہ ضرور ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ. فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ○

ہاں! اللہ کریم کے مندرجہ بالا فرمان: '' فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ...... پھر جب زید (رضی اللہ عنہ) نے اس (اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا) سے (کوئی) حاجت (متعلق نہ) رکھی (یعنی اُسے طلاق دے دی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُن کا نکاح کر دیا۔'' کی وضاحت کے لیے چند ایک صحیح روایات کو یہاں درج کیے دیتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کے مندرجہ بالا اسلوبِ بیان کے ظاہر اور صحیح البخاری کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث کے ظاہر سے قارئین بالعموم یہ سمجھتے ہیں کہ: سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح شاید صرف آسمانوں پر ہی ہوا تھا، زمین پر نہیں۔ اور یہ کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی رسول اللہ ﷺ نے جلد ہی اس آسمانی نکاح کی بنیاد پر بغیر انسانی گواہوں اور بغیر ولی کی اجازت اور نکاح پڑھنے اور حق مہر مقرر کیے بغیر ہی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے کر ان سے مصاحبت اختیار کر لی ہوگی، یہ قطعاً غلط ہے۔ ہم ثقہ دلائل کے ساتھ اس نظریہ کے برعکس حقیقت کو بیان کرتے ہیں تاکہ تمام اشکالات دُور ہو جائیں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ. پہلے سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت...... '' عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَاءَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ يَشْكُو، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: "اِتَّقِ اللّٰهَ وَأَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ۔ " قَالَ أَنَسٌ؛ لَوْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَاتِمًا شَيْئًا لَكَتَمَ هٰذِهِ، قَالَ؛ فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلٰى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ: زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ، " وَعَنْ ثَابِتٍ: وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ط (الاحزاب: ٣٧) نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ۔ '' [صحیح البخاری / کتاب التوحید / حدیث نمبر: ٧٤٢٠] سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن حارثہ اپنی بی بی (سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا) کا شکوہ کرنے کے لیے (رسول اللہ ﷺ کے پاس) آئے۔ (کہ وہ مجھ سے بدزبانی کرتی ہیں اور مجھے حقیر سمجھتی ہیں۔) تو نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: ارے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور اپنی بی بی کو رہنے دے (اسے طلاق نہ دے) جنابِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اگر نبی کریم ﷺ قرآن میں سے کچھ چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ (یعنی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر: 37 کو۔ صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں درج ہے کہ یہ بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی تھی۔) انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ: اُمّ المؤمنین سیّدہ زینب بنت جحش دیگر اُمہات المؤمنین...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے لیے مقرر کر دیا، کچھ مضائقہ نہیں۔ اور جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں اُن میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم مقرر ہو چکا ہے خاص ٹھیک اندازے پر۔ یہ (پہلے گزرنے والے پیغمبر اور اُن کے صالح اطاعت گزار) وہ لوگ تھے جو اللہ کے (اوامر و نواہی والے) پیغامات لوگوں کو (ٹھیک ٹھیک) پہنچاتے رہے ہیں۔ وہ اس (اللہ ذو الجلال) سے ڈرتے تھے اور اللہ رب العالمین کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور اللہ حساب لینے کے لیے (اکیلا ہی) کافی ہے۔ محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد (باپ) نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر ہیں۔ (یعنی اس سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والے ہیں۔) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

(بقیہ حصہ)......رضی اللہ عنہن پر فخر سے یہ کہا کرتی تھیں: تم لوگوں کی شادی تو صرف تمہارے گھر والوں نے کی جبکہ میرا نکاح ساتوں آسمانوں کے اُوپر (اپنے عرش کریم پر) اللہ رب العالمین نے (رسول اللہ ﷺ سے) کیا تھا۔

اسی سند سے ثابت البنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ؛ سورۃ الأحزاب کی آیت: ''اور آپ اس چیز کو اپنے دل میں چھپاتے ہیں کہ جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے۔'' سیّدہ زینب اور حضرتِ زید رضی اللہ عنہما کی شان میں اُتری تھی۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس فخریہ فرمان: زَوَّجَنِي اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ ......کا ترجمہ: جبکہ میرا نکاح ساتوں آسمانوں کے اُوپر (عرش کریم پر) اللہ رب العالمین نے ......الخ لفظِ نکاح سے ہم نے اس روایت سے متصل اگلی حدیث کے الفاظ: إِنَّ اللّٰهَ أَنْكَحَنِيْ فِي السَّمَآءِ کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔

ہم نے یہ جو بات کہی کہ؛ ''زید بن حارثہ کی زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کے فورًا بعد نبی مکرم ﷺ نے حضرتِ زینبؓ سے صحبت و مصاحبت اختیار نہیں کر لی تھی۔'' کے لیے ''الکشاف، رُوح المعانی، تفسیر کبیر اور دیگر معتبر تفسیروں'' کے مفسرین نے: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا ......کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یعنی جب زید نے طلاق دے دی اور عدّت بھی گزر گئی، تب سیّدہ زینب کا نکاح نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوا تھا۔'' صحیح مسلم (کتابُ النکاح / بابُ زَواجِ زینب بنت جحش و نُزولِ الحِجاب و إثباتِ ولیمةِ العُرس / حدیث نمبر: ۳۵۰۲) میں سیّدنا أنس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ:

((لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِزَيْدٍ: " فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ " قَالَ؛ فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتّٰى أَتَاهَا وَهِيَ تُخَمِّرُ عَجِينَهَا قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي حَتّٰى مَا اَسْتَطِيْعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَهَا ، فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِيْ وَنَكَصْتُ عَلٰى عَقِبِيْ ، فَقُلْتُ؛ يَا زَيْنَبُ! أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُكِ ، قَالَتْ: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى أُوَامِرَ رَبِّیْ ، فَقَامَتْ إِلٰى مَسْجِدِهَا ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ ......))

''سیّدنا أنس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدّتِ طلاق (جو حضرتِ زیدؓ نے دی تھی۔) پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے جنابِ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (زید! جا کر) اُن (زینبؓ) سے میرا ذکر کرو۔ (کہ نبی ﷺ آپ سے نکاح اور بیان کرنا چاہتے ہیں۔) انس کہتے ہیں کہ؛ پھر زید (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس) گئے۔ جب وہاں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہا اپنے آٹے کو خمیرہ کر رہی تھیں۔ آگے سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب میں نے ان (سیّدہ زینبؓ) کو دیکھا تو میرے دل میں ان کی بڑائی یہاں تک آئی کہ میں ان کی طرف دیکھ نہ سکا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یاد کیا تھا۔ (اور نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ یہ ایمان کے کمال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہایت سعادتمندی کی بات ہے کہ زید رضی اللہ عنہ کے دل میں اس خیال سے کہ زینبؓ کو نبی کریم ﷺ نے پیغامِ نکاح بھیجا ہے۔ اس قدر عظمت اور ہیبت ان کے دل پر چھا گئی کہ ان کی طرف نظر نہ کر سکے۔) چنانچہ میں نے اپنی پُشت پھیر لی اور اپنی ایڑیوں کے بل پھرتے ہوئے کہا: زینب! اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کی طرف (نکاح کا) پیغام بھیجا ہے۔''

وہ فرمانے لگیں: ''میں جب تک اپنے رب سے مشورہ (استخارہ) نہ کرلوں کوئی کام نہیں کرتی۔ پھر اُسی وقت وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہوگئیں۔ (اور استخارہ کے لیے نماز پڑھنے لگیں)......الخ۔'' بھی ان مفسرین ومتقدمین کی تفسیر اور ہماری بات کی تائید کرتے ہیں۔

ہم اپنی بات کے دوسرے اہم ترین حصے کی وضاحت سے پہلے الرحیق المختوم (شاہکار تصنیف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ کے صفحہ نمبر: ۶۳۹ تا صفحہ نمبر: ۶۴۲ اُردو) کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ کا ایک نکاح ایک ایسی جاہلی رسم توڑنے کے لیے بھی عمل میں آیا تھا جو عرب معاشرہ میں پشتہا پشت سے چلی آ رہی تھی اور بڑی پختہ ہو چکی تھی۔ یہ رسم تھی کسی کو متبنّٰی بنانے کی۔ متبنّٰی کو جاہلی دور میں وہی حقوق اور حرمتیں حاصل تھیں جو حقیقی بیٹے کو ہوا کرتی ہیں۔ پھر یہ دستور اور اصول عرب معاشرے میں اس قدر جڑ پکڑ چکا تھا کہ اس کا مٹانا آسان نہ تھا، لیکن یہ اصول ان بنیادوں اور اصولوں سے نہایت سختی کے ساتھ ٹکراتا تھا جنہیں اسلام نے نکاح، طلاق، میراث اور دوسرے معاملات میں مقرر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ جاہلیت کا یہ اصول اپنے دامن میں بہت سے ایسے مفاسد اور فواحش بھی لیے ہوئے تھا جن سے معاشرے کو پاک کرنا اسلام کے اولین مقاصد میں سے تھا۔ لہٰذا اس جاہلی اصول کو توڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت زینب بنت جحش سے فرمادی۔ حضرت زینبؓ پہلے حضرت زیدؓ کے عقد میں تھیں، جو رسول اللہ ﷺ کے متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) تھے مگر دونوں میں نباہ مشکل ہو گیا اور حضرت زیدؓ نے طلاق دینے کا ارادہ کرلیا۔ یہ وہ وقت تھا جب تمام کفار رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ آرا تھے اور جنگِ خندق کے لیے جمع ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے متبنّٰی بنانے کی رسم کے خاتمے کے اشارات مل چکے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ کو بجا طور پر یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر ان ہی حالات میں حضرت زیدؓ نے طلاق دے دی اور پھر آپؐ کو حضرت زینبؓ سے شادی کرنی پڑی تو منافقین، مشرکین، اور یہود بات کا بتنگڑ بنا کر آپ کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کریں گے اور سادہ لوح مسلمانوں کو طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا کر کے ان پر برے اثرات ڈالیں گے اس لیے آپؐ کی کوشش تھی کہ حضرت زیدؓ طلاق نہ دیں تاکہ اس کی سرے سے نوبت ہی نہ آئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے آپؐ کو (محبت آمیز) تنبیہ کی، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ ﴾ (۳۳: ۳۷)

''اور جب آپؐ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے، اور آپؐ نے انعام کیا ہے (یعنی حضرت زیدؓ سے) کہ تم اپنے اوپر اپنی بیوی کو روک رکھو اور اللہ سے ڈرو۔ اور آپؐ اپنے نفس میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا؛ اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ زیادہ مستحق تھا کہ آپؐ اس سے ڈرتے۔''

بالآخر حضرت زیدؓ نے حضرت زینب کو طلاق دے ہی دی۔ پھر ان کی عدت گذر گئی تو ان سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کا فیصلہ نازل ہوا۔ اللہ نے آپؐ پر یہ نکاح لازم کر دیا تھا اور کوئی اختیار اور گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ اس سلسلے میں نازل ہونے والی آیت کریمہ یہ ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِيٓ أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَطَرًا ﴾ (الاحزاب: ۳۳: ۳۷)

''جب زیدؓ نے اس سے اپنی ضرورت پوری کر لی تو ہم نے اس کی شادی آپؐ سے کر دی تا کہ مومنین پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں پر کوئی حرج نہ رہ جائے جبکہ وہ منہ بولے بیٹے ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں۔''

اس کا مقصد یہ تھا کہ منہ بولے بیٹوں سے متعلق جاہلی اصول عملاً بھی توڑ دیا جائے، جس طرح اس سے پہلے اس ارشاد کے ذریعہ قولاً توڑا جا چکا تھا:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج ﴾ (۳۳: ۵)

''انہیں ان کے باپ کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔''

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ (۳۳: ۴۰)

''محمدؐ، تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جب معاشرے میں کوئی رواج اچھی طرح جڑ پکڑ لیتا ہے تو محض بات کے ذریعے اسے مٹانا یا اس میں تبدیلی لانا بیشتر اوقات ممکن نہیں ہوا کرتا؛ بلکہ جو شخص اس کے خاتمے یا تبدیلی کا داعی ہو اس کا عملی نمونہ موجود رہنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے جس حرکت کا ظہور رہا اس سے اس حقیقت کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔ اس موقع پر کہاں تو مسلمانوں کی فداکاری کا یہ عالم تھا کہ جب عروہؓ بن مسعود ثقفی نے انہیں تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا تھوک اور کھنکار بھی ان میں سے کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ ہی میں پڑ رہا ہے، اور جب آپؐ وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام آپؐ کے وضو سے گرنے والا پانی لینے کے لیے اس طرح ٹوٹے پڑ رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں اُلجھ پڑیں گے۔ جی ہاں! یہ وہی صحابہؓ کرام تھے جو درخت کے نیچے موت یا عدمِ فرار بیعت کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے تھے اور یہ وہی صحابہ کرامؓ تھے جن میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے جاں نثارانِ رسول بھی تھے۔ لیکن انہی صحابہ کرامؓ کو...... جو آپؐ پر مرمٹنا اپنی انتہائی سعادت و کامیابی سمجھتے تھے...... جب آپؐ نے صلح کا معاہدہ طے کر لینے کے بعد حکیم دیا کہ اٹھ کر اپنی بدی (قربانی کے جانور) ذبح کر دیں تو آپؐ کے حکم کی بجا آوری کے لیے کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ قلق و اضطراب سے دوچار ہو گئے۔ لیکن جب حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو مشورہ دیا کہ آپؐ اٹھ کر چپ چاپ اپنا جانور ذبح کر دیں، اور آپؐ نے ایسا ہی کیا تو ہر شخص آپؐ کے طرزِ عمل کی پیروی کے لیے دوڑ پڑا اور تمام صحابہؓ نے لپک لپک کر اپنے جانور ذبح کر دیئے۔ اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی پختہ رواج کو مٹانے کے لیے قول اور عمل کے اثرات میں کتنا زیادہ فرق ہے۔ اس لیے مُتبنّٰی کا جاہلی اصول عملی طور پر توڑنے کے لیے آپؐ کا نکاح آپؐ کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کی مطلقہ سے کرایا گیا۔

اس نکاح کا عمل میں آنا تھا کہ منافقین نے آپؐ کے خلاف نہایت وسیع پیمانے پر جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اور طرح طرح کے وسوسے اور افواہیں پھیلائیں جس کے کچھ نہ کچھ اثرات سادہ لوح مسلمانوں پر بھی پڑے۔ اس پروپیگنڈے کو تقویت پہنچانے کے لیے ایک شرعی پہلو بھی منافقین کے ہاتھ آ گیا تھا کہ حضرت زینبؓ آپ کی پانچویں بیوی تھیں جبکہ مسلمان بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ کی حلت جانتے ہی نہ تھے۔ ان سب کے علاوہ پروپیگنڈہ کی اصل جان یہ تھی کہ حضرت زید، رسول اللہ ﷺ کے بیٹے سمجھے جاتے تھے اور ربیٹے کی بیوی سے شادی بڑی فحش کاری خیال کی جاتی تھی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں اس اہم موضوع سے متعلق کافی وشافی آیات نازل کیں اور صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں منہ بولے بیٹے کی کوئی حیثیت نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ نہایت بلند پایہ اور مخصوص مقاصد کے تحت اپنے رسول ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ شادی کی تعداد کے سلسلے میں اتنی وسعت دی ہے جو کسی اور کو نہیں دی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ہم اپنی اس بات کی وضاحت میں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے جلد ہی اس آسمانی نکاح کی بُنیاد پر بغیر انسانی گواہوں، بغیر ولی کی اجازت کے نکاح اور بغیر حق مہر کے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے کر انہیں گھر لے آئے تھے...... والی بات قطعاً غلط ہے۔'' ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری رحمہ اللہ کی '' السیرۃ النبویۃ '' (المعروف سیرۃ ابن ہشام کے صفحہ نمبر: ۵۴۱ جلد نمبر: ۲ طبع دار المعرفۃ / بیروت / لبنان۔ ملون) کی یہ روایت نقل کرتے ہیں: ((وَتَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَيْنَبَ بِنْت جَحْشِ بْنِ رِئَابِ الْأَسَدِيَّةِ ، زَوَّجَهُ إِيَّاهَا أَخُوهَا أَبُو أَحْمَدَ ابْنُ جَحْشٍ وَأَصْدَقَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعَ مِائَة دِرْهَمٍ ، وَكَانَتْ قَبْلَهُ عِنْدَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَفِيهَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا))

''اور (دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح) رسول اللہ ﷺ نے (اپنی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی) زینب بنت جحش بن رئاب الاسدیہ سے (ذوالقعدہ سنہ ۵ ہجری میں یا اس سے کچھ دنوں پہلے) بھی شادی کی۔ (نکاح کیا تھا۔) ان کا نکاح (آسمانوں پر اللہ رب العالمین کی طرف سے کیے گئے نکاح کے ساتھ ساتھ) ان کے بھائی ابو احمد بن جحش نے کرایا تھا۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان کے مہر میں چار سو درہم دیے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آنے سے قبل زید بن حارثہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں تھیں۔ اور اس سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: '' پھر جب زید (رضی اللہ عنہ) نے ان (زینب رضی اللہ عنہا) سے ضرورت پوری کر لی تو ہم نے (اے ہمارے پیارے نبی!) تم سے اس کا نکاح کرا دیا۔''

تو قرآنِ حکیم کا اُسلوبِ بیان: وَزَوَّجْنٰكَهَا اور مندرجہ بالا روایت میں: زَوَّجَهُ إِيَّاهَا کا اندازِ بیان بالکل ایک جیسا ہے۔ یاد رکھیے کہ؛ سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی تھے اور دو بہنیں۔ بھائیوں میں سے (۱) عبداللہ (المجدّع فی اللہ) اور (۲) ابو احمد عبداللہ دونوں کے نام عبداللہ تھے۔ پہلے عبداللہ (المجدّع في الله) بھی مسلمان اور قدیم الاسلام تھے اور ان کے واقعات سے احادیث و تاریخ کی کتب بھری پڑی ہیں۔ یہ غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور اپنے ماموں سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدفون ہوئے۔ جبکہ ابو احمد عبداللہ شاعر تھے اور مسلمان بھی۔ انہوں نے بھی حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ فارعہ بنت ابوسفیان الاموی ان کے گھر میں تھیں۔ سنہ ۵ ہجری میں اپنی بہن (اسی مذکورہ اعلاہ اُمّ المؤمنین) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بعد وفات پائی تھی۔

تیسرے بھائی کا نام عبداللہ بن جحش تھا جو بھائیوں کے ساتھ حبشہ چلا گیا تھا۔ مگر مرتد ہو گیا اور وہیں پر اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔ سیّدہ زینب کی دو بہنوں کے نام اُمّ حبیب حبیبہ بنت جحش اور حمنہ بنت جحش تھے۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ رحمۃ للعالمین (جلد دوم، ص: ۵) میں لکھتے ہیں: '' جب حضرتِ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی مکرم ﷺ سے ہوا تو اس وقت ان کی عمر (36) سال کی تھی اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ آپؓ نے سنہ ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب) اس وقت ان کی عمر (52) سال کی تھی۔''

پھر صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی اس شادی پر نبی کریم ﷺ کی طرف سے کی گئی دعوتِ ولیمہ کی جو کیفیت بیان ہوئی ہے ان احادیث کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ؛ یہ کوئی خفیہ نکاح اور ایسی شادی تھی کہ جس کی لوگوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور ہوئی بھی تو دیر بعد۔ جیسا کہ علامہ وحید الزمان خان نے صحیح البخاری کی اُوپر بیان کردہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت کے الفاظ: '' نبی کریم ﷺ اگر کچھ (قرآن سے) چھپانے والے ہوتے تو (سورۃ الاحزاب کی) اس آیت (نمبر: 37) کو چھپاتے۔'' پر ترجمہ کے نیچے حاشیہ پر لکھتے ہیں: '' فرمایا: ہم نے تیرا نکاح زینب سے کر دیا۔ اسی لیے آپؐ نے ان سے عقد کیا نہ کچھ۔ بس ایک ہی ایکا ان کے پاس چلے گئے۔ ان سے صحبت کی۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ نے حضرتِ زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دُوسرے صحابی کا نام قرآن میں نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کو: ''أَنْتَ أُخُونَا وَمَوْلَانَا ......تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔'' کہا کرتے تھے۔

((قَالَتْ عَائِشَةُ: ((مَا بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فِي جَيْشٍ قَطُّ إِلَّا أَمَّرَهُ عَلَيْهِمْ ، وَلَوْبَقِيَ بَعْدَهُ لَاسْتَخْلَفَهُ)) [1]

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے جب کبھی بھی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو کسی لشکر میں بھیجا تو آپ نے ان کو اِس لشکر پر امیر ضرور مقرر فرمایا۔ اور وہ نبی کریم ﷺ کے بعد باقی (زندہ)

اسی طرح صحیح مسلم کی مندرجہ اعلاہ عن أنسؓ والی روایت کے ترجمہ پر بھی ان کا حاشیہ اسی معنی میں ہے۔ جبکہ ابن ہشام کی مذکور بالا روایت پر ہم نے کسی عالم کا رد کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ صحیح مسلم میں (حدیث نمبر: ۳۵۰۷ میں) جناب انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ دعوتِ ولیمہ میں شریک لوگوں کی تعداد تقریباً تین سو (۳۰۰) تھی۔ جنابِ انس رضی اللہ عنہ نے ہی بیان کیا ہے کہ؛ رسول اللہ ﷺ نے کسی اور بی بی (اُمّ المؤمنین) کا ولیمہ اس پیمانے پر اور اتنا اچھا نہیں کیا تھا۔

سُورۃ الاحزاب کی آیت نمبر: ۳۷ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ:'' لَمَّا فَرَغَ مِنْهَا وَفَارَقَهَا زَوَّجْنَاكَهَا وَكَانَ الَّذِيْ وَلِيَ تَزْوِيْجَهَا مِنْهُ هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِمَعْنٰى أَنَّهُ أَوْحٰى أَنْ يَّدْخُلَ عَلَيْهَا بِلَا وَلِيٍّ وَلَا عَقْدٍ وَلَا مَهْرٍ وَلَا شُهُوْدٍ مِنَ الْبَشَرِ ...... جب زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فارغ (سیر) ہو گئے اور انہوں نے زینبؓ کو چھوڑ دیا تو اے محمدؐ! اسے ہم نے آپؐ کے نکاح میں دے دیا۔ اور زینبؓ بنت جحش کی شادی نبی کریم ﷺ سے کرانے میں جو ولی بنا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی خود ذات اقدس تھی۔ یہ بات اس معنی میں ہے کہ اس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ: نبی ﷺ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بغیر کسی ولی، بغیر عقد نکاح، بغیر کسی حق مَہر اور بغیر انسانی گواہوں کے ازدواجی تعلقات استوار کر لیں۔''

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہ تفسیر یکسر کمزور نظر آتی ہے۔ اس لیے کہ خود ہی اپنی کتاب سیرۃ النبی (اُردو ترجمہ از مولانا ہدایت اللہ ندویؒ طبع مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار، لاہور رجلد دوم، ص: ۲۰۱) میں لکھتے ہیں کہ: سورۃ الاحزاب (آیت نمبر: ۳۷) میں ہے: ''پھر جب زید اس سے حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا۔'' یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی اور ان کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو شادی کا پیغام بھیجا۔ پھر ان سے شادی کر لی۔ یعنی اللہ رب العالمین نے ان کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔''

خلاصۂ کلام:...... قرآن کے متن، تفاسیر، احادیث اور سیرۃ کی کتب میں اس موضوع پر درج روایات اور عبارتوں کے مطالعہ سے ہمیں یہ بات سمجھ آئی ہے کہ: زید بن حارثہ کی جب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بن نہ پائی تو انہوں نے ان کو طلاق دے دی۔ اور پھر طلاق کی عدت گزرنے کے بعد اللہ کے حکم پر نبی مکرم ﷺ نے انہیں نکاح کا باقاعدہ پیغام بھیجا۔ اللہ رب العالمین کی طرف سے زَوَّجْنٰكَهَا کے روشن ترین اعلانِ نکاح کے بعد عالم ظاہری میں زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بھائی ابو احمدؓ عبداللہ نے چار سو درہم حق مہر میں رسول اللہ ﷺ سے کیا اور پھر نبی کریم ﷺ نے شب زفاف گزار کر صبح نہایت شاندار ولیمہ کھلایا۔ اس میں بکری بھی ذبح کی اور تین سو کے قریب آنے والے مہمانوں کو اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہدیہ میں آنے والا کھانا بھی کھلایا۔ یہ ولیمہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھر ہوا تھا۔(هٰذَا مَا عَلِمْنَا وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهُ أَتَمُّ وَأَكْمَلُ. ابو یحییٰ)

[1] مسند أحمد، رقم : ٢٦٢٩٠ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتا تو آپؐ اس کو ضرور خلیفہ مقرر فرما دیتے۔''

رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقام الطرف، العیص اور حسمي جیسے علاقوں سمیت کئی ایک سرایا میں روانہ فرمایا تھا۔ اور آپؐ نے ان سرایا کا زید بن حارثہ کو امیر اور کمانڈر بنایا تھا۔ جنگ مُوتہ میں نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو اپنے چچا کے بیٹے جعفر بن ابوطالب پر امارت میں مقدم رکھا۔ آپؐ نے تین ہزار مجاہدین کے اس لشکر پر اُن کو کمانڈر مقرر فرمایا تھا۔ اور پھر ان تین ہزار مجاہدین نے دو لاکھ رُومی اور دیگر مشرکوں کا سامنا کیا۔ اور یہ معرکہ اُردن میں موتہ کی بستی کے قریب لڑا گیا تھا۔ اسی معرکہ میں جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔ اور یہ سنہ ۸ ہجری کی بات ہے۔

((فَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ ، وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ)) ❶

''سیّدنا عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ مُوتہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر مقرر کرتے ہوئے فرمایا: اگر زید شہید کر دیے جائیں تو جعفر بن ابوطالب امیر لشکر ہوں گے۔ اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ لشکر کے کمانڈر رہوں گے۔'' (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اور نبی کریم ﷺ نے ان تینوں اُمراء کی شہادت کی خبر جب (مدینہ منورہ میں) دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَّاتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ: ((أَخَذَ الرَّأْيَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ ـــ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ ـــ حَتَّى أَخَذَ الرَّآيَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ)) ❷

جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ، جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت والی خبر صحابہ کرام کو اس وقت دے دی تھی جب ان کے متعلق ابھی کوئی خبر نہیں آئی تھی۔ آپ فرماتے جا رہے تھے کہ: اب زید جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہیں، اب وہ شہید کر دیے

❶ أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام ح: ٤٢٦١، ٤٢٦٢

❷ أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام ح: ٤٢٦١، ٤٢٦٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔اب جعفر نے جھنڈا اُٹھالیا، وہ بھی شہید کردیے گئے۔اب ابن رواحہ رضی اللہ عنہم نے جھنڈا اٹھالیا۔وہ بھی شہید کردیے گئے۔ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح دے دی۔''

نبی کریم ﷺ کے ایک اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب فرد......اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔ وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ)) ❶

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (اپنی مرض الموت میں فلسطین کی طرف) ایک فوج روانہ فرمائی اور اس کا امیر اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بنایا۔ان کے امیر بنائے جانے پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اگر آج تم اس کے امیر بنائے جانے پر اعتراض کررہے ہوتو اس سے پہلے اس کے باپ (زید بن حارثہ) کے امیر بنائے جانے پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا۔اور اللہ کی قسم! وہ (زید بن حارثہ) امارت کا مستحق تھا اور مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا۔اور یہ (اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) اب ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔''اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا:'' أُسَامَةُ أَحَبُّ النَّاسِ مَا حَاشَا فَاطِمَةَ وَلَا غَيْرَهَا......اُسامہ سب لوگوں سے زیادہ (مجھے) محبوب ہے سوائے فاطمہ کے (رضی اللہ عنہا) البتہ اس (فاطمۃ الزہراءؓ) کے علاوہ (کوئی اور اُسامہ سے زیادہ مجھے محبوب) نہیں۔'' ❷

تو یہ ہیں جناب اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما جو خود بھی نبی کریم ﷺ کو پیارے تھے اور آپؐ کے محبوب دوست زید کے بیٹے تھے۔اُسامہ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ یوں دُعا کرتے:'' اَللّٰهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّيْ أُحِبُّهُمَا ......اے اللہ! تو ان دونوں کو اپنا محبوب بنالے۔اس لیے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔'' ❸

اُسامہ بن زید اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب زيد بن حارثة مولي النبي ﷺ ح : ٣٧٣٠

❷ سلسله الأحاديث الصحيحه للألباني نمبر: ٧٤٥

❸ دیکھئے:صحيح البخارى / كتاب فضائل اصحاب النّبى / حديث نمبر: ٣٧٣٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن اُسامہ بن زید کی ناک سے (بچپن میں) رینٹھ بہہ نکلی تو اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپؐ اُسامہ کی رینٹھ صاف کر دیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اللہ کے رسول! (ﷺ) آپؐ رہنے دیں یہ کام میں کرتی ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! اس (اُسامہ) سے محبت کرو۔ اس لیے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔'' ❶

اور جب ایک مخزومی عورت نے چوری کر لی تو قریش کو یہ معاملہ (برائی اور سزا کے اعتبار سے) بہت بڑا معلوم ہوا۔ اس ڈر کی بنا پر کہ اس کا ہاتھ سزا کے طور پر کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ انہیں علم تھا؛ نبی ﷺ حدود میں رخصت نہیں دیتے۔ تو وہ کہنے لگے:

مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ [وَيَشْفَعُ عِنْدَهُ فِيهَا أَنْ لاَ تُقْطَعْ؟] فَلَمْ يَجْتَرِئْ أَحَدٌ أَنْ يُكَلِّمَهُ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ❷

''اس عورت کی سفارش کے لیے نبی کریم ﷺ سے بات کرنے کے لیے کون جا سکتا ہے؟ (اور آپؐ کے پاس اس عورت کے بارے میں سفارش کرے کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے) مگر نبی معظم ﷺ سے اس ضمن میں بات کرنے کے لیے کوئی جرأت نہ کر سکا، سوائے اُسامہ رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی۔'' (مگر اللہ کے حکم کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اُسامہ کی سفارش بھی قبول نہ فرمائی۔)

تو رسول اللہ ﷺ کی ہیبت کے سامنے آپ سے بات کرنے میں کوئی بھی جرأت سے کام نہ لے سکا۔ اور یہاں جرأت سے مراد ہے: اپنی محبت پر بھروسہ کرتے ہوئے بات کرنے کے لیے دلیری سے کام لینا۔ اور نبی کریم ﷺ پر (ایسی کوئی بات کرنے کے لیے) سوائے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے یہ جرأت کوئی نہیں کرتا تھا۔ اس لیے کہ اُس کو نبی مکرم ﷺ کی محبت کا بھروسہ ہوتا تھا۔ اس لیے وہ ایسی دلیری کر جاتا تھا۔ چنانچہ اُسامہؓ نے جب بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے اُس سے فرمایا:

((أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ؟)) ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ ، وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيْفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا)) ❸

---

❶ صحیح سنن الترمذی / حدیث : ۳۰۰۱

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب ذكر أسامة بن زيد ح : ۳۷۳۳

❸ أخرجه البخاري في كتاب الحدود، باب كراهية الشفاعة في الحد إذا رُفع إلى السلطان ح : ٦٧٨٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اُسامہ! کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے (اور دین اسلام سے ہٹ کر وہ کافر ہو گئے) کہ ان میں سے جب کوئی معزز آدمی چوری کر لیتا تو اسے وہ چھوڑ دیتے۔ اور جب کوئی کمزور (غریب، مسکین) آدمی چوری کر لیتا تو اس پر وہ حد قائم کر دیتے۔ اللہ ذُوالجلال کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) چوری کر لے تو محمد (ﷺ) اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر پر اُسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) کو امیر مقرر کر کے اُسے بنو جُہینہ کے ''حرقۃ'' [1] کی طرف روانہ فرمایا۔ اس واقعہ میں جو معاملہ پیش آیا اسے جنابِ اُسامہ رضی اللہ عنہ خود یوں تفصیلاً بیان کرتے ہیں:

((بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْحُرْقَةِ ، فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ ، فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ ، فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ. فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَمَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟)) قُلْتُ : كَانَ مُتَعَوِّذًا. فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ)) [2]

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی۔ پھر میں اور ایک انصاری صحابی، اس قبیلہ کے ایک شخص (مرداس بن عمرو نامی آدمی) سے بھڑ گئے۔ جب ہم نے اس پر غلبہ پالیا تو وہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے لگا۔ انصاری تو فوراً ہی رُک گیا مگر میں نے اسے اپنے برچھے سے قتل کر دیا۔ جب ہم واپس لوٹے تو نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: ''اُسامہ! کیا اس کے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ قتل سے بچنا چاہتا تھا۔ (یعنی اس نے کلمہ دل سے نہیں پڑھا تھا۔) مگر نبی مکرم ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے (یعنی کیا تم نے اس کے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے پر بھی اسے قتل کر دیا؟) تب میرے دل میں اس وقت یہ شدید آرزو پیدا ہوئی؛ کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔'' (اور مجھ سے یہ غلط سرزد نہ ہوتی۔ آج اسلام لاتا تو میرے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے۔ کیونکہ اسلام کفر کی

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں باب قائم کیا ہے: بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ (رضی اللہ عنہما) إِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ ...... نبی کریم ﷺ کا اُسامہ بن زید کو حرقات کے مقابلہ پر بھیجنا۔ لفظ حرقات، حرقہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کا نام جُھیش بن عامر تھا۔ اس نے ایک لڑائی میں ایک قوم کو آگ میں جلا دیا تھا۔ اس لیے ''حرقہ'' نام سے موسوم ہوا۔

[2] أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب بعث النبي صلى الله عليه سلم أسامة بن زيد الى الحرقات من جهينة، ح: ٤٢٦٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے تمام گناہوں کو معاف کروا دیتا ہے۔)

چنانچہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس واقعہ سے ایسا سبق لیا کہ پوری زندگی اسے نہیں بھولے اور باقی زندگی میں اس سبق سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اور وہ یہ کہ جو شخص لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) کا اقرار کرے گا اسے آپ قتل نہیں کریں گے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو پختہ ایمان والا ہوگا اسے بالاولیٰ کیونکر قتل کریں؟ اسی لیے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپؓ نے اس جنگ و قتال سے علیحدگی اختیار کر لی تھی جو مسلمانوں کے درمیان واقع ہوئی تھی۔

لشکرِ اُسامہ کی روانگی:

نبی کریم ﷺ نے اپنی مرض الموت کے دنوں میں کہ جن میں آپؐ اپنے رب سے جا ملے تھے اُسامہ کو ایک بڑا لشکر دے کر رُومیوں سے لڑنے کے لیے مُلکِ شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ وہاں (مقام مُوتہ کے قریب) آپؓ کے باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو حکم دیا کہ صوبہ فلسطین کے مقامِ بلقاء و دارُوم کو اپنے گھوڑوں سے روند ڈالیں۔ یہ آخری لشکر تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے بالکل اختتام سے چند دنوں قبل روانہ فرمایا تھا۔ اور آپؐ نے اس مہم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لوگوں کو اس لشکر میں مل جانے کا حکم فرمایا۔ اس لشکر کی اہمیت کا اندازہ لگائیں کہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی زیرِ قیادت اس لشکر کے ساتھ روانہ ہونے والوں میں کبار انصار و مہاجرین اہل ایمان صحابہ کرام شامل تھے۔ ان میں عمر بن الخطاب، ابو عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے بڑے بڑے دانا اور بہادر جرنیل بھی تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے، مگر بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو مستثنیٰ کر لیا تھا، تاکہ آپؐ کے مرض میں ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا سکیں۔ کس قدر حیرت اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے فضل و شرف کی بات ہے کہ تمام (جہاندیدہ، فضلاء و عقلاء) کبار صحابہ کرام موجود تھے مگر اُن پر اُسامہ بن زید کو امیر مقرر کیا گیا جو کہ بالکل ابھی عالمِ شباب میں تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام نے اُسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر گفتگو بھی کی اور کہنے لگے: آپؐ نے ایک غلام چھوکرے کو مہاجرین و انصار کے اَجل صحابہ کرام پر امیر کر دیا ہے۔ یہ خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے انہیں مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ''اگر آج تم اس کے امیر بنائے جانے پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے اس کے باپ (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کے امیر بنائے جانے پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا۔ اور اللہ کی قسم! وہ امارت کا مستحق تھا اور مجھے سب سے زیادہ عزیز بھی۔ اور یہ (اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) اب اُس کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس خطاب کے بعد لوگوں نے جہاد کے لیے تیاری میں بہت جلدی کرنا شروع کردی۔ اور پھر اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنا لشکر لے کر نکلے اور مدینہ منورہ سے تین میل دُور مقامِ جرف پر پڑاؤ ڈالا (یہ لشکر نبی کریم ﷺ کی بیماری کے متعلق تشویشناک خبروں کے باعث آگے نہ بڑھ سکا۔) جناب اُسامہ رضی اللہ عنہ اور لشکر میں شریک صحابہ کرام یہاں قیام کرکے انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کے بارے میں کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اور پھر نبی ﷺ کی تکلیف نے شدّت اختیار کرلی مگر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ لشکرِ اُسامہ کو روانہ کردیا جائے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ ناپسندیدہ حالت بڑی ہوگئی۔ (لوگ مرتد ہونے لگے۔) حالات نے کشیدگی اختیار کرلی اور مدینہ منورہ میں نفاق کھل کر سامنے آنے لگا۔ مدینہ کے گردونواح میں آباد عرب قبائل مرتد ہونے لگے۔ اور بعض نے خلیفۃ الرسول اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سوا کسی شہر میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے جگہ باقی نہ رہی۔

بہت سارے صحابہ کرام نے جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توجہ اس بات کی طرف دلائی کہ آپ رضی اللہ عنہ لشکرِ اُسامہ کو روانہ نہ فرمائیں۔ اس لیے کہ معین مہم کی نسبت لوگوں (مجاہدین) کی یہاں مدینہ منورہ میں ضرورت زیادہ ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کرنے والوں میں جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مگر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے پوری شدت کے ساتھ انکار کردیا اور فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ لشکرِ اُسامہ کو ضرور روانہ فرمائیں گے۔ فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس گرہ کو ہرگز نہیں کھولوں گا جسے نبی مکرم ﷺ نے باندھا ہو اگرچہ پرندے ہمیں اُچک کیوں نہ لے جائیں۔ اور مدینہ کے گردونواح والے درندے ہمیں چیر پھاڑ کیوں نہ کھائیں میں لشکرِ اُسامہ کو روانہ کرکے رہوں گا۔ میں پہرداروں (سیکورٹی گارڈز) کو حکم دیتا ہوں کہ وہ مدینہ منورہ کے چاروں اطراف میں پھیل جائیں۔ (اور مدینۃ الرسول (ﷺ) کی حفاظت کریں۔)

چنانچہ لشکرِ اُسامہ کی روانگی بہت بڑی مصلحت کے لیے اس (مشکل) وقت اور خطرناک حالات میں ہوئی۔ اور پھر یہ مجاہدین جونسی عرب آبادی کے پاس سے گزرے اُن پر اپنا رُعب قائم کرتے چلے گئے۔ لوگ کہتے: یہ مسلمان مجاہدین اپنی قوم سے نکلے ہیں تو ان کی مخالفت بھی سخت تھی۔ (لگتا ہے کہ یہ کسی بہت بڑی مہم پر نکلے ہیں۔) لشکرِ اُسامہ اپنی مہم پر چالیس سے کچھ اوپر دنوں تک رہا اور پھر صحیح سلامت، غنائم سے لدا پھندا واپس پلٹا۔ پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مجاہدینِ اسلام لشکرِ اُسامہ کو ان (گیارہ) لشکروں کے ساتھ تیار فرمادیا جو مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہورہے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ؛ جب خلیفۃ الرسول اللہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اُسامہ کو تیار کرکے بھیجنے کا مصمم ارادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمالیا تو بعض انصاری صحابہ نے جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ جناب ابوبکر (رضی اللہ عنہما) سے کہیے کہ وہ اُسامہ کے علاوہ کسی اور کو ہمارے اُوپر امیر مقرر فرمادیں۔'' تو حضرت عمر نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہما کو انصار کا یہ پیغام پہنچادیا۔ کہا جاتا ہے کہ: جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کی ڈاڑھی کو پکڑتے ہوئے فرمایا: ''اے ابن الخطاب! تمہاری ماں تمہیں گم پائے، کیا میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ اَمیر کے علاوہ کوئی اَمیر مقرر کردوں؟ پھر اوّل خلیفۃ رسول اللہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنفسِ نفیس لشکر کی چھاؤنی مقامِ جرف تشریف لے گئے اور اُسے روانگی کا حکم فرمایا۔ جب لشکر چلنے لگا تو خلیفۃ المسلمین (الوداع کرنے کے لیے) ان کے ہمراہ پیدل ہی چل پڑے۔ جنابِ اسامہ سوار تھے اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما پیدل۔ حضرتِ اُسامہ عرض کرنے لگے: یاخلیفۃ رسول اللہ! (ﷺ) یا تو آپ بھی سوار ہوجایئے اور یا پھر میں بھی نیچے اُتر آتا ہوں۔ تو اُنہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! نہ ہی تو آپ سواری سے اُتریں گے اور نہ ہی میں سوار ہوں گا۔ پھر خلیفۃ المسلمین نے حضرتِ اُسامہ سے جنابِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ جو اُن کے لشکر میں بطورِ سپاہی درج تھے، اجازت طلب کی کہ وہ انہیں اپنے ساتھ (بطورِ معاون) رکھنا چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے حضرتِ عمر کے لیے اجازت دے دی۔ اسی بنا پر جنابِ عمر رضی اللہ عنہ جب کبھی اس کے بعد حضرتِ اُسامہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو انہیں یوں سلام کرتے: ''جنابِ اَمیر! السلام علیکم۔'' لشکرِ طیبہ کی اس روانگی کے وقت جنابِ اُسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر 19 سال تھی۔

((نَظَرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَوْمًا ــ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ ــ إِلَى رَجُلٍ يَسْحَبُ ثِيَابَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: أُنْظُرْ مَنْ هٰذَا؟ لَيْتَ هٰذَا عِنْدِي۔ قَالَ لَهُ إِنْسَانٌ: أَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ أُسَامَةَ۔ قَالَ: فَطَأْطَأَ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهُ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ قَالَ: ((لَوْ رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَأَحَبَّهُ)) [1]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دن دیکھا کہ ایک صاحب مسجد نبوی کے ایک کونے میں اپنا کپڑا بچھا رہے ہیں۔ تو اپنے کسی ساتھی سے کہا: دیکھو! یہ کون صاحب ہیں؟ کاش یہ میرے قریب ہوتے۔ ایک شخص نے اُن سے کہا: ابوعبدالرحمٰن! کیا آپؓ انہیں نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اُسامہ ہیں۔ (رحمہما اللہ) ابن دینار بیان کرتے ہیں کہ یہ سنتے ہی جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا سر جھکا لیا اور اپنے ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے۔ پھر بولے: اگر نبی کریم ﷺ انہیں دیکھتے تو یقیناً آپؐ ان سے محبت فرماتے۔''

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة، باب ذكر أسامة بن زيد ح: ٣٧٣٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنابِ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بالجزم اس بات کا اظہار اس لیے فرمایا کہ؛ آپؐ نے (اس نوجوان کے دادا) زید بن حارثہ، ان کی بیوی (نوجوان کی دادی اور نبی کریم ﷺ کی آزاد کردہ کنیز) اُمّ ایمن اور ان کی اولاد (اُسامہ اور اس کی بہنوں یعنی نوجوان کے والد اور اس کی پھوپھیوں) سے رسول اللہ ﷺ کی محبت جو دیکھ رکھی تھی، تو ابنِ عمر نے محمد بن اُسامہ کو بھی اس کے بزرگوں پر قیاس کرلیا۔ سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سنہ 54 ھجری میں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے سنہ ۵۹ ہجری میں وفات پائی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متصل بعد فوت ہو گئے تھے۔ وَاللّٰہُ اَعْلم بِالصواب.

نبی کریم ﷺ کی محبت عمار بن یاسر سے (رضی اللہ عنہما)

((قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ: ((وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ بِرَجُلَيْنِ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُحِبُّهُمَا: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ)) [1]

''سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''لیکن میں تمہیں دو آدمیوں کے بارے میں بتلاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپؐ ان سے محبت فرماتے تھے۔ ایک عبداللہ بن مسعود اور دوسرے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔''

جنابِ عمار بن یاسر ابوالیقظان کی کنیت سے مشہور تھے۔ ان کا شمار قدیم مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اور کہا جاتا ہے ؛ عمار پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کی۔ اس میں عبادت کرتے۔ عمار بن یاسر اور ان کی ماں کا شمار ان سات خوش نصیب لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے اپنے اسلام کو ظاہر کیا تھا۔ اور جنہیں اللہ کی راہ میں تکلیفیں دی جاتی تھیں ان میں حضرتِ عمار ان کے باپ یاسر اور ماں سمیّہ بنت خیاط شامل تھے۔ یوں ہوتا کہ جب گرمیوں میں دوپہر خوب گرم ہو جاتی تو مشرکینِ مکہ حضرتِ عمار، ان کے باپ یاسر اور ماں سمیّہ رضی اللہ عنہم کو باہر نکال لاتے اور انہیں مکہ کی دھوپ سے گرم ہونے والی ریت پر لٹا کر عذاب دیتے۔ حتیٰ کہ ظالموں نے عمار کی ماں حضرتِ سمیّہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا اور یہ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔ البتہ جنابِ عمار رضی اللہ عنہ نے اُس تکلیف کی وجہ سے جو اُنہیں پہنچتی تھی زبانی طور پر کفار کو ناپسندیدگی سے وہ کچھ ضرور تسلی دی جو وہ چاہتے تھے۔ مگر اُن کا دل اس کا انکاری ہوتا جو اُن کی زبان سے ادا ہوتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (ﷺ) پر ایمان کے ذریعے دل سے مطمئن ہوتے تھے۔ حضرتِ عمار اس بات کی معذرت کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔

[1] مسند أحمد، رقم: ١٧٧٣٤، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ (النحل:۱۰۶)

''جس شخص پر زبردستی کی جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو (تو اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔) لیکن جو کوئی ایمان لائے پیچھے دل کھول کر (یعنی رضا مندی اور خوشی سے) کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اُترے گا اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔''

جب ہجرت کا موقعہ آیا تو جنابِ عمار رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ اور پھر جب مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو حضرتِ عمار نے اس میں پوری تندہی سے کام کیا۔ حتی کہ لوگ تو ایک ایک اینٹ اُٹھاتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اجر زیادہ لینے کے لیے دو دو اینٹیں اُٹھاتے۔ نبی کریم ﷺ اُن سے مٹی جھاڑتے جاتے اور انہیں اس بات کی خوشخبری بھی دیتے جاتے کہ اُن کو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مسجد کی تعمیر کے بارے میں خبر دیتے ہوئے کہتے ہیں:

((كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً وَكَانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ: ((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ)) قَالَ: يَقُولُ عَمَّارٌ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ)) [1]

''ہم مسجد کی اینٹیں (تعمیر کے وقت) ایک ایک کر کے منتقل کرتے تھے جبکہ عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) دو دو اینٹیں اُٹھا کر لے جاتے تھے۔ انہیں نبی کریم ﷺ نے دیکھ لیا۔ تو آپ ﷺ نے اُن سے مٹی کو جھاڑتے ہوئے رحمدلانہ انداز میں فرمایا: ہاہا، افسوس! عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ وہ (عمار بن یاسر) ان کو جنت کی طرف دعوت دیں گے جبکہ وہ (باغی) ان (عمار) کو جہنم کی طرف دعوت دیں گے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمار کہا کرتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' (رضی اللہ عنہم)

تو حضرتِ عمار ان دو مسلمان جماعتوں میں سے باغی گروہ پر ان کی بغاوت کے لیے نشانی بن گئے جو مستقبل میں باہم لڑنے والی تھیں اور جناب عمار ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوں گے۔ (رضی اللہ عنہ) کہا جاتا ہے کہ: مدینہ منورہ میں جس نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کی (یعنی اس کی تعمیر کا آغاز کیا) وہ عمار بن یاسر تھے رضی اللہ عنہما اور مسجد سے مراد مسجد قباء ہے۔ (کہ جس کی احادیث مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔) اور جنابِ عمار رضی اللہ عنہ نے اس مسجد کی بنیاد رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی توجہ مبذول کروائی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے خود ہی اس کے لیے پتھر بھی اکٹھے کیے

[1] أخرجه البخاري في كتاب الصلاة ، باب التعاون في بناء المسجد ح: ٤٤٧ وكتاب الجهاد والسير ، ح: ٢٨١٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اور جب نبی معظم ﷺ نے اس کی بنیاد رکھ دی تو اس کی تعمیر کو حضرتِ عمار نے ہی پایۂ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ (قرآن میں مسجدِ قباء کو تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کی گئی مسجد کہا ہے۔)

حضرتِ عمار رضی اللہ عنہ بدر سمیت تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ اُنہوں نے غزوۂ بدر میں اپنی شجاعت کا خوب مظاہرہ کیا اور کئی ایک مشرکین قتل کیے۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کے بارے میں فرمایا تھا: ''عمار بن یاسر اپنی نرم ہڈی (نرخرے) کے سرے تک ایمان سے پر ہو چکا ہے۔'' اور نبی رحمت ﷺ آپؓ سے محبت فرماتے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ ؛ جَاءَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ائْذَنُوا لَهُ، مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ)) ❶

سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''عمار بن یاسر آئے اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کرنے لگے۔ تو نبی معظم ﷺ نے فرمایا: انہیں آنے دو۔ (جب آ گئے تو فرمایا) مرحبا! اے مردِ پاک ذات اور پاک خصلت والے!''

یہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نہایت دانا اور عقل مند انسان تھے۔ جب کبھی اُن پر دو معاملات پیش کیے گئے تو ان میں سے انہوں نے ہمیشہ زیادہ ہدایت والے کو اختیار کیا۔ دراُصل اُن کی اس خوبی کی توثیق نبی کریم ﷺ نے یہ کہتے ہوئے فرمائی تھی: '' مَا خُيِّرُ عَمَّارٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَرْشَدَهُمَا ...... (اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) نہیں اختیار دیا گیا دو معاملوں میں کبھی عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) کو مگر یہ ہے کہ اس نے دونوں میں سے بہتر کو (ہمیشہ) اختیار کیا۔'' ❷

اسی سبب سے رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام کو) عمار بن یاسر والے طریقے پر چلنے کی وصیت فرمائی تھی۔

((إِنِّي لَا أَدْرِي مَا قَدْرُ بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي ـــ وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ـــ وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ ، وَمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُودٍ فَصَدِّقُوهُ)) ❸

''(سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا:) میں تمہارے اندر اپنی باقی زندگی کے بارے میں نہیں جانتا کب تک رہوں۔ میرے بعد ان دونوں شخصوں کی اقتدا کرنا۔ اور آپؐ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور عمار بن یاسر والا

---

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٨٦ والجامع : ٣٧٩٨ وقال ابو عيسىٰ : هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ

❷ دیکھئے: صحيح سنن الترمذى / حديث نمبر: ٢٩٨٧ والجامع: ٣٧٩٩

❸ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٨٨ والجامع : ٢٧٩٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صلح جوئی اور دانشمندی والا) راستہ اختیار کرنا۔ اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہم) جو حدیث بیان کریں اسے سچ جاننا۔''

ماہ ذوالحجہ سنہ ۱۱ ہجری میں یمامہ کے مقام پر مسلمانوں اور بنو حنیفہ کے مرتدین و مسیلمہ کذّاب کے درمیان بپا ہونے والے معرکہ میں عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) بھی شریک تھے۔ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑے جانے والے اس معرکہ میں اللہ کی مدد مسلمانوں کے شامل حال رہی۔ (اور اللہ نے انہیں فتح عطا کر دی۔) اس معرکہ میں جنابِ عمار رضی اللہ عنہ نے خوب دادِ شجاعت لی اور اپنی بہادری کے جوہر دکھلائے۔ اسی جنگِ یمامہ میں اُن کا ایک کان کٹ گیا تھا۔

۳۶ھ میں جنگ جمل ہوئی اور یہ پہلی جنگ تھی کہ جس میں مسلمان ایک دوسرے کے مدِّ مقابل آ کر باہم لڑے تھے۔ اس جنگ میں جناب عمار بن یاسر اُمیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جماعۃ میں تھے۔ جبکہ دوسری جانب اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام اور دوسرے مسلمان رضی اللہ عنہم تھے کہ جو لوگوں کے درمیان اصلاح اور اُمیر المؤمنین خلیفۂ ثالث سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص چاہتے تھے۔ تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک افراد اس بات سے ڈر گئے کہ دونوں فریق ان کے قتل پر متفق ہو جائیں گے۔ (اور ان کی جان بچ نہ سکے گی۔) چنانچہ انہوں نے فریقین کے درمیان جنگ کی آگ بڑھکا دی اور پھر جو ہُوا سو ہُوا۔

عمار بن یاسر نہایت صادق اللہجہ تھے۔ انہیں اس ضمن میں دشمنی نرم نہیں کر سکتی تھی۔ حتی کہ ان کا مدّ مقابل (ان کی) عیب جوئی کیوں نہ کرتا۔ تو باوجود اس کے کہ فریقین کے درمیان لڑائی ہونے والی تھی انہوں نے (جنگِ جمل کے موقع پر) اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکمل فضل و شرف کی علی الاعلان گواہی دی تھی۔ جیسا کہ (صحیح البخاری میں) عبداللہ بن زیاد الأسدی سے مروی ہے کہ:

((لَمَّا سَارَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَائِشَةُ إِلَى الْبَصْرَةِ بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ وَحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ فَقَدِمَا عَلَيْنَا الْكُوفَةَ فَصَعِدَا الْمِنْبَرَ ، فَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَوْقَ الْمِنْبَرِ فِي أَعْلَاهُ وَقَامَ عَمَّارٌ أَسْفَلَ مِنَ الْحَسَنِ فَاجْتَمَعْنَا إِلَيْهِ ، فَسَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُولُ: إِنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَارَتْ إِلَى الْبَصْرَةِ ، وَاللّٰهِ إِنَّهَا لَزَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ابْتَلَاكُمْ لِيَعْلَمَ إِيَّاهُ تُطِيعُونَ أَمْ هِيَ؟)) [1]

''جب طلحہ بن عبیداللہ، زُبیر بن العوام اور اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر اور (اپنے بیٹے) حسن رضی اللہ عنہ کو

[1] أخرجه البخاري في كتاب الفتن ، باب ١٨ ح : ٧٠٩٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لشکر دے کر) روانہ کیا۔ یہ دونوں بزرگ ہمارے پاس کوفہ آئے اور منبر پر چڑھے۔ حسن بن علی منبر (سٹیج) کے اُوپر سب سے اُونچی جگہ تھے جبکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ان سے نیچے تھے۔ تو ہم ان کے پاس جمع ہوگئے۔ میں نے عمار بن یاسر کو یہ کہتے ہوئے سنا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم بصرہ روانہ ہوگئی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی (ﷺ) کی بیوی ہیں۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے کہ تم (ان حالات میں) اس کی اطاعت کرتے ہو (کہ اے مسلمانو! اللہ، اس کے رسول اور اپنے میں سے اولیاء الامور کی اطاعت کرو اور ولي الأمراس وقت علی ہیں۔) یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔''

جنابِ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ تھا کہ اس صورتِ حال میں (جو مسلمانوں کے دو گروہوں میں تقسیم ہونے سے بنی ہے) حق علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ اور اس کے باوجود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوگئیں۔ اس ساری صورتِ حال کے ساتھ ساتھ آپ نبی کریم ﷺ کی جنت میں ہونے والی بیوی (زوجۂ محترمہ) بھی ہیں۔ تو یہ گفتگو جنابِ عمار رضی اللہ عنہ کے عین انصاف، اللہ سے ڈر کی شدت اور حق بات کہنے کی جرأت میں شمار ہوتی ہے۔ اور جب جنگ جمل سے فارغ ہوگئے تو جنابِ عمار نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا تھا:

((مَا أَبْعَدَ هٰذَا الْمَسِيْرُ مِنَ الْعَهْدِ الَّذِيْ عَهِدَ إِلَيْكُمْ ۔ يُشِيْرُ إِلٰى قَوْلِهِ اللّٰهِ تَعَالَى: [سورة الاحزاب: ٣٣ ﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ﴾] ۔ فَقَالَتْ: أَبُوْ الْيَقْظَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَتْ: وَاللّٰهِ إِنَّكَ مَا عَلِمْتَ لِقَوَّالٍ بِالْحَقِّ۔ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَضٰى لِيْ عَلٰى لِسَانِكِ)) [1]

''محترمہ اُمّ المومنین! آپ کا (مدینہ منورہ سے کوفہ و بصرہ کی طرف) یہ سفر اللہ ربّ العالمین کے اس عہد سے کس قدر دُور ہے کہ جو اُس نے تم سے لے رکھا ہے۔ اپنی اسی بات میں حضرتِ عمار رضی اللہ عنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے: '' وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اور اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔'' (الاحزاب: ٣٣) تو سیّدہ فرمانے لگیں اے ابوالیقظان! عمار نے کہا: جی امی جان! فرمایا: ''اللہ کی قسم! تم نے کسی خوش بیان گویے سے حق (کہنا) نہیں سیکھا۔ (یعنی تمہیں حق گوئی کی یہ جرأت بھی نصیب ہوئی ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے کہ جن کی میں بیوی اور تمہاری رُوحانی ماں ہوں۔) تو جناب عمار رضی اللہ عنہ نے (نہایت سعادتمندی سے) جواباً عرض کیا: امی جان! اس اللہ ربّ العالمین کا بے بہا شکر ہے کہ جس نے آپ کی زبان پر میرے لیے فیصلہ جاری کرا دیا۔''

---

[1] رواه الطبري وصححه الحافظ ابن حجر العسقلاني

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمار بن یاسر جنگِ صفین میں:

اور پھر اگلے ہی سال سنہ ۳۷ ہجری میں اُمیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب کے لشکر اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی فوج کے درمیان جنگ صفین ہوگئی۔ اس معرکہ میں جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما شہید ہوگئے۔ اس جنگ میں بھی آپ حضرتِ علی رضی اللہ عنہما کی طرف تھے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وہ راز کہ جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں دے دی تھی بالکل کھل کر سامنے آ گیا۔ اور وہ یہ تھا کہ عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور معاویہ باغی تھے۔

جنگِ صفین کا واقعہ یوں پیش آیا کہ شام والوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کی سربراہی جنابِ معاویہ کر رہے تھے۔ (رضی اللہ عنہ) اہل شام کا موقف تھا کہ جنابِ علی، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائیں یا ہمارے حوالے کر دیں تب ہم بیعت کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر اُن سے جنگ ہوگی اور وہ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی نہیں کریں گے۔ چنانچہ جنگِ صفین والے معرکہ میں جو ہُوا سو ہُوا۔ اس معرکہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما شامی لشکر کے بعض آدمیوں کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔ عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

((رَأَیْتُ عَمَّارًا یَوْم صِفِّینِ شَیْخًا کَبِیْرًا آدَمَ طِوَالاً آخِذًا الْحَرْبَةَ بِیَدِہٖ وَیَدُہٗ تَرْعُدُ ، فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِیَدِہٖ لَقَدْ قَاتَلْتُ بِھٰذِہٖ الرَّایَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَھٰذِہِ الرَّابِعَةُ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِیَدِہٖ لَوْ ضَرَبُوْنَا حَتّٰی یَبْلُغُوا بِنَا شَعْفَاتِ ھَجْرٍ لَعَرَفْتُ أَنْ مُصْلِحِیْنَا عَلَی الْحَقِّ وَأَنَّھُمْ عَلَی الضَّلَالَةِ)) [1]

''جنگ صفین والے دن میں نے جنابِ عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ بوڑھے ضعیف، لمبے قد اور گندمی رنگ والے تھے۔ اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھاما ہوا تھا اور ان کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ کہنے لگے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے اس جھنڈے کے ساتھ (کہ جو اس وقت علوی لشکر کے پاس ہے) رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تین دفعہ جنگ کر چکا ہوں اور یہ چوتھی بار ہے۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر انہوں (شامی لشکر والوں) ہمیں مارتے ہوئے مقامِ ہجر کی پہاڑیوں کی چوٹیوں تک بھی پہنچا دیا تو پھر بھی میں یہی جانوں گا کہ ہمارے مصلحین حق پر ہیں اور وہ گمراہی پر۔''

---

[1] مسند أحمد، رقم : ١٨٧٨٦ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح۔ (٤ / ٣١٩ ـ ١٨٤٠٥)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيّ قَالَ: ((قَالَ عَمَّارٌ يَوْمَ صِفِّينٍ : إِئْتُونِي بِشُرْبَةِ لَبَنٍ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((آخِرُ شُرْبَةٍ تَشْرَبُهَا مِنَ الدُّنْيَا شُرْبَةُ لَبَنٍ)) ، فَأُتِيَ بِشُرْبَةِ لَبَنٍ فَشَرِبَهَا ثُمَّ تَقَدَّمَ فَقُتِلَ)) ❶ وَعَنْهُ أَيْضًا: ((أَنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ أُتِيَ بِشُرْبَةِ لَبَنٍ فَضَحِكَ فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ آخِرَ شَرَابٍ أَشْرَبُهُ لَبَنٌ حَتَّى أَمُوتَ)) ❷

''جنابِ ابوالبختری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرتِ عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین والے دن کہنے لگے: میرے لیے تھوڑا سا دُودھ لاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''عمار! تم دنیا سے آخری گھونٹ جو پیو گے وہ دُودھ کا ہوگا۔'' چنانچہ گھونٹ بھر دُودھ لایا گیا اور آپؓ نے اسے پی لیا۔ پھر آپؓ آگے بڑھے اور شہید کر دیے گئے۔ ابوالبختری رحمہ اللہ سے ہی مروی ہے کہ: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پاس گھونٹ بھر دودھ لایا گیا تو آپ ہنس پڑے اور کہنے لگے؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''عمار! موت سے پہلے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دُودھ ہوگا۔''

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اس آخری معرکہ میں جب لڑائی کے لیے آگے بڑھے تو اس وقت اُن کی عمر نوے سال سے اوپر تھی۔ اُن پر حملہ ابوالغادیہ الفزاری اور ابن جوی السکسکي نے کیا تھا۔ ابوالغادیہ نے آپؓ کو زخمی کیا اور ابن جوی نے آپؓ کا سر کاٹا تھا۔(فَإِنَّا لِلّٰهِ فَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

ابوعبدالرحمٰن السلمی روایت کرتے ہیں کہ: میں نے (جنگ صفین کے موقع پر) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپؓ صفین کی جس وادی کی طرف بھی نکل جاتے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپؓ کے پیچھے چل کھڑے ہوتے۔ میں نے دیکھا کہ آپؓ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے علم بردار ہاشم بن عُتبہ کے پاس آئے اور کہا: ''ہاشم! آگے بڑھو۔ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے اور موت نیزوں کی انیوں پر۔ جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور بڑی بڑی نشیلی آنکھوں والی حوروں کو مزین کر دیا گیا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

اَلْيَوْمَ أَلْقَى الْأَحِبَّه مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَه

''آج میں اپنے حبیبوں، محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے جا ملوں گا۔''

پھر دونوں یعنی عمار اور ہاشم (رضی اللہ عنہما) نے مل کر حملہ کیا مگر دونوں شہید ہو گئے۔ السلمی کہتے ہیں کہ اس وقت پھر

❶ مسند أحمد ، رقم : ١٨٧٨٢ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح۔ (٤ / ٣١٩ - ١٨٤٠١)

❷ مسند أحمد ، رقم : ١٨٧٨٥ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح۔ (٤ / ٣١٩ - ١٨٤٠٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر والوں نے شام والوں پر یک مشت حملہ کر دیا۔ تو شامیوں کی ہر صف ٹوٹ کر رہ گئی۔ اور علوی لشکر نے ہر اس شخص کو قتل کر ڈالا جس تک وہ پہنچ گیا حتی کہ قتل و غارت کرتے ہوئے وہ حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ تک جا پہنچے۔ گویا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان کے لیے حق کی علامت بن گئے۔ اور اب یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ باغی گروہ سے مراد حضرتِ معاویہ اور شامی لشکر ہے کہ جنہوں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو قتل کیا تھا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَبْشِرْ يَا عَمَّارُ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) [1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمار! خوش ہو جاؤ۔ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

نبی کریم ﷺ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت فرماتے تھے

عَنِ الْبَرَاءِ رضي الله عنه قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ يَقُولُ: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ)) [2]

''سیّدنا البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپؐ کے کندھوں پر (سوار) تھے اور آپ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! بلا شبہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی اس سے محبت فرما۔''

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْحَسَنِ: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ ، فَأَحِبَّهُ ، وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ)) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَالَ [3]

جنابِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ؛ نبی کریم ﷺ نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور ان سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کریں۔'' تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کوئی شخص بھی حضرتِ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ پیارا مجھے نہیں رہا۔''

---

1. صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٨٩ الجامع : ٣٨٠٠
2. أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما ح : ٣٧٤٩
3. أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب السخاب للصبيان ح : ٥٨٨٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تھے جناب سیّدنا حسن بن علی بن ابوطالب ابن فاطمۃ الزہراء بنت الرسول ﷺ سیّد شباب اہل الجنۃ اور دنیا میں نبی کریم ﷺ کے لیے خوشبودار پھولوں کا گلدستہ۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے زیادہ اور کوئی شخص نبی کریم ﷺ سے مشابہ نہ تھا۔'' [1]

عقبہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے اوّل خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق کو دیکھا کہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہما کو اُٹھائے ہوئے فرما رہے تھے: میرے ماں باپ ان پر قربان! یہ نبی کریم ﷺ سے بہت مشابہ ہیں اور علی (رضی اللہ عنہم) سے بالکل نہیں۔ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر ہنس رہے تھے۔'' (حوالہ سابقہ حدیث نمبر: ۳۷۵۰)

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش اکثر مؤرخین ومحدثین کے نزدیک ماہ رمضان سنہ ۳ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس سے بعد کی تاریخ بھی بیان کی گئی ہے۔ ساری کائنات کے سردار سیّد الانبیاء والمرسلین آپ کے نانا جان محمد رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اپنے لعابِ دہن سے گھٹی دی اور آپؓ کا پیارا نام ''حسن'' رکھا۔ آپؓ اپنے والدین (علی و فاطمہ) کے پہلوٹے بیٹے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ رسول اللہ ﷺ آپؓ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب آپؓ بچے تھے، نبی کریم ﷺ آپؓ کی آنکھوں کی پتلیوں کا بوسہ لے لیتے۔ کبھی کبھار آپؓ کی زبان نبی مکرم ﷺ چوس لیتے، آپؓ کو اپنی گردن کے ساتھ چمٹا لیتے اور آپؓ کے ساتھ (ہنسانے کے لیے) کھیلتے بھی تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ (اپنے بچپن میں اپنے ابوجان یا امی محترمہ کے ساتھ) آئے اور نبی کریم ﷺ نماز میں سجدہ کے اندر ہوتے تو وہ آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے۔ نبی کریم ﷺ آپ کو اسی حالت میں رہنے دیتے اور آپؓ کی وجہ سے اپنے سجدوں کو لمبا کر دیتے۔ اور کبھی آپ کو اپنے ساتھ لے کر ممبر پر تشریف فرما ہو جاتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروائیں گے۔ چنانچہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلَى جَنْبِهِ ، يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَإِلَيْهِ مَرَّةً وَيَقُوْلُ: ((اِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ)) [2]

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور اس وقت آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ آپؐ کے پہلو میں۔ آپؐ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف: ''میرا

[1] صحیح البخاری / کتاب فضائل اصحاب النبیؐ / حدیث نمبر: ۳۷۵۲

[2] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما ح : ۳۷۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بیٹا سردار ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔''

تو نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانِ گرامی اس وقت پورا ہوا جب ملک عراق کے شہر کوفہ میں سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور اُن کی نمازِ جنازہ سیّد شباب اہل الجنہ حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اس لیے کہ آپ حضرتِ علی رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ جب آپؓ اپنے ابوجان کے کفن دفن سے فارغ ہوگئے تو سب سے پہلے سیّدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرتِ قیس رحمہ اللہ آگے بڑھے اور عرض کیا: ''جنابِ حسن! اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے! میں آپؓ کے ہاتھ پر قرآن وسنت کی اطاعت کے لیے بیعت کرتا ہوں۔'' مگر آپؓ نے خاموشی اختیار کی۔ باوجود اس کے حضرت قیس رحمہ اللہ نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر لوگوں نے بھی آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ رمضان سنہ ۴۰ ہجری کی بات ہے۔ اسی دن سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ مقرر ہوگئے۔ قیس بن سعد رحمہما اللہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے آزربائیجان پر گورنر مقرر تھے۔ آپؒ کی زیرِ امارت چالیس ہزار جنگجوؤں کا لشکر تھا کہ جنہوں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر رکھی تھی۔ جب علی رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو قیس بن سعد رحمہ اللہ نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ وہ اہل شام سے قتال کے لیے نفیر عام کا اعلان کریں۔ جبکہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قطعاً ارادہ نہ تھا کہ آپ کسی سے جنگ کریں۔ لیکن لوگ قیس بن سعد کی رائے پر متفق ہوکر آپؓ کی رائے پر غالب آگئے۔ اور انہوں نے اتنا بڑا فوجی اکٹھ کرلیا کہ اس سے پہلے مسلمان فوجوں کا اس جیسا اجتماع نہیں سنا گیا تھا۔

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے قیس بن سعد رحمہما اللہ کو حکم دیا کہ وہ آپؓ کے آگے آگے بارہ ہزار کا لشکر لے کر چلیں۔ اور آپ خود ملک شام کا ارادہ کر کے اس کے پیچھے پیچھے سارے لشکر لے کر چلے تاکہ آپؓ امیر معاویہ اور ان کے شامی لشکر سے جنگ کریں۔ جب آپؓ مدائن کے پاس سے گزرے تو وہاں پر پڑاؤ کیا اور قیس بن سعد کی کمان میں مقدمۃ الجیش کو اپنے سامنے (ملک شام کی طرف) رکھا۔ جب آپؓ یہاں مدائن سے باہر اپنے لشکر سمیت فروکش تھے تو ایک چیخ کر آواز دینے والے نے زور سے اعلان کیا: ''خبردار! ثقہ خبر ہے کہ قیس بن سعد رحمہما اللہ کو قتل کردیا گیا ہے۔'' اس خبر سے لوگ جوش میں آکر بھڑک اُٹھے اور ایک دوسرے کا سامان لوٹنے لگے۔ حتیٰ کہ انہوں نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کا خیمہ بھی لوٹ لیا اور جس بچھونے پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اسے بھی وہ چھین کر لے گئے۔ اس وقت کہ جب آپؓ سوار ہوئے ان سرکشوں میں سے بعض نے آپؓ کو نیزہ مار کر زخمی کردیا اور ایک نیزہ جسم میں گھسا دیا۔ اس سے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ وَ اَرضاہ ان سے شدید متنفر ہوگئے۔ جب آپؓ نے دیکھا کہ آپؓ کا لشکر آپؓ پر متفرق ہوگیا ہے تو آپؓ نے اس معاملے کو نہایت ناپسند فرمایا اور پھر اس وقت جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا اور اپنی تحریر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کے درمیان صلح پر انہیں آپؓ نے راضی کرتے ہوئے لکھا۔ اس دوران میں امیر معاویہ بھی (اس کوفی لشکر سے لڑائی کے لیے) اپنی فوجوں کے ہمراہ شام سے روانہ ہو کر ایک مقام پر فروکش ہو چکے تھے۔ بالآخر دونوں اُمراء کے درمیان اتفاق ہو گیا اور سیّدنا حسن بن علی امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے لیے امارت سے دستبردار ہو گئے۔ اس سے آپؓ نے مسلمانوں کا خون گرنے سے بچا لیا۔

امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کوفہ میں داخل ہوئے، وہاں آپؓ نے خطبہ دیا۔ (لوگوں سے خطاب کیا۔) اور پھر تمام صوبوں اور ملکوں میں جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر لوگ متفق ہو گئے۔ (لوگوں کی آپ کی امارت کے لیے بات ایک ہو گئی۔) چنانچہ اس سال (سنہ ۴۱ ہجری) کا نام ''مسلمانوں کی باہم لڑائیوں کے انقطاع اور لوگوں کی وحدت کا سال'' رکھا گیا۔

سیّد شباب اہل الجنہ حسن بن علی اپنے بھائی سیّدنا حُسَین، دیگر بھائیوں اور اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عراقی سرزمین سے سفر کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے کہ جس مقدس شہر میں آپؓ کے نانا جان سید الجنّۃ والبشر محمد رسول اللہ ﷺ آرام فرما تھے۔ آپؓ کا گزر جب بھی آپ کے گروہ والے محلّہ سے ہوتا وہ لوگ آپؓ کو حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہما کے لیے امارت سے دستبرداری پر سرزنش کرتے۔ جبکہ آپؓ خود (نبی ﷺ کی زبان مبارک سے) تعریف یافتہ، ہدایت کا راستہ اختیار کرنے اور اُمّت سے حسن سلوک کرنے والے تھے۔ آپؓ اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی، ملامت اور ندامت نہ پاتے تھے۔ بلکہ آپؓ اس دستبرداری سے دلی طور پر راضی اور خوشخبری دیے گئے تھے۔ اس ضمن میں حق سنت کی اتباع اور اُمت کا خون بہانے سے دست کشی آپ کی اچھی تعریف تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث مبارک میں آپؓ کی تعریف فرمائی تھی۔

اوّل خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق بھی آپ رضی اللہ عنہما سے شدید محبت کرتے تھے، آپ کی تعظیم و تکریم کرتے اور آپؓ کو معزز جانتے تھے۔ اور اسی طرح سے اُمیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب بھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی کونسل تشکیل دی کہ جس نے وہ رجسٹر تیار کیے جن میں وظیفہ خواروں اور فوجیوں کے نام درج کیے تھے تو آپؓ نے سادا تنا حسن و حسین ابناء علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کو بدری صحابہ کرام کے ساتھ درج کروا کر گلدستہ علی و فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کے دونوں پھولوں کے لیے پانچ پانچ ہزار دینار مقرر فرمائے تھے۔ بعینہٖ امیر المؤمنین عثمان بن عفان سادا تنا حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی تکریم کرتے اور اُن سے محبت فرماتے تھے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر (خارجیوں اور باغیوں کی طرف سے) محاصرہ والے دن آپ کی مدافعت کرنے کے لیے جنابِ حسن رضی اللہ عنہ تلوار تھامے گھر کے اندر پہرا دیتے رہے۔ جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرتِ حسن کے بارے میں ڈر پیدا ہوا کہ باغی کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ تو آپ نے سیّدنا حسن کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم دی کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہم کی حفاظت اور اُن کے دل کو تسکین پہنچانے کے لیے وہ اپنے گھر واپس پلٹ جائیں۔

جنابِ علی رضی اللہ عنہ بھی سیّدنا حسن رضی اللہ عنہما سے بہت ہی محبت کرتے تھے۔ آپ کی تکریم و تعظیم بھی کرتے۔ ایک دن حضرتِ علی نے آپ رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''کیا تم خطبہ نہ دو گے؟ میں سننا چاہتا ہوں۔'' تو حضرتِ حسن عرض کرنے لگے: ''ابو جان! آپ کو سامنے بیٹھا دیکھ کر مجھے شرم آتی ہے۔'' چنانچہ حضرتِ علی چلے گئے۔ اور آپ رضی اللہ عنہما ایسی جگہ بیٹھ گئے جہاں سیّدنا حسن ان کو دیکھ نہ سکے۔ پھر حسن کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کرنے لگے اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہما سنتے رہے۔ جنابِ حسن نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب خطاب کر کے واپس مڑے تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہما انہیں مخاطب کر کے فرمانے لگے:

﴿ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْ ۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران:۳٤)

''(پچھلی آیت میں جن انبیاء کرام کا ذکر ہوا۔) یہ اولاد تھی بعضے ان کے بعضوں کی۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے کہا کہ آپؓ خود بھی ایک اعلیٰ خطیب تھے۔)

سیّدنا عبداللہ بن زبیر فرمایا کرتے تھے: ''عورتیں جنابِ حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی طرح کسی اور کے لیے اللہ کی قسم! نہیں ٹھہرتی تھیں۔'' (یعنی ان کے احترام میں) ان کے علاوہ کسی اور صاحب کا بیان ہے کہ؛ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ جب صبح کی نماز مسجد نبوی میں ادا کر لیتے تو سورج بلند ہونے تک اپنی جائے نماز پر ہی بیٹھے رہتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہتے۔ آپ کے پاس لوگوں کے سردار بھی بیٹھے رہتے اور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ بیان کرتے رہتے۔ پھر آپؓ کھڑے ہوتے (اِشراق پڑھتے) اور اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن جمیعاً کے پاس جاتے اور انہیں سلام کرتے۔ بسا اوقات وہ آپؓ کو تحائف عطا کرتیں۔ اس کے بعد آپؓ اپنے گھر کی طرف پلٹتے۔

جب عمرہ کے لیے یا حج کے موقع پر آپ جنابِ حُسَین رضی اللہ عنہما کے ہمراہ مکہ تشریف لے جاتے اور بیت اللہ الحرام کا طواف کر لیتے تو لوگ ان دونوں سادات گرامی کو سلام کرنے کے لیے اژدھام کر دیتے حتیٰ کہ لوگ دونوں بھائیوں کو ڈھانپ لیتے۔ (رضی اللہ عنہما وأرضاہ)

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ جود و سخا میں ایک بہت بڑا گوشہ تھے۔ جنابِ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ صرف ایک آدمی کو لاکھ درہم تک عطا کر دیتے۔ سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ؛ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب میں بیٹھے ایک شخص کو سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگ رہا ہے، اللہ! مجھے دس ہزار درہم کا مالک بنا دے۔ یہ سن کر آپؓ اپنے گھر گئے اور دس ہزار اس شخص کو بھیج دیے۔'' بیان کرتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے تین بار آپؓ کو اپنا حصہ دلایا اور دو بار ایسا ہوا کہ اپنا سارے کا سارا مال اللہ کی راہ میں نکال دیا۔ ایک بار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ سے پیدل حج کیا۔ جبکہ فربہ گھوڑے آپؓ کے آگے آگے چلائے جاتے رہے۔''

بیان کرتے ہیں کہ: ''آپؓ بہت زیادہ شادیاں کرنے والے تھے۔ ہمہ وقت چار آزاد عورتیں (یعنی جن میں سے کوئی بھی کنیز، لونڈی نہ ہوتی تھی۔) آپؓ کے حرم میں ضرور ہوتیں۔ آپؓ پورے حق مہر کے بدلے بہت زیادہ (ہر بیوی کو بہت جلد) طلاق دینے والے تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے کہتے: حسن کو اپنی لڑکیاں نکاح میں نہ دینا، یہ کثرت سے طلاق دینے والے ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) تو وہ کہتے: اللہ کی قسم! اے امیر المؤمنین! اگر جنابِ حسن ہم سب کی طرف روزانہ پیغامِ نکاح کیوں نہ بھیجیں وہ جس سے چاہیں گے ہم اسی سے ان کی شادی کر دیں گے اور یہ صرف اس لیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے سسرالیوں میں تاکہ شامل ہو جائیں۔ (عجیب حیرت کی بات ہے کہ) آپؓ ہر بیوی کو اس حال میں طلاق دیتے کہ وہ آپؓ سے محبت کرتی ہوتی تھی۔ (یعنی آپؓ کا اخلاق اتنا اعلیٰ تھا کہ آپ کی بیویاں کبھی آپؓ سے ناراض نہیں ہوتی تھیں۔)

جنابِ عَمر و الاصم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: یہ شیعہ لوگ زعم رکھتے ہیں کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے ایک بار ضرور مبعوث ہوں گے۔ تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ لوگ دراصل شیعہ نہیں ہیں۔ (کہ جنھوں نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا تھا اور اسی وجہ سے وہ شیعانِ علی کہلائے) اگر ہمیں اس بات کا علم ہوتا کہ علی بن ابوطالب دوبارہ پھر زندہ اٹھائے جائیں گے تو ہم نہ ہی ان کی بیویوں کے آگے نکاح کراتے اور نہ ہی ہم ان کا مال وراثت میں باہم تقسیم کرتے۔''

کہا جاتا ہے کہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کئی بار یہ معاملہ پیش آیا کہ آپؓ کو زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ (اور یہ آپؓ کی جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کے بعد ہوا۔) حتی کہ آخری بار تو (جب خوارج و روافض اور سبائیوں کی طرف سے زہر کھانے میں آپؓ کو کھلا دی گئی) یہ زہر کا اثر نہایت شدید تھا کہ جس کے اثر سے آپؓ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اور البقیع میں آپ کی امی جان فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر کے قریب ہی آپ کو دفن کر دیا گیا۔ آپؓ کے جنازہ میں لوگ اس قدر جمع ہوئے کہ ازدحام کی وجہ سے میدانِ بقیع ناکافی ہو گیا۔ پورے سات دن تک مرد اور عورتیں آپؓ پر روتے رہے جبکہ بنو ہاشم کی عورتوں نے پورے ایک ماہ تک آپؓ پر رو رو کر دُکھ کا اظہار کیا اور پورا ایک سال انہوں نے سوگ منایا۔

جب سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فوت ہوئے آپؓ کی عمر 47 سال تھی اور یہ سنہ ۵۰ ہجری یا سنہ ۵۱ ہجری کا سال تھا۔

رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيْ ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا)) وَقَالَ ﷺ : ((حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ، أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا ، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور ان دونوں سے جو محبت کرے اس سے بھی تو محبت فرما۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جس نے حسین سے محبت کی' اللہ اس سے محبت کرے گا۔ حسین (رضی اللہ عنہ) نواسوں میں سے ایک (سبط) نواسا ہے''

تو یہ تھے سیّدنا حسین بن علی بن ابو طالب' جو فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر تھے (رضی اللہ عنہم)۔ آپ جنتی نوجوان کے سردار ہیں اور نبی کریم ﷺ کے دنیا میں ایک کھلے ہوئے پھول۔ میدان کربلا میں شہید کیے جانے والے نواسے۔

جناب حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہما سے چار سال بعد ہوئی تھی۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا بیان ہے: سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت سے ۶ سال پانچ ماہ اور پندرہ دن بعد ہوئی تھی اور بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کے منہ میں اپنا لعاب مبارک لگایا، آپؓ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی اور نام حسین رکھا۔ (رضی اللہ عنہ) جبکہ آپؓ کے ابو جان نے آپ کا نام اس سے قبل ''حرب'' یا ''جعفر'' رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ: جناب علی رضی اللہ عنہما نے ساتویں دن آپ کا نام رکھا اور عقیقہ بھی کیا تھا۔ جناب حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بہت مشابہ تھے اور رسول اللہ ﷺ آپؓ سے شدید محبت فرماتے تھے۔

سادا تنا حسن و حسن رضی اللہ عنہما کا ذکر فضائل و مناقب میں بہت سارے مقامات پر اکٹھے بھی ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا)) ❷

''یہ دونوں (نواسے' یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں''

❶ صحیح سنن الترمذي ، رقم : ۲۹۷۰ والجامع الترمذي / کتاب المناقب / ح : ۳۳۷۵،۳۷۶۹

❷ صحیح البخاری/ کتاب مناقب اصحاب النبی ﷺ / حدیث ۳۷۵۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی یوں بھی ہے:

((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) [1]

''حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما وأرضاہ) دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں''

ایک دن کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اسی دوران حسن و حسین رضی اللہ عنہما چلتے ہوئے آئے۔ انہوں نے دو سرخ قمیصیں زیب تن کی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں چلتے ہوئے گر پڑے تھے۔ (بچے ہونے کی وجہ سے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ دونوں کو اٹھالیا اور پھر اپنے سامنے بٹھادیا۔ اس کے بعد فرمایا:

((قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وسَلّم صَدَقَ اللّٰهُ (حَيْثُ قَالَ) ﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَـٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (سورة التغابن: ١٥) نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ، فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا)) [2]

''اللہ نے سچ فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ (سورة التغابن: ١٥) ''بلاشبہ تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں آزمائش ہیں اور (جو کوئی مال، اولاد رکھ کر اللہ کو نہ بھولے تو) اللہ کے پاس (اس کے لیے) اجر عظیم ہے۔'' میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے آ رہے تھے اور گر پڑتے تھے۔ چنانچہ میں صبر نہ کرسکا حتیٰ کہ میں نے اپنی گفتگو کو منقطع کیا اور ان دونوں کو اٹھالیا''

رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو دونوں سے نہایت خوش تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے خلیفہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جناب حسین رضی اللہ عنہ کی بہت تکریم و تعظیم (اور ان سے محبت) کرتے تھے۔ اسی طرح کا معاملہ آپ کا جناب حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ بعینہٖ یہی سلوک آپؓ سے جنابِ عمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم نے روا رکھا تھا۔

جناب حسین اپنے ابوجان سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہے اور ان سے احادیث روایت بھی کی ہیں۔ آپ ان کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ اسی طرح جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے مواقع پر بھی آپ اپنے باپ کے ہمراہ تھے۔ رضی اللہ عنہما۔ آپ انتہائی عظمت و وقار والی شخصیت تھے اور ہمیشہ اپنے بابا جان کی اطاعت میں رہے حتیٰ کہ انہیں شہید کردیا گیا۔ جب خلافت کی ذمہ داری آپ کے بڑے بھائی جناب حسن رضی اللہ عنہما پر (سیّدنا

---

[1] صحيح سنن الترمذى حديث : ٢٩٦٥

[2] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٦٨ والجامع الترمذي / كتاب المناقب / ح : ٣٧٧٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ کے بعد) آن پڑی اور انہوں نے جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کا ارادہ کرلیا تو یہ بات سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ پر نہایت شاق گزری مگر اپنے بھائی کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ جب نظام خلافت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے استقرار اختیار کرلیا تو آپ اپنے بھائی جان سیّدنا حسن رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہمیشہ امیر معاویہ کی طرف (خلافت پر) متردد ہی رہے۔ مگر امیر معاویہ ان دونوں شہزادوں کی انتہائی زیادہ تکریم کرتے رہے اور انہیں بڑے بڑے عطیہ جات سے نوازتے رہے۔ رضی اللہ عنہم جمیعًا

جب سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو جنابِ حسین ہر سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی زیارت کے لیے جاتے رہے اور وہ آپ کی عزت و تکریم کرتے اور عطیہ جات سے بھی نوازتے۔ ۵۱ھ میں سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ اس لشکر کے ہمراہ تھے جس نے یزید بن معاویہ کی قیادت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا اور جب امیر معاویہ کی زندگی میں ہی یزید کے لیے بیعت لی جانے لگی تو جنابِ حسین ان لوگوں میں شامل ہوگئے جنہوں نے اس کی بیعت سے انکار کردیا تھا۔ اور وہ تھے سادات عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن ابوبکر الصدیق، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

حادثہ کربلا کے ابتدائی واقعات

اسی دوران عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما فوت ہوگئے اور وہ اسی عزم صمیم پر تھے۔ ۶۰ ہجری میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے اور یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کے لیے بیعت لی جانے لگی تو جناب عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے تو بیعت کرلی مگر عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم اس سے انکار پر ہی مصمم رہے۔ دونوں نے مدینہ منورہ سے کوچ کیا اور مکہ مکرمہ میں جاکر استقرار پکڑا۔ لوگ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ آپؓ کے پاس حاضر ہوکر ارد گرد بیٹھے رہتے اور آپ کی گفتگو سنتے۔ انہوں نے جب جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور خلافت یزید کے بارے میں سنا تو آپ سے شدید محبت کرنے لگے۔ البتہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ کے پاس جائے نماز کو لازم پکڑلیا اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لوگوں کی توجہ پر متردد تو ہوئے کہ وہ انہیں کہیں فتنے میں مبتلا نہ کردیں مگر اس طرف زیادہ توجہ نہ دی۔

اسی دوران ملکِ عراق سے جناب حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑی کثرت سے خطوط پہنچنا شروع ہوگئے۔ وہ انہیں وہاں آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ پھر آدمیوں پر آدمی بھیجنے لگے۔ اس کے بعد (عراق والی دعوت میں تیزی آگئی اور) انہوں نے بعض آدمیوں کے ہاتھ ڈیڑھ سو کے قریب خطوط بھیجے۔ آخر میں عراقیوں نے جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط بھیجا کہ جس میں انہوں نے آپ کو ان کی طرف روانگی میں جلدی کرنے کی تاکید کی تھی اور اس میں انہوں نے آپ کو لکھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ اِخْضَرَّتِ الْجِنَانُ وَأَيْنَعَتِ الثِّمَارُ وَلَطَمَتِ الْجُمَامُ ، فَإِذَا شِئْتَ فَأَقْدِمْ عَلَى جُنْدٍ لَكَ مُجَنَّدَةٍ ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ))

''جی ہاں! باغات ہرے بھرے اور پھل پک کر کھانے کے قابل ہو چکے ہیں۔ پیمانے لبریز ہو چکے ہیں۔ جب چاہیں اپنے تیار لشکروں کے پاس تشریف لائیں آپ پر سلامتی ہو'

تمام کے تمام پیام بر اپنے اپنے خطوط لے کر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس اکٹھے ہو گئے اور آپ کو عراق کی رغبت دلانے لگے اور یہ کہ آپ ضرورت ان کے پاس تشریف لے چلیں تا کہ وہ یزید بن معاویہ کی بجائے آپؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر سکیں۔

عراقیوں نے اپنے خطوط میں جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اپنی خوشی کا اظہار بھی کیا تھا اور ان کے دورِ حکومت پر اپنی تحریروں میں انہوں نے طعن و تشنیع بھی کی تھی۔ یہ بھی بتایا تھا کہ ابھی تک کسی کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت خلافت نہیں کی تھی۔ وہ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں تا کہ سب لوگوں پر آپ کو وہ مقدم کر سکیں۔

تب پھر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد سیّدنا مسلم بن عقیل بن ابوطالب رحمہ اللہ علیہ کو عراق کی طرف روانہ فرمایا تا کہ وہ حقیقت حال کا مکاشفہ کریں اور (جائزہ لے کر عراقیوں سے) معاہدہ کر سکیں۔ اگر معاملہ یقین اور محکم ہو تو واپس مکہ ان (حسین بن علی رضی اللہ عنہما) کی طرف پیغام بھیج دیں تا کہ آپ اپنے اہل و عیال سمیت سوار ہو کر وہاں پہنچ جائیں اور کوفہ آ کر اپنے مدمقابل پر کامیابی حاصل کر لیں۔ جنابِ سیّد رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کی طرف اس ضمن میں ایک خط بھی لکھ کر انہیں دے دیا۔

جب سیّدنا مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کوفہ میں داخل ہوئے تو کوفیوں نے آپ کے پہنچ جانے کی خبر ایک دوسرے کو سنائی اور جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کی امارت پر ان کے ہاتھ بیعت کرنے لگے اور انہوں نے حضرت مسلم رحمہ اللہ کو حلف دیا کہ وہ خاندانِ نبوت کی مدد اپنے اموال اور اپنی جانوں سے بہر صورت کریں گے۔ اٹھارہ ہزار کوفی آپ کی بیعت پر اکٹھے ہو گئے۔ چنانچہ (یہ ماحول دیکھ کر) سیّدنا مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے جنابِ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف خط لکھا کہ وہ کوفہ آ جائیں! بیعت سمیت تمام معاملات بالکل درست ہیں۔ تب سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے کوفہ کی طرف سفر کی تیاری شروع کر دی۔

اسی دوران کوفہ میں انتہائی خطرناک تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ جب حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی والی خبر پھیلی تو انہی کوفیوں میں بعض لوگوں نے اس سے متعلق یزید بن معاویہ کو (دمشق کی طرف) لکھ کر اسے باخبر کر دیا۔ چنانچہ یزید نے کوفہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور وہاں کے امیر جنابِ نعمان بن بشیر کو معزول کر کے کوفہ کو بصرہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ضم کرتے ہوئے اسے وہاں کے امیر عبید اللہ بن زیاد کے تابع کر دیا اور ابن زیاد کے ذمے لگایا کہ وہ جناب مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کو یا تو کوفہ سے باہر نکال دے۔نہیں تو انہیں قتل کر دے۔ چنانچہ جن لوگوں نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی امارت کے لیے جنابِ مسلم رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی' انہوں نے (یزیدی عہدے داروں کی کاروائی پر) انتہائی کوتاہی' ذلت ورسوائی اور قطع تعلقی سے کام لیا۔مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کے ساتھ صرف پانچ سو آدمی رہ گئے باقی سب نے پیٹھ دکھائی اور آپ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ پھر ان پانچ سو میں سے بھی لوگ علیحدہ ہونے لگے اور کم ہوتے ہوتے صرف دس آدمی آپ رحمہ اللہ کے ساتھ رہ گئے۔ بالآخر یہ آخری دس آدمی بھی (بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) الگ ہو گئے اور جناب مسلم رحمہ اللہ تن تنہا رہ گئے۔ایک آدمی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا جو آپ کو راستہ ہی بتا دیتا، آپ کے ساتھ بیٹھ کر غم گساری کرتا اور اپنے گھر پناہ دے دیتا۔

چنانچہ سیّدنا مسلم بن عقیل رحمہ اللہ تن تنہا، جدھر کو راستہ ملا چل کھڑے ہوئے۔ گویا اندھیرے کے بادلوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بالکل اکیلے متردد الحال، یہ بھی نہ جانتے تھے کدھر کو جائیں؟ پریشان ہو گئے۔ (سرکاری ہرکارے پیچھے لگے ہوئے تھے) پھر بھاگ کر ایک گھر میں پناہ لی۔ جنابِ مسلم رحمہ اللہ کو پتہ بھی نہ چل سکا اور اس گھر کو گھیر لیا گیا۔ سرکاری سپاہی گھر میں آن گھسے اور جب انہیں پکڑنے کے لیے سامنے آئے تو جناب مسلم رحمہ اللہ نے تلوار سونت لی اور انہیں گھر سے نکال باہر کیا۔ ان لوگوں نے سنگ باری شروع کر دی اور اسی کے ساتھ بانس کی چھڑیوں کے ساتھ بندھے آگ کے گولے پھینکنے لگے۔اس سے آپ کا جی گھٹنے لگا۔ چنانچہ آپ تلوار سونت کر باہر نکلے اور ان ظالموں سے لڑائی شروع کر دی۔ اسی دورانیہ میں عبدالرحمٰن بن الاشعث نے آپ کو امان دی مگر اس کے ہاتھ سے جنابِ مسلمؒ کو چھین لینا سرکاری سپاہیوں کے لیے آسان ہو گیا اور وہ آپ کو لے کر ابن زیاد کے پاس آ گئے۔ اس نے آپ رحمہ اللہ کی گردن زنی کا حکم دے دیا۔ (فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) اُدھر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اپنے چچا زاد بھائی سیّدنا مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کے قتل سے ایک دن قبل مکہ سے روانہ ہو چکے تھے۔

سیّدنا مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے اپنے قتل سے پہلے جناب حسین رضی اللہ عنہ کو (ساری صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے) خط لکھ دیا تھا کہ انہیں قوم کے ہاتھوں قیدی بنا لیا گیا ہے۔ نہ جانے وہ صبح کو قتل کر دیے جائیں یا شام کو۔ اور یہ کہ آپ اپنے اہل وعیال سمیت واپس پلٹ جائیں۔محتاط ہو جایئے! آپ کو اہل کوفہ ضرور دھوکہ دیں گے۔ بلاشبہ یہ کوفی لوگ آپ کے والد محترم کے وہ ساتھی ہیں جن کے بارے میں آپ (علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ) یہ خواہش رکھتے تھے کہ ان سے موت یا قتل کے ذریعے جدائی حاصل ہو جائے۔ بلاشک کوفیوں نے آپ کو بھی (دھوکہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈال کر) جھٹلایا ہے اور مجھے بھی۔ یاد رکھیے! جھوٹے آدمی کی کوئی رائے نہیں ہوتی''۔

سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ ذوالحجہ (۶۱ ھجری) کے ابتدائی دنوں میں (۷ ذوالحجہ کو) جنابِ مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کے قتل سے ایک دن قبل مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ روانگی سے پہلے جب لوگوں کو آپؓ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے بھی آپ کو اس معاملہ میں خبردار کرتے ہوئے خطرات سے آگاہ کیا۔ اصحاب الرائے، دانشمند احباب نے کہ جو آپؓ سے گہری محبت رکھتے تھے آپ کو عراق کی جانب سفر نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ بلکہ انہوں نے آپ سے مکہ میں ٹھہرے رہنے پر حکماً عرض کیا۔ ان اصحاب الخیر والبرکہ نے وہ سب کچھ یاد دلایا جو عراقیوں نے آپ کے بھائی حسن اور باپ سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا تھا۔

سیّدنا عبد اللہ بن عباس، جنابِ حسین بن علی رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے فرمانے لگے: مجھے یہ بتلایئے! اگر انہوں نے آپ کو اپنے امیر کے قتل کرنے، دشمن کو نیست و نابود کرنے اور اپنے علاقے واپس چھین لینے کے بعد وہاں آنے کی دعوت دی ہے تو پھر ضرور ان کے پاس چلے جاؤ۔ اور اگر ان کا امیر زندہ ہے اور وہ ان پر حاکم بھی ہے۔ وہ ان پر غالب ہے اور اس کے عہدے داران کے ملک میں (تنفیذ احکام کے لیے) وہاں سے آتے بھی ہوں تو پھر سمجھ لیجیے کہ انہوں نے آپ کو صرف اور صرف فتنہ وقتال کے لیے دعوت دی ہے۔ (جس میں قطعاً خیر کی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی) اس ضمن میں آپ کے لیے میں بالکل ہی غیر مطمئن ہوں کہ وہ دوسرے لوگوں کو آپ کے مقابلے میں ہلکا اور ذلیل سمجھیں گے اور یہ کہ وہ ان کے دلوں کو آپ کی طرف پھیر سکیں گے۔ پھر جس امارت و خلافت کے لیے وہ آپ کو دعوت دے رہے ہیں کیا دوسرے لوگوں کے مقابلے میں آپ کے لیے زیادہ اہم اور شدید ہو جائے گی؟

یہ سن کر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''میں اللہ سے خیر طلب کروں گا اور جو کچھ نتیجتاً ہونے والا ہے اس کے بارے میں غور و فکر کروں گا'' (بعینہٖ جب سیّدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے انہیں مکہ میں ہی رکے رہنے کی نصیحت کی تو) وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں نے کوفہ جانے کے متعلق اپنے آپ سے مشورہ کیا ہے۔ وہاں کے اشراف اور میرے گروہ نے مجھے پوری شد و مد سے وہاں آنے کے لیے لکھا بھی ہے۔ مگر پھر بھی میں استخارہ ضرور کروں گا''۔

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس دوبارہ پھر آئے اور انہیں عراق جانے سے منع کرتے ہوئے فرمانے لگے: '' بھتیجے! میں بہت زیادہ صبر سے کام لینے کی کوشش کرتا ہوں مگر صبر نہیں کر پا رہا۔ جو فیصلہ تم کر رہے ہو اس صورت میں تمہاری موت کا مجھے ڈر لگا ہوا ہے۔ عراقی ایک غدار قوم ہیں آپ ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اسی مقدس شہر (اور بلاد امن مکہ مکرمہ) میں ٹھہرے رہیں حتیٰ کہ عراقی اپنے دشمن کو نیست و نابود کرلیں۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد آپؓ ان کے پاس تشریف لے جائیں۔ بصورتِ دیگر آپ یمن کا سفر کرلیں۔ وہاں قلعے بھی ہیں اور قبائل بھی۔ آپ کے والدِ محترم کے وہاں پر ہمدرد بھی موجود ہیں۔ ابھی لوگوں سے الگ تھلگ رہو اور ان (اہل یمن) کی طرف لکھو۔ اپنے داعی ان لوگوں میں بھیجو (جو تمہارے متعلق وہاں لوگوں کی ذہن سازی کریں) میں امید کرتا ہوں کہ جب آپ ایسا کریں گے تو وہ ضرور ہوگا جس چیز کو آپ پسند کرتے ہیں"۔

تو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے (جواباً) فرمایا: "چچا محترم! اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ آپ مجھے ایک شفیق (باپ کی طرح) نصیحت کر رہے ہیں۔ مگر میں نے وہاں جانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ سے فرمانے لگے: اگر وہاں لازماً جانا چاہتے ہیں تو آپ اپنی اولاد اور بیبیوں کو اپنے ساتھ مت لے جائیں۔ اس لیے کہ اللہ ذوالجلال کی قسم! میں اس بات سے پورا پورا ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہاں اسی طرح قتل کر دیا جائے گا جس طرح مدینہ منورہ میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یوں قتل کر دیا گیا کہ ان کے بیوی بچے دیکھتے ہی رہ گئے"۔

ان دنوں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ میں تھے۔ انہیں جب خبر ملی کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما عراق کی طرف کوچ کر چکے ہیں تو آپ ان کے پیچھے چلے اور تین راتوں کی مسافت پر ان سے آن ملے۔ پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: عراق کی طرف اور ان لوگوں کے جو خطوط آپ کو ملے تھے وہ دکھاتے ہوئے کہا: یہ ان کے خطوط اور بیعت کے معاہدے ہیں۔ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: "آپ ان کے پاس مت جائیں۔" مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں۔ جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے اختیار کر لینے کے لیے کہا تو آپ ﷺ نے آخرت کو پسند فرمالیا اور دنیا کو رد کر دیا"۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے دل کے ٹکڑے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم (آلِ رسول ﷺ) میں سے کوئی بھی شخص اس دنیا کو کبھی حاصل نہ کر سکے گا اور اس دنیا کو اللہ تم سے پھیر کر رکھے گا۔" مگر جنابِ حسین رضی اللہ عنہ نے پھر بھی واپس پلٹنے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں گلے سے لگا کر روتے ہوئے کہا: "اے شہید! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں"۔ ابن عمر فرمایا کرتے تھے: حسین بن علی رضی اللہ عنہم مکہ سے نکل کر عراق جانے میں (اپنے عزم کے ساتھ) ہم پر غالب آ گئے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! انہوں نے اپنے بھائی اور باپ کا (عراق میں ہونے والا) انجام دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے بھائی حسن اور باپ علی رضی اللہ عنہم سے متعلق فتنے اور دونوں کے لیے لوگوں کی ذلت بھی دیکھ رکھی تھی۔ ان کے لیے لازم تھا کہ پوری زندگی یہاں (مکہ مکرمہ) سے حرکت ہی نہ کرتے اور جس مصلحت میں لوگ داخل ہو گئے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بھی اسی میں شامل ہو جاتے۔ اس لیے کہ جماعت میں خیر ہوتی ہے۔

اس سے قبل امیر معاویہ کے دور کی بات ہے کہ جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو جب خبر ملی کہ عراق میں جناب علی رضی اللہ عنہ کے حمایتی ان سے اس بات پر خط و کتابت کر رہے ہیں کہ وہ ان کی طرف آ جائیں (اور وہ انہیں اپنا امیر بنا لیں گے) تو انہوں نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر عرض کیا: اے ابوعبداللہ! میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور میں تمہارے اوپر نہایت شفیق ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ کوفہ میں موجود تمہارے گروہ نے تم سے خط و کتابت شروع کر رکھی ہے۔ وہ آپ کو وہاں آنے کی دعوت دے رہے ہیں (میں نصیحت کرتا ہوں ہوں) کہ ان کی طرف نکل کر مت جانا۔ میں نے کوفہ میں آپ کے ابوجان سے یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے: اللہ کی قسم! میں نے انہیں (عراقیوں کو) الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا اور انہیں ناراض بھی کر دیا۔ انہوں نے مجھے اکتا دیا اور مجھے ناراض کر دیا اور ان سے کبھی بھی وفا نہ ہو سکے گی۔ جو ان کے ذریعے کامیاب ہوا وہ گویا جوئے کا ناکام تیر لے کر کامیاب ہوا۔ اللہ کی قسم! نہ ان کی نیتیں درست ہیں اور نہ ہی کسی معاملے پر ان کا عزم پختہ ہے اور نہ ہی تلوار زنی پر انہیں صبر و استقامت ہے۔''

اور جب امیر معاویہ کو اس بات کی خبر ملی تو انہوں نے بھی سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا کہ وہ عراقیوں کے سابقہ کردار کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی بات کو قبول نہ کریں۔ انہوں نے جناب علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو فساد سے کام لیا اور ان کے بھائی جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہم کو غداری کے ذریعے جو رسوا کیا۔ (یہی نصیحت ان کے لیے کافی ہے) جب امیر معاویہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلوا کر اسے وصیت کی: حسین بن علی، ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں غور و فکر سے کام لینا، اس لیے کہ وہ لوگوں کے ہاں بہت محبوب ہیں۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔ ان کا معاملہ (شفقت اور محبت والا) تمہارے لیے بہت بہتر رہے گا۔ اگر ان کی طرف سے کوئی دکھ پہنچے تو میں اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ (ان پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ کیونکہ) ان کی طرف سے اللہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔ کیا ان کے لیے یہ بات کم دکھ کی ہے کہ خارجی غداروں نے ان کے باپ کو قتل کر دیا اور ان کے بھائی حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو رسوا کر دیا؟

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ماہ رجب ۶۰ ھجری کے نصف کو رات کے وقت فوت ہو گئے اور یزید نے لوگوں سے بیعت لینا شروع کر دی۔ سیّدنا حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اس بیعت سے انکار کر دیا اور دونوں مکہ مکرمہ جا پہنچے۔ (اس سے پہلے وہ مدینہ منورہ میں تھے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک عراق کی طرف روانگی اور واقعہ شہادت

اسی طرح اور بھی بہت سارے اصحاب نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کو زبانی بھی نصیحت فرمائی اور تحریراً بھی۔ سب کے سب حضرات نے آپ کو اس قوم کی طرف کوچ کرنے سے منع کیا کہ جس نے ان کے والد محترم کو قتل کر دیا اور ان کے بھائی کو زخمی کر دیا تھا (رضی اللہ عنہما)۔ اور یہ کہ وہ اپنے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی گردنیں اتارنے پر بھی اللہ سے ڈر جائیں اور یہ کہ اپنے گھر میں قرار پکڑے رکھیں، اپنے امام پر خروج نہ کریں۔ اگر ان حالات میں وہ مکہ سے (عراق و کوفہ کی طرف) نکلیں گے تو سمجھیے کہ اپنے آپ کو قتل کرنے کے لیے وہاں سے خروج کریں گے۔ جماعت المسلمین کو لازم پکڑے رکھیں اور ان کے امیر کی اطاعت کریں۔ مگر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے (تمام احباب و اصحاب کی نصیحتوں کو رد کرتے ہوئے) انکار کر دیا اور اسی بات پر ڈٹے رہے کہ وہ عراق کی طرف ضرور جائیں گے۔

آپؓ فرماتے تھے: ''اگر میں فلاں' فلاں جگہ پر شہید کر دیا جاؤں تو میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے اس بات سے کہ میں مکہ میں قتل کیا جاؤں اور مکہ میرے لیے (امن کا مقام ہونے کے ناطے) قتل کو جائز سمجھے۔'' آپ یہ بھی فرماتے تھے: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ ﷺ نے انہیں ایک حکم دیا ہے اور وہ اسی کے لیے چلنے والے ہیں۔ اس معاملے میں (کہ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو خواب میں کیا حکم دیا ہے؟) کسی کو مطلع نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنے رب سے جا ملے۔

تو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف جانے کے لیے مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپؓ کے ہمراہ آپ کے اہل بیعت اور کوفہ کے ساٹھ آدمی بھی تھے۔ کوفہ میں اپنے حمایتیوں کی طرف ایک خط لکھ کر بھیجا جس میں آپ نے انہیں مطلع کیا تھا کہ ان کی طرف آپ رواں دواں ہیں، مگر خط لے کر جانے والے کو راستے میں قتل کر دیا گیا۔ آپ کوفہ کی طرف محو سفر رہے لیکن اس بات کی خبر تک نہ ملی کہ آگے کیا واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ حتیٰ کہ جب آپ کوفہ کے بالکل قریب پہنچ گئے تب معلوم ہوا کہ وہاں کے حالات کس طرح تبدیل ہو چکے ہیں۔ جنابِ مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کے قتل کی بھی خبر مل گئی۔ اس وقت بار بار آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہونے لگے۔ اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○

آپ کو اس آدمی کے قتل کی بھی اطلاع مل گئی جسے خط دے کر مکہ سے روانہ کیا تھا۔ اس وقت آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا: ''ہمارے حمایتیوں نے ہمیں رسوا کر دیا۔ تم میں سے جو بھی ہمارا ساتھ چھوڑ کر جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔ اس پر کچھ مضایقہ نہ ہوگا اور نہ ہی ہماری طرف سے اس پر کوئی مذمت ہوگی۔ یہ سن کر لوگ آپ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائیں اور بائیں سے چھوڑ چھوڑ کر جانے لگے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے چل کر آئے تھے۔ آپ نے اس زمین کا نام پوچھا جہاں اس وقت فروکش تھے تو لوگوں نے بتلایا: ''کربلاء'' فرمایا: ہاں! واقعی یہ کرب و بلاء (دکھ اور آزمائش) کی سرزمین ہے۔

اور پھر عبید اللہ ابن زیاد کا لشکر بھی آن پہنچا۔ اس لشکر کی قیادت عمر بن سعد کر رہا تھا جو سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا قتل چاہتا تھا۔ دونوں اطراف سے گفت و شنید (مذاکراتی بات چیت) بھی ہوئی۔ بحث مباحثہ بھی ہوا اور گتھم گتھا لڑائی بھی۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر ایک دوسرے کے قریب لے آئیں حتیٰ کہ ان کی رسیاں ساتھ ساتھ (کھونٹوں سے) باندھ دی جائیں۔ ایک جانب کے سوا دشمن کے تمام راستوں کو وہ مسدود کر دیں۔ (خیمہ جات سے بنے) ان کے گھر دائیں، بائیں اور پیچھے ہونے چاہئیں۔ سیّدنا حسین اور آپ کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم نے پوری رات جاگ کر گزاری۔ ساری رات وہ نماز ادا کرتے رہے۔ استغفار کرتے، اللہ سے دعائیں مانگتے اور اس کے سامنے گڑگڑاتے رہے۔ ان کے دشمن کا گھڑ سوار دستہ جو پہرا دے رہا تھا ان کی پچھلی جانب چکر کاٹنے لگا۔ سیّدنا حسین کے صاحبزادے زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین بیمار تھے۔ ان کی تیمار داری ان کی پھوپھی سیّدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کر رہی تھیں۔

بروز جمعہ ۱۰ محرم ۶۱ ھجری کی صبح جب سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بتیس عدد شاھسواروں اور چالیس پیادہ جانبازوں کو فجر کی نماز پڑھا لی تو جانبین لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ جنابِ حسین نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر آپ اپنے خیمہ میں داخل ہوئے اور غسل فرمایا۔ سفید کلیوں کا روغن ملا اور کافی مقدار میں کستوری لگائی۔ اس کے بعد سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ مصحف (قرآن مجید) پکڑا اور اسے اپنے سامنے رکھ لیا۔ پھر مدمقابل قوم کی طرف متوجہ ہو کر اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھا لیے۔ آپ کا نہایت کمزور اور بیمار بیٹا (زین العابدین) علی بن حسین رضی اللہ عنہما بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے مدمقابل قوم کو مخاطب کر کے فرمایا: ''لوگو! میری نصیحت کو بغور سنو جو میں تم سے کہنے لگا ہوں: سب کے سب لوگ خاموش ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا: لوگو! اگر تم نے انصاف سے کام لیتے ہوئے میری بات کو مان لیا تو تم سعادت مند شمار ہو گے اور پھر تمہارے لیے میرے اوپر حملہ کرنے کا کوئی بہانہ نہیں ہوگا اور اگر تم نے میری بات کو نہ مانا تو پھر سن لو:

﴿ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴾ (یونس: ۷۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک بات طے کرلو (یعنی میرے مارنے کی تدبیر کرلو) پھر اس بات کو چھپاؤ نہیں۔ اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے وہ کر ڈالو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو''

﴿ اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ﴾ (الاعراف:۱۹۶)

''بلاشبہ میرا دوست (مددگار اور بچانے والا) صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے قرآن کو اتارا ہے اور وہی (اپنے) نیک بندوں کا حامی و مددگار ہے''

یہ شجاعت بھری گفتگو جب آپ کی بہنوں اور بیٹوں نے سنی تو وہ بآواز بلند رونے لگیں۔ تب اس موقع پر فرمایا: اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زندگی دراز فرمائے کہ مکہ سے روانہ ہوتے وقت انہوں نے نصیحت کی تھی: حسین! اپنے ساتھ اپنے اہل و عیال کو مت لے جاؤ۔ حالات کی درستگی تک انہیں مکہ میں ہی رہنے دو (اور ان کی بات سچ ثابت ہوئی) پھر آپ نے اپنے بھائی عباس کو بھیجا اور انہوں نے ان کو خاموش کروایا۔ اس کے بعد آپ نے مدمقابل فوج کے لوگوں کو اپنی فضیلت، اپنی عالی نسبی اور شرف و عظمت کی بلندی یاد کروانا شروع کی۔ اور فرمایا: لوگو! اپنے ضمیروں اور نفسوں سے پوچھو اور اپنا محاسبہ کرو۔ کیا میرے جیسے شخص کے ساتھ لڑائی کرنا تمہیں زیب دیتا ہے؟ میں تمہارے پیغمبر کا نواسہ ہوں اور اس وقت روئے زمین پر میرے سوا کوئی نبی (ﷺ) کا نواسہ نہیں ہے۔ علی (شیر خدا) میرے باپ ہیں۔ جعفر طیار ذوالجناحین میرے چچا ہیں اور سیّد الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب میرے باپ کے چچا تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ میرے اور میرے بھائی حسن (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((هٰذَانِ سَیِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ))

''یہ دونوں بھائی جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں''

جو میں کہہ رہا ہوں اگر تم اس کی تصدیق کرو گے تو وہ حق ہوگا۔ اللہ ذوالجلال کی قسم! جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ اللہ جھوٹ بولنے پر بہت ناراض ہوتا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ کا کبھی ارادہ بھی نہیں کیا اور اس بارے میں جاؤ رسول اللہ رضی اللہ عنہم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھ لو۔ وہ تمہیں اس بارے میں صحیح صحیح بتلا دیں گے۔ افسوس ہے تم پر کیا تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کیا جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس میں تمہارے لیے میرا خون بہانے کی بالصراحت رکاوٹ مذکور نہیں ہے؟

پھر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ نے فرمایا: لوگو! میرا راستہ چھوڑ دو کہ میں کسی امن والے مقام کی طرف واپس پلٹ جاؤں۔ وہ کہنے لگے: آپ کو کون سی بات منع کر رہی ہے کہ آپ اپنے چچازاد بھائیوں (بنوامیہ) کی حکومت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف تحریک سے دستبردار نہ ہوں؟

آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! ﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ (غافر: ۲۷)

''(اور موسیٰ نے جب فرعون کی انہیں قتل کر ڈالنے والی دھمکی سنی تو کہا) میں ہر مغرور سے کہ جس کو قیامت کے دن کا یقین نہیں' اپنے اور تمہارے سچے رب کی پناہ چاہتا ہوں''

اس کے بعد آپؓ نے اپنی سواری (اونٹنی) کو بٹھا دیا اور جناب عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ اس کے گھٹنے باندھ دیں۔ پھر مدمقابل لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: مجھے بتلاؤ! کیا تم مجھ سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہو کہ تم سے لڑنے والے کو میں قتل کردوں؟ یا اپنے مال کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ جسے میں نے (تمہارے زعم میں) کھایا ہو؟ یا زخموں کا مجھ سے قصاص چاہتے ہو؟ اس پر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار کرلی۔ چنانچہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ نے شیث بن ربعی، حجار بن ابجر، قیس بن اشعث اور زید بن حارث کو مخاطب کر کے ایک ایک سے پوچھا: بتاؤ (ظالمو!) کیا تم لوگ نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے کہ: ''پھل پک کر تیار ہو چکے ہیں اور باغات ہرے بھرے۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ جب یہاں پہنچیں گے تو لشکروں کو تیار پائیں گے''۔ وہ کہنے لگے: یہ کام ہم نے نہیں کیا۔ فرمایا: سبحان اللہ! رب ذوالجلال کی قسم یہ کام تم لوگوں نے ہی کیا تھا''۔ پھر فرمایا: ''لوگو! اگر تم نے مجھے ناپسندیدہ جان لیا ہے تو مجھے اپنے پاس سے جانے دو۔'' قیس بن الاشعث آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا: کیا آپ اپنے چچازاد بھائیوں کی حکومت کے حق میں (اس تحریک سے) دستبردار نہیں ہوں گے؟ اگر آپ ایسا کریں تو وہ آپ کو ہرگز تکلیف نہ پہنچائیں گے اور یہ کہ آپ ان کی طرف سے وہی حاصل کریں گے جو آپ پسند کرتے ہوں۔ تو جناب حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ''تو ہی اپنے (ظالم) بھائی کا بھائی ہوگا۔ (ہم نہیں ہوسکتے) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بنوہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل (رحمہ اللہ) کے خون سے زیادہ کا مطالبہ کریں؟ (یعنی مسلم کا خون بہانے لے لیں) نہیں اللہ کی قسم! میں کسی رسوا آدمی کی طرح ان کی فرمانبرداری نہیں کرسکتا اور نہ ہی غلاموں جیسا ان سے کوئی معاہدہ کرسکتا ہوں۔

جب ان ظالموں نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے کھرا سا جواب سن لیا تو وہ آپ کی طرف بڑھنے لگے۔ اور جیسے بیان کیا جاتا ہے ان کے تیس گھڑسواروں کا دستہ لشکر حسین کی طرف سانپ کی مانند سرکنے لگا۔ ابن زیاد کی فوج کے اس گھڑسوار مقدمۃ الجیش امیر حرّ بن یزید تھا۔ اس نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جو کچھ ہوا اس کی معذرت چاہی، جو آپ نے قبول کرلی۔ پھر اس نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی طرف پیش قدمی کی اور ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے آ کر اپنی فوج کی طرف رخ کر کے عمر بن سعد کو یوں مخاطب کیا: اللہ تجھے ٹھیک کر دے۔ کیا تو اس صالح آدمی سے لڑنے کو آیا ہے؟ پھر اس نے سب کو خطاب کرتے ہوئے کہا: کوفیو! اللہ تمہیں برباد کر دے۔ تم لوگوں نے خود جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی تھی کہ جب وہ تمہارے پاس آ جائیں گے تو تم لوگ ان کی حفاظت کرو گے اور تم نے پختہ عہد کیا تھا کہ تم ان کا دفاع اپنی جانوں کے ساتھ کرو گے۔ پھر تم ہی لوگ ان کی دشمنی پر کمربستہ ہو کر ان کے قتل پر اتراتے ہو۔ اور تم نے انہیں اللہ کی وسیع و عریض زمین کی طرف سے نکل جانے سے بھی روک دیا کہ جس میں غلیظ جانوروں کو بھی چلنے پھرنے سے منع نہیں کیا جاتا۔ پھر تم لوگ ان کے اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہو گئے کہ اس کا بہتا پانی کتوں اور خنزیروں سمیت ہر کوئی پی رہا ہے۔ مگر ایک نہ پینے دیا تو حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے خاندان کو؟ پیاس نے ان کے حلق خشک کر کے رکھ دیے ہیں۔ تم نے اپنے نبی محمد ﷺ کی اولاد سے نہایت برا سلوک کیا ہے۔ اگر تم تائب نہ ہوئے اور اپنے رویے کو تم نے آج ہی اور اسی وقت ترک نہ کیا تو میری بددعا ہے کہ اللہ تمہیں سخت پیاس والے دن قیامت کو ایک گھونٹ بھی پانی نہ دے“۔

حر بن یزید کی یہ بات ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ عمر بن سعد کے آدمیوں نے اس پر حملہ کر کے تیروں کی بارش کر دی۔ حر بن یزید آگے بڑھ کر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ رحمہ اللہ۔ عمر بن سعد ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اگر معاملہ میرے اپنے ہاتھ میں ہوتا تو میں جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کی بات پر ضرور لبیک کہتا، مگر عبید اللہ بن زیاد ایسا نہیں چاہتا اور اس نے مفاہمت سے انکار کر دیا ہے۔

عمر بن سعد کی بات ختم ہوتے ہی دونوں طرف سے تیر اندازی شروع ہو گئی اور جوانمرد لوگ ایک دوسرے کو دعوتِ مبارزت دینے لگے۔ اپنی بہادری کے جوہر دکھلانے کے لیے دونوں طرفوں سے ایک ایک کر کے جوانمرد میدانِ کارزار میں اترنے لگے اور یہ سلسلہ تیزی سے شروع ہو گیا۔ اس دوبدو لڑائی میں کامیابی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو حاصل ہونے لگی۔ جو بھی ان کے مدمقابل آتا' اس کا لاشہ تڑپا کر رکھ دیتے۔ وہ تو موت کی تلاش میں نکلے تھے اور ان کی حفاظت ان کی تیز دھار تلواریں کر رہی تھیں۔

جنگ کی یہ مبارزانہ کیفیت دیکھ کر عمر بن سعد کے بعض کمانڈروں نے اس کی توجہ ہونے والے نقصان کی طرف مبذول کروائی اور اسے دوبدو لڑائی کو رکوانے کے لیے کہا اور پھر لشکر ابن زیاد کے میمنہ کے کمانڈر عَمرو بن الحجاج نے زوردار حملہ کر کے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد میسرہ کے کمانڈر شمر بن ذوالجوشن نے زور کا حملہ کیا اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اس کا دستہ آگے بڑھا۔ مگر نواسہ رسول جنابِ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے ان کے دو شہسواروں نے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ان کا خوب دفاع کیا۔ ادھر دشمن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوج کے سپاہیوں نے (اپنے دفاع Cover کے لیے) عمر بن سعد سے پا پیادہ تیر اندازوں کا ایک دستہ منگوا بھیجا۔ اس نے ان کی مدد کے لیے پانچ سو کے قریب تیر انداز سپاہیوں کی نفری بھیج دی۔ ان پانچ سو تیر اندازوں نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سوار ساتھیوں کے گھوڑوں پر تیروں کی بارش کر کے انہیں ہلاک کر دیا کہ جس سے تمام کے تمام شاھسوار پا پیادہ ہو گئے۔

پھر (انتہائی بدبخت انسان) شمر بن ذوالجوشن نے آگے بڑھ کر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خیموں کو آگ لگانا چاہی تو عورتوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور وہ ان خیموں سے باہر نکل گئیں۔ اس (رذیل آدمی) کو بددعا دیتے ہوئے کہا جناب حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَحْرَقَكَ اللّٰهُ بِالنَّارِ)) ''اللہ تجھے جہنم کی آگ میں جلائے''

(ظالمو! بیبیوں اور بچوں کے خیمے جلانے چلے ہو؟ تمہیں ذرہ بھر ترس نہیں آ رہا؟) اسی دوران شبیث بن ربعی اس ظالم شمر کی طرف آیا اور اس سے کہنے لگا: میں نے پوری زندگی تیرے اس رذیل فعل سے زیادہ خسیس کام نہ دیکھا اور نہ سنا۔ ظالم! کیا تو طاہرات وصدِّیقات سیّدات کو خوفزدہ کرنے چلا ہے؟ (کہ ان جیسی اس وقت روئے زمین پر کوئی اور زیادہ معزز اور شرف وکرم والی نہ ہوگی) پھر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے شمر ذوالجوشن پر ایک سخت حملہ کر کے اسے اس مقام سے دور ہٹا دیا۔ مگر صورت حال یہ تھی کہ جناب حسین رضی اللہ عنہ کا لشکر بہت تھوڑی تعداد میں تھا اور جب ان میں سے کوئی صاحب شہید ہو جاتے تو ان کا خلاء پر نہیں ہو سکتا تھا۔ جبکہ ابن زیاد کی کثیر نفری والی فوج میں سے کوئی مارا جاتا تو اس کی کمی محسوس نہ ہوتی۔ صبح سے شروع ہونے والی لڑائی کو ظہر کے وقت نے آ لیا۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ دشمن فوج کو مخاطب کر کے فرمانے لگے: اپنے آدمیوں کو لڑائی سے روک لو! (ظالمو!) اور ہمیں نماز پڑھ لینے دو۔ (انہوں نے لڑائی کچھ دیر کے لیے بند کر دی) چنانچہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ساتھیوں کو ظہر کی نماز صلاۃ الخوف کے طور پر پڑھائی۔ نماز کے بعد شدید قسم کی جنگ شروع ہو گئی۔ آپ کے معزز بہادر آدمیوں نے آپ کا دفاع شروع کر دیا اور پھر ایک ایک کر کے شہید ہونے لگے۔

شمر بن ذوالجوشن آگے بڑھا اور اس نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر بھرپور حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ دشمن کی بھاری نفری بھی آ ملی۔ قریب تھا کہ وہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ وأرضاہ تک پہنچ جاتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمنوں نے کثرت کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور وہ اب سیّد ابن سیّد حسین بن علی اور اپنے آپ سے دشمن کو روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہوں نے سیّد شباب اہل الجنہ کے سامنے آ کر، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جام شہادت نوش کرنا شروع کر دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے بعض نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار یوں کیا: اے ابوعبداللہ! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ دشمن نے ہمیں آپ کی طرف ہٹنے پر مجبور کر دیا اور ہم نے اس بات کو پسند کر لیا ہے کہ (شمع پر جلنے والے پتنگوں کی طرح) آپ کا پورا پورا دفاع کرتے ہوئے آپ کے سامنے شہید کر دیے جائیں''۔ سیّد الاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ کے دل کے ٹکڑے، سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما انہیں دعائیں دیتے ہوئے کہہ رہے تھے:

((جَزَا کُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ جَزَاءِ الْمُتَّقِيْنَ))

''اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے متقی (پرہیز اور صالح) بندوں جیسا بہترین بدلہ عطا کرے''

پھر جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی خوب بہادری سے لڑتے ہوئے سب کے سب شہید ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے ساتھ ایک آدمی کے سوا کوئی باقی نہ بچا (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) سیّدنا حسین کے اہل وعیال میں سب سے پہلے شہید ہونے والا آپ کا لختِ جگر سیّدنا علی الاکبر تھا۔ رضی اللہ عنہما۔ علی الاکبر اپنے ابوجان کا دفاع کرتے ہوئے جب زخمی ہو کر گرے تو ان کی پھوپھی سیّدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما اپنے خیمہ سے بھاگ کر نکلیں اور درد بھری آواز میں پکار کر کہا؟ ہائے میرے بھائی۔ ہائے میرے بھتیجے! (ان ظالم کوفیوں نے تمہارے ساتھ یہ کیسا سلوک کیا؟ اللہ انہیں کبھی نہ بخشے) اور یہ کہہ کر آپ علی اکبر پر گر پڑیں جبکہ وہ نیم مردہ حالت میں گرے پڑے تھے۔ اسی لمحے سیّدنا حسین آ پہنچے اور اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر انہیں خیمے میں پہنچایا۔ (رضی اللہ عنہما وسلام اللہ علیہا) پھر آپ نے حکم دیا اور علی الاکبر رحمہ اللہ کو ان کے خیمے میں منتقل کر دیا گیا۔

علی الاکبر کے بعد سیّدنا عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور ان کے بعد سیّدنا القاسم بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین کو شہید کر دیا گیا۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ دن کا ایک لمبا وقت میدانِ قتال میں تنہا کھڑے رہے۔ جو بھی ان کے قریب آتا، واپس پلٹ جاتا۔ کسی کو یہ بات پسند نہ تھی کہ وہ آپ کو شہید کرے۔ اگر لوگ انہیں قتل کرنا چاہتے تو یہ کر سکتے تھے مگر آپ کا خون بہانے سے وہ بچنا چاہتے تھے۔ (اور مسلمان ایک دوسرے کا خون بھی نہیں کرنا چاہتے تھے)

بالآخر بنوبدّاء کا مالک بن البشیر نامی ایک (بدبخت) آدمی آپؓ کے قریب آیا اور اس نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر اپنی تلوار سے وار کر کے اسے لہولہان کر دیا۔ آپؓ نے اپنے سر پر ایک لمبی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس ظالم نے تلوار کے وار سے اسے کاٹ پھینکا۔ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ نے پگڑی منگوائی اور اسے اپنے سر پر باندھ لیا۔

اسی دوران کہ جب آپ تشریف فرما تھے اور آپ کی گود میں آپ کا ایک بیٹا عبداللہ تھا، دشمن کا ایک تیر آیا جس نے اسے شہید کر دیا۔ (یہ تیر پھینکنے والا بدبخت' کس قدر کٹھن دل تھا کہ ایک معصوم بچے پر بھی اسے ترس نہ آیا؟ ایسے شخص کو کون مسلمان کہہ سکتا ہے؟)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ خون پونچھتے جاتے اور یہ دعا کرتے جاتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ احْکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ دَعَوْنَا لِیَنْصُرُوْنَا فَقَتَلُوْنَا))

''اے اللہ! ہمارے اور اس قوم کے درمیان حق سے فیصلہ فرمانا کہ جن ظالموں نے ہمیں یہاں بلوایا کہ وہ ہماری مدد کریں گے مگر انہوں نے ہمیں قتل کر دیا''

اسی طرح یہاں میدانِ کربلا میں ایک تیر لگنے سے آپ کا لختِ جگر ابوبکر بھی شہید ہو گیا۔ پھر سیّدنا حسین کے باپ جائے بھائی سادا تنا علی بن ابوطالب کے بیٹے عبداللہ' عباس' عثمان' جعفر اور محمد رضی اللہ عنہم بھی شہید ہو گئے۔

بالآخر شمر بن ذاولجوشن کوفے کے دس (بدقماش) یا پیادہ آدمیوں کو ساتھ لے کر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس خیمے کی طرف بڑھا کہ جس میں آپ کا ساز و سامان اور اہل و عیال تھے۔ جناب حسین رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر نکل کر ان کی طرف آگے بڑھے اور ان ظالموں (دنیا کے بدبخت ترین انسانوں) نے آپؓ کو گھیر لیا۔ شمر اپنے ساتھ لائے ہوئے ان دس آدمیوں کو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ کے قتل پر ابھارنے لگا۔ ابوالجنوب نے اس سے کہا: ان کے قتل سے تجھے کون سی چیز روک رہی ہے؟ شمر نے اس سے کہا: کیا یہ بات تو مجھے کہہ رہا ہے؟ ابوالجنوب نے اس سے کہا: تو کیا یہ بات تو مجھے کہہ رہا ہے؟ کچھ وقت کے لیے دونوں بدبخت انسان ایک دوسرے کو طعن کرتے رہے۔ پھر شمر اپنے ساتھ انتہائی کٹھن دل انسانوں کا ایک اور ٹولہ لے کر آیا اور انہوں نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت آپ اپنے خیمے کے پاس تھے اور آپ کے ہمراہ کوئی بھی شخص نہ تھا جو آپ کے اور ان ظالموں کے درمیان حائل ہو جاتا۔ پھر ان کمینے آدمیوں نے سیّد شباب اہل الجنۃ پر ہر جانب سے حملہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ پوری بہادری سے اپنی تلوار کو دائیں اور بائیں گھما رہے تھے۔ وہ لوگ آپؓ کے اردگرد سے یوں دوڑیں لگا کر بھاگ رہے تھے جیسے بکریاں شیر کے آگے لگ کر بھاگ اٹھتی ہیں۔ اس وقت کسی کو جرأت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر سکے۔ معاملہ کچھ دیر تک اسی طرح ہی رہا حتیٰ کہ ظالم شمر بن ذوالجوشن نے اپنے ساتھیوں کو للکارتے ہوئے کہا: تمہاری بربادی ہو۔ اب اس شخص کے بارے میں تمہیں کس بات کا انتظار ہے؟ تمہاری مائیں تمہیں روئیں اسے قتل کر ڈالو...... اور پھر سیّد شباب اہل الجنۃ سیّدنا حسین بن علی، وردۃ محمد رسول اللہ ﷺ پر ان بدبخت انسانوں نے چہار جانب سے یکبارگی حملہ کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

زرعہ بن شریک التمیمی قبّحہ اللہ نے آپؓ کے بائیں کندھے پر اپنی تلوار سے زوردار وار کیا اور ایک وار آپؓ کی مبارک گردن کے قریب۔ پھر یہ حملہ آور (کمینے اور رذیل لوگ) آپؓ سے کچھ دیر کے لیے دور ہٹ گئے۔ بے اختیاری میں آپ اپنا بوجھ (کمزوری کی وجہ سے) نہ سنبھال سکے اور لڑکھڑا کر گر پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرتے ہی سنان بن ابوعمرو بن انس النخعی آگے بڑھا اور اس ظالم نے نیزے سے وار کر کے آپ کو شہید کر دیا اور اپنی تلوار سے آپ کا سر مبارک کاٹ کر نیزے سے اٹھایا اور اسے لہرانے لگا۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ○ اَللّٰهُمَّ لَا تَغْفِرْ لَهُمْ أَبَدًا يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ!)

پھر اس بد بخت سنان نخعی نے سیّد شباب اہل الجنہ رضی اللہ عنہ وارضاہ کا سر مبارک خولی بن یزید کے حوالے کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما وارضاہ کو شمر بن ذوالجوشن نے ہی شہید کیا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو شہید کرنے والا آدمی بنو مذحج میں سے کوئی شخص تھا۔ جب سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو آپ کے جسد مبارک پر تینتیس (۳۳) عدد زخم نیزے کے اور ۳۴ عدد تلوار کے کیے گئے تھے۔

شمر بن ذوالجوشن نے زین العابدین علی بن حسین (الاصغر) رحمہ اللہ کو قتل کرنا چاہا تو اس کے ساتھیوں میں سے حمید بن مسلم نامی ایک شخص نے اسے اس کام سے باز رکھا۔ اس وقت زین العابدین بالکل بچے اور بیمار تھے۔ عمر بن سعد آیا اور اس نے کہا: خبردار! عورتوں کے پاس کوئی شخص نہ جائے اور نہ ہی اس بچے کو کوئی قتل کرے۔ جس کسی نے ان کے سامان میں سے کچھ اٹھایا ہو، واپس کر دے۔ اس چھوٹے بچے (زین العابدین) علی بن حسین الاصغر رضی اللہ عنہما نے عمر بن سعد کو کہا: تجھے اس کا بہتر بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ تمہارے آرڈر سے اللہ تعالیٰ نے ایک شر سے مجھے محفوظ رکھا۔

سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں میں سے ۷۲ آدمی یہاں میدانِ کربلا میں شہید کر دیے گئے تھے۔ ان میں سے ۲۳ عدد خاص طور پر آپ کی اولاد، آپ کے بھائیوں اور آپ کے اہل بیت میں سے تھے۔ جبکہ عمر بن سعد کے سپاہیوں میں سے اٹھاسی (۸۸) آدمی مارے گئے تھے۔

((قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِي حُسْنِهِ شَيْئًا، فَقَالَ أَنَسٌ: كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ)) [1]

''سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور اسے ایک طشت میں رکھا گیا تو وہ بد بخت اس پر لکڑی سے ٹھوکر لگانے لگا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے حسن کے بارے میں بھی کچھ کہا (کہ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت چہرہ زندگی میں کبھی نہیں دیکھا) تو (وہاں پر موجود) جنابِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے (اسے ملامت بھی کی اور)

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما ح: ٣٧٤٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا حضرتِ حسین (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ مشابہہ تھے اور انہوں نے وسمہ کا خضاب لگا رکھا تھا''

سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت ٦١ ھجری کے ماہِ ذوالحجہ کی دس تاریخ (یوم عاشوراء) کو ملک عراق کی سرزمین کربلاء میں ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً اٹھاون (٥٨) سال تھی۔ جنابِ حسین مسلمانوں کے سادات میں سے تھے اور آپ کا شمار علماء صحابہ میں سے ہوتا تھا۔ آپ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے لختِ جگر تھے جو نبی کریم ﷺ کی تمام بیٹیوں میں سب سے زیادہ افضل تھیں۔ آپ نہایت عبادت گزار، بہادر اور جود وسخا والے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

صحیح البخاری (کتاب فضائل اصحاب النبی حدیث ٣٧٥٣) میں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: ایک (کوفی) عراقی نے ان سے اس مُحرِم کے بارے میں سوال کیا کہ جو حالت احرام میں مکھی کو مار دے: اس پر کفارہ کتنا ہوگا تو انہوں نے فرمایا: یہ ظالم عراقی مکھیوں کے بارے میں تو پوچھتے ہیں کہ حالت احرام میں انہیں مارنے پر کفارہ کیا دینا پڑے گا؟ مگر یہی لوگ ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے نواسے (اور آپ کے وردۃ القلب السیّد حسین بن علی رضی اللہ عنہم) کو شہید کر چکے ہیں۔ (ظالموں کو اس وقت اس گناہِ عظیم کا مسئلہ یاد نہ رہا؟) ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے (اور ان کے برادرِ کبیر بزرگوار سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق) فرمایا ہے:

((هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا))

''یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں''

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان ظالم کوفیوں (عراقیوں) کی گندی فلسفیانہ سوچوں پر دراصل تعجب ہوا تھا کہ ایک طرف تو (صوفیوں کی طرح) چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بارے میں مسائل دریافت کرتے ہیں اور دوسری طرف افراط وتفریط کا یہ عالم ہے کہ ایک جلیل القدر شخصیت کو بھی کچھ نہ جانا۔ (العیاذ باللہ من هذه الرذالة)

عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس آیا تو وہاں اس کے سامنے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک ڈھال پر رکھا تھا۔ اللہ کی قسم! میں وہاں تھوڑی ہی دیر رکا اور پھر مختار بن ابوعبید کے پاس چلا آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار بن ابوعبید کے سامنے بالکل اسی طرح ایک ڈھال پر رکھا ہوا ہے۔ (فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ!) [1]

[1] اس مضمون کی تیاری میں مصنف حفظہ اللہ نے سوائے ان حوالہ جات کے جو پیچھے درج ہو چکے ہیں کسی اور مصدر کا ذکر نہیں کیا۔ ابو یحییٰ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی محبت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ❶

((قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : ((وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ بِرَجُلَيْنِ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُحِبُّهُمَا : عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ)) ❷

''سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مگر میں تمہیں دو آدمیوں کے بارے میں بتلاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ ان دونوں سے محبت فرماتے تھے اور وہ تھے عبداللہ بن مسعود اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم''۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا باپ دورِ جاہلیت میں فوت ہوگیا تھا۔ ان کی ماں مسلمان ہوئیں اور انہوں نے صحابیت کا شرف حاصل کیا۔ اسی لیے بسا اوقات ابن مسعود کو ماں کی طرف منسوب کر کے انہیں ''ابن امّ عبد'' کہا جاتا تھا۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار اوّلین و سابقین الی الاسلام میں ہوتا تھا۔ آپ سیّدنا عمر بن الخطاب سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ (رضی اللہ عنہما) اپنے اسلام لانے کا سبب آپؓ نے خود یوں بیان کیا ہے: میں قریب البلوغ لڑکا اور عقبہ بن ابومعیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرکین سے بھاگے ہوئے تشریف لائے اور کہنے لگے:

((يَا غُلَامُ ، هَلْ عِنْدَكَ مِنْ لَبَنٍ تُسْقِيْنَا؟)) قُلْتُ : إِنِّي مُؤْتَمَنٌ ، وَلَسْتُ سَاقِيكُمَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((هَلْ عِنْدَكَ مِنْ جَذَعَةٍ لَمْ يَنْزِ عَلَيْهَا الْفَحْلُ ؟)) قُلْتُ : نَعَمْ ، فَأَتَيْتُهُمَا بِهَا ، فَاعْتَقَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ الضَّرْعَ وَدَعَا ، فَحَفَلَ الضَّرْعُ ، ثُمَّ أَتَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ بِصَخْرَةٍ مُنْقَعِرَةٍ فَاحْتَلَبَ فِيْهَا ، فَشَرِبَ وَشَرِبَ أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ شَرِبْتُ ، ثُمَّ قَالَ لِلضَّرْعِ : اِقْلِصْ ، فَقَلَصَ ، فَأَتَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ : عَلِّمْنِيْ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ ، قَالَ: ((إِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ)) ، قَالَ : فَأَخَذْتُ مِنْ فِيْهِ سَبْعِيْنَ سُوْرَةً ، لَا يُنَازِعُنِيْ فِيْهَا أَحَدٌ۔)) ❸

---

❶ اس مضمون کی تیاری کے لیے سیرت ابن ہشام = ۱/۳۱۴، ۵۲۴، ۶۳۶۔ فتح الباری للعسقلانی۔ ۷/۱۰۴۔ شرح صحیح مسلم للنووی = ۱۶/۱۶، ۱۷، البدایہ والنہایہ = ۷/۴۱۸

❷ مسند احمد رقم : ۱۷۷۳٤، وقال حمزه أحمد الزين : إسناده صحيح ۱۷۹٦۰/بموجب طبعة بيت الافكار الدّولية

❸ مسند احمد ، رقم : ٤٤۱۲، وقال أحمد محمد شاكر : اسناده صحيح : (۱/ ٤٦۲ـ٤۳۹۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے کہ ہمیں پلا سکو؟ میں نے عرض کیا: جناب! میں اس پر معتمد علیہ ہوں (خیانت نہیں کرسکتا) اس لیے میں تم دونوں کو دودھ پلانے سے قاصر ہوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی سال بھر کی ایسی بھیڑ ہے جس سے ابھی تک سانڈھ (چھترے) نے جفتی نہ کی ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں!'' اور پھر میں ایک ''چھتری'' ان کے پاس لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی پچھلی ٹانگیں باندھ لیں اور اس کے تھنوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے دعا کی۔ تھن دودھ سے بھر گئے۔ اس کے بعد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پتھر کا بنا ایک برتن لے آئے اور نبی کریم ﷺ نے اس میں دودھ دوھیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خود بھی پیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی۔ اس کے بعد میں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر نبی مکرم ﷺ نے تھن سے مخاطب ہو کر فرمایا: سکڑ جا اور وہ (واپس پہلی والی حالت میں ہوتے ہوئے) سکڑ گیا۔ اس واقعہ کے بعد میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: یہ مبارک کلام آپ مجھے بھی سکھائیے! فرمایا: تم ایک شاگرد نو جوان ہو۔ (کلامِ الٰہی جلد سیکھنے لگو گے) جناب عبد اللہ بیان کرتے ہیں: چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے سن کر ستر سورتیں یاد کرلیں۔ ان کے بارے میں کوئی شخص مجھ سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ (کہ ابن مسعود نے قرآن میں کوئی کمی بیشی کرلی ہو یا اسے کچھ بھول گیا ہو)''

رسول اللہ ﷺ کے بعد، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مکہ میں پہلے شخص تھے کہ جنہوں نے قرآن مجید کو (بانگ دھل) پہلی بار بآواز بلند تلاوت کیا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! قریش نے اس قرآن کو کبھی بآواز بلند نہیں سنا۔ کون آدمی ایسا ہے جو انہیں قرآن سنانے کی ہمت کرے؟ سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''میں''۔ وہ کہنے لگے: ہم آپ کے بارے میں ان سے ڈرتے ہیں۔ ہم ایسا آدمی چاہتے ہیں کہ جس کا بڑا اخیش قبیلہ ہو کہ اگر وہ اسے مارنے کا ارادہ بھی کریں تو اس کے قبیلہ والے انہیں منع کرسکیں۔ وہ فرمانے لگے: آپ لوگ مجھے ہی یہ کام کرنے دیں۔ اللہ تعالیٰ میرا دماغ خود کرے گا۔

چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چاشت کے وقت چلتے ہوئے مسجد حرام میں ان کے پاس آئے اور قریش اس وقت اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھ چکے تھے۔ آپ مقامِ ابراہیم کے پاس کھڑے ہوگئے اور بآواز بلند تلاوت شروع کردی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ اور پھر سورۃ الرحمٰن کو پڑھتے چلے گئے۔ قریش نے کچھ دیر کے لیے غور کیا اور پھر آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: یہ ابن امّ عبد کیا کہہ رہا تھا؟ اور پھر کہنے لگے: وہ تو جو محمد (ﷺ) پیش کرتا ہے (قرآن حکیم) اس کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کے بعد اٹھ کر ان طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے۔ مگر سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے چلے گئے اور جہاں تک اللہ نے چاہا انہوں نے اس کی تلاوت کی۔ پھر وہ ساتھیوں کی طرف بھاگ کر چلے گئے۔ ان کے چہرے پر ضربوں کے نشانات پڑ چکے تھے۔ وہ ان سے کہنے لگے: ہم آپ کے بارے میں اسی بات سے تو ڈر رہے تھے۔ مگر وہ فرمانے لگے: اب ان میں سے اللہ کے دشمن میرے نزدیک کتنے ذلیل ہو کر رہ گئے ہیں؟ (ان کا احترام میرے دل سے ختم ہو گیا ہے) اگر تم پسند کرو تو کل اسی وقت میں پھر ایسا ہی کروں؟ ان کے ساتھ (اہل ایمان) کہنے لگے: نہ، ہرگز نہیں۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ جسے وہ ناپسند کرتے ہیں وہ تم نے انہیں سنا دیا ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (اسلام کو اختیار کرتے ہی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹ کر رہ گئے۔ ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے۔ آپ کے جوتے اٹھاتے، مسواک اور طہارت کا پانی پیش کرتے۔ اسی لیے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے: صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ ''نعلین، تکیے اور لوٹے والا''۔ (صحیح البخاري/ حدیث: ٣٧٤٢)

ہجرت وغزوات

آپ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر مکہ واپس آ گئے اور اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور اس کے بعد باقی تمام غزوات میں بھی۔ جنگ بدر میں آپ نے ابوجہل کو زخمیوں اور مقتولین کے درمیان تلاش کر لیا۔ آپ نے اسے اس حالت میں پایا کہ ابھی وہ زندہ تھا۔ اسے یہاں میدانِ بدر میں دو بار حملہ کر کے زخمی کیا گیا تھا۔ (اسے زخمی کرنے والے معوذ اور معاذ تھے۔ رضی اللہ عنہم) جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور سر کاٹنے کے لیے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور فرمایا: او اللہ کے دشمن! آخر اللہ نے تجھے رسوا کیا ناں؟ اس نے کہا: مجھے کاہے کو رسوا کیا؟ کیا جس شخص (یعنی ابوجہل) کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے اس سے بھی بلند پایہ آدمی کوئی ہوگا؟ کاش مجھے کسانوں کی بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر کہنے لگا: بتاؤ! آج فتح کس کی ہوئی؟ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی۔

وہ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جو اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ چکے تھے، کہنے لگا: اور بکریوں کے چرواہے! تو بڑی اونچی اور مشکل جگہ پر چڑھ گیا ہے۔ جناب عبداللہ نے اب دیر کرنا مناسب نہ جانا اور فوراً اس کا سر کاٹ کر اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لا کر حاضر کرتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ رہا اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر۔ آپ نے تین بار فرمایا: ''واقعی! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکبر! تمام حمد وثناء اللہ کے لیے ہے کہ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے (محمد رسول اللہ ﷺ) کی مدد فرمائی اور تنہا سارے لشکروں کو شکست دی۔‘‘

ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسواک اتارنے کے لیے ایک درخت پر چڑھے۔ آپ لاغرو جود اور پتلی پنڈلیوں والے تھے۔ ادھر تیز ہوا چل پڑی جس سے آپ درخت پر جھولنے لگے۔ یہ دیکھ کر ساتھی ہنس پڑے (اور بعض نے کہا: عبداللہ نیچے اتر آؤ! کہیں ہوا تمہیں اڑا نہ لے جائے۔ بعض کہنے لگے: دیکھو عبداللہ کی پنڈلیاں کتنی دبلی ہیں؟) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مِمَّ تَضْحَكُوْنَ؟)) قَالُوا : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ ، فَقَالَ : ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ، لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ أُحُدٍ)) ❶

’’تم لوگ کس بات پر ہنس رہے ہو؟ وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی! عبداللہ کی دبلی پنڈلیوں سے (کہ یہ نحیف سا مگر دلیر کتنا ہے؟) فرمایا: اس رب کعبہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اللہ کے میزان میں (توقیر وثواب کے اعتبار سے) یہ دونوں پنڈلیاں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہیں‘‘

ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے آپ سے قرآن پڑھ کر سنانے کا مطالبہ کیا۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ:

قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ ((اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ)) قُلْتُ : آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ ؟ قَالَ : ((إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ)) وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى أَتَيْتُ عَلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ (النساء: ٤١) قَالَ : ((حَسْبُكَ الْآنَ)) فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ)) ❷

’’مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ آپ پر تو یہ نازل ہوا ہے؟ فرمایا:’’ میں پسند کرتا ہوں کہ اس کو دوسروں سے سنوں‘‘

’’دوسری روایت میں ہے کہ: پھر میں نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی۔ حتیٰ کہ پڑھتے پڑھتے میں:

---

❶ مسند احمد، رقم: ١/ ٤٢١_٣٩٩١، وقال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح :

❷ اخرجه البخاری فی کتاب فضائل القرآن ، باب من أحب أن يستمع القرآن من غيره : ح : ٥٠٤٩

[اخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن ، باب قول المقرئ للقارئ : حسبك ح : ٥٠٥٠]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾ (النساء : ٤١)

''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت پر (گواہی دینے کے لیے اس کے پیغمبر کو) بطور ایک گواہ کے لائیں گے اور تم کو (اے ہمارے حبیب و خلیل نبی محمد ﷺ!) ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔'' پر پہنچا تو آپ نے فرمایا: اب بس کرو۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔''

جناب عبد اللہ بن مسعود اور ان کی اماں جان رضی اللہ عنہما اکثر نبی کریم ﷺ کے گھر آ جاتے اور بہت لمبا وقت وہیں گزارتے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ یہ سمجھنے لگے کہ: دونوں ماں بیٹا نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ ، فَمَكَثْنَا حِينًا ، مَا نَرَى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ ، لِمَا نَرَى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ)) [1]

''میں اور میرا بھائی یمن سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ایک زمانہ تک یہاں قیام کیا۔ ہم اس پورے عرصہ میں یہی سمجھتے رہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے گھرانے ہی کے ایک فرد ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے گھر میں جنابِ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی ماں رضی اللہ عنہا کا بکثرت آنا جانا ہم خود دیکھا کرتے تھے۔''

تو یہ حدیث اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور اس سے آپ کی فضیلت بھی واضح ہوگئی۔ جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے طور، طریقوں، سیرت و سلوک، عملی حالت و صورت کے بہت قریب تھے۔ حتیٰ کہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا (صحابہ کرام میں سے) جو رسول اللہ ﷺ سے عادات و اخلاق اور طور و طریق میں سب سے زیادہ قریب کون تھے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((مَا أَعْرِفُ أَحَدًا أَقْرَبُ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِالنَّبِيِّ ﷺ مِنِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ)) [2]

''میں اخلاق' طور و طریق اور سیرت و عادات میں عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے قریب کسی اور کو نہیں سمجھتا۔''

---

[1] اخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه : ح : ٣٧٦٣

[2] صحيح البخاري' كتاب فضائل الصحابه حديث : ٣٧٦٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یوں بھی فرمایا ہے:

((وَلَقَدْ عَلِمَ الْمَحفُوظُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ هُوَ مِنْ أَقْرَبِهِمْ إِلَى اللّٰهِ زُلْفَىٰ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کہ جو کذاب و افتراء سے محفوظ ہیں، یہ بات بخوبی جانتے ہیں، بلاشبہ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ان سب میں سے زیادہ اللہ کے نزدیک ہیں''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ چار آدمیوں سے قرآن سیکھیں اور عبداللہ کا شمار ان چاروں میں فرمایا۔ جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا: میں ان سے ہمیشہ محبت کروں گا۔ اس لیے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((اِسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ـ فَبَدَأَ بِهٖ ـ وَسَالِمٍ مَوْلَىٰ أَبِيْ حُذَيْفَةَ، وأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ)) ❷

''چار آدمیوں سے قرآن سیکھو۔ ان سے ابتداء کرتے ہوئے فرمایا: عبداللہ بن مسعود سے، ابوحذیفہ کے مولیٰ سلام سے، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے''

یہاں جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے فرمان: نبی کریم ﷺ نے ان چاروں اصحابکا ذکر کرتے ہوئے ابتداء حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی...... میں اس بات کا فائدہ پایا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ دوسروں کی نسبت قرآن کو احسن طریق میں یاد کرنے کا اہتمام زیادہ کیا کرتے تھے۔ جہاں تک ان چاروں اصحاب سے متعلق ان سے قرآن سیکھنے کا تعلق ہے تو یہ تخصیص محض اس لیے تھی کہ یہ چاروں بزرگ قرآن کو جب خوب یاد رکھنے اور اس کی ادائیگی میں زیادہ حسن پیدا کرنے میں دوسروں سے بڑھ کر تھے تو اگرچہ ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام میں سے وہ بھی تھے جو قرآن کے معانی کو زیادہ سمجھنے میں اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا اور آپ ﷺ کے بعد اس کے سکھانے میں اس پر وہ خوب قائم رہے تھے یا محض اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اس اعلان کا ارادہ فرمایا کہ جو آپ کی وفات کے بعد ان چاروں کے تقدم و تمکن بالقرآن سے ہوگا مگر یہ ہے کہ وہ چاروں اس ضمن میں دوسروں سے زیادہ بیٹھ کر کام کرنے والے ہوں گے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ان سے قرآن سیکھنے کی دعوت دی۔ اس لیے نہیں کہ ان چاروں کے علاوہ کسی اور نے قرآن کو جمع نہیں کیا تھا (یا حفظ نہیں کیا تھا)

---

❶ صحیح سنن الترمذی، رقم: ۲۹۹٤ والجامع ح: ۳۸۰۷ وقال ابوعیسیٰ: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

❷ اخرجه البخاری فی کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب سالم مولیٰ أبی حذيفة رضی الله عنه ح: ۳۷۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ :وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ غَیْرُہ، مَا أُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَیْنَ أُنْزِلَتْ، وَلَا أُنْزِلَتْ آیَۃٌ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِیْمَنْ أُنْزِلَتْ ، وَلَو أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّیْ بِکِتَابِ اللّٰهِ تَبْلُغُهُ الْإِبُلُ لَرَکِبْتُ إِلَیْهِ)) ❶

''سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''اس اللہ ذوالجلال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ کتاب اللہ (قرآن مجید) کی جو سورت بھی نازل ہوئی ہے اس کے متعلق میں جانتا ہوں، کہاں نازل ہوئی؟ اور کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی ہے، میں اس کے متعلق خوب جانتا ہوں، کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اور اگر مجھے معلوم ہو جائے؟ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا ہے اور اونٹ ہی اس کے پاس مجھے پہنچا سکتے ہیں (یعنی اس کا گھر بہت دور ہے، کسی تیز ترین اور مضبوط سواری کے بغیر وہاں پہنچا نہیں جا سکتا) تو بھی میں سفر کر کے اس کے پاس جا کر اس سے یہ علم ضرور حاصل کروں''

((وَقَالَ شَقِیْقُ ابْنُ سَلَمَةَ : خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِضْعًا وَّ سَبْعِیْنَ سُوْرَۃً ، وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنِّیْ مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ وَمَا أَنَا بِخَیْرِهِمْ۔ قَالَ شَقِیْقٌ: فَجَلَسْتُ فِی الْحِلَقِ أَسْمَعُ مَا یَقُوْلُوْنَ ، فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا یَقُوْلُ غَیْرَ ذَالِكَ۔)) ❷

''جناب شقیق بن سلمہ رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں: سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے کچھ اوپر ستر سورتیں خود نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے سن کر یاد کی ہیں۔ اللہ ذوالجلال کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ قرآن مجید کا جاننے والا ہوں حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔'' جناب شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: پھر میں صحابہ کرام کی بہت ساری مجلسوں میں بیٹھا کہ مندرجہ بالا بات کے بارے میں ان کی رائے سن سکوں، وہ کیا کہتے ہیں؟ مگر میں نے کسی سے اس بات کی تردید نہیں سنی۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس بات کہ ''وہ ان سب سے زیادہ قرآن کو جاننے والے تھے، کبھی تردید نہیں کی۔ اور ''کتاب اللہ کو ان سب سے زیادہ جاننے والا'' سے مراد وہی ہے جو

❶ اخرجه البخاری فی کتاب فضائل القرآن ، باب القراءۃ من اصحاب النبی ﷺ ح : ٥٠٠٢

❷ اخرجه البخاری فی کتاب فضائل القرآن ، باب القراءۃ من اصحاب النبی ﷺ ح : ٥٠٠٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے خود وضاحت سے بیان کر دیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سادا تنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ سنت کو جاننے والے تھے اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سب سے زیادہ فضیلت والے تھے۔ علم کے اعتبار سے ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ علم والے ہوتے تھے اور کوئی ان سب میں سب سے زیادہ علم والا بھی۔ صحابہ کرام میں سے کوئی اپنے تقویٰ، خشیت و زہد، دل کی پاکیزگی اور ورع قلبی کی بنا پر اللہ کے ہاں دوسروں سے زیادہ فضیلت والا بھی ہوسکتا تھا۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ خلفاء اربعہ المہدیین میں سے ہر ایک صاحب جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ فضل و شرف والے تھے۔ اس بات کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ خوب جانتے اور اس کا اقرار بھی کرتے تھے' جیسے انہوں نے اپنی مندرجہ بالا تعلیق میں بیان بھی کیا ہے: وَمَا اَنَا بِخَیْرِهِمْ...... حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام اور ان کے بعد والے لوگوں کو جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کی نصیحت پر تمسک کا حکم یوں فرمایا ہے:

((اِقْتَدُوا بِالَّذِیْنِ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ أَصْحَابِیْ أَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْیِ عَمَّارٍ ، وَتَمَسَّکُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ)) [1]

''(سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) میرے بعد میرے اصحاب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی اقتداء کرو۔ عمار بن یاسر کی رخصت اختیار کرو اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی نصیحت پر مضبوطی سے چلو۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علماء صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا شمار ان اصحاب النبی (ﷺ) میں ہوتا ہے کہ جن کا علم ان کے ساتھیوں اور شاگردوں کے ذریعے کثرت کے ساتھ پھیلا۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بکثرت احادیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔ آپ سادا تنا عمر بن الخطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں کوفہ کے والی بیت المال بھی رہے ہیں۔ ایک دن کی بات ہے کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی طرف محوسفر تھے اور آپ کے ہمراہ عراقی معماروں کی ایک جماعت تھی۔ مدینہ منورہ سے باہر سرراہ ان لوگوں نے ایک جنازہ دیکھا۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ صحابی رسول جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے۔ جنازہ کے ساتھ حضرت ابوذر کی بیوی اور ان کے غلام کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند رونا شروع کر دیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا: ''اے ابوذر! تو زندگی کے راستے پر (اپنے ساتھیوں سے بعض

[1] صحیح سنن الترمذی، رقم: ۲۹۹۲ والجامع الترمذی ح: ۳۸۰۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتوں میں اختلاف کرتے ہوئے) تنہا ہی چلے گا اور تو تنہا ہی موت سے ہمکنار ہوگا اور تو اکیلا ہی قیامت والے دن اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔'' چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں فروکش ہوئے اور پھر ان سب نے جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے کفن، دفن اور جنازے کا اہتمام کیا۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی جنگ یرموک سمیت بہت سارے غزوات میں شرکت کی۔ جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تمام اہل اسلام کو ایک مصحف شریف اور اس کی ایک تلاوت پر جمع کرلیا تو ان میں اختلاف کو روکنے کے لیے دیگر مصاحف کو تلف کردینے کا حکم جاری کردیا، جس پر جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بادی الأمر میں اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا:

((عَلَى قِرَاءَةِ مَنْ تَأْمُرُوْنِّي أَنْ أَقْرَأَ؟ فَلَقَدْ قَرَأْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِضْعًا وَّ سَبْعِيْنَ سُوْرَةً وَلَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَعْلَمُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَلَوْ أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا أَعْلَمُ مِنِّي لَرَحَلْتُ إِلَيْهِ)) [1]

''آپ مجھے کس کی قرأت پر قرآن کی تلاوت کا حکم دیتے ہیں کہ میں اسے پڑھوں؟ میں نے (اپنے لہجہ میں) رسول اللہ ﷺ کو ستر سے زیادہ سورتیں کئی بار پڑھ کر سنائی ہیں۔ (اور آپ نے تو مجھے اس کو بدلنے کا حکم نہیں فرمایا تھا) یعنی آپ مجھے شخص کی قرأت (تجویدی لہجہ) کو لینے کا حکم دیتے ہیں کہ میں اپنی قرأت کو ترک کردوں جسے میں نے بذات خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے اخذ کیا ہے؟

تو جنابِ امیر سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف خط لکھا کہ جس میں آپ نے ان کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ان کے اجماع میں پیروی کرنے کے لیے کہا اور اس میں مصلحت بھی سمجھائی۔ یہ بھی بتایا کہ ایک کلمہ پر جمع ہونے اور باہم اختلاف نہ کرنے میں خیر ہوتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابن مسعود نے سرِتسلیم خم کرتے ہوئے امیر المومنین اور اصحاب النبی (ﷺ) کی متابعت اختیار کرلی اور مخالفت ترک کردی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ورضواعنہ

جناب عبداللہ بن مسعود، امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت، ۳۲ ہجری میں عراق سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی اور آپ بیمار تھے۔ اس بیماری میں آپ اپنے رب سے جا ملے اور غرقد البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

((عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ: ((شَهِدْتُ أَبَا مُوْسٰى وَأَبَا مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيّ حِيْنَ مَاتَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَتَرَاهُ تَرَكَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ؟

[1] اخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل عبدالله بن مسعود و أمه رضی الله عنهما۔ ح : ٦٣٣٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ : إِنْ قُلْتَ ذَاكَ ، إِنْ كَانَ لَيُؤْذَنُ لَهُ إِذَا حُجِبْنَا ، وَيَشْهَدُ إِذَا غِبْنَا)) ❶

''جناب ابوالاحوص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں جب عبداللہ بن مسعود فوت ہوگئے تو میں (کچھ وقت کے بعد) ابوموسیٰ اشعری اور ابومسعود رضی اللہ عنہم کے پاس (کسی کام سے) حاضر ہوا۔ ان میں سے ایک صاحب دوسرے سے کہہ رہے تھے: کیا تم سمجھتے ہو کہ عبداللہ بن مسعود کی مثل اب کوئی باقی رہا ہے؟ تو وہ صاحب فرمانے لگے: تم یہ کہتے ہو؟ (میں کہتا ہوں) ان کا تو یہ حال تھا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات سے روک لیا جاتا تھا اور انہیں اجازت دے دی جاتی۔ جب ہم غائب ہوتے تھے تو وہ حاضر رہتے'' (رضی اللہ عنہم اجمعین)

نبی کریم ﷺ کی محبت ام المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ❷

((عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ قَالَتْ : مَا غِرْتُ عَلَى نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا عَلَى خَدِيْجَةَ وَإِنِّي لَمْ أُدْرِكْهَا ، قَالَتْ : وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ فَيَقُوْلُ : ((أَرْسِلُوْا بِهَا إِلَى أَصْدِقَاءِ خَدِيْجَةَ)) قَالَتْ : فَأَغْضَبْتُهُ يَوْمًا فَقُلْتُ : خَدِيْجَةَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنِّي قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا)) ❸

''ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے امہات المؤمنین میں سے کبھی کسی پر رشک نہیں کیا سوائے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اور میں ان کو اپنی زندگی میں پا نہیں سکی (وہ مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تھیں) رسول اللہ ﷺ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو فرماتے: اس کا گوشت خدیجہ کے عزیزوں کو بھیجو۔ کہتی ہیں: میں نے ایک دن آپ ﷺ کو یہ کہہ کر غصہ دلایا: خدیجہ کو آپ اتنا کیوں یاد رکھتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ان کی محبت اللہ رب العالمین کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔''

یہ تھیں خدیجہ بنت خویلد القرشیہ الطاہرہ، ام المومنین رضی اللہ عنہا، جو تمام مسلمانوں سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور وہ روئے زمین کی تمام عورتوں سے بہتر (خیر و عظمت والی) تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پہلی زوجہ مکرمہ تھیں، سوائے ابراہیم کے۔ نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد کی ماں آپ ہی تھیں۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کی ایک معزز اور مالدار خاتون تھیں۔ آپ اپنے مال میں لوگوں کو (کاروبار کے

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل عبدالله بن مسعود وأمه رضي الله عنهما ح : ٦٣٢٩

❷ اس مضمون کی تیاری میں: (۱) فتح الباری = ۷/ ۱۳۷ اور (۲) السیرۃ النبویۃ لابن ہشام = ۱/ ۱۸۷ سے بھی مدد لی گئی ہے

❸ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل خديجة رضي الله عنها ح : ٦٢٧٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے) خدمات حاصل کرتیں اور انہیں اس میں حصے دار بناتیں۔ جب آپ کو نبی کریم ﷺ کی امانت و دیانت، سچائی اور اعلیٰ کے متعلق خبر ملی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیج کر بلوایا اور پیش کش کی کہ آپ ﷺ ان کا مال لے کر ملک شام کی طرف تجارت کے لیے جائیں۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمالی اور ان کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ ملک شام کی طرف چلے گئے۔ یہ واقعہ آپ کی بعثت و نبوت سے پندرہ سال پہلے کا ہے۔ وہاں نبی کریم ﷺ نے جو خرید و فروخت (مال کا لین دین) کرنا تھی وہ کی اور واپس مکہ تشریف لے آئے۔ دورانِ سفر میسرہ نے جو اخلاق و اوصاف عالیہ نبی مکرم ﷺ کے دیکھے تھے وہ آ کر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گوش گزار کیے۔ اس سے آپ رضی اللہ عنہا کو نبی معظم ﷺ سے نکاح کرنے کی آرزو پیدا ہوگئی۔ اس وقت سیّدہ خدیجہ کی عمر چالیس سال اور نبی کریم ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے پیغام کو قبول کرتے ہوئے ان سے نکاح کرلیا اور یوں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی پہلی بیوی بن گئیں۔ ان کی حیات طیبہ کے دوران آپ ﷺ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔ حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔ (تب آپ نے دوسری عورتوں سے نکاح کیا)

نبی کریم ﷺ کے لخت جگر ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ ابراہیم آپ کی باندی (کنیز) ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئے تھے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے ہونے والی نبی کریم ﷺ کی اولاد کے ناموں پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ان میں سے ایک قاسم ہیں کہ جن کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ قاسم نبوت و بعثت سے کچھ عرصہ قبل (یا تھوڑی ہی مدت بعد) فوت ہوگئے تھے اور آپ کی چار بیٹیاں ہوئیں: زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن جمیعا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں اور چھوٹا بیٹا عبداللہ کہ جو زمانہ نبوت میں سے پیدا ہوا تھا۔ اس کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تین بیٹے تھے۔ عبداللہ، طیب اور طاہر۔ تمام مؤرخین و محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی تمام نرینہ اولاد بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھی۔ البتہ تمام بیٹیوں نے زمانہ نبوت اور اسلام کو پایا۔ اسلام لائیں اور سب نے (اللہ کی راہ میں) آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔

جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا اور آپ نے اللہ ذوالجلال کے حکم پر مکہ میں توحید و رسالت کا اعلان کیا تو مشکلات کھڑی ہوگئیں۔ مکہ والے دشمن بن گئے اور پھر ان کٹھن حالات اور مشکلات کے لمحات میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وارضتہ نے آپ کا پورا پورا ساتھ دیا اور آپ نبی مکرم ﷺ کی پوری مددگار اور بھلائی کی دلیل ثابت ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا تھا (اور یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا تھا) آپ جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ رات کو خواب میں دیکھتے تھے اگلے دن فلق صبح کی طرح صاف دکھائی دیتا۔ اسی دوران آپ کو تنہائی محبوب ہوگئی۔ چنانچہ آپ کچھ راتوں کے لیے جبل نور کی غار حراء میں جا بیٹھتے اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں آپ اپنے ہمراہ زادِ راہ (توشہ) لے جاتے اور جب ختم ہو جاتا تو واپس گھر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ جاتے اور اتنا اور لے جاتے۔ حتیٰ کہ اسی غار حراء میں آپ کے پاس حق آ پہنچا۔ سیّدنا جبریل علیہ السلام یہاں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: (اے محمد! لیجیے اپنی نبوت کا پہلا سبق) پڑھیے! (یہ سبق ذرا مشکل تھا) فرمایا:

((مَا أَنَا بِقَارِئٍ، قَالَ: فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ: إِقْرَأْ، قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ: إِقْرَأْ، فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ: ﴿ **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝** ﴾ [سورة العلق: ١ تا ٣] فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ: ((زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي)) فَزَمَّلُوْهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ...... وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: ((لَقَدْ خَشِيْتُ عَلَى نَفْسِي))۔ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ: كَلَّا، وَاللّٰهِ مَا يَحْزُنُكَ اللّٰهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔)) [1]

''میں پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں۔ (جو اتنا مشکل سبق پہلی نشست میں پڑھ لے اور یاد کر لے) آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر ایسا بھینچا کہ میں بے طاقت ہو گیا۔ پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور (دوبارہ) کہا: پڑھیں! میں نے کہا: میں پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں (جو سبق آپ مجھے پڑھانا چاہتے ہیں، اسے کیونکر پڑھوں!) انہوں نے مجھے پھر پکڑا اور دوسری بار پھر دبایا۔ اتنا کہ میری طاقت نے جواب دے دیا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور (تیسری بار) کہا: اب پڑھو! میں نے (پھر) کہا: (کیسے پڑھوں؟) میں پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں۔ انہوں نے تیسری بار مجھے پکڑ کر دبایا اور چھوڑتے ہوئے (چوتھی بار) کہا: ﴿ **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝** ﴾ [سورة العلق: ۱ تا ۳] ''اس پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے (سب مخلوقات کو) پیدا

[1] صحیح البخاری / کتاب بدء الوحیی / حدیث: ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے۔ انسان کو اس نے خون کی پھٹکی سے تخلیق فرمایا۔ پڑھ! تیرا پروردگار بڑے کرم والا ہے"

پس یہ آیات (سیّدنا جبریل علیہ السلام سے یاد کر کے انہیں) لے کر آپ پہاڑ سے واپس لوٹے۔ آپ کا دل (ڈر کے مارے) کانپ رہا تھا۔ گویا:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

اور پھر آپ (اپنی زوجہ مکرمہ سیّدہ) خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: "مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔" (تو گھر میں موجود افراد) نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا تو آپ نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ قصہ بیان کر کے ان سے فرمایا: (خدیجہ!) مجھے اپنی جان کا ڈر لگ گیا ہے۔ (کہ کہیں جان پر نہ بن جائے) سیّدہ خدیجہ نے (دلاسا دیتے ہوئے) عرض کیا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! وہ رب کریم آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ بلاشبہ آپ تو صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ ناتوانوں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ جو چیز (ضرورت کی) لوگوں کے پاس نہ ہو آپ انہیں وہ کما کر دیتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے اور حادثوں میں حق کی مدد کرتے ہیں۔ (یعنی جھگڑوں میں حق کا فیصلہ کرتے ہیں)

چنانچہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی القرشی کے پاس آئیں۔ ورقہ بن نوفل جاہلیت کے زمانے میں بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ وہ (تورات و انجیل کی) عبرانی زبان لکھنا پڑھنا خوب جانتے تھے۔ آخری عمر تھی، بوڑھے ہو گئے تھے اور آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اے میرے چچیرے بھائی! ذرا اپنے بھتیجے (حضرت محمد ﷺ) کی بات تو سنو! ورقہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: بھتیجے! بیان کریں تم نے کیا دیکھا ہے؟ نبی معظم ﷺ نے جو دیکھا تھا وہ ان سے بیان کر دیا۔ تب ورقہ بن نوفل کہہ اٹھے: یہ تو وہی اللہ رب العالمین کا راز دار فرشتہ ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہم السلام پر اتارا تھا۔ کاش میں اس وقت (یعنی تمہارے زمانہ نبوت میں) جوان ہوتا' کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہیں تمہاری قوم اپنے شہر (مکہ) سے نکال باہر کرے گی۔ (یہ سن کر) نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ (حالانکہ وہ تو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان کا کچھ بگاڑتا بھی نہیں) ورقہ بن نوفل نے کہا: ہاں! (وہ آپ کو بالکل یہاں سے نکال دیں گے) جب کبھی کسی شخص نے ایسی بات کہی جیسی تم کہتے ہو (یعنی وحی اور نبوت کا دعویٰ کیا) تو لوگ اُس کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں اس دن تک جیتا رہا تو تمہاری پوری پوری مدد کروں گا............ پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ورقہ بن نوفل فوت ہو گئے اور وحی آنا بند ہو گئی"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود آپ ﷺ کو رسوا ہونے کے لیے چھوڑ نہ دیا بلکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پوری پوری مدد فرمائی اور وہ آپ کے لیے ایک مضبوط دلیل ثابت ہوئیں۔ آپ کی غمگسار بن کر رہیں۔ جو احکام نازل ہوتے ان کے لیے آسانی پیدا کرنے کی خاطر آپ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیتیں۔ (رضی اللہ عنہا وارضتہ)

جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن کا نزول شروع ہوا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس پر ایمان لائیں اور جو کچھ (قرآن و سنت میں سے) نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اس کی پوری پوری تصدیق کی۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی اللہ کے دین پر مددگار بن کر آپ کی مشیر و مصاحب بن گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ نبی مکرم ﷺ جب اپنی تکذیب کو سنتے تو اس سے آپ رضی اللہ عنہا کو بہت غم پہنچتا اور اسے انتہائی ناپسند کرتے۔ مگر جب گھر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آجاتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے سارے غم دور کر دیتے۔ خدیجہ آپ کو دلاسہ دیتیں ثابت قدمی کے لیے حوصلہ دیتیں اور غم کو ہلکا کرتیں۔ آپ کی تصدیق کر کے لوگوں کی بدمعاملگی کو ہلکا ثابت کرتیں۔ (رضی اللہ عنہا وارضتہ)

سیّدہ خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو طوعاً قبول کیا تھا اور اس معاملے میں نبی رحمت ﷺ کو آپ کے لیے آواز بلند کرنے، جھگڑا کرنے اور نہ ہی تھکا دینے والی گفتگو کی ضرورت پیش آئی۔ بلکہ انہوں نے تو رسول اللہ ﷺ سے ہر تھکاوٹ کو دور کر دیا اور ہر وحشت میں آپ ﷺ کی غمگساری کی۔ ہر مشکل آسان کر دی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہا کو آپ کے جنت میں بنائے گئے گھر کی بشارت دیں۔

فَقَدْ ((أَتَى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، هٰذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ ، لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ)) ❶

"(جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) سیّدنا جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) خدیجہ آپ کے پاس ایک برتن لیے آرہی ہیں۔ جس میں سالن (راوی کو شک ہے کہ آپ نے فرمایا) یا کھانا (اور راوی کو شک ہے کہ آپ نے یا یوں فرمایا) یا کوئی پینے کی چیز ہے۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو ان کے رب کی طرف سے انہیں سلام پہنچانا اور میری

❶ أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها رضي الله عنها ح : ٣٨٢٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے بھی اور انہیں جنت میں (ان کے) موتیوں کے ایک محل کی بشارت دے دیجیے گا۔ جہاں نہ شور و ہنگامہ ہوگا اور نہ تکلیف و تھکن ہوگی۔''

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہر ممکن طریقے سے نبی کریم ﷺ کی خوشی و رضا کا طمع لگا رہتا تھا۔ آپؓ سے کبھی ایسا کام نہ ہونے پاتا کہ جس سے آپ ﷺ ناراض ہو جائیں۔ جیسا کہ دوسروں سے ہو جایا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثت و نبوت سے قبل بھی اپنے گھر کی نگہبان تھیں مگر اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد آپ اسی گھر کی ایک منفرد مربیہ بن گئیں۔ چنانچہ روئے زمین پر آپ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سوا کوئی ایسا گھر نہ تھا جسے سب سے پہلے ''بیت الاسلام'' بننے کا شرف حاصل ہوا ہو۔ یہ وہ فضیلت تھی جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو سکا۔ (سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر بھی اپنے تمام افراد کے اسلام کو اختیار کر لینے کے ساتھ مکی دور میں یہ شرف حاصل نہ سکا تھا) سیّدہ خدیجہ کا گھر اہل بیت النبی (ﷺ) کا مرجع و ماویٰ تھا۔ نبی مکرم ﷺ کا سوتیلا بیٹا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عليه وَسَلَّمَ ﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ [الاحزاب: ۳۳] فِي أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ، وَحَسَنًا، وَّحُسَيْنًا، فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ، وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَجَلَّلَهٗ بِكِسَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا)) ❶

''اور جب یہ آیت ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ [الاحزاب: ۳۳] (پیغمبر کے) گھر والو! اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی، پلیدی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا (پاک صاف) بنا دے۔'' امّ المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت خدیجہ، حسن و حسین ابناء فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلایا اور ان پر ایک چادر ڈال دی۔ نبی کریم ﷺ کی پشت والی جانب حضرت علی کھڑے تھے (انہیں بھی چادر کے اندر داخل کرتے ہوئے) ان سب پر چادر ڈال دی اور پھر دعا کی:

❶ صحيح سنن الترمذي، رقم: ۲۹۷۹ والجامع الترمذي ح: ۳۷۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! یہ لوگ میرے گھر والے ہیں سو ان کی ناپاکی دور کردے اور انہیں بخوبی پاک کردے۔'' ❶

تو ان اہل بیت کا اصل مرجع سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس لیے کہ ساداتنا حسن وحسین فاطمۃ الزہراء کے بیٹے ہیں اور فاطمۃ الزہراء سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی لخت جگر تھیں۔ جبکہ جناب علی رضی اللہ عنہ سیّدہ خدیجہ کے گھر میں ہی پلے بڑھے تھے۔ بلکہ بچے ہی تھے جب نبی معظم ﷺ نے ان کو اپنی پرورش میں لے لیا تھا۔

پھر بعد میں جب جوان ہوئے تو خدیجہ کی بیٹی (فاطمہ) سے نکاح کرلیا۔ اس سے نبی مکرم ﷺ کے اہل بیت کا سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف سے نسبت ہونا واضح ہوگیا۔

جب نبی معظم ﷺ سیّدہ خدیجہ کا اکثر ذکر فرماتے تو ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتیں:

((كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا إِمْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيْجَةُ؟ فَيَقُوْلُ: ((إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ،

❶ یہاں پر دو باتیں وضاحت طلب ہیں: (۱)...... مذکور بالا آیت کا حصہ جو اس حدیث میں مذکور ہے' دراصل اس سے پہلی اور بعد والی تینوں آیات کا جزء ہے اور ان تینوں آیتوں اہل بیت سے مراد نبی مکرم ﷺ کی ازواج ہیں' جیسا کہ: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ...... اور اگلے خطاب سے معلوم ہوتا ہے۔ قرآن میں اہل بیت کا لفظ صرف بیوی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جیسے کہ سورۂ ہود کی آیت ۷۳ میں اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے لیے: رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ...... کے الفاظ آئے ہیں۔ تو جامع الترمذی کی مذکورہ بالا حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ازواجِ مطہرات اہل البیت میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصل میں آیت تو ازواج مطہرات ہی کے متعلق نازل ہوئی اور ان کو تطہیر کی خوشخبری دی گئی ہے۔ تینوں آیات کا ترجمہ دیکھ لیں...... ''اے نبی (محمد رسول اللہ ﷺ) کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ (بلکہ ازواج النبی ہونے کے ناطے تمہارا درجہ ومرتبہ سب سے بلند ہے) اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو (غیر مردوں سے) دبی زبان (باریک آواز) سے بات نہ کرو۔ (اگر ایسا کروگی) تو جس کے دل میں کھوٹ ہے (فسق وفجور کی) اسے لالچ پیدا ہوگی۔ اور کھری کھری صاف بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں عزت ووقار کے ساتھ بیٹھی رہو اور اگلی جاہلیت کے زمانہ کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرنا۔ اور نماز کو درستی کے ساتھ ادا کرتی رہو اور زکوۃ (باقاعدگی سے) دیتی رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی پوری پوری اطاعت کرتی رہو۔ (پیغمبر کے) گھر والو! اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی، پلیدی دور کردے اور تمہیں خوب صاف ستھرا بنادے (غلطیوں' لغزشوں سے پاک کرکے) اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں (یعنی احادیث مبارکہ) پڑھی جاتی ہیں، ان کو یاد کرتی رہو۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ لطف ومہربانی کرنے والا خبردار ہے''

پھر نبی کریم ﷺ کی دعا سے حضرت فاطمۃ الزہراء، علی اور حسن وحسین بھی اہل بیت میں شامل ہوگئے۔ (۲)...... حدیث مذکور بالا کا اگلا حصہ مصنف نے نہیں لیا اور وہی حصہ مذکور بالا گفتگو کا تکملہ ہے۔ اگلے حصے کا ترجمہ یوں ہے: ''ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (اپنا سر مبارک چادر میں داخل کرتے ہوئے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں۔ بموجب روایت در تفسیر قرطبی وابن کثیر آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّكِ اِلٰى خَيْرٍ مَرَّتَيْنِ...... تم تو اس خیر میں دوہری شامل ہو۔ یعنی اس آیت کے اعتبار سے بھی اور میری اس دعا کے تحت بھی۔'' [تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر عند تفسیر ہذہ الآیات اور اس میں درج ذیل احادیث دیکھ لیں۔ اسی طرح تفسیر طبری اور تفسیر قرطبی بھی۔ رحمہم اللہ جمیعا]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ)) ❶

''جیسے دنیا میں حضرت خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہے ہی نہیں۔ اس پر آپ ﷺ فرماتے: وہ ایسی (نیک' صالح اور دانا) تھیں وہ ایسی (عقلمند اور سگھڑ صاحب ایمان عورت) تھیں اور اس سے میری اولاد ہوئی''

یعنی آپ صاحب فضیلت، نہایت دانا، صاحب عقل اور صالحہ تھیں (رضی اللہ عنہا وارضتہ)۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ جب بھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے تو ان کی خوب خوب تعریف فرماتے۔ فرماتی ہیں: ایک دن مجھے (غیرتاً) رشک آ گیا اور میں نے عرض کیا: آپ کس قدر زیادہ سرخ گوشئہ دہن والی کا ذکر کرتے رہتے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے بدلے بہت بہتر بیویاں عطا کر رکھی ہیں؟ فرمایا:

((مَا أَبْدَلَنِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ خَيْرًا مِّنْهَا ، قَدْ آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ ، وَصَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِي النَّاسُ ، وَوَاسَتْنِي بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِي النَّاسُ ، وَرَزَقَنِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَلَدَهَا إِذْ حَرَمَنِيْ أَوْلَادَ النِّسَاءِ)) ❷

''اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں دی (خدیجہ سے افضل اور بہتر نہیں ہو سکتیں) اس لیے کہ وہ میرے اوپر اس وقت ایمان لائی تھیں جب لوگوں نے میرے ساتھ کفر (اور دشمنی کا روّیہ اختیار) کیا تھا۔ اس نے میری اس وقت تصدیق کی تھی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تھا۔ جب لوگوں نے اپنے اموال سے مجھے محروم کر دیا تھا، اس نے اس وقت میری مالی مدد کی تھی اور جب دیگر عورتوں کے بچے میرے اوپر حرمت والے تھے (میں کوئی اور نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتا تھا) تو اللہ عزوجل نے مجھے اس سے اولاد عطا فرمائی''

جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا، نبی کریم ﷺ کی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت کے کچھ اسباب تھے اور یہ بہت زیادہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک محبت کے رسوخ کی وجہ بن گیا تھا۔ دنیا میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چونکہ مکمل حق ادا کر رہی تھیں اس لیے آپ ﷺ نے ان کی زندگی میں کسی اور محترمہ سے شادی نہیں کی۔

((قَالَتْ عَائِشَةُ : ((لَمْ يَتَزَوَّجِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خَدِيْجَةَ حَتّٰى مَاتَتْ)) ❸

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها رضي الله عنها۔ ح : ٣٨١٨

❷ مسند أحمد ، رقم : ٢٤٧٤٥ ، ١١٨/٦ وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن

❸ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل خديجه رضي الله عنها ح : ٦٢٨١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کی سوتن کسی کو نہیں بنایا''

اس میں ام المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ کے نزدیک قدر و منزلت کی عظمت اور آپ رضی اللہ عنہا کے فضل و شرف کی زبردست دلیل ہے کہ آپؓ نے اپنے سے علاوہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو مستغنی کر رکھا تھا۔ آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے مصاحبت و رفاقت دوسری ازواج مطہرات کی نسبت (وقت کے اعتبار سے) دگنی رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ سیّدہ خدیجہ سے شادی کے اڑتیس (۳۸) سال حیات طیبہ سے سرفراز رہے تھے کہ جن میں سے پچیس (۲۵) سال ام المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تن تنہا اکیلی بیوی کی حیثیت سے گزارے تھے اور یہ مدت اس اڑتیس سالہ عرصہ کا دو تہائی بنتی ہے۔ اس طویل عرصہ رفاقت کی وجہ سے سیّدہ خدیجہ کا دل نبی کریم ﷺ کی مصائب کے دور کرنے اور غیرت و حمیت میں حفاظت کرنے والا ہو گیا تھا (کہ جس میں ہر وقت یہی فکر لاحق رہتی تھی) کہیں ایسا نہ ہو کہ جس بات کے بارے میں آپ ﷺ خدشہ محسوس کر رہے تھے وہ ہو جائے (یعنی آپ ﷺ کو دشمن کوئی گزند نہ پہنچا دیں) اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ اس میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وارضتہ کا اور کوئی شخص حصے دار نہ بن سکا۔

اور اس پر مزید برآں کہ امت اسلامیہ کی تمام عورتوں سے ایمان باللہ و ایمان بالرسول میں آپ سبقت لے گئی تھیں۔ اس ضمن میں گویا آپ رضی اللہ عنہا نے بعد میں مسلمان ہونے والی تمام نیک دل بیبیوں کے لیے ایک سنت قائم کر دی کہ بعد میں آنے والی سب طاہرات و صدیقات، صالحات و عابدات اور اللہ کی نیک بندیوں نے آپ رضی اللہ عنہا کے راستہ کو ہی اختیار کیا تو ان کے سارے اجر و ثواب کے برابر اللہ تعالیٰ اپنی نیک بندی ام المومنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد القرشیہ رضی اللہ عنہا وارضتہ کو بھی ضرور اجر عطا فرمائیں گے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ فرمایا:

((مَـنْ سَـنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ)) [1]

''جس نے اسلام میں کوئی اچھی بات نکالی (یعنی کسی عمدہ کام کو جاری کرے جو شریعت کی رو سے ثواب والا ہو) پھر بعد میں اس پر عمل کیا جائے تو اسے اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا سب عمل کرنے والوں کو۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔''

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ح: ٦٨٠٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ مردوں کے گروہ میں سب سے پہلے اس عظیم ترین عمل صالح (ایمان باللہ و بالرسول) میں صِدّیق هذه الامة سیّدنا ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مشارکت کی۔ (یعنی امت اسلامیہ کے مردوں کے لیے آپ نمونہ بنے) اور اس بنا پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا ان دونوں ذوات مقدسیہ رضی اللہ عنہما کے اجر وثواب کا اندازہ (کہ انہیں وہ کتنا عطا کر رہا ہے اور کرے گا) کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اس بنا پر اور اس وجہ سے بھی کہ انتہائی اول فرصت میں آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کی تصدیق کردی تھی اور آپؓ دین اسلام کے معاملے میں ثابت قدم ہوگئی تھیں۔ یقین محکم، دانائی وعقلمندی کے وفور اور عزم و ہمت کی مضبوطی کی وجہ سے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس بات کی اہل ہوگئی تھیں کہ آپ روئے زمین کی تمام عورتوں سے زیادہ بہتر ہونے کا درجہ حاصل کرگئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((خَيْرُ نِسَاءِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَاءِهَا خَدِيْجَةُ))

''(سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے زمانے میں) سیّدہ مریم بنت عمران علیہا التحیۃ والسلام سب سے افضل عورت تھیں اور (اس امت میں) سیّدہ خدیجہ سب سے افضل ہیں۔''

(صحیح البخاری/ حدیث نمبر ۳۸۱۵)

ام المومنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ۶۵ سال کی عمر میں دسویں سال نبوت کے ماہ رمضان المبارک میں ہجرت سے تین سال قبل اپنے رب سے جاملیں۔ (فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥) آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پچیس سال کا حق رفاقت ادا فرمایا۔ آپؓ کی وفات کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ پر مصائب پے در پے آنے لگے۔ بالخصوص اسی سال آپ کے چچا ابوطالب کی وفات کی وجہ سے تو مشرکین قریش مکہ کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کو تکلیفیں پہنچانے کی طمع پیدا ہوگئی اور وہ آپ کو دکھ تکلیف دینے لگے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے لیے اسلام کی وزیر صدق وصفا تھیں۔ ان کے سامنے آپ ﷺ اپنے دل کا بوجھ ہلکا فرمالیتے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا (ابوطالب) قریش کے مدمقابل آپ ﷺ کے پورے پورے مددگار تھے۔ چنانچہ ان دونوں کی ایک ہی سال میں وفات کی وجہ سے آپ ﷺ نہایت غمگین ہوئے اور اس سال کا نام ہی غم کا سال رکھ دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

جعفر وعلی ابناء ابی طالب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

((مَنْ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: فَاطِمَةُ)) [1]

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة للألباني ١٥٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: فاطمۃ الزہراء سے''

تو یہ تھیں فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ جو آپ کے جگر کا ٹکڑا تھیں۔ آپ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور آپ کی والدہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ سیّدہ فاطمہ کی ولادت زمانہ اسلام میں ہوئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق بعثت نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام سے پانچ سال قبل مکہ میں آپؓ کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ کے دیگر نام بھی تھے: المبارکہ، الزکیہ، الصدیقہ، الراضیہ، المرضیہ، الزہراء اور الطاہرہ رضی اللہ عنہا۔

سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بچپن سے ہی قوت نفسی عطا ہوئی تھی۔ آپ اپنے ابو جان نبی کریم ﷺ سے (مشرکین مکہ کی طرف سے کیے جانے والے) ظلم کی مدافعت کیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ کے اوپر سے تکلیف دہ چیزوں کو دور ہٹاتی تھیں۔ ایک دن کی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ الحرام کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور قریشی سردار اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے (جو انہوں نے بیت اللہ کے اردگرد بنا رکھی تھیں) اس دوران انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اوپر اونٹوں کی اوجھڑیاں پھینکنے کا منصوبہ بنایا۔ (اوجھڑیوں سے مراد وہ جھلیاں ہیں جن میں وقت پیدائش اونٹنیوں کے بچے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں) کہ جب آپ سجدہ میں جائیں تو وہ یہ فعل شنیع اور مذموم حرکت کر سکیں۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ سجدہ میں گئے ان بد بخت انسانوں نے ایسا ہی کیا اور پھر ظالم مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہونے لگے اور ایک دوسرے پر ہنستے ہنستے گر پڑے۔ ان میں سے ایک آدمی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا (آپ اس وقت بچپن میں تھیں) انہیں آ کر مشرکوں کی بدسلوکی کے بارے میں بتلا دیا۔ آپؓ بھاگتی ہوئی آئیں اور اس بھاری بھر وزنی جھلی کو نبی مکرم ﷺ کی پشت سے اتارا۔ پھر ان ظالموں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں برا بھلا کہا۔ قریشی سردار ہونے کے باوجود انہوں نے آپؓ کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔

سیّدنا علی بن ابو طالب نے ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کے بعد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ آپ سے سادا تنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ اسی طرح ایک تیسرا بچہ محسن بھی پیدا ہوا جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم الکبریٰ پیدا ہوئیں جن سے امیر المومنین جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے شادی کی تھی۔ دوسری بیٹی زینب الکبریٰ ہوئیں۔ (جن کا ذکر پیچھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حالات میں گزر چکا ہے) حضرت علی نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی کے لیے منگنی کا پیغام بھیجا اور جب اس بارے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے عرض گزار ہوئیں:

((إِنَّ قَوْمَكَ يَتَحَدَّثُوْنَ أَنَّكَ لاَ تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ ، وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحًا ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَتَشَهَّدَ فَقَالَ : ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَحَدَّثَنِي فَصَدَقَنِيْ ، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ مُضْغَةٌ مِّنِّيْ وَإِنَّمَا أَكْرَهُ أَنْ يَفْتِنُوْهَا ، وَإِنَّهَا وَاللّٰهِ لاَ تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَبَدًا))
وَفِيْ رِوَايَةٍ ثَانِيَةٍ : ((إِنِّيْ لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلاَلاً وَلاَ أُحِلُّ حَرَامًا ، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لاَ تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا)) [1]

''آپ کی قوم کے لوگ (مسلمان) باتیں کرتے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لیے غصہ نہیں ہوتے۔ ادھر یہ علی ہیں کہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں۔ (حضرت مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) پس نبی کریم ﷺ وعظ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: امابعد! میں نے اپنی بیٹی (زینب) کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے کیا۔ اس نے جو بات مجھ سے کہی' سچ کہی اور یاد رکھو! بلاشبہ فاطمہ بنت محمد (ﷺ) میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھے نہایت برا لگتا ہے کہ لوگ اس کو آزمائش میں ڈالیں۔ اللہ کی قسم! اللہ کے پیغمبر کی بیٹی اور اللہ کے دشمن (ابوجہل) کی بیٹی دونوں ایک آدمی کے حرم میں جمع نہیں ہوسکتیں''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: بلاشبہ میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں۔ مگر اللہ کی قسم! اللہ کے رسول (ﷺ) کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی دونوں ایک جگہ کبھی بھی اکٹھی نہ ہوں گی۔'' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگنی کا پیغام ترک کر دیا۔ (اور ابوجہل کی بیٹی سے نکاح نہ کیا) اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک دوسری عورت سے نکاح نہ کیا۔

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابوجان نبی کریم ﷺ کی چند ایک امور میں بہت مشابہ تھیں۔ آپ نبی معظم ﷺ کی چال ڈھال' گفتگو اور نشست و برخاست میں نہایت مشابہہ تھیں۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهَا))(وَكَانَ ﷺ يَحْتَرِمُهَا كَثِيْرًا وَيَقْدِرُهَا ، حَتَّى أَنَّهَا((كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهِ ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا)) [2]

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل فاطمة رضي الله تعالى عنها ح : ٦٣٠٩ ، ٦٣١٠

[2] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٤٣٤٧ وسنن ابي داؤد ، ح : ٥٢١٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو چال ڈھال اور بات چیت میں مشابہہ نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ حضرت فاطمہ کا بہت احترام واکرام کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ان کی طرف (استقبال کے لیے) اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر آپ اس کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی اٹھ کر آپ ﷺ کا استقبال کرتیں۔ آپ ﷺ کا ہاتھ تھام کر اسے بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس (آسمانوں سے) ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے آپ ﷺ کو خوشخبری دی کہ آپ کی صاحبزادی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ ، اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي بِأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) ❶

''یہ ایک ایسا فرشتہ ہے جو آج کی رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ وہ مجھے آ کر سلام کرے اور مجھے اس بات کی خوشخبری دے کہ: سیّدہ فاطمۃ الزہراء تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور (آپ کے دونوں لخت جگر) حسن و حسین تمام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔'' (رضی اللہ عنہم واکرمہم جمیعا)

((عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي)) ❷

''جناب مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہیں۔ تو جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا''

اور آپ ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يَقْبِضُنِي مَا يَقْبِضُهَا وَيَبْسُطُنِي مَا يَبْسُطُهَا ، وَإِنَّ الْأَنْسَابَ تَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غَيْرَ نَسَبِي وَسَبَبِي وَصِهْرِي)) ❸

---

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٧٥ والجامع ح : ٣٧٨١

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب فاطمة رضي الله عنها ح : ٣٧٦٧

❸ صحيح الجامع الصغير ، رقم : ٤١٨٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''فاطمہ میرے وجود کا حصہ ہیں جو اس سے دست کش ہو گیا وہ مجھ سے بھی دست کش ہو گیا جو اس کے ساتھ فراخی سے پیش آیا وہ مجھ سے فراخی کے ساتھ پیش آیا اور بلاشبہ قیامت والے دن تمام کے تمام نسب (رشتے ناطے) منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے حسب و نسب اور (جانبین میں) میرے سسرالیوں کے''

اور اس بنا پر کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ اپنے ابوجان محمد مصطفی ﷺ کو پیاری تھیں، نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہن جمیعا کے بارے میں آپ ﷺ کے ہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کروانا چاہی۔ ام المومنین صدیقہ و طاہرہ عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر امہات المومنین ازواج مطہرات نے سیّدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہن جمیعا) بنت رسول اللہ ﷺ کو بلوایا اور انہیں آپ ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کو جا کر کہیں: آپ کی بیبیاں آپ ﷺ سے عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے بارے میں انصاف کی طلب گار ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہ کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں۔ اور پھر آپ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جمیعا کے پاس واپس آ گئیں اور انہیں نبی کریم ﷺ کے جواب کے بارے میں مطلع کیا۔ وہ کہنے لگیں: تم دوبارہ اللہ کے رسول (ﷺ) کے پاس جاؤ۔ مگر آپ نے دوبارہ اپنے ابوجان کے پاس (ان کی سفارشی بن کر) آنے سے انکار کر دیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِابْنَتِهِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((أَيْ بُنَيَّةُ أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ)) فَقَالَتْ: بَلٰى ، قَالَ: ((فَأَحِبِّي هٰذِهِ)) [1]

''نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میری پیاری بیٹی! کیا تمہیں اس سے پیار نہ ہو گا جس کو میں محبوب جانوں؟ تو آپ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: کیوں نہیں۔ فرمایا: تو پھر عائشہ سے محبت کرو''

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہا کے گھر میں اپنے ہاتھ سے (سارے گھر کے) کام کاج کرتی تھیں۔ آپ کے پاس خدمت گزار کوئی نہ تھا۔ آپؓ اپنے گھر کی صفائی کرتیں اور جھاڑو دیتیں حتیٰ کہ آپ کے کپڑے گرد آلود ہو جاتے۔ مشکیں بھر بھر کر پانی لاتیں کہ جس سے آپ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گیا تھا۔ آٹا پیسنے کے لیے اپنے ہاتھ سے چکی چلاتیں کہ جس سے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں پر بھی نشانات پڑ گئے تھے۔ حتیٰ کہ

[1] أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها ح : ٦٢٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوشت اور چمڑے کے درمیان اس سے چھالے پڑ گئے تھے اور پھر جب (کسی غزوہ کے نتیجے میں) نبی کریم ﷺ کے پاس (مدمقابل قوم کے) مرد اور عورتیں قیدی بنا کر لائے گئے تو آپ نبی کریم ﷺ کے پاس چل کر تشریف لائیں تاکہ آپ سے ایک خادم مانگ لیں۔ مگر آپ ﷺ کو گھر میں نہ پایا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں موجود پایا اور پھر ان سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے آنے (اور ان کے مدعا) کی آپ کو اطلاع دی۔

جناب علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور اس وقت تک ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ میں نے اٹھنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَـلَى مَكَانِكُمَا)) فَقَعَدَ بَيْنَنَا ، حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِيْ ، وَقَالَ :
((أَ لَا أُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِّمَّا سَأَلْتُمَانِيْ ؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَانِ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ ، وَتُسَبِّحَانِ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ ، وَتَحْمَدَانِ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ ، فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ)) ❶

''یوں ہی لیٹے رہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ ہم دونوں (علی و فاطمہ) کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں نے (خادم یا خادمہ کی صورت میں) جو مجھ سے طلب کیا ہے، کیا میں تمہیں اس سے بہتر کوئی علم و عمل کی بات نہ سکھا دوں؟ جب تم دونوں سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ عمل تمہارے لیے کسی خادم سے (بہت زیادہ) بہتر ہے۔''

تو نبی کریم ﷺ نے دنیا کو آخرت پر قربان کر دینے کے لیے اپنی پیاری بیٹی کے لیے بھی وہی کچھ پسند فرمایا جو اپنے لیے پسند رکھتے تھے۔ آخرت کے اجر عظیم اور وہاں کی انمول نعمتوں کی خاطر فقر و مسکینی اور صبر و استقامت کو اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی کہ جنہیں السیّدہ الطاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وارضاھا نے بخوش قبول کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ کی مرض الموت میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس تشریف لائیں۔ آپ نے اپنی لخت جگر سے خصوصی اسرار کی باتیں کیں۔ ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (اس

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه ح : ٣٧٠٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کی تمام بیبیاں جمع ہوئیں، کوئی بھی پیچھے نہ رہی۔ پھر سیّدہ فاطمہ آئیں۔ ان کی چال بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مرحبا! میری پیاری بیٹی!'' اور انہیں اپنی داہنی جانب یا راوی کو شک ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں فرمایا) بائیں طرف بٹھایا۔ پھر ان کے کان میں ایک بات فرمائی اور وہ رونے لگیں۔ پھر ایک اور بات ارشاد فرمائی تو سیّدہ فاطمہ ہنسنے لگیں۔ میں نے ان سے پوچھا: تم کیوں روئی تھیں؟ تو وہ فرمانے لگیں: میں (اپنے ابوجان) نبی کریم ﷺ کا راز نہیں کھولوں گی۔ میں نے کہا: میں نے آج کی طرح کبھی کسی خوشی کو نہیں دیکھا جو رنج سے اس قدر (متصل) قریب ہو۔ جب وہ روئی تھیں تو میں نے ان سے کہا تھا: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ہمارے بغیر کس بات میں خاص کیا کہ تم رونے لگیں؟ اور پھر میں نے ان سے اس راز والی بات کے بارے میں پوچھا جو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی تو وہ (دوبارہ یہی) کہنے لگیں کہ میں آپ ﷺ کے بھید کو افشاء نہیں کروں گی۔ حتیٰ کہ جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے پھر پوچھا: چنانچہ وہ فرمانے لگیں:

((إِنَّهُ كَانَ حَدَّثَنِيْ ((أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَارَضَهُ بِهِ فِي الْعَامِ مَرَّتَيْنِ ، وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ حَضَرَ أَجَلِي وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِي لُحُوْقًا بِي ، وَنِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ)) فَبَكَيْتُ لِذٰلِكَ ، ثُمَّ إِنَّهُ سَارَّنِي فَقَالَ : ((أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟)) فَضَحِكْتُ لِذٰلِكَ)) [1]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام آپ سے (رمضان المبارک میں) قرآن کا ایک بار دور کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار دور کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری موت قریب آن پہنچی ہے اور میرے اہل میں سے تو سب سے پہلے مجھے آ ملے گی۔ (یعنی تمہاری وفات بھی میرے بعد جلد ہو جائے گی) اور میں تیرے لیے اچھا پیش رو ہوں' یہ سن کر میں رو دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ! کیا تم اس بات سے خوش نہ ہو جاؤ گی کہ تم تمام اہل ایمان عورتوں کی سردار بن جاؤ یا (راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں روایت کیا) اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟ یہ سن کر میں ہنس دی''

السیّدہ الطاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی وفات سے چھ ماہ بعد ۱۱ ہجری میں بعمر چوبیس (۲۴) سال اپنے خالق و مالک اللہ رب العالمین سے جا ملیں (آپ کی عمر اور ماہ وفات میں قدرے اختلاف ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے) نبی کریم ﷺ کی دوسری بیٹیوں سے جدا سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ابوجان کی وفات کا

[1] أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل فاطمة رضي الله عنها ح : ٦٣١٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدمہ اٹھایا تھا۔ وہ بیچاریاں تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے اندر ہی (سب کی سب) فوت ہو کر آپ ﷺ کے صحیفہ دل پر نقش ہوگئی تھیں۔ جبکہ سیّدۃ نساء اہل الجنہ الطاہرۃ المبارکہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیات مستعارہ میں آپ کے پیارے ابو جان کائنات انسانی وجنی کے سردار سیّد الاولین والآخرین، خاتم الرسل والنّبیین محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو کر آپ رضی اللہ عنہا کے صحیفہ دل پر ان مٹ نقوش چھوڑ گئے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو ان سب اہل و آل النبی (ﷺ) کی محبت سے بھر دے جن سے تو نے بھی محبت کی اور تیرے پیارے نبی نے بھی۔ (اللّٰھم آمین)

نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب زوجہ السیّدہ الصدیقہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

((عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ، فَـأَتَيْتُهُ ، فَقُلْتُ : أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : ((عَائِشَةُ)) فَقُلْتُ : مِنَ الرِّجَالِ؟ فَـقَالَ : ((أَبُـوْهَا)) قُـلْـتُ : ثُـمَّ مَنْ؟ قَالَ : ((ثُـمَّ عُـمَـرُ بْنُ الْخَطَّابِ)) فَعَدَّ رِجَالًا۔)) [1]

''سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں جنگ ذات السلاسل کے لیے ایک لشکر دے کر بھیجا۔ (جناب عمرو رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ) پھر میں (اس جنگ کی کامیاب واپسی میں) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: عائشہ سے۔ میں نے پوچھا: اور مردوں میں سے؟ فرمایا: اس کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر بن خطاب سے۔ (رضی اللہ عنہ) اس طرح آپ ﷺ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔''

جانتے ہو یہ عائشہ کون ہیں؟ یہ ہیں: ام المومنین والمومنات زوجۃ خاتم الانبیاء والمرسلین، حبیبۃ رسول رب العالمین بنت خلیفۃ رسول اللہ (ﷺ) بلافصل ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ (جو کائنات انسانی وجنی کے تمام انبیاء ورسل کے بعد سب کے سب امتیوں میں سے افضل اور اشرف ہیں) انہی عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

((أُرِيْتُكِ فِـي الْـمَـنَـامِ مَرَّتَيْنِ ، إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةِ حَرِيْرٍ فَيَقُوْلُ : هٰذِهٖ امْرَأَتُكَ ، فَأَكْشِفُهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ۔ فَأَقُوْلُ : إِنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ)) [2]

''عائشہ! تم مجھے خواب میں دو دفعہ دکھائی گئی تھیں۔ ایک شخص (بصورت انسان جناب جبریل علیہ السلام)

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذًا خليلاً " ح : ٣٦٦٢

[2] أخرجه البخاري في كتاب النكاح ، باب نكاح الأبكار ح : ٥٠٧٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری صورت (تصویر) حریر (ریشم) کے ایک پارچہ میں اٹھائے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا یہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔ میں نے جو اس کپڑے کو کھولا تو اس میں تم تھیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور پورا کر کے رہے گا۔"

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش زمانہ اسلام میں ہجرت سے آٹھ، نو سال قبل ہوئی تھی اور

((تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا)) [1]

"نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تو آپؓ کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی اور جب ان کے ساتھ خلوت کی تو ان کی عمر نو سال تھی اور وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ (بطور رفیقہ حیات) نو سال تک رہیں۔ (اس کے بعد رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے)"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور کنواری بی بی سے نبی کریم ﷺ نے نکاح نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ آپؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے محبت مسلمانوں کے درمیان بہت مشہور تھی (اور اس بات کو نہایت احترام کی نظر سے وہ دیکھتے تھے)۔ یہاں تک کہ جب نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی چیز ہدیہ اور تحفہ کے طور پر بھیجنا چاہتے تو وہ آپ ﷺ کی ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس باری کا انتظار کرتے اور اس وقت آپ کو ہدایا روانہ کرتے جب آپ ان کے حجرہ مبارکہ میں ہوتے۔ اس صورت حال سے دیگر ازواج مطہرات شکایت کرنے لگیں اور اس معاملے میں تبدیلی کے لیے انہوں نے جدوجہد شروع کردی۔ چنانچہ اس ضمن میں جو معاملہ پیش آیا اس کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی دو ٹکڑیاں تھیں۔ ایک میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ جبکہ دوسری میں ام سلمہ، زینب، جویریہ، میمونہ بنت حارث اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہن جمیعا تھیں۔ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا علم تھا۔ اس لیے جب کسی کے پاس کوئی تحفہ ہوتا اور وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تو انتظار کرتا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر باری ہوتی، تحفہ دینے والے صاحب اپنا تحفہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ اس پر ام سلمہ کی جماعت والی ازواج مطہرات نے آپس میں مشورہ کیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن جمیعا سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس ضمن

[1] أخرجه البخاري في كتاب النكاح ، باب من بنى بامرأة وهي بنت تسع سنين ج : ٥١٥٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بات کریں۔ تاکہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ جسے آپ ﷺ کے یہاں تحفہ بھیجنا ہو وہ جہاں بھی آپ ﷺ ہوں وہیں بھیج دیا کرے۔ چنانچہ ان ازواج مطہرات کے مشورہ کے مطابق انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا مگر آپ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ان خواتین محترمات نے پوچھا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتا دیا کہ مجھے آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ازواج مطہرات نے کہا: ایک مرتبہ پھر کہو! انہوں نے بیان کیا کہ پھر جب آپ کی باری آئی تو دوبارہ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔ مگر اس مرتبہ بھی آپ نے جواب نہیں دیا۔ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے پوچھا تو انہوں نے پھر وہی بتایا کہ آپ ﷺ نے مجھے اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ امہات المؤمنین نے اس مرتبہ ان سے کہا کہ تم نبی کریم ﷺ کو اس مسئلہ پر بلواؤ تو سہی (یعنی آپ ﷺ کچھ تو فرمائیں)۔ جب ان کی باری آئی تو انہوں نے پھر کہا۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ فرمایا:

((لَا تُـؤْذِيْنِي فِيْ عَائِشَةَ ، فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِيْ وَأَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ)) قَالَت: فَقُلْتُ: أتوبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَقُوْلُ: إِنَّ نِسَاءَ كَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ: ((يَا بُنَيَّةُ ، أَلَا تُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ؟)) قَالَتْ: بَلٰى۔ فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ ، فَقُلْنَ: اِرْجِعِيْ إِلَيْهِ ، فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ۔))[1]

''عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا اپنی بیویوں میں سے کسی کے کپڑے (اوپر اوڑھ کر لینے والے کپڑے) میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔'' (یہ صرف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ ومقام ہے) عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد پر انہوں نے عرض کیا: ''آپ کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے میں اللہ کے حضور توبہ کرتی ہوں۔''

ازواج مطہرات نے پھر رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے ذریعہ آپ ﷺ کی خدمت میں یہ کہلوایا کہ آپ کی ازواج ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں اللہ کے لیے آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ ﷺ سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی! کیا تم وہ پسند نہیں کرتیں جو میں پسند کرتا ہوں؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: کیوں نہیں؟ اور اس کے بعد وہ واپس آ گئیں اور

[1] أخرجه البخاري في كتاب الهبة ، باب من أهدي إلى صاحبه ، وتحرّى بعض نسائه دون بعض ح : ٢٥٨١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازواجِ مطہرات کو اس بات کی خبر دی۔ انہوں نے ان سے پھر دوبارہ خدمت نبوی میں جانے کے لیے کہا، لیکن سیّدہ فاطمہ نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔ (رضی اللہ عنہن جمیعًا)

چنانچہ انہوں نے اس کام کے لیے زینب بنت جحش کو بھیجا۔ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور سخت گفتگو کی اور کہا کہ آپ کی ازواج ابو قحافہ کی پوتی کے بارے میں آپ سے اللہ کے لیے انصاف مانگتی ہیں۔ یہ کہتے ہوئے ان کی آواز اونچی ہوگئی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہن جمیعًا وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت الفاظ سے مخاطب کیا۔ رسول اللہ ﷺ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کچھ بولتی ہیں یا نہیں۔ چنانچہ (راوی حدیث عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بول پڑیں اور زینب کی باتوں کا جواب دینے لگیں بالآخر انہیں خاموش کروا دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ ابوبکر کی بیٹی ہے رضی اللہ عنہما (یعنی ایک معزز سردار کی بیٹی۔ زینب! تم بھی اگر معزز خاندان کی ہو مگر یہ بھی تو تم سے کم نہیں ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ مسکرا رہے تھے۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واھلہ وازواجہ اجمعین)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِابْنَتِهِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((أَيْ بُنَيَّةُ ، أَلَسْتِ تُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ)) فَقَالَتْ: بَلٰى ، قَالَ: ((فَأَحِبِّيْ هٰذِهِ)) [1]

"نبی کریم ﷺ نے اپنی لختِ جگر سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: میری پیاری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہ کرو گی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں تو انہوں نے عرض کیا تھا: کیوں نہیں ابو جان! تب آپ ﷺ نے (سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا تھا: فَأَحِبِّیْ هٰذِهِ...... تو پھر تم اس سے محبت کرو۔"

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ سے اس بات کا مطالبہ کیا تھا کہ آپ ہر چیز میں ان کے درمیان محبت کے اعتبار سے برابر کا سلوک کریں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ ان کے درمیان نان ونفقہ اور رات گزارنے کے لحاظ سے بالکل برابر کا سلوک فرما رہے تھے اور یہی شرعی تقسیم کا تقاضا ہوتا ہے۔ جہاں تک دل کے میلان سے کسی سے محبت کا تعلق ہے تو یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے اختیار وملکیت میں ہوتا ہے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج

[1] أخرجه مسلم في كتاب الفضائل ، باب فضائل أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها ح : ٦٢٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطہرات سے زیادہ آپ کے دل میں محبت کا مقام رکھتی تھیں اور آپ فرمایا کرتے تھے:

((فَضْلُ عَائِشَةُ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ)) ❶

''(السیّدہ الصدیقہ الطاہرہ) عائشہ بنت ابوبکر (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دیگر تمام کھانوں پر۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عین وقت پر اس جیسی محبت کا تبادلہ رسول اللہ ﷺ سے کرلیا کرتی تھیں۔ اس لیے نبی مکرم ﷺ کی اکثر ازواج مطہرات آپ رضی اللہ عنہن پر رشک و غیرت کا مظاہرہ کرلیا کرتی تھیں۔ سیّدہ عائشہ کی رشک و غیرت کے چند ایک واقعات احادیث میں مذکور ہیں۔ ایک حدیث میں آپ خود بیان کرتی ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا ، قَالَتْ : فَغِرْتُ عَلَيْهِ ، فَجَاءَ فَرَأَىٰ مَـا أَصْنَعُ ، فَقَالَ : ((مَـالَكِ يَا عَائِشَةُ أَغِرْتِ؟)) فَـقُـلْـتُ : وَمَا لِيْ لَا يُغَارُ مِثْلِي عَلَى مِثْلِكَ ؟)) ❷

''ایک رات نبی کریم ﷺ کسی کام کے لیے گھر سے نکلے۔ فرماتی ہیں: مجھے اس پر غیرت آ گئی (آپ سمجھیں کہ اللہ کے نبی ﷺ شاید اپنی کسی دوسری بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں؟) آپ ﷺ تشریف لائے اور میری کیفیت کو دیکھا تو پوچھا: عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں غیرت نے آلیا ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا میری سی عورت (جو اپنے معزز شوہر کے ہاں نہایت محبوب ہو) آپ جیسے (عظیم الخلق) شخص پر غیرت نہ کرے کیا مجھے اس کا حق نہیں؟''

اور ایک مقام پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یوں فرماتی ہیں:

((قَـالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنِّـيْ لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً ، وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى)) قَالَتْ : فَقُلْتُ : مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ : ((أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَإِنَّكَ تَقُوْلِيْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ ، وَإِذَا كُنْتِ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيْمَ)) قَالَتْ ؛ قُلْتُ : أَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، مَا أَهْجُرُ إِلَّا إِسْمَكَ)) ❸

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: عائشہ! بالتحقیق میں اس بات کو جانتا ہوں جب تم مجھ

---

❶ صحيح البخاري حديث : ٣٧٧٠

❷ أخرجه مسلم في كتاب صفات المنافقين وصفة القيامة والجنة والنار ، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس ......ح : ٧١١٠

❸ أخرجه البخاري في كتاب النكاح ، باب غيرة النساء ووجدهن ح : ٥٢٢٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خوش ہوتی ہو (تو اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوتی ہے) اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو (تمہاری اس حالت کو بھی میں جان لیتا ہوں) آپ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ (میری ان حالتوں کو) کیسے پہچان لیتے ہیں؟ فرمایا: ''جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو (کسی بات کا جواب دیتے ہوئے) کہتی ہو: نہیں، محمد (ﷺ) کے رب کی قسم! اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو: نہیں، ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی قسم! آپ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ہاں! اے اللہ کے رسول ﷺ! (بات واقعی ایسی ہے) ناراضگی کے وقت میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں''

اس حدیث کی تشریح میں امام طیبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ناراضگی کے وقت نبی کریم ﷺ کا صرف نام ترک کر دینا بہت لطیف قسم کا حصہ تھا۔ اس لیے کہ آپؓ بتلاتی ہیں: جب آپ غصے کی حالت میں ہوتیں اور غصہ صاحب عقل کے اختیار کو سلب کر لیتا ہے تو اس وقت بھی دل میں جاگزیں محبت میں آپ تبدیلی نہ لاتی تھیں (آخر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو نبی کریم ﷺ کے جدامجد تھے ناں؟)

ابن المنیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: آپ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ آپ لفظی نام (غصہ کی حالت میں) ترک کرتی تھیں نہ کہ آپ کا دل نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کی مودت ومحبت سے مضبوط ومربوط تعلق کو چھوڑ دیتا۔ [تفصیل کے لیے فتح الباری ۹/ ۲۲۶ دیکھ لیں]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سیّدنا جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے آپؓ کو سلام بھیجا۔ چنانچہ آپ بیان کرتی ہیں: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! یہ جبریل علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ تو میں نے کہا: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیّدہ صدیقہ و طاہرہ ام المومنین عائشہ بنت خلیفۃ رسول اللہ (ﷺ) رضی اللہ عنہا کی براءت اس تہمت والزام سے جو منافقوں نے آپؓ پر لگائی تھی اپنی اس کتاب میں نازل فرما دی جس کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔ واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے پورا یقین تھا کہ میں (اس تہمت سے) بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری براءت ضرور نازل کرے گا۔ مگر اللہ کی قسم! مجھے اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تا قیامت تلاوت کی جائے گی۔ میں اپنی حیثیت اس سے کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں قرآن کی آیات نازل فرمائے۔ البتہ مجھے اس بات کی توقع ضرور تھی کہ نبی مکرم ﷺ میرے بارے میں کوئی خواب ضرور دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے میری براءت کر دیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ؓ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ ابھی اپنی اسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور گھر والوں میں سے کوئی باہر بھی نہ گیا تھا کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔

((فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ ؛ فَكَانَتْ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا : ((يَا عَائِشَةُ ، أَمَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ)) فَقَدْ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ آيَاتٍ فِيْ بَرَاءَةِ عَائِشَةَ ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ ...... جَاءُوْا بِالْإِفْكِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ [سورة النور:١١])) [1]

''پھر جب رسول اللہ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہوگئی تو آپ تبسم فرمانے لگے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا: عائشہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں بری قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین صدیقہ و طاہرہ سیّدہ عائشہ ؓ کی براءت میں اپنے معزز نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف دس آیات نازل فرمائیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ط بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ (النور:١١تا٢٠) ''بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے (طاہرہ و صدیقہ بنت الصدیق عائشہ ؓ پر) تہمت دھری (بہتان باندھا) ہے، تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اس طوفان کو اپنے حق میں (اے مسلمانو!) برا مت سمجھنا، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہوا۔ اس گروہ میں سے

[1] أخرجه البخاري في كتاب التفسير ، باب وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ إلى ......الْكٰذِبُوْنَ○ ح : ٤٧٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شخص نے جتنا گناہ سمیٹا اتنی وہ سزا ضرور پائے گا اور جس نے ان میں سے اس طوفان کا بیڑا اٹھایا (یعنی بڑا حصہ لیا) اسے سخت سزا ہوگی۔ (اس سے مراد عبداللہ بن ابی ابن سلول قبحہ اللہ ولعنہ ہے مسلمانو! تم لوگوں کو کیا ہوگیا تھا؟) جب تم نے وہ بیہودہ بات سنی تھی تو ایمان والے مردوں اور اہل ایمان عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا؟ اور یوں کہنا تھا' (اللہ کی قسم!) یہ تو کھلا، صریح طوفان (بہتان) ہے۔ (اگر یہ بہتان باندھنے والے سچے تھے تو) کیوں اس پر چار گواہ نہ لائے؟ (جیسے شریعت کا حکم ہے) پھر جب وہ گواہ نہ لا سکے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ خود جھوٹے ٹھہرے۔ اگر تم لوگوں پر (اے مسلمانو!) دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو اس بات کا کھوج کرنے میں (یعنی جس شغل میں تم منہمک ہوگئے تھے) کوئی بڑا عذاب تم پر نازل ہو جاتا (جو تم سے چمٹ کر رہ جاتا۔ جیسے رافضیوں پر یہ عذاب دنیا میں بھی چمٹا ہوا ہے) جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور بے سمجھے بوجھے اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمھیں کچھ علم نہ تھا اور تم سمجھے یہ کوئی بڑی بات نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ بڑی (ہی بری) بات تھی اور تم نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ جب یہ جھوٹی خبر سنی تھی تو تم نے کہہ دینا تھا: ہم ایسی بری بات منہ سے نہیں نکال سکتے۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ (دیکھو!) اگر تم صاحب ایمان ہو تو اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ (یہ تمہارے اوپر قیامت تک حرام ہے) اور اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحش باتیں (لچرپنے اور بدکاری و بے حیائی کی) پھیلیں۔ انہیں دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں انتہائی دردناک عذاب ہوگا اور (چھپی ہوئی غیب کی باتیں) اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا (تو کیا کچھ نہ ہوتا۔ مگر وہ کریم ہے) اور بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے"

نبی کریم ﷺ نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کی حفاظت اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات تک کی تھی۔ کیوں نہ کرتے؟ اس لیے کہ سیّدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ ﷺ کو خبر دے دی تھی: هٰــذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ...... یہ آپ کی دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں زوجہ محترمہ ہیں۔ (صحیح سنن الترمذی حدیث: ۳۰۴۱)

اپنی وفات سے قبل جب نبی کریم ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپؐ نے اس بات کی طمع فرمائی کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ یہ دن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاریں۔ چنانچہ آپ ؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کی تیمارداری کی جائے۔ پس انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ صدیقہ و طاہرہ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ ، يَقُوْلُ : ((أَيْنَ أَنَا غَدًا ، أَيْنَ أَنَا غَدًا؟)) يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ ، فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ ، فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا. قَالَتْ عَائِشَةُ : فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيْهِ فِي بَيْتِي ، فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ ، وَخَالَطَ رِيْقُهُ رِيْقِيْ)) [أخرجه البخاري في كتاب المغازي ، ح : ٤٤٥٠] ((وَدُفِنَ فِي بَيْتِيْ)) ❶

"رسول اللہ ﷺ اپنی مرض الموت میں پوچھتے رہتے تھے: کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ کل میرا قیام کس کے گھر ہوگا؟ آپ ؐ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے منتظر تھے۔ پھر ازواج مطہرات نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہن جمیعا کے گھر قیام کی اجازت دے دی اور آپ کی وفات انہی کے گھر میں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں: آپ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن قاعدہ کے مطابق میرے ہاں آپ کے قیام کی باری تھی۔ رحلت کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے پر تھا اور میرا لعاب آپ ؐ کے لعاب کے ساتھ (آپ کو ایک مسواک اپنے دانتوں سے نرم کرکے دینے کی وجہ سے) ملا تھا اور آپ ؐ میرے گھر میں ہی دفن بھی ہوئے۔"

نبی کریم ﷺ جب فوت ہوئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی اور نبی مکرم ﷺ کے لیے آپ رضی اللہ عنہا نے کوئی اولاد نہ جنی تھی۔ آپ ؓ نے نبی معظم و معلم ﷺ سے بہت زیادہ علم یاد کیا تھا۔ آپ ؓ کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تقریباً پچاس سال زندہ رہیں اور لوگوں کی بہت بڑی اکثریت نے آپ ؓ سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے آپ ؓ سے شرعی احکام، آداب اور علوم میں سے بہت کچھ آگے امت کو منتقل کیا۔ (آپ رضی اللہ عنہا کے شاگرد امت اسلامیہ کے کبار علماء بنے اور انہوں نے علم کی بہت خدمت کی) کہا جاتا ہے کہ تمام شرعی احکام کا چوتھا حصہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا گیا ہے۔

((فَعَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ : ((مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثٌ

❶ أخرجه البخاري في كتاب الجنائز ، باب ماجاء في قبر النبي ﷺ وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما : ١٣٨٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَطُّ ، فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ ، إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا)) وَعَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ : ((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ)) ❶

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ پر کبھی کسی حدیث سے متعلق اشکال پیدا نہیں ہوا کہ ہم نے اس کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو مگر یہ ہے کہ ہمیں اس حدیث کا علم آپؓ سے ضرور مل گیا۔'' اسی طرح جناب موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح اللسان نہیں پایا۔''

صدیقہ و طاہرہ سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۸ ھجری کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی تھی۔ بعض کتب میں اس کے بعد بھی ذکر کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی محبت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اللہ کی قسم! اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' (دیکھیے: صحیح سنن ابی داود/ حدیث: ۱۳۴۷) یہ تھے معاذ بن جبل الخزرجی الانصاری جلیل القدر، کبیر الشان صحابی رسول (ﷺ) جو بدر سمیت تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ان میں شریک ہوئے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آپ انصار کے ان چار صحابہ کرام میں شامل تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں قرآن جمع کیا تھا۔

((فَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : ((جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ : أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَأَبُو زَيْدٍ)) ❷

''چنانچہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چار صحابہ نے قرآن جمع کیا تھا اور وہ سب کے سب انصار تھے۔ ابی بن کعب' معاذ بن جبل' زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم اجمعین''

((وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ : مِنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٣٠٤٤-٣٠٤٥ والجامع الترمذي / كتاب المناقب / ح : ٣٨٨٣۔
❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٨٣ والجامع الترمذي / كتاب المناقب / ح : ٣٧٩٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ ، وَأُبَيٍّ ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ)) ❶

''اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: قرآن مجید چار اصحاب سے پڑھو (پڑھنا سیکھو) عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔''

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً ونصاً فرمایا ہے: سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ امت محمدیہ (علی صاحبها التحیة والسلام) میں سب سے زیادہ حلال اور حرام کو جاننے والے تھے۔ فرمایا:

((وَأَعْلَمُ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ)) ❷

''اور حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں'' (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِهِ ذَاتَ يَوْمٍ وَقَالَ : ((أُوصِيكَ يَا مَعَاذُ : لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ : اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) [صحيح سنن أبي داود ، رقم : ١٣٤٧ والسنن برقم : ١٥٢٢] وَقَالَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ : ((نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ)) ❸

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا: اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ...... اے اللہ! اپنے ذکر وشکر اور تیرے لیے میری حسن عبادت پر میری مدد فرما اور نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: معاذ بن جبل نہایت اچھا آدمی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن پر امیر مقرر کر کے بھیجا تو ان سے (نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا:

((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ۔ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ۔ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ ، فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ۔ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ

❶ أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب مناقب معاذ بن جبل رضي الله عنه ح : ٣٨٠٦

❷ دیکھیے: صحیح سنن الترمذی حدیث ٢٩٨١

❸ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٩٨٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ)) [1]

''معاذ! تم ایک ایسی قوم کی طرف بھیجے جا رہے ہو جو اہل کتاب یہودی، نصرانی وغیرہ میں سے ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ گواہی دیں: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اگر اس میں وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے روزانہ ان پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب یہ بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ کو بھی فرض کیا ہے۔ جو ان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہی کے غریبوں پر تقسیم کر دی جائے گی۔ جب یہ بھی مان لیں تو (پھر زکوٰۃ وصول کرتے وقت) ان کا سب سے عمدہ مال لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی آہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی''

اسی طرح خلیفۃ رسول اللہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن پر قائم رکھا۔ آپ وہاں لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ (گویا آپؓ یمن میں وزیر تعلیم تھے) اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے واپس مدینہ منورہ آ گئے۔ پھر آپ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ملک شام کی طرف نکل گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ جب (ملک شام کے امیر) ابوعبیدہ بن الجراح طاعون عمواس میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا۔ مگر حضرت معاذ کو بھی اس بیماری نے آ لیا! اور آپ اسی سال (۱۸ ھجری) میں فوت ہو گئے۔ (فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے ساتھی جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاذ کو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے مشابہہ سمجھا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ معاذ بن جبل اللہ رب العالمین کے مطیع و فرمانبردار اور اس کے لیے یکسو تھے۔ وہ مشرکوں میں سے بالکل نہ تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۸ ھجری میں غور بیسان کے مشرق میں ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نبی کریم ﷺ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی محبت فرماتے تھے

((عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ مِنْ أَصْحَابِيْ أَرْبَعَةً، أَخْبَرَنِيْ أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ وَأَمَرَنِيْ أَنْ أُحِبَّهُمْ)) قَالُوْا: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((إِنَّ عَلِيًّا مِنْهُمْ وَأَبُوْذَرِّ الْغِفَارِيُّ، وَسَلْمَانُ

[1] أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب بعث أبي موسى ومعاذ إلي اليمن قبل حجة الوداع۔ ح: ٤٣٤٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْفَارِسِيُّ ، وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ)) ❶

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرے صحابہ میں سے چار کے ساتھ محبت فرماتے ہیں اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں بھی ان سے محبت کروں۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: اور وہ کون ہیں اے اللہ کے رسول! (ﷺ) فرمایا: علی بھی ان میں سے ہیں اور (باقی تین) ابوذر الغفاری، سلمان فارسی اور مقداد بن اسود الکندی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین''

ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ کا نام۔ جندب بن جنادہ تھا اور آپ کا تعلق قبیلہ بنو غفار سے تھا۔ جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی بعثت کا علم ہوا تو آپؓ نے اپنے بھائی انیس کو مکہ بھیجا تاکہ نبی معظم ﷺ سے وہ کلام الٰہی سن کر آئیں۔ پھر آپ خود بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس (یثرب سے مکہ) آئے اور آپ ﷺ سے اللہ کا کلام اور احادیث مبارکہ سن کر مسلمان ہوگئے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا:

((اِرْجِعْ إِلَى قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِيْ)) قَالَ : وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ۔ فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ ، فَنَادٰى بِأَعْلَى صَوْتِهٖ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتَّى أَوْجَعُوْهُ۔ وَأَتَى الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ قَالَ: وَيْلَكُمْ ، أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مِنْ غِفَارٍ ، وَأَنَّ طَرِيْقَ تِجَارِكُمْ إِلَى الشَّامِ؟ فَأَنْقَذَهُ مِنْهُمْ۔ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا ، فَضَرَبُوْهُ وَثَارُوْا إِلَيْهِ ، فَأَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَيْهِ)) ❷

''اب آپ اپنے قبیلے بنو غفار کے پاس چلے جاؤ اور انہیں میرا حال بتاؤ تا آنکہ جب ہمارے غلبہ کا علم تمہیں ہو جائے تو پھر ہمارے پاس آ جانا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں ان قریشیوں کے مجمع میں پکار کر کلمۂ توحید کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ہاں سے واپس وہ مسجد حرام میں آئے اور بآواز بلند کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشک و شبہ محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ) یہ سنتے ہی سارا مجمع ٹوٹ پڑا اور اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ اتنے میں حضرت عباس

❶ مسند أحمد ، رقم : ٢٢٨٦٤ وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن ولكن ضعفه الالباني رحمه الله فانظر ضعيف ابن ماجه / ح: ١٤٩ والترمزي : ٣٧١٨

❷ أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب إسلام أبي ذر الغفاري رضي الله عنه ح : ٣٨٦١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گئے اور جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کے اوپر اپنے آپ کو ڈال کر قریش سے کہا: تف ہے تم پر' کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں؟ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور شام کی طرف جانے والے تمہارے تاجروں کا راستہ ادھر ہی سے گزرتا ہے۔ اس طرح سے ان کو قریش سے بچایا۔" ابوذر رضی اللہ عنہ دوسرے دن پھر مسجد الحرام میں آئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ قوم بری طرح ان پر ٹوٹ پڑی اور مارنے لگی۔ اس دن بھی حضرت عباس ان پر اوندھے پڑ گئے۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو تحیۃ الاسلام کا تحفہ پیش کیا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ تشریف لائے۔ حجر اسود کا استلام کر کے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَكُنْتُ أَنَا أَوَّلُ مَنْ حَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ ، : فَقُلْتُ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَالَ : ((وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ)) ❶

"میں پہلا شخص تھا جس نے آپ ﷺ کو تحیۃ الاسلام کا تحفہ پیش کیا۔ بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ..... اے اللہ کے رسول! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ...... تم پر بھی اے ابوذر! اللہ کی طرف سے سلامتی اور اس کی رحمت ہو"

چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ واپس (یثرب) اپنی قوم بنوغفار کے پاس آ گئے اور انہیں اللہ، رسول کا پیغام پہنچایا جس سے ان کا بھائی (انیس)، ان کی ماں اور بنوغفار کے آدھے لوگ مسلمان ہو گئے۔ باقی آدھے لوگ کہنے لگے:

((إِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ أَسْلَمْنَا۔ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ ، فَأَسْلَمَ نِصْفُهُمُ الْبَاقِي ، وَجَاءَتْ أَسْلَمُ ، فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِخْوَتُنَا ، نُسْلِمُ عَلَى الَّذِي أَسْلَمُوْا عَلَيْهِ ، فَأَسْلَمُوْا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا ، وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ)) ❷

"جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں گے ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ نبی

❶ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل أبي ذر رضي الله عنه ح : ٦٣٥٩

❷ أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة ، باب فضائل أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه ح : ٦٣٥٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم ﷺ جب ہجرت کر کے یہاں مدینہ منورہ تشریف لے آئے ان کے باقی آدھے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بعد بنو اسلم آگئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) جس طرح ہمارے بھائی بنو غفار اسلام لائے ہیں اسی طرح ہم بھی اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے دونوں قبائل کو دعا دی۔ بنو غفار کی اللہ مغفرت کرے اور بنو اسلم کو اللہ سلامت رکھے"

(بنو غفار مدینہ منورہ سے کچھ دور رہتے تھے) جناب ابوذر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے اور پھر حضر وسفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لازم ہو کر رہ گئے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں اور بہت ساری احادیث میں آپؓ کی فضیلت بھی ذکر ہوئی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے:

((مَـا أَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلاَ أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ مِنْ ذِيْ لَهْجَةٍ أَصْدَقَ وَلاَ أَوْفٰى مِنْ أَبِي ذَرٍّ شِبْهُ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ)) ❶

"عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی مانند ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ زہد وتقویٰ میں ان کے مشابہ تھے۔ آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی زمین نے کسی ایسے شخص کو اٹھایا ہے جو ابوذر (رضی اللہ عنہ وارضاہ) سے زیادہ سچی بات کرنے والا اور اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہو"

ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ان کو کہیں کا عامل (امیر، گورنر) مقرر فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: تم اس معاملے میں کمزور ہو اور امارت ایک امانت ہوتی ہے۔ (اس امانت کی حفاظت اور اس کا حق ادائیگی بہت بھاری کام ہے) ابوذر کہتے ہیں؛ میں نے عرض کیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَلاَ تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ : فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلَى مَنْكِبِيْ ، ثُمَّ قَالَ : ((يَا أَبَـا ذَرٍّ ، إِنَّكَ ضَـعِيْفٌ ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ ، إِلاَّ مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا)) وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهٗ : ((يَـا أَبَـا ذَرٍّ! إِنِّيْ أَرَاكَ ضَعِيْفًا وَإِنِّيْ أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِيْ ، لاَ تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ ، وَلاَ تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ))❷

---

❶ صحیح الجامع الصغیر ، رقم : ٥٥٣٨، مشکوٰۃ المصابیح حدیث ٦٢٣٠ وقال الشیخ الألبانی : صحیحٌ حسنٌ ورواہ الترمذی ایضاً

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة٤٧١٩، ٤٧٢٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا آپ مجھے عامل مقرر نہیں فرما دیتے؟ کہتے ہیں: یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے میرے دونوں کندھوں پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ امارت ایک امانت ہے۔ قیامت والے دن بلاشبہ یہ ندامت و خجالت کا ذریعہ بنے گی۔ مگر وہ شخص کہ جس نے اس کا پورا پورا حق ادا کیا اور خود حقدار ہونے کے ناطے اسے قبول کیا'' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: ''اے ابوذر! میں تمہیں اس معاملے میں نہایت کمزور دیکھ رہا ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تمہارے لیے بھی وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے محبوب رکھتا ہوں۔ تم دو آدمیوں پر بھی امارت کی خواہش مت کرو اور یتیم کے مال کا بندوبست بھی مت کرنا (اس لیے کہ یتیم کا مال اگر تم سے بے جا اٹھ گیا تو مواخذہ میں گرفتار ہو جاؤ گے)''

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رب العالمین کے درج ذیل فرمان کی رو سے ذخیرہ اندوزی (اگرچہ گھر کی ضرورت کے لیے کیوں نہ ہو) اور مال کے جمع کرنے پر عملاً خلاف تھے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (التوبة:٣٤)

''اور وہ لوگ جو سونا' چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس خزانے کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (زکوٰۃ نہیں دیتے اور جائز ضروریات پر صرف نہیں کرتے) تو اے ہمارے نبی! آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں''

اور پھر آپ نے دنیا کے بارے میں انتہائی بے رغبتی (زہد و ورع) سے کام لیا۔ پرعیش زندگی کو پوری زندگی ترک کیے رکھا اور اس کی آپ (اپنے ساتھیوں کو) دعوت بھی دیتے تھے۔ جس سے آپ کے اور بعض صحابہ کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہو گئے تھے۔ جس بات کی طرف آپ (نہایت مبالغہ آرائی کے ساتھ) دعوت دیتے تھے لوگ اس بات کو ناپسند کرنے لگے اور اس کام سے نفرین ہو گئے۔

جناب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سخت بال، موٹے کپڑے اور موٹی جھوٹی حالت میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا۔ اور کہا: خزانہ جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی بھٹنی پر رکھ دیا جائے گا جو کندھے کی طرف سے پار ہو جائے گا اور کندھے کی پتلی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا تو سینے کی طرف پار ہو جائے گا۔ اس طرح وہ پتھر برابر ڈھلکتا رہے گا یہ کہہ کر وہ صاحب چلے گئے اور ایک ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیچھے چلا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اب تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میں نے ان سے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ کی بات قوم نے پسند نہیں کی۔ انہوں نے کہا:

((إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا — قَالَ لِي خَلِيْلِي — قَالَ: قُلْتُ: وَمَنْ خَلِيْلُكَ؟ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((يَا أَبَا ذَرٍّ أَتُبْصِرُ أُحُدًا؟)) قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ، وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ، قُلْتُ: نَعَمْ۔ قَالَ: ((مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ)) وَإِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُوْنَ، إِنَّمَا يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا، وَلَا وَاللّٰهِ، لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِيْنٍ حَتَّى أَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ)) [1]

''یہ سب بیوقوف ہیں مجھ سے میرے خلیل نے کہا تھا۔ میں نے پوچھا؛ آپ کے خلیل کون ہیں؟ فرمایا: نبی کریم ﷺ (آپ نے فرمایا تھا) اے ابوذر! کیا تم احد پہاڑ کو دیکھ رہے ہو؟ ابوذر کہتے ہیں: میں نے اس وقت سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے؟ کیونکہ مجھے (آپ ﷺ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ ﷺ اپنے کسی کام کے لیے مجھے وہاں بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں! (احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے) آپ نے فرمایا ''اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں اس بات کو زیادہ پسند کروں گا کہ صرف تین دینار باقی بچا کر سب کا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔'' ابوذر کہنے لگے: ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں اور یہ کوئی عقل مند لوگ نہیں ہیں جو دنیا جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ نہیں، اللہ کی قسم! نہ میں ان سے ان کی دنیا مانگتا ہوں اور نہ دین کا کوئی مسئلہ ان سے پوچھوں گا۔ حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ سے جاملوں''

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ آثار مذکور ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ یہ مذہب رکھتے تھے؛ وہ سارا مال جو حوائج ضروریہ اور خوراک سے بڑھ کر جمع کیا جائے اس خزانہ کی مد میں آتا ہے جسے جمع کرنے کی اللہ نے وعید بیان کی ہے اور یہ کہ جس کا جمع کرنے والا قابل مذمت ہے اور یہ کہ وعید والی آیت کو مانعین زکوۃ پر محمول کیا۔ اور حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جمہور علماء کرام اس بات کی طرف گئے ہیں کہ ''مذموم خزانہ'' وہ ہوتا ہے جس کی زکوۃ نہ دی جائے۔ جب زکوۃ ادا کر دی جائے تو پھر کسی بھی مال کی مذمت نہیں کی جاسکتی وہ پاک ہو جاتا ہے۔

[1] أخرجه البخاري في كتاب الزكاة، باب ما أُدِّي زكاته فليس بكنز۔ ح: ۱۴۰۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ :كَانَ أَبُو ذَرٍّ يَسْمَعُ الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيهِ الشِّدَّةُ ، ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى قَوْمِهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ ، ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُرَخِّصُ فِيْهِ بَعْدُ ، فَلَمْ يَسْمَعْهُ أَبُو ذَرٍّ ، فَيَتَعَلَّقُ أَبُوْ ذَرٍّ بِالْأَمْرِ الشَّدِيْدِ)) [1]

''جناب شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اگر کوئی ایسی حدیث سن لیتے جس میں شدت ہوتی تو اپنے قبیلے کی طرف جا نکلتے تا کہ ان پر سختی کر سکیں پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اس شدت والے معاملے میں رخصت دے دیتے۔ مگر ایسا ہوتا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ اس رخصت والی حدیث کو نہ سن پاتے اور وہ شدت والے معاملے کے ساتھ ہی متعلق رہتے۔''

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی گوشہ نشینی کا سبب

جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں فوت ہو گئے تو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف نکل گئے۔ پھر وہیں پر مقیم ہو گئے حتیٰ کہ حضرت معاویہ اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس دور میں جناب معاویہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی طرف سے شام کے گورنر تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ لوگوں سے حدیث بیان کرتے اور فرماتے: تم میں سے کسی کے پاس نہ درہم ایک رات رہے اور نہ دینار مگر یہ ہے کہ وہ اسے اللہ کی راہ میں صرف کر دے یا پھر اسے کسی جرمانہ کے لیے گن کر رکھ لے۔ حضرت معاویہ نے جنابِ عثمان رضی اللہ عنہما کی طرف لکھا: اگر آپ کو ابوذر رضی اللہ عنہ کی ضرورت ہو تو انہیں شام سے منگوا لیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھ بھیجا کہ آپ میرے پاس (مدینہ منورہ میں) تشریف لے آئیں۔ وہ واپس آ کر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک معروف موضع ربذہ میں مقیم ہو گئے۔ جناب زید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ ، فَإِذَا أَنَا بِأَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ ، فَقُلْتُ لَهٗ: مَا أَنْزَلَكَ منزلك هٰذَا؟ قَالَ: كنتُ بِالشَّام فاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِيْ : ﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ: ٣٧) قَالَ : مُعَاوِيَةُ : نَزَلَتْ فِيْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَقُلْتُ: نَزَلَتْ فِيْنَا وَفِيْهِمْ ، فَكَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ فِيْ ذٰلِكَ وَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ يَشْكُوْنِيْ ، فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ: أَنِ اقْدَمِ الْمَدِيْنَةَ ، فَقَدِمْتُهَا ، فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِيْ قَبْلَ ذٰلِكَ ، فذكرتُ ذٰلِكَ لِعُثْمَانَ ، فَقَالَ لِيْ : إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيْبًا۔ فَذَاكَ الَّذِيْ أَنْزَلَنِيْ هٰذَا الْمَنْزِلَ ، وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا

[1] مسند أحمد رقم : ١٧٠٧٢ ، وقال حمزة احمد الزين : إسناده حسن: ١٢٥/٤ ح : ١٧٢٦٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ)) ❶

''میں موضع ربذہ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دکھائی دیے۔ میں نے پوچھا: آپ یہاں کیوں آ گئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں ملک شام میں تھا کہ میرے اور معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے درمیان قرآن کی اس آیت ﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ (التوبه: ۳۷) ''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے (خزانے کی صورت میں اکٹھا کر کے) رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ...... الخ'' میں اختلاف ہو گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ میرا کہنا تھا: یہ آیت ہمارے مسلمانوں اور ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس اختلاف کے نتیجہ میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے یہاں میری شکایت لکھ بھیجی اور حضرت عثمان نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ منورہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں یہاں آ گیا۔ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو لوگوں کا میرے پاس اس طرح ہجوم ہونے لگا جیسے انہوں نے مجھے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ میں نے لوگوں کے بارے میں اس طرح اپنی طرف آنے کے متعلق جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انہوں نے فرمایا: ابوذر! مناسب سمجھو تو یہاں کا قیام چھوڑ کر مدینہ سے قریب کہیں دوسری جگہ علیحدہ قیام اختیار کر لو۔ اسی وجہ نے مجھے یہاں ربذہ میں لا آباد کیا۔ اگر وہ (میرے امراء) میرے اوپر ایک حبشی کو بھی امیر مقرر کر دیں تو میں اس کا حکم سنوں اور اطاعت بھی کروں گا''

اس مسئلہ میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مذہب کے سبب، ایک متوقع فساد کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دفاع کا ارادہ فرمایا تھا اور کچھ نہیں۔ حضرت عثمان، جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما پر کسی بھی اپنی دلیل کی بنیاد پر سختی نہیں کرتے تھے (اور نہ ہی انہوں نے سختی کی تھی) کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک صاحب اجتہاد تھ[ا]۔ جہاں تک جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کے شخصی کردار کا تعلق ہے تو ان کی طرف سے ہمیشہ سمع و طاعت ہی دیکھنے میں آتی تھی۔ اسی لیے تو انہوں نے موضع ربذہ کو بطور اقامت گاہ اختیار کر لیا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کوفیوں میں سے جو لوگ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر خروج کا ارادہ کیے ہوئے تھے انہوں نے اس معاملے کو اچھالنے کی کوشش کرتے ہوئے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے لڑائی کرنے پر ابھارا مگر انہوں نے یہ کہتے ہوئے اس کا انکار کر دیا:

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الزكاة، باب ما أُدِّي زكاته فليس بكنز، ح: ١٤٠٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَا ، لَوْ أَنَّ عُثْمَانَ سَيَّرَنِي مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ)) ، وَيُسْتَفَادُ مِنْ ذٰلِكَ التَّحْذِيْرُ مِنَ الشِّقَاقِ وَالْخُرُوْجِ عَلَى الْأَئِمَّةِ ، وَالتَّرْغِيْبُ فِي الطَّاعَةِ لِأُولِي الْأَمْرِ)) ❶

"ہرگز نہیں! اگر خلیفۃ المسلمین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مجھے مشرق سے مغرب تک (ذمہ داریوں کے سلسلہ میں) چلاتے پھریں تو میں ان کی بات کو ضرور سنوں گا اور ان کی اطاعت بھی ضرور کروں گا۔ تو ان کی اس بات سے ائمہ المسلمین کے خلاف خروج و بغاوت اور سخت رویے سے ڈرانے کا فائدہ پہنچتا ہے اور اس میں اولیاء الامور کی اطاعت کے لیے ترغیب ملتی ہے۔"

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے سمع و طاعت کو اختیار کرنے کا ایک نہایت معقول سبب تھا اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں مسجد نبوی اور ملک شام سے نکالے جانے کے بارے میں خبردار کیا تھا اور ان کے لیے آپ ﷺ کی نصیحت سمع و طاعت کی تھی۔ چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے عہد و پیمان کو پوری تندہی سے نبھائے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

((أَتَانِي نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا نَائِمٌ فِي مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهِ ، فَقَالَ : ((أَلَا أَرَاكَ نَائِمًا فِيْهِ ؟)) قَالَ: قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، غَلَبَتْنِي عَيْنِيْ ، قَالَ : ((كَيْفَ تَصْنَعُ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْهُ؟)) قَالَ : آتِي الشَّامَ الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الْمُبَارَكَةَ ، قَالَ : ((كَيْفَ تَصْنَعُ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْهُ؟)) قَالَ : مَا أَصْنَعُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَضْرِبُ بِسَيْفِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ وَأَقْرَبُ رُشْدًا ؟ تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ وَتَنْسَاقُ لَهُمْ حَيْثُ سَاقُوْكَ)) ❷

"میں مسجد نبوی میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اپنے پیر سے مجھے ہلاتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہیں مسجد میں سویا ہوا نہیں دیکھ رہا؟" ابوذر کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! (ﷺ) میری آنکھ لگ گئی تھی۔ فرمایا: تم اس وقت کیا کرو گے جب تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا؟" عرض کیا: میں ملک شام کی بابرکت مقدس سرزمین کی طرف چلا جاؤں گا۔ فرمایا: "جب تمہیں وہاں سے بھی نکال دیا جائے تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کیا: اے اللہ کے

❶ فتح البخاري للعسقلاني ، ص : ٢٧٣/٣

❷ مسند أحمد ، رقم : ٢١٢٧٨ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (١٥٦/٥ ح : ٢٠٨٧٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی! (ﷺ) میں اس وقت یہ کروں گا کہ اپنی تلوار سے ماروں گا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہاری راہنمائی اس کام کی طرف نہ کردوں جو اس سے بہتر اور ہدایت و رشد کے بہت قریب ہو؟ تم اپنے امراء کے احکام کو سننا بھی اور ان کی اطاعت بھی کرنا۔ وہ تمہیں جدھر کو بھی چلائیں ان کے نظم سے منسلک رہنا''

جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب موضع ربذہ کو اقامت گاہ بنایا تو اس وقت ان کے ساتھ ان کی بیوی اور ایک غلام کے سوا کوئی اور نہ تھا اور آپ ۳۲ ھجری کے ماہ ذوالحجہ میں فوت ہو گئے۔

امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اہل خانہ کو بلوا کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ مقیم کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خبردار کیا تھا کہ وہ تنہا فوت ہوں گے اور تنہا ہی اپنی قبر سے اٹھائے جائیں گے۔ یہ ۹ ہجری کی بات ہے جب نبی کریم ﷺ جنگ تبوک کے سفر میں تھے۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر ۵ ص ۸) میں درج کیا ہے اور اس پر حکم لگاتے ہوئے لکھا ہے: اسناده حسن ولم يخرجوه

''جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف چلے تو (اس مرتبہ نفیر عام ہونے اور نبی معظم ﷺ کے خود بنفس نفیس جنگ کی قیادت کرنے کی وجہ سے آپؐ نے) کیفیت یہ پیدا کر دی تھی کہ جو شخص بھی اس غزوہ سے پیچھے رہ جاتا صحابہ کرام کہنے لگتے: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) فلاں بھی پیچھے رہ گیا ہے تو آپؐ فرماتے: ''چھوڑو اس کو (یعنی اس کا ذکر نہ کرو) اگر اس کے اندر خیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے تمہارے ساتھ ضرور ملا دے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی معاملہ ہے تو اللہ نے اس سے تمہیں آرام پہنچا دیا۔'' (راستے میں صحابہ کرام بعض لوگوں کے بارے میں یوں کہتے رہے اور اللہ کے رسول ﷺ جواب دیتے رہے) حتیٰ کہ آپؐ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول! ابوذر پیچھے رہ گئے اور ان کے اونٹ نے انہیں آہستہ چلنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس کا ذکر چھوڑ دو۔ اگر اس میں خیر و فلاح ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے تمہارے ساتھ ضرور ملا دیں گے اور اگر اس کے علاوہ کوئی معاملہ تو اللہ نے اس سے تمہیں سکون پہنچا دیا۔''

ادھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کو بہت ڈانٹا ڈپٹا۔ جب دیکھا کہ وہ آپ کو لشکر سے بہت پیچھے چھوڑ رہا ہے تو اپنا سامان اس سے اتارا اور اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا پھر پیدل ہی لشکر نبوی (علی صاحبہ التحیۃ والسلام) کے پیچھے چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں نبی کریم ﷺ ایک منزل پر فروکش ہوئے۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے جو پیچھے آنے والوں پر نظر رکھے ہوئے تھا کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) دیکھئے وہ آدمی پیدل ہی راستے پر چلا آ رہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔تو رسول اللہ ﷺ فرطِ محبت سے پکار اٹھے: اللہ کرے یہ ابوذر ہو! (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

جب لوگوں نے اس کے مزید قریب آنے پر بغور دیکھا تو وہ بھی پکار اٹھے! اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! وہ ابوذر ہی ہے۔تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ابوذر پر رحم فرمائے۔وہ اکیلا ہی چل رہا ہے۔اسے تنہا موت آئے گی اور وہ تنہا اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (نبی کریم ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بعد) وہ سارے صحابہ کرام سے جدا ایک موقف رکھتے ہوئے تنہائی کے راستے پر چل کھڑے ہوئے اور بالآخر مقام ربذہ پر آکے مقیم ہوگئے۔جب موت کا وقت قریب آیا تو اپنی بیوی اور اپنے غلام کو وصیت کرتے ہوئے کہا: جب میں فوت ہوجاؤں تو تم دونوں نے ہی رات کے وقت مجھے نہلانا اور کفنانا ہے۔پھر مجھے شارع عام پر (یعنی میری میت کو) رکھ دینا اور سب سے پہلا قافلہ جو تمہارے پاس سے گزرے انہیں کہنا: یہ ابوذر (کی میت) ہے (تو لوگ جنازہ پڑھا کر مجھے دفنا دیں گے)

چنانچہ جب آپ فوت ہوئے تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ادھر ایک قافلے کا گزر اسی دوران میں وہاں سے ہوا۔مگر انہیں آپ کی فوتگی کے بارے میں کچھ خبر نہ تھی۔اہل قافلہ آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ قریب تھا وہ جنازہ کو روند ڈالتے کہ اس قافلے میں موجود کوفہ والوں کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اچانک جنازہ کو دیکھ لیا۔پوچھا: یہ کیا ہے؟ بتایا گیا: ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے۔جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دھاڑ دھاڑ رونے لگے اور پھر کہا: سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے (فداہ ابی وامی) اللہ رحم فرمائے ابوذر پر وہ تنہا ایک راستے پر چلے گا، اکیلے کو موت آئے گی اور اپنی قبر سے وہ اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔پھر آپؓ وہاں فروکش ہوئے اور ان کے جنازہ اور قبر و دفن کا انتظام فرمایا۔'' (رضی اللہ عنہما وارضاہما)

نبی کریم ﷺ کی محبت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے

((عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً أَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ وَأَمَرَنِي أَنْ أُحِبَّهُمْ)) قَالُوْا: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((إِنَّ عَلِيًّا مِنْهُمْ وَأَبُوْذَرِّ الْغِفَارِيُّ، وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ)) [1]

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العالمین عزوجل

[1] مسند أحمد، رقم: ٢٢٨٦٤ وقال حمزة أحمد الزين: إسناده حسن ولكن ضعفه الألباني رحمه الله فانظر ضعيف ابن ماجه / ح: ١٤٩ والترمزی: ٣٧١٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے صحابہ میں سے چار کے ساتھ محبت فرماتے ہیں۔ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں بھی ان سے محبت کروں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اور وہ کون (ایسے خوش نصیب) لوگ ہیں اے اللہ کے رسول! (ﷺ) فرمایا: ''علی بھی ان میں سے ہیں اور ابوذر الغفاری، سلمان فارسی اور مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہم جمیعا بھی۔''

یہ تھے سلمان فارسی' سلمان الخیر۔ جب ان سے ان کے نام ونسب کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہتے: میں ابوعبداللہ سلمان بن اسلام ہوں۔ یعنی باپ کے مشرک ہونے کی وجہ سے اس کا نام ہی نہ لیتے۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے بہت پیارے صحابی تھے۔ سلمان فارسی کا تعلق ملک ایران کے شاہی خاندان سے تھا (آپ کا باپ ایک بڑا جاگیردار تھا) حق کے راستے سے آپؓ کو والہانہ محبت ہوگئی اور پھر ہدایت کی تلاش میں اللہ کی زمین پر ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری جگہ آپ منتقل ہونا شروع ہوگئے۔ بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر خاص کرم فرمایا اور اپنی خاص مشیت کے تحت نبی کریم ﷺ کے ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے چاہا کہ سلمان فارسی یثرب پہنچ جائے اور پھر جب آپ ﷺ یہاں تشریف لے آئے تو ہجرت کے پہلے سال ہی سلمان فارسی مسلمان ہوگئے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے اہل فارس کے مجوسی المذہب تھے۔ آپؓ خود بیان کرتے ہیں: ''أَنَا مِنْ رَامَ هُرْمُزَ...... میں (ایران کے ایک مقام) رام ہرمز کا رہنے والا ہوں۔'' [1]

رامہرمز...... عراق عرب کے نزدیک ایران کا ایک مشہور شہر تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا تعلق اصفہان سے تھا اور آپ اصفہان کی ایک جَیّ نامی بستی کے رہنے والے تھے کہ جس کا اب مشہور نام ''شہرستان'' ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باپ اپنی بستی کا سردار تھا۔ آپ اس کے اکلوتے فرزند تھے۔ باپ وفور محبت میں لڑکیوں کی طرح انہیں گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتا تھا۔ اپنے آتش کدہ کی خدمت میں بھی سلمان کے سپرد کر رکھی تھی۔ سلمان نے مجوسیت کی اتنی خدمت کی کہ اس کا خادم مشہور ہوگیا۔ آتش کدہ کی آگ کبھی وہ بجھنے نہ دیتا۔ اس لیے کہ وہ لوگ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

سلمان فارسی کے باپ کی ایک بہت بڑی جاگیر تھی۔ وہاں وہ ایک بڑا محل بنانا چاہتا تھا۔ ایک دن اپنی کسی دوسری مصروفیت کی وجہ سے اس نے سلمان کو وہاں بھیجا کہ وہ اس کا معائنہ کرکے آئے اور اسے تاکید کردی کہ جلد

[1] صحیح البخاری حدیث ٣٩٤٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس پلٹ آئے تا کہ اسے کوئی پریشانی نہ ہو۔ چنانچہ سلمان اپنے باپ کی جاگیر کا ارادہ کر کے نکلا اور سر راہ اس کا گزر نصرانیوں کی عبادت گاہوں میں سے ایک گرجا گھر کے پاس سے ہوا۔ اس نے اس کنیسہ میں نصاریٰ کی آوازیں سنیں۔ وہ وہاں بآواز بلند نماز ادا کر رہے تھے۔ اس کے والد نے چونکہ اسے اپنے گھر میں ایک طرح سے بند کر کے رکھا ہوا تھا اس لیے اُسے لوگوں کے ایسے معاملات کے بارے میں کچھ خبر نہ تھی۔ پس وہ کنیسہ میں داخل ہو کر جو وہ کر رہے تھے اسے دیکھنے لگا۔ اسے ان کا اس انداز میں عبادت کرنا بہت بھلا معلوم ہوا اور پھر وہ ان کے دین میں راغب ہو گیا اور بالآخر کہنے لگا: خدا کی قسم! یہ دین ہمارے مذہب سے بہت بہتر ہے۔ وہاں وہ غروب آفتاب تک رہا۔ باپ کی جاگیر پر بھی نہ گیا' اس کا اس نے ارادہ ہی ترک کر دیا۔ سلمان نے نصرانیوں سے دین عیسوی کے اصل مرکز و منبع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ دین عیسوی کا مرکز ملک شام میں ہے۔

اس کے بعد سلمان فارسی اپنے باپ کے پاس چلا آیا کہ جس نے اس کے دیر کرنے کی وجہ سے اسے تلاش کرنے کے لیے آدمی روانہ کر رکھے تھے۔ اس کا باپ سارے کام کاج چھوڑ کر اس کے غم میں بیٹھ رہا تھا۔ چنانچہ جب سلمان اس کے پاس پہنچا تو اس نے اس کی تاخیر کا سبب پوچھا اور یہ کہ وہ کہاں چلا گیا تھا؟ تو سلمان نے باپ کو وہ ساری خبر بتلا دی جو وہ مشاہدہ کر کے آیا تھا اور اس نے نصرانی مذہب کے بارے میں اپنے تعجب اور اس کی بہتری کے بارے میں بتلا دیا۔ اس کے باپ نے اسے کہا: ''میرے پیارے بیٹے! اس دین میں کوئی خیر و برکت نہیں ہے۔ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اس سے بہتر ہے۔'' سلمان کہنے لگا: ''ہرگز نہیں' خدا کی قسم! دین عیسوی ہمارے (مجوسی) دین سے بہتر ہے۔'' سلمان کی زبان سے یہ سن کر اس کے باپ نے ڈر کے مارے (کہ اس کا بیٹا کہیں نصرانی نہ ہو جائے) اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں اور اسے اپنے گھر میں قید کر دیا۔

ادھر سلمان نے نصرانیوں کو پیغام بھیجا اور سارے معاملے کی خبر دیتے ہوئے ان سے التجا کی جب بھی کوئی نصرانی تاجروں کا قافلہ شام سے آنے والا ان کے پاس سے گزرے تو وہ اسے مطلع کر دیں۔ اور یہ بھی بتائیں کہ وہ لوگ اپنے کام کاج اور تجارت و لین دین سے فارغ ہو کر واپس (ملک شام کی طرف) کب پلٹیں گے؟ پس جب ملک شام کے نصرانی تاجروں کا قافلہ آیا اور اپنے کاموں سے فارغ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا تو انہوں نے سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) کو مطلع کر دیا۔ یہ سنتے ہی سلمان نے اپنے قدموں سے بیڑیاں اتار پھینکیں اور پھر ان کے ساتھ ملک شام کی راہ لی۔

چنانچہ سلمان فارسی جب شام پہنچا تو اس نے لوگوں سے دین عیسوی کے سب سے بڑے زندہ عالم اور عابد و زاہد شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت کا سب سے بڑا بشپ شام کے سب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے گرجا گھر کا مہتمم اور نگران ہے۔ سلمان اس کے پاس آیا اور بشپ سے عرض گزرا ہوا؛ مجھے دین عیسوی سے رغبت پیدا ہوگئی ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی خدمت کروں۔ آپ کے ساتھ رہ کر عبادت کروں اور آپ سے یہ دین سیکھوں۔

بشپ نے اندر آنے کے لیے کہا اور سلمان اس کے ساتھ کنیسہ میں داخل ہوگیا۔ حضرت سلمان خود بتلاتے ہیں: یہ بشپ ایک برا آدمی تھا۔ لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دے کر اس کا حکم دیتا اور جب وہ مال جمع کر کے لے آتے تو سارے کا سارا ہڑپ کر جاتا۔ فقراء و مساکین کو اس مال میں سے کچھ بھی نہ دیتا، حتیٰ کہ اس نے سونے اور چاندی کے سات مٹکے جمع کر لیے۔ اس کے یہ کرتوت دیکھ کر میں اس سے سخت نفرت کرنے لگا۔''

جب یہ بشپ مرگیا تو نصرانی اس کے کفن، دفن کے لیے اکٹھے ہوگئے۔ مگر سلمان فارسی نے انہیں بتلایا کہ اس بشپ (پوپ) کے تو یہ کرتوت تھے اور پھر انہیں سونے، چاندی کے اس خزانے کے پاس لے گیا۔ لوگوں نے اس خزانے کو نکال کر جب دیکھا تو کہنے لگے: خداوند کی قسم! ہم کبھی بھی اسے دفن نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس مرے ہوئے بشپ کو سولی پر لٹکا دیا اور اسے پتھروں سے رجم کرنے لگے۔ پھر وہ ایک دوسرے شخص کو لائے اور اسے انہوں نے اس کا قائم مقام مقرر کر دیا۔ یہ نیا بشپ دنیا کے معاملے میں نہایت بے رغبت اور صالح آدمی تھا۔ اسے ہر وقت آخرت کی فکر لاحق رہتی۔ سلمان نے اس نئے بشپ سے پہلے والے کی نسبت بہت زیادہ محبت کی اور اس کے ساتھ ایک لمبا عرصہ تک رہے حتیٰ کہ اس کی اجل کا وقت بھی قریب آ گیا۔ سلمان فارسی اس سے کہنے لگے: جناب! میں آپ کے ساتھ ایک عرصہ تک رہا ہوں اور آپ سے ایسی محبت کی ہے جو اس سے قبل کسی اور سے نہ کی ہو اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں آپ کے بارے میں اللہ کا فیصلہ قریب آیا چاہتا ہے تو آپ مجھے کس شخص کے پاس جانے کی وصیت کریں گے اور حکم دیں گے؟ اس نیک آدمی نے کہا: ہاں! میرے بیٹے! خدا کی قسم! جس حق کے راستے پر میں تھا آج میں کسی اور شخص کو اس راہ پر نہیں دیکھ رہا۔ لوگ تباہ و برباد ہوگئے۔ جس حق کے راستے پر وہ تھے اسے انہوں نے بدل کر رکھ دیا ہے اور اس حق کی راہ کے اکثر حصہ کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ البتہ موصل میں ایک شخص ہے اور وہ فلاں آدمی ہے۔ وہ بھی اسی راہِ حق پر ہے جس پر میں تھا۔

چنانچہ جب یہ بشپ فوت ہوگیا اور اس کو دفن کر دیا گیا تو سلمان فارسی موصل والے شخص کے پاس پہنچے اور اس کو ساری خبر سنائی کہ فلاں (شام والے) بزرگ نے اپنی موت کے وقت مجھے آپ کے بارے میں وصیت کی تھی کہ میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں اور حق کا ساتھ دوں۔ یہ سن کر اس موصل والے بشپ نے سلمان کو اپنے ساتھ رہنے کے لیے کہا۔ چنانچہ آپ نے اس بزرگ کے پاس قیام کرلیا۔ اس بزرگ کو بھی سلمان نے نیک آدمی پایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بالکل اسی طرح کا صالح جیسے پچھلا بزرگ تھا۔ مگر سلمان فارسی کوئی زیادہ عرصہ یہاں نہیں ٹھہرے تھے کہ اس کی اجل کا وقت بھی قریب آ گیا۔ جب موت کا وقت نزدیک ہوا تو اس بزرگ سے مسلمان عرض گزار ہوا: جناب! آپ کے متعلق اس فلاں بزرگ نے وصیت کی تھی کہ میں آپ سے آ کر ملوں، خدمت کروں اور علم و معرفت سے فیض یاب ہوں۔ اور رب العالمین کی طرف سے آپ کے حق میں معاملہ قریب آ لگا ہے، جیسا کہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں تو اب آپ مجھے کیا حکم کرتے ہیں اور کس کے پاس جانے کی وصیت فرماتے ہیں؟ وہ بزرگ آدمی کہنے لگا: ہاں! میرے بیٹے! خداوند کی قسم! جس دین و مسلک پر ہم تھے اس پر آج میں سوائے ایک عالم شخص کے جو مقام ''نصیبین'' میں ہے کسی اور آدمی کو نہیں پا رہا اور نہ جانتا ہوں۔ تم اس کے پاس پہنچ جاؤ۔

چنانچہ جب یہ بشپ بھی موت سے ہمکنار ہو گیا اور اسے دفن کر دیا گیا تو سلمان ''نصیبین'' والے بزرگ کے پاس پہنچ گیا اور اس کے پاس اقامت اختیار کر لی۔ اس نے اس بزرگ کو بھی اپنے پہلے والے دونوں بزرگوں کی راہ حق پر پایا۔ مگر یہاں بھی وہ تھوڑا ہی عرصہ رہا تھا کہ اس بزرگ کی اجل بھی قریب آ لگی۔ سلمان نے اس بزرگ سے بھی وہی گزارش و استدعا کی جو پہلوں سے کی تھی اور اس سے بھی وہی سوال کیا کہ وہ اسے کس آدمی کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے تو اس بشپ نے سلمان سے کہا: ''ہاں بیٹے! خداوند کی قسم! ہمارے دین پر آج ہم کسی شخص کو نہیں دیکھ رہے سوائے ''عموریہ'' کے فلاں مرد صالح کے کہ جس کے پاس جانے کی میں تمہیں وصیت کر سکوں۔ وہ بالکل اسی راہ حق پر ہے جس پر ہم تھے۔ اگر پسند کرو تو اس کے پاس پہنچ جاؤ۔

جب یہ ''نصیبین والا بشپ'' بھی فوت ہو گیا اور اسے کفنا، دفنا دیا گیا تو سلمان فارسی ''عموریہ والے بزرگ'' کے پاس پہنچا اور اسے پچھلے سارے واقعات کی خبر دی۔ پھر اس کے پاس مقیم ہو گیا۔ اس عموریہ والے بزرگ کو بھی اس نے پچھلے تینوں اصحاب کی راہ ہدایت پر پایا۔ سلمان نے اس بزرگ سے بھی اکتساب علم و معرفت خوب کیا حتیٰ کہ وہ دین عیسوی کا بڑا عالم بن گیا اور یہ کہ اس کے پاس یہاں دنیاوی مال بصورت گایوں اور بھیڑ بکریوں کے خوب ہو گیا۔ پھر اس بشپ کی اجل بھی قریب آ گئی اور سلمان فارسی نے اس سے بھی اس طرح کی عرض گزاشت کی جیسی پہلوں سے کرتا آیا تھا۔ اس سے آخر میں وہی سوال کیا کہ وہ اسے کس کے پاس جانے کی وصیت کریں گے؟ تو اس بشپ نے کہا: ہاں بیٹے! اللہ کی قسم! آج میں روئے زمین پہ کسی عالم کو اس دین عیسوی اور راہ حق پر نہیں دیکھ رہا جس پر ہم تھے اور میں آپ کو حکم دوں کہ فلاں شخص کے پاس پہنچ جاؤ۔ ہاں البتہ! اب زمانہ اس نبی آخر الزمان کی بعثت کا قریب آ لگا ہے جو دین ابراہیمی پر بھیجا جائے گا۔ وہ عربوں کی زمین سے ظاہر ہو گا اور ہجرت کرتے ہوئے دو پتھریلے میدانوں کے درمیان کھجوروں والے علاقہ (یثرب) کی طرف ہجرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا۔ اس کے ساتھ ایسی علامات نبوت ہوں گی جو بالکل ظاہر باہر ہوں گی۔ وہ ہدیہ والی چیز تو کھائے گا مگر صدقہ کا مال نہیں۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ''ختم نبوت'' ہوگی۔ اگر تم اس ملک تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہو تو وہاں ضرور پہنچو۔

پھر یہ بشپ بھی فوت ہوگیا۔ اس نے یہ بات بالتاکید کہی تھی کہ وہ اپنے بعد کسی شخص کو دین عیسوی (علی صاحبہ التحیۃ والسلام) پر قائم نہیں پا رہا تھا۔ اور یہ سارا کچھ ایک نئے پیغمبر کی رسالت و بعث کی پیشگی تیاری کے طور پر بذات خود ہو رہا تھا۔ ایسا پیغمبر کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ ایک جدید رسالت کے ساتھ اسی عقیدہ وعمل توحید پر مبعوث کرنے والے تھے جس پر ابوالانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ التحیۃ والسلام تھے اور پہلی امتوں کے ہاں ان کی کتب میں درج وہ آخری پیغمبر محمد رسول اللہ تھے۔ صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وبارک وسلم تسلیما۔

اس راہب بشپ کی فوتگی کے بعد سلمان فارسی وہاں عموریہ میں جتنا عرصہ اللہ نے چاہا رہے۔ پھر وہاں سے ملک عرب کے تاجران بنوکلب کے ایک قافلے کا گزر ہوا۔ سلمان فارسی نے ان سے استدعا کی کہ وہ اسے اپنے ہمراہ ملک عرب لے جائیں، بے شک اس کے بدلے وہ اس سے اس کے سارے مویشی گائے اور بھیڑ بکریاں لے لیں، انہیں وہ سب کچھ دے دے گا۔ چنانچہ بنوکلب کے تجار نے اسے اپنے ساتھ لے لیا۔ مگر جب وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے اس پر ظلم کرتے ہوئے اس کو ایک یہودی آدمی کے ہاتھ بطور غلام بیچ دیا۔ حالانکہ وہ تو ایک آزاد (اور مالدار) آدمی تھا۔

چنانچہ سلمان فارسی اس یہودی کے پاس رہ گئے اور انہوں نے وہاں کھجوروں کے باغات دیکھے تو یہ امید کرنے لگے، ہوسکتا ہے یہ وہی ملک ہو جس کے بارے میں اس آخری راہب (رحمہ اللہ) نے بتایا تھا۔ اس مدت کے دوران کہ سلمان اس یہودی کے ہاں بطور غلام زندگی گزار رہے تھے، اس یہودی کا ایک چچازاد بھائی کہ جس کا تعلق بنوقریظہ (یہود یثرب) سے تھا مدینہ منورہ سے اس کے پاس آیا۔ اس نے سلمان کو اس یہودی سے خرید لیا اور اپنے ہمراہ مدینہ منورہ لے آیا۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی مسند احمد میں (۵/۴۴۱ تا ۴۴۴ حدیث ۲۳۲۲۵) مذکور درج ذیل اثر کے مطابق، اگلے واقعات کو آپ خود یوں بیان کرتے ہیں: ''تو اللہ ذوالجلال کی قسم! جونہی میں نے مدینہ منورہ (اور اس کے گردونواح) کو دیکھا تو اپنے اس آخری بزرگ راہب کی بتلائی ہوئی نشانیوں کے مطابق اس علاقہ اور شہر کو فوراً پہچان لیا۔ چنانچہ میں نے وہاں اقامت اختیار کرلی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو مکہ میں مبعوث کردیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ مکہ میں قیام پذیر تھے اور جب تک اللہ نے چاہا آپ وہاں رہے۔ مگر میں اپنی غلامانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشغولیت کی بنا پر نبی ﷺ کا کوئی ذکر، تذکرہ نہیں سن پا رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آ گئے۔

ایک دن کی بات ہے کہ بخدا میں اپنے مالک کی پکی ہوئی کھجوروں کے درختوں پر چڑھا کام میں مشغول تھا اور میرا مالک وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا ایک چچا زاد بھائی وہاں آ کر اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: بنو قیلہ کے فلاں بندوں کو اللہ تباہ و برباد کرے! اللہ کی قسم! وہ اس وقت قباء میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو آج ہی مکہ چھوڑ کر یہاں پہنچا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص پیغمبر ہے۔

حضرت سلمان بیان کرتے ہیں: میں نے جونہی یہ بات سنی میرے اوپر کپکپی طاری ہوگئی حتیٰ کہ مجھے یقین ہوگیا، میں درخت سے نیچے اپنے مالک پر گر جاؤں گا۔ مگر میں آہستہ آہستہ نیچے اترا اور اپنے مالک کے چچا زاد بھائی سے کہنے لگا؛ کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟ میرے مالک نے سخت غصے میں آتے ہوئے مجھے ایک شدید قسم کا تھپڑ رسید کر دیا اور پھر اس نے کہا: ''تجھے اس سے کیا غرض ہے؟ جاؤ اپنا کام کرو۔'' میں نے کہا: ''نہیں کچھ نہیں، تمہارے چچا زاد نے جو کچھ کہا ہے میں تو صرف اس کی دوبارہ سماعت چاہتا تھا۔

حضرت سلمان نے اپنی محنت سے اپنے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ سامان جمع کر رکھا تھا۔ جب شام ہوئی تو انہوں نے یہ سامان لیا اور قباء میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر سلمان کہنے لگے: مجھے اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ آپ ایک صالح آدمی ہیں اور آپ کے ہمراہ کچھ ایسے پردیسی ہیں جو نہایت ضرورت مند ہیں۔ میرے پاس صدقے کا کچھ مال جمع تھا اور میں نے آپ حضرات کو دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار پایا۔ اسے آپ قبول فرمائیں! میں نے کھانے پینے کی وہ چیزیں آپ ﷺ کے قریب کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''تم لوگ کھا لو۔'' اور اپنا دست مبارک روک کر رکھا، اس کھانے میں سے کچھ بھی نہ کھایا۔ میں نے اپنے جی میں کہا: یہ پہلی علامت درست ثابت ہوئی۔

پھر میں آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور مزید کچھ کھانے پینے کی چیزیں جمع کیں۔ تب تک رسول اللہ ﷺ قباء سے مدینہ منورہ شہر میں منتقل ہو چکے تھے۔ میں دوبارہ پھر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: ''میں نے دیکھا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ اب یہ ہدیۃً کچھ چیزیں حاضر ہیں۔ ان کے ساتھ میں آپ کی تکریم کرنا چاہتا ہوں۔ سلمان بیان کرتے ہیں کہ اب کی بار نبی کریم ﷺ نے اس کھانے میں سے خود بھی کھایا اور اپنے ساتھ اپنے اصحاب کو بھی کھانے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے بھی کھایا۔ میں نے اپنی جی میں کہا: (یہ دوسری علامت بھی صحیح نکلی اور یوں) یہ دو نشانیاں پوری ہوئیں۔

تیسری بار میں پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ''بقیع الغرقد'' میں تھے۔ آپ ﷺ اپنے کسی صحابی کے جنازہ کے ساتھ یہاں تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ کے سر پر جو پگڑی تھی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دو شملے تھے اور آپ ﷺ اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو سلام کہا اور گھوم کر آپ ﷺ کی پشت والی جانب آ گیا تاکہ میں آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان اس ''ختم نبوت'' کو دیکھ سکوں، جس کے بارے میں میرے ساتھی (عموریہ والے راہب) نے مجھے بتلایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے دیکھا کہ میں آپ ﷺ کے گرد گھوما ہوں، آپ ﷺ اس بات کو جان گئے کہ میں کسی ایسی علامت کی تصدیق چاہتا ہوں جو مجھے بیان کی گئی ہے تو آپ ﷺ نے اپنی اوپر والی چادر کو اپنی پشت سے کھسکا دیا۔ میں نے اس ''ختم نبوت'' کو دیکھ کر پہچان لیا اور پھر آپ ﷺ سے چمٹ کر اس ''ختم نبوت'' کو بوسہ دیتے ہوئے رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(ارے میاں!) پھر کے ادھر آؤ!'' تو میں پیچھے سے سامنے آ گیا اور آپ ﷺ سے اپنی ساری آپ بیتی بیان کی۔ نبی کریم ﷺ کو میری باتوں نے حیرت و تعجب میں ڈال دیا اور پسند فرمایا کہ؛ یہ ساری بات آپ ﷺ کے اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی سن رہے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسی غلامی والی زندگی میں قابو آتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر اور جنگ احد بھی گزر گئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: سلمان! (اپنے یہودی مالک سے) مکاتبت کرلو۔ سلمان بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے مالک کے ساتھ تین سو کھجوروں کے بدلے مکاتبت کرلی کہ میں یہ پودے گاڑ کر اس کے لیے پرورش کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ چالیس اوقیہ چاندی بھی دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا ''اپنے بھائی کی مدد کرو۔'' اور پھر انہوں نے میری (بھرپور) مدد کی۔ ایک شخص نے تیس عدد کھجور کے چھوٹے پودے مجھے دے دیے۔ ایک بھائی نے بیس عدد ایک آدمی نے پندرہ اور ایک چوتھے آدمی نے دس عدد۔ غرضیکہ جتنی کوئی استطاعت رکھتا تھا اتنا اس نے دے دیا۔ یہاں تک کہ میرے پاس تین سو کھجور کے چھوٹے پودے جمع ہو گئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمان! جاؤ ان پودوں کے جا کر گڑھے کھودو اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آ جانا ان پودوں کو ان گڑھوں میں اپنے ہاتھ سے میں خود رکھوں گا۔''

چنانچہ میں نے ان پودوں کے لیے گڑھے کھودے۔ میرے ساتھیوں نے اس کام میں بھی میری مدد کی۔ حتیٰ کہ میں جب اس کام سے فارغ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی۔ پس رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ گڑھوں کی طرف نکلے۔ ہم پودوں کو آپ ﷺ کے قریب کرنے لگے اور آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو گڑھوں میں رکھنے لگے۔ اس ذات اقدس کی قسم! جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے ان پودوں میں سے ایک بھی نہ مرا (سب چل پڑے) یوں میں نے کھجوروں کے درخت ادا کردیے باقی میرے اوپر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقدی رہ گئی تھی۔

اور پھر ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی غزوہ کے نتیجہ میں مرغی کے انڈے برابر سونا غنیمت کے خمس میں آیا۔ آپؐ نے پوچھا: سلمان فارسی نے مکاتبت کی رقم کا کیا کیا؟ اور پھر مجھے نبی مکرم ﷺ کے پاس بلا کر لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: سلمان! یہ لو اور جو تمہارے اوپر نقد مال واجب الادا ہے وہ دے دو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میرے اوپر واجب الاداء (چالیس اوقیہ چاندی) کے مقابل یہ سونا کہاں کفایت کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ''تم اسے لے جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری طرف سے ادائیگی کا خود انتظام فرمائیں گے۔'' چنانچہ میں نے یہ سونا لے لیا اور اسے تول کر یہودی کو دے دیا۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے یہ سونا پورا چالیس اوقیہ چاندی کے برابر ہوا۔ میں یہودیوں کو ان کا پورا پورا حق دے کر آزاد ہو گیا اور پھر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ خندق میں شریک ہوا۔ اس کے بعد کوئی بھی غزوہ وسریہ مجھ سے نہ رہا کہ میں جس میں شریک نہ ہوا ہوں''۔ ❶

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

یوں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک شخص سے دوسرے شخص کے پاس منتقل ہوتے اور ملک در ملک پھرتے پھراتے خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپؐ کے صحابی (ساتھی) بن گئے اور اہل ایمان کے درمیان ان کی بڑی شان وفضیلت بن گئی۔ بلکہ ان کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی بن گئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے غصہ کے لیے خود غصہ ہو جاتے۔ حتیٰ کہ سیّد جمیع المتّبعین للانبیاء والمرسلین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ جناب سلمان فارسی اور صحابہ کرام میں سے آپ کے بعض ساتھیوں کے معذرت کرنے کے لیے آتے ہیں اور اس بات کی التجا کرتے ہیں کہ کہیں ان کے ساتھ ناراض تو نہیں ہو گئے؟ اور وہ سب ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

((فَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ سَلْمَانَ وَصُهَيْبًا وَبِلَالًا كَانُوا قُعُودًا فِي أُنَاسٍ فَمَرَّ بِهِمْ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فَقَالُوا: وَاللّٰهِ مَا أَخَذَتْ سُيُوفُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَأْخَذَهَا بَعْدُ، فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَتَقُولُونَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهَا؟ قَالَ: فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ! لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ، لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ)) فَأَتَاهُمْ أَبُوبَكْرٍ فَقَالَ: يَا

❶ دیکھئے مسند احمد: ٥/٤٤١ تا ٤٤٤ حديث: ٢٣٥ طبع مؤسسة الرساله / وقال حمزه أحمد الزين: اسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِخْوَتَاهُ ، لَعَلَّكُمْ غَضِبْتُمْ؟ فَقَالُوْا: لَا ، يَا اَبَابَكْرٍ! يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ)) [1]

''عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان حضرت سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال حبشی جیسے اصحاب النبی (ﷺ) کے پاس آیا۔ وہ کہنے لگے: اللہ ذوالجلال کی قسم! اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں کی گردنوں سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ عائذ بن عمرو کہتے ہیں؛ یہ سن کر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: کیا تم لوگ یہ بات قریشی سردار اور ان کے بزرگ کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ اس کے بعد آپ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور سارے معاملے کی آپ کو خبر دی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! شاید تم نے ان کو ناراض کر دیا ہے؟ اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا ہے تو سمجھو کہ تم نے اپنے رب کو غصہ دلا دیا۔'' چنانچہ ابوبکر ان کے پاس (فوراً) آئے اور ان سے کہا: میرے بھائیو! کہیں میں نے تمہیں ناراض تو نہیں کر دیا؟ وہ کہنے لگے: نہیں، ہمارے بھائی اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔'' (رضی اللہ عنہم اجمعین دارضوہ)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایران کے بعض حصوں کی فتح

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی صحابہ کرام کے ساتھ مل کر جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جہاد جاری رکھا اور پھر ۱۶ ہجری میں سلمان فارسی نے جنگ قادسیہ میں کامیابی کے بعد اپنے ملک، ایران کی فتح کے دوران سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کا پورا پورا ساتھ دیا۔ کسریٰ ایران کے دو بڑے شہروں میں سے ایک ''نہر شیر'' کا جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کر لیا اور اس شہر والوں نے اپنا سخت دفاع کرتے ہوئے انہیں اس شہر سے دور رہنے پر مجبور کر دیا تو جناب سعد نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو ان کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ اور پھر جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن میں کسریٰ ایران کے قصر ابیض (White House) پر اپنا لشکر چڑھا لائے تو مدائن کے باسیوں اور اس کا دفاع کرنے والوں کو آپ جناب سلمان رضی اللہ عنہ کی زبانی مسلسل تین دن تک اسلام کی دعوت دیتے رہے۔

حضرت سلمان ایرانیوں کو فارسی زبان میں مخاطب ہوتے ہوئے انہیں بتاتے کہ وہ بھی انہی میں سے ایک فارسی النسل واللسان ہیں اور پھر آپ ان کو تین باتوں کی دعوت دیتے۔ (۱)...... اسلام قبول کر لو...... (۲) نہیں تو جزیہ دو (۳)...... ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

((عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: حَاصَرَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَصْرًا مِنْ قُصُورِ فَارِسَ ،

[1] مسند أحمد ، رقم : ٢٣٦٢٧ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح، باختصار: ٥/ ٦٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ؛ أَلاَ تَنْهَدُ إِلَيْهِمْ؟ قَالَ : لاَ ؛ حَتَّى أَدْعُوهُمْ كَمَا كَانَ يَدْعُوْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَأَتَاهُمْ فَكَلَّمَهُمْ ، قَالَ : أَنَا رَجُلٌ فَارِسِيٌّ وَأَنَا مِنْكُمْ وَالْعَرَبُ يُطِيْعُوْنِي ، فَاخْتَارُوْا إِحْدَى ثَلاَثٍ : إِمَّا أَنْ تُسْلِمُوْا ، وَإِمَّا أَنْ تُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّ أَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ غَيْرَ مَحْمُوْدِيْنَ ، وَإِمَّا أَنْ نُنَابِذَكُمْ فَنُقَاتِلَكُمْ ، قَالُوْا : لاَ نُسْلِمُ وَلاَ نُعْطِي الْجِزْيَةَ وَلٰكِنَّا نُنَابِذُكُمْ ، فَرَجَعَ سَلْمَانُ إِلٰى أَصْحَابِهٖ ، قَالُوْا : أَلاَ تَنْهَدُ إِلَيْهِمْ؟ قَالَ : لاَ ، فَدَعَاهُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ فَلَمْ يَقْبَلُوْا ، فَقَاتَلَهُمْ فَفَتَحَهَا)) ❶

''(چنانچہ) ابوالبختری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایرانی محلات میں سے ایک محل کا محاصرہ کرلیا۔ آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا: ابوعبداللہ! کیا آپ ایرانیوں کے سامنے ڈٹ کر ان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتے؟ فرمایا: نہیں حتیٰ کہ جیسے رسول اللہ ﷺ لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے میں بھی انہیں دعوت دے لوں۔ ابوالبختری کہتے ہیں: چنانچہ آپ ان کے پاس آئے اور ان سے گفتگو کی۔ فرمایا: میں ایک ایرانی آدمی ہوں اور میرا خاندانی تعلق تمہیں سے ہے۔ جبکہ عرب لوگ میری اطاعت کرتے ہیں۔ تینوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرلو۔ (۱)...... یا تو تم لوگ اطاعت اختیار کرتے ہوئے مسلمان ہوجاؤ۔ (۲)...... یا تم لوگ ذلیل وخوار ہوکر اپنے ہاتھوں ہمیں جزیہ دینے پر راضی ہوجاؤ اور اس صورت میں تم کبھی قابل ستائش نہ ہوگے (۳)...... تیسری صورت یہ ہے کہ ہم اعلان جنگ کرتے ہیں اور تمہارے ساتھ لڑائی (جنگ) کریں گے۔ وہ کہنے لگے: نہ ہم اسلام لائیں گے اور نہ ہی ہم جزیہ دیں گے بلکہ ہم بھی تمہارے ساتھ اعلان جنگ کرتے ہیں۔ جناب سلمان رضی اللہ عنہ ان کا جواب سن کر واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آگئے۔ وہ آپؓ سے کہنے لگے: کیا اب بھی آپ ان کے ساتھ جنگ کا اعلان نہیں کریں گے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر آپ انہیں لگاتار تین دن دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا۔ تب آپؓ نے ان سے جنگ کی اور اس علاقے کو فتح کرلیا''

امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کو صوبہ مدائن پر امیر (گورنر) مقرر کیا گیا۔ آپ وہیں پر مقیم ہوگئے حتیٰ کہ ۳۲ ہجری میں آپ وہیں پر فوت ہوکر مدفون ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

❶ مسند أحمد ، رقم : ٢٣٦٢٩ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (٥/٤٤٤ ح : ٢٤١٤٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی محبت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ سے

((عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً ، أَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ وَأَمَرَنِي أَنْ أُحِبَّهُمْ)) قَالُوْا : مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ((إِنَّ عَلِيًّا مِنْهُمْ وَأَبُوْذَرِّ الْغِفَارِيُّ ، وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ ، وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ)) ❶

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العالمین عزوجل میرے صحابہ میں سے چار کے ساتھ محبت فرماتے ہیں۔ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں بھی ان سے محبت کروں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اور وہ کون (ایسے خوش نصیب) لوگ ہیں اے اللہ کے رسول! (ﷺ) فرمایا: ''علی بھی ان میں سے ہیں اور ابوذر الغفاری، سلمان فارسی اور مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہم جمیعا بھی۔''

یہ تھے جناب مقداد بن عمرو کہ جنہیں مقداد بن اسود الکندی کہا جاتا تھا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ اس لیے کہ الاسود بن عبد یغوث نے انہیں منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا۔ اسی لیے آپؓ کی نسبت اسکی طرف کی جاتی تھی اور آپ کو کندی اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ کا والد عمرو بن کندہ کا حلیف تھا۔

مقداد بن اسود الکندی صحابی رسول اور ان سات لوگوں میں شامل تھے جو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان لا کر دین اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ نتیجتاً آپؓ کو قریش کی طرف سے ایذا رسانی برداشت کرنا پڑی تھی۔ آپ اس دور کے انتہائی معروف و مشہور عرب بہادروں میں شمار ہوتے تھے اور اسلام کے پہلے شاہسوار بنے۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی فریادرسی کے لیے (اپنے ساتھیوں کو) آواز دیتے تو مقداد بن اسود سب سے پہلے آپ کی مدد کرنے کو پہنچ جاتے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ غزوۂ ذی قرد میں جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو قتال فی سبیل اللہ کے لیے بلایا تو شاہسواروں میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے پاس پہنچنے والے یہی مقداد بن اسود الکندی تھے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

جنگ بدر میں تو جناب مقداد رضی اللہ عنہ کی بہادری کے بڑے ہی حیران کن واقعات رونما ہوئے تھے۔ ان کے بہادرانہ کارنامے دیکھ کر جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کی خواہش کی تھی کہ اے کاش یہ دلیری کی بات

---

❶ مسند أحمد ، رقم : ٢٢٨٦٤ وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن ولكن ضعفه الالبانى رحمہ اللہ فانظر ضعيف ابن ماجه / ح: ١٤٩ والترمزى : ٣٧١٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ان کی زبان سے ہی نکلی ہوتی۔ اور یہ دلیری کا کلمہ ان کے نزدیک روئے زمین کی تمام دولت اور ہر چیز سے زیادہ محبوب تھا۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

((شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لَأَنْ أَكُوْنَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ ؛ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ: لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى: ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴾ (سورة المائده: ٢٤) وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ ، يَعْنِي قَوْلَهُ)) [1]

”میں نے (غزوۂ بدر میں) مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میری زبان سے ادا ہو جاتی تو میرے لیے روئے زمین کی کسی بھی چیز کے مقابلے میں وہ زیادہ عزیز ہوتی۔ مقداد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی معظم ﷺ اس وقت مشرکین پر بددعا کر رہے تھے۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ آ کر عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! (ﷺ آپ دل کیوں چھوٹا کرتے ہیں، ہم تو آپ پر قربان ہو جائیں گے اور) ہم وہ نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: ''(دشمن کے مقابلے میں) موسیٰ! تم جاؤ اور تمہارا رب۔ تم دونوں جا کر (ان سے) جنگ لڑو۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔'' بلکہ ہم آپ کے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے اکٹھے ہو کر لڑیں گے۔ تو میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ مقداد کی یہ بات سن کر آپ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ خوش ہو گئے۔“

جناب مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے واقعات بہت ہیں کہ جن میں سے ایک کا تذکرہ اپنی زبانی خود یوں بیان کرتے ہیں: ”میں اور میرے ساتھ میرے دو اور ساتھی مدینہ منورہ آئے۔ جدوجہد اور فاقہ کی وجہ سے ہمارے کانوں اور آنکھوں کی طاقت جاتی رہی تھی (اس قدر ہم لاغر ہو گئے تھے) ہم اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر پیش کرتے مگر ان میں سے (خود غریب ہونے کی وجہ سے) کوئی ہمیں قبول نہ کرتا۔ بالآخر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ وہاں تین بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: ”ان کا دودھ دوہو، ہم تم سب مل کر پئیں گے“

مقداد بیان کرتے ہیں: پھر ہم (وہیں آپ کے گھر میں ٹک گئے اور) ان کا دودھ دوہا کرتے۔ ہم میں سے ہر یک آدمی اپنا حصہ پی لیتا اور نبی کریم ﷺ کا حصہ اٹھا رکھتے۔ آپ رات کو تشریف لاتے اور ایسی دھیمی آواز

[1] أخرجه البخاري في كتاب المغازي ، باب قول الله تعالى : ﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ ح : ٣٩٥٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سلام کرتے کہ جس سے سونے والا جاگ نہ جاتا اور جاگنے والا سن لیتا۔ پھر آپ مسجد میں تشریف لے آتے اور نماز پڑھتے۔ اس کے بعد آپؐ اپنے دودھ والے حصہ کے پاس تشریف لاتے اور اسے نوش فرما لیتے۔

ایک شیطان نے مجھے بھڑکا دیا اور اس وقت میں اپنا حصہ پی چکا تھا۔ شیطان کہنے لگا: محمد (ﷺ) تو انصار کے پاس جاتے ہیں۔ وہ آپ کو تحائف دیتے ہیں اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہوتی ہے وہ آپ کو مل جاتی ہے۔ آپ کو اس ایک گھونٹ دودھ کی کیا ضرورت ہوگی؟ میں آیا اور وہ دودھ پی گیا۔ جب دودھ پیٹ میں سما گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب کوئی راستہ نہیں رہا تو شیطان نے مجھے (الٹا) ملامت کرنا شروع کر دی اور کہنے لگا: تیری خرابی ہو! یہ تو نے کیا کیا؟ کیا تم نے (حضرت) محمد (ﷺ) کا حصہ بھی پی لیا؟ آپ تشریف لائیں گے اور دودھ نہ پا کر تمہیں بددعا دیں گے؟ تمہارے دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جب اسے پاؤں پر ڈالتا تو میرا سر ننگا ہو جاتا اور جب اپنے سر پر ڈالتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ البتہ میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے۔ انہوں نے یہ کام نہیں کیا تھا۔

مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: چنانچہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ نے حسب معمول سلام کیا جیسے آپ کرتے تھے۔ پھر مسجد کی طرف چلے آئے اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد دودھ کے پاس تشریف لائے، برتن کھولا تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ آپؐ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ میں نے (اپنی جی میں کہا) اب آپ میرے اوپر بددعا کر رہے ہوں گے اور میں ضرور ہلاک (تباہ و برباد) ہو جاؤں گا۔ مگر آپ تو یوں دعا کر رہے تھے: ''اے اللہ! تو اس کو بھی کھلا جو مجھے کھلائے اور اس کو بھی پلا جو مجھے پلائے۔''

مقداد بیان کرتے ہیں: یہ سن کر میں نے چادر کو اپنے اوپر مضبوطی سے باندھ لیا اور چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف چلا۔ تاکہ ان میں سے جو موٹی تازی ہو اسے میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ذبح کر دوں۔ مگر دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر دیکھا تو دوسری بکریوں کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوئے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے اہل خانہ کا وہ برتن لیا کہ جس میں وہ دودھ دوہنے کی طمع نہیں رکھتے تھے۔ (یعنی بڑا برتن کہ جس میں ان کمزور بکریوں کا دودھ دوہنے کی ان کے دل میں کبھی آرزو پیدا نہ ہوئی ہوگی۔ دوُدھ تھوڑا جو ہوتا تھا!) میں نے اس برتن میں دودھ دوہا اور وہ برتن اتنا بھر گیا کہ اس پر جھاگ آ گیا۔ اسے لے کر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم لوگوں نے اپنے دودھ کا رات والا حصہ پی لیا ہے؟'' میں نے کہا: (جی ہاں!) اللہ کے رسول! آپ پیجئے! آپ نے دودھ پیا اور پھر مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اور لیجئے! آپؐ نے پیا اور پھر مجھے دے دیا۔ جب مجھے معلوم ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ نے سیراب ہو کر پی لیا ہے اور میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے آپ کی دعا لے لی تو میں ہنسنے لگا اور زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(لگتا ہے) مقداد تم نے کوئی بری بات کی ہے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یوں میرا حال ہوا اور یوں میں نے ایسا قصور کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس وقت (دودھ کا خلافِ معمول بکریوں کے تھنوں میں اتر آنا) یہ اللہ کی رحمت تھی۔ تو نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہا؟ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی جگا لیتے اور وہ بھی یہ دودھ پی لیتے؟ مقداد بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے۔ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں جب میں نے اللہ کی رحمت حاصل کر لی ہے اور حاصل بھی کی آپؐ کے ساتھ۔ کہ لوگوں میں سے کون اسے حاصل کرتا ہے اور کون نہیں؟'' ❶

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث پر شرحاً لکھتے ہیں: اس واقعہ سے یہ بات مترشح ہے کہ جناب مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ کو اس ڈر سے شدید قسم کا غم لاحق ہوا، کہیں نبی کریم ﷺ اس بنا پر کہ وہ آپ کا حصہ پی کر آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا سبب بنے تھے بد دعا نہ کر دیں۔ تو جب انہوں نے جان لیا کہ نبی کریم ﷺ دودھ پی کر سیراب ہو گئے ہیں اور آپؐ نے ان کے حق میں دعا کر دی ہے تو وہ خوش ہو کر ہنسنے لگے حتیٰ کہ کھلکھلا کر ہنسنے کی وجہ سے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ دوسرا سبب ان کی خوشی کا غم کا دور ہو جانا تھا اور اس غم کے بدلے نبی کریم ﷺ کے دودھ پی لینے کے ساتھ خوشی اور مسرت کا مل جانا تھا۔ تیسرا سبب نبی کریم ﷺ کی دعا کی فوراً قبولیت کی صورت میں تھا۔'' دعا یوں تھی:

((اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ))

''اے اللہ! تو اس کو بھی کھانا کھلا دے جو مجھے کھلائے اور اے اللہ! تو اسے بھی پلا دے جس نے مجھے کچھ پلایا''

اس دعا کا پورا ہونا اور مذکورہ بالا معجزہ کا ظہور جناب مقداد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فی الفور ہو گیا تھا۔ اس خوشی کا چوتھا سبب ان کے ایک قبیح عمل پر اولاً پریشانی اور آخر میں ایک مستحسن عمل پر تعجب تھا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: اِحْدَی سَوْآتِكَ یَا مِقْدَادُ !...... اے مقداد! لگتا ہے تم نے کوئی بری حرکت کی ہے۔'' یعنی تم نے کوئی بری بات کر لی ہے اور وہ کیا ہے؟ تو حضرت مقداد نے اپنی ساری بات بتلا دی تھی۔ تب پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: اس وقت دودھ کا خلاف توقع بغیر وقت کے، خلاف عادت بکریوں کے تھنوں میں اتر آنا ''اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت تھی'' اگرچہ سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرانجام پاتے ہیں۔'' ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الأشربة/ باب إکرام الضيف وفضل إیثاره / حدیث : ٥٣٦٢

❷ شرح صحیح مسلم للنووی : ١٤/ ١٥-١٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب مقداد رضی اللہ عنہ اللہ رب العالمین کی ذات و صفات اور اس کے دین کے معاملے میں کبھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتے نہیں تھے، بالخصوص اس وقت جب رسول اللہ ﷺ کے اوامر میں سے کسی حکم کی تنقیذ کا موقع ہوتا یا آپ کی نصیحتوں میں سے کسی نصیحت پر عمل کا موقع ہوتا۔ ایک دن کی بات ہے کہ جناب مقداد بن الاسود امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی کے چہرے پر آپ کنکریاں پھینکنے لگے۔ وہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف (ان کے منہ پر) کر رہا تھا تو آپ پوچھیں گے: مقداد رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب جناب ہمام بن حارث رضی اللہ عنہ یوں دیتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلاً جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَكَانَ رَجُلاً ضَخْمًا، فَجَعَلَ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ)) ❶

''ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ذرا بھارے وجود کے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اور تعریف کرنے والے کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: مقداد! تمہیں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگے: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے مونہوں پر خاک پھینکو۔''

نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے بہت زیادہ اہل ایمان اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ اے کاش! وہ نبی محمد ﷺ کے مقدس دور میں ہوتے اپنی آنکھوں کو رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے ٹھنڈک پہنچاتے اور خوب سیر ہو کر آپ کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام میں شامل ہوتے۔ ایسی تمنا رکھنے والے اللہ کے مومن بندے ہر اس صاحب پر رشک کرتے ہیں کہ جس نے نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا اور آپ کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن ایسے لوگوں میں سے اکثر پر ایک نہایت ہی اہم حقیقت مخفی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ آدمی جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا ضروری نہیں کہ وہ مومن بھی ہو اور آپ کا ساتھ دینے والا بھی۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں کفار و مشرکین کثرت کے ساتھ موجود تھے۔ بلکہ ان میں سے وہ بدبخت لوگ بھی تھے کہ جنہوں نے رؤف و کریم نبی، جناب رحمۃ للعالمین علیہ التحیۃ والسلام الی مادام الدوام کو زبان و فعل سے تکالیف پہنچائیں اور آپؐ سے

❶ أخرجه مسلم في كتاب الزهد، باب النهي عن المدح إذا كان فيه إفراط وخيف منه فتنة على الممدوح۔ ح: ٧٥٠٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ بھی کی تھی اور ان میں سے وہ لوگ بھی تھے کہ جنہوں نے "لا الـه الا الـله محمد رسول الله" کے زبانی اقرار کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ تو عین ممکن ہے ایسی آرزو رکھنے والے اگر نبی کریم ﷺ کے دور خیر القرون میں ہوتے تو وہ مصائب برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے ایسے ہی لوگوں میں شامل ہوتے اور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں شامل نہ ہونے پاتے۔ جناب مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ سے اس اہم ترین مسئلہ پر ان کا موقف بھی سن لیجئے جو ہم تک ثقہ اسناد سے پہنچا ہے۔

"جناب جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم سیدنا مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ (جناب مقداد کی طرف اشارہ کر کے) کہنے لگا: کس قدر سعادت مند ہیں یہ دو آنکھیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ اللہ کی قسم! ہماری یہ خواہش ہی رہی کہ اے کاش! ہم نے بھی وہ دیدار کیا ہوتا جو آپ کو حاصل ہوا اور جن غزوات میں آپ نبی کریم ﷺ کے ہمرکاب رہے، اے کاش ہم بھی ان معارک میں شامل ہوتے۔ تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت غصے میں آ گئے۔ راوی (جبیر بن نفیر) کہتے ہیں: مجھے ان کے غصے سے بڑا تعجب ہوا۔ اس بیچارے نے تو بہت اچھی بات کہی تھی؟

تو جناب مقداد رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: جس کارنامے سے اللہ تعالیٰ نے ایسی خواہش رکھنے والے کو دور رکھا ہے وہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا تبھی تو اس نے ایسا کیا ہے۔ وہ شخص نہیں جانتا کہ اگر وہ ان معاملات (واقعات و معارک) کے وقت موجود ہوتا تو اس وقت کس حالت میں وہ ہوتا۔ (آیا اسے مصائب کو دیکھ کر ایمان بھی نصیب ہوتا یا نہیں؟) اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایسی (طاقتور، علم رکھنے والی) اقوام بھی موجود تھیں کہ جنہوں نے آپ کی نہ تصدیق کی اور نہ ہی آپ کی دعوت کو قبول کیا اور یوں اللہ نے انہیں ان کے سروں کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیا۔ کیا تم لوگ اس بات پر اللہ کا شکر نہیں کرتے کہ اس نے جب تمہاری ماؤں کے بطنوں سے پیدا فرمایا تو تم لوگ صرف ایک اللہ رب العالمین کی ربوبیت کو ہی جانتے تھے؟ اور تم لوگ شعور کو پہنچتے ہی اپنے نبی کے لائے ہوئے دین، قرآن و سنت کی تصدیق کرنے والے تھے؟ اور تمہیں آزمائشوں سے تمہارے علاوہ کے لوگوں کے ساتھ کافی کر دیا گیا؟ (یعنی اوروں کو مصائب و ابتلاء میں ڈال کر تمہیں امن و آزادی کا درد عطا کیا)

اللہ کی قسم! اللہ رب العالمین نے اپنے (آخری) نبی (محمد رسول اللہ ﷺ) کو ایک ایسے سخت ترین آزمائشوں والے دور میں مبعوث فرمایا کہ اس سے پہلے کسی نبی کو ایسے کڑے حالات اور انتہائی جہالت کے دور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں بھیجا گیا تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دور والے مشرکین و کفار یہ بات ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے کہ رب تعالیٰ کا دین اور اس کی عبادت بتوں کی پوجا سے افضل بھی ہو سکتے ہیں؟ مگر آپ ﷺ ایسا فرقان حمید لے کر آئے کہ جس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے رکھ دیا۔ اس دین حق نے باپ اور بیٹے کے درمیان تفریق ڈال دی حتیٰ کہ اگر آدمی اپنے باپ، اپنے بیٹے یا اپنے بھائی کو کفر کی حالت میں دیکھتا اور اس کے اپنے دل کے تالے کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے کھول دیا ہوتا تو وہ جان رہا ہوتا تھا کہ اگر اس کا یہ کافر باپ، بیٹا یا بھائی اسی حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اس وقت نہ اس کے دل کو قرار ملتا اور نہ اس کی آنکھوں کو سکون نصیب ہوتا۔ کیونکہ اسے پختہ علم ہو چکا ہوتا تھا کہ اس کا پیارا عزیز جہنم میں جائے گا اور یہی وہ کیفیت تھی کہ جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا تھا:

﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝ ﴾ (الفرقان:۷۴)

''اور یہ ایمان والے لوگ ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک! ہمیں ایسی بی بیاں اور ایسی اولاد عطا فرما جن کی طرف سے (ایمان وعمل کے ساتھ) ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہمیں پرہیز گاروں (متقیوں) کا سردار بنا دے۔''

جناب مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ وعن جمیع اصحاب النبی ﷺ)

نبی کریم کی محبت حضرت زاہر رضی اللہ عنہ سے

یہ تھے جناب زاہر بن حرام جو بادیہ نشین، دلیر آدمی تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آپ جب بھی (شہر، مدینہ منورہ) آتے نبی کریم ﷺ کے لیے کوئی نادر تحفہ ضرور لے کر آتے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا: زاہر ہمارے جنگل کے رہنے والے (ایک سخی، بہادر آدمی) ہیں یا پھر حضرت زاہر نبی کریم ﷺ کے لیے جنگل کی (خوشبودار اور طبی اعتبار سے نہایت مفید) نباتات اور انواع واقسام کے پھل لے کر آتے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کے فرمان: إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا ...... زاہر بن حرام ہمارے بادیہ ہیں'' کے پورا پورا مصداق بن جاتے یا پھر آپ ﷺ کے فرمان کا معنی یہ تھا کہ جب ہم صحراء (جنگل) کو یاد کرتے ہیں تو ہمارا دل زاہر کو دیکھ کر اطمینان حاصل کر لیتا ہے یا اس فرمان کا تیسرا معنی یہ بھی تھا کہ جب بھی ہمیں جنگلی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے' زاہر بن حرام وہ چیزیں ہمارے پاس لے کر آ جاتے ہیں اور ہمیں سفر کی احتیاج نہیں رہتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ...... اور ہم زاہر کے مدنی (شہری لوگ) ہیں۔ یعنی جس چیز کی ضرورت زاہر کو ہوتی ہے وہ ہم (یہاں شہر میں) اس کے لیے تیار کر دیتے ہیں۔ یا اس کا دوسرا مفہوم یہ تھا کہ زاہر واپس اپنے بادیہ کی طرف ہمارے ساتھ مل کر کچھ وقت گزارے بغیر نہیں جاتے۔ اس ساری بات کو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اِسْمُهُ زَاهِرًا ، كَانَ يَهْدِي لِلنَّبِيِّ ﷺ الْهَدِيَّةَ مِنَ الْبَادِيَةِ ، فَيُجَهِّزُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ)) فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ)) وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّهُ وَكَانَ رَجُلاً دَمِيمًا۔ وَفِي أَحَدِ الْأَيَّامِ أَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهُ ، فَقَالَ الرَّجُلُ : أَرْسِلْنِي مَنْ هٰذَا؟ فَالْتَفَتَ فَعَرِفَ النَّبِيَّ ﷺ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ عَرِفَهُ وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ : ((مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ؟)) فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ — أَوْ قَالَ — ((لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ أَنْتَ غَالٍ)) [1]

"بادیہ نشینوں میں سے ایک آدمی کا نام زاہر بن حرام تھا۔ وہ جنگل سے نبی کریم ﷺ کے لیے تحائف لایا کرتا تھا اور پھر جب وہ واپسی کا ارادہ کرتا تو نبی مکرم ﷺ اس کے لیے (شہر میں موجود اشیاء سے) سامان تیار کرواتے۔ سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ "...... بلاشبہ زاہر بن حرام ہمارے بادیہ اور ہم اس کے شہری (مدنی لوگ) ہیں اور نبی کریم ﷺ زاہر سے محبت کرتے تھے (رضی اللہ عنہ وارضاہ) حضرت زاہر کچھ زیادہ خوش شکل نہ تھے۔ ایک دن کی بات ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے بازار میں اپنا (جنگل سے لایا ہوا) اسباب بیچ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ نے اس کو پیچھے سے اپنے مبارک سینے سے لگاتے ہوئے بھینچ لیا۔ وہ آپ کو دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ کہنے لگا: آپ کون ہیں جناب! مجھے چھوڑ دیں۔ جب اس نے مڑ کے دیکھا تو نبی کریم ﷺ تھے۔ اب تو اس نے اپنی پشت کو نبی کریم ﷺ کے مبارک سینے سے

[1] مسند أحمد ، رقم : ١٢٥٨٥ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (١٦١/٣ ح : ١٢٢٣٧) وصححه ابن حبان ـ ٥٧٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید چمٹا لیا، چھوڑنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: (لوگو!) کون ہے جو اس غلام کو خرید لے؟۔" تو وہ کہنے لگا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو میرا مول (اس دنیا کے بازار میں) بہت کم لگے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ — أَوْ قَالَ — لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ أَنْتَ غَالٍ"...... لیکن اللہ کے ہاں تم تھوڑی قیمت والے نہیں بلکہ رب ذوالجلال کے ہاں تم بہت مہنگے ہو"

نبی کریم ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب لوگ انصارِ مدینہ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین [1]

((قَالَ أَنَسُ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: ((جَاءَ تِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا ، فَكَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : ((وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّكُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ))مَرَّتَيْنِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : ((اَللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِّنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ)) قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ)) [2]

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک بی بی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ اس کے ہمراہ اس کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بی بی سے گفتگو فرمائی اور پھر یہ فرمایا: اس رب اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ تم انصار کے لوگ دنیا کے سارے لوگوں سے مجھے زیادہ پیارے ہو۔" اور ایک دوسرے روایت میں ہے کہ فرمایا: اللہ کی قسم! تم انصار مدینہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔" یہ بات نبی کریم ﷺ نے تین بار ارشاد فرمائی"

یہ وہ انصار مدینہ تھے کہ جنھوں نے اللہ رب العالمین کے دین اور اس کے رسول محمد النبی الکریم علیہ التحیۃ والسلام الی مادام الدوام کی پوری پوری مدد کی تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو پناہ دی اور آپ کی اور آپ کے اصحاب (مہاجرین مکہ) کی اپنے اموال سے بھرپور خاطر مدارت اور مدد کی تھی۔ انہوں نے اپنا شہر (یثرب کا مدینہ منورہ) آپ ﷺ کو پیش کردیا تھا تاکہ یہ شہر اسلامی حکومت کا دارالسلطنت بن جائے اور تاکہ یہ شہر نبی کریم ﷺ کی دعوت کا روئے زمین کے سارے خطوں کے لیے منبع و مرکز بن سکے۔ یہ انصار مدینہ دو بڑے قبائل اوس و خزرج سے تعلق رکھنے والے تھے۔ یہی وہ (محبین اللہ ورسولہ) لوگ تھے کہ جن کے ساتھ محبت کو رسول

---

[1] اس مضمون کی تیاری کے لیے دیگر مصادر کے علاوہ (١) سیرت ابن ھشام (عربی) جلد ١، ص ٤٢٢ اور مابعد کے صفحات۔ (٢)فتح الباری جلد نمبر ١ ص ٦٣ (٣) شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ٢ ص ٦٤ اور (٤) البدایہ والنھایہ للحافظ ابن کثیر رحمھم اللہ جمیعا جلد نمبر ٣ ص ٢٦٢ کا مطالعہ کریں۔

[2] أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب قول النبي ﷺ للأنصار : أنتم أحب الناس إليّ، ح : ٣٧٨٥ ، ٣٧٨٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ نے ایمان کی علامت اور ان سے بغض وحسد کو آپؐ نے نفاق کی نشانی بتلایا تھا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں بالصراحت فرما دیا تھا:

((اَلْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ ، وَّلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ۔ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ)) ❶

''انصار سے محبت صرف ایک مومن آدمی ہی کرسکتا ہے اور ان سے بغض وحسد تو صرف منافق ہی رکھے گا۔ جس نے انصار مدینہ سے محبت کی، اللہ نے اس سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اللہ نے اس سے نفرت کی (اور بغض رکھا)''

یہ انصار مدینہ کون تھے؟ کہ جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے:

((لَوْ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوْا وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ فِيْ وَادِي الْأَنْصَارِ ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْأَنْصَارِ)) ❷

''اگر انصار مدینہ سفر کے دوران کسی ایک وادی یا گھاٹی میں چلیں (اور دوسرے لوگ کسی دوسری وادی یا گھاٹی میں) تو میں انصار والی وادی میں (ان کے ساتھ) چلوں اور اگر ہجرت (کی فضیلت) نہ ہوتی تو میں ضرور انصار میں سے ایک آدمی ہوتا''

انصار...... ایک اسلامی نام ہے۔ یہ نام نبی کریم ﷺ نے بنو اوس وخزرج کے مسلمانوں کا رکھا تھا۔ چنانچہ یہ نام ان کا نشان (اور دینی علامت) بن کر رہ گیا۔ اسی طرح آپؐ کے رکھے ہوئے اس نام کا اطلاق انصار کی اولادوں' ان کے حلیفوں اور ان کے غلاموں پر بھی ہوتا تھا۔ قبیلہ اوس کی نسبت اس قبیلے کے جد الاجداد اوس بن حارثہ کی طرف ہوتی تھی۔ جبکہ قبیلہ خزرج کی نسبت ان کے جد الاجداد خزرج بن حارثہ کی طرف ہوتی تھی اور اوس بن حارثہ وخزرج بن حارثہ دونوں بی بی قیلَہ کے بیٹے تھے۔ قیلَہ ان کی ماں کا نام تھا۔ جبکہ باپ کا نسب نامہ یوں ہے: حارثہ بن عمرو بن عامر اور یہی وہ شخص ہے کہ بنو ازد کے انساب بھی اس پر پہنچ کے اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بنو اوس کے سردار سیدنا سعد بن معاذ تھے اور بنو خزرج کے سردار سیدنا سعد بن عبادہ تھے۔ رضی اللہ عنہما وارضاہ۔

ہجرت مکہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ ہر سال حج کے موقع پر اپنے آپ کو عرب قبائل پر پیش کرتے، انہیں

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب حب الأنصار من الإيمان ح : ٣٧٨٣

❷ أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب قول النبي ﷺ " لَوْلَا الهجرة لكنت امرءًا من الأنصار ح : ٣٧٧٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ، دین اسلام کی طرف دعوت دیتے اور اس بات کی انہیں خبر دیتے کہ آپؐ نبی مرسل ہیں۔ پھر آپؐ ان سے دریافت فرماتے: کیا وہ آپؐ کی تصدیق کرتے ہیں یا اس وقت تک انکاری رہیں گے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ دلائل بینہ و براہین قاطعہ کے ذریعے ان پر آپ کی بعثت کو ان کے سامنے کھول کر واضح کر دے گا؟ تو ان میں سے بعض لوگ اس حق بات سے اعراض کرتے جو آپؐ ان کے سامنے پیش کرتے اور بعض ان کے آپؐ پر شرط باندھتے کہ اگر آپ کو بعد میں غلبہ نصیب ہوگیا تو قیادت وحکومت کا معاملہ ان کے ہاتھ میں رہے گا۔ بلکہ ان میں سے بعض لوگ تو آپ کی نہایت برے انداز میں تردید کرتے۔ ان دنوں کہ جب لوگ موسم حج میں مکہ جمع ہوتے رسول اللہ ﷺ انہی حالات سے دوچار تھے۔ عربوں میں سے کوئی بھی مشہور نام ونسب اور حسب وشرف والا مکہ آتا اور نبی مکرم ﷺ اس کے متعلق سنتے تو آپ کا سامنا کر کے اسے اللہ کی دعوت ضرور دیتے اور قرآن میں سے جو کچھ آپ کے پاس پہنچ چکا ہوتا اسے اس پر پیش کرتے۔

اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے غلبہ اور اپنے نبی کے اعزاز واکرام کا ارادہ فرمایا اور اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ حسب سابق ایک موسم حج میں دعوت الی اللہ کے لیے نکلے اور اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کیا۔ یعنی قرآن وسنت کی دعوت اپنی احادیث مبارکہ کے ذریعے ان پر پیش کی۔ چنانچہ اسی تگ و دو کے دوران آپ کی ملاقات منیٰ میں عقبہ کے مقام پر انہی یثرب کے رہنے والے بنوخزرج کی ایک جماعت سے ہوگئی کہ جن کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خیر کا ارادہ فرما رکھا تھا۔ آپؐ نے انہیں اللہ عزوجل کی توحید خالص کی طرف دعوت دی اور ان پر اسلام پیش کیا۔ آپ نے قرآن کی تلاوت فرمائی تو ان خوش بخت انسانوں نے نبی مکرم ﷺ کی پیش کردہ دعوت پر لبیک کہا اور اسے قبول کرلیا۔ آپ کی انہوں نے تصدیق بھی کی اور اسلام کی جو باتیں آپؐ نے ان پر پیش کی تھیں وہ بھی انہوں نے قبول کرلیں۔ [1]

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ جب اگلے (نبوت کے بارھویں) سال کا موسم حج شروع ہوا تو انصار کے بارہ آدمی مکہ آئے۔ انہوں

[1] یہ گیارھویں سال نبوت (جولائی ۶۲۰ء) کی بات ہے اور بنوخزرج کے جن سعادت مند انسانوں نے اس موقع پر نبی کریم ﷺ سے گفت وشنید کی ان کے نام یہ ہیں: (۱) سادات تنا اسعد بن زرارہ (۲) عوف بن حارث بن رفاعہ (۳) رافع بن مالک بن عجلان (۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ (۵) عقبہ بن عامر بن نابی اور (۶) حارث بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہم۔ ان چھ عدد سعادت مند رجال عرب کی صورت میں اسلامی دعوت کو چند کارآمد ایسے بیج دستیاب ہوئے جو دیکھتے دیکھتے سرو قامت درختوں میں تبدیل ہوگئے اور ان کی لطیف وراحت آمیز گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر مسلمانوں نے برسوں تک ظلم وستم کی تپش سے راحت پائی۔ یہ یثرب کے عقلاء الرجال تھے۔ جب یہ لوگ واپس یثرب پلٹے تو اپنے ساتھ اسلام کا پیغام بھی لے گئے۔ چنانچہ ان کے واپس پہنچتے ہی مدینہ منورہ کے گھر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا چرچا پھیل گیا۔ (تفصیل کے لیے: سیرۃ ابن ہشام جلد نمبر ۱ص ۴۲۸ تا ص ۴۳۰ دیکھ لیں۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے رسول اللہ ﷺ سے اسی عقبہ منیٰ میں ملاقات کی اور آپؐ کے ہاتھ پر اسلام کے لیے بیعت کی۔ جن باتوں پر ان بارہ عدد عقلاء یثرب نے بیعت کی یہ وہی باتیں تھیں جن پر فتح مکہ کے وقت عورتوں سے بیعت لی گئی تھی۔ (مصنف نے بھی یہاں اس بیعت کو "بیعة النساء" کی اصطلاح کے ساتھ لکھا ہے اور اس کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں) اس لیے کہ ابھی تک نبی کریم ﷺ کو اعداء اللہ کے خلاف جنگ لڑنے اور خون بہانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ آپ کو اللہ رب العالمین سے دعا اور مصائب پر صبر کرتے رہنے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ اسی طرح آپ کو جاہل اور بیوقوف لوگوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ چنانچہ (صحیح البخاری میں) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جناب عبادہ ان بارہ سرداروں میں شامل تھے کہ جنہیں نبی مکرم ﷺ نے اگلے سال (تیرہویں سال نبوت میں) اسی عقبہ منیٰ میں ہونے والی بیعت کے موقع پر یثرب کے قبائل پر نقباء (ان کے ذمہ دار سردار) مقرر فرمایا تھا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے مکی صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اور ان کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا ، وَلَا تَزْنُوا ، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ ، وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ۔ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ ، إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ)) فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذٰلِكَ ❶

''اے یثربی سعادت مندو! آؤ! مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ (کسی جاندار اور بے جان) چیز کو شریک نہ کرو گے۔ چوری نہ کرو گے۔ زنا نہ کرو گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے۔ اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے (اپنا تراشیدہ) کوئی بہتان نہ لاؤ گے اور کسی بھلی بات میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ جو شخص یہ ساری باتیں پوری کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے گا اور پھر اسے دنیا میں ہی سزا دے دی گئی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہوگی اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھا اور اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ چاہے گا تو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا۔'' جناب عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس پر آپؐ سے بیعت کر لی''

(جب بیعت پوری ہوگئی اور حج ختم ہوگیا تو) نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کے ہمراہ (یثرب میں اپنا پہلا سفیر)

❶ أخرجه البخاري في كتاب الإيمان: حب الأنصار: ح: ١٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصعب بن عمیر العبدی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ آپؐ نے حضرت مصعب کو حکم فرمایا کہ وہ یثرب والوں کو قرآن پڑھائیں، انہیں اسلام کی تعلیم دیں اور دین سمجھائیں (کہ اسلام کے مطابق زندگی کیسے گزارنی ہے؟)

پھر اگلے سال (نبوت کے تیرھویں سال نبوت میں) انصار مدینہ کے اہل ایمان اپنی قوم کے مشرکین حجاج کے ہمراہ مکہ کی طرف حج کے لیے روانہ ہوئے اور مکہ پہنچے۔ انہوں نے ایام تشریق ۱۰ تا ۱۴ ذوالحجہ کے درمیان (۱۲ ذوالحجہ کی رات) رسول اللہ ﷺ سے عقبہ میں ملاقات کا وعدہ کیا اور پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنے کرم وفضل، اپنے نبی کی مدد، اسلام اور مسلمان کے غلبہ اور شرک ومشرکین کی ذلت ورسوائی کا ارادہ فرمالیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی جسے دوسری بیعت عقبہ کہا جاتا ہے۔ یہ بیعت (جسے مصنف نے بالکل صحیح کہا ہے) بیعت حرب تھی۔ یعنی دشمنان اسلام کے خلاف جنگ وجدال کی بیعت۔

((فَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ ((فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعْنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِيْ مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا، وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ ((إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ)) [1]

’’چنانچہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بلایا اور پھر ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ عبادہ بیان کرتے ہیں کہ جن باتوں کا نبی کریم ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ بھی تھا کہ خوشی وناگواری، تنگی وکشادگی اور اپنی حق تلفی میں بھی ہم اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور یہ بھی کہ ہم حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں گے جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔ اگر وہ علانیہ کفر کریں تو (آپؐ نے ہم سے فرمایا) تم لوگوں کو اللہ کے پاس دلیل مل جائے گی‘‘

اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے:

((بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلَى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَعَلَى أَنْ لَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، وَعَلَى أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ)) [2]

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: "سترون بعدي أمورًا تنكرونها" ح: ٧٠٥٥

[2] أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية ـ ح: ٤٧٦٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے تنگی و کشادگی، خوشی و ناگواری اور ہماری حق تلفی میں سے ہر موقع پر سمع وطاعت کی بیعت کی تھی اور یہ کہ ہم حکمرانوں سے جھگڑا نہ کریں گے اور اس بات بھی بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں ہوں گے حق بات کہیں گے اور اللہ رب العالمین اور اس کی شریعت کے بارے میں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے''

بنو اوس وخزرج کے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں نے اس وقت یہ بیعت نبی معظم ﷺ کے ہاتھ پر کی تھی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے مسلمان باسیوں کو جو آپ کی قوم میں سے بھی تھے اور غیر عرب بھی، مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرما دیا اور یہ کہ وہ اپنے انصار بھائیوں سے جا ملیں۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس اپنے پیارے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خود بھی مدینہ منورہ چلے آئے اور یہاں تشریف لا کر آپؐ نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخاۃ قائم کر دی۔

انصار مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کا تمام معرکوں میں پورا پورا ساتھ دیا۔ آپ کی قیادت میں دشمن سے خوب لڑے بھی اور آپ کی طرف سے دفاع بھی کیا۔ گویا جس بات پر انہوں نے بیعت کی تھی اسے نبھانے کا حق ادا کر دیا۔ ہر معرکہ میں ان کے بڑے بڑے کارنامے معروف ہوئے۔ غزوۂ بدر الکبری جو کہ ایمان اور کفر کے درمیان حد فاصل قائم کرنے والا معرکہ تھا۔ آغاز جنگ سے پہلے رسول اللہ ﷺ لوگوں (لشکر اسلام) سے مخاطب ہونے کے لیے کھڑے ہوئے تا کہ انصار کے معاملے میں آپ کو توثیق ہو جائے اور فرمایا: ''لوگو مجھے مشورہ دو۔'' مقصود انصار تھے۔ اس لیے کہ وہی لشکر میں اکثریت رکھتے تھے اور معرکے کا اصل بوجھ بھی انہی کے کندھوں پر پڑنے والا تھا۔ چنانچہ انصار کے کمانڈر سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بھانپ لیا اور پھر عرض گزار ہوئے: اللہ رب العالمین کی قسم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: ہم آپ پر (دل و جان سے) ایمان لائے ہیں۔ آپ کی تصدیق کی ہے اور یہ گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ سب حق ہے اور اس پر ہم نے آپ کو اپنی سمع وطاعت کا عہد و میثاق دیا ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے رسول! (ﷺ) آپ کا جو ارادہ ہو، اس کے لیے پیش قدمی فرمائیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات اقدس کی قسم (جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور) جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمیں ساتھ لے کر اس سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی آپؐ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہمیں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ کل آپؐ ہمارے ساتھ دشمن سے ٹکرا جائیں۔ ہم لڑائی میں پامرد اور لڑنے میں جوانمرد ہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو ہمارا وہ جوہر دکھلائے جس سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں۔ پس آپ ہمیں اپنے ہمراہ لے کر چلیں اللہ برکت دے گا'' (ان شاء اللہ)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور آپؐ پر نشاط طاری ہو گئی۔

تو نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام و عظام اور بنو اسرائیل کے نبی موسیٰ کلیم اللہ علیہ التحیۃ والسلام مادام الدوام کے اَتباع کے درمیان زمین و آسمان کا فرق تھا۔ (جب موسیٰ علیہ السلام آل فرعون سے نجات پا کر اپنی قوم کو جبال طور کے دامن میں وادی تیہ کے اندر لے آئے جو کہ فلسطین کی بالکل سرحد پر تھی اور ان سے کہنے لگے: یکبارگی حملہ کر کے ان فلسطینیوں کے دروازے میں گھس جاؤ۔ جب تم دروازے کے اندر گھس گئے تو پھر تم ہی اپنے دشمن پر غالب رہو گے تو وہ کہنے لگے)

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝ ﴾ (المائدہ:٢٤)

''کہنے لگے: اے موسیٰ ہم تو ہرگز نہیں جانے کے۔ وہاں کبھی نہیں جانے کے۔ جب تک وہ لوگ (بنو عمالقہ) وہاں ہیں۔ تو (ایسا کرو کہ) تم جاؤ اور تمہارا رب جا کر دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے''

ادھر محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام و عظام نے کیا کہا تھا؟ کہا تھا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اللہ نے جو راہ آپ کو دکھائی ہے اس پر رواں دواں رہیے۔ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو بنو اسرائیل نے (مندرجہ بالا) بات موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی: ''تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔'' بلکہ ہم یہ کہیں گے: ''آپ ﷺ اور آپ کا پروردگار چلیں اور لڑیں۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ لڑیں گے۔''

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ)) [1]

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض ہے''

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ہمراہ آنے والے مہاجرین کی انصار مدینہ کے پاس پناہ لینے اور قیام اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انصار کو دیگر قبائل کی نسبت اس فضیلت و منقبت کے ساتھ مختص کر لیا اور وہ مندرجہ بالا عظمت کے ساتھ کامیابی حاصل کر گئے۔ اور اس وجہ سے بھی انہوں نے اپنا ساتھ محبت کی بنا پر ایمان

[1] أخرجه البخاري في كتاب الايمان ، بابُ عَلَامَةِ الْإِيمَانِ حب الأنصار ـ ح : ١٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے ساتھ کسی کے حسد و بغض کی بنیاد پر نفاق کے معیار والی منقبت و فضیلت کو حاصل کر لیا تھا۔ اور وہ اس طرح کہ نبی کریم ﷺ اور مہاجرین صحابہ کرام کے قیام و طعام، انس و مواسات، جانوں اور مالوں کی قربانی اور بہت زیادہ معاملات میں اپنے آپ پر ان کو ترجیح دے رکھی تھی۔ اللہ عزوجل، اللہ العالمین نے اپنی کتاب قرآن کریم میں ان کی مدح یوں کی ہے: فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّئُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ (الحشر:۹)

''اور مال فے میں ان انصار کا بھی حق ہے جنہوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ میں اپنا ٹھکانا مقرر کیا اور ایمان لائے۔ جو کوئی (مسلمانوں میں سے) ان کے پاس ہجرت کر کے آتا تو اس سے محبت کرتے اور مہاجرین کو (مال غنیمت میں سے) جو دیا جائے اس سے ان کے دلوں میں حسد نہیں ہوتا۔ اور (مہاجرین کو آرام پہنچانا) اپنے آرام پر مقدم رکھتے ہیں، گو ان کو تنگی ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو شخص اپنے نفس کی بخیلی اور لالچ سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''

یعنی انصار و مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو انہیں (اموال غنیمت میں سے) عطا کیا جائے اس پر وہ ان سے حسد نہیں کرتے، انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ ان کو اموال اور اپنے گھر پیش کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کی محبت کے لیے احادیث مبارکہ میں بہت زیادہ ترغیب آئی ہے حتیٰ کہ ان کی محبت کو ایمان کی نشانی بیان کر دیا گیا۔ اس سے مقصود ان کی بہت بڑی فضیلت کو بلند کرنا اور ان کے معزز کردار پر امت کو متنبہ کرنا تھا۔ اگرچہ اسی مفہوم میں کچھ اور لوگ بھی صحابہ کرام میں سے تھے جو ان کی مذکور بالا فضیلت میں حصے دار تھے۔

نبی کریم ﷺ انصار کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ، وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ)) ❶

''اے اللہ! تو انصار کو بخش دے۔ اے اللہ! تو انصار کے بیٹوں کو بخش دے۔ اے اللہ تو انصار کے پوتوں کو بھی بخش دے۔''

اور نبی کریم ﷺ ان کے بارے میں (اپنے صحابہ کو) وصیت فرمایا کرتے تھے:

❶ أخرجه المسلم في كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب فضائل الأنصار۔ ح : ٦٤١٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ ، فَإِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي ، وَقَدْ قَضَوُا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِي الَّذِيْ لَهُمْ ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيئِهِمْ)) ❶

''میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں وہ میرے جسم و جان ہیں۔ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک طرح سے نبھایا ہے لیکن اس کا بدلہ جو انہیں ملنا چاہیے تھا وہ ملنا ابھی باقی ہے۔ اس لیے تم لوگ بھی ان کے نیک لوگوں کی نیکیوں کی قدر کرنا اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرتے رہنا''

یہاں حدیث میں مذکور...... كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ...... کا ترجمہ وہ میرے جسم و جان ہیں...... مولانا داؤد راز نے کیا ہے اور وہی ہم نے نقل کر دیا۔ مولانا وحید الزمان قاسمی' القاموس الوحید میں: ''كَرِشُ الرَّجُلِ'' والے لفظ کے تحت لکھتے ہیں کہ حدیث میں مذکور ان دونوں کلمات کا ترجمہ ہوگا۔ انصار میرے مخلص ساتھی اور ہم راز ہیں۔ مترجم لہ کتاب ہذا کے مصنف لکھتے ہیں:

......كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ: اَيْ اَنَّهُمْ بِطَانَتِيْ وَخَاصَّتِي الَّذِيْنَ أَثِقُ بِهِمْ وَاعْتَمِدُهُمْ فِيْ أُمُوْرِيْ......

''یعنی وہ میرے ہم راز، مصاحب و ہم نشیں اور میرے خاص لوگ ہیں کہ اپنے معاملات میں جن پر میں اعتماد کرتا ہوں اور انہی کا میں اعتبار کرتا ہوں''

((عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؛ إِنَّ لَكَ حَوْضًا؟ قَالَ : ((نَعَمْ ، وَأُحِبُّ مَنْ وَرَدَهُ عَلَيَّ قَوْمُكِ)) ❷

''سیدہ خولہ بنت حکیم الانصاریہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا (قیامت والے دن) آپ ﷺ کا حوض ہوگا؟ فرمایا: ''ہاں! اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس پر (سیراب ہونے کے لیے) آنے والے تیری قوم کے لوگوں ہوں''

تو جس شخص نے انصار مدینہ کا مرتبہ و مقام، دین اسلام کی مدد میں جو کچھ ان کی طرف سے پیش کیا گیا، جزیرہ عرب اور اس سے باہر والے روئے زمین کے) تمام لوگوں سے دشمنی مول لے کر ان سے قتال کرنے کے لیے اسلام کی خاطر قربانی اور نبی کریم ﷺ کی ان سے محبت اور ان کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کو خوب جان، پہچان لیا اور پھر اس اعتراف کے نتیجہ میں اس نے ان سے خوب محبت کی تو یہ بات اس کے ایمان کی صحت کے

❶ أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب قول النبي ﷺ " اقبلوا من محسنهم ، وتجاوزوا عن مسيئهم " ح : ٣٧٩٩

❷ مسند أحمد ، رقم : ٢٧١٨٩ ، وقال حمزه أحمد الزين : إسناده صحيح۔ (٦/ ٤١٠ ح : ٢٦٧٧٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل میں سے دلیل بن گئی۔ اور اسلام سے متعلق اس کی دل سے سچائی کے لیے اسلام کا غلبہ، توحید باری تعالیٰ، دنیا پر امن و عدل اور نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا قیام کہ جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے تھے...... جیسی عظیم ترین باتوں سے خوش ہو جانا اس کے لیے ثبوت بن گئے۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآئُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحشر: ۱۰)

اور (مال فے میں) ان لوگوں کا (بھی حق) ہے جو مہاجرین و انصار کے بعد (مسلمان ہو کر) آئے۔ (صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے بعد کے مسلمان) اور وہ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے۔ اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے میل (کینہ اور بغض) مت آنے دے۔ اے ہمارے پروردگار! بے شک تو بڑی شفقت والا مہربان ہے'' [1]

غرباء و مساکین سے نبی کریم ﷺ کی محبت

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ ، وَاَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ ، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ ، وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلٰى حُبِّكَ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہا تھا: ''اے اللہ! میں تجھ سے نیکیاں کرنے، برائیوں کو چھوڑنے اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں (کہ یہ سب اعمال خیر مجھے عطا فرما دے۔) اور یہ کہ اے اللہ! مجھے بخش دے، میرے اوپر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کی آزمائش کا ارادہ

[1] ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان..... میں پہلے ایمان لانے والوں میں انصار و مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔ تو جو آدمی اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود صحابہ کرام کی پوری جماعت کے لیے مغفرت اور رضوان کی دعا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے اس آیت میں دیے گئے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اگر وہ اپنے دل میں ان کی طرف سے کینہ رکھتا ہے تو وہ درحقیقت شیطان کا پیروکار ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں اور امت محمدیہ علی صاحبها التحية والسلام کے افضل ترین طبقہ کے خلاف اپنے دل میں کینہ وحسد اور دشمنی رکھتا ہے۔ اگر وہ موت سے پہلے اپنی اس روش سے توبہ نہیں کرتا تو حقیقت یہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہے۔

[2] صحيح سنن الترمذي، رقم : ٢٥٨٢ والجامع للترمذي / ح : ٣٢٣٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے تو مجھے فتنے میں مبتلا کیے بغیر اپنے پاس (فوت کرکے) اٹھا لے جانا اور اے اللہ! میں تجھ سے تیری ذات اقدس کی محبت اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور ایسے عمل سے محبت عطا فرما دے جو تیری محبت کے مجھے قریب کردے۔''

مساکین وہ ہوتے ہیں کہ جنہیں ضرورت اور حاجت نے محتاج اور رسوا کردیا ہو اور وہ ایسے محتاج ہوتے ہیں کہ جو آسائش زندگی رکھنے والوں میں سے کسی کو تیار نہیں پاتے جو ان کی کفالت کرسکے۔ اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ فقیر اور مسکین میں سے کون زیادہ بری حالت والا ہوتا ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ ، وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ)) [1]

''مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کا چکر کاٹتا پھرتا ہے تاکہ اسے دو ایک لقمہ یا دو ایک کھجوریں مل جائیں۔ بلکہ اصلی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے بے پرواہ ہو جائے۔ اس حال میں بھی کسی کو معلوم نہیں کہ اسے کوئی صدقہ دے گا بھی یا نہیں؟ اور نہ ہی وہ خود ہاتھ پھیلانے کے لیے اٹھتا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں مساکین کا ذکر فرمایا ہے۔ اس نے ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ان کے ساتھ انس و مواسات، ان کی مدد کرنے اور ان کے حالات پر ان کی معاونت کا حکم بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْيَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۟ۙ﴾

(النساء:٣٦)

''اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کا ساجھی مت کسی کو بناؤ۔ (نہ تھوڑا شرک کرو، نہ بہت، نہ کھلا اور نہ چھپا) اور ماں باپ سے نیکی کرو اور ناطے والے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور نزدیکی ہمسایوں (رشتے دار ہمسائے) اور اجنبی (غیر رشتے دار) ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں (ہم نشیں دوست) اور مسافر

[1] أخرجه البخاري في كتاب الزكاة، باب قول الله تعالىٰ: " لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا۔ ح: ١٤٧٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لونڈی غلام سے بھی نیکی کا سلوک کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے ہوں۔'' (لوگوں پر اپنی بڑائی جتاتے اور خود پسندی کرتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے ان پر خرچ اور صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اپنے درج ذیل فرمان میں انہیں زکوٰۃ دینے کا حکم بھی فرمایا ہے۔

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾ (التوبة:٦٠)

''صدقات و زکوٰۃ کے اموال پر صرف فقراء، مساکین، ان اموال کے جمع کرنے والوں جن کا دل ملانا مقصود ہو، غلاموں، قرض داروں (جو اپنا قرض نہ اتار سکتے ہوں) مجاہدین فی سبیل اللہ اور مسافروں کا حق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا دانا ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمایا ہے:

((إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ ، فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلَ)) ❶

''اور بلاشبہ یہ مال و دولت (بھی) ایک خوشگوار سبزہ زار ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔''

بالتحقیق رسول اللہ ﷺ مساکین سے محبت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے تھے کہ وہ آپ کو ایک مسکین کی حیثیت سے زندہ رکھے۔ موت بھی دے تو اس حال میں کہ آپ مسکین ہوں اور وہ آپ کو مساکین کی جماعت میں ہی قیامت والے دن اٹھائے۔

((فَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ : أَحِبُّوا الْمَسَاكِيْنَ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِي دُعَائِهِ : ((اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِيْنًا ، وَأَمِتْنِي مِسْكِيْنًا ، وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ)) ❷

''چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے: لوگو! مساکین سے محبت رکھو۔ بلاشبہ میں

❶ أخرجه البخاري في كتاب الزكاة ، باب الصدقة على اليتامى ح : ١٤٦٥

❷ صحيح سنن ابن ماجه ، كتاب الزهد / باب مجالسة الفقراء۔ رقم : ٤١٢٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی دعا میں یوں کہتے ہوئے سنا ہے: ''اے اللہ! مجھے (دنیا میں) ایک مسکین کی حیثیت سے زندہ رکھنا، مجھے مسکینی کی حالت میں ہی موت دینا اور مجھے (قیامت والے دن) مساکین کی جماعت میں اٹھانا۔''

رسول اللہ ﷺ مساکین کے حال، احوال ہمیشہ پوچھتے رہتے تھے۔ ان کے حاجت مند کی مدد فرماتے، مریض مساکین کی عیادت کرتے، ان کے جنازوں میں چلتے اور ان پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔

((وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ مِسْكِينَةً مَرِضَتْ ، فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمَرْضِهَا ـــــ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعُودُ الْمَسَاكِينَ ، وَيَسْأَلُ عَنْهُمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِذَا مَاتَتْ فَآذِنُونِي)) فَأُخْرِجَ بِجَنَازَتِهَا لَيْلاً ، وَكَرِهُوا أَنْ يُوقِظُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، أُخْبِرَ بِالَّذِي كَانَ مِنْهَا ، فَقَالَ : ((أَلَمْ آمُرْكُمْ أَنْ تُؤْذِنُونِي بِهَا؟)) قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ لَيْلاً ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى صَفَّ بِالنَّاسِ عَلَى قَبْرِهَا ، وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ)) [1]

''جناب ابوامامہ بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے خبر دی کہ ایک مسکین عورت بیمار ہوگئی۔ اس کی بیماری کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ مسکینوں کی تیمار داری فرمایا کرتے اور ان کے متعلق پوچھتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب وہ فوت ہو جائے تو مجھے خبردار کر دینا مگر اس کا جنازہ رات کے وقت (اس کے گھر سے) نکالا گیا اور صحابہ کرام نے نامناسب جانا کہ اس (آرام والے وقت میں) آپ ﷺ کو بیدار کریں۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو اس بی بی کے معاملہ میں متعلق خبر دی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم لوگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے اس کے متعلق مطلع کرنا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ہم نے اس بات کو نہایت ناپسند جانا کہ رات کے وقت ہم آپ ﷺ کو بیدار کریں۔ مگر نبی ﷺ باہر (قبرستان کی طرف) تشریف لے گئے۔ (صحابہ کرام بھی ساتھ تھے) حتیٰ کہ آپ نے اس کی قبر پر صف بندی کروائی اور پھر آپؐ نے (جنازہ کی) چار تکبیریں (تھوڑے تھوڑے وقفے سے) کہیں''

[1] صحيح سنن النسائي ، رقم : ١٧٩٩ كتاب الجنائز / باب الاذن بالجنازة/١٩٠٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ الذِّكْرَ، وَيُقِلُّ اللَّغْوَ، وَيُطِيْلُ الصَّلَاةَ، وَيُقْصِرُ الْخُطْبَةَ، وَكَانَ لَا يَأْنِفُ وَلَا يَسْتَكْبِرُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ وَالْعَبْدِ حَتّٰى يَقْضِيَ لَهُ حَاجَتَهُ)) ❶

''سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرتے، لغو بات کبھی نہ کرتے، نماز لمبی پڑھتے، خطبہ چھوٹا کرتے اور بیواؤں، مساکین اور غلاموں کے ساتھ چلنے میں کبھی تکبر اور فخر نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ان کی ضرورت پوری کر کے واپس پلٹتے۔''

((اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ، الصَّائِمِ النَّهَارَ)) ❷

''اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: بیوہ اور مسکین کے لیے (ضروریات زندگی پوری کرنے میں) جدوجہد کرنے والا (اور ان کے کام آنے والا) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے یا (راوی کو شک ہے کہ آپ نے یوں فرمایا) رات بھر عبادت کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کے برابر ہے۔''

یہاں اس حدیث میں مذکور کلمہ ''اَلسَّاعِیْ'' (جدوجہد کرنے والا اور کسی کے کام آنے والا) سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اس چیز یا عمل کو حاصل کرنے کے لیے کہ جو مسکین آدمی کو فائدہ پہنچائے، کہیں آتا جاتا ہو۔

((وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهِ فَقَالَ لَهُ: ((إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يَلِيْنَ قَلْبُكَ فَأَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيْمِ)) ❸

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل کی سختی کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم پڑ جائے تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے مسکین کو کھانا کھلانا دل کی نرمی کا ذریعہ قرار دیا۔ (مساکین کو کھانا کھلانا کوئی معمولی عمل نہیں ہے) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مساکین وفقراء کو کھانا نہ کھلانا جہنم میں لے جانے کا سبب بن جائے گا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○

❶ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٥٠٠٥
❷ أخرجه البخاري في كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل۔ ح: ٥٣٥٣
❸ صحيح الجامع الصغير، رقم: ١٤١٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ كُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّى أَتٰنَا الْيَقِينُ ۝ ﴾

(المدثر: ٤٢ تا ٤٧)

''(اہل جنت' گنہگاروں سے پوچھیں گے) اجی! تمہیں جہنم میں کیا چیز لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور محتاج مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور بیہودہ بکواس کرنے والوں کے ساتھ ہم بھی بکواس لگاتے تھے اور بدلے کے دن (قیامت) کو ہم جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ موت ہم تک آن پہنچی۔''

نبی کریم ﷺ نے مسکین (غریب اور فقیر) آدمی کو معمولی سے معمولی چیز تک عطا کرنے پر بہت ترغیب دلائی ہے اور بغیر کچھ دیے اس کو لوٹا دینا ناپسند فرمایا ہے۔ (یعنی غریب آدمی جب بھی تم سے کچھ مانگنے کو آئے تو اسے ضرور کچھ نہ کچھ عطا کرو' چاہے معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو)

((فَعَنْ أُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ ، إِنَّ الْمِسْكِينَ لَيَقُومُ عَلَى بَابِي فَمَا أَجِدُ لَهُ شَيْئًا أُعْطِيهِ إِيَّاهُ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ لَمْ تَجِدِي لَهُ شَيْئًا تُعْطِينَهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا ، فَادْفَعِيهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ)) ❶

''چنانچہ ام بجید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مسکین (فقیر) آدمی میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہوتا ہے مگر کچھ ہوتا نہیں جو میں اس کو دے سکوں۔ تو اس حالت میں کیا کروں؟ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: اگر تمہارے پاس بکری کے جلے ہوئے پائے کے سوا کچھ بھی نہ ہو جو اس کو دے سکو تو وہی اس کے ہاتھ میں تھما دو۔''

(ام بجید نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر بیعت کر رکھی تھی رضی اللہ عنہا)

رسول اللہ ﷺ نے قیامت والے دن مساکین کے دوسروں پر ممتاز ہونے کی خبر دے رکھی ہے کہ بالعموم جنت میں داخل ہونے والے یہی مساکین ہوں گے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:

((قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينَ وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ)) ❷

''میں (واقعہ معراج پر) جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والوں کی اکثریت

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ١٤٦٦ـ كتاب الزكاة / باب حق السائل۔ ح : ١٦٦٧

❷ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب صفة الجنة والنار ح : ٦٥٤٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرباء و مساکین کی تھی جبکہ دولت مند لوگ (ابھی) گھرے کھڑے تھے۔ (انہیں حساب کے لیے روک لیا گیا تھا)"

یہاں مندرجہ بالا حدیث میں جو "اصحاب الجدّ" کا لفظ آیا ہے تو اس سے مراد دنیا میں دولت کا وافر حصہ اور بخت رکھنے والے مالدار اور نامور لوگ ہوتے ہیں۔ ایک معنی اس کا ''حکام بالا'' کا بھی کیا گیا ہے۔ اور انہیں حساب کتاب کے لیے روک لیا گیا ہوگا کہ وہ ابھی مساکین و فقراء کے ساتھ جنت میں نہیں جا سکتے۔ اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے: ''ان دولت مند لوگوں سے فقراء و مساکین پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے'' فرمایا:

((يَـدْخُـلُ فُقَرَآءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ ، وَهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ)) ❶

''مسلمانوں کے فقراء و مساکین ان کے اغنیاء سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہ آدھا دن پانچ سو سال کا ہوگا۔''

اور جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمان میں وضاحت فرما دی ہے کہ اس دن کی لمبائی ایک ہزار سال کے برابر ہوگی۔

﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ﴾ (الحج:٤٧)

''اور (اے ہمارے نبی!) یہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ کبھی خلاف نہیں کرے گا اور (اصل بات یہ ہے کہ) تمہارے مالک (اللہ رب العالمین) کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار سے ہزار برس کے برابر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِحْتَجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ ، فَقَالَتْ هٰذِهٖ : يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ ، وَقَالَتْ هٰذِهٖ : يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِيْنُ ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِهٰذِهٖ: أَنْتِ عَذَابِيْ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ ــ وَرُبَّمَا قَالَ ــ أُصِيْبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ۔ وَقَالَ لِهٰذِهٖ: أَنْتِ رَحْمَتِيْ أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا)) ❷

❶ صحیح سنن الترمذي ، رقم : ١٩١٨۔ كتاب الزهد / ح : ٢٣٥٤

❷ أخرجه مسلم في كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها ، باب جهنم أعاذنا الله منها۔ ح : ٧١٧٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جنت اور دوزخ نے (اللہ ذوالجلال کے سامنے) باہم ایک دوسرے سے بحث کی۔ دوزخ نے کہا: میرے اندر وہ لوگ آئیں گے جو متکبر اور زور آور ہوں گے۔ جنت نے کہا: مجھے کیا ہے؟ میرے اندر تو لوگوں میں سے ناتواں (غریب کمزور)، گرے پڑے شمار کیے جانے والے اور عاجز لوگ ہی آئیں گے (یعنی اکثریت انہی لوگوں کی ہوگی) تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے (جہنم کو مخاطب کر کے) فرمایا: تو میرا عذاب ہے۔ میں تیرے ساتھ جسے چاہتا ہوں عذاب دیتا ہوں۔ (راوی کو شک ہے کہ) شاید نبی مکرم ﷺ نے یوں فرمایا تھا: ''میں تیرے ساتھ جسے چاہتا ہوں مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہوں۔'' اور پھر جنت کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو میری رحمت ہے میں جس پر چاہتا ہوں تیرے ساتھ رحم کرتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک کے لیے بھراؤ ہے (یعنی تم دونوں بھر دی جاؤ گی)''

نبی کریم ﷺ کی انسیّت اپنی ازواج مطہرات سے

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ : النِّسَاءُ ، وَالطِّيْبُ ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری دنیا میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو پسندیدہ کر دی گئی ہیں جبکہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے''

نبی کریم ﷺ (اپنی) عورتوں سے بھی محبت رکھتے تھے۔ ہر شخص فطرتی ہوتا ہے اور عورتوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمی کے لیے جائز رکھا ہے کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرسکتا ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ (النساء:۳)

''اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کا حق برابر نہ دے سکو گے تو (دوسری) عورتیں تم کو جو بھلی لگیں، ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار۔ پھر اگر تم کو (کئی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں) ڈر ہو کہ برابر انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی پر قناعت کرو یا جس کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ (لونڈی، کنیز) یہ ظلم سے بچنے کی زیادہ نزدیک راہ ہے''

[1] صحيح الجامع الصغير ، رقم : ٣١٢٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الروم:۲۱)

''اور اس اللہ رب العالمین کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہاری بی بیاں تم ہی میں سے (یعنی آدمیوں میں سے) پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس آرام، سکون پکڑو اور تم (میاں بیوی) میں الفت اور محبت رکھ دی۔ بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے (سوچتے ہیں) قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔''

یعنی اللہ رب العالمین نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں پیدا فرما دیں تاکہ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس سے اور عورت اپنی فطرت کے تقاضے مرد کے پاس سے پورے کر لے اور اس طرح دونوں مل کر سکون و اطمینان حاصل کریں۔

جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ ﴾ (الاعراف:۱۸۹)

''اللہ رب العالمین وہی ذات ہے کہ جس نے تم لوگوں کو ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا تاکہ اس کا دل اس سے لگ جائے (اور وہ اس سے آرام' سکون حاصل کرے) پھر جب آدم نے حواء کو (صحبت کے لیے) ڈھانپا تو اس نے خفیف سا بوجھ اٹھا لیا...... الخ''

اسی لیے اللہ عزوجل نے تمام بنی نوع انسان کی ماں حواء کو آدم علیہ السلام کی بائیں طرف والی چھوٹی پسلی سے پیدا فرمایا تھا اور اگر اللہ تعالیٰ تمام بنی آدم کو مذکر ہی پیدا کر دیتا اور ان کی عورتیں کسی دوسری مخلوق سے بنا دیتا تو وہ یا حیوانات سے ہوتیں اور یا پھر جنوں سے۔ تو پھر یہ الفت و انسیت کا رشتہ ان کے اور ان کی بیویوں کے درمیان قائم نہ ہو سکتا تھا۔ بلکہ یہ بیویاں اگر غیر جنس سے ہوتیں تو ان میں اور ان کے خاوندوں میں باہم نفرت پیدا ہوتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بنی آدم کے ساتھ رحم و کرم کی تکمیل یہ ہے کہ اس نے ان کی بیویوں کو انہی کی جنس سے پیدا فرمایا اور پھر ان مردوں اور عورتوں کے درمیان مودت و محبت اور انسیت و رافت رکھ دی۔ چنانچہ آدمی کسی عورت کو اپنے نکاح میں لا کر اس کی خبر گیری اور اس سے نبھایا، تو اس سے محبت کی بنا پر کرتا ہے اور یا پھر اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ شفقت کی بنا پر۔ اور یہ کہ اس کی اولاد اس سے ہو یا خرچ اخراجات میں عورت اس کی محتاج ہوتی ہے تب۔ یا دونوں کے درمیان الفت کے لیے وغیر ذلک۔ الغرض اللہ رب العالمین نے بہت ساری وجوہات رکھ دی ہیں جن کے باعث انسان بآرام اپنے جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی قدرت کاملہ کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ❶

دو روحوں کے درمیان الفت اور محبت دونوں میاں بیوی کے علاوہ کسی اور طرح کے لوگوں میں سب سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی۔ عورت...... بہت جلد ملنے والی ایک نعمت ہے۔ بالخصوص اس وقت کہ جب وہ ایک نیک، سگھڑ، دانا اور خدمت گزار بیوی والی خوبیاں رکھتی ہو۔ ایسی ہی عورتوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((خَيْرُ النِّسَاءِ الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا ، وَتُطِيْعُهُ إِذَا أَمَرَ ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلَا فِي مَالِهِ بِمَا يَكْرَهُ)) ❷

''عورتوں میں سے خیر و برکت والی عورت وہ ہوتی ہے کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے اور جب وہ اس کو کسی کام کا حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جس چیز کو خاوند اپنی بیوی کے وجود اور مال میں ناپسند کرے اس کی وہ مخالفت نہ کرے''

عورت...... اللہ تعالیٰ کی (قدرت کاملہ کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور نہایت خوبصورت متاع حیات ہے۔ یہ ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ ابتدا سے ہی مرد کو عطا کر رکھا ہے۔ پھر ان کی اولاد (ذریت) میں سے مردوں کو اس نے ہر دور میں عطا کیے رکھا اور وہ نعمتیں کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ آدمی پر عورت کے ذریعے انعام کرتا ہے انہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ یہی عورت ہے جو آدمی (اپنے خاوند) کی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے اور دیگر عورتوں سے نظروں کو جھکا کر رکھنے میں اس کی وہ مدد کرتی ہے۔ ہمیشہ اس کی خدمت پر قائم رہتی ہے۔ مرد کی اولاد کو پیدا کر کے اس کی وہ تربیت کرتی ہے۔ پھر کھانا پکا کر خاوند کے سامنے پیش کرتی ہے اور اس کے کپڑے دھوتی ہے۔ اس کے گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے۔ اس کے مہمانوں کی ضیافت وتکریم کرتی ہے۔ جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی وہ تیمارداری کرتی ہے اور جب وہ غمگین ہو تو اس کے غم کو (اپنی انسیت والفت کے ذریعے) ہلکا کرتی ہے۔ اس کی خوشی پر وہ خوش اور اس کی ناراضگی پر وہ (غیر سے) ناراض ہوتی ہے۔

❶ (یہ تفصیل سورۃ الروم کی آیت نمبر ۲۱ کی تفسیر میں ''تفسیر القرآن العظیم'' للحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (جلد نمبر ۳ ص ۴۳۹ طبع دار المعرفہ بالبیروت) سے لی گئی ہے)

❷ صحيح الجامع الصغير ، رقم : ٣٢٩٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرضیکہ آدمی اس سے پوری زندگی کبھی بھی مستغنی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ تو اس کی پسلی اور اس کا ایک پہلو ہے جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔ اسی عورت کی بندرگاہ پر آدمی کے خوابوں کے جہاز آ کر لنگر انداز ہوتے ہیں اور پھر اس کی محبت وشفقت، رحم دلی اور مہربانی والتفات کی وہ مدد طلب کرتا ہے۔ (جو اس کے خوابوں والے جہازوں پر لاد دی جاتی ہیں) عورت کی گود میں مرد کے تھکے اور کھنچے ہوئے اعصاب آرام پاتے اور اس کی روح کو تسکین ملتی ہے۔ عورت کی ذات میں مرد کے لیے اللہ کے بہت زیادہ انعامات ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ (ابراھیم:٣٤)

''اور جو تم نے (اے انسانو! مسلمانو!) اس اللہ سے مانگا وہ سب اس نے تمہیں دیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو تم ان کو شمار نہ کرسکو گے۔ بلاشبہ آدمی بڑا بے وفا، نہایت بے شکرا ہے۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورت کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ (النساء:١٩)

''مسلمانو! (اے ایمان والو!) تم لوگوں کو درست نہیں ہے کہ عورتوں کے (انہیں مال واسباب کی طرح جان کر) زبردستی مالک بن جاؤ اور ان کو قید مت کرو۔ اس نیت سے کہ جو تم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے کچھ اڑا لو، البتہ جب وہ کھلی بدکاری کریں (ظاہرہ بے حیائی کے کام)۔ اور عورتوں سے اچھی صحبت رکھو۔ پھر اگر وہ تمہیں نہ بھاویں تو ایسا ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت زیادہ برکت دے دے۔'' [1]

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ (البقرة:٢٢٨)

[1] یہ حسن معاشرت کا تتمہ ہے۔ یعنی اگر کسی اخلاقی کمزوری یا بدصورتی کی وجہ سے تمہیں ان سے نفرت ہوجائے اور ان کو تم طلاق دینا چاہو تو بھی فوراً طلاق نہ دو بلکہ بہتر طریق سے ان کو اپنے پاس رکھو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی صحبت سے خیر کثیر یعنی اولاد حاصل ہوجائے اور تمہاری نفرت محبت میں تبدیل ہوجائے۔ ایک حدیث میں ہے: کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو بنظر کراہت نہ دیکھے۔ اگر اسے اس کی ایک عادت ناپسند ہے تو دوسری عادت اچھی بھی ہوگی۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جیسے مردوں کو عورتوں پر حق ہے ویسے ہی رواج کے موافق عورتوں کا بھی مردوں پر حق ہے اور (بہر حال) مردوں کا مرتبہ عورتوں سے زیادہ ہے۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا''

اس موضوع پر قرآن حکیم میں بہت سی آیات موجود ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ))

''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے اہل خانہ کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں'' (صحیح سنن الترمذی/ حدیث: ۳۰۵۷)

انسانی وجود اور جسم و جان کے لیے عورتوں سے حسن مباشرت دیگر تمام چیزوں سے زیادہ لذت دار ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عمل حفظان صحت اور انسانی وجود کے نظام کے لیے نسل انسانی کے مسلسل بقاء کا بھی زبردست ضامن ہوتا ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ)) ❶

''سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا فائدہ اٹھانے کی جگہ اور نیک عورت دنیا کا بہترین متاع (فائدہ اٹھانے کے لیے بنائی گئی چیز) ہے''

نبی ﷺ کے ہاں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ان میں سے احسن الاخلاق افراد

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَقَالَ: ((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا)) ❷

''سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر کوئی بڑا کلمہ کبھی نہیں آتا تھا اور نہ آپ ﷺ کی ذات سے یہ ممکن تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''تم میں سب سے زیادہ عزیز مجھے وہ شخص ہے جس کے عادات و اخلاق سب سے عمدہ ہوں''

((وَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ عَلِمْنَا

❶ أخرجه مسلم في كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح البكر ـ ح: ٣٦٤٩

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه ح: ٢٧٥٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الثَّرْثَارِيْنَ وَالْمُتَشَدِّقِيْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ : ((اَلْمُتَكَبِّرُوْنَ)) ❶

''اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: تم میں سب سے زیادہ میرے ہاں محبوب اور قیامت والے دن تم میں سب سے زیادہ میرے قریب بیٹھک کے اعتبار سے (جو میرے زیادہ قریب ہوکر رہے گا) وہ شخص ہے کہ جس کے عادات واخلاق سب سے زیادہ عمدہ ہوں گے بالتحقیق تم میں سب سے زیادہ میری ناراضگی کے مستحق اور قیامت والے دن مجھ سے دورتر وہ لوگ ہوں گے جو بڑے باتونی، بڑ مارنے والے (متکبر) اور دہن دراز ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ہمیں ''ثَرْثَارُوْنَ...... نہایت باتونی اور مُتَشَدِّقُوْنَ...... بڑ مارنے والوں کے متعلق تو علم ہوگیا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ مگر اَلْمُتَفَيْهِقُوْنَ...... دہن درازوں کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا یہ کون لوگ ہوتے ہیں؟ فرمایا: اَلْمُتَكَبِّرُوْنَ...... فخر وتکبر کرنے والے۔''

اخلاق حسنہ والے لوگ نبی کریم ﷺ کے ہاں دیگر تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتے تھے اور یہ لوگ کیوں آپ ﷺ کو زیادہ پیارے نہ ہوتے جبکہ آپ ﷺ نے خود ہی تو خبر دی تھی کہ یہ اخلاق حسنہ والے لوگ اللہ رب العالمین کے ہاں تمام بندوں سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

((اَحَبُّ عِبَادِ اللّٰهِ تَعَالَى اِلَى اللّٰهِ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا))

''اللہ ذوالجلال والاکرام، رب کائنات کے ہاں اس کے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب ان میں سے سب سے زیادہ حسن اخلاق والے لوگ ہوتے ہیں۔'' (صحیح الجامع/ حدیث:۱۷۹)

حسن اخلاق: ❷

اَلْخُلُقُ اور اَلْخَلْقُ...... دو ایسے الفاظ ہیں جو بسا اوقات اکٹھے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے: فُلَانٌ حَسَنٌ بِالْخُلُقِ وَالْخَلْقِ...... ''فلاں آدمی صورت وسیرت دونوں میں نہایت اچھا ہے۔'' یعنی وہ ظاہری اور باطنی طور پر دونوں طرح سے حسین ہے۔ تو اَلْخَلْقُ...... سے مراد ظاہری صورت ہوتی ہے جبکہ اَلْخُلُقِ...... سے مراد باطنی صورت (سیرت وکردار) ہوتی ہے۔ اور اس لیے کہ انسان ایک جسم و وجود اور ایک نفس وروح سے مرکب ہوتا ہے۔ وجود کا ادراک نظر سے ہوتا ہے جبکہ روح کا بصیرت کے ساتھ۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کی ایک خاص شکل وصورت ہوتی ہے۔ یا قبیح' بدصورت اور یا پھر نہایت خوبصورت۔ چنانچہ خُلق (اخلاق)

❶ صحیح سنن الترمذي، رقم: ١٦٤٢ کتاب البر والصلة / ح: ٢٠١٨

❷ اس عنوان کی تیاری کے لیے (۱) الغزالی کی ''احیاء علوم الدین'' جلد نمبر۳ ص ۵۲ تا ص ۷۰ (۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی ''فتح الباری'' جلد نمبر۱۰ ص ۴۵۶ تا ص ۴۵۹ اور (۳) عظیم آبادی رحمہ اللہ کی عون المعبود جلد ۱۳ ص ۱۰۷ سے مدد لی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفس میں کسی راسخ شکل کو کہا جاتا ہے (یعنی آدمی کے دل و دماغ میں جو علمی صورت پختہ طور پر بیٹھ جائے وہی عملاً اس کا اخلاق بن جاتی ہے) اس کے اعضائے جسمانی سے یہ افعال نہایت آسانی کے ساتھ بغیر دیکھے اور فکر و تدبر کے صادر ہوتے رہتے ہیں۔

تو انسان کے نفس میں جمنے والی نظریات و خیالات کی شکل کے دباؤ اور حکم سے اگر عقلاً و شرعاً قابل مدح و ستائش افعال سرانجام پاتے ہیں تو اس عملی ہیئت کو ''اخلاق حسنہ'' کہا جاتا ہے اور اگر انسان کے اندرونی خیالات ونظریات کی شکل و ہیئت سے اعضائے جسدیہ کے ذریعے قبیح اور گندے افعال سرانجام پاتے ہیں تو اس کو ''اخلاق سیئہ'' کہا جاتا ہے۔ (یعنی بدخلقی اور قبیح اخلاق) اور انسان ''اخلاق حسنہ'' سے تب تک متصف نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے نفس میں ان اخلاق کریمہ کے ثبوت کو راسخ کرنے والا نہ ہو اور اس سے ''اعلیٰ اخلاق'' والے افعال بغیر دکھاوے کے نہایت آسانی کے ساتھ صادر ہوتے رہیں (یعنی ان افعال حسنہ کے لیے اسے تکلف نہ کرنا پڑے) بعینہٖ جو شخص پورے تکلف اور ریاکاری کے ذریعے کوئی اچھا کام سرانجام دے تو اسے ''خلق حسن'' نہیں کہا جائے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں: ایک آدمی اگر کسی شخص کی ضرورت پوری کرنے کے لیے (یا کسی ادارے کی یا رفاہِ عامہ میں بہت سارے لوگوں کی) مال خرچ کرنے میں پورے تکلف اور ریاکاری سے کام لیتا ہے یا وہ غصے کے وقت دکھاوے کے طور پر، پرتکلیف انداز میں خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس آدمی کو ''سخی اور بردبار'' جیسے اخلاق فاضلہ کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا۔

بلاشبہ یہ بات بھی حق ہے کہ جسمانی تخلیق (انسانی وجود اور اس کے رنگ، روپ) کو تبدیل کرنا قطعاً آدمی کے بس میں نہیں ہوتا جبکہ اخلاق کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اخلاق میں تبدیلی عین ممکن ہوتی ہے۔ اسی لیے دین اسلام میں دعوت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے ''مکارم اخلاق'' کو وجود میں لایا گیا ہے اور ''اخلاق حسنہ'' کے قیام کی خاطر نصائح، مواعظ حسنہ اور افعال سیئہ پر سزاؤں کو دین اسلام میں وجود بخشا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط ﴾ (الرعد:١١)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت تب تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں''

تو نفس کے اندر برے اخلاق و نظریات سے مکارم اخلاق اور نفیس نظریات و خیالات کی طرف تبدیلی نفس کی ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ ہی ممکن ہوتی ہے (یہاں نفس کی ریاضت و مجاہدت سے مراد قطعاً وہ جعلی قسم کی ریاضتیں نہیں ہیں جو صوفیوں اور قرآن و سنت والے نور سے دور جاہل قسم کے لوگوں نے ایجاد کر رکھی ہیں۔ مراد...... قرآن و سنت والے نبوی منہج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر صبر و استقامت ہے۔ ابویحییٰ)

نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے ہمیشہ دعا مانگا کرتے تھے کہ وہ آپ کو ''حسن اخلاق'' کی طرف راہنمائی فرماتے ہوئے انہیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لا إِلٰهَ أَنْتَ ، أَنْتَ رَبِّيْ وَأَنَا عَبْدُكَ ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا ، إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ ، وَ اهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلاقِ ، لاَ يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا ، لاَيَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ ، اَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ ۔)) [1]

''اے اللہ! تو ہر چیز کا مالک (کل کائنات کا بادشاہ ہے) تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تو میرا رب (پروردگار اور معبود حقیقی) ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں تو اے اللہ! میرے تو سب گناہ معاف کر دے۔ اس لیے کہ تیرے سوا گناہوں کو بخش کوئی نہیں سکتا اور اے اللہ! مجھے اچھی عادات (حسن اخلاق) سکھا دے۔ تیرے سوا حسن اخلاق کی طرف کوئی راہنمائی کر نہیں سکتا اور مجھ سے بری عادات (سوء اخلاق) دور کر دے انہیں مجھ سے تیرے سوا کوئی پھیر بھی نہیں سکتا۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں اور تیرا فرمانبردار ہوں۔ ساری خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور شر سے تیری طرف نزدیکی حاصل نہیں ہو سکتی۔ میری توفیق بھی تیری طرف سے ہے اور میری التجا بھی تیری طرف ہے۔ تو بڑی برکت والا ہے اور تو نہایت بلند ذات ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع ہوتا ہوں۔''

نبی کریم ﷺ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے: ((وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ)) [2]

''اور لوگوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ''

اخلاق...... انسان کے ان اوصاف میں شمار ہوتا ہے کہ جن کے ذریعے وہ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ اور یہ اچھا (قابل تعریف) بھی ہوتا ہے اور برا (قابل مذمت) بھی۔ اچھا، قابل تعریف اخلاق بالاجمال یہ ہوتا

[1] أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب صلاة النبي ﷺ ودعاؤه بالليل۔ ح : ١٨١٢

[2] صحيح سنن الترمذى : ١٦١٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تم اپنے سوا کے ساتھ اپنے آپ پر یوں ضبط رکھو کہ اس قابل تعریف اخلاق سے اس آدمی کو پورا حق دلواؤ۔ یہ نہ ہو کہ تم اخلاق کے لیے اس سے انصاف چاہتے پھرو۔ اور حسن اخلاق کی تفصیل یہ ہے کہ درگزر کرنا، بردباری، سخاوت، صبر و استقامت، مصیبت اور تکلیف پر تحمل، رحمت و شفقت، حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا، باہم الفت پیدا کرنا اور نرم پہلو اختیار کرنا جیسے اوصاف عالیہ کے ساتھ آدمی مکمل طور پر متصف ہو۔ گویا ؎

نرم دمِ گفتگو ، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو ، پاک دل و پاکباز

جب کہ مذموم اخلاق والی عادات ان کے بالکل برعکس ہوتی ہیں۔

عادات واطوار کہ جن کا نام اخلاق پڑتا ہے بنی نوع انسان کی جبلت میں شامل ہوتی ہیں اور انسان ان میں باہم متفاوت (ایک دوسرے سے فرق رکھنے والے) ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس پر مندرجہ بالا اوصاف غالب آ جائیں وہ حسن اخلاق والا شمار ہوتا ہے۔ بصورت دیگر وہ ان اوصاف کو حاصل کرنے کا مکلّف ہوتا ہے تاکہ اپنی جدوجہد سے وہ خلق حسن والا بن جائے اور اگر کوئی ان اوصاف میں کمزور ہو تو اسے چاہیے کہ خود بخود سدھر کر ان میں مضبوط ہو جائے۔

حسن اخلاق کے اچھے نتائج ضرور برآمد ہوتے ہیں اور کچھ علامات ہوتی ہیں جو اس کے ثمرات پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں بیان کیا جاتا ہے کہ اچھے اخلاق والا آدمی کھلے ہوئے چہرے والا، سخاوت سے خرچ کرنے والا، تکلیف کے وقت ہاتھ کو (طاقت ہونے کے باوجود) روک لینے والا اور مشقت کو اٹھائے پھرنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ حسن اخلاق کی تعریف میں یوں بھی بیان کیا جاتا ہے: مکارم اخلاق کا حامل وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ رب العالمین کی ذات وصفات مقدسہ کے بارے میں بہت زیادہ علم ومعرفت کی بنیاد پر نہ وہ خود کسی سے جھگڑا کرے اور نہ ہی اس سے جھگڑا جائے۔ یعنی کوئی اس سے جھگڑنے کی کوشش بھی کرے تو وہ پہلو تہی اختیار کرے۔ ؎

پاک رکھ اپنی زباں تلمیذ رحمانی ہے تو!
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو!

ایک تیسری تعریف یوں کی گئی ہے: یہ حسن خلق سے متصف آدمی لوگوں کے بہت قریب ہو اور لوگوں کے مابین معاملات میں انتہائی انجان۔ اس کی تعریف میں یوں بھی بیان کیا گیا ہے: حسن اخلاق کا مطلب ہوتا ہے؛ تنگی اور خوشحالی میں سے ہر حال میں مخلوق خدا کو خوش اور مطمئن کرنا۔ یوں بھی کہا جاتا ہے حسن اخلاق...... اللہ تبارک وتعالیٰ سے خوشی اور قناعت کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ ؎

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو خبر ان کو ، خدا سے جو پھرے جاتے ہیں
کہ بتوں کی بھی نظر سے وہ گرے جاتے ہیں

اور کچھ تعریفیں مکارم اخلاق کی یوں بھی کی گئی ہیں: حسن اخلاق کا سب سے ادنیٰ درجہ صبر و تحمل سے کام لینا، بدلہ نہ لینا، ظالم کے لیے رحم و شفقت سے کام لینا اور (اگر مسلمان ہو تو) اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کرنا ہوتا ہے۔ ؏

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

(۲)......رزق کے معاملے میں حق تعالیٰ کو الزام نہ دینا، جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرنا، عبدیت والی وفا کے ساتھ مانوس رہتے ہوئے اللہ عزوجل کی اطاعت کرنا اور جتنے بھی معاملات اللہ رب العالمین اور بندے کے درمیان ہوں یا لوگوں کے اور اس بندے کے درمیان، ان سب میں وہ اللہ العالمین کی نافرمانی نہ کرے۔ (۳)......کہا جاتا ہے کہ حسن اخلاق تین اوصاف و خصائل میں پایا جاتا ہے: حرام کاموں اور حرام چیزوں سے اجتناب کرنا۔ رزق حلال کی تلاش اور اہل و عیال پر خرچ میں ہاتھ کھلا رکھنا۔ (۴)......حسن اخلاق کے متعلق ایک تعریف یوں بھی کی جاتی ہے: یہ کہ تمہارے راہ حق کے مطالعہ کے بعد تمہارے بارے میں مخلوق کی بے رخی و تند مزاجی تمہارے اوپر اثر انداز نہ ہو سکے اور یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے کسی کا غم باقی نہ رہے۔

بعض اہل علم نے حسن اخلاق کی علامتیں جمع کرتے ہوئے یوں کہا ہے:

(۱)......حسن اخلاق سے متصف آدمی بہت زیادہ حیاء دار ہوتا ہے۔ (۲)......بہت تھوڑی تکلیف پہنچانے والا (۳)......بہت زیادہ اصلاح کرنے والا (۴)......زبان کا سچا (۵)......بہت کم گو (۶)......عمل زیادہ کرنے والا (۷)......بہت کم لغزشوں والا، بہت کم زیادتیوں والا (۸)......نہایت نیکوکار، صلہ رحمی کرنے والا، (۹)...... باوقار، نہایت صبر والا (۱۰)......بہت زیادہ شکر گزار، رب کے فیصلوں پر راضی ہو جانے والا، (۱۱)......نہایت بردبار، ہر کسی کا دوست (۱۲)......پاک دامن اور نہایت شفیق ہوتا ہے۔ ؏

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کے اخلاق میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

وہ لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا، نہ ہی وہ گالی گلوچ بکنے والا، نہ ہی چغل خور، نہ غیبت کرنے والا، نہ جلد باز، نہ غصہ و کینہ رکھنے والا، نہ بخیل (کنجوس) اور نہ ہی وہ حسد کرنے والا ہوتا ہے بلکہ وہ تو ہشاش بشاش چہرے والا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ہی کے لیے محبت رکھنے اور اللہ ہی کے لیے غصہ میں آنے والا ہوتا ہے۔ اللہ رب العالمین کے معاملے میں وہ فوراً راضی ہو جانے والا اور اس اللہ ہی کے لیے وہ ناراضگی اختیار کرنے والا ہوتا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؏

خدا کے واسطے دنیائے دوں سے منہ جو موڑے ہیں
وہی ہیں مستند انساں، مگر افسوس! تھوڑے ہیں

((وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيْزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ)) [1]

''سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ہر اس چیز سے جو قیامت والے دن میزان میں رکھی جائے گی حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی اور یہ کہ اچھے اخلاق والا آدمی حسن خلق کی وجہ سے نماز اور روزے والے آدمی کے درجے تک پہنچ جائے گا''

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ؛ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ)) [2]

''امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''بلاشبہ حسن اخلاق والا مومن آدمی اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے روزے رکھنے والے اور تہجد گزار آدمی کے درجہ کو ضرور پالے گا۔''

حسن اخلاق والے صاحب کو یہ فضل عظیم اس لیے دیا جائے گا کہ روزے دار اور نمازی آدمی، رات کو اپنے نفسوں کے ذریعے اپنے آرام والے حصہ کے خلاف مجاہدہ کرتے ہیں۔ بعینہٖ جو آدمی لوگوں کی ایک دوسرے سے طبیعتیں الگ ہونے اور ان کے اخلاق مختلف ہونے کے باوجود انکے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آتا ہے وہ گویا بہت سارے نفسوں کے ساتھ مجاہدہ کرتا ہے۔ تو اس طرح وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت میں اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے جو روزے دار اور تہجد گزار حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کے دونوں قسم کے لوگ درجہ اور فضیلت میں برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات یہ حسن اخلاق والا ان سے بڑھ جاتا ہے۔

[1] صحيح سنن الترمذي، رقم: ١٦٢٩۔ كتاب البر والصلة / باب ماجاء في حسن الخلق / ح: ٢٠٠٣

[2] صحيح سنن أبي داود، رقم: ٤٠١٣ (كتاب الادب / باب في حسن الخلق / ح: ٤٧٩٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی محبت تین اوصاف والوں سے

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ أَنْ يُحِبَّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ فَحَافِظُوْا عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ : صِدْقِ الْحَدِيْثِ ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ ، وَحُسْنِ الْجِوَارِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اگر تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کا رسول (حضرت محمد ﷺ) تم سے محبت کریں تو تین اوصاف و خصائل پر محافظت (ہیشگی) کرو۔ (۱)...... بات کی سچائی۔ (ہمیشہ سچ بولنا) (۲)...... امانت کا (بروقت) ادا کرنا اور (۳)...... اچھی ہمسائیگی کا (ہمیشہ) ثبوت دینا۔

(۱)...... سچی بات......: بات کی سچائی، جھوٹ کے برعکس ہوتی ہے۔ سچائی کا مطلب ہوتا ہے کہ آدمی اپنی اس گفتگو میں ہمیشہ سچ کہے جو لوگوں کے ساتھ وہ کرتا ہو اور جو لفظ بھی اس کی زبان سے ادا ہو اس کی ادائیگی میں سچ کی تحقیق و جستجو رکھے اور ہمیشہ جھوٹ سے بچ کر رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مزاح تک میں جھوٹ بولنے سے خبردار فرمایا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

((وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ ، وَيْلٌ لَهُ ، وَيْلٌ لَهُ)) ❷

''تباہی اور بربادی ہو اس شخص کے لیے جو اپنی گفتگو میں جھوٹ سے کام لے تاکہ وہ اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کو ہنسا سکے۔ تباہی اور ہلاکت ہو اس شخص کے لیے۔ بربادی ہو اس کی۔''

بلکہ وہ آدمی جو ہر اس بات کو (بغیر تحقیق کے) آگے بیان کرنا شروع کر دے جو اس نے لوگوں سے سنی ہو اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ)) ❸

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرنا شروع کر دے''

یہ معاملہ تو آج مسلمانوں میں کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ ایک آدمی سے آپ جھوٹ بھی سنتے ہیں اور وہی آدمی سچ بھی بولتا نظر آتا ہے۔ اور جو آدمی تمیز کیے بغیر وہ سب کچھ بیان کرنا شروع کر دے جو اس نے سنا ہو تو لامحالہ وہ جھوٹ بھی بولے گا (کیونکہ لوگوں کی ہر بات تو سچی نہیں ہو سکتی ناں!) رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ منافق

---

❶ سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني ، رقم : ٢٩٩٨

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم: ١٨٨٥ (كتاب الزهد / ح : ٢٣١٥

❸ صحیح مسلم/ حدیث نمبر ۷ المقدمه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تین نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ...... ''وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔'' (صحیح بخاری)

اس لیے نبی کریم ﷺ نے جھوٹ سے خبردار کیا ہے کہ ایسا نہ ہو وہ کہیں اپنے ساتھی (جھوٹے آدمی) کو جہنم میں پہنچا دے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا)) [1]

''سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچ کو لازم پکڑ لو۔ اس لیے کہ سچ نیکی کی طرف راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں سچا لکھ لیا جاتا ہے۔ خبردار! جھوٹ بولنے سے بچنا۔ اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف راہ دکھاتا ہے اور بلاشبہ برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''

اس حدیث میں جھوٹ اور تساہل سے تنبیہ کی گئی ہے۔ جب آدمی جھوٹ کے بارے میں تساہل سے کام لیتا ہے تو وہ اس سے کثرت کے ساتھ سرزد ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ جھوٹ اس کی پہچان بن کر رہ جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی کا ارادہ کر لے تو اسے جھوٹا درج کر لیتا ہے اور جھوٹوں میں شمار کا مستحق ہو کر ان جیسی سزا کا حقدار بن جاتا ہے۔ تب یا تو آسمان کے فرشتوں میں اس پہچان کے ساتھ وہ مشہور ہو جاتا ہے اور یا پھر لوگوں کے دلوں میں اور ان کی زبانوں پر اس کی یہ پہچان رائج ہو جاتی ہے۔ ایک مسلمان آدمی تو جھوٹ میں یوں واقع نہیں ہوتا، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے سچائی کے ارادے اور اسی کے ساتھ اعتناء کی بہت زیادہ رغبت دلائی ہے اور سچائی کو اختیار کرنے کے ساتھ۔ سچائی اسے جنت کی طرف لے جاتی ہے اور یہ وصف آدمی کو ''صدیقین'' کے مرتبہ اور اجر تک پہنچا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ ملا اعلیٰ میں اور لوگوں کے ہاں سچائی والے وصف کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے۔ (یہ پوری تفصیل مندرجہ بالا حدیث پر شرح نووی میں دیکھیں)

[1] أخرجه مسلم في كتاب البر، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله۔ ح: ٦٦٣٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا)) ❶

''اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: سچ کو لازم پکڑلو اس لیے کہ سچائی نیکی کی طرف راہ دکھاتی ہے اور بلاشبہ نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا اور اس کے لیے جدوجہد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سچا لکھ لیا جاتا ہے''

اللہ تبارک وتعالیٰ سچ بولنے والوں سے راضی ہوجاتا ہے۔ آخرت میں سچے لوگوں کے لیے بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

(المائدہ:۱۱۹)

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: یہی تو وہ دن ہے جب سچوں کو ان کی سچائی کام آئے گی۔ ان کے لیے وہاں ایسے باغات ہیں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ یہ (اللہ کا راضی ہونا اور جنتوں کا ملنا) بہت بڑی کامیابی ہے''

بلکہ وہ بندہ جو سچ بولتا اور سچ کے لیے کوشش کرتا ہے تو جیسا کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ فرمایا:

((إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ يُّحِبَّكُمُ اللّٰهُ تَعَالَى وَرَسُوْلُهُ...... أَصْدِقُوْا إِذَا حَدَّثْتُمْ)) ❷

''اگر تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم سے محبت کریں تو جب بھی بات کرو، سچ بولو۔''

اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے لامحالہ اللہ کا رسول ﷺ بھی اسے محبت کرتا ہے اور سب سے سچی بات وہ ہوتی ہے جو نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسند ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ...... میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات سب سے زیادہ سچی بات ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الوکالہ) نبی کریم ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ سچی بات اس لیے بھی سب سے زیادہ پسندیدہ

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب البر، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله ح: ٦٦٣٩

❷ صحيح الجامع حديث: ١٤٠٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی تھی کہ سچائی کی شان بہت بڑی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی تعریف سچائی کے ساتھ کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾ (النساء:۸۷)

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے۔ وہ تم لوگوں کو ضرور قیامت والے دن اکٹھا کرے گا، اس میں کچھ شک نہیں ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے''

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ سچا اپنی بات میں کوئی نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی خبر دینے میں اور نہ ہی وعدہ و وعید میں۔ اس کی شان بڑی عظیم اور اس کے اسماء وصفات نہایت مقدس ہیں۔ اس وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور نہ ہی اس اللہ کے سوا کوئی معبود برحق ہے۔

(۲)...... **امانت کا ادا کرنا**......: امانت کے ادا کرنے کا معنی یہ ہے کہ معتمد علیہ آدمی (کہ جس کے پاس امانت رکھی گئی ہو) صاحب امانت کو وہ چیز واپس کردے جو اس نے معتمد علیہ کے پاس نقد مال وغیرہ کی صورت میں رکھی ہو۔ امانت، خیانت کی ضد ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خیانت نہ کرنے اور امانت کے ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴾ (النساء:۵۸)

''(مسلمانو!) اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ بالتحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ تم لوگوں کو اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ)) [1]

''جو آدمی تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کردو (اسے پہنچا دو) اور جو تم سے خیانت کرے تم اس کی خیانت نہ کرو۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے تنگ دست اور فراخیِ رزق والے دونوں قسم

[1] صحیح سنن ابی داؤد حدیث: ۳۰۱۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لوگوں کو اس بات کی اجازت قطعاً نہیں دی ہے کہ وہ امانت کو روک کر رکھیں۔ امت کے تمام علماء وفقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کی جائیں چاہے امانتوں والے نیک ہوں یا بد۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ امانت میں کبھی بھی خیانت نہ کی جائے۔ اس لیے کہ صاحب امانت بذات خود یا امانت دار ہوگا اور یا پھر خائن۔ اور دونوں صورتوں میں نبی کریم ﷺ کے فرمان: وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ ۔ جو تم سے خیانت کرے تم اس سے بھی خیانت نہ کرو' کے مطابق خیانت ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ خائن آدمی کا اس کے اپنے فعل کی مانند صلہ چکانا جائز نہیں ہے۔ اور اس سے اس بات کا استدلال بھی درست ہے کہ انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب وہ اپنا حق لینے پر عاجز ہو تو وہ اپنے حریف (مدمقابل) کی امانت کو روک لے۔ چاہے یہ چیز اس کے پاس ودیعۃً آئی ہو یا عاریۃً۔

اور جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، امانت کا ادا کرنا اہل ایمان کی صفات میں سے ہے۔

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴾ (المومنون:۸)

''اور ایمان والے وہ ہوتے ہیں (کہ جن کی دیگر صفات کے ساتھ ساتھ ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ) جو اپنی امانتوں (کہ جو ان کے پاس رکھی گئی ہوں) اور اپنے عہد معاہدوں کا خیال رکھتے (انہیں نبھانے والے ہوتے) ہیں۔''

یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں وہ خیانت نہیں کرتے بلکہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچا دیتے ہیں اور وہ منافقوں کی اس پہچان کی طرح نہیں ہوتے: ''وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ...... اور جب اس (منافق) کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ خیانت کر ڈالتا ہے۔'' اور جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے، جو آدمی خیانت کرتا ہے اس کی دیانت داری وراست بازی نہیں ہوسکتی اور جو آدمی دیانت دار، راست باز نہیں ہے اس کا ایمان ہی نہیں ہے۔ فرمایا: ''لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ...... جس آدمی کی دیانتداری وراست بازی نہیں اس کا ایمان (بھی اللہ کے ہاں قابل قبول) نہیں ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کا ''امانت کے ادا کرنے والا حکم'' عام ہے جو اللہ عزوجل کے اپنے بندوں پر واجب حقوق سمیت ان سب امانتوں پر مشتمل ہے جن کا ادا کرنا انسان پر واجب ہے۔ جیسے کہ نماز پڑھنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، روزے رکھنا، کفارے اور نذریں وغیرہ ادا کرنا۔ یہ وہ امور ہیں کہ جن پر بندے بالعموم مطلع نہیں ہوتے مگر ہیں یہ ان کے پاس ان کے رب کی امانتیں۔ ان کا ادا کرنا بھی لازم ہے۔ اسی طرح بندوں کے آپس میں ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ ان کا ادا کرنا بھی ان کے ذمے ہے۔ جیسے کہ ایک دوسرے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راز، بھید، اور مالی وغیر مالی امانتیں وغیرہ کہ جنہیں وہ ایک دوسرے کے پاس بسا اوقات بغیر واضح اطلاع کے امانتا رکھ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

تو جو آدمی ان امانتوں کی ادائیگی والا عہد دنیا میں نہیں نبھائے گا اس سے یہ امانتیں قیامت والے دن (بصورت اعمال سے کٹوتی) واپس لی جائیں گی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔ فرمایا:

((لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ)) [1]

''(سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) تم لوگ قیامت والے دن ضرور حقداروں کے حقوق ادا کرو گے حتیٰ کہ بغیر سینگوں والی (گنجی) بکری کا بدلہ سینگوں والی بکری سے لیا جائے گا۔'' (گو جانوروں کو عذاب وثواب نہیں ہوگا مگر قصاص ضرور لیا جائے گا)''

(۳)......اچھی ہمسائیگی......: اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ انسان، لوگوں میں سے جس کا پڑوس اختیار کرے اس کے ساتھ اچھی ہمسائیگی سے پیش آئے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا، ان سے شفقت و مہربانی کے ساتھ پیش آنا اور ان سے تکلیف پہنچانے والے راستوں کو بند کرنا، حق ہمسائیگی میں شامل ہے۔ اور جو آدمی حق ہمسائیگی اچھی طرح سے ادا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) بھی اس سے محبت نہیں کرتے۔ بلکہ وہ شخص ان کے ہاں قابل نفرت ہے۔ ہمسائے کا لفظ مسلمان اور کافر، عبادت گزار اور گنہگار، دوست اور دشمن، شہری اور اجنبی، نفع بخش اور تکلیف دہ، رشتہ دار اور بیگانہ، بالکل ہی متصل گھر والا اور دور گھر والا سب پر مشتمل ہے۔

ہمسائیگی کے بہت سارے مراتب ہیں کہ جن میں سے بعض دوسروں سے اعلیٰ ہوتے ہیں۔ تو اعلیٰ مراتب والے ہمسائے، مومن، مسلمان، عبادت گزار، دوست، شہری، نفع پہنچانے والے، رشتہ دار اور سب سے قریبی گھر والے ہوتے ہیں۔ جبکہ برے ہمسائے ان کے برعکس عادات و اطوار والے ہوتے ہیں۔ تو آدمی کو چاہیے کہ ہمسائے کی حالت کے مطابق ہر ایک کا حق اسے دے۔

کہا جاتا ہے کہ ہمسائے تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک ایسا پڑوسی کہ جس کا صرف ایک حق ہوتا ہے اور وہ مشرک ہو تو اس کا صرف ایک حق ہمسائیگی ہے۔ دوسرا ایسا ہمسایہ کہ جس کے دو حق ہیں اور وہ مسلمان ہو تو ایک حق ہمسائیگی کا اور دوسرا حق اسلام کا......اور تیسرا ایسا پڑوسی کہ جس کے تین حقوق ہوتے ہیں۔ اور وہ مسلمان، رشتہ دار ہو تو اس کا پہلا حق، حق ہمسائیگی، دوسرا حق، حقِ اسلام اور تیسرا حق، حق صلہ رحمی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

[1] أخرجه مسلم في كتاب البر، باب تحريم الظلم- ح : ٦٥٨٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمسائے کے ساتھ نیکی اور احسان کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ۰۰۳۶ ﴾ (النساء:٣٦)

''اور (مسلمانو!) اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔ اس کا ساجھی (حصے دار) کسی کو مت بناؤ۔ شرک نہ کرو' (نہ تھوڑا نہ بہت' نہ کھلا اور نہ چھپا) اور ماں باپ سے نیکی کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، نزدیک والے ہمسایوں (رشتہ دار ہمسایوں) اور غیر رشتہ دار ہمسایوں، پاس بیٹھنے والے دوستوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں سے نیکی کرو۔ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے ہوں''

تو یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین اور نہایت قریبی رشتہ داروں کے بعد ہمسائے کے ذکر کی تاکید فرمائی ہے (کہ انہیں ہمیشہ یاد رکھو) اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوصِيْنِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ))

''جبریل علیہ السلام مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا وہ اس کو کہیں وراثت میں حصہ دار نہ بنا دیں۔''

جس طرح ہمسائے کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے اسی طرح اسے تکلیف پہنچانے سے ممانعت بھی آئی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ))

''جو آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسائے کو ایذا نہ پہنچائے''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ)) قِيْلَ: وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((اَلَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ)) [1]

''اللہ کی قسم! وہ آدمی مومن نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی قسم! وہ آدمی مومن نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی قسم! وہ بندہ مومن نہیں ہوسکتا۔ پوچھا گیا اور وہ کون ہے، اے اللہ کے رسول! (ﷺ) فرمایا: وہ شخص کہ جس

[1] أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب إثم من لا يأمن جاره بوائقه۔ ح : ٦٠١٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو"

یہاں اس حدیث میں وارد کلمہ "بوائق" البائقہ کی جمع ہے۔ اور اس سے مراد الداھیہ: مصیبت و عیاری۔ الشر: فتنہ و فساد۔ الخصومات: جھگڑے۔ الغائلۃ: مکاری و چالاکی اور الشیء المھلك: تباہ کرنے والی چیز۔" ہوتا ہے۔ اس حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ کی بار بار قسم اٹھانے کے ساتھ ہمسائے کے حق کی تاکید اور اس سے تکلیف کو روک رکھنے کا بیان ہے۔ ہمسائیگی کا حق صرف تکلیف کو روک کر رکھنا نہیں ہوتا بلکہ تکلیف کے احتمال کو بھی مسدود کرنا ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اے ابوذر! جب تم اپنے گھر میں سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال لیا کرو اور اپنے ہمسائے کو اس میں شریک رکھو"۔ ❶

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ؛ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ : ((يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ)) ❷

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے مسلمان عورتو! تم میں کوئی عورت اپنی کسی پڑوسن کے لیے کسی بھی چیز کو (ہدیہ میں) دینے کے لیے حقیر نہ سمجھے خواہ بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہو"

یعنی وہ حقیر نہ جانے کہ اپنے ہمسائی عورت کو کچھ بھی تحفہ میں نہ دے۔ ضرور دینا چاہیے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو حالانکہ بالعموم اسے استعمال میں نہیں لایا جاتا۔ اس حدیث میں کسی بہت ہی سستی چیز کے ہدیہ دینے میں مبالغہ کو بیان کیا گیا ہے اور یہ اس کو قبول کر لینے کو بھی۔ نہ یہ کہ بکری کا کھر ہی نرا مقصود تھا۔ اس لیے کہ عادتاً اس کو تحفتہً دینا چلتا نہیں ہے۔ یعنی ہمسائی اپنی پڑوسن عورت کو ہدیہ و تحفہ سے محروم نہ رکھے جو کچھ اس کے پاس ہو اس میں سے اسے ضرور دیتی رہے چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ نہ دینے سے تو یہ بہتر ہوگا ناں!

گویا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: پڑوسن اپنی ہمسائی سے تحفہ کے ساتھ مودت پیدا کرے اگرچہ وہ اس ہدیہ دینے کو حقیر ہی کیوں نہ جانتی ہو اور اس میں مالدار اور غریب مسکین ایک جیسے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو اس حقارت سے منع کرنے کے لیے اس لیے مختص کیا ہے کہ وہ ہی دراصل مودت اور حسد و کینہ کی سرچشمہ ہوتی ہیں اور اس لیے کہ وہ ان دونوں قسم کے متضاد عوامل کو جلد اپنانے والی ہوتی ہیں۔

❶ صحیح مسلم/ کتاب البر والصله/ باب الوصية بالجار والاحسان اليه

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب لا تحقرن جارة لجارتها ح : ٦٠١٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک ہمسائیگی کی حد کا تعلق ہے تو اس میں علماء کے درمیان البتہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس ضمن میں مذکور ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''جو تمہاری آواز کو سن لے وہ تمہارا ہمسایہ ہے۔'' ہمسائیگی کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے: جو تمہارے ساتھ مسجد میں فجر کی نماز پڑھتا ہے وہ بھی تمہارا ہمسایہ ہے۔'' ام المومنین والمومنات سیدہ عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمسائیگی کی حد میں ہر جانب (مشرق، مغرب، جنوب، شمال) سے چالیس چالیس گھر میں ہمسایہ ہوتا ہے۔'' ایک معنی یہ کیا گیا ہے: ''چالیس گھر دائیں چالیس بائیں، چالیس آگے اور چالیس پیچھے والے گھر ہمسایہ ہوتا ہے اور یہ زیادہ اولیٰ ہے۔ عین ممکن ہے اس سے ہر طرف میں دس گھر مراد ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

نبی کریم ﷺ کی اہل تقویٰ سے محبت

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : ((مَا أَعْجَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا وَلاَ أَعْجَبَهُ أَحَدٌ قَطُّ إِلَّا ذُوْ تُقًى)) [1]

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دنیا کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی تھی (جو آنکھوں کو خیرہ اور دل کو حیران کردے) اور نہ ہی صاحب تقویٰ کے سوا آپ ﷺ کو کوئی شخص پسند آتا'' (کہ جس سے محبت کی جا سکے)

اہل تقویٰ کی پہچان......: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ ﴾ (البقرة:١ تا ٥)

''الٓمٓ اس کتاب (کے سچا اور منزل من اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ڈرنے والوں (اہل تقویٰ) کو (سیدھی) راہ دکھاتی ہے۔ وہ جو بن دیکھی باتوں پر ایمان لاتے ہیں (اسی کو غیب کہتے ہیں) اور نماز کو درستگی سے ادا کرتے ہیں۔ اور جو ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور (یہ متقی لوگ وہ ہوتے ہیں) جو ایمان لاتے ہیں اس چیز (قرآن وسنت والی شریعت) کے ساتھ جو (اے ہمارے حبیب و خلیل نبی!) اتارا گیا تمہاری طرف اور جو (دین کا حصہ) اتارا گیا تم سے پہلے اور وہ (قیامت والی)

[1] مسند أحمد، رقم : ٢٤٢٨١، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کی راہ پر ہیں اور یہی لوگ (مراد پا کر) فلاح پانے والے ہیں۔'' (یہی اہل تقویٰ کامل فلاح سے سرفراز ہوں گے)''

((وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا)) وَيُشِيْرُ إِلٰی صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰی أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلٰی صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰی قُلُوْبِكُمْ)) وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهٖ إِلٰی صَدْرِهٖ۔ [1]

''اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''تقویٰ کا مقام یہ ہے۔'' اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے تین بار یہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد فرمایا: بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہ ہی تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری شکلوں، صورتوں کی طرف۔ بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔'' (اور (اس بار بھی) آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔''

یعنی ظاہری اعمال سے تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ تو دل میں راسخ اللہ عزوجل کی عظمت وخشیت اور اپنے معاملے میں اس کا خوف دل میں رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ متقی وہ شخص ہوتا ہے جو عمل صالح اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خلاصی کی دعا کے ساتھ برے کاموں سے بچا رہے۔ یہ کلمہ ''اِتّقاءَ المکرُوہ'' ناپسندیدہ چیز سے بچنے سے ماخوذ ہے۔ کہ جس بچاؤ کو تم اپنے اور اس ناپسندیدہ چیز کے درمیان حاجز کر لیتے ہو۔''

دوسرا معنی اس کلمہ کا یوں کیا جاتا ہے: ''رجلٌ تقِیٌّ...... اللہ کی عظمت وہیبت کے باعث ڈرنے والا آدمی اور اصل تقویٰ رب تعالیٰ سے ڈر اور خوف ہی ہوتا ہے۔ اس کلمہ کا لفظی معنی بھی ناپسندیدہ چیز سے بچنے کا ہوتا ہے۔ ایک معنی اس کا یوں بھی کیا جاتا ہے: ''متقی آدمی وہ ہوتا ہے جو بات کرے تو اللہ کے لیے کرے اور جب عمل کرے تو اللہ ہی کے لیے کرے۔'' یوں بھی کہا جاتا ہے: ''اہل تقویٰ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے دلوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ خواہشات کی محبت دلوں سے نکال باہر کرے''۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ان لوگوں کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں: یہ وہ اہل ایمان ہوتے ہیں جو میرے ساتھ شرک کرنے سے بچتے رہتے ہیں اور وہ میری اطاعت میں رہ کر عمل کرتے ہیں''

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ اہل ایمان واہل تقویٰ اس کام سے اور ہر اس چیز سے بچ کر رہتے

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب البر، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره۔ ح: ٦٥٤١، ٦٥٤٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر حرام کر رکھے ہیں۔ اور جو کام ان پر اللہ نے فرض کیے ہیں انہیں وہ پوری تندہی اور اخلاص سے سرانجام دیتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب نے جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''تقویٰ کیا ہے؟ تو انہوں نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ کبھی کانٹے دار راستے پر نہیں چلے؟ (جس کی دونوں جانب کانٹے دار جھاڑیاں اور نیچے بھی خارِ مغیلاں بکھرے پڑے ہوں؟) کہا: کیوں نہیں؟ (کئی بار ایسا ہوا ہے) پوچھا: اس وقت آپ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا: ''میں اپنے کپڑے (دامن) سمیٹ لیتا ہوں اور قدم دیکھ دیکھ کر رکھتا ہوں''۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''تو یہی ہے تقویٰ کی تعریف۔'' (کہ مومن آدمی کی زندگی گناہوں اور غلطیوں والی آلائشوں سے بچ بچ کر گزرے)

صاحب تقویٰ وہ آدمی ہوتا ہے جو اپنے رب سے اپنے عہد کی ایفاء کرے اور اس کے محارم سے بچ کر رہے۔ اللہ کریم کی اطاعت کرے اور اس رب العالمین کی اس شریعت کی مکمل اتباع کرے کہ جسے اس نے سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کو دے کر بھیجا تھا اور متقی آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اپنے غصے کو پی لیتا ہے اور لوگ سے درگزر کرتا ہے۔ اس صاحب تقویٰ کو جب شیطانی وساوس آتے ہیں تو وہ اللہ کی سزا کو یاد کرتا ہے۔ اس کے اجر و ثواب کی بہتات اور اس کے وعدہ وعید کو یاد کر کے وہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بہت جلد اس کی طرف راغب ہو کر وہ اللہ کی ان وساوس سے پناہ مانگتا ہے۔ چنانچہ وہ بصیرت حاصل کر کے استقامت اختیار کر لیتا ہے اور اپنی بگڑی ہوئی حالت کو درست کر لیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو صاحب تقویٰ بہت اچھا لگتا تھا۔ اس لیے کہ متقی آدمی اللہ کا ولی ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ اللہ رب العالمین متقی آدمی سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کے ہاں بہت زیادہ عزت والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ ﴾ (الحجرات:۱۳)

''بلاشبہ اللہ رب العالمین کے ہاں تم سب سے زیادہ عزت والا (اے ایمان والو!) تم سب سے زیادہ متقی آدمی ہوتا ہے''

تقویٰ ایک ایسی صفت ہے کہ جس میں تمام خیر جمع کر دی گئی ہے اور تمام پہلوں اور بعد والوں کو اللہ عز وجل کی نصیحت بھی اس کے بارے میں ہے: اور یہ وہ خیر ہے کہ جس سے ہر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور (حج' عمرہ پر جانے والو!) راہ خرچ اپنے ساتھ لیا کرو۔ اور بلاشبہ بہترین راہ خرچ تقویٰ (اور لوگوں سے مانگنے سے بچنا) ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہو (یعنی میرے غصہ اور میرے عذاب سے)''

تو جس طرح کھانا، خوراک دنیا کا راہ خرچ ہوتے ہیں اسی طرح آخرت کا توشہ تقویٰ ہے اور یہ بہترین زاد راہ ہے۔ اسی طرح تقویٰ بہترین لباس بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف:٢٦)

''اے بنو آدم! ہم نے تم پر کپڑا (آسمانوں سے بذریعہ پانی کپاس اگا کے) اتارا جو تمہارے ستر کو ڈھانپتا ہے اور اسی طرح بناؤ اور زینت کا سامان بھی اتارا اور (ان کے ساتھ ہم نے) پرہیز گاری کا لباس بھی اتارا اور یہ سب سے بہتر (لباس اور زینت) ہے۔ یہ لباس کا پیدا کرنا اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں''

اللہ کی کتاب، قرآن مجید ایسے کلمات سے بھری پڑی ہے کہ جو تقویٰ کا معنی دیتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾ (التحریم:٦)

''اے ایمان والو! (مسلمانو!) اپنے آپ کو اور اپنے عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں وہاں ایسے فرشتے متعین ہیں جو اکھڑ طبیعت اور سخت دل ہیں۔ وہ اللہ عزوجل کی نافرمانی نہیں کرتے، انہیں جو حکم اللہ عزوجل دے۔ اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''

﴿ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف:٣٥)

''تو جو لوگ گناہوں سے بچ گئے اور انہوں نے اپنی اصلاح کرلی انہیں ڈر نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے''

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران:١٧٢)

''ان لوگوں کے لیے کہ جنہوں نے نیکیاں کیں اور ان میں سے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا بہت بڑا اجر وثواب ہوگا''

﴿ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ ﴾

(آل عمران:١٢٠)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر تم صبر اختیار کرلو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو ان (رب کے دشمنوں) کی چال تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ، جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ ﴾ (الانفال:۲۹)

''اے ایمان والو! (مسلمانو!) اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے چھٹکارے کی صورت نکال دے گا اور تمہارے گناہ تم پر سے اتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔''

﴿ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۝ ﴾ (الطلاق:۲)

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے' اللہ رب العزت (ہر آفت میں) اس کے لیے ایک راستہ نکال دیتا ہے''

﴿ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا۝ ﴾ (الطلاق:٤)

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ رب العزت اس کا کام آسانی سے نکال دیتا ہے''

﴿ وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ۝ ﴾ (النمل:۵۳)

''اور (آل ثمود میں سے) جو لوگ ایمان لائے تھے اور وہ اللہ سے ڈرتے تھے ان کو ہم نے بچا لیا تھا''

﴿ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝ ﴾ (المائدہ:۵۷)

''اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''

﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ۝ ﴾ (الزمر:۱۶)

''ان (مجرموں) کے اوپر بھی جہنم میں آگ کے چھتر ہوں گے اور ان کے نیچے بھی (آگ کے) چھتر۔ یہی وہ عذاب ہے کہ جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو''

چنانچہ ان تمام آیات میں کہ جن کے اندر تقویٰ کا ذکر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ:

(ا)......اپنے متقی بندوں سے محبت فرماتے ہیں...... دیکھئے: سورۃ آل عمران:۷۶ والتوبہ:۴، ۷

(ب)......اللہ متقی آدمی کا دوست ہوتا ہے...... دیکھئے: سورۃ الجاثیہ:۱۹

(ج)......اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے...... دیکھئے: سورۃ البقرہ آیت ۱۹۴۔ التوبہ:۱۲۳۔ النحل:۱۲۸

(د)......عمل بھی اللہ متقی آدمیوں کے قبول کرتا ہے...... دیکھئے: سورۃ المائدہ:۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ھ)......وہ اللہ متقی آدمی کے لیے مشکل اور آفت سے نکلنے کی سبیل بھی نکال دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں اسے گمان بھی نہیں ہوتا...... دیکھئے: سورۃ الطلاق آیت ۲،۳

(و)......اللہ متقی آدمی کی غلطیاں معاف کر کے اسے اجر عظیم عطا کرتا ہے......دیکھئے: سورۃ الانفال:۲۹

(ز)......اہل تقویٰ کو اللہ ایسی نجات دیتا ہے کہ انہیں نہ کسی قسم کا غم رہتا ہے اور نہ کسی کا ڈر......دیکھئے: سورۃ الاعراف:۳۵

(ح)......آخرت اس کی بہتر ہو جاتی ہے...... دیکھئے: سورۃ النحل:۳۰، الزخرف:۳۵، یوسف:۱۰۹

(ط)......صاحب تقویٰ کے لیے جنتیں، وہاں کی نعمتیں اور اجر عظیم ہوگا...... دیکھئے: الذاریات:۱۵، آل عمران:۱۵

(ی)......متقی آدمی مقام امین میں ہوگا...... دیکھئے: سورۃ الدخان:۵۱

(س)......صاحب تقویٰ ہی کامیاب ہوگا...... دیکھئے: سورۃ النباء:۳۱، النور:۵۲

(ع)......اور یہ متقی لوگ اس بڑے قدرتوں والے بادشاہ کے پاس سچائی والے مقام میں رہیں گے...... دیکھئے: سورۃ القمر:۵۴،۵۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ثانی:...... نبی کریم ﷺ کے نزدیک ناپسندیدہ لوگ

نبی کریم ﷺ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے ناپسندیدہ بداخلاق آدمی

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ فِي الْآخِرَةِ أَسْوَؤُكُمْ أَخْلَاقًا)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابل نفرت (انتہائی ناپسندیدہ) اور آخرت میں مجھ سے سب سے زیادہ دور تم میں سب سے زیادہ برے اخلاق والا آدمی ہے''

بداخلاقی کیا ہے؟

''خلق اور اخلاق'' دراصل نفس انسانی میں راسخ ایک خاص ہیئت سے عبارت ہوتا ہے اور اسی ہیئت سے بغیر سوچنے اور دیکھنے کی ضرورت کے نہایت آسانی کے ساتھ افعال سرانجام پاتے ہیں۔ انسان کے نفس میں راسخ نظریاتی شکل و ہیئت کے حکم اور دباؤ سے اگر عقلاً اور شرعاً قابل مدح وستائش افعال سرانجام پاتے ہوں تو اس عملی ہیئت کو ''اخلاق حسنہ'' کہا جاتا ہے اور اگر انسان کے اندرونی خیالات و نظریات کی ہیئت سے قبیح افعال سرانجام پائیں تو اس عملی ہیئت کو ''بداخلاقی'' کہا جاتا ہے۔

برے اخلاق والا آدمی اللہ رب العزت کے ہاں بھی قابل نفرت (انتہائی ناپسندیدہ) ہوتا ہے اور اللہ کے رسول (ﷺ) کے ہاں بھی وہ نہایت ناپسندیدہ شخص ہوتا ہے۔ بلکہ مندرجہ بالا حدیث کی رو سے وہ آخرت میں نبی کریم ﷺ سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور شخص ہوگا۔ (دھتکارا ہوا۔ العیاذ باللہ)

اسی طرح بلاشبہ لوگ بھی بداخلاق آدمی سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کے ساتھ لین دین کرنے سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں تاکہ اس کے شر اور بداخلاقی سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ اگر کہیں اس کے ساتھ کبھی معاملہ کرنے پر مجبور ہو جائیں تو اس کی فحش زبانی سے بچنے کے لیے لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔ ایسے بداخلاق لوگوں میں سے ایک آدمی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو بھی ایک بار یہ معاملہ کرنا پڑا تھا۔

---

❶ صحيح الجامع الصغير، رقم: ١٥٣٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((إِنَّ رَجُلاً اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمَّا رَآهُ قَالَ : ((بِئْسَ أَخُو الْعَشِيْرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ)) فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ۔ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! حِيْنَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ، ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((يَا عَائِشَةُ مَتٰى عَهِدْتِنِي فَاحِشًا؟ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ۔)) ❶

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا: برا ہے فلاں قبیلے کا یہ بھائی یا (راوی کو شک ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں روایت کیا کہ آپ نے) یوں فرمایا ہے: برا ہے فلاں قبیلے کا بیٹا۔ پھر جب وہ نبی مکرم ﷺ کے پاس آ بیٹھا تو آپ اس کے ساتھ نہایت خوش خلقی سے پیش آئے۔ وہ شخص جب چلا گیا تو ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! (ﷺ) جب آپ نے اسے دیکھا تو اس کے متعلق یہ کلمات فرمائے تھے اور جب آپ ﷺ اس سے ملے تو نہایت خندہ پیشانی سے ملے؟ نبی معظم ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھے بدگو کب پایا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن وہ لوگ بدترین ہوں گے جن کے شر کے ڈر سے لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں گے''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا:

((یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قُلْتَ الَّذِیْ قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْكَلَامَ۔ قَالَ : ((أَيْ عَائِشَةُ ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ)) ❷

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو اس شخص کے متعلق جو کچھ کہنا تھا وہ ارشاد فرمایا اور پھر اس کے ساتھ نرم گفتگو فرمائی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: عائشہ! وہ آدمی تمام لوگوں میں بدترین ہوتا ہے جسے اس کی بدکلامی کے ڈر کی وجہ سے لوگ چھوڑ دیں''

اعلیٰ ترین اخلاق والے یہ تھے محمد رسول اللہ ﷺ کہ جو اس آدمی کی بدکلامی اور اس کے شر سے بچے رہے

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب لم يكن النبي ﷺ فاحشًا ولا متفاحشًا۔ ح : ٦٠٣٢

❷ [أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب ما يجوز من اغتياب أهل الفساد والرّيب۔ ح : ٦٠٥٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ نبی کریم ﷺ کی تو خلقت میں ہی لطف و کرم داخل کر دیے گئے تھے اور آپ ﷺ کو اللہ رب العالمین کی طرف سے حسن خلق کا بہت بڑا حصہ عطا ہوا تھا کہ جس سے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر بشاشت ہمیشہ طاری رہتی اور اسی بناء پر آپ ﷺ نے اس سے ناپسندیدگی کے ساتھ سامنا نہیں فرمایا تھا۔ تاکہ آپ کی امت بھی اس جیسے شر سے بچاؤ کی خاطر آپ ﷺ کی اقتداء کر سکے اور اس جیسے کی تواضع کر کے اس کے شر اور فتنے سے بچ سکے۔

ذکر کیا جاتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بسا اوقات ایسے لوگوں کے روبرو مسکرا رہے ہوتے یا ہنس رہے ہوتے مگر ان کے دل انہیں ملامت کر رہے ہوتے تھے اور یہ ان کی مدارت، ان کے شر اور فحش کلامی سے بچاؤ کے لیے ہوتا تھا۔

بد اخلاقی کی علامتیں

بد اخلاق آدمی میں یا تو کوئی ایک بد اخلاقی والی عادت ہوتی ہے اور یا اس میں بہت ساری بری خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر جس قدر اس میں بری خصلتیں زیادہ جمع ہوتی ہیں اسی قدر وہ زیادہ برا ہوتا ہے۔ بد اخلاقی کے کچھ کڑوے پھل ہوتے ہیں اور کچھ علامتیں ان کی طرف نشاندہی کر رہی ہوتی ہیں۔ ان میں سے درج ذیل پر غور فرمائیں:

(۱) حرام کاموں کا ارتکاب کرنا
(۲) حرام (کام اور رزق) کی طلب کرنا
(۳) بخیل، کنجوس ہونا
(۴) بے حیاء (بے شرم) ہونا
(۵) ایذا رساں ہونا
(۶) اصلاح کو بہت تھوڑا قبول کرنے والا ہونا
(۷) زبان کا بہت جھوٹا ہونا
(۸) باتونی ہونا
(۹) کام چور ہونا
(۱۰) لغزشیں اور غلطیاں زیادہ کرنے والا ہونا
(۱۱) فضول کام زیادہ کرنے والا ہونا
(۱۲) تھوڑے صبر والا ہونا
(۱۳) نافرمان ہونا
(۱۴) بے فیض، انکاری طبیعت والا ہونا
(۱۵) حسد اور کینے والا ہونا
(۱۶) بدزبان ہونا
(۱۷) بدزبان ہونا
(۱۸) سخت گیر ہونا
(۱۹) ترش رو (بگڑے ہوئے چہرے والا) ہونا
(۲۰) بیوقوف ہونا
(۲۱) لالچی ہونا
(۲۲) انتہائی حریص ہونا
(۲۳) بدخلق ہونا
(۲۴) سخت دل ہونا
(۲۵) جھگڑالو ہونا
(۲۶) متشدد ہونا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۷) بدقماش ہونا
(۲۸) کھلے عام برائیوں کا مرتکب ہونا
(۲۹) خائن ہونا
(۳۰) حیلے بہانے کرنے والا ہونا
(۳۱) غدار ہونا
(۳۲) ستانے اور تنگ کرنے والا ہونا
(۳۳) ظالم ہونا
(۳۴) لعن، طعن کرنے والا ہونا
(۳۵) گالی گلوچ بکنے والا ہونا
(۳۶) غیبت کرنے والا (چغل خور) ہونا
(۳۷) جلد باز ہونا
(۳۸) الزام تراش ہونا
(۳۹) متکبر (اکڑ خاں) ہونا
(۴۰) چال باز ہونا
(۴۱) دھوکے باز ہونا
(۴۲) (اچھائیوں سے) نفرت کرنے والا ہونا
(۴۳) خود پسند ہونا
(۴۴) ندیدہ ہونا
(۴۵) فضول خرچ ہونا
(۴۶) غیر سنجیدہ اور شوخ ہونا
(۴۷) دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونے والا
(۴۸) بے کار (ناکارہ) ہونا
(۴۹) ٹھٹھہ اڑانے والا ہونا
(۵۰) خوش آمدی اور کاسہ لیس ہونا

تو جو کوئی مندرجہ بالا بری عادات و خصائل میں سے بعض کا حامل ہو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اللہ کے بندوں اور ان کی رہائش گاہوں سے نکال باہر کیا جائے۔ بلاشبہ وہ دھتکارے ہوئے شیطان لعین کے قریب ہو گیا ہے اور ضروری ہے کہ اسے انسانوں سے دور کیا جائے۔ اسی لیے آخرت میں وہ تمام لوگوں میں نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ دور ہوگا اور وہ اللہ رب العالمین کے ہاں تمام بندوں سے زیادہ مبغوض ہوتا ہے۔

بلاشبہ انسان کی ظاہری تخلیق (اس کے جسم اور وجود) کو تبدیل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ جبکہ اخلاق کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اخلاق تبدیلی کو قبول کر لیتا ہے (یعنی محنت کرنے سے برا اخلاق اچھی عادات و خصائل میں تبدیل ہو جاتا ہے) اسی لیے تو مکارم اخلاق کی وجہ سے دین اسلام، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ سے محبت کی جاتی ہے۔ نصیحتوں، مواعظ حسنہ اور اصلاح کے لیے کچھ سزاؤں کو قبول کر لیا جاتا ہے اور اس ضمن میں رب العالمین کا فرمان گرامی یوں بھی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ ﴾ (الرعد: ۱۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا (یا کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں اٹھالیتا) جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس تبدیلی سے مراد انسانی وجود میں برے اخلاق سے بدل کر اخلاق حسنہ کی طرف پلٹ جانا مقصود ہے اور حتیٰ الامکان نئے اخلاق حسنہ کو جد و جہد کے ذریعے حاصل کر لینا، نفس کی ریاضت (اس بات پر کہ اسے بداخلاقی والے مذکور بالا کاموں سے روکا جائے) اور ان اعمال و افعال پر نفس کو تیار کرنا کہ جو اچھے اخلاق کو حاصل کر لینے کے متقاضی ہوں۔ (یہی وہ تبدیلی ہے جس کا اوپر والی آیت میں ذکر کیا گیا ہے) نبی کریم ﷺ اپنے رب سے دعا کرتے کہ وہ آپ کو احسن الاخلاق کی طرف راہنمائی فرمائے اور ان کو اپنانے کی توفیق دے۔ آپ ﷺ یوں دعا کرتے:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا ، لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ)) [1]

"اے اللہ! مجھے اچھی عادات (حسن اخلاق) سکھا دے۔ تیرے سوا حسن اخلاق کی طرف کوئی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور مجھ سے بری عادات (سوء اخلاق) دور کر دے۔ انہیں مجھ سے تیرے سوا کوئی پھیر بھی نہیں سکتا"

اخلاق میں لوگوں کے چار درجات [2]

پہلا درجہ......: وہ غافل انسان کہ جو حق اور باطل، خوبصورت اور بدصورت میں (یعنی اخلاق میں) تمیز نہیں کرتا۔ بلکہ تمام اعتقادات سے خالی جیسے اس کو پیدا کیا گیا تھا اسی پر وہ باقی رہتا ہے اور نہ ہی لذتوں کی پیروی سے اس کی نفسانی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے۔ تو یہ آدمی (اور اس طرح کا ہر شخص اخلاقی تربیت والے) علاج کو بہت جلد قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ اسے صرف ایک استاد اور راہنما کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک ایسے شخص کی جو اسے ایسے مجاہدہ پر تیار کرنے والا ہو کہ جو بہت تھوڑے وقت میں اس کے اخلاق کو اچھا بنا دے۔

دوسرا درجہ......: ایسا انسان کہ جس نے عیب دار کی قباحت کو جان تو لیا ہو مگر عمل صالح کی عادت نہ بنائی ہو۔ (یعنی کبھی نیک کبھی بد) بلکہ (شیطان کی طرف سے) اس کے برے عمل کو بڑا خوبصورت کر کے پیش کیا جا رہا ہو۔ اپنی خواہشات کی پیروی کے لیے شیطان کی اطاعت میں ایڑی چوٹی کا وہ زور لگا دیتا ہے اور اپنی درست رائے سے منہ موڑنے کے لیے اپنی خواہش کو اپنے اوپر غالب کر لیتا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے عمل میں اپنی تقصیر کو جان رہا ہوتا ہے۔ اس آدمی کا معاملہ پہلے والے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اس کے ذمہ لگایا گیا کام اس پر کئی گنا بوجھل ہوتا ہے۔ مگر اس کے نفس میں فساد اور خرابی کے لیے ایک عادت سی بن جانے کی بنا پر جو کچھ راسخ ہو چکا ہو

[1] صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا باب صلاۃ النبی ﷺ و دعاءہ باللیل حدیث: ۱۸۱۲
[2] اس مضمون کی تیاری میں امام الغزالی کی کتاب "احیاء علوم الدین" ۳/۵۶ سے مدد لی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً اگر اس کو اکھاڑ پھینکا جائے۔ ثانیاً: اس کے نفس میں اصلاح کو عادت بنا لینے والی صفت کاشت کی جائے تو بالجملہ ایسا آدمی محنت کو قبول کرنے والا ہوتا ہے بشرطیکہ پوری کوشش' عزم صمیم اور مستعدی کے ساتھ اس کو توجہ دلائی جاتی رہے۔

تیسرا درجہ......: ایسا آدمی جو برے اخلاق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ وہی اچھائیاں ہیں اور ان کا کرنا واجب ہے۔ یہ برے اخلاق ہی حق راستہ ہے، یہی خوبصورت ہیں اور انہی پر (آدمی کی) تربیت ہونی چاہیے۔ تو ایسا آدمی ممکن ہے اپنے اصلاحی علاج کو بری طرح سے روکے۔ سوائے شاذ و نادر واقعات کے ایسے لوگوں کی اصلاح کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ اور ایسا اس طرح کے لوگوں میں گمراہی کے اسباب کا کئی گنا پایا جانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ نہایت گمراہ، جاہل (اجڈ) اور فاسق ہوتے ہیں۔

چوتھا درجہ......: وہ انسان کہ جس کی نشوونما ہی (اس کے والدین اور اردگرد کے ماحول میں) فاسد رائے پر اور اس کی تربیت اسی فاسد رائے پر عمل میں ہوئی ہو (یعنی اسے بچپن میں اپنے اردگرد نہایت گندہ اور گمراہ کن ماحول میسر آیا ہو) وہ شر، فساد، دہشت گردی، بے غیرتی و بے حیائی اور قتل و غارت کو ہی بڑائی کا ذریعہ سمجھتا ہو اور اس پر وہ فخر کرے۔ اس بات کا وہ یقین رکھے اور اس کا یہ گمان غالب ہو کہ یہی بداخلاقی اور شر، فساد پھیلانے والے کام اس کی قدر و منزلت کو بڑھاتے ہیں (جیسے کہ ہمارے معاشرے میں نہایت بدقماش قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں) تو یہ طبقہ و درجہ اصلاح کے اعتبار سے سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے اور اس جیسے طبقہ کے بارے میں کہا گیا ہے: ''بڑھاپے کی محنت نرا مصیبت میں پڑنا اور تھکا دینے والا کام ہے۔ بھیڑیے کو مہذب بنانا نرا عذاب میں پڑنا ہے''۔ اس درجہ کے لوگ نرے جاہل اجڈ، خود گمراہ اور گمراہی کے قائد، نہایت دہشت گرد اور فاسق اور انتہائی درجہ کے شریر ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ، نہایت باتونی لوگ

((وَقَالَ ﷺ : ((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ)) قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارِيْنَ وَالْمُتَشَدِّقِيْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ : ((اَلْمُتَكَبِّرُوْنَ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ قیامت والے دن تم میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ

---

[1] صحیح سنن الترمذي ، رقم : ١٦٤٢ كتاب البر والصلة / ح : ٢٠١٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبوب، پسندیدہ اور مجلس، نشست و برخاست کے اعتبار سے میرے سب سے زیادہ قریبی تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے اور تم میں سب سے زیادہ میری ناراضگی کے مستحق اور قیامت والے دن مجھ سے دور تر وہ لوگ ہوں گے جو نہایت باتونی، بڑ مارنے والے (متکبر) اور دہن دراز ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! نہایت باتونی، دہن دراز لوگوں کے بارے میں تو ہم سمجھ گئے مگر یہ بڑ مارنے والے اَلْمُتَفَیْهِقُوْنَ...... کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: المتکبّرون...... تکبر کرنے والے۔"

نہایت باتونی...... اَلثَّرْثَارُوْنَ: ❶

مذکورہ بالا حدیث میں مذکور "اَلثَّرْثَارُوْنَ" سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو بات چیت زیادہ کریں اور سچ سے دور بھاگتے ہوئے وہ تکلف کے ساتھ بحث مباحثہ کرنا۔ اس طرح کا باتونی آدمی نبی کریم ﷺ کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ ناپسندیدہ تھا۔ اس لیے کہ وہ نہایت بداخلاق ہوتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے کہ جس میں خیر و فلاح نہیں ہوتی۔ اللہ رب العالمین (ایسے لوگوں کے بارے میں) قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

﴿ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾ (النساء:١١٤)

"ان (منافقوں) کے اکثر صلاح مشورہ (بکثرت گفتگو) میں بھلائی نہیں ہوتی (جب بھی وہ باہم مشورہ کرتے ہیں کسی برے کام ہی کے لیے کرتے ہیں) مگر وہ شخص کہ جو صدقہ و خیرات کا حکم دے یا نیکی کے کام کا یا (مسلمان، ایمان والے) لوگوں میں صلح کروانے کے لیے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے (نہ کہ ریاکاری کے لیے) تو ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے۔"

اللہ آپ پر رحم فرمائے! اس بات کو جان لیجئے کہ انسان کے لیے نہایت ضروری ہے، جب وہ لوگوں کی مجالس میں بیٹھا ہو تو اپنی زبان کو فحش کلامی، ناپسندیدہ گفتگو اور ایسی بات سے روک کر رکھے جس میں کسی کو تکلیف دینے کا ادنیٰ سا بھی شبہ ہو۔ آدمی کے لیے خاموش رہنا (ایسی مجالس کے اندر) زیادہ فضیلت والا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اسی میں نجات اور سلامتی پنہاں ہوتی ہے۔ البتہ وہ گفتگو ضرور کرے کہ جس میں مصلحت اور فائدہ بالتاکید موجود ہو۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین کے مندرجہ بالا فرمان میں مذکور ہے:

﴿ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ﴾ (النساء:١١٤)

❶ یہ مضمون مصنف حفظہ اللہ کی کتاب "مجالسنا الی این؟" ص ۱۹، ۲۰ اور ۶۹ سے لیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''البتہ وہ شخص کہ جو (مجالس میں) صدقہ و خیرات (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) کا حکم دے یا نیکی کے کام کا یا (ایمان والے) لوگوں میں صلح کروانے کے لیے (وہ گفتگو کرے)''

تو یہاں معروف سے ہر وہ کام مراد ہے کہ جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہو یا نیکی، خیر والے کام کی طرف اس نے رہنمائی فرمائی ہو (معروف کا لفظ جمیع اعمال خیر کو شامل ہے حتیٰ کہ کسی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا بھی معروف میں داخل ہے)

ہر ہر کلمہ کا نہایت عظیم معاملہ ہے۔ ہر وہ کلمہ جو انسان بولتا ہے یا تو آدمی کے اچھے کھاتے میں جائے گا یا خود اس پر گواہ بن جائے گا اور انہی کلمات کی وجہ سے اسے سزا یا جزاء ملتی ہے۔ منہ سے نکلنے والے الفاظ خیر کے ہوئے تو بھلائی ملے گی اور اگر شر کے ہوئے تو شر ہی ملے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف:٨٠)

''کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی چھپی باتیں اور کانا پھوسی نہیں سنتے؟ کیوں نہیں (ہم سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس سب کچھ لکھتے جاتے ہیں''

تو انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کی لگام کو یاوہ گوئی کے لیے ڈھیلا نہ چھوڑے بلکہ ہر لفظ کی ادائیگی سے پہلے وہ اچھی طرح سے اس پر غور و فکر کرے۔ تاکہ اس کی ممنوع اور ناپسندیدہ کلام کو اس کی اس کتاب میں درج نہ کر لیا جائے کہ جسے کل قیامت والے دن (اس کے سامنے) پڑھ کر سنا دیا جائے گا۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَـنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَـلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ)) [1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے خیر و برکت کا کلمہ ہی کہنا چاہیے یا پھر وہ خاموشی اختیار کرے''

یہ حدیث مبارک اس بات پر بالصراحت دلالت کر رہی ہے کہ اسان کے لیے لازم اور ضروری ہے کہ وہ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ح : ٦٠١٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف خیر (اچھائی) کی ہی بات کرے اور اگر اس کے پاس خیر کی بات کرنے کے لیے کچھ نہ ہو یا وہ اس بات میں شک کرے کہ معلوم نہیں اس کی بات میں خیر کا پہلو ہوگا یا نہیں تو زیادہ سلامتی کی بات یہ ہے کہ وہ پھر خاموشی اختیار کرے۔ اس لیے کہ سلامتی کا متبادل کچھ اور نہیں ہوتا۔ جبکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی گفتگو کے نتائج کیا ہوں گے؟

رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد گرامی یوں بھی ہے: فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهَا ، يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ ، أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)) [1]

''(بسا اوقات) بندہ ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ جہنم میں (اس کے کنارے سے) اتنا دور جا گرتا ہے جیسے مشرق سے مغرب کی بھی زیادہ دوری ہو۔''

غور کیجیے! صرف ایک بات کا جب یہ معاملہ ہوگا تو پھر اس یاوہ گوئی اور کثرت کلامی پر بندے کی حالت کیا ہوگی کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہوں؟

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور لے جائے؟ فرمایا:

((لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ : تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ)) ، ثُمَّ قَالَ : ((أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ : اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ)) ، قَالَ: ثُمَّ تَلَا : ﴿ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ ..... يَعْمَلُونَ ﴾ [سورة السجدة: ١٦ ، ١٧] ثُمَّ قَالَ : ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ ؟)) قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ : ((رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ)) ثُمَّ قَالَ : ((أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ؟)) قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ : فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ ، قَالَ : ((كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا)) فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ : ((ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ، أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ ، إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ)) [2]

[1] أخرجه مسلم في كتاب الزهد ، باب حفظ اللسان۔ ح : ٧٤٨٢
[2] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢١١٠۔ كتاب الإيمان ، ح : ٢٦١٦۔ هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''معاذ! تم نے مجھ سے ایک بہت بڑے عمل کے بارے میں سوال کیا ہے، مگر جس آدمی پر اللہ اس عمل کو آسان کردے اس پر یہ (عمل کے اعتبار سے) نہایت آسان ہے۔ اوّلاً: تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کر کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک (حصے دار) ٹھہرانے والا نہ ہو۔ (تیری عبادت کا ایک ایک جزء صرف ایک اللہ کے لیے ہو) ثانیاً: تُو (پانچوں وقت کی فرض) نماز قائم کر۔ ثالثاً: (اگر تیرے پاس تیرا مال نصاب کو پہنچ جائے تو ہر سال باقاعدہ) فرض زکوٰۃ ادا کر۔ رابعاً: (رمضان المبارک کے باقاعدہ ہر سال) روزے رکھ۔ خامساً: اور (اگر تو جانی، مالی اور حفاظتِ راہ کی استطاعت رکھتا ہو تو زندگی میں ایک بار بطور وجوب) بیت اللہ الحرام کا حج ضرور کر۔''

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''معاذ! کیا میں تمہاری خیر کے دروازوں کی طرف راہنمائی نہ کروں؟ روزہ ایک ڈھال ہے (جو مسلمان آدمی کو گناہوں کے حملوں سے بچاتا ہے) اور صدقہ غلطیوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اسی طرح آدمی کا رات کی تنہائیوں میں (اللہ کے حضور نفل) نماز پڑھنا بھی گناہوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے پانی سے آگ کا بجھ جانا۔'' پھر نبی کریم ﷺ نے نمازِ تہجد کی دلیل میں سورۃ السجدہ کی یہ دونوں آیات پڑھیں: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (السجدہ:١٦، ١٧) (اور یہ اللہ کے بندے جو اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے) رات کو ان کی کروٹیں بچھونوں سے الگ رہتی ہیں (یعنی رات کو بیدار ہوکر) وہ اپنے مالک (رب العالمین کو اس کے عذاب سے) ڈر کر اور (اس کی مغفرت و رحمت کی) امید رکھ کر پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں (دنیا کا رزق) دے رکھا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان اچھے کاموں کے بدلے جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے (آخرت میں) چھپا کر رکھی گئی ہے (وہ کون سے عمل صالح میں ہے؟)

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دین کے سارے معاملے کا سرا، اس کے ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کے متعلق نہ بتلا دوں؟ (سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا: دین و شریعت کا رأس الامر (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت، یعنی) اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان کی چوٹی، جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا میں تمہیں اس سارے معاملے کی جڑ کے بارے میں خبر نہ دوں؟ (سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ ! (آپ اس بارے میں مجھے ضرور بتلائیں) معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا: ''اپنے آپ پر اس کو روک کر رکھ۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! کیا ہمارا مواخذہ ہماری ان باتوں پر بھی ہوگا جو ہم کرتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! تجھ پر تیری ماں روئے! کیا (زبان کی بدکلامی کے علاوہ) اور کوئی چیز بھی لوگوں کو ان کے چہروں کے بل جہنم میں گرائے گی؟ یا ان کے نتھنوں کے بل؟ سوائے ان کی زبانوں کی کاٹ کے؟''

غور کیجیے! (اس حدیث مبارک کے موجب) رسول اللہ ﷺ نے زبان کے نہایت مشکل معاملے پر خبردار کرنے کے لیے الفاظ سے نصیحت کرنے پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ (کہ معاذ! اس پر کنٹرول رکھو) اور اس کا مفہوم یہ تھا کہ جس معاملے سے تیرا تعلق نہ ہو اس کے بارے میں گفتگو مت کر اور بلاشبہ جس کی گفتگو زیادہ ہوئی اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوئیں اور جس کی غلطیاں زیادہ ہوئیں اس کے گناہ بھی زیادہ ہوئے۔ غرضیکہ کثرت کلام کے اتنے مفاسد (نقصانات) ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور بے شمار لوگوں کو ان کے چہروں کے بل صرف اور صرف ان کی کفریہ بیہودہ گوئی، ناجائز بہتان بازی، گالی گلوچ، غیبت، چغلی اور تہمت جیسی زبان سے کاٹی گئی کھیتیوں کی وجہ سے جہنم میں پٹخ کر پھینک دیا جائے گا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کے نزدیک دوسرے زیادہ ناپسندیدہ لوگ پرزور گفتگو کے لیے باچھیں موڑنے والے

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّ مِنْ اَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدِكُمْ مِّنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ میری ناراضگی کے مستحق اور قیامت والے دن مجھ سے دور تر وہ لوگ ہوں جو نہایت نہ تونی (تکبر سے) عمدہ گفتگو کے لیے اپنی باچھیں موڑنے والے اور (بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے لیے) باتوں میں مبالغہ آرائی کرنے والے ہوں گے''

(تکبر سے) عمدہ گفتگو کے لیے اپنی باچھیں موڑنے والے...... اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ: [3]

(حدیث مذکور بالا میں ذکر کردہ وہ لوگ کہ جو نبی کریم ﷺ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ تھے، ان کی دوسری بری خصلت یہ

---

[1] تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی لفضیلة الشیخ/ عبد الرحمن المبارکپوری جلد: ۷' ص : ۳۰۵

[2] صحیح سنن الترمذي ، رقم : ۱۶۴۲

[3] اس مضمون کی تیاری کے لیے: (۱) امام غزالی کی احیاء علوم الدین ۳/ ۱۲۰۔ (۲) المناوی کی فیض القدیر ۲/ ۴۸۳ (۳) عظیم آبادی کی عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ۱۳/ ۲۳۷۔ اور (۴) فضیلة الشیخ عبد الرحمن المبارکپوری رحمہ اللہ کی تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی ۸/ ۱۱۸ سے مدد لی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ) وہ اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو بغیر احتیاط واحتراز کے گفتگو میں وسعت پیدا کر لیتے ہیں اور بات کرتے وقت اپنے منہ کو (بلاضرورت) کھول لیتے ہیں۔ اس کلمہ کے معانی بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا: مُتَشَدِّق۔ وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں سے ٹھٹھہ ہنسی کرے، اپنی باچھوں کو ان کی طرف موڑ موڑ کر بات کرے۔

اَلشِّدْقُ: باچھ، جبڑے اور گوشہ دہن کو کہتے ہیں۔ مُتشدق کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے: ایسا آدمی جو دوسروں پر اپنے آپ کو بلند ثابت کرنے اور اپنی گفتگو کو عظیم تر بنانے کے لیے اپنی باچھیں موڑ موڑ کر، منہ بھر بھر کر بات کرے۔

چنانچہ گفتگو میں باچھیں موڑ موڑ کر بات کرنے، حلق گلا پھاڑ کر بولنے میں مقفع اور مسجع گفتگو کرنے اور اس میں ایام جوانی کے اشعار کا تذکرہ کرنا اور جیسا کہ خطابت، تقریر اور زور بیان میں مبالغہ آرائی کرنے والے شعلہ بیان مقرروں کی عادت ہوتی ہے۔ یہ سارے کا سارا انداز قابلِ مذمت تصنع اور ناپسندیدہ و قابل نفرت تکلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بغض وعناد والا عمل ہے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ، الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ، تَخَلَّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا)) [1]

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بلاشبہ اللہ تعالیٰ آدمیوں میں سے اس فصیح و بلیغ شخص کے ساتھ بغض (دشمنی) رکھتے ہیں جو منہ پھاڑ پھاڑ کر بات کرتا ہے۔ جیسے گائے (چارہ کھاتے وقت) چپڑ چپڑ کرتی ہے''

(یہاں اس حدیث مبارک میں وارد کلمہ) اَلْبَلِيْغ...... کا مطلب ہے: وہ آدمی جو اپنے کلام (گفتگو) میں فصاحت و بلاغت سے کام لینے والا ہو اور وہ منہ پھاڑ پھاڑ کر بات کرے۔ یعنی یوں لگے جیسے وہ اپنی زبان سے الفاظ کو کھار ہا ہو یا وہ اپنی فصاحت و بلاغت اور زور بیان کے اظہار میں بطور مبالغہ اپنے دانتوں کے اردگرد اپنی زبان کو گھمار ہا ہو۔ تَخَلَّلَ الْبَاقِرَہ...... سے مراد ہے: گائے کا چارہ کھاتے وقت زبان سے چپڑ چپڑ کرنا۔ یعنی وہ آدمی کہ جس کے یہ اوصاف بیان کیے جارہے ہیں، ایسا شخص ہوتا ہے جو اپنی زبان کے ساتھ گفتہ بہ کلام کو منہ پھاڑ پھاڑ کر زور شور سے بیان کرے اور الفاظ کو یوں لپیٹا دے جیسے گائے گھاس کو اپنی زبان سے لپیٹا دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہاں مثال بیان کرنے میں گائے کو اس لیے مخصوص فرمایا کہ تمام چوپائے نباتات کو دانتوں سے پکڑتے ہیں جبکہ گائے اپنے چارے کو (پہلے) زبان سے اکٹھا کرتی ہے (اور اس کے بعد اپنے دانتوں سے اسے چباتی ہے) البتہ جس شخص کو (بغیر تکلف کے) فطری طور پر فصاحت و بلاغت ودیعت کی گئی ہو وہ اللہ کے ہاں ''مبغوض'' نہیں ہوتا۔

---

[1] صحيح سنن أبي داؤد، رقم: ٤١٨٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حدیث مبارک میں وارد) اَلْــمُتَشَــدِّقْ۔ دراصل ایسا شخص ہوتا ہے جو بلند رتبہ بننے، فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرنے، دوسروں پر مغرور بننے کے لیے فصیح بننے کی کوشش کو واضح کرنے کے لیے، کسی بلند مرتبہ عظمت والے شخص کو حقیر بنانے کی خاطر یا اس کے برعکس کسی حقیر آدمی کو بلند مرتبہ ظاہر کرنے کے لیے وہ اس منہ پھٹ فصاحت کلامی سے اقتدار کے لیے ذریعہ بناتا ہے۔ اور یا پھر اپنے غیر (مدمقابل) کو بے بس کرنے کی نیت سے یا باطل کو حق کی صورت میں خوبصورت طریقے سے پیش کرنے کے لیے یا اس کے برعکس حق کو باطل کی صورت میں مزین کر کے پیش کرنے کے لیے یا پھر اپنی ذات کی خاطر حکومتی عہدہ داروں کی تعظیم کرنے کے لیے (کہ وہ بھی اسے بڑا آدمی جانیں) اور اپنی وجاہت کے لیے اور اپنی سفارش کی قبولیت کے لیے اس کا حکومتی عہدہ داروں کی تعظیم کرنا ہی اس کا منہ پھاڑ پھاڑ کر فصاحت کلامی کا مقصد ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔

ایسے محاورات اور جملے کہ جو ضرورت برآری کے لیے زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے ذریعے سجع کلامی اور باچھیں کھول کھول کر بیان کردہ گفتگو قطعاً لائق (جائز) نہیں ہے اور نہ ہی ان کے ساتھ قابل مذمت تکلف کو مشغلہ بنانا (اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو) اس کا سبب صرف اور صرف ریا کاری، فصاحت و بلاغت کا اظہار اور دوسروں پر اپنی فوقیت جتانا ہوتا ہے۔ یہ سب کا سب انتہائی قابل مذمت ہوتا ہے کہ جسے شریعت ناپسند کرتی ہے اور اس کے بارے میں ڈانٹ پلاتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: ''فصاحت کلامی کے ساتھ غلو اور تکلف والے ہلاک ہو گئے۔'' [1]

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ: سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے افعال و اقوال میں حدود سے تجاوز کرنے والے، غلو سے کام لینے والے اور (ناقابل فہم گفتگو کے ذریعے) تعمق سے کام لینے والے ہوں۔

البتہ زبان میں نہ ہی تو (حسن اخلاق کے طور پر الفاظ کی) خوبصورتی اس کے منافی ہے، نہ ہی گفتگو میں آداب کا لحاظ کہ جن کو ملحوظ خاطر رکھ کر آدمی اعلیٰ اخلاق و عادات کا حامل بنتا ہے۔ اس لیے کہ آداب کا لحاظ دنیاوی زینت میں سے ایک خوبصورتی اور زندگی کا حسن و جمال ہے اور نہ ہی اللہ رب العالمین کا یہ فرمان اس کے منافی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ خَلَقَ الْإِنسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ ﴾ (الرحمن:٣، ٤)

''اسی اللہ الرحمٰن نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسی نے اس کو بولنا (گفتگو کرنا) سکھایا ہے'' [2]

---

[1] صحیح مسلم/ کتاب العلم/ باب هلك المتنطعون/ حدیث: ٦٧٨٤

[2] یعنی خالق کائنات نے انسان کو قدرت دی کہ اپنے مافی الضمیر کو نہایت وضاحت اور حسن و خوبی کے ساتھ ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اپنی اس صفت کی بدولت وہ خیر و شر، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر اور دنیا و آخرت کی باتیں سمجھتا اور سمجھاتا ہے اور اسی کو کام میں لا کر فائدہ اٹھاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ انسان کا گفتگو کرنا، نعمتوں کے عطا کرنے والے اللہ رب العالمین کی طرف سے اس کے خالق و رب العالمین ہونے کی ایک نشانی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے نزدیک تیسرے ناپسندیدہ لوگ...... مبالغہ آرائی کرنے والے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ)) قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارِيْنَ وَالْمُتَشَدِّقِيْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ : ((اَلْمُتَكَبِّرُوْنَ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے سب سے زیادہ میری ناراضگی کے مستحق اور قیامت والے دن مجھ سے دور تر وہ لوگ ہوں گے جو نہایت باتونی (تکبر سے) عمدہ گفتگو کے لیے اپنی باچھیں موڑنے والے اور بڑھا چڑھا کر بات کو بیان کرنے کی خاطر اس میں مبالغہ آرائی کرنے والے ہوں گے۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں نہایت باتونی قسم کے اور تکبر میں عمدہ گفتگو کے لیے اپنی باچھیں موڑنے والوں کے بارے میں تو علم ہو گیا، یہ ''اَلْمُتَفَيْهِقُوْنَ......'' کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: ''اَلْمُتَكَبِّرُوْنَ'' تکبر کرنے والے'' ❷

''اَلْمُتَفَيْهِقُوْن'' بڑھا چڑھا کر (مبالغہ آرائی) سے بات کرنے والے۔ ❸

(مبالغہ آرائی سے) بڑھا چڑھا کر بات کرنے والے وہ ہوتے ہیں جو گفتگو میں (خواہ مخواہ) وسعت پیدا کریں اور دوران گفتگو اپنے مونہوں کو (ضرورت سے زیادہ) کھولیں۔ یہ اَلْمُتَفَيْهِقُوْنَ...... کا لفظ ''اَلْفَهْقُ'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے: ''اَلْاِمْتِلَاءُ وَالْاِتِّسَاعُ......'' یعنی...... لبالب بھرنا اور کشادہ ہونا۔ (جبکہ تَفَهُّق فِی الْکَلَامِ...... کا معنی ہوتا ہے: کھل کر اچھا کلام کرنا، مزین اور پر تکلف کلام کرنا اور بڑھا چڑھا کر بات کرنا۔ ❹ گفتگو کا یہ انداز کبر و رعونت میں آتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ: اَلْمُتَفَيْهِقُ...... وہ شخص ہوتا ہے جو کلام (الفاظ) سے اپنے منہ کو بھرے اور اس میں (بلا ضرورت' خواہ مخواہ) اپنی فصاحت و بلاغت کے اظہار، اپنی فضیلت کو ثابت کرنے اور دوسروں پر اپنے آپ کو برتر ثابت کرنے کے لیے وسعت پیدا کرے۔ اسی لیے تو نبی کریم ﷺ نے

---

❶ صحیح سنن الترمذي ، رقم : ١٦٤٢

❷ صحیح سنن الترمذی حدیث ١٦٤٢

❸ تفصیل کے لیے تحفة الأحوذی جلد نمبر ٦٥' ص ١٣٦ کا مطالعہ کریں۔

❹ اردو میں یہ معانی علامہ وحید الزمان قاسمی الکیرانوی رحمہ اللہ کی القاموس الوحید (طبع ادارۃ الاسلامیات لاہور' کراچی) کے ص ١٢٥٨ پر مادہ ''فھق'' سے لیے گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تفسیر تکبر سے فرمائی ہے۔ جبکہ کبر کا مطلب اپنی عظمت ظاہر کرنا' تکبر (فخر) کرنا، لوگوں پر اپنی رفعت ثابت کرنا، انہیں حقیر جاننا، حق کو بے وقوف ٹھہرانا اور اسے باطل قرار دینا ہوتا ہے۔ اور یہ (بری عادت) تواضع کے الٹ ہوتی ہے (جوکہ اللہ کو بہت پسند ہے اور اس کے رسول کو بھی)

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) ❶

''جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا''

اور متکبر آدمی سے اللہ رب العزت بھی محبت نہیں کرتے (بلکہ اس سے نفرت کرتے ہیں) جیسے کہ فرمایا: ﴿ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝ ﴾ [النحل:٢٣]

''بلاشبہ وہ (اللہ رب العزت) تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

نبی کریم ﷺ کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ...... بنوحنیفہ کے لوگ

((عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: ((كَانَ أَبْغَضُ النَّاسِ - أَوْ أَبْغَضُ الْأَحْيَاءِ - إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: ثَقِيفٌ وَبَنُو حَنِيفَةَ)) ❷

سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ (راوی کو شک ہے کہ جناب ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے یا یوں کہا: تمام قبیلوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ) بنو ثقیف اور بنو حنیفہ کے لوگ تھے''

((قَالَ أَبُوبَكْرَةَ: أَكْثَرَ النَّاسُ فِي شَأْنِ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ شَأْنَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي قَدْ أَكْثَرْتُمْ فِي شَأْنِهِ، فَإِنَّهُ كَذَّابٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كَذَّابًا يَخْرُجُونَ قَبْلَ الدَّجَّالِ)) ❸

''سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس سے قبل کہ رسول اللہ ﷺ (بنوحنیفہ کے جھوٹے مدعی نبوت)

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر ح: ٢٦٧

❷ مسند أحمد، رقم: ١٩٦٦٣، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح

❸ مسند أحمد، رقم: ٢٠٣٤٣، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیلمہ کذاب کے بارے میں کچھ ارشاد فرماتے، اس کے (سیاسی) معاملے میں لوگوں کی کثرت ہونے لگی۔''

(قبائلی عصبیت کی بنیاد پر بنوحنیفہ کے اکثر لوگ اپنے ایک شاطر سردار مسیلمہ بن حبیب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ اللہ کے دین سے متعلق ایک خطرے کو جب نبی کریم ﷺ نے بھانپ لیا تو) پھر اللہ کے رسول اللہ ﷺ لوگوں میں (خطاب کرنے کے لیے) کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کما حقہ حمد وثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''اما بعد! ہر (بنوحنیفہ کا شاطر) آدمی کہ جس کے بارے میں تم لوگوں نے اکثریت کا معاملہ اختیار کرلیا ہے اس کا معاملہ (یعنی اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک فیصلہ) یہ ہے کہ اس کا شمار ان تیس عدد جھوٹے مدعیین نبوت میں ہوتا ہے جو دجّال کے خروج سے پہلے پہلے دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ بلا شبہ یہ مسیلمہ بن حبیب الحنفی جھوٹا (کذاب مدعی نبوت) ہے''۔ ❶

جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب الحنفی لعنہ اللہ: ❷

بنوحنیفہ ایک بہت بڑا اعربوں کا مشہور قبیلہ تھا۔ یہ لوگ مکہ اور یمن کے درمیان واقع مقام یمامہ پر فروکش رہتے تھے۔ جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ بن حبیب الکذاب بنوحنیفہ میں سے تھا اور یہ وہی یمامہ والا شخص ہے کہ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

((بَيْنَـا أَنَـا نَائِمٌ فَأُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ ، فَوُضِعَ فِيْ كَفِّيْ سِوَارَان مِنْ ذَهَبٍ ، فَـكَبُرَا عَـلَيَّ ، فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا ، فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا ، فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا : صَاحِبَ صَنْعَاءَ ؛ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ)) ❸

''اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا (خواب میں) میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے۔ یہ مجھ پر نہایت گراں گزرا۔ اس کے بعد میری طرف (اللہ رب العالمین کی طرف سے) وحی کی گئی کہ میں ان میں پھونک ماردوں۔ میں نے پھونکا تو وہ اڑ گئے۔ چنانچہ میں نے ان کی تعبیر دو جھوٹے مدعیان نبوت سے لی کہ جن کے درمیان (جغرافیائی لحاظ سے) میں ہوں (اور ان دونوں جھوٹے مدعیان نبوت میں) ایک (ملک یمن کے مرکزی شہر) صنعاء والا (اسود عنسی) اور دوسرا یمامہ والا (مسیلمہ کذاب الحنفی) ہے''

❶ مسند أحمد ٥/٤٦ (حديث : ٢٠٣٤٣ وقال حمزه احمد الزين اسناده صحيح

❷ تفصیلی حالات کے لیے البدایہ والنہایۃ ٦/ ٣٢٠-٣٢٧ و تاریخ الطبری دیکھیں۔

❸ أخرجه البخاري في كتاب المغازي ، باب وفد بني حنيفة ، وحديث ثمامة بن أثال۔ ح : ٤٣٧٥ ، ٤٣٧٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹ ہجری میں سترہ آدمیوں پر مشتمل بنوحنیفہ کے ایک وفد کے ہمراہ مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب الحنفی الکذاب مدینہ منورہ آیا تھا۔ وہ کہنے لگا: اگر محمد (ﷺ) نے کاروبار حکومت کو اپنے بعد میرے حوالے کرنا طے کرلیا تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے خطیب جناب ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ مسیلمہ اپنے ساتھیوں کے درمیان موجود تھا۔ آپ ﷺ اُس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا:

((لَوْ سَأَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا ، وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ۔ وَإِنِّيْ لَأَرَاكَ الَّذِيْ أُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَأَيْتُ وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ يُجِيْبُكَ عَنِّيْ)) ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ))❶

”(اپنے ہاتھ میں کھجور والی شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: اگر تم مجھ سے یہ ٹکڑا چاہو گے تو میں تمہیں یہ بھی نہیں دوں گا اور تم اپنے بارے میں اللہ کے مقرر کردہ فیصلے سے آگے نہیں جا سکتے اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں توڑ کر رکھ دیں گے۔ اللہ کی قسم! میں تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے وہ خواب جو دکھلایا گیا ہے۔ یہ ثابت بن قیس ہیں (رضی اللہ عنہ) جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔“

مسیلمہ خبیث کی کارستانیاں

مسیلمہ کذاب نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس (۹ ہجری میں) مدینہ منورہ (ایک بڑے وفد کے ہمراہ) آیا۔ اس نے اس وقت تو اسلام کا اظہار کردیا مگر بعد میں اس کا کفر وارتداد ظاہر ہوگیا۔❷ اس نے اس بات کا (آپ ﷺ سے) مطالبہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد خلافت پر اس کا حق تسلیم کیا جائے۔ مگر نبی مکرم ﷺ نے اس کے اس مطالبہ کو قطعاً قبول نہ کیا بلکہ آپ ﷺ نے اسے اس معاملے کی پیشین گوئی فرمائی کہ جو معجزات نبوت میں شمار ہوتی تھی اور وہ یہ کہ اگر اس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کی تو اللہ تعالیٰ اسے قتل کردیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ جنگ یمامہ میں اسے اللہ تعالیٰ نے قتل کردیا۔

اس ملاقات کے بعد (واپس جاکر) مسیلمہ کذاب نے (جھوٹی) نبوت کا دعویٰ کردیا۔ اسی طرح عرب نصرانیوں میں سے بنوتغلب کی ایک عورت سجاح بنت الحارث بن سوید بن عقفان نے بھی نبوت کا دعویٰ کردیا۔ اس کے قبیلے والے لوگوں...... بالخصوص بنوتغلب کے سردار ہذیل بن عمران، بنوتمر کے سردار عقبہ بن ہلال اور بنو

❶ أخرجه البخاري في كتاب المغازي ، باب وقد بني حنيفة ، وحديث ثمامة بن أثال۔ ح : ٤٣٧٥ ، ٤٣٧٣

❷ فضیلۃ الشیخ علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ الرحیق المختوم (اردو ترجمہ طبع المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ٦٠٦) میں لکھتے ہیں: بنوحنیفہ ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیبان کے سردار سلیل بن قیس نے اس کے دعویٰ پر لبیک کہا اور اس کی تابعداری کرنے لگے۔ اسے مسیلمہ کذاب الحنفی کے معاملے کی اطلاع ملی (اور ادھر مسیلمہ کو سجاح کی خبر ملی کہ وہ بھی مدعیہ نبوت ہے اور مدینہ منورہ پر حملہ کا ارادہ رکھتی ہے اور یہ کہ وہ انتہائی بے وقوف ہے، اسے باتوں ہی باتوں میں رام کر لینا آسان ہے) تو مسیلمہ نے دھوکہ میں لا کر اس سے نکاح کر لیا اور جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ ﴾ (النور:٢٦)

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہوتے ہیں''

ان دونوں کے نکاح (یا زنا پر دونوں کی رضامندی) کے بعد سجاح بنت الحارث کے قبیلہ بنو تغلب اور مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب الحنفی کے قبیلہ بنو حنیفہ کے لوگ ان دونوں کی متفق علیہ تابعداری پر متحد و متفق ہو کر مسیلمہ کذاب کی اطاعت کرنے لگے۔ (مسیلمہ خبیث کے ساتھ نکاح سے قبل سجاح دراصل نصرانیہ تھی اور جب اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے گرد و نواح والے بے شمار عیسائی بھی اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی اتباع کرنے لگے تھے۔ اس کے پاس چار ہزار کا لشکر جمع ہو گیا تھا۔ اس نے مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ کیا اور پھر) سجاح اپنے لشکر سمیت آگے بڑھی۔ اس کے ہمراہ اپنا لشکر بھی تھا اور دیگر لفنگے قسم کے لوگ بھی کہ جو اس کے ساتھ آن ملے تھے۔ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ رسول اللہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ پر حملہ کر کے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اپنے سفر کا آغاز کرتے ہوئے جب وہ بنو تمیم کے پاس سے گزری تو اس نے انہیں اپنی اتباع و اطاعت کی دعوت دی۔ بنو تمیم کے عام لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا (اور وہ اس کے لشکر میں شامل ہو گئے) پھر سجاح نے یمامہ کا ارادہ کیا کہ اسے مسیلمہ سے اپنے لشکر کے ذریعے چھین لے۔ مگر کذاب نے جب سجاح کے لشکر کا حال سنا تو وہ اپنی جگہ فکر مند ہوا اور اس نے سجاح کی طرف پیغام بھیج کر اس سے صلح کی درخواست کی۔ اس نے سجاح کو لکھا کہ: محمد (رسول اللہ ﷺ) کی وفات سے قبل میں نے آدھا ملک ان کے لیے چھوڑ دیا تھا اور آدھے ملک کو اپنا علاقہ سمجھتا تھا۔ اب ان کے بعد تمام ملک پر میرا حق ہے۔ البتہ تازہ صورت حال کے مطابق چونکہ تم بھی مدعیہ نبوت ہو لہٰذا اگر تم انصاف سے کام لو (اور میرے پاس آ کر مجھ سے مذاکرات کرو) تو ملک کا وہ آدھا حصہ کہ جو قریش کا تھا اس کی میں

⇐⇐ کا وفد ایک انصاری صحابی کے مکان پر اترا تھا اور پھر خدمت نبوی میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ البتہ مسیلمہ کذاب کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ تمام روایات پر مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اکڑ' تکبر اور امارت کی ہوس کا اظہار کیا اور وفد کے باقی ارکان کے ساتھ نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے تو قولاً و فعلاً اچھے اور شریفانہ برتاؤ کے ذریعے اس کی دلجوئی کرنی چاہی۔ لیکن جب دیکھا کہ اس شخص پر اس برتاؤ کا کوئی مفید اثر نہیں ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی فراست سے تاڑ لیا کہ اس کے اندر شر ہے''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لیے ضمانت دیتا ہوں کہ وہ تمہارا رہا۔

مسیلمہ کذاب نے سجاح بنت حارث الخبیثہ کو بذریعہ خط وکتابت اس بات کی دعوت دی کہ وہ اپنے قبیلہ کے ایک وفد کے ہمراہ اس سے آ کر مذاکرات کر لے۔ چنانچہ وہ اپنے قبیلہ ولشکر کے چالیس افراد کے ہمراہ سوار ہو کر اس کے پاس آن پہنچی۔ (مسیلمہ نے اپنے قلعے سے باہر ایک شاندار خیمہ لگوایا۔ اس کے آدمیوں کو ادھر ادھر ٹھہرایا اور) خود اس کے پاس اس خیمہ میں آیا۔ دونوں اس میں اکٹھے ہوئے۔ باہم گفتگو ہوئی اور اس کذاب نے اس خبیثہ کو تنہائی میں اس پر ملک کا آدھا حصہ پیش کیا کہ جس نے اسے قبول کر لیا۔ (لگتا ہے کہ دونوں کسی شیخ چلی کی نسل سے تعلق رکھتے تھے)

مسیلمہ نے پوچھا: سرکار! ذرا یہ تو فرمائیے کہ تم پر کیا کچھ (کس طرح کا کلام) وحی کیا جاتا ہے؟ تو وہ کہنے لگی: کیا عورتیں بھلا پہلے کچھ کہا کرتی ہیں؟ (یعنی ہمارے ہاں Ladies First کا رواج نہیں ہے) بلکہ تم ہی کچھ کہو کہ تم پر کیا کچھ نازل ہوتا ہے؟ تو بدبخت نے اپنا (شیطان کی طرف سے اس پر وحی کیا گیا) کلام سناتے ہوئے کہا: (ابھی تازہ بتازہ کلام جو مجھ پر اترا ہے وہ کچھ یوں ہے):

((اَلَمْ تَرَ اِلَی رَبِّكَ كَيْفَ فَعَلَ بِالْحُبْلٰی؟ اَخْرَجَ مِنْهَا نَسْمَةً تَسْعٰی ، مِنْ بَيْنِ صِفَاقٍ وَّحَشَا))

''کیا تم نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے حاملہ کے ساتھ کیسے (سلوک) کیا؟ اس سے اس نے ایک جاندار مخلوق کو پیدا کیا کہ جو بھاگنے دوڑنے لگتی ہے۔ اسے اس (تمہارے رب) نے کھال اور آنتوں کے درمیان والی جھلی اور جگر یا اوجھ کے درمیان سے نکالا''

علاوہ ازیں بدبخت نے ایسی بیہودہ باتیں کیں کہ اللہ کی پناہ۔ (ایک شریف النفس تو ایسی گفتگو سننا گوارا نہیں کرتا۔ مگر وہ بے حیا لوٹ پوٹ ہوگئی) کہنے لگی: اَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِیٌّ...... میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ تو نبی ہے۔''

جب مسیلمہ خبیث نے دیکھا کہ مچھلی جال میں پھنس گئی ہے تو کہنے لگا: کیا خیال ہے، اگر میں آپ سے شادی کر لوں تو؟ (کیا تم اس پر راضی ہو؟) اور میں اپنی قوم (بنوحنیفہ اور اس کے مددومعاونین) اور تمہاری قوم (بنوتغلب اور ان کے مددومعاونین) کا معاملہ مکمل طور پر عربوں کے سپرد کر دیتا ہوں۔ (یعنی آؤ ہم دونوں لوگوں سے الگ تھلگ موج میلہ کریں؟ وہ بدبخت تو پہلے سے ہی ریجھی بیٹھی تھی) کہنے لگی: ہاں! میں اس پر راضی ہوں۔ (چنانچہ فحاشی پر مبنی کلمات کے ساتھ دونوں کا نکاح ہوگیا) اور وہ تین دن تک مسیلمہ کے پاس رہی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر اپنے لشکر میں آئی (تو اس کے نکاح کی خبر پھیلی) لشکر والوں نے پوچھا: مسیلمہ نے تمہیں حق مہر کیا دیا ہے؟ وہ کہنے لگی: اس نے مجھے حق مہر میں تو کچھ بھی نہیں دیا۔ وہ کہنے لگے: یہ تو تیری جیسیوں کے لیے نہایت قبیح فعل ہے کہ وہ بغیر حق مہر کے نکاح کرتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھرے۔ چنانچہ سجاح لعینہ نے مسیلمہ کذاب وعیاش کی طرف پیغام بھیجا کہ اس کا حق مہر کیا ہے؟ (یہ تو بتاؤ؟) اس نے سجاح کے قاصد سے کہا: ''اپنی قوم میں جا کر اس بات کا اعلان کر دو کہ: اللہ کے رسول مسیلمہ بن حبیب (لعنہ اللہ) نے تم لوگوں سے ان پانچ نمازوں میں سے کہ جو تمہیں محمد (ﷺ) نے دی تھیں، دو معاف کر دی ہیں۔ یعنی عشاء اور فجر کی نمازیں۔'' تو یہ تھا مسیلمہ بن حبیب کذاب وخبیث کا حق مہر، جو اس نے سجاح لعینہ کو دیا تھا۔

اس کے بعد سجاح بنت الحارث تغلبیہ اپنے علاقے کی طرف واپس پلٹ آئی اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر سے متعلق اسے اطلاع ملی کہ لشکر اسلام یمامہ کے قریب پہنچ چکا ہے اور اس کے بعد کہ (اپنی عزت کی قیمت وصول کرنے کے لیے) سجاح، مسیلمہ کذاب سے اپنی زمین کا آدھا خراج اپنے قبضہ میں کر چکی تھی، پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے علاقے الجزیرہ کی طرف واپس پلٹ آئی۔

جنگِ یمامہ

خلیفۃ رسول اللہ (ﷺ) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چند ہزار مجاہدین کا لشکر دے کر بنوحنیفہ سے لڑائی کے لیے ارض یمامہ کی طرف روانہ فرمایا (اور پھر آپ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے مزید مجاہدین روانہ فرمائے جو راستے میں لشکر خالد کے اندر شامل ہو گئے حتیٰ کہ راستے میں دیگر مجاہدین کے ملنے سے سترہ ہزار کا لشکر جرار تیار ہو گیا) چنانچہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مرتدین میں سے جس جمعیت کے پاس بھی گزرتے ان پر آفت ڈھا دیتے۔ سر راہ آپ سجاح کے گھڑ سوار دستوں کے پاس سے گزرے۔ آپؓ نے انہیں مار مار کر منتشر کر دیا اور جزیرۃ العرب سے نکل جانے کا حکم دیا (چنانچہ وہ لوگ فرار ہو گئے اور سجاح بہزار دقت جان بچا کر اپنے قبیلہ بنوتغلب میں بمقام جزیرہ پہنچی اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک اس نے یہیں پر گمنامی کی زندگی گزار دی)

مسیلمہ کذاب نے جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر طیبہ کی اپنی طرف پیش قدمی کے متعلق سنا تو اس نے یمامہ اور الریف کی ایک جانب میں مقام عقرب پر آن کر لشکر اسلام کی پشت پر فوجی پڑاؤ کیا اور پھر اپنے لوگوں کو جنگ وجدال کی دعوت دے کر لڑائی کے لیے آمادہ کرنے لگا۔ چنانچہ یمامہ کے تمام لوگ (بنوحنیفہ اور دیگر قبائل کے لوگ) باہمی تعاون کے لیے اکٹھے ہو کر مسیلمہ کذاب کے جھنڈے تلے چاق وچوبند ہو گئے۔

ادھر لشکر اسلام پیش قدمی کرتا رہا حتیٰ کہ لشکر کے سپہ سالار اعلیٰ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹیلہ نما ایک اونچی جگہ پر لا کر فروکش کر دیا کہ جس پر یمامہ شہر کی پوری پوری نگرانی کی جا سکتی تھی۔ آپؓ نے یہاں پر اپنی فوجی چھاؤنی قائم کر لی۔ ❶ یہ ذوالحجہ ۱۱ ہجری کے اختتام کی بات ہے کہ یہاں مقام یمامہ میں جب دونوں فوجیں آمنے

❶ یہاں پر قیام کر کے سیدنا خالد بن بولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کی ترتیب قائم کی۔ مقدمہ الجیش کا امیر جناب شرحبیل بن حسنہ کو مقرر کیا۔ میمنہ ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے لڑائی کے لیے تیار ہوگئیں (ایک طرف حزب الرحمٰن تھی اور دوسری طرف جنود الشیطان) تو دونوں اطراف کے سرداروں نے اپنے اپنے سپاہیوں کو غیرت دلانے کے لیے پرجوش تقریریں کیں۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنوحنیفہ کی تلواروں کا کسی طریقے سے مشاہدہ کرلیا تھا۔ جب مسلم سپاہ صف آراء ہوگئی تو اپنے جانباز مجاہدین سے مخاطب ہوکر کہنے لگے: مسلمانو! مبارک ہو، تمہارے دشمن کے مقابلے میں اللہ رب العزت تمہارے لیے کفایت کرے گا اور مدمقابل قوم ضرور پھوٹ کا شکار ہوگی''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (البدایہ والنہایہ جلد دوم میں) لکھتے ہیں کہ اس طرح کی گفتگو مسیلمہ کذاب نے اپنی قوم بنو حنیفہ سے بھی کی۔ کہنے لگا: آج غیرت کا دن ہے۔ اگر تم ہار گئے تو تمہاری عورتوں کو عزت دار کنیز بنائے بغیر، ان سے نکاح کرلیا جائے گا۔ اس لیے عورتوں کو قلعہ بند کردو اور اپنے سرداروں کی طرف سے خوب لڑو'' اس طرح کی جوشیلی تقریروں اور رزمیہ للکاروں کے بعد اللہ کے اطاعت گزار مسلمان بندے اور شیطانی کارندے اہل کفر و ضلال آپس میں ٹکرا گئے۔ مسیلمہ کے پاس (چالیس ہزار پر مشتمل) ایک بہت بڑی جماعت تھی کہ جس کے حملہ سے مسلم سپاہ میں شامل بعض بدو یعنی بادیہ نشین شکست سے دوچار ہونے لگے حتیٰ کہ اس دوران تک ایسا موقع بھی آیا کہ دشمن کا ایک دستہ لڑتے لڑتے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس خیمے تک آن پہنچا کہ جس میں مجاعہ بن مرارہ پابند سلاسل تھا۔ وہاں اسی خیمہ میں جناب خالد رضی اللہ عنہ کی بیوی ام تمیم بھی تھی کہ جسے آپ رضی اللہ عنہ نے مجاعہ کی نگرانی کے لیے وہاں بٹھا رکھا تھا۔ مرتدین نے خیمے میں گھس کر محترمہ ام تمیم رحمہا اللہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مجاعہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ جاؤ جاکر مردوں کو قتل کرو، عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ'' یہ مجاعہ بن مرارہ بنوحنیفہ کا ایک معزز سردار تھا۔ لوگ اس کی بات مانتے تھے۔ اس نے اپنے اندر گھس آنے والے اس دستے سے یہ بھی کہا:

⇐⇐ (دائیں پہلو کی افواج) پر سیدنا عمر فاروق کے بھائی جناب زید بن الخطاب کو امیر مقرر کیا۔ میسرہ (بائیں جانب کی افواج) پر سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کمانڈر مقرر فرمایا۔ جبکہ انصار کے جھنڈے کی ذمہ داری سیدنا ثابت بن قیس بن شماس کو سونپی اور مہاجرین کے جھنڈے کا علم بردار جناب سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم کو بنایا۔ باقی عرب قبائل کے جھنڈے ان کے منتخب افراد کو عطا کیے۔ پھر ایک رسالہ مسیلمہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے آگے بھیجا۔ اس دستے کی مڈبھیڑ مسیلمہ کے سپاہیوں کی ساٹھ افراد پر مشتمل اس جماعت سے ہوگئی جو ان کے ایک سردار مجاعہ بن مرارہ کی قیادت میں بنوتمیم پر شب خون مارنے کے لیے نکلی تھی۔ دونوں دستوں کا مقابلہ ہوا۔ نتیجتاً تمام مرتدین مقتول ہوئے اور ان کے سردار مجاعہ بن مرارہ الحنفی کو گرفتار کرکے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؓ نے اسے بیڑیاں پہنا دیں۔

اِدھر مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار کی فوج جمع ہوچکی تھی۔ اسے لشکر اسلام کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی تو اس نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب بنائی۔ مقدمۃ الجیش کا امیر ایک بدکردار منافق رحال بن عنفوہ بن نہشل کو مقرر کیا اور پورے لشکر کی سپہ سالاری محکم بن طفیل کے سپرد کی۔ خود شہر کے باہر بڑے دروازے کے سامنے ایک بڑے باغ میں خیمہ زن ہوا۔ اس باغ کا نام اس نے حدیقۃ الرحمٰن رکھا ہوا تھا۔ اس کی چار دیواری نہایت مضبوط اور قلعہ نما تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مسلم سپاہ کے سپہ سالار کی بیوی) ام تمیم ایک اچھی عورت ہیں۔ اس لیے ان سے درگزر کرو۔''

(دوران جنگ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دشمن کا پلہ بھاری دکھائی دینے لگا) تب صحابہ کرام باہم ایک دوسرے کو لڑائی کے لیے ابھارنے لگے (لگتا ہے کہ اسلامی فوج کی کسی غلطی کی وجہ سے ان کے سپاہی کچھ زیادہ ہی زخمی ہو گئے تھے) اور پھر ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ ہم نہیں لڑتے۔ اپنے سپہ سالار کو آوازیں دے کر کہنے لگے: خالد! ہمیں اپنے سے الگ تھلگ سمجھو اور پھر دیکھا دیکھی انصار و مہاجرین کی ایک قلیل تعداد لڑائی سے عارضی طور پر دستکش بھی ہوگئی۔ اس موقع پر سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند اپنے ایسے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم نے اپنے دشمن کو نہایت بری عادت ڈال دی ہے (کہ تمہارے دل چھوٹا کرنے کی وجہ سے وہ تمہیں زخم پر زخم لگاتا چلا جارہا ہے) بس مجاہدین اسلام نے یہ سننا تھا کہ چہار جانب سے آوازیں دینے لگے: جناب خالد! ہمارے بارے میں دل کی میل صاف کر کے ہم سے سچی خیر خواہی کریں' اور پھر مہاجرین و انصار کی ایک جماعت پورے اخلاص کے ساتھ' مضبوط قدموں سے ڈٹ گئی۔ اللہ کے جانباز سپاہیوں کی یہ جماعت کچھ اس انداز کے ساتھ بنوحنیفہ سے لڑی کہ اس جیسی جان نثاری قبل ازیں کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ صحابہ کرام باہم ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگے: ارے سورۃ البقرہ کی تلاوت کرنے والو (یعنی قرآن کے حامل مسلمانو!) آج کفر کا جادو ٹوٹ گیا اور حق غالب آنے والا ہے۔

سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ انصار کا جھنڈا تھامے ہوئے تھے۔ انہوں نے کفن باندھا، خوشبو لگائی اور ایک گڑھا کھود کر پنڈلیوں تک اپنے آپ کو اس میں گاڑ لیا۔ اپنا جھنڈا تھامے اسی حال میں ثابت قدم رہے حتیٰ کہ انہیں شہید کر دیا گیا۔ (اسلامی جمعیت کو مضبوط کرنے اور عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لیے کبھی کبھی ایسا بھی کرنا پڑتا ہے) سیدنا زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ (اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمانے لگے: لوگو! نہایت صبر و استقلال سے کام لو۔ دشمن پر ٹوٹ پڑو اور مل کر لڑو۔ (اللہ کی قسم! میں اب اتنی دیر تک کلام ہی نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ دشمن کو شکست سے دوچار نہیں کر دیتا۔ پھر میں اسی حالت میں اللہ رب العزت سے جاملوں اور وہاں جا کر اپنے رب سے ہی کلام کروں۔ چنانچہ اللہ نے ان کی آرزو پوری کر دی اور) وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اسی دوران میں سپہ سالار لشکر طیبہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وارضاہ نے بنفس نفیس خود بھی دشمن پر حملہ کر دیا اور ان کی صفوں کو کاٹتے، چیرتے ہوئے پار جانکلے۔ آپ کا قصد مسیلمہ کذاب کا حفاظتی دستہ تھا کہ اس دستے کو تہہ تیغ کرتے ہوئے اس لعین تک پہنچ جائیں اور اپنے ہاتھوں اسے جہنم واصل کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے رہے مگر کسی مصلحت کے تحت واپس پلٹ کر آپ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور دشمن کو للکارتے ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت مبارزت دینے لگے: ارے اللہ کے دشمنو! ادھر دیکھو! یہ ہوں میں قابل تعریف واپسی والا ابن الولید۔ میں ہوں اپنے اجداد عامر و زید کا بیٹا خالد۔ جس نے اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا ہو میرے مقابلے میں آئے۔ مگر اللہ کے شیر، رب تعالیٰ کی تلوار خالد بن ولید کے مقابلے میں کوئی بھی نہ آیا اور پھر آپؓ نے مسلمانوں کو ان کے شعار (کلمہ سر الحرب کہ جسے جنگوں کے موقع پر فوجیں کوڈ ورڈ (Code Word) کے طور پر استعمال کرتی ہیں) کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے انہیں دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا اور پھر بذات خود دشمن کو للکار للکار کر دعوت مبارزت دینے لگے۔ چنانچہ بنو حنیفہ میں سے جو بھی مقابلے کے لیے باہر نکلتا آپؓ اسے کاٹ کر رکھ دیتے۔ اپنے بہادر سپہ سالار کی جرأت مندی دیکھ کر مسلم سپاہ کی چکی بھی چل پڑی۔ اس کے بعد آپؓ مسیلمہ کے قریب پہنچ گئے اور اس پر انصاف پیش کر کے اسے رجوع الی الحق کی دعوت دی۔ مگر مسیلمہ کذاب کا شیطان اس کی گردن کو انکار میں ہلانے لگا۔ وہ ظالم جناب خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کردہ کسی بھی امر کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ مسیلمہ جب بھی کسی معاملہ کے قریب آنے کا ارادہ کرتا تو اس کا شیطان اسے اس معاملے سے پھیر دیتا۔

جنگ یمامہ کے میدان میں صحابہ کرام نے جس قدر صبر کا مظاہرہ کیا اس سے قبل ایسا صبر اور ایسی استقامت ان کے اندر دیکھنے میں نہ آئی تھی اور وہ اپنے دشمن کی گردنوں کے قریب تر ہوتے رہے (اور انہیں کاٹتے ہی چلے گئے) حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے انہیں ان پر فتح عطا فرما دی۔ کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھے اور اللہ کے بندے ان کے پیچھے لگ کر ان کی گردنیں کاٹتے ہی چلے گئے۔ وہ مسیلمہ کذاب الحنفی کے سپاہیوں کی گردنوں پر جہاں چاہتے تلواریں چلا رہے تھے (گویا ان لوگوں نے ذبح ہونے کے لیے اپنے آپ کو مجاہدین اسلام کے سپرد کر دیا تھا) حتیٰ کہ وہ موت کے باغ میں داخل ہو گئے۔ پیچھے مجاہدین بھی اس باغیچے میں داخل ہوئے اور اسی باغیچے میں اللہ کا دشمن مسیلمہ کذاب الحنفی بھی تھا۔ بنو حنیفہ نے ہمت کر کے اپنے باغ کے دروازہ کو مجاہدین اسلام پر بند کر لیا اور پھر صحابہ کرام نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ❶

سیدنا انس بن مالک کے بھائی جناب براء بن مالک رضی اللہ عنہما کہنے لگے: مسلمانو! مجھے زور سے پھینک کر دیوار پر

❶ اس باغ کا نام ظالم مسیلمہ نے حدیقۃ الرحمٰن رکھا ہوا تھا۔ اس کی چار دیواری نہایت مضبوط اور قلعہ نما تھی۔ مسیلمہ نے ایک تصوراتی رحمٰن کے نام پر یہ باغ بنوایا تھا کہ جس میں اس وقت وہ خیمہ زن تھا۔ یہی حدیقۃ الرحمٰن اب مسیلمۃ کی فوج کے لیے حدیقۃ الموت بن چکا تھا۔ یمامہ شہر کے جسے کبھی ''جوالیمامہ'' کہا جاتا تھا، اس وقت ایک سرسبز شاداب وادی میں گھرا ہوا تھا۔ یمامہ، عارض کی طویل پہاڑی پر واقع ہے جس کے ساتھ اس پہاڑی کی بڑی وادی ''عرض'' شامل ہے، جو سارے علاقے کے درمیان سے گزرتی ہے۔ یمامہ میں کھجور اور دوسرے پھل دار درخت بکثرت ہوتے تھے۔ فصلوں میں اہم ترین فصل گندم کی تھی۔ چشموں کی بہتات تھی۔ پینے کا پانی نہایت عمدہ تھا۔ (تفصیل کے لیے: المسعودی، صفۃ جزیرۃ العرب للہمدانی، الادریسی کی نزھۃ المشتاق اور یاقوت الحموی کی معجم البلدان دیکھ لیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چڑھا دو، اندر کود کر میں دروازہ کھولتا ہوں۔ (تو ڑی سی ردو کد کے بعد) انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہیں کسی چیز میں ڈال کر بیرونی دیواروں کے اوپر سے اندر پھینک دیا۔ سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ اندر پہنچتے ہی لڑ بھڑ کر دروازے پر پہنچے اور اسے کھول دیا۔ مسلم سپاہ زور دار ریلے کی صورت میں باغ کے دروازے اور اس کی دیواروں کے اوپر سے اندر داخل ہوئیں اور یمامہ کے مرتدین کا انہوں نے قتل عام شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ لڑتے بھڑتے وہ مسیلمہ خبیث تک پہنچ گئے۔ دیکھا تو وہ دیوار کے ایک شگاف کے پاس کھڑا ہے، اس کا ڈیل ڈول اور رنگ ڈھنگ سیاہی مائل سفید اونٹ کی طرح تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی مختلف شاخوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنا چاہتا تھا مگر غصے کی وجہ سے عقل کھو بیٹھا تھا۔ اس کا شیطان (جن) جب اس پر مسلط ہوتا تو وہ غصے سے جھاگ نکالنے لگتا حتیٰ کہ یہ جھاگ اس کی باچھوں سے باہر نکلنے لگتی۔ (جنگ احد میں سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے اور بعد میں تائب ہو کر دین اسلام اختیار کرنے والا مجاہد) وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ آگے بڑھا اور اپنا خنجر اسے گھونپ دیا جو اس کے آر پار نکل گیا۔ اسی دوران میں سیدنا ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ تیزی سے آگے بڑھے اور اس پر تلوار کا بھرپور وار کیا جس سے وہ نیچے گر گیا (اور ٹھنڈا ہو کر جہنم واصل ہوا)

جنگ یمامہ کے دوران مسیلمہ کذاب کے اس باغ (قلعہ) اور معرکہ میں تقریباً دس ہزار جنگجو ہلاک ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد اکیس ہزار (۲۱۰۰۰) تھی جبکہ شہید ہونے والے مسلمان مجاہدین کی تعداد پانچ صد اور چھ سو بھی بیان کی جاتی ہے۔ ان شہداء میں بڑے بڑے جلیل القدر اور سادات صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

مسیلمہ کذاب کا جاہلانہ کلام

کہا جاتا ہے کہ جنگ یمامہ ۱۱ ہجری میں ہوئی تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ معرکہ ۱۲ ہجری میں پیش آیا تھا اور بعد میں جب (تائب ہو کر دوبارہ اسلام اختیار کر لینے والے) بنو حنیفہ کے وفود خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ مسیلمہ کذاب پر (شیطان کی طرف سے) نازل شدہ قرآن میں سے کچھ سناؤ تو سہی۔ انہوں نے بتلایا کہ مسیلمہ ملعون کہا کرتا تھا:

((يَا ضُفْدَعُ بِنْتَ الضُّفْدَعِينِ! نَقِّي لَكُمْ نَقِّينِ- لَا الْمَاءَ تُكَدِّرِينِ وَلَا الشَّارِبَ تَمْنَعِينَ- رَأْسُكِ فِي الْمَاءِ وَذَنَبُكِ فِي الطِّينِ))

''موٹی تازی مینڈک کی بیٹی! ارے او مینڈکی! اپنی ٹرٹر کی آواز کو ذرا صاف کر کے نکال۔ نہ پانی کو گدلا کر اور نہ ہی (اپنی اچھل کود سے) پینے والے کو اس پانی سے روک۔ تیرا سر پانی میں ہے اور تیری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دم مٹی میں''

اور وہ یوں بھی کہتا تھا:

((وَالْمُبْذِرَاتِ زَرْعًا وَالْحَاصِدَاتِ حَصْدًا وَالذَّارِيَاتِ قَمْحًا وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا وَالْخَابِزَاتِ خُبْزًا وَالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا وَاللَّاقِمَاتِ لُقْمًا ، اِهَالَةً وَّسَمْنًا ، لَقَدْ فَضِلْتُمْ عَلَى اَهْلِ الْوَبَرِ ، وَمَا سَبَقَكُمْ اَهْلُ الْمَدَرِ ، رَفِيْقُكُمْ فَامْنَعُوْهُ وَالْمُعْتَرَّ فَآوُوْهُ وَالنَّاعِيْ فَوَاسُوْهُ))

''کھیتی اگانے کی خاطر (دوران کاشتکاری زمین میں) دانے بکھیرنے والوں (کسانوں) کی قسم! اور درانتی سے فصل کاٹنے والوں کی قسم! اور (گاہ کر) گندم کو ہوا میں بکھیرنے والوں کی قسم! پیس کر آٹا بنانے والوں کی قسم! پھر روٹیاں پکانے والوں کی قسم! اور ثرید بنانے والوں کی قسم! لقمے بنا بنا کر تیزی سے اس ثرید کو ہڑپ کر جانے والوں کی قسم! (ہضم نہ ہوسکنے کی وجہ سے) کمزور ہونے اور اس ثرید کے ہضم ہونے سے موٹا ہونے کی خاطر۔ تو اے کسانو! تم اونٹوں والوں پر فضیلت لے گئے اور پکے مکانوں کے رہائشی تم سے سبقت نہ لے جا سکے۔ (ان الفاظ سے مسیلمہ خناس انصار مدینہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے) اس لیے تم اپنے ساتھی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ) کو روکو اور (اپنے بارے میں کہتا ہے) مضبوط و پر گوشت بہادر آدمی کی مدد کرو اور میرے بارے میں طعنہ زنی کرنے والوں کو شیطانی وسوسوں میں ڈال دو۔''

غرضیکہ انہوں نے اس طرح کی مسیلمہ کے کلام میں سے بہت ساری خرافات سنائیں کہ جنہیں سن کر بچے بھی کھیلتے ہوئے ناک بھوں چڑھاتے ہیں (کہ یہ کیسی واہیات باتیں ہیں؟) اس کی خرافات میں سے ایک دو اور بھی سنیے:

((اَلْفِيْلُ وَالْفِيْلُ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْفِيْلُ؟ لَهُ زَلُوْمٌ طَوِيْلٌ))

''آہا! ہاتھی۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ ہاتھی کیا ہوتا ہے؟ اس کی لمبی سی ایک ناک ہوتی ہے''

کبھی یوں کہتا:

((وَاللَّيْلِ الدَّامِسِ وَالذِّئْبِ الْهَامِسِ ، مَا قَطَعَتْ اَسَدٌ مِنْ رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ))

''تاریک رات اور دبے قدم چھپ کر چلنے والے بھیڑیے کی قسم! شیرنی نے نہ کوئی تازہ پکی ہوئی کھجور کاٹی اور نہ ہی خشک۔ (یعنی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر اپنی معشوقہ کے پاس گیا مگر اس نے مجھے گھاس ہی نہیں ڈالی)۔''

اس خناس کا کلام اسی طرح کا نامعقول، لچر، فحش اور سڑا ہوا بدبودار ہوتا تھا جو اس کے سننے والوں کی عقلوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کمزوری پر دلالت کرتا تھا اور آگے ان لوگوں کی عقلوں کی کمزوری پر بھی کہ جنہوں نے ایسے لوگوں کو ان کی گمراہی اور ہوشیاری پر لگا رکھا تھا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ (یہ ساری باتیں سن کر) ان سے فرمایا:

((وَيحْكُمْ اَيْنَ كَانَ يَذْهَبُ بِعُقُوْلِكُمْ؟ اِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ أَلٍّ))

''تمہارا برا حال ہو! وہ تمہاری عقلوں کو کہاں لے جاتا تھا۔ یہ کلام تو ''ال'' سے آگے نکل ہی نہیں سکا۔ (نری واہیات باتیں ہیں)

ایامِ جاہلیت میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک بار مسیلمہ کذاب کے پاس گئے۔ وہ آپؓ سے کہنے لگا: تمہارے ان صاحب (محمد رسول اللہ ﷺ) پر ابھی تازہ تازہ وحی کیا نازل ہوئی ہے (یعنی اس میں سے ذرا مجھے بھی کچھ سناؤ) تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ محمد النبی الکریم ﷺ پر ان دنوں ایک نہایت فصیح و بلیغ مختصر سی سورت نازل ہوئی ہے۔ تو اس نے پوچھا: اور وہ کیا ہے؟ اس پر جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: محمد (ﷺ) پر یہ سورت نازل ہوئی ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ ﴾ (العصر)

''زمانہ (یا وقتِ عصر) کی قسم! بلاشبہ انسان (اکثریت کی بنیاد پر) سراسر خسارے میں ہے۔ سوائے انَ لوگوں کے جو (اللہ تعالیٰ، اس کے نبیوں، اس کی کتابوں، فرشتوں، بعثت بعد الموت، حساب کتاب، جنت دوزخ اور تقدیر کے اچھا اور برا ہونے جیسی تمام ایمانیات سے متعلقہ باتوں پر) ایمان لاتے ہیں۔ نیک صالح اعمال کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہتے ہیں اور (دین حق کی راہ میں آنے والی مصائب و مشکلات پر) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہتے ہیں''

یہ سن کر مسیلمہ کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا: بالکل اسی طرح کا کلام تو میرے اوپر بھی نازل ہوا ہے۔ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ہے وہ کلام؟ تو وہ خناس کہنے لگا: لیجیے سماعت فرمائیے:

((يَا وَبْرُ! يَا وَبْرُ اِنَّمَا اَنْتَ اِيْرَادٌ وَّصَدَرٌ، وَسَائِرُكَ حَقْرٌ وَّنَقْرٌ))

''ارے اونیوالے جیسے جنگلی جانور! او وبر! تو نری پیداوار اور بھاگ کے اپنی بل میں واپس گھسنے والا جانور ہے۔ تیرا سارا وجود دبلا پتلا سا اور تو نہایت حقیر فقیر جانور ہے''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سنا کر کہنے لگا: کَیْفَ تَرَی یَا عَمْرو! بتاؤ عمرو! کیسا ہے یہ کلام؟ تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! تو یہ بات بالتاکید جانتا ہے کہ میں اس بات کا خوب علم رکھتا ہوں کہ بلاشبہ تو جھوٹ بولتا ہے (کہاں وہ حکمت و دانائی اور کمال سے پر اللہ کا کلام اور کہاں یہ تیری جھک جھک؟)

علماء تاریخ ذکر کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب ظالم، نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کا ہم وصف ہونے کی کوشش کرتا۔ اسے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار کسی خشک کنویں میں اپنا لعاب دہن تھوکا تو اس کے پانی کی سطح بلند ہوگئی تھی (جسے لوگوں نے خوب استعمال کیا) چنانچہ اس نے (یہ دکھانے کے لیے کہ میں بھی نبی ہوں) کسی کنویں میں اپنا لعاب تھوکا تو اس کا پانی بالکل ہی اتر گیا۔ پھر کسی دوسرے کنویں میں تھوکا تو اس کا پانی قطعاً ختم ہوگیا۔ ایک بار اس نے (اپنا معجزہ دکھانے کے لیے) وضو کیا اور برتن میں باقی بچا کھچا پانی ایک کھجور کو ڈالا تو وہ بالکل خشک ہوکر ختم ہی ہوگئی۔ ایک دفعہ وہ کچھ بچوں کے پاس آ کے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ان کے لیے برکت کی دعا کرنے لگا۔ اس سے ہوا یہ کہ ان میں سے بعض بچوں کے سر کے بال ہی جھڑ گئے (اور وہ گنجے ہوگئے) اور بعض بالکل تو تلے ہوگئے، ہکلا کر بولنے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ایک شخص کے لیے دعا کی جس کی آنکھیں دکھ رہی تھیں اور اس نے اس آدمی کی آنکھوں کو چھوا تو وہ بالکل ہی نابینا ہوگیا۔ (درج ذیل روایت میں اس دور کے جاہلی وقبائلی تعصب وعصبیت کا ذرا اندازہ تو لگایئے) عمیر بن طلحہ کی روایت کہ اس کے بدوی والد طلحہ نے بیان کیا: وہ یمامہ آیا اور پوچھنے لگا: مسیلمہ کہاں ہے؟ تو بتانے والے نے کہا: ارے! منہ سنبھال کر بات کرو وہ اللہ کا رسول ہے۔ طلحہ نے کہا: ہرگز نہیں، جب تک کہ میری اس سے ملاقات نہ ہو جائے اور پھر جب مسیلمہ آیا تو طلحہ بدو نے پوچھا: کیا تو ہی مسیلمہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں میں ہی مسیلمہ ہوں۔ طلحہ نے پوچھا: اچھا یہ بتا کہ تیرے پاس وحی لے کر کون آتا ہے؟ وہ کہنے لگا: اونٹ کی بلبلاہٹ جیسی ایک زبردست قسم کی شیطانی آواز مجھے سنائی دیتی ہے۔ بدو نے پوچھا: کیا تمہارے پاس یہ آنے والا روشنی میں آتا یا اندھیرے میں؟ اس نے کہا: اندھیرے میں۔ اس پر وہ بدو کہنے لگا:

((اَشْهَدُ اَنَّكَ كَذَّابٌ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَادِقٌ وَلٰكِنْ كَذَّابَ رَبِيْعَةَ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ صَادِقِ مُضَرَ))

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ تو جھوٹا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ محمد (رسول اللہ ﷺ) سچا ہے، مگر بنو ربیعہ کا جھوٹا پیغمبر ہمیں بنو مضر (قریش) کے سچے نبی سے زیادہ پسندیدہ ہے''

پھر اس اجڈ، بیوقوف بدو نے مسیلمہ کذاب کی پیروی اختیار کرلی اور اس کی تابعداری میں لگا تار زندگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزارتا رہا حتیٰ کہ وہ مسیلمہ کے ساتھ جنگ یمامہ میں قتل ہوا۔

نبی معظم ﷺ کے نزدیک دوسرے انتہائی ناپسندیدہ...... بنوثقیف کے لوگ

((عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: ((كَانَ أَبْغَضُ النَّاسِ — أَوْ أَبْغَضُ الْأَحْيَاءِ— إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: ثَقِيفُ وَّ بَنُو حَنِيفَةَ)) ❶

''سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ (مغضوب) (راوی کو شک ہے کہ جناب ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے یوں کہا یا: ''تمام قبائل میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ'' ......کہا) بنوثقیف اور بنوحنیفہ کے لوگ تھے'' ❷

((عَنِ ابْنِ عُمَرِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((فِي ثَقِيفٍ: كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ))

''اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بنوثقیف میں ایک کذاب اور ایک لوگوں کو بہت زیادہ ہلاک کرنے والا ہوگا'' ❸

مختار ثقفی الکذاب: ❹

کبار علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں اس حدیث مبارک میں مذکور کذاب سے مراد ''مختار بن ابو عبید ثقفی'' ہے۔ وہ انتہائی پرلے درجے کا جھوٹا آدمی تھا۔ اس کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور کمینگی والا جھوٹ، اس کا یہ دعویٰ تھا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام اس کے پاس (وحی لے کر) آتے ہیں۔ اس مختار کا باپ ابوعبیدہ ثقفی نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں اسلام لے آیا تھا مگر اس کی آپ ﷺ سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس لیے اکثر علماء نے اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں شمار نہیں کیا۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبید کو ۱۳ ہجری میں ایک بھاری لشکر کے ساتھ اہل فارس سے جہاد و قتال کے لیے روانہ فرمایا اور وہ (عراق میں لڑی جانے والی) جنگ جسر میں شہید ہو گیا تھا' رحمہ اللہ۔ اسی طرح اس جنگ میں اس دن چار ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے۔ رحمہم اللہ جمیعا

یہ لڑائی تاریخ میں جنگ جسر کے نام سے معروف ہے۔ جس مقام پر یہ جنگ ہوئی تھی یہ جگہ دراصل عراق میں دریائے دجلہ پر ایک پل کے قریب تھی۔ اس پل کا نام ''جسر ابوعبید'' بھی ہے۔ ❺ اس ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ کی

---

❶ مسند أحمد، رقم: ۱۹۶۶۳، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح

❷ حوالہ پیچھے حدیث نمبر ۴۰۹ پر گزر چکا ہے۔

❸ صحيح سنن الترمذي، رقم: ۱۸۰۸ (كتاب الفتن / ح: ۲۲۲۰)

❹ تفصیل کے لیے: البداية والنهاية (عربی) جلد نمبر ۸، ص ۲۸۹ تا ص ۲۹۴ دیکھ لیں۔

❺ جنگ جسر پر محققانہ بحث و تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''خیر القرون تاریخ کے آئینے میں'' کی جلد دوم کا مطالعہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد میں ان کی ایک بیٹی کا نام صفیہ بنت ابی عبید تھا۔ اس صفیہ کا شمار انتہائی صالحات و عابدات میں ہوتا تھا، رحمہا اللہ اور یہ سیدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کی بیوی تھیں۔ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ اس صفیہ بنت ابی عبید رحمہما اللہ سے محبت بھی کرتے تھے اور اس کا احترام بھی۔ صفیہ کا انتقال سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا۔ اور جہاں تک سیدہ صفیہ بنت ابوعبید رحمہما اللہ کے بھائی مختار کا تعلق ہے تو وہ ابتداء سے ہی دھوکے باز (ناصبی) تھا۔ وہ امیر المومنین سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ کے ساتھ بہت زیادہ بغض رکھتا تھا۔ وہ مدائن پر نائب گورنر اپنے چچا کے پاس تھا۔ جب سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ملک شام کی طرف جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے تشریف لے جانے لگے تو عراقیوں نے غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا۔ چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ وارضاہ نے جب ان سے غداری کو (کھلم کھلا) محسوس کرلیا تو آپ ایک چھوٹے سے لشکر کے ہمراہ مدائن بھاگ آئے۔ (یہاں پر موجود) مختار ثقفی اپنے چچا سے کہنے لگا: اگر آپ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملک شام بھیج دیں تو آپ کو ان کی طرف سے تاحیات ایک مضبوط حمایت حاصل ہو جائے گی۔ مختار کے چچا نے اس سے کہا: بھتیجے! تم مجھے نہایت ہی برا مشورہ دے رہے ہو۔ شیعہ لوگ ہمیشہ اس سے بغض و حسد رکھتے رہے حتیٰ کہ جناب مسلم بن عقیل بن ابوطالب رحمہ اللہ کا واقعہ پیش آ گیا۔ اس وقت مختار ثقفی (تھوڑی تھوڑی مدت کے لیے بنائے جانے والے) کوفہ کے گورنروں میں سے ایک گورنر تھا۔ (ان دنوں کہ جب مسلم بن عقیل رحمہ اللہ مکہ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندے بن کر کوفہ تشریف لائے تھے۔ یہ مختار ثقفی یہیں تھا اور اس کے پاس کوئی ذمہ داری غالباً نہ تھی۔) چنانچہ وہ کہنے لگا: میں مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی ضرور مدد کروں گا۔ اس بات کا علم جب ابن زیاد کو ہوا تو اس نے مختار کو پکڑ لیا اور سو کوڑے لگوانے کے بعد اسے قید کر دیا۔ اس بات کی اطلاع جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہوئی تو انہوں نے یزید بن معاویہ سے اس کی سفارش کی۔ چنانچہ یزید بن معاویہ نے ابن زیاد کو حکم لکھ بھیجا اور اس نے مختار ثقفی کو آزاد کر کے اسے ایک خلعت پہنا کر حجاز کی طرف بھیج دیا۔ وہ سیدھا مکہ مکرمہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا اور پھر جب شامی لشکر نے مکہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا تو مختار ثقفی نے آپ کے ہمراہ اس لشکر سے سخت جنگ کی۔ اس کے بعد مختار کو اس بات کی خبر پہنچی کہ عراقی اس کے بارے میں کہتے ہیں: یہ تو بزور بازو فوجوں کو روند ڈالنے والا بہادر ہے تو اس نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو چھوڑا اور ان کی طرف چل دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے گزارش کی کہ آپؓ اسے کوفہ میں ان کے گورنر ابن مطیع کے نام خط لکھ دیں جو انہوں نے لکھ دیا۔ (جس کا مضمون تا کہ: اے ابن مطیع! مختار ثقفی کی خدمات کے پیش نظر اس کی مدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو) جبکہ حالت یہ تھی کہ مختار ثقفی ظاہراً، علانیہ طور پر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی مدح کرتا اور سری طور پر (اپنی نجی مجلس میں) انہیں سب وشتم سے نوازتا۔ اسی طرح سیدنا محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کی تعریف کرتا اور ان کی (حکومت و امامت کی) طرف دعوت دیتا۔ پھر وہ آخر عمر تک ایسی ہی چال پر رہا حتیٰ کہ تشیع (شیعہ مذہب) اختیار کرنے اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے خون کا بدلہ لینے کے اظہار کے ساتھ وہ کوفہ پہ قابض ہوگیا۔ اس بنا پر شیعہ کی بہت ساری جماعتیں اس کی طرف متوجہ ہوگئیں اور اس نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے گورنر کو وہاں سے نکال کر باہر کیا۔ اس سے مختار ثقفی کی بادشاہی وہاں قائم ہوگئی۔ پھر اس نے جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف معذرت کا خط لکھا اور اس میں آپ کو بتلایا کہ ابن مطیع بنی امیہ کے لیے نرم گوشہ رکھتا تھا۔ (جبکہ یہاں کوفہ میں اکثریت بنوامیہ کی مخالف ہے اس لیے) وہ خود ہی یہاں سے نکل گیا ہے۔ البتہ میں اور یہاں کے کچھ دیگر لوگ بھی آپ کی مکمل اطاعت میں ہیں۔ اس سے اس کو فائدہ یہ ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کو سچا جانا (اور اسے کوفہ کی امارت پر برقرار رکھا) اس لیے کہ مختار ثقفی جمعہ والے دن برملا لوگوں کے سامنے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی امارت و اطاعت کی طرف دعوت دیتا اور خود بھی آپؓ کی اطاعت کا اظہار کرتا تھا۔

مگر اس کے بعد (کہ جب حالات کنٹرول میں آگئے) اس نے قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کا پیچھا شروع کر دیا اور ان لوگوں کا بھی جو ابن زیاد کی طرف سے واقعہ کربلا میں شریک ہوئے تھے۔ چنانچہ اس نے ان میں سے ایک بہت بڑی تعداد کو (چن چن کر) قتل کر ڈالا اور وہ ان لوگوں میں سے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جیسے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا عمر۔ جو قاتلین حسین (رضی اللہ عنہ) والے لشکر کا کمانڈر تھا۔ (۲)...... شمر بن ذوالجوشن کہ جو اس ایک ہزاری دستے کا کمانڈر تھا جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ کے قتل کرنے والوں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ (۳)...... سنان بن ابوانس (۴)...... خولی بن یزید الاصبحی اور ان کے علاوہ دیگر بہت سارے لوگ۔ وہ اس انتقام میں جتا ہی رہا حتیٰ کہ اس نے ابن زیاد پر قابو پا کر اسے قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس مکہ بھیج دیا۔

مختار ثقفی کا جی اس تسلط کے ساتھ خوشگوار ہوگیا اور وہ سمجھنے لگا کہ اب نہ ہی تو اس کا کوئی دشمن باقی رہا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی تنازعہ کرنے والا۔ مگر جب امیر المومنین سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اس کے گندے مذہب، اس کی چال، اس کے فریب اور دھوکے کا علم ہوا تو آپ نے اپنے بھائی سیدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کو (اس کی سرکوبی کے لیے) پورے عراق کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ چنانچہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما ایک زبردست بھاری لشکر لے کر مختار ثقفی کی طرف چلے اور پھر مقابلہ میں اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد مختار ثقفی کی حکومت یوں ختم ہوگئی گویا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی تھی ہی نہیں۔ اسی طرح اس انداز کی دوسری ساری حکومتیں بھی۔ اس فتنہ پرور حکومت کے خاتمہ سے تمام مسلمان خوش ہو گئے۔ اس لیے کہ یہ شخص درحقیقت اندرونی طور پر (کسی بھی نظریہ کے ساتھ) سچا نہ تھا۔ بلکہ وہ تو ایک جھوٹا اور فریبی آدمی تھا۔ وہ یہ زعم رکھتا تھا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے (اللہ کی طرف سے) اس پر وحی آتی ہے۔ (العیاذ باللہ...... گویا صراحتاً وہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کی طرح مدعی نبوت تھا۔ مگر اس کا منصب نبوّت پر وار ایک فریبانہ انداز کا تھا۔) رفاعہ القتبانی کا بیان ہے کہ میں مختار ثقفی کے پاس آیا۔ اس نے ایک تکیہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: اگر میرا بھائی جبریل ابھی ابھی میرے اس تکیہ سے اٹھ کر نہ گیا ہوتا تو میں اسے ضرور تمہاری طرف ڈال دیتا۔ رفاعہ (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں: میں نے ارادہ کرلیا کہ اس کی گردن اتار دوں، مگر اسی وقت مجھے ایک حدیث یاد آ گئی جسے میرے بھائی نے مجھے روایت کیا تھا۔ ان کے بھائی جناب عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَيُّمَا مُؤْمِنٌ أَمَّنَ مُؤْمِنًا عَلٰى دَمِهِ فَقَتَلَهُ فَأَنَا مِنَ الْقَاتِلِ بَرِيْءٌ)) ❶

''جس کسی مومن آدمی نے کسی دوسرے ایمان والے کو اس کے خون پر پناہ دی (ذمہ دار بنایا) اور اس نے اس کو قتل کر دیا تو اس میں اس قاتل سے (قیامت والے دن شفاعت کرنے پر) بری الذمہ ہوں''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ مختار ثقفی کا یہ زعم باطل ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: وہ سچ کہتا ہے: کیا اللہ عزوجل نے یوں نہیں فرمایا:

﴿ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۠ ﴾ (الانعام:۱۲۱)]

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں (اور ان کے دلوں میں باطل وسوسے ڈالتے ہیں) تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں (کہ دین کا فلاں حرام کردہ حکم حلال ہے اور فلاں حلال کردہ حرام) اور اگر تم نے ان کی اطاعت اختیار کی تو بلاشبہ تم لوگ مشرک ہو جاؤ گے''

(جب اس کے ہاتھ مضبوط ہو گئے تو اپنے باطن کو ظاہر کرتے ہوئے) مختار ثقفی تشیع (فرقہ بندی اور رافضیت) کا اظہار کرتا اور کہانت و جادوگری کو چھپا کر رکھتا تھا۔ وہ اپنے مخصوص حلقہ کے لوگوں کو اس بھید کے چھپانے کی تاکید کے ساتھ بتلاتا تھا کہ اس کی طرف (شیطانی) وحی کی جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خود بھی گمراہ تھا اور

❶ مسند أحمد، رقم: ۲۱۸٤٤، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل کی حکمت دیکھئے کہ دوسرے ظالم لوگوں سے انتقام لینے کے بعد (کہ جنہوں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما، ان کے بچوں اور خاندان کے دوسرے نفوس اطہار رحمہم اللہ جمیعاً کو شہید کر ڈالا تھا) رب ذوالجلال نے اس سے بھی اہل اسلام کو راحت پہنچا دی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مختار ثقفی ہمیشہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی موافقت واطاعت کا اظہار کرتا رہا حتیٰ کہ ۶۷ ہجری میں جناب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما بصرہ تشریف لے آئے اور اس وقت اس نے اپنی مخالفت کا اظہار کیا۔ چنانچہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنا لشکر لے کر اس کی طرف چلے اور اس کے ساتھ لڑائی کی۔ اس وقت مختار کے پاس بیس ہزار (رافضیوں) کا لشکر تھا۔ مختار نے مکی لشکر پر بھرپور حملہ کیا اور ایک بار تو انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔ مگر اس کے سپاہی ثابت قدم نہ رہ سکے اور پھر پھر کر جناب مصعب رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ کر شامل ہونے لگے۔ یہاں پہنچ کر وہ مختار کو دعوت مبارزت دینے لگے اور اس کے کذب وافتراء اور اس کی کہانت پر اسے ملامت ولعن طعن کرنے لگے۔ مختار نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بھاگ کر اپنے قصر امارت میں داخل ہوگیا۔ جناب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چار ماہ تک اس کے قلعہ نما محل کا محاصرہ کیے رکھا اور پھر ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ ہجری میں آپؓ نے اسے قتل کر ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت اس کی عمر ۶۷ سال تھی۔

ایک مسلمان ہلاکو...... حجاج بن یوسف ثقفی: ❶

اور یہ تھا حجاج بن یوسف ثقفی۔ اور ''اَلْــمُبِیْــر'' کا معنی ہوتا ہے: وہ ہلاکو جو لوگوں کو ہلاک کرنے میں انتہا کر دے۔ اور یوں لوگوں کو ہلاکت وتباہی سے دوچار کرنے میں اس حجاج بن یوسف سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ امام ابوعیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مؤرخین نے شمار درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: حجاج بن یوسف نے مدینہ منورہ کے اندر اپنے دور امارت اور حملہ میں قید کر کے ایک لاکھ بیس ہزار تابعین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھوک سے مار دیا تھا۔ ❷ بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے بعد جیلیں کھول کر اس کے ہاتھوں قید کیے جانے والے قیدیوں کو پیش کیا گیا تو ان کی تعداد (صرف مدینہ منورہ کے باقی بچ جانے والے قیدیوں کی تعداد) تیس ہزار سے بھی زیادہ تھی۔

حجاج ۳۹ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ بعض مؤرخین نے دوسری تاریخوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ بتلایا جاتا ہے کہ اس نے چند دن ہی ماں کا دودھ پیا تھا کہ گھر والوں نے اسے پہلے بکری کے بچے کا خون پلایا، پھر چکور کے بچے کا۔

❶ تفصیل کے لیے: البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص ۳۲۵ اور بعد والے صفحات/ جلد ۹ کا ص ۷ اور ص ۱۳۹

❷ صحیح سنن الترمذی حدیث نمبر ۱۸۰۸/ ابواب الفتن باب ما جاء فی ثقیف کذابٌ ومبیرٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر حجاج کے چہرے کو اس پرندے کے خون سے لیپ کیا گیا۔ چنانچہ اس نے اپنی حالت رضاعت میں سب سے پہلے اس خون کو پیا تھا۔ چنانچہ اس میں ہمت و جوانمردی اور خون بہانے کی محبت بچپن سے ہی تھی۔ وہ ہر کام میں لبیک کہنے والا، فصیح و بلیغ عربی زبان کا مالک اور قرآن کا حافظ بن کر جوانی چڑھا۔

حجاج بن یوسف کی مکہ پر چڑھائی

۷۲ ہجری میں (کہ جب اس کی عمر ۳۳ سال تھی) عبدالملک بن مروان بن الحکم نے اسے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: خاص حجاج بن یوسف کو لشکر دے کر بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ عبدالملک بن مروان نے جب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کے بعد ملک عراق پر قبضہ کر لیا اور وہ ملک شام کی طرف (دارالخلافہ دمشق) واپس چلا گیا تو اس کے فوجیوں نے اسے مکہ مکرمہ میں جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جنگ کے لیے عبدالملک کو آمادہ کیا مگر ایسے کسی لشکر کی قیادت کے لیے کوئی بھی اس کا افسر تیار نہ ہوا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف کھڑا ہوا اور کہنے لگا: امیر المومنین! اس کام کے لیے آپ مجھے روانہ کیجئے اور پھر حجاج نے عبدالملک بن مروان کو اپنا ایک خواب سنایا جو اس نے دیکھا تھا۔ کہنے لگا: امیر المومنین! میں نے خواب میں دیکھا کہ عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کو پکڑا اور اس کی میں نے کھال کھینچ لی۔ آپ مجھے ایک لشکر دے کر اس کی طرف روانہ کیجئے میں اس کو قتل کر ڈالوں گا۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو شامیوں کا ایک بھاری لشکر دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ اہل مکہ کے لیے امان لکھ کر روانہ کی، بشرطیکہ وہ اس کی اطاعت کر لیں۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ: اسی سال ۷۲ ہجری کے ماہ جمادی الاولیٰ میں حجاج بن یوسف مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ ایک ہزار شامی گھڑ سواروں کا دستہ بھی تھا۔ چنانچہ وہ عراق کے راستے روانہ ہوا، اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی بجائے طائف جا کر فروکش ہوا۔ پھر وہ طائف سے روانہ ہو کر بئر میمونہ پر اترا اور مسجد الحرام میں اس نے جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو آن گھیرا۔ جب ذوالحج کا مہینہ شروع ہوا تو حجاج نے اس سال لوگوں کے ہمراہ اس حالت میں حج کیا کہ وہ خود بھی اسلحہ لیس تھا اور اس کے ہمراہی بھی اسلحہ پہنے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں انہوں نے عرفات میں وقوف کیا۔ دیگر مشاعر حرام میں بھی وہ اسی حالت میں رہا۔ جبکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان تمام دنوں میں محصور رہے اور اس سال حج نہ کر سکے۔ بلکہ انہوں نے حالت محصوری میں ہی قربانی کے دن ایک اونٹ ذبح کیا۔ اسی طرح بہت سارے اہل ایمان کہ جو آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے وہ بھی حج نہ کر سکے اور نہ ہی انہیں عرفات میں وقوف کرنا نصیب ہوا۔ بعینہ حجاج کے بہت سارے ساتھ آنے والوں کے لیے بیت اللہ الحرام کا طواف کرنا بھی ممکن نہ ہو سکا۔ وہ لوگ اپنے احراموں میں ہی رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے لیے دوسری بار حلال ہونا حاصل نہ ہوسکا۔

پھر ۷۳ ہجری شروع ہوگیا اور حجاج بن یوسف ابھی تلک اہل مکہ کو اپنے لشکر کے ساتھ گھیرے ہوئے تھا۔ اور پھر حجاج ظالم نے مکہ پر منجنیق (اس کی ترقی یافتہ شکل آج توپ کی ہے) نصب کردی تاکہ وہ اہل مکہ کو محصوری کی حالت میں خوفزدہ کرے تاکہ وہ عبدالملک بن مروان کی امان و اطاعت میں آجائیں۔ حجاج کے ہمراہ حبشی فوجی بھی تھے۔ چنانچہ انہوں نے منجنیق کے ذریعے فائرنگ شروع کردی کہ جس سے انہوں نے بہت زیادہ اہل ایمان کو قتل کر ڈالا۔ حجاج کے پاس اس وقت پانچ منجنیقیں (بھاری توپیں) تھیں اور پھر اس نے ہر طرف سے ان کے ذریعے سنگباری شروع کردی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ظالم نے اہل مکہ کے لیے باہر سے آنے والی جمع شدہ خوراک اور پانی کو ان سے روک دیا۔ چنانچہ مکہ والے صرف زمزم کے پانی پر ہی گزارا کرتے رہے۔ منجنیقوں سے فائر کیے جانے والے پتھر کعبۃ اللہ شریف کے اوپر آ کر گرنے لگے۔ ❶ بہت سارے مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب حجاج ظالم کے فوجیوں نے منجنیقوں سے فائرنگ شروع کی تو آسمانی بجلیاں کڑکنے لگیں، حتیٰ کہ ان کی آوازیں منجنیق کی آواز سے بھی بلند ہوتیں۔ ایک بجلی گری اور اس نے بارہ شامی فوجیوں کو ہلاک کردیا۔ اس سے باقیوں کے دل محاصرہ سے کمزور ہوگئے۔ مگر حجاج ظالم ان کو ہمت دلاتا رہا اور کہنے لگا: میں اس ملک سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ تہامہ کے پہاڑوں کی بجلیاں اور کڑک ہے۔ مکہ والوں کو بھی ان سے اسی طرح کا نقصان پہنچے گا جس طرح تمہیں پہنچا ہے اور پھر ایسے ہی ہوا، دوسرے دن ایک کڑک دار بجلی گری اور اس نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ حجاج کہنے لگا: کیا میں نے تم لوگوں کو نہیں بتلایا تھا کہ وہ لوگ بھی تمہاری طرح مصیبت سے دوچار ہوں گے۔ مگر فرق یہ ہے کہ تم لوگ اطاعت و فرمانبرداری پر ہو اور وہ مخالفت پر ہیں اور پھر شامی فوجی رجز پڑھتے ہوئے منجنیق سے سنگباری کرنے لگے۔ وہ لوگ یوں کہتے:

مِثْلَ الْفَنِیْقِ الْمُزْبِدِ
نَرْمِیْ بِهَا اَعْوَادَ الْمَسْجِدِ

''یہ منجنیقیں بپھرے ہوئے سانڈ اونٹ کی طرح ہیں۔ ہم ان کے ذریعے مسجد حرام کے ستونوں کو نشانہ بناتے ہیں''

❶ ان سطور کو تحریر کرتے وقت میں مکہ مکرمہ/مسجد حرام کی مغربی جانب جبل کعبہ کے ساتھ ایک گھر میں مقیم ہوں اور اس دلخراش واقعہ کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ یوں جانیے کہ میرے قلم سے سیاہی نہیں بلکہ خون ٹپک رہا ہے۔ حیرت زدہ ہوں کیا: مکہ مکرمہ، بیت اللہ شریف اور مسجد حرام نے اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں یہ سیاہ دن بھی دیکھے تھے؟ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (ابویحییٰ......۵/شعبان ۱۴۲۸ھ مکۃ المکرمہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ اس طرح کی بکواس کر رہے تھے تو بجلی منجنیق پر گری اور اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ شامی اس کے بعد باقی منجنیقوں سے فائر کرنے سے رک گئے اور انہوں نے محاصرہ سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مگر حجاج ظالم ان سے خطاب کرتے ہوئے کہنے لگا: تمہارا ناس ہو! کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ پہلی امتوں میں آسمان سے آگ اترا کرتی اور جس کی قربانی قبول ہوتی اسے وہ کھا جایا کرتی تھی؟ اگر تمہارا یہ عمل اللہ کے ہاں مقبول نہ ہوتو آگ ہرگز نازل ہو کر اسے نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی یہ تقریر سن کر اس کے فوجی واپس محاصرہ کی جگہوں پر چلے گئے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت

ادھر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان افواج کے مقابلے میں نکل کر ان سے لڑتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی وہ دوڑیں لگا دیتے اور دائیں بائیں بکھر جاتے۔ ان میں سے کوئی بھی آپؓ کے مقابلے کی تاب نہ لاتا اور پھر حجاج بن یوسف کے پانچ ماہ اور سترہ راتوں تک محاصرہ کے بعد جمادی الأولیٰ ۷۳ھ کی سترہ تاریخ کو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنی جماعت مجاہدین کے ہمراہ لڑائی کے لیے نکلے اور یکبارگی حجاج کے لشکر پر حملہ کر دیا حتیٰ کہ انہیں مقام حجون تک ادھیڑتے ہوئے لے گئے۔ اسی دوران چنگاری نما ایک چیز آ کر آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک چہرے پر لگی جس سے آپ مضطرب ہو کر زمین پر گر پڑے۔ حجاج کے فوجی بھاگ کر آئے اور جلدی سے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حجاج کو انہوں نے اس کی خبر دی اور وہ سجدے میں گر گیا۔ پھر جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا مبارک سر کاٹ کر ظالم نے عبدالملک بن مروان کی طرف روانہ کر دیا اور باقی جسم مبارک کو سولی پر لٹکانے کا اس نے حکم دیا۔ اس کے بعد کہ حجاج ظالم نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کر کے انہیں مکہ میں سولی پر لٹکا دیا وہ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور آپ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگا: میں نے (تمہارے بیٹے) اللہ کے دشمن کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (ارے ظالم! اللہ کا دشمن وہ نہیں' تو ہے) میں تیرے بارے میں یہ رائے رکھتی ہوں کہ تو نے صرف اس کی دنیا خراب کی ہے۔ مگر اس اللہ کے شیر نے تیری آخرت خراب کر دی۔ مجھے تیری طرف سے یہ خبر ملی ہے کہ تو عشرہ مبشرہ میں سے زبیر بن عوام کے لخت جگر، صحابی رسول رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے کہتا تھا: اے دو پٹکوں والی کے بیٹے! ہاں! اللہ کی قسم میں (ذات النطاقین) دو پٹکوں والی ہوں (اور اس لقب پر مجھے فخر ہے) ہجرت کے وقت غار ثور کے قریب جب رسول اللہ ﷺ اور میرے باوا جان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دارضاہ کی روانگی کا وقت آیا تھا اور ان کی سواریوں کے ساتھ کھانا باندھنے کے لیے ہمارے پاس رسی نہیں تھی تو میں نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر اس کے ایک حصے سے یہ کھانا باندھ دیا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے اپنے گھر سے میں لائی تھی اور دوسرے کو نسوانی ضرورت کے لیے اپنی کمر سے باندھ لیا تھا۔ ❶ ظالم! اس بات کو خوب جان لو کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک حدیث مبارک سے یوں مستفید فرمایا تھا:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فِي ثَقِيفٍ: كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ)) ❷

اور اس حدیث کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''بنو ثقیف میں ایک کذاب (جھوٹا مدعی نبوت) ہوگا اور ایک ظالم قاتل جو بہت زیادہ (مسلمانوں کا) قتل عام کرنے والا ہوگا''

جہاں تک کذاب کا تعلق ہے تو وہ ہم نے (بصورت مختار ثقفی) دیکھ لیا ہے اور تیرے سوا کسی اور کو ہلاکو میں نہیں سمجھتی۔ یہ سن کر حجاج بن یوسف کھڑا ہو گیا اور اس نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو کچھ جواب نہ دیا۔'' ❸

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے واسطے سے نبی مکرم ﷺ کی درج ذیل حدیث جو سن رکھی تھی اس کی بنا پر کعبۃ اللہ شریف کو منہدم کر کے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والی بنیادوں پر اسے تعمیر کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوْا مِنْ بُنْيَانِ الْبَيْتِ ، وَلَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِهِمْ بِالشِّرْكِ أَعَدْتُ مَا تَرَكُوْا مِنْهُ ، فَإِنْ بَدَا لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِي أَنْ يَبْنُوْهُ فَهَلُمِّي لِأُرِيَكِ مَا تَرَكُوا مِنْهُ)) ، فَأَرَاهَا قَرِيبًا مِنْ سَبْعَةِ أَذْرُعٍ. وَقَالَ ﷺ: ((وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ فِي الْأَرْضِ شَرْقِيًّا وَ غَرْبِيًّا)) ❹

''عائشہ! تمہاری قوم نے کعبہ کی بناء کو چھوٹا کر دیا اور اگر تمہاری قوم (قریش) نے شرک و کفر کو نیا نیا ترک نہ کیا ہوتا تو جتنا انہوں نے بیت اللہ کا حصہ (حطیم والا) چھوڑ دیا تھا، میں اسے بھی تعمیر کر دیتا۔ سو اگر تمہاری قوم کا ارادہ ہو کہ میرے بعد اسے ویسا تعمیر کر دیں جیسا میں چاہتا ہوں تو آؤ میں تمہیں دکھا دوں جو انہوں نے چھوڑ رکھا ہے۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دکھلا دیا اور وہ حصہ تقریباً سات ہاتھ تھا (یعنی حطیم والی جانب) اور نبی معظم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اور میں کعبۃ اللہ میں زمین سے ملے ہوئے دو دروازے رکھتا، ایک مشرقی جانب

---

❶ (واقعہ صحیح البخاری اور سیرۃ ابن ہشام کے حوالے سے الرحیق المختوم اردو طبع مکتبہ سلفیہ ص ۲۳۲ پر دیکھ لیں)

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٨٠٨ (كتاب الفتن / ح : ٢٢٢٠)

❸ (مذکورہ بالا تفصیل صحیح مسلم / کتاب فضائل صحابہ / باب ذكر كذاب ثقيف ومبيرها حدیث ٦٤٩٦ میں دیکھ لیجئے)

❹ أخرجه مسلم في كتاب الحج ، باب نقض الكعبة وبنائها ح : ٣٢٤٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا مغرب کی طرف...... الخ'' ❶

اور سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو جب شہید کر دیا گیا تو عبد الملک بن مروان کے حکم پر حجاج بن یوسف (ہلاکو، ظالم) نے کعبۃ اللہ کو دوبارہ پھر پہلی (قریش کی چھوڑی ہوئی) حالت پر لوٹا دیا۔ چنانچہ اس نے بیت اللہ کی شمالی دیوار کو گرایا اور حجر اسود کو نکال کر دوبارہ پھر اسی کونے پر لگا دیا جس زاویہ پر وہ پہلے سے لگایا تھا۔ بیت اللہ کی دیواروں کے ان پتھروں کو جنہیں اس ظالم نے منجنیقوں کی سنگباری سے تباہ کر دیا تھا کعبۃ اللہ کے اندر جمع کروا کر ان سے بیت اللہ کی سیسہ پلائی دیواریں چنوا دیں۔ مشرقی دروازے کو بلند کر کے لگا دیا اور غربی دروازہ بند کر دیا۔ چنانچہ کعبۃ اللہ شریف اسی شکل میں دوبارہ تعمیر ہو گیا جس شکل میں وہ (دور جاہلیت میں مشرکین قریش کے ہاتھوں تعمیر ہوا تھا اور جس شکل میں) اب موجود ہے۔ حجاج بن یوسف اور عبد الملک بن مروان کو کعبۃ اللہ کی تعمیر کے حوالے سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی نبی مکرم ﷺ کی مذکورہ بالا وہ حدیث نہیں پہنچی تھی جس کا علم سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ہوا تھا۔

اموی حکومت میں حجاج کی دیگر ذمہ داریاں

۷۵ ہجری میں عبد الملک بن مروان بن الحکم نے عراق، بصرہ، کوفہ اور ان کے تابع بڑی بڑی ریاستوں کے لیے حجاج بن یوسف ثقفی کو اپنا نائب امیر مقرر کر دیا۔ حجاج کی یہ تقرری اس کے بھائی بشر کی وفات کے بعد عمل میں آئی (جو عبد الملک کی طرف سے ان علاقوں کا گورنر تھا) عبد الملک نے دیکھا کہ اہل عراق کی اس کے خلاف بغاوت کو حجاج کے بغیر کوئی نہیں روک سکتا۔ اس لیے کہ اس ظالم کا اثر ورسوخ، اس کا غلبہ، اس کی سخت گیری اور اس کی دلیری و جفاکشی چہار جانب مشہور ہو چکی تھیں۔ حجاج بن یوسف (اپنے پہلے گورنری کے علاقہ) مدینہ منورہ سے رات کے وقت روانہ ہوا اور بغیر اطلاع دیے اہل کوفہ کو علم ہوئے بغیر اچانک کوفہ پہنچا اور سیدھا ''دار الامارہ'' (گورنر ہاؤس) جا فروکش ہوا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ مؤذن نے جمعہ کے لیے پہلی اذان دے لی تو حجاج جامع مسجد پہنچا۔ لوگوں کو اس کے آنے کی خبر ہی نہ تھی۔ وہ سیدھا منبر پر جا چڑھا اور بیٹھ کر ایک لمبی تقریر شروع کر لی۔ لوگ (اکتا کر) اس کی طرف دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ پھر گھٹنوں کے بل آدھے کھڑے ہو کر کنکریاں پکڑنے لگے تاکہ یہ کنکریاں حجاج کو ماریں۔ اہل کوفہ حجاج سے پہلے والے گورنر کے ساتھ ایسا سلوک کر چکے تھے۔

چنانچہ جب وہ خاموش ہوا تو اس نے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اب لوگ چاہتے تھے کہ اس کی بات کو سنیں۔ مگر وہ کچھ دیر مزید خاموش رہا (تاکہ کوفیوں کی حرکتوں کا معائنہ کر سکے) اور پھر اس خاموشی کے بعد کڑک

❶ صحیح مسلم/ کتاب الحج/ باب نقض الکعبۃ وبناء ھا / حدیث ٣٢٤٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار آواز میں پہلی گفتگو اس نے جو کی وہ یہ تھی:

((یَا اَهْلَ الْعِرَاقِ! یَا اَهْلَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَمَساوِئِ الْاِخْلَاقِ! وَاللّٰهِ اِنْ كَانَ اَمْرُكُمْ......الخ))

''اے عراقیو! ارے فرقہ بندی، نفاق اور گندے اخلاق والو! اللہ کی قسم! تمہارے پاس یہاں پہنچنے سے پہلے تمہارا معاملہ میرے نزدیک بہت اہمیت اختیار کر چکا تھا اور میں تو اللہ سے دعا کیا کرتا تھا کہ رب کائنات تمہیں میرے ذریعے مصیبت اور آزمائش میں ڈال دے۔ گزشتہ رات میرا وہ کوڑا مجھ سے گر گیا، کہیں گم ہو گیا کہ جس کے ذریعے میں تمہیں ادب سکھاتا (اور پھر اپنی تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا) چنانچہ میں نے اس کوڑے کی جگہ اس کو پکڑ لیا ہے۔''

پھر گرجدار آواز میں کہنے لگا: اللہ کی قسم! تمہارے بڑوں کے بدلے (کہ اگر وہ ہاتھ نہ آئے) تمہارے چھوٹوں کو پکڑوں گا اور تمہارے غلاموں کے بدلے (کہ اگر وہ جرم دار ہوئے) تمہارے آزاد لوگوں کو پکڑوں گا۔ پھر تمہاری ایسی ٹھکائی کروں گا جیسے لوہار لوہے کو کوٹتا ہے اور جیسے نانبائی روٹی بنانے کے لیے آٹے کو تھپڑ لگاتا ہے۔ (اور جیسے دھوبی کپڑے کی دھلائی کرتا ہے) اس نے یہ بھی کہا: اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سروں کی فصل پک کر تیار ہو چکی ہے اور اب اس کی کٹائی کا وقت آن پہنچا ہے۔ اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خون تمہاری پگڑیوں اور تمہاری ڈاڑھیوں کے درمیان سے ٹپک رہے ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر یہ حکم دے رہا ہوں کہ عدل و انصاف کو قبول کر لو اور سنسنی خیز خبریں پھیلانے سے باز آ جاؤ۔ ایسی جھوٹی اور بغیر تحقیق والی باتیں کرنے سے رک جاؤ، یوں ہوا ہوگا اور یوں ہوا تھا۔ مجھے فلاں نے بتلایا ہے اور اسے فلاں نے خبر دی ہے۔ خبر کیا تھی اور کیسی تھی؟ (جھوٹی یا سچی؟ کسی کو معلوم نہیں۔ بس یونہی بے پر کی اڑاتے رہتے ہو اور حکومت کے خلاف خوف و ہراس پھیلاتے رہتے ہو) یا تو ان باتوں سے باز آ جاؤ اور یا پھر اس کے لیے تیار ہو جاؤ کہ میں تلوار سے تمہارے ٹکڑے اڑا کر رکھ دوں۔ میری تلوار تمہاری عورتوں کو بیوہ اور تمہاری اولادوں کو یتیم کر کے رکھ دے۔''

حجاج نے بہت لمبی گفتگو کی جو سخت قسم کی وعید پر مشتمل تھی۔ پوری گفتگو میں بھلائی اور خیر کا ایک بھی وعدہ نہیں تھا اور پھر تیسرے دن اس نے عمیر بن ضابی تمیمی کے قتل کا حکم صادر کیا۔ (جس سے اہل کوفہ پر اس کی دھاک بیٹھ گئی) اس کے بعد وہ بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا اور ان سے بھی ڈرانے، دھمکانے اور سخت وعید و تہدید والا اسی طرح کا خطاب کیا جس طرح کا کوفیوں سے خطاب کیا تھا۔ پھر ان میں سے ایک آدمی کے قتل کا حکم دیا جس سے اہل بصرہ گھبرا کر وہاں سے نکلنا شروع ہو گئے۔ حجاج اپنے لشکر کے آفیسران کے ہمراہ ان کے پیچھے نکلا اور پھر ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مابین شدید قسم کی جنگ ہوئی۔ بصری قبائل کے سرداروں کے ہمراہ ان کا امیر بھی مقتول ہوا۔ حجاج نے ان سب کے سروں کو کاٹ کر پل کے قریب لکڑیوں پر باندھ دینے کا حکم دیا۔

اس کے بعد خارجیوں کی بہت ساری جماعتیں حجاج کے خلاف برسرِ پیکار ہوئیں اور اس نے ان سے خوب جنگ کی۔ اس نے خارجیوں کے بے شمار آدمیوں کو تہہ تیغ کیا۔ (جس سے ان پر قابو پانے میں کسی حد تک وہ کامیاب رہا) اسی طرح حجاج پر بن الاشعث نے خروج کیا۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جناب سعید بن جبیر اور امام شعبی رحمہم اللہ جیسے کبار علماء بھی اس سے مل گئے۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کے ظلم و استبداد اور کمزوروں سے غلطیاں کروانے کے جرم میں اس کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ جس کی بنا پر ابن الاشعث اور حجاج کے درمیان جنگوں اور باہمی جھڑپوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوگیا۔ نتیجتاً ابن الاشعث کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ترکوں کے ملک کی طرف بھاگ نکلا۔ اس کے بعد حجاج نے ابن اشعث کے ساتھیوں کا پیچھا کرنا شروع کردیا اور ان کو ایک ایک، دو دو کر کے قتل کرنے لگا۔ حتیٰ کہ بیان کیا جاتا ہے: حجاج نے اپنے سامنے ان لوگوں میں سے ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ افراد کو قتل کروایا۔ ان میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد رحمہ اللہ اور سادات اخیار و علماء ابرار رحمہم اللہ کی بڑی بڑی جماعتیں بھی شامل تھیں۔ حتیٰ کہ ان سب کے آخر میں اس ظالم نے جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو بھی قتل کروادیا۔ (فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

امام اہل السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو شہید کیا گیا تو دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا کہ جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو'' (اپنے دور کے اس قدر وہ سب سے بڑے عالم تھے۔ رحمہ اللہ عزوجل) پھر حجاج ظالم نے اسی فتنہ اشعث کے دوران رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی سخت تکلیف پہنچائی۔ حجاج کا گمان تھا کہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ابن اشعث والے معاملہ میں پورا دخل تھا۔ چنانچہ انس رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں عبدالملک بن مروان کو لکھا اور پھر عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لکھا۔ اپنے خطاب میں اسے جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعرض پر خوب لعن طعن کیا۔ عبدالملک نے اپنے اس خطاب میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا: ''اللہ کی قسم! اگر یہود و نصاریٰ کو ایسے کسی شخص کے بارے میں اطلاع مل جائے کہ جس نے ان کے پیغمبروں حضرت عزیر بن عذاری اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کی خدمت کی ہو تو وہ اس شخص کی بہت زیادہ تعظیم کریں، اسے شرف و منزلت عطا کریں، اس کا پورا پورا اکرام کریں اور اس سے بے پناہ محبت کریں۔ بلکہ اگر انہیں صرف اس بات کی خبر مل جائے کہ فلاں شخص نے عزیر علیہ السلام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گدھے یا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے کسی حواری کی خدمت و خاطر داری کی تھی تو وہ اس کی بھی تعظیم کریں اور اس کو معزز جانیں۔ ادھر یہ انس بن مالک ہیں کہ جنہوں نے سید الانبیاء والبشر محمد رسول اللہ ﷺ کی آٹھ سال تک خدمت کی (رضی اللہ عنہ) جو نبی معظم ﷺ کے بعض اسرار سے واقف تھے اور اللہ کے حبیب ﷺ ان سے بعض معاملات میں مشاورت فرمایا کرتے تھے۔ پھر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے باقی رہ جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے بھی ہیں۔ اس لیے جب تم میرا یہ خط پڑھو تو تم جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی جوتی اور آپ کے موزوں سے بھی زیادہ آپ رضی اللہ عنہ کے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ۔ بصورت دیگر: تمہارے پاس میری طرف سے مکمل فیصلہ کن ہلاکت کا تیر آن پہنچے گا۔ اور پھر آخر میں قرآن کی یہ آیت لکھ کر اسے اس ضمن میں آخری وارننگ دے دی:

﴿ لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الانعام:٦٧)

''ہر خبر (اطلاع) کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا'' (کہ خلاف ورزی کی ہم کیسی سخت سزا دیا کرتے ہیں)

حجاج بن یوسف بیس سال تک عراق کا گورنر رہا۔ اس دوران اس نے چہار جانب نہایت زبردست قسم کی بہت زیادہ فتوحات حاصل کیں حتیٰ کہ اس کے گھڑ سوار دستے ملک ہندوسندھ تک جا پہنچے اور اس نے (اپنے بھتیجے محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے ذریعے) ہندوستان کے بہت سارے شہر اور کتنی ہی اس کی ریاستیں فتح کر لیں۔ اسی طرح اس کی فوجیں اور اس کے گھڑ سوار دستے دیگر علاقوں کو فتح کرتے ہوئے ملک چین کی سرحدوں پر جا پہنچے تھے۔ بالآخر حجاج بن یوسف ملک عراق کے شہر وسط میں ماہ شوال (یا ماہ رمضان) ۹۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر پچپن سال تھی، یا اس سے کچھ زیادہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ (جہاں اللہ کے صالح بندوں، صحابہ کرام و تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعا پر ظلم کرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا اور اس کی تلافی اس کے ہزار ہا کارناموں سے بھی نہیں ہو سکتی وہاں) حجاج بن یوسف عراق والوں پر ایک سزا بن کر نازل ہوا تھا اور یہ اہل عراق کی سابقہ غلطیوں، بڑے بڑے جرائم اور آئمۃ الامور کے خلاف خروج کی بنا پر تھا جو اس سے پہلے وہ کر چکے تھے۔ عراقیوں (کوفیوں اور بصریوں) کے جرائم میں سے انکا مسلم حکام کی اطاعت و فرمانبرداری اور امارت و خلافت سے الگ ہونا، ان کی نافرمانیاں کرنا، ان کی بھرپور مخالفت کرنا اور ان پر بہتان بازیاں کرنا تھا۔ حجاج بن یوسف کٹر ناصبی تھا۔ وہ بنی امیہ اور آل مروان کی محبت میں امیر المومنین سیدنا علی بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوطالب رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت سے سخت قسم کا بغض وعناد رکھتا تھا۔ وہ بہت زیادہ ظلم وجبر کرنے والا اور سخت دشمنی والا تھا۔ معمولی سے شک وشبہ کی بنا پر بھی وہ فوراً خون بہانے پر تیار ہو جاتا تھا۔ امیر المومنین جناب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

((لَوْ تَخَابَثَتِ الْأُمَمُ فَجَاءَتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِخَبِيْثِهَا وَجِئْنَا بِالْحَجَّاجِ لَغَلَبْنَاهُمْ))

''اگر دنیا کی ساری ملتیں خباثت کا مظاہرہ کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کو نکلیں پھر ہر امت اپنا کوئی خبیث ترین شخص لے کر آئے اور ہم صرف حجاج بن یوسف کو میدان میں لے آئیں تو ہم ان سب (ہزارہا اقوام کے تمام) خبیث ترین لوگوں پر غالب آ جائیں۔''

(وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

معاملات میں نبی اکرم ﷺ کی پسند اور ناپسند

فصل اوّل:......رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ امور

تمہید:

رسول اللہ ﷺ کی مثال بھی دوسرے کسی بشر کی طرح ہی تھی۔ آپ بھی خاص معاملات کو پسند فرماتے تھے۔ مگر آپ ﷺ کی محبت تمام امور میں اللہ کے لیے ہوتی تھی اور اس محبت کے تحت لازم تھا کہ آپ انہی معاملات کو پسند فرمائیں جن کو اللہ عزوجل پسند کرتا ہو۔ اللہ کے پسندیدہ امور تو بہت ہی معزز اور عالی مقام ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ مَعَالِیَ الْاُمُوْرِ وَاَشْرَافِھَا))

''بلاشبہ اللہ عزوجل تمام معاملات میں سے نہایت بلند مرتبہ اور عزت و شرف والے امور کو پسند فرماتے ہیں'' ❶

اسی طرح نبی مکرم ﷺ معالی الاخلاق کو پسند فرماتے تھے کہ جنہیں اللہ رب العزت بھی پسند فرماتے ہیں۔ اللہ رب العالمین نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ ﴾ (القلم:٤)

''اور بلاشبہ آپ (اے ہمارے حبیب و خلیل نبی!) عظیم اخلاق کے مالک ہیں''

اور سیّد الجنۃ والبشر محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ)) ❷

''مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ میں اخلاقی قدروں اور بلندیوں کو مکمل کرسکوں''

وہ امور کہ جنہیں نبی اکرم ﷺ پسند فرماتے اور ان سے محبت کرتے تھے۔ وہ شرعی اخلاق، دینی خصائل و

❶ الجامع الصغیر الصحیح حدیث : ۱۸۹۰

❷ دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للألبانی رحمہ اللہ : ٤٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادات، صفات حسنہ، لوگوں کے ساتھ معاملگی کے آداب اور زبان کے متعلق آداب وغیرھا تھے۔ نبی مکرم ﷺ کی سنت (طریقہ وعمل) میں سے یہ بھی تھا کہ جب آپ ایسی کسی چیز (عمل، شخصیت یا عادت وغیرہ) کو دیکھتے کہ جس سے آپ محبت رکھتے ہوتے تو آپ ﷺ اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی ایسی چیز کو دیکھتے کہ جسے آپ ﷺ پسند فرماتے تو کہتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ...... ''ہر طرح کی حمد و ثنائے جمیل اس اللہ کے لیے کہ جس کے انعام واکرام سے اچھی چیزیں تکمیل کو پہنچتی ہیں'' [1]

تو ایسے امور کہ جن کو نبی معظم ﷺ پسند فرمایا کرتے تھے وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ ہم صرف ان معاملات کا احاطہ کریں گے جن کے متعلق احادیث صحیحہ میں نصوص موجود ہیں کہ آپ ﷺ ان کو پسند فرماتے تھے اور ان احادیث میں آپ ﷺ کی پسندیدگی کے لیے ''الحُب یا اِلاعجاب'' کے الفاظ آئے ہیں۔

نبی رحمت ﷺ کو اپنی امت کا کثیر تعداد میں ہونا پسند تھا

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُرِيَ الْأُمَمَ بِالْمَوْسِمِ ، فَرَاثَتْ عَلَيْهِ أُمَّتُهُ ، قَالَ : ((فَأُرِيتُ أُمَّتِي ، فَأَعْجَبَنِي كَثْرَتُهُمْ ، قَدْ مَلَئُوا السَّهْلَ وَالْجَبَلَ)) [2]

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں لوگوں کے ٹھاٹھیں مارتے ایک بہت بڑے مجمع کی صورت میں تمام امتیں دکھائی گئیں۔ مگر آپ کی امت آپ کو دکھلانے کے لیے انتظار کروایا گیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''چنانچہ پھر مجھے میری امت بھی دکھلائی گئی اور ان کی کثرت تعداد نے مجھے خوش کر دیا۔ ان کی تعداد نے زمین کے تمام میدانوں اور پہاڑوں کو بھر دیا تھا''

قیامت والے دن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی کثرت

حبیبِ رب کبریاء محمد مصطفیٰ ﷺ تسلیماً کثیراً اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ کی امت باقی تمام امتوں سے تعداد میں سب سے زیادہ ہو۔ حتیٰ کہ آپ قیامت والے دن دوسری ملتوں پر اپنی امت کی کثرت اور زیادتی تعداد کی وجہ سے مقابلہ کر سکیں۔ بلکہ آپ ﷺ اس بات کی خواہش وطمع رکھتے تھے کہ آپ کی امت اگر زیادہ نہ ہو سکے تو تمام اہل جنت سے تعداد میں آدھی ضرور ہو۔ آپ ﷺ ہر اس ممکن سبب کا حکم فرماتے کہ جو

---

[1] (دیکھئے: سنن ابن ماجہ/ حدیث : ٣٠٦٦)

[2] مسند أحمد ، رقم : ٣٨١٩ ، وقال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی اُمّت کو زیادہ کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ (جیسے غیر مسلموں کو دعوت دینا‘ چار چار شادیاں کر کے اولاد زیادہ پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ) اسی طرح آپ ہر اس ممکن سبب سے منع فرماتے کہ جو آپ کی اُمّت کو کم کرنے کا ذریعہ بنے۔ چنانچہ وہ اسباب جو آپ کی امت کو بڑھانے کے ذرائع ثابت ہوں اور ان کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا‘ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ فرمایا:

((اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَتَزَوَّجُوْا فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ)) ❶

’’عورتوں سے نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس آدمی نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ نکاح، شادیاں خوب کرو۔ اس لیے کہ میں دنیا کی تمام ملتوں سے تمہارے ذریعے (قیامت والے دن) مقابلہ کروں گا‘‘

کسی بھی صرف ایک عورت سے شادی کفایت نہیں کرتی بلکہ بہت زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرنا ہی نبی مکرم ﷺ کی اُمّت میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ)) ❷

’’محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی سے شادی کرو۔ اس لیے کہ میں تمہارے ذریعے دیگر امتوں سے تعداد میں قیامت والے دن مقابلہ کروں گا‘‘

یعنی ایسی عورت سے شادی کرو جو بچے زیادہ پیدا کرنے والی ہو۔ کنواری عورت کے بارے میں ایسی بات کا علم اس کی قریبی بڑے عورتوں سے حاصل کیا جائے گا کہ ان کے ہاں اولاد کتنی تعداد میں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ بعض فضائل و اوصاف نسل در نسل بھی منتقل ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں بالخصوص عورت کی ماں کا حال معلوم کر لیا جائے تو یہاں زیادہ بچے پیدا کرنے والی سے مراد یہ ہے کہ اگر ایسی معلومات حاصل کر کے کسی عورت سے شادی کی جائے گی تو اس سے نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمّت میں اضافہ والا مقصود و مطلوب حاصل ہوگا تاکہ سیّد الانبیاء والبشر ﷺ اپنی امت کی کثرتِ تعداد میں سے بہت زیادہ آپ کی اطاعت کرنے والوں کی بنا پر دیگر ساری اُمّتوں سے آپ مقابلہ اور فخر کر سکیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ان ذرائع سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کہ جو آپ کی اُمّت اجابت کی

---

❶ دیکھئے: صحیح سنن ابن ماجه حدیث: ١٤٩٦

❷ دیکھئے: صحیح سنن ابی داؤد حدیث: ١٨٠٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعداد کم کرنے کا سبب بنتے ہوں۔ جیسے کہ مسلمانوں کا باہم ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے۔ فرمایا:

((اَلَا اِنِّی فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ فَلَا تُقَتِّلُنَّ بَعْدُ)) ❶

''آ گاہ رہو کہ میں قیامت والے دن تم تمام اہل ایمان واسلام سے پہلے حوض کوثر پر پہنچنے والا ہوں گا (تاکہ تمہارا وہاں استقبال کر کے تمہیں اس حوض سے پانی پلاؤں) اور بلاشبہ میں تمہاری کثرت تعداد کی بناء پر (جو گنتی اور اتباع واطاعت دونوں کے ذریعے زیادہ ہو) دوسری تمام ملتوں پر فخر اور ان سے مقابلہ کرنے والا ہوں گا۔ اس لیے باہم مسلمانوں میں قتل عام کے ذریعے کبھی بھی مار دھاڑ نہ کرنا''

یہاں حدیث مذکورہ بالا میں ''فَرَطُکُمْ'' کا معنی ہے۔ ''مُتَقَدِّمُکُمْ'' ......تم سب سے پہلے وہاں پہنچنے والا کہ جو تمہارا خیر مقدم کرے گا ہر اس خدمت کے ساتھ کہ جس کے تم ضرورت مند ہو گے۔ اس لیے میرے بعد ایک دوسرے کو ہرگز قتل نہ کرنا اور نہ ہی مجھے اس ضمن میں دوسروں کے سامنے شرمندہ کروانا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((أَلَا وَإِنَّ أَمْوَالَكُمْ وَدِمَاءَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ أَلَا وَإِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔ وَأُكَاثِرُ بِكُمُ الْأُمَمَ۔ فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْهِي۔ أَلَا وَإِنِّي مُسْتَنْقِذٌ أُنَاسًا ، وَمُسْتَنْقَذٌ مِنِّي أُنَاسٌ۔ فَأَقُوْلُ : يَا رَبِّ! أُصَيْحَابِي؟ فَيَقُوْلُ : إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) ❷

''خبردار! بلاشبہ تمہارے اموال اور تمہارے خون تمہارے مابین تم پر ایک دوسرے سے چھیننے اور بہانے تمہارے اس بلد حرام (مکہ مکرمہ)، تمہارے اس حرمت والے مہینے (ذوالحجہ) کی طرح حرام ہیں۔ اور آ گاہ رہو کہ بلاشبہ قیامت والے دن میں حوض کوثر پر تم سب سے پہلے وہاں پہنچا ہوا ہوں گا اور میں تمہاری کثرت تعداد کی بنا پر دوسری امتوں سے مقابلہ کروں گا۔ اس لیے (میری نافرمانی اور باہم ایک دوسرے کو قتل کر کے) مجھے شرمندہ نہ کروا دینا اور اس بات سے بھی آ گاہ رہو کہ میں اللہ عزوجل سے شفاعت کر کے بعض گنہگار موحد اہل ایمان لوگوں کو (جہنم والی سزا سے) چھڑوالوں گا اور بہت سارے بدعات وخرافات کے رسیا مشرکانہ ذہنوں کے مالک لوگوں کو مجھ سے پرے (جہنم کی طرف) دھکیل دیا جائے گا۔ چنانچہ میں اللہ سے عرض کروں گا: یَا رَبِّ أُصَیْحَابِی؟ اے رب کریم! یہ تو

❶ دیکھئے: صحیح سنن ابن ماجہ للألبانی رحمہ اللہ حدیث: ۳۱۸۷

❷ صحیح سنن ابن ماجہ، رقم: ۲۴۸۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے چھوٹے دوستوں میں سے لگتے ہیں (ان کے ماتھوں پر محراب بتلاتے ہیں کہ شاید یہ پکے ایمان والے مسلمان تھے؟) تو اللہ عزوجل فرمائیں گے: إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ...... اے میرے حبیب و خلیل نبی! تم نہیں جانتے کہ ان ظالموں نے تمہارے دین میں کیا کیا (بدعات و خرافات کو رواج دے کر) گل کھلائے تھے" (اس لیے ان بدعتیوں کا ٹھکانا جہنم ہے)

اسی طرح نبی مکرم ﷺ نے اپنی اُمّت اجابت (مسلمانوں) کو دوبارہ کفر کی طرف واپس پلٹ جانے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے سے بھی سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ جناب ابوعبد اللہ الصنا بحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ ، فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) ❶

"بلاشبہ میں تمہاری کثرت تعداد کی بنا پر اے اہل ایمان و اسلام! دوسری ملتوں پر قیامت والے دن فخر و مقابلہ کروں گا۔ اس لیے میرے بعد کہیں پھر سے کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو دین حنیف سے دور ہوتے ہوئے پیچھے زمانہ جاہلیت کی طرف واپس پلٹنے سے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكُمُ الْيَوْمَ عَلٰى دِيْنٍ ، وَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ ، فَلَا تَمْشُوا بَعْدِيَ الْقَهْقَرَي)) ❷

"اے ملّتِ اسلامیہ کے لوگو! آج تم لوگ ایک (مکمل اور غیر ناقص) دینِ حنیف پر قائم ہو۔ اور بلاشبہ میں تمہاری کثرت تعداد کی بنا پر دیگر تمام امتوں پر قیامت کے دن فخر و مقابلہ کروں گا۔ اس لیے میرے بعد کہیں (کفر و ضلالت اور جہالت و جاہلیت کی طرف) الٹے پاؤں نہ پھر جانا"

تو اس طرح نبی معظم ﷺ پسند فرماتے تھے کہ آپ دنیا کی تمام ملتوں پر اپنی امت کی کثرت تعداد کی وجہ سے مقابلہ کریں اور اس پر فخر بھی حاصل ہو۔ اسی طرح اپ ﷺ اس بات کو بھی پسند فرماتے تھے کہ آپ کی امت تمام اہل جنت سے تعداد میں آدھی ہو۔ چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ، إِنِّيْ لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) قَالَ : فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا۔ ثُمَّ قَالَ : ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ، إِنِّيْ لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ

---

❶ مسند أحمد ، رقم : ١٨٩٨٧ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن : ٣٥١/٣

❷ مسند أحمد ، رقم : ١٤٧٤٧ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن : ٣٥٣/٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْجَنَّةِ۔ إِنَّ مَثَلَكُم فِي الْأُمَمِ كَمَثَلِ الشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ ، أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحِمَارِ)) ❶

''اس ذات اقدس (اللہ رب العزت) کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مجھے تو یہ امید ہے کہ تم لوگ جنت کے تمام باسیوں کی ایک تہائی تعداد میں ہوگے۔ جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور ''اللہ اکبر'' کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قسم اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے تو یہ امید ہے کہ تم لوگ (اے امت محمد ﷺ والو!) تمام اہل جنت میں سے تعداد میں آدھے ہوگے۔ اس لیے کہ تمہاری نسبت دوسری ملتوں کے ساتھ ایسی ہے جیسے کالے بیل کی کھال میں ایک سفید یا جیسے گدھے کی ٹانگ کے نچلے حصے میں ایک چتی (داغ، دھبہ)''

بلکہ نبی مکرم ﷺ کی اپنی امت سے محبت کی یہ بہت بڑی علامت تھی کہ آپ ﷺ چاہتے تھے: امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) تمام اہل جنّت کی مکمل تعداد کا دو تہائی (۲/۳) حصہ ہو۔ چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ)) ❷

''جنت والوں کی کل ایک سو بیس (۱۲۰) جماعتیں ہوں گی۔ جن میں سے اسی (۸۰) صفیں (جماعتیں) اس امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں سے اور باقی چالیس دیگر تمام ملتوں میں سے ہوں گی''

یہ بات بالتحقیق حق اور سچ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محترم ومکرم نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل واعلیٰ مرتبہ ومقام عطا فرمایا ہے اور یہ کہ رب کریم نے اسی طرح آپ ﷺ کی امت کو بھی دیگر تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَنِيْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَوْ قَالَ: أُمَّتِي عَلَى الْأُمَمِ وَاَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ))❸

❶ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب قوله عزّوجلّ : " إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ " ح : ٦٥٣٠

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٠٦٥ (كتاب صفة الجنة / ح : ٢٥٤٦)

❸ دیکھئے: سنن الترمذی حدیث ۱۲۵۶۔ وقال ابو عیسیٰ الترمذی: هذا حديث حسن صحيح وجامع الترمذی حدیث : ۱۵۵۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ اللہ عزوجل نے مجھے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے''

(حضرت سیار مولیٰ بن معاویہ رحمہ اللہ کو شک ہے کہ ان کے استاذ صحابی رسول جناب ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا الفاظ بیان کیے یا یوں کہا کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا:) اللہ عزوجل نے میری اُمّتِ اجابت (اہل ایمان واسلام) کو دیگر تمام ملتوں پر فضیلت دی ہے اور اس رب کریم نے ہمارے لیے غنیمتوں کے اموال حلال کر دیے ہیں۔''

اس لیے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قیامت والے دن تعداد میں دیگر تمام ملتوں سے زیادہ ہوگی اور ان کی تعداد اہل جنت میں بھی دوسری امتوں سے زیادہ ہوگی اور یہی بات نبی مکرم ﷺ کو بہت خوش لگتی تھی۔

نبی معظم ﷺ تیراندازی کو پسند فرماتے تھے

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُدْخِلُ الثَّلَاثَةَ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ الْجَنَّةَ ، صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صُنْعَتِهِ الْخَيْرَ ، وَالْمُمِدُّ بِهِ وَالرَّامِيَ بِهِ۔ وَقَالَ : ((اِرْمُوا وَارْكَبُوْا ، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا)) [1]

''سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل قیامت والے دن ایک تیر (ایک گولی یا ایک راکٹ وغیرہ) کی وجہ سے تین لوگوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اس تیر (اور گولی وغیرہ) کو بنانے والا کہ جو اس کی صناعت سے (دین حق کے غلبہ کے ذریعے) خیر و برکت اور اجر و ثواب کی نیت رکھے۔ دوسرا وہ آدمی جو اس تیر (یا گولی وغیرہ) کے ذریعے مجاہد فی سبیل اللہ، غازی حق کی مدد کرنے والا ہو اور تیسرا وہ غازی جو راہ حق میں (اسلام کے غلبہ کی خاطر، اپنے اللہ کو راضی کرنے کی غرض سے) اس تیر (یا گولی وغیرہ) کو چلانے (فائر کرنے) والا ہو۔'' اور پھر رسول اللہ ﷺ نے یوں بھی فرمایا: تیراندازی کرو (فائرنگ سیکھو) اور گھڑ سواری کرو (اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے گھڑ سواری سیکھو) اور یہ کہ تمہارا تیراندازی (فائرنگ) سیکھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے کہ تم گھڑ سواری سیکھو'' [2] (اس لیے کہ ہر مسلمان، مومن گھڑ سوار نہیں ہوسکتا ہے جبکہ ہر شخص کے لیے تیراندازی اور فائرنگ سیکھنا تو نہایت آسان ہے)

رسول اللہ ﷺ تیراندازی (فائرنگ سیکھنے) کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اس لیے کہ تیراندازی دشمن کے

---

[1] مسند أحمد ، رقم : ١٧٢٣٣ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (١٤٤/١٤ - ١٦٨٤٩)

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح مسلم بر شرح النووی رحمہ اللہ ص ٦٤، ٦٥' جلد نمبر ١٣ فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر٦ ص ٩١ دیکھ لیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف ایک طاقت ہے۔ بلکہ قرآن عزیز میں یہ جو حکم دیا گیا ہے:

﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الانفال:٦٠)

''اور (اے مسلمانو!) تم کافروں کے (مقابلے کے لئے) جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا زور تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔ اس سامان سے اللہ تعالیٰ کے دشمن اور تمھارے دشمن پر دھاک رہے گی اور ان کے سوا دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔ اور تم جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے (تھوڑا ہو یا بہت) تم کو پورا ملے گا اور تمھارا حق مارا نہ جائے گا۔''

تو یہاں قوت اور زور سے مراد تیر اندازی (اور فائرنگ) ہے جیسا کہ نبی جہاد، امام المجاہدین محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر خود یوں بیان فرمائی ہے:

((أَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ)) [1]

''سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور اسے میں نے خود سنا کہ یہ جو قرآن میں وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ..... آیا ہے تو قوت (زور) سے مراد آگاہ رہو تیر اندازی ہے۔ آگاہ رہو قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے''

جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے اسلام نے تیر اندازی سیکھنے، اس کی مشق ہمیشہ جاری رکھنے اور اس کا پوری توجہ سے اہتمام کرتے رہنے کی بھرپور ترغیب دلائی ہے۔ اسی طرح جنگی مشقیں جاری رکھنے، اسلحہ کی تمام (جدید اور قدیم) انواع و اقسام کے استعمال اور گھڑ دوڑ کے مقابلوں کی طرف بھی دین اسلام نے اپنے پیروکاروں کی بھرپور توجہ دلائی ہے اور ان تمام امور سے مقصود جنگ و قتال فی سبیل اللہ، مسلسل ٹریننگ، جنگی تجربوں کا حصول اور ان مشقوں کے ذریعے جسمانی اعضاء کو مضبوط رکھنے والی ورزشیں ہیں تاکہ مسلمان آدمی، اللہ کا مومن بندہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے قدرت، طاقت حاصل کر کے اللہ عزوجل کے کلمہ (دین حنیف) کو (اللہ کی زمین پر) بلند کرنے، دین حق کے دشمنوں سے جنگ کرنے، مسلمانوں کے ملکوں (بلاد اسلامیہ) کے دفاع اور اپنی زمینوں کی آزادی کے لیے مکمل طور پر تیار ہو سکے۔ اور جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے اللہ عزوجل مضبوط اور قوی مومن،

[1] أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب فضل الرمي والحث عليه وذم من علمه ثم نسيه حديث نمبر ٤٩٤٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کو (کمزور مسلمان کی نسبت) زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ ، اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ)) ❶

''مسلمان اللہ عزوجل کے نزدیک ضعیف اور کمزور مسلمان سے زیادہ محبوب اور بہتر ہوتا ہے اور بھلائی، خیر سب اہل ایمان میں ہے (اگر نیت خالص اور جذبہ صادق ہے تو اللہ عزوجل کسی نہ کسی میدان میں اپنے مومن بندے سے کام ضرور لے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مخاطب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا) ہر اس عمل اور چیز کی طمع رکھو جو تمہیں (حلال طریقے سے) نفع پہنچائے اور اللہ سے ہمیشہ مدد طلب کرتے رہو اور یہ کہ اللہ سے مدد طلب کرنے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے کبھی عاجز نہ آ جانا (سستی نہ کر بیٹھنا)''

تیراندازی (فائرنگ) کو سیکھ کر اس کی باقاعدہ مشق سے رک جانا اسلام میں کفایت نہیں کرتا اور جیسا کہ درج ذیل حدیث میں اس بات کا حکم بھی موجود ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ تیراندازی (فائرنگ) کی مشق کو ہمیشہ جاری رکھا جائے حتیٰ کہ کسی وقت بھی ضرورت پیش آئے تو اللہ کا مومن بندہ، مسلمان قتال فی سبیل اللہ کے لیے بالکل تیار ہو۔

سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سماعت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ أَرَضُونَ وَيَكْفِيكُمُ اللّٰهُ ، فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بِأَسْهُمِهِ)) ❷

''اے مجاہدین اسلام! اصحابی الاخیار! عنقریب ملکوں کے ملک تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے اور اللہ عزوجل تمہارے لیے کافی ہے۔ لیکن تم میں سے کوئی بھی مومن، مسلمان آدمی اپنے تیر کا کھیل نہ چھوڑے''

یعنی تیراندازی (اور فائرنگ) کی مشق کو ہمیشہ جاری رکھے۔ مبادا کہیں سیکھنے کے بعد تیراندازی (فائرنگ اور نشانہ بازی) بھول جائے۔ اس لیے کہ تیراندازی اور نشانہ بازی کی مشق سے رک جانا کم از کم اس کے تجربہ کو کمزور کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اگرچہ آدمی بالکل بھول نہ بھی جائے تو سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا ، أَوْ قَدْ عَصَى)) ❸

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب القدر ، باب الإيمان للقدر والإذعان له ح : ٦٧٧٤

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب فضل الرمي والحث عليه وذم من علمه ثم نسيه ح : ٤٩٤٧

❸ صحيح مسلم/ كتاب الاماره باب فضل و الحث عليه......حديث ٤٩٤٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس مسلمان نے تیر اندازی (فائرنگ' نشانہ بازی) سیکھی اور پھر اس نے اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم (مجاہدین اسلام) میں سے نہیں ہے یا فرمایا اس نے بالتحقیق اللہ کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی۔''

تو اس حدیث مبارک میں تیر اندازی، نشانہ بازی (فائرنگ) سیکھ لینے کے بعد اسے بھول جانے کے بارے میں بہت بڑی وعید آئی ہے اور جو آدمی بغیر کسی شرعی عذر کے اسے چھوڑ دے اس کے لیے اس حدیث میں نہایت سخت قسم کی ناپسندیدگی بیان ہوئی ہے۔

نبی معظم ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تیر اندازی (نشانہ بازی) بغیر کسی توقف کے لگاتار، تسلسل سے سیکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن کی بات ہے، (جناب سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی اسلم (مدینہ منورہ میں) کے بہت سارے ایک جگہ پر جمع لوگوں کے پاس سے گزرے جو (دو گروہوں میں تقسیم ہوکر) باہم تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِرْمُوْا بَنِي إِسمَاعِيلَ ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ، اِرْمُوا وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلاَنَ)) قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَالَكُمْ لاَ تَرْمُوْنَ؟)) قَالَ قَالُوْا : كَيْفَ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُم؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((اِرْمُوْا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ)) [1]

''اے اولادِ اسماعیل (بن ابراہیم علیہما السلام) تیر اندازی کرتے رہو، اس لیے کہ بلاشبہ تمہارا باپ اسماعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بڑے نشانہ باز، تیر انداز تھے۔ نشانہ بازی (تیر اندازی) جاری رکھو! میں اس گروہ کے ساتھ ہوں۔ (اور پھر آپ ﷺ دونوں میں سے ایک گروہ کے ساتھ ہوگئے) راوی حدیث کہتے ہیں کہ یہ سن کر دوسرے فریق نے نشانہ بازی سے اپنے ہاتھ روک لیے۔ (اس لیے کہ جس فریق کی طرف آپ ﷺ ہوگئے خیر و برکت تو وہ لے گئے اور عظمت و رتبہ بھی۔ پھر یہ کہ نبی مکرم ﷺ کے ساتھ مقابلہ کون مسلمان کرے؟) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیوں بھئی کیا ہوا تیر کیوں نہیں چلاتے؟ وہ کہنے لگے: اللہ کے حبیب! ہم تیر کیونکر چلائیں آپ تو دوسرے فریق کے ساتھ ہوگئے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا تم لوگ تیر اندازی جاری رکھو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔'' (یعنی میں سب کے لیے برکت کی دعا کروں گا تم لوگ نشانہ بازی سیکھتے ہی رہو)

اگر تیر اندازی، نشانہ بازی اور فائرنگ سیکھنے کے لیے ترغیب وتحریض کی یہ حالت و اہمیت افراد کے ساتھ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب التحريض على الرمي ح : ٢٨٩٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو پھر اسلامی لشکر کے ساتھ بالا و لیٰ اس کی اہمیت ہونی چاہیے۔ اسلامی سپاہ اور مجاہدین اسلام کے واجبات میں سے ہے کہ وہ جنگی مشقوں اور نشانہ بازی، فائرنگ کی مشق و تدریب کو تسلسل سے جاری رکھیں تا کہ دین اسلام اور مسلمان ملکوں کے دفاع کے لیے ضرورت کے وقت اپنے آپ کو ان لوگوں کے خلاف بالکل تیار رکھیں جو اللہ عزوجل، اس کے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ اور دین حنیف کے دشمن مسلمانوں پر دنیا جہان کے بدقماش کفار و مشرکین کو جمع کرنے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو پیش کر رکھا ہے تا کہ وہ سب (طاغوتی قوتیں) مل کر اہل ایمان و اسلام پر یکبارگی حملہ کر دیں جس طرح بھوکے لوگ کھانے کے برتنوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارک میں وضاحت موجود ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی راہ میں تیر پھینکنے (گولیاں، برسٹ اور راکٹ چلانے) کا بہت بڑا اجر و ثواب رکھا ہے حتیٰ کہ اگر یہ نشانہ دشمن کو نہ بھی لگے تو بھی اس کا اجر ملے گا۔ جناب کعب بن مرہ السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَمَى الْعَدُوَّ بِسَهْمٍ ، فَبَلَغَ سَهْمُهُ الْعَدُوَّ ، أَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ ، فَيَعْدِلُ رَقَبَةً)) [1]

''جس مومن، مسلمان آدمی نے دشمن اسلام (کسی کافر، مشرک فوجی) پر اپنے تیر (یا گولی، راکٹ وغیرہ) سے فائر کیا اور یہ تیر (گولی وغیرہ) دشمن تک پہنچ گئی، چاہے اس کو لگے یا خطا ہو جائے اس چلانے والے کو کسی مسلمان ایک غلام کو آزاد کرنے کے برابر اجر و ثواب ملے گا''

اور جب رسول اللہ ﷺ نے ''قوت، زور اور طاقت'' کی تفسیر تیر اندازی، نشانہ بازی اور فائرنگ سیکھنے سے بیان فرمائی ہے تو بلاشبہ قوت...... نشانہ بازی اور فائرنگ کے علاوہ بھی دیگر آلات حرب کے تیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ فائرنگ، نشانہ بازی اور تیر اندازی دشمن کو زیر کرنے میں بہت سخت کردار ادا کرتی ہے اور اس پر غلبہ پانے کے لیے سب سے آسان طریقہ یہی ہوتا ہے۔

اگر چہ زمانہ قدیم / ماضی میں تیر اندازی کمان کے ذریعے تیر پھینکنے کا نام تھا مگر اسلام میں اصطلاحاً مراد صرف یہی طریقہ نہیں ہے بلکہ ہر وہ اسلحہ مراد ہے کہ جو کسی بھی طریقے سے دشمن پر پھینکا جائے وہ اس معنی میں ہی ہوگا۔ جیسا کہ ہمارے دور کا جدید اسلحہ رائفلیں، پستول، کلاشن کوف اور توپیں وغیرہ ہیں کہ جن سے گولیاں، گولے اور راکٹ وغیرہ فائر کیے جاتے ہیں۔ اور پھر جدید قسم کا جنگی اسلحہ اور سامانِ حرب جیسے کہ ایر کرافٹس (جنگی جہاز) ٹینک، راکٹس لانچرز، بحری فوجی بیڑے، مائنیں اور ہینڈ گرنیٹس وغیرہ یہ سب اس معنی و مفہوم میں آتے ہیں۔

[1] صحیح سنن ابن ماجہ حدیث: ۲۲٦۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی معظم ﷺ کے پسندیدہ خصائل ...... حلم ووقار

((عَنْ زَارِعٍ - وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ - قَالَ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ، فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا ، فَنُقَبِّلُ يَدَرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرِجْلَهُ۔ قَالَ: وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الْأَشَجُّ حَتَّى أَتَى عَيْبَتَهُ فَلَبِسَ ثَوْبَيْهِ ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهُ: ((إِنَّ فِيْكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: اَلْحِلْمَ وَالْاَنَاةَ)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمِ اللّٰهُ جَبَلَنِي عَلَيْهِمَا؟ قَالَ: ((بَلِ اللّٰهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا)) قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ)) [1]

''حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ اس وفد عبدالقیس میں شامل تھے جو نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے مدینے آیا تھا۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ ''جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو اپنے اونٹوں سے جلدی جلدی اترنے لگے اور ہم نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لینے لگے۔ زارع کہتے ہیں: اور پھر ہم اپنے سردار منذر الاشج کا انتظار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے کپڑے کے صندوق (جدید بریف کیس) کے پاس آئے اور دو کپڑے نکال کر انہوں نے پہن لیے اور اس کے بعد نبی مکرم ﷺ کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان (منذر الاشج رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: تم میں دو عادات حسنہ ایسی ہیں کہ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ بھی پسند فرماتے ہیں: ''ایک بردباری اور دوسری وقار ومتانت۔ منذر الاشج رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا یہ دونوں خصلتیں جو مجھ میں ہیں کیا میں نے انہیں خود اختیار کیا ہے؟ (یعنی کیا یہ کسبی ہیں؟) یا اللہ عزوجل نے میرے اندر پیدائش سے ہی ودیعت کر رکھی ہیں؟ (یعنی کیا یہ دونوں خصلتیں وھبی ہیں؟) تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ اللہ رب کریم نے یہ دونوں عادات تمہارے اندر پیدائش سے ہی رکھی ہیں'' (اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہیں، کسبی نہیں ہیں) اس پر حضرت منذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اللہ رب العالمین کا بے بہا شکر اور حمد و ثناء ہے کہ جس نے مجھے دو ایسی عادات حسنہ کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ جن دونوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) پسند فرماتے ہیں۔''

حلم و بردباری:

انسان میں حلم و بردباری...... عقل کے غلبہ اور اس کے درست ہونے کی علامت، افعال واقوال کے انجام

[1] صحیح سنن أبي داود ، رقم : ٤٣٥٤ - كتاب الأدب ، باب قبلة الرّجل ، ح : ٥٢٢٥ وحديث سنن ابی داؤد: ٥٢٢٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر گہری نظر، غیض وغضب کی قوت کی توڑنے اور قوت طاقت کو عقل کے تابع کرنے کی علامت ہوتی ہے۔ بہت زیادہ تحمل سے کام لینے والے کو "حلیم و بردبار" کہا جاتا ہے۔ حلیم و بردبار وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنے والا اور تکالیف پر صبر کرنے والا ہو اور کہا جاتا ہے حلیم و بردبار وہ شخص ہوتا ہے جو صرف اللہ عزوجل (اور اس کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء ورسل) کے حقوق کے سوا کسی شخص سے قطعاً کوئی انتقام نہ لے اور نہ ہی ایک اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لیے مدد طلب کرے۔

اور "الحلیم" اللہ کے بہت ہی اچھے ناموں میں سے ایک اس کا پیارا نام بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ کی سیرت مطہرہ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنے اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرنے سے بھری پڑی ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے اس بدو آدمی کو معاف فرما دیا تھا کہ جس نے زیادتی کرتے ہوئے (آپ ﷺ کا گلا بھی دبا دیا تھا اور) آپ ﷺ پر اپنی آواز کو بلند بھی کیا تھا۔ اور پھر دوسرے سے درگزر فرمایا کہ جس نے اپنی چادر نبی مکرم ﷺ کے گلے میں ڈال کر اسے خوب بل دیے تھے حتیٰ کہ اس چادر کے کناروں کے نشانات آپ ﷺ کی گردن پر واضح ہوگئے تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو کر ہنس دیے تھے۔ (حالانکہ آپ انتقام لینا چاہتے تو اپنے صحابہ کے ذریعے اسے خوب سبق سکھا سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا) اور آپ نے اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اس شخص (ذوالخیصرہ) سے بھی درگزر فرمایا تھا کہ جس نے آپ ﷺ کو مال تقسیم کرنے میں عدم عدل وانصاف سے مہتم کیا تھا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ ، وَلَا امْرَأَةً ، وَلَا خَادِمًا ، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ ، إِلَّا أَنْ يَنْتَهِكَ شَيْئًا مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ ہی کسی خادم کو الا یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کسی کو مارا ہو تو (یہ الگ بات ہے کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ نام ہی اس چیز کا ہے کہ اس راہ میں رب کے دشمنوں کو مارا جائے) اور آپ ﷺ کو اگر کسی نے نقصان پہنچایا تو اس کا بدلہ کبھی نہیں لیا۔ البتہ اگر کسی نے اللہ کے حکم میں خلل ڈالا تو صرف اللہ عزوجل کی خاطر انتقام ضرور لیتے تھے۔" (یعنی شرعی حدوں کے نفاذ میں ضرور ایسا کیا) تو اس طرح کے اور بھی بہت سارے آثار اس بات کی بیّن دلیل

[1] أخرجه مسلم في كتاب الفضائل ، باب مباعدته ﷺ للآثام واختياره من المباح أسهله ح : ٦٠٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ نبی مکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور بردبار تھے، اسی لیے آپ حلم و بردباری کو پسند فرماتے تھے۔''

حلم و بردباری تمام اخلاق میں سب سے زیادہ معزز خلق حسن ہے اور یہ عقلمند لوگوں کے لیے اس بنا پر زیادہ ان کا حق ہے کہ اس میں عزت کی سلامتی، جسم کو آرام اور مدح وستائش حاصل ہوتی ہے۔ غیض وغضب اور غصے کے جوش کے وقت نفس پر قابو پا لینے کے وقت حلم و بردباری کی حد شروع ہوتی ہے اور غیض وغضب کسی سبب سے ہی ہوا کرتا ہے۔ (کسی نے زیادتی کر دی، مار دیا، گالی دے دی یا حق مار لیا وغیرہ وغیرہ) حلم و بردباری کے لیے ضبط نفس کے درج ذیل دس اسباب و ذرائع ہیں کہ جن سے حلم حاصل ہوتا ہے۔

(۱)......: جاہل لوگوں کے لیے رحمت وشفقت۔ یہ وہ بھلائی ہے جو نرمی کے ساتھ آتی ہے۔ حکمت و دانائی کی بکھری ہوئی (موتیوں کی طرح) باتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حلم و بردباری کے یقینی اور مستحکم ذرائع میں سے ایک جاہلوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا ہے۔

(۲)......: حلم و بردباری...... کامیابی و فتح پر قدرت کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور یہ دل کی فراخی اور ثقاہت کی خوبی سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳)......: حلم و بردباری کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ گالی گلوچ سے زبان کو روکے رکھنا بھی ہے اور یہ صفت نفس کے معزز ہونے اور ہمت کے بلند ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

(۴)......: چوتھا ذریعہ گستاخ اور غلط کار کو حقیر و بے وقعت جاننا ہے اور یہ فخر و تکبر اور غرور و تکبر پر قابو پانے سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے: ایک آدمی اپنے دور کے بہت بڑے شاعر اور سردار احنف بن قیس کو اکثر گالیاں دیا کرتا تھا اور وہ اس کی کسی بات کا جواب نہ دیتا۔ احنف کا کہنا تھا: اللہ کی قسم! اس کو جواب دینے میں مجھے صرف یہی بات روکتی ہے کہ میں اس کو بے وقعت جانتا ہوں۔ ایسی ہی بات ایک شاعر نے یوں کہی ہے: ؏

إِذَا نَطَقَ السَّفِيْهُ فَلَا تُجِبْهُ ۔۔۔ فَخَيْرٌ مِنْ اِجَابَتِهِ السُّكُوْتُ

سَكَتُّ عَنِ السَّفِيْهِ فَظَنَّ اَنِّي ۔۔۔ عَيِيْتُ عَنِ الْجَوَابِ وَمَا عَيِيْتُ

''جب بے وقوف آدمی بات کرے تو اس کی بات کا جواب نہ دو۔ اس کو جواب دینے سے خاموشی بہتر ہے۔ میں بے وقوف آدمی کو جواب دینے سے خاموش رہا تو اس نے سمجھا کہ میں اس کی بات کا جواب دینے سے عاجز ہوں حالانکہ میں عاجز نہیں تھا''

(۵)......: حلم و بردباری کا پانچواں ذریعہ کہ جس سے یہ صفت حاصل ہوتی ہے۔ جواب کے بدلے شرم و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیا سے کام لینا اور یہ بامروت ہونے، انسانی قدروں کا حامل ہونے والی صفت کمال اور نفس کی صفائی، پاکیزگی سے حاصل ہوتی۔

(۶)......: حلم و بردباری کا چھٹا ذریعہ گالی گلوچ کرنے والے (اور زبان کی زیادتی کرنے والے) پر مہربانی کرنا ہے اور یہ جود وسخا اور الفت پیدا کرنے والے جذبہ وعمل سے محبت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔

(۷)......: ساتواں ذریعہ کہ جس سے حلم و بردباری کا آگے چل کر حصول ہوتا ہے خود برا بھلا کہنے سے رکنا اور اس برے خلق سے یکسر باز آجانے سے ہوتا ہے۔ اور یہ پختہ عزم کے بغیر نہیں ہوتا۔'' (یعنی جب خود کسی کو برا بھلا نہیں کہیں گے تو دوسرے بھی مقابلۃً رکیں گے اور اس سے حلم و بردباری کو اختیار کرنے میں مدد ملے گی)

(۸)......: حلم و بردباری کا آٹھواں ذریعہ...... جواب دینے پر سزا کے خوف سے زبان کو بند رکھنا ہے اور یہ نفس کو کمزور کر لینے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۹)......: اس کا نواں ذریعہ لازمی احترام وعقیدت بھی ہوتا ہے اور یہ وفاداری اور اچھی پاسداری کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے (جیسا عام طور پر معاشرے میں ہوتا ہے)

(۱۰)......: حلم و بردباری کا دسواں ذریعہ بہترین حیلہ اور خفیہ لمحات کا انتظار ہوتا ہے اور یہ نہایت عقلمندی اور دانائی سے ہوتا ہے۔ یہ ہیں وہ دس ذرائع جو حلم و بردباری کے اسباب میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ذرائع دوسروں سے افضل ہیں۔ مگر یہ نہیں ہے کہ بعض اسباب پر اگر دوسروں کو ترجیح دی گئی ہے اور ان کا نتیجہ بردباری کا ہی متقاضی ہوتا ہے تو وہ قابل مذمت ہو گئے ہیں، نہیں۔ بلکہ انسان کے لیے اولیٰ بات یہ ہے کہ وہ ان میں سے افضل ذرائع کو پہلے اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ اس لیے کہ حلم و بردباری تو بہر کیف کلی طور ہے ہی فضیلت والا۔

وقار و تمکنت: ❶

احادیث میں مذکور لفظ ''اَلْاَنَاۃُ'' کا معنی ہوتا ہے۔ اَلتَّـوَدَةُ، التَّأَنِّي، اَلتَّثَبُّتُ، تَرْكُ الْعَجْلَةِ اور اَلنَّظْرُ فِي الْمَصَالِحِ...... متانت وسنجیدگی اختیار کرنا۔ کام اطمینان سے انجام دینا۔ اچھے اخلاق سے قابل محبت بننا۔ غور وفکر کرنا۔ وثوق حاصل کرنا، پختہ رہنا، معاملت میں جلد بازی کو چھوڑ دینا اور مصلحتوں میں گہری نظر رکھنا۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

❶ اس موضوع پر تفصیل کے لیے تحفة الأحوذی جلد ٦ ص ١٢٧، ص ١٢٩۔ عون المعبود للعظیم آبادی جلد نمبر ١٣ و ص ١١٤ اور فیض القدیر للمناوی جلد ٣ ص ٢٧٧ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اَلتَّوَدَّةُ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ خَیْرٌ اِلَّا فِیْ عَمَلِ الْآخِرَةِ))

''ہر چیز میں کام کو اطمینان سے انجام دینا بہتر ہے سوائے آخرت کے عمل میں۔'' ❶

یعنی تمام طرح کے اعمال میں غور و فکر کرنا قابل تحسین اور قابل تعریف خیر ہے سوائے آخرت کے عمل میں۔ اس لیے کہ آخرت والے عمل میں غور و فکر کرتے رہنا اور عمل نہ کرنا کوئی قابل تعریف عمل نہیں ہے۔ بلکہ آخرت کے عمل میں درجات کی بلندی اور اللہ عزوجل کے قریب کر دینے والی باتوں میں بکثرت عمل پوری جدوجہد کے ساتھ عزم صمیم سے جٹ جانا قابل تعریف ہے۔ اس لیے کہ نیکی کے کاموں میں تاخیر نری آفت اور مصیبت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلتَّاَنِّی مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجْلَةُ مِنَ الشَّیْطَانُ))

''غور و فکر کرنا اللہ عزوجل کی طرف سے عطا ہوتا ہے جبکہ جلد بازی شیطان کی طرف سے آتی ہے'' ❷

جلد بازی شیطان کی طرف سے کا؛ معنی ہے کہ جلد بازی کرنے والا شیطانی وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ جلد بازی وثوق، پختہ کاری اور افعال کے انجام پر نظر رکھنے سے روکتی ہے۔ یہی خرابی و بگاڑ کی جگہ ہے اور شیطان کی چال اور اس کے وسوسوں کا مقام۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے کہ جلد بازی آدمی میں طیش اور ہلکا پن کا اظہار ہوتا ہے جو کہ اسے وثوق، ثابت قدمی، وقار اور بردباری سے روک دیتے ہیں اور چیز کو اس کے غیر مقام پر لا کر رکھ دیتی ہے (یعنی آدمی جلد بازی میں ظلم کر بیٹھتا ہے) علاوہ ازیں شرور کو کھینچ لاتی ہے اور خیر، بھلائی کی باتوں کو روک ڈالتی ہے۔ جلد بازی نہایت ہی قابل مذمت دو خصلتوں کے درمیان پیدا کی گئی ہے۔ یعنی قبل از وقت جلد پسندی اختیار کر لینا اور حد سے زیادہ کمی و کوتاہی کر بیٹھنا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جب آپ غور و فکر کی عادت کو اختیار کریں گے تو گویا تم نے درست راستہ اختیار کر لیا، یا کم از کم امید ہے کہ آپ عنقریب درست کام کر سکیں گے اور اگر تم نے جلد بازی سے کام لیا تو تم نے جانو کہ زبردست غلطی کر لی، یا کم از کم عنقریب تم غلطی کر بیٹھو گے۔''

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''آدمی ہمیشہ جلد بازی (کے درخت) سے ندامت کا پھل توڑتا ہے۔'' علاوہ ازیں وہ جلد بازی تو بالکل ہی قابل مذمت ہے کہ جو نافرمانی میں کی جائے اور اس میں عدم وثوق والا معاملہ بھی ہو اور کسی چیز کے ضائع ہونے کا خوف بھی اس میں نہ ہو۔ اسی لیے ابو العیناء سے کہا گیا: جلدی نہ

❶ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۳۰۰۹

❷ الجامع الصغیر حدیث: ۳۰۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو اس لیے کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ تو اس نے کہا: اگر بات واقعی ایسی ہوتی تو جناب موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) یوں نہ کہتے: ''(واقعہ کچھ یوں ہے کہ: موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ہمراہ جب اللہ عزوجل سے ہم کلام ہونے کے لیے کوہ طور کی طرف جانے لگے تو آپ قوم سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے دریافت فرمایا):

﴿ وَ مَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ٥ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ٥ ﴾ (طه:٨٣'٨٤)

''اے موسیٰ! تو اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی کیوں آ گیا؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا: وہ میرے پیچھے (میرے پیروں کے نشانات پر) ہی آ رہے ہیں۔ اور اے میرے رب کریم! میں اُن سے پہلے جلد تیرے پاس حاضر ہو گیا ہوں تا کہ تو راضی ہو جائے۔''

احتیاط اور دور اندیشی کے بارے میں کسی نے یوں کہا ہے: لَا تَعْجَلْ عَجْلَةَ الْاَخْرَقِ۔ وَلَا تَحْجَمْ اِحْجَامَ الْوَانِى الْفَرِقِ۔ بے وقوف کی جلدی جیسی جلد بازی نہ کرو اور گھبرائے ہوئے عاجز آدمی کے پیچھے ہٹ جانے کی طرح کام سے رک بھی نہ جاؤ۔''

جلدی کے ضمن میں البتہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے نیکی اور ضد کے کاموں میں جلدی کرنا مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ٥ ﴾ (الانبياء:٩٠)

''یہ سب حضرات کہ جن کا اوپر ذکر ہوا (زکریا و یحییٰ و عیسیٰ بن مریم اور دیگر انبیاء علیہم السلام) نیکی کے کاموں میں جلدی کیا کرتے تھے۔ اور وہ ہمیں رغبت سے اور ڈر سے پکارا کرتے تھے اور وہ سب ہمارے عاجزی اختیار کرنے والے تھے۔''

اور دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ضمن میں اپنے صالح بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ ﴾ (آل عمران:١٣٣'١٣٤)

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے (تو لمبائی کا کیا کہنا) یہ ان پرہیزگاروں کے لیے تیار ہوئی ہے۔ جو فراغت اور تنگی (دونوں حالوں) میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرچ کیے جاتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں (کسی کو تکلیف نہیں دیتے باوجود قدرت کے) اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔ (ان کا قصور معاف کر دیتے ہیں) اور اللہ پسند کرتا ہے احسان کرنے والوں کو۔''

دراصل اطاعت اور نیکی کے کاموں کو اختیار کرنے میں جلد کرنا اور لپک کر ان کی طرف بڑھنے اور عبادات کو جلدی جلدی کرنے میں بہت نمایاں فرق ہے (یعنی آدمی نیکی کی طرف جلد لپکے مگر جہاں تک عبادات کا تعلق ہے تو ان کی ادائیگی میں ٹھہراؤ ہونا چاہیے نہ کہ کوے کی طرح چار ٹھونگے مارے) چنانچہ پہلی صفت قابل مدح و ستائش ہے جبکہ دوسری ایک بری عادت۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ، وَ التُّؤَدَةُ، وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ)) ❶

''سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اچھی وقار و تمکنت (یعنی اچھی ہیئت وصورت کے ساتھ) متانت و سنجیدگی اور اعتدال پسندی نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے''

یعنی بلاشبہ یہ خصائل و عادات انبیاء کرام علیہم السلام کے فضائل و اوصاف میں سے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی اللہ عزوجل کے ان مقرب ترین بندوں کے فضائل میں سے ایک بڑی فضیلت ہے جو ہر اس مومن آدمی کو حاصل بھی ہو جاتی ہے جو اسے اختیار کرے۔ اس لیے محترم بھائیو! اس فضیلت اور صفت حسنہ کو اختیار کر کے انبیاء کرام علیہم السلام کی اقتداء و اتباع کرو۔

نبی مکرم ﷺ نیک شگون کو پسند فرماتے تھے

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوٰى، وَلَا طِيَرَةَ، وَأُحِبُّ الْفَالَ الصَّالِحَ)) ❷

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوت چھات (متعدی بیماری) اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ البتہ نیک فال مجھے پسند ہے''

نیک فال (اچھا شگون): ❸

اس سے مراد کوئی نیکی کی، اچھی اور پاکیزہ بات ہے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں کہ جب رسول اللہ ﷺ

---

❶ صحيح سنن الترمذي، رقم: ١٦٣٥ (كتاب البر والصلة / ح: ٢٠١٠

❷ [اخرجه مسلم فی كتاب السلام، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشؤم: ح: ٥٨٠١

❸ تفصیل کے لیے: امام نووی کی شرح صحیح مسلم جلد نمبر ١٤ ص ٢١٩۔٢٢٠' فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ١٠ ص ٢١٥۔ عون المعبود للعظیم آبادی جلد نمبر ١٠ ص ٢٩٦ اور تحفۃ الأحوذی للمبارکپوری جلد نمبر ٥ ص ٢٠٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: ((لَا طِیَرَةَ ، وَخَیْرُهَا الْفَالُ)) ، قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، وَمَا الْفَالُ ؟ قَالَ: ((اَلْکَلِمَةُ الصَّالِحَةُ یَسْمَعُهَا أَحَدُکُمْ)) وَفِی حدیثٍ آخر قال ﷺ: ((لَا عَدْوٰی ، وَلَا طِیَرَةَ ، وَیُعْجِبُنِی الْفَالُ؛ اَلْکَلِمَةُ الْحَسَنَةُ ، اَلْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ)) ❶

''بدفالی (یعنی شگون لینا) کوئی چیز نہیں۔ (اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے) جبکہ اس سے بہتر اچھی فال لینا ہے۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! فال کیا ہے؟ فرمایا: نیک، اچھی بات جو کوئی تم میں سے سنے۔'' اور ایک دوسری حدیث میں یوں ہے کہ فرمایا: ''چھوت چھات (متعدی) بیماری اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ جبکہ اچھی فال لینا مجھے پسند ہے۔ یعنی اچھی بات اور پاکیزہ بات۔''

نیک فال کا مطلب ہے، اللہ عزوجل کے بارے میں حسن ظن رکھنا اور نیک جملہ؛ کہ جسے تم میں سے کوئی شخص سن لیتا ہے۔ (شارح صحیح البخاری امام) ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں میں خوش نما منظر اور صاف ستھرے پانی کو (پیاس کے وقت) دیکھنے میں خوشی، مسرت اور اطمینان رکھا ہے اگرچہ آدمی اس کا مالک نہ بھی بن سکے اور اس پانی کو پینے کی قدرت نہ بھی رکھے، اسی طرح اس رب کریم نے لوگوں کی فطرت میں اچھی پاکیزہ بات سے محبت اور اس سے انس رکھا ہے۔

((أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: ((أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُعْجِبُهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ أَنْ یَسْمَعَ: یَا رَاشِدُ یَانَجِیْحُ)) ❷

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ جب اپنے کسی کام، ضرورت سے نکلتے تو آپ کو یہ بات نہایت پسندیدہ معلوم ہوتی کہ آپ ﷺ اس طرح کے الفاظ سماعت فرمائیں؛ یَا رَاشِد! یَا نَجِیْح...... '' اے ہدایت یافتہ آدمی! ارے صابر و ثابت قدم آدمی!

اور فال کبھی اس چیز میں بھی ہوتی ہے کہ جو مسرور کن ہو اور کبھی اس چیز میں بھی کہ جو بری لگے۔ البتہ غالب امر خوشی والی بات میں ہوتا ہے جبکہ بدفالی صرف اسی چیز میں ہوتی ہے جو بری لگے اور فال کا لفظ مجازی طور پر ''خوشی'' پر بھی بولا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے: تَفَائَلْتُ بِکَذَا...... میں نے اچھی طرح توقع قائم کرلی۔ میں پرامید ہوگیا۔

❶ أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشؤم: ح: ٥٧٩٨، ٥٨٠٠

❷ صحيح سنن الترمذي رقم: ١٣١٦ـ كتاب السير: ح: ١٦١٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی مکرم ﷺ نے فال کو پسند فرمایا اس لیے کہ انسان جب کسی مضبوط یا کسی کمزور ذریعہ کی بنا پر اللہ عزوجل کی طرف سے فائدہ اور اس کے فضل کی امید رکھتا ہے تو وہ اس حالت میں خیر پر ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ امید والی طرف میں غلط ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ یہ امید اس کے لیے بہتر ہوتی ہے اور جب اس کی امید و رجاء اللہ عزوجل کی طرف سے منقطع ہو جاتی ہے تو یہ اس کے لیے انتہائی بری بات ہوتی ہے۔ (اس لیے امید کا دامن کبھی بھی نہیں چھوڑنا چاہیے)

نیک فال لینا اس طرح بھی ممکن ہوتا ہے کہ یہ کسی نیک، پاکیزہ کلمہ کے سننے کی بنا پر ہو اور یوں بھی ممکن ہوتا ہے کہ کسی اچھے نام کی سماعت کے ساتھ بھی ہو۔ مثلاً کسی شخص کو کوئی نہایت مشکل معاملہ درپیش ہے اور اس کے پاس ایک ایسا آدمی آتا ہے کہ جس کا نام ''سہل'' ہے اور وہ اس شخص کی آمد پر اپنے دل میں اپنے معاملہ کے آسان ہو جانے کی امید قائم کر لیتا ہے تو ایسی بات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب سہیل بن عمرو نبی مکرم ﷺ کے پاس (کفار مکہ کی طرف سے) صلح پر گفتگو کے لیے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ ...... تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔'' ❶

اسی طرح کسی اچھے منظر یا کسی جگہ کو دیکھ کر بھی پرامید فال لی جا سکتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ اچھے نام کے ساتھ بھی فال لیا کرتے تھے کہ جو آپ کو اچھا لگتا۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کو اچھا نام اگر حیران کن لگتا تو آپ ﷺ اس سے اچھی فال لے لیا کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ بدشگونی نہ لیتے تھے۔'' ❷

بلکہ نبی معظم ﷺ اچھے نام سے خوش ہوا کرتے تھے اور یہ خوشی آپ ﷺ کے چہرہ انور سے دیکھی جاتی تھی۔

((فَعَنْ بُرَيْدَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ ، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَأَلَ عَنِ اسْمِهِ : فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ ، وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهُ ، رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذَالِكَ فِي وَجْهِهِ ، وَإِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَأَلَ عَنِ اسْمِهَا : فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ بِهَا ، وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ)) ❸

''چنانچہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی بھی چیز میں شگون بد نہیں لیا کرتے تھے

❶ صحیح البخاری/ کتاب الشروط/ باب الشروط فی الجهاد والمصالحة...... الخ/ حدیث نمبر ۲۷۳۱

❷ دیکھئے: مسند الامام احمد حدیث : ۲۳۲۸ وقال احمد محمد شاکر : اسناده صحیح

❸ صحیح سنن ابی داؤد ، رقم : ۳۳۱۹۔ کتاب الطب : ح : ۳۹۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب کسی کو عامل مقرر کر کے کسی علاقہ وصوبہ کی طرف روانہ فرماتے تو آپ ﷺ اس کا نام پوچھتے۔ چنانچہ اگر اس کا نام آپ کو بھلا معلوم ہوتا تو اس سے آپ ﷺ خوش ہو جاتے اور وہ خوشی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں معلوم ہو جاتی۔ اور اگر اس کا نام آپ ﷺ کو برا معلوم ہوتا تو اس کی رنجیدگی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے نظر آتی۔ اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس بستی کا نام دریافت کرتے۔ اگر اس کا نام بھلا معلوم ہوتا تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور خوشی آپ کے چہرہ مبارک میں معلوم ہوتی اور اگر اس کا نام برا ہوتا تو آپ رنجیدہ ہوتے اور رنجیدگی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں معلوم ہو جاتی۔''

یعنی مکروہ و ناپسندیدہ نام کی کراہیت آپ ﷺ کے چہرہ انور پر بدشگونی کی وجہ سے نہیں دیکھی جاتی تھی بلکہ فال لینے کی نفی کی وجہ سے معلوم ہوتی تھی اور پھر یہ کہ آپ ﷺ نے کئی ایک مکروہ و ناپسندیدہ ناموں کو اچھے اور پسندیدہ ناموں میں تبدیل فرما دیا تھا۔

امام ابن الملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسنون عمل یہ ہے کہ: انسان اپنی اولاد اور اپنے خادموں کے لیے اچھے ناموں کا چناؤ کرے۔ اس لیے کہ برے اور ناپسندیدہ نام (بسا اوقات) تقدیر کے بھی موافق و مطابق ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کا نام ''خسارہ'' رکھ دیا تو عین ممکن ہے کہ اللہ عزوجل کا فیصلہ بھی اس آدمی کے ساتھ جا ملے یا اس کے بیٹے ''گھاٹا'' کے ساتھ۔ اور بعض لوگ یہ اعتقاد رکھنے لگیں کہ ایسا اس آدمی یا اس کے بیٹے کے ساتھ اس کے نام کی وجہ سے ہو رہا ہے اور وہ اس سے بدشگونی لیتے ہوئے اس سے میل جول بند کر دیں۔

''شرح السنه'' میں ہے: اس لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنی اولاد اور اپنے خادموں (ملازمین) کے لیے اچھے اچھے (دینی، اسلامی) ناموں کا انتخاب کرے۔ اس لیے کہ بلاشبہ برے، مکروہ نام کبھی کبھی تقدیر کے موافق ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: آگ کا انگارہ۔ پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ کہنے لگا: ''آسمانی شعلہ'' کا بیٹا ہوں۔ (یعنی اس کے باپ کا نام ''شہاب'' تھا) پوچھا: کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ کہنے لگا: ''الحراقه...... آگ والوں'' سے۔ دریافت فرمایا: کہاں رہ رہے ہو؟ کہنے لگا: ''دریائے آگ...... بَحْرَةُ النار'' میں۔ پوچھا: اس کے کون سے علاقے میں؟ کہا: ''ذات لظیٰ...... شعلوں والے کنارے'' میں۔ یہ سن کر جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اپنے اہل خانہ کے پاس دوڑ کر جاؤ۔ لگتا ہے کہ وہ سب جل چکے ہیں۔ (یعنی قبیلے والوں کا نام بھی آگ والے اور علاقے کا نام بھی ''بحرۃ النار'' کہ جس کی ایک طرف جہاں وہ سکونت پذیر ہیں اس کا نام بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعلوں والا کنارہ ہے۔ تو بتلایئے اگر ان پر اللہ کی تقدیر بھی ایسی ہی واقع ہو جائے تو کیا بچے گا؟) چنانچہ ایسے ہی ہوا جیسا کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خبردار فرمایا تھا۔ اللہ کی تقدیر واقع ہوئی اور اس قبیلہ والے لوگ جل کر مر گئے۔

امام الحلیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی مکرم ﷺ کو فال لینا اچھا لگتا تھا اس لیے کہ بدشگونی اللہ عزوجل کے ساتھ بغیر کسی تحقیق شدہ سبب کے بدگمانی ہے۔ جبکہ اچھی فال لینا رب کریم کے ساتھ حسن ظن ہے اور ایک مومن آدمی کو ہر حال میں اللہ رب العالمین کے ساتھ اچھے گمان کا ہی حکم دیا گیا ہے۔

نبی معظم ﷺ اچھے خواب کو پسند فرماتے تھے [1]

((عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ : ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْجِبُهُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ)) [2]

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو نیک خواب بہت اچھے لگتے تھے''

((وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ : ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْجِبُهُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ وَيَسْأَلُ عَنْهَا)) [3]

''جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ''نیک خواب'' اچھے لگتے تھے اور آپ ﷺ ان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے''

خواب:

انسان نیند کی حالت میں جو کچھ دیکھتا ہے اسے خواب کہا جاتا ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: خواب وہ ادراکات ہوتے ہیں کہ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کے دل میں کسی فرشتے یا شیطان کے ذریعے معلق کر دیتا ہے۔ (چنانچہ اچھا خواب فرشتہ پیش کرتا ہے اور برا خواب شیطان دکھاتا ہے) چنانچہ یہ خواب یا تو اپنے ناموں کے ساتھ یعنی ان کی حقیقت ہوا کرتے ہیں یا پھر ان کی کنیتوں کے ساتھ یعنی ان کی عبارت ہوتے ہیں۔ اور یا پھر ملے جلے ہوتے ہیں اور ان کی نظیر بیداری کی حالت میں ہوا کرتی ہے۔ یہ خواب کسی کہانی کی صورت میں مرتب ہوتے ہیں اور یا پھر بغیر کسی مقصد کے غیر مرتب سے ہوتے ہیں (یہ استاذ ابواسحاق رحمہ اللہ کے قول کا خلاصہ ہے)

امام المازری رحمہ اللہ کہتے ہیں: خوابوں کی حقیقت کے بارے میں اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کا موقف و مسلک یہ ہے کہ اللہ عزوجل سونے والے آدمی کے دل میں اسی طرح کے اعتقادات و خیالات کو پیدا فرماتے

[1] تفصیل کے لیے: فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ۱۲' ص ۳۵۳، ۳۶۲، ص ۳۷۰ تا ۳۷۲ = شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ۱۵ ص ۱۷ اور ص ۱۸ دیکھیے۔

[2] مسند احمد، رقم : ۱۳۶۳۲، وقال حمزة احمد الزين : إسناده صحيح

[3] مسند احمد، رقم : ۲۰۳۲٤، وقال حمزة الزين : إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جس طرح سے ایک بیدار آدمی کے دل میں ان کو پیدا فرماتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اسے نہ ہی تو کسی کی نیند کسی چیز سے روکتی منع کرتی ہے اور نہ ہی لوگوں کی بیداری۔ چنانچہ جب وہ ان اعتقادات وخیالات کو پیدا فرماتا ہے تو گویا کہ اس نے ان خوابوں کو دوسرے امور میں علم کے طور پر پیدا کردیا کہ جنہیں وہ دوسری حالت میں پیدا کرتا ہے۔ ان خوابوں میں جو بھی عقیدہ کے خلاف واقع ہوں (یعنی انسان کو نیند کی حالت میں نظر آئیں) تو وہ اسی طرح ہوتے ہیں جیسے وہ بیداری میں واقع ہوتے ہیں۔ اور اس کی مثال ونظیر یہ ہے کہ: اللہ عزوجل نے بادلوں کو بارش کی نشانی کے طور پر پیدا فرمایا۔ جبکہ یہ بادل کبھی کبھار بہت پیچھے رہ جاتا ہے اور بارش ہوجاتی ہے۔ اور یہ اعتقادات وخیالات کبھی کسی فرشتہ کی موجودگی میں واقع ہوجاتے ہیں اور پھر ان کے بعد وہ چیز واقع ہوتی ہے جو آدمی کو خوش کردے۔ یا پھر کبھی شیطان کی موجودگی میں واقع ہوتے ہیں اور پھر ان کے بعد وہ چیز واقع ہوتی ہے جو آدمی کو تکلیف پہنچائے۔ واللہ اعلم بالصواب

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو نیک، صالح خواب بہت اچھے لگتے تھے اور آپ ﷺ اپنے اصحاب سے اکثر دریافت فرماتے رہتے تھے: هَلْ رَأَى اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا......؟ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ [1]

چنانچہ یہ خواب ہی ہے کہ جس کے ذریعے نبی مکرم ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا تھا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((أَوَّلُ مَا بُدِئَى بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْهُ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ)) وَقَدْ قَالَ ﷺ: ((اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ)) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: ((لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ)) قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: ((اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ)) [2]

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء سونے کی حالت میں سچے خواب کے ذریعے ہوئی۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح سامنے آجاتا اور (سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔'' اور (جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبوت میں سے اب

[1] صحیح البخاری/ کتاب التعبیر/ باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح۔ حدیث: ۷۰۴۷

[2] أخرجه البخاری فی کتاب التعبیر، باب اَوّلُ ما بُدِءَ برسول الله ﷺ من الوحي الرویا الصادقة/ حدیث: ۶۹۸۲۔ وباب رؤیا الصالحین: ح: ۶۹۸۳، باب المبشرات ح: ۶۹۹۰]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: (اے اللہ کے رسول!) یہ مبشرات کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے خواب۔''

((عَنْ عُبادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا..... الخ ﴾ [سورة يونس : ٦٤] قَالَ : ((هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُؤْمِنُ ، أَوْ تُرَى لَهٗ)) ❶

''سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا (کہ اس کا معنی کیا ہے) ﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا..... الخ ﴾ (یونس:۶۴) ان اہل ایمان متقی لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی خوشی ہے اور آخرت میں بھی......'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں خوشخبری سے مراد وہ نیک خواب ہے کہ جسے مومن آدمی دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی دوسرا خواب دیکھتا ہے''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نہایت نیک اور سچے مسلمان آدمی کا حال انبیاء کرام علیہم السلام کے حال سے بہت مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کی تکریم اسی ایک نوع وقسم کے ساتھ کی جاتی ہے کہ جس کے ذریعے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکریم ہوتی تھی اور وہ ہے: اللہ عزوجل کی طرف سے ان کو ایسی کسی چیز کی اطلاع دینا کہ جس سے عام انسان واقف نہ ہوں۔ اور جہاں تک کافر و فاسق آدمی کا تعلق ہے تو اس کے لیے نہیں، اگرچہ ان کے بعض خواب سچ ہی کیوں نہ ثابت ہوں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ بسا اوقات انتہائی جھوٹے آدمی کی بات کی بھی تصدیق کردی جاتی ہے (جیسے کہ شیطان کے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر انہیں آیۃ الکرسی کے عمل کے بارے میں بتلانے پر نبی کریم ﷺ کا اس کی تصدیق کرنا تھا) اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی نامعلوم بات کی خبر دے تو اس کی خبر نبوت کے اجزاء میں سے کوئی جزء ہوا کرتی ہے۔ جیسے کہ کوئی کاہن اور نجومی یا کوئی دھوکے باز شعبدہ باز اس طرح کی کوئی اطلاع دے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صالح آدمی کے خواب کا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہونے کا تعلق اس بات سے ہوتا ہے جسے بڑا اور بھاری سمجھا جارہا ہو۔ اگرچہ یہ نبوت کا ایک ہزاروں حصہ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ عین ممکن ہے کہ یوں کہا جائے۔ کلمہ نبوت لفظ ''اِنْبَاءٌ'' سے ماخوذ ہے اور لغوی طور پر اس کا معنی ہوتا ہے: نشر واشاعت اور خبر رسانی۔ تو اس بنا پر مطلب یہ ہوگا کہ ایک مومن صالح، صحیح العقیدہ مخلص آدمی کا خواب اللہ عزوجل

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٨٥٥ ۔(كتاب الرؤيا ح : ٢٢٧٥)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے سچی خبر ہوتی ہے اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ ''نبوت'' کا معنی ہوتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سچی خبر کہ جس کا جھٹلانا جائز نہیں ہوتا۔ پس اس اعتبار سے خبر کے سچا ہونے میں ایک صحیح العقیدہ، صالح مومن آدمی کا خواب، نبوت کا مشابہہ ہو گیا۔

اور نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ خواب کی تین اقسام ہوتی ہیں: چنانچہ فرمایا:

((وَالرُّؤْيَا ثَلَاثَةٌ : فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرىٰ مِنَ اللّٰهِ ، وَرُؤْيَا تَحْزِيْنٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ ، وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ الْمَرْءُ نَفْسَهُ)) [أخرجه مسلم في كتاب الرؤيا ح : ٥٩٠٥]

وَقَالَ ﷺ : ((اَلرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ)) [1]

''خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو نیک خواب جو اللہ عزوجل کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے۔ دوسرے رنج کا خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ تیسرا وہ خواب جو اپنے دل کا خیال ہو۔''

اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور بُرے خواب شیطان کی طرف سے۔''

اور خوابوں کی ان تمام اقسام کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جو راہنمائی فرمائی ہے اس کے حوالے سے ہر مسلمان آدمی پر واجب ہے کہ وہ اس پر عمل کرے۔ چنانچہ (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خود سماعت کیا) نبی مکرم ﷺ فرما رہے تھے:

((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللّٰهِ ، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا ، وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ)) [2]

''جب تم میں سے کوئی مومن آدمی ایسا خواب دیکھے کہ جسے وہ پسند کرتا ہو تو جانیے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس پر وہ اللہ کی حمد وثناء کرے اور اسے بتلا دینا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کے سوا کوئی ایسا خواب دیکھتا ہے کہ جو اسے ناپسند ہے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اس کے شر سے وہ پناہ مانگے اور کسی سے ایسے خواب کا تذکرہ نہ کرے۔ یہ خواب اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

((وَقَالَ ﷺ : ((اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللّٰهِ ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا

[1] أخرجه البخاري في كتاب التعبير ، باب الرؤيا من الله ح : ٦٩٨٤
[2] أخرجه البخاري في كتاب التعبير ، باب الرؤيا من الله ح : ٦٩٨٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُحَدِّثْ بِهِ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ ، وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ ، وَلْيَتْفِلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا ، فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ)) ❶

''(ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پس جب کوئی اچھے خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اسے عزیز ہو۔ اور جب برا خواب دیکھے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور شیطان کے شر سے بھی۔ اور یہ کہ تین بار تھوتھو کر دے۔ اور اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرے۔ وہ اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا''

وَفِي رِوَايَةٍ : ((وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ)) وفي رواية : ((فَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ)) وَقَالَ ﷺ :((اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالرُّؤْيَا السَّوْءُ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَمَنْ رَأَى رُؤْيَا فَكَرِهَ مِنْهَا شَيْئًا فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ لَا تَضُرُّهُ، وَلَا يُخْبِرْ بِهَا أَحَدًا ، فَإِنْ رَأَى رُؤْيَا حَسَنَةً فَلْيُبْشِرْ وَلَا يُخْبِرْ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ)) ❷

''اور (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی) ایک روایت میں ہے کہ: جس کروٹ پر لیٹا ہوا اس سے پھر جائے۔'' اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: خواب دیکھنے والے کو چاہیے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دے۔'' اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اچھا، نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ برا خواب شیطان کی طرف سے۔ پھر جو کوئی خواب دیکھے اور اس کو برا سمجھے تو وہ بائیں طرف تین بار تھوتھو کرے اور '' اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھے۔ اب وہ خواب اس کو ضرر نہ دے گا۔ اور اسے چاہیے کہ یہ خواب وہ کسی سے بھی بیان نہ کرے۔ اور اگر نیک خواب دیکھے تو خوش ہو اور یہ خواب اسی شخص کو سنائے کہ جو اس کا دوست / بھائی ہو''

نیک خواب کے ادب کے حوالے سے جو کچھ اوپر بیان ہوا اس کا ماحصل تین چیزیں ہیں۔ (۱)...... اس خواب پر اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرے۔ (۲)...... اس خواب کی خوشخبری دوسروں کو سنائے۔ (۳)...... اور یہ خواب ایسے شخص کے علاوہ کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہو صرف اسی آدمی کو سنائے کہ جس سے وہ محبت کرتا ہو۔ (اور وہ اس کے ساتھ مخلص بھی ہو)

❶ أخرجه البخاري فی كتاب التعبير ، باب اذا رأى ما يكره فلا يخبر بها ولا يذكرها۔ ح . ٧٠٤٤

❷ أخرجه مسلم فی كتاب الرؤيا ح : ٥٩٠٢۔٥٩٠٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح برے خواب کے ادب کے حوالے سے جو کچھ اوپر بیان ہوا اس کا ماحصل چھ چیزیں ہیں: (۱)......اس خواب کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرے۔ (۲)......شیطان کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرے۔ (۳)...... جب نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنی بائیں جانب (دل کی طرف) تین بار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے ہوئے ہلکی تھوک کے ساتھ پھونکے۔ (۴)......جس پہلو لیٹا ہوا اس پہلو سے اپنی کروٹ کو بدل دے۔ (۵)...... اٹھ کر نماز پڑھنے لگے (یعنی وضو کرکے) اور (۶)......کسی بھی شخص سے اس کا تذکرہ نہ کرے۔

ان تمام امور میں حکمت...... : جہاں تک اللہ عزوجل کی برے خواب کے شر سے پناہ طلب کرنے کا معاملہ ہے تو اس کی بھلائی بالکل واضح ہے۔ اور یہ عمل ہر اس امر کے وقت مشروع ہے کہ جس کو آدمی ناپسند کرتا ہو۔ اور جہاں تک شیطان مردود سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا معاملہ ہے تو یہ اس بنا پر ہے کہ بعض احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ یہ برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور یہ کہ شیطان مومن آدمی کو غمگین کرنے کی غرض سے اور اسے ڈرانے کے لیے اس خواب کا خیال وتصور پیش کرتا ہے۔ جہاں تک بائیں جانب تین بار تھوکنے کا تعلق ہے تو اس حوالے سے قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور حدیث میں تین بار تھوکنے کا جو حکم دیا گیا ہے تو یہ شیطان کو آدمی کے پاس ناپسندیدہ خواب کے ذریعے (کہ جس میں وہ خود بھی کئی ڈراؤنی قسم کی شکلیں اختیار کر لیتا ہے) حاضر ہونے سے دور ہٹانے کے لیے اور اسے ذلیل وخوار اور گندہ کرنے کے لیے ہے۔ اور اس عمل میں بائیں جانب کو اس لیے مختص کیا گیا ہے کہ یہ طرف ناپسندیدہ چیزوں اور گندگیوں وغیرہ کی ہوتی ہے جبکہ دائیں جانب اس کے برعکس ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جہاں تک (برا خواب دیکھنے کے بعد) نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو یہ اس لیے کہ اس میں آدمی کی توجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ اور جہاں تک کروٹ، پہلو بدلنے کا تعلق ہے تو یہ اس حالت میں بدل جانا کہ جس پر آدمی لیٹا ہوا ہوتا ہے اچھی توقع قائم کرنے کے لیے ہوتا ہے (کہ اب ایسا برا خواب نہیں آئے گا)

اور جہاں تک ناپسندیدہ خواب کسی کو بیان نہ کرنے کا تعلق ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ممکن ہے اس خواب کی ظاہری صورت کو سامنے رکھ کر سننے والا اس کی نہایت بری کوئی تعبیر بیان کردے کہ جس کا احتمال بھی ہو اور اللہ عزوجل کی تقدیر بھی ایسی ہی واقع ہونے والی ہو (تو پھر آدمی کے لیے غم وحزن اور زیادہ بڑھ جائے)۔ ابو رزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اَلرُّؤْیَا عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعْبَرْ، فَإِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ))

''خواب پرندے کے پنجے کے ساتھ رہتا ہے (یعنی ابھی جما نہیں کیونکہ اس کی تعبیر قرار نہیں پائی) جب تک کہ اس کی تعبیر بیان نہ کر دی جائے۔ اور جب تعبیر دے دی گئی تو وہی ہوگا۔'' ❶

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس خواب کی دو وجوہات کا احتمال ہو اور ان میں سے کسی ایک کی تعبیر کر دی جائے تو یہ خواب اس صفت کے قریب قریب واقع ہو جاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور جہاں تک خواب کے چھپانے کا تعلق ہے تو باوجود اس کے کہ یہ سچا خواب بھی کیوں نہ ہو اس کی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور اس بات کا احتمال بھی ہے کہ اس خواب کی ناپسندیدہ تفسیر و تعبیر کی وجہ سے رائے کا چھپانا مصروفیت میں جلدی کرنے کے ڈر کی وجہ سے ہو۔ اس لیے بلاشبہ خواب کبھی کبھی سست رفتار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس کے متعلق بتلایا نہ جائے تو اس کے ڈر اور خوف کی جلدی زائل ہو جاتی ہے۔

اسی لیے نبی مکرم ﷺ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

((وَلَا يَقُصُّهَا إِلَّا عَلٰی وَادٍّ أَوْ ذِيْ رَأْيٍ))

''آدمی اپنے خواب کو صرف اپنے دلی دوست یا کسی عقلمند کے سامنے ہی بیان کرے (جو تعبیر کے علم سے بخوبی آگاہ ہو)'' (حوالہ سابقہ)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

((وَلَا تُحَدِّثْ بِهَا إِلَّا لَبِيْبًا أَوْ حَبِيْبًا))

''اور یہ خواب کسی دانشمند آدمی یا اپنے کسی محبوب دوست کو ہی بیان کرو۔'' ❷

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: نبی مکرم ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے: ''فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ'' یہ خواب اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا'' تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس خواب کو خواب دیکھنے والے کے ہاں کسی ناپسندیدہ چیز سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اور سبب بنا دے گا۔ جیسا کہ رب کریم نے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کو مال کی حفاظت کا ذریعہ اور آزمائش کے دفع کرنے کا سبب قرار دیا ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ ان تمام روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے ان سب پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ جب کوئی مومن آدمی خواب میں کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھے تو وہ اپنی بائیں جانب تین بار: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھتے ہوئے پھونک لے اور اپنی

❶ سنن ابی داؤد/ کتاب الادب/ باب ما جاء فی الرؤیا حدیث ۴۱۹۸/ ۵۰۴۰ وھو صحیح

❷ صحیح سنن الترمذی حدیث : ۱۸۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروٹ بدل لے پھر اٹھ کر دو رکعات نماز پڑھ لے۔ اس سے تمام روایات پر عمل ہو جائے گا اور اگر ان میں سے بعض پر ہی کفایت کر لے تو اس خواب کی تکلیف کو دور کرنے میں اللہ کے حکم سے اسے کافی ہوگا، جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت آ چکی ہے۔

اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے ہمیں ایک دعا سکھائی ہے کہ اسے وہ شخص پڑھے جو خواب میں کوئی ایسی بات دیکھے کہ جو اسے گھبراہٹ میں مبتلا کر دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ : أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنَ۔ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ)) ❶

''تم میں سے کوئی شخص جب نیند میں گھبرا اٹھے تو کہے: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنَ ...... میں اللہ عزوجل کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کے غضب وغصہ، اس کی سزا، اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں اور یہ کہ شیاطین میرے پاس حاضر ہوں''

البتہ خواب کی تعبیر یا تاویل اپنی ذات کی حد تک ایک علم ہے اور یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے انعام کر دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن عظیم وحکیم) میں ہمیں اپنے ایک محبوب نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق بتلایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر خواب کی تعبیر والا انعام فرمایا تھا۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝ ﴾ (یوسف:٦)

''اور ایسے ہی تیرا رب (اے یوسف اپنے بندوں میں سے) تجھے برگزیدہ کر دے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیر سکھلائے گا۔ اور جس طرح اس نے اپنا احسان تیرے دو دادوں ابراہیم اور اسحاق علیہم السلام پر اگلے زمانے میں پورا کیا تھا (یعنی ان کو نبوت عطا فرمائی تھی) اسی طرح وہ اپنا احسان تم پر اور آل یعقوب (بنو اسرائیل) پر پورا کرے گا۔ بلاشبہ تیرا رب خوب جانتا اور حکمت والا ہے''

تو اس آیت کریمہ میں ''تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ'' سے مراد خوابوں کی تعبیر ہے اور تعبیر کا مطلب ہوتا ہے:

❶ صحیح سنن الترمذی، رقم: ۲۷۹۳۔ کتاب الدعوات ح: ۳۵۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواب کی تفسیر کرنا اور یہ خواب کے ظاہر اور اس کے باطن سے عبارت ہوتی ہے۔

خواب میں ہتھکڑی کا دیکھنا پسند تھا ❶

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ ، وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا ، وَرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّ أَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ ، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ : فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللّٰهِ ، وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِيْنِ الشَّيْطَانِ ، وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ۔ فَإِذَا رَأَىٰ أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ وَالْيَتْفُلْ وَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ)) قَالَ : ((وَأُحِبُّ الْقَيْدَ فِي النَّوْمِ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ۔ اَلْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ)) ❷

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہوجائے گا (قرب قیامت میں) تو مومن آدمی کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور ان میں خواب کے اعتبار سے ہی سب سے سچا ہوگا جو بات چیت میں سب سے سچا ہوگا اور مسلمان، مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ خواب تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک نیک خواب کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خوشخبری و بشارت ہوتی ہے۔ دوسرا وہ خواب کہ جو شیطان کی طرف سے آدمی کو غمگین کر دیتا ہے اور تیسرا خواب آدمی کا اپنے جی سے گفتگو کرنا ہوتا ہے۔ (یعنی اس کے وہ خیالات ہوتے ہیں کہ جو متصور ہوتے ہیں) تو جب تم میں سے کوئی شخص خواب میں وہ چیز دیکھے کہ جسے وہ مکروہ اور ناپسند کرتا ہو تو کھڑا ہو جائے اور (اپنی بائیں جانب تین بار تعوذ پڑھتے ہوئے) تھوکے اور اس کے متعلق لوگوں سے بیان نہ کرے۔“ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں خواب میں ہتھکڑی، زنجیر کو دیکھنا پسند کرتا ہوں جبکہ خواب میں طوق کو دیکھنا ناپسند کرتا ہوں۔ (یعنی گلے میں طوق ڈلے ہوئے کو) اور ہتھکڑی کی تعبیر دین حنیف پر ثابت قدم رہنا ہے“

یعنی خواب دیکھنے والا خواب میں یا تو ہتھکڑی لگا ہوا اپنے آپ کو قید دیکھے یا اپنے گلے میں طوق ڈالا ہوا دیکھے۔ علماء کرام حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خواب میں قید و ہتھکڑی کو اس لیے پسند فرمایا کہ اس سے مراد گناہوں، غلطیوں اور جرائم سے رک جانا مراد ہے اور اس سے دین حنیف میں ثابت قدمی اور

❶ تفصیل کے لیے: شرح مسلم للنوی جلد نمبر ١٥ ص ٢٢ تا ٢٤ دیکھیے۔

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٨٥١ - كتاب الرؤيا / ح : ٢٢٧٠ وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسوخ فی الدین مقصود ہوتا ہے۔ اور جہاں تک طوق کا تعلق ہے تو اس کی جگہ گردن ہوتی ہے اور یہ جہنمیوں کی پہچان ہے۔ ❶

نبی کریم ﷺ دائیں جانب اختیار کرنے کو پسند فرماتے تھے ❷

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانَ النَّبِيَّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ : فِي طُهُورِهِ ، وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ)) ❸

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس حد تک ممکن ہوتا نبی مکرم ﷺ اپنے تمام فعلی امور میں دائیں جانب اختیار کرنے کو پسند فرماتے۔ اپنی طہارت حاصل کرنے میں (دایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں وغیرہ پہلے) سر میں کنگھی کرتے وقت بھی اور اپنا جوتا پہنتے وقت بھی۔ (پہلے دایاں پیر جوتے میں ڈالتے تھے)''

نبی کریم ﷺ اپنے تمام فعلی امور میں دائیں جانب کو پہلے اختیار کرنے کو پسند فرماتے تھے سوائے ان معاملات وافعال کے جن میں آپ شرعاً مقدرت نہ رکھتے ہوں۔ جیسے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت وغیرہ وغیرہ۔ اور اسی طرح دائیں ہاتھ کے ساتھ گندگی والی اشیاء کے استعمال سے بھی آپ ﷺ پرہیز فرماتے تھے جیسے کہ استنجاء کرنا اور رینٹھ صاف کرنا وغیرہ وغیرہ۔

شریعت اسلامیہ المطہرہ میں یہ ایک مستقل قاعدہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کا تعلق عزت وتکریم اور تزیین و تشریف سے ہو اس کی ابتداء دائیں جانب سے ہونی چاہیے۔ جیسے کہ لباس پہننا، شلوار، پائجامہ پہننا، موزے جوتے پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھیں کاٹنا، بالوں میں کنگھی کرنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، نماز کے آخر میں سلام پھیرنا، طہارت والے اعضاء کا دھونا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کا بوسہ لینا اور ان کے علاوہ اسی معنی ومفہوم میں دیگر تمام کام۔ ان سب میں دائیں جانب کو اختیار کرنا مستحب ہے اور جو

❶ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے: ﴿وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ج وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○﴾ (الرعد: ٥) ''اور اے ہمارے حبیب وخلیل نبی! اگر تو تعجب کرے تو کافروں کا یہ کہنا اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ جب ہم گل سڑ کر خاک ہو جائیں گے تو کیا پھر ہم نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی گردنوں میں قیامت والے دن طوق ڈالے جائیں گے۔ یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔''

❷ تفصیل کے لیے: شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ٣، ص ١٦٠، جلد نمبر ٣، ص ١٩١، ص ١٩٧، اور فتح الباری جلد ١ ص ٢٦٩ اور جلد نمبر ٩ ص ٥٢٣

❸ أخرجه البخاري في كتاب الصلاة ، باب التيمن في دخول المسجد وغيره ح : ٤٢٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام ان کے الٹ ہیں جیسے کہ بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے باہر نکلنا، ناک کا رینٹ صاف کرنا، استنجا کرنا، قمیص اور شلوار، پائجامہ کا اتارنا، جوتے اور موزے کا اتارنا اور ان سے مشابہہ جو بھی کام ہیں تو ان کا آغاز بائیں ہاتھ سے (Left Hand) کرنا مستحب ہے اور یہ سارا عمل (بائیں سے کرنے والا) دائیں جانب اور دائیں ہاتھ کی تکریم وتشریف کے لیے ہے۔

تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ وضو میں ہاتھوں اور پاؤں کی بائیں جانب پر دائیں طرف کو مقدم کرنا سنت ہے۔ اگر کوئی شخص اس سنت کے الٹ کر لیتا ہے تو اس سے فضیلت ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کا وضو صحیح ہوگا۔ پھر وضو میں کچھ ایسے اعضاء بھی ہیں کہ جن میں دائیں جانب کا اختیار کرنا مستحب نہیں ہے اور وہ ہیں: دونوں کان، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گال بلکہ یہ تو اکٹھے ہی دھوئے جاتے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان میں لباس پہنتے اور وضو کرتے وقت دائیں جانب کو مقدم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُوْا بِأَيَامِنِكُمْ)) ❶

”جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرنے لگو تو اپنی دائیں جانبوں سے شروع کیا کرو“

اور نبی کریم ﷺ نے اس بات کا حکم بھی فرمایا ہے کہ کھاتے اور پیتے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو استعمال کرو۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ)) ❷

”جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے اور جب پیے تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پینا چاہیے۔ اس لیے کہ بلاشبہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے ہی پیتا ہے“

اور نبی کریم ﷺ نے بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَأْكُلُوْا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ)) ❸

---

❶ سنن ابی داؤد/ كتاب الادب/ باب الإنتعال/ حديث ٤١٤١ وهو صحيح، الألباني رحمہ اللہ

❷ أخرجه مسلم في كتاب الأشربة ، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ح : ٥٢٦٥

❸ صحيح مسلم/ كتاب الاشربة/ باب آداب الطعام والشراب وأحكامها/ حديث : ٥٢٦٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ اس لیے کہ بلاشبہ شیطان بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا ہے“

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث مبارک میں دائیں ہاتھ سے کھانے اور پینے کا مستحب ہونا مذکور ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی کراہت و ناپسندیدگی۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی عذر نہ ہو۔ اور اگر کسی بیماری، زخم یا کسی اور وجہ سے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانا پینا ممکن نہ ہو اور کوئی عذر مانع ہو تو پھر بائیں ہاتھ سے کھانے پینے میں کچھ حرج و کراہت نہیں ہے۔ اور اس حدیث سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ ایسے افعال جو شیطانوں کے افعال سے مشابہہ ہوں ان سے اجتناب کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شیطانوں کے بھی دو دو ہاتھ ہوتے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ کے مذکور بالا حکم کی اہمیت پر دلیل کے لیے وہ واقعہ بھی ہے کہ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: كُلْ بِيَمِينِكَ...... ارے بھائی! اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ“ وہ کہنے لگا: میں (اپنی اکڑ اور کافرانہ تہذیب کی وجہ سے) اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے (اس کے تکبر کی وجہ سے اس پر بددعا کرتے ہوئے) فرمایا: لَا اسْتَطَعْتَ: اللہ کرے تو اس کی استطاعت رکھے ہی نہیں۔ راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ: اس منافق کو نبی معظم ﷺ کی بات ماننے سے صرف تکبر نے منع کیا اور پھر وہ شخص (رسول اللہ ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں) اپنے ہاتھ کو اپنے منہ تک اٹھا ہی نہ سکا“ [1]

تو اس حدیث میں (۱)...... جو شخص بغیر کسی عذر کے شریعت کی مخالفت کرے اس کے خلاف دعا کرنے کا جواز ملتا ہے۔ (۲)...... ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم پایا جاتا ہے حتیٰ کہ کھانے کی حالت میں بھی۔ (۳)...... جب کوئی کھانے، پینے کے اسلامی آداب کی مخالفت کر رہا ہو تو اسے کھانے پینے کے اسلامی آداب کی تعلیم کے مستحب ہونے کا درس بھی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرنے والا حکم زیادہ قوی ہے۔ اللہ عزوجل نے تو اہل جنت کی نسبت دائیں جانب کی طرف کرتے ہوئے اس دائیں جانب کو مزید مکرم و مشرف کر دیا ہے اور اس کے برعکس جہنمیوں کو اصحاب شمال میں شمار فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم/ کتاب الاشربة/ باب آداب الطعام والشراب وأحكامها حديث : ٥٢٦٨، عن سلمة بن الأكوع رضی اللہ عنہ

[2] جیسا کہ اللہ عزوجل قرآن عظیم میں اہل جنت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَا اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ○ وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ○ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ○ وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ○ وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ○ لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ○ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ○ ﴾ (الواقعه: ٢٧ تا ٣٤) ”اور داہنے ہاتھ والے، داہنے ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا (وہ لوگ) بغیر کانٹوں والی بیریوں میں ہوں گے اور لدے ہوئے کیلوں کے درختوں اور پائیدار لمبے سایوں میں ہوں گے اور بہتے ہوئے رواں پانی میں اور بہت زیادہ پھلوں، میووں ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ طے پا گیا تو اصحاب فضل و شرف کے نزدیک مکارم اخلاق اور سیرت حسنہ کی مناسبت سے آداب اسلامیہ میں سے انتہائی صاف ستھری حالتوں اور باعزت کاموں کے وقت دائیں جانب کو ہی خاص کیا جاتا ہے۔

قضائے حاجت کے وقت آپ ﷺ چھپ کر بیٹھنا پسند کرتے تھے

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ قَالَ : ((وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ)) [1]

"جناب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے وقت کسی ٹیلے کی یا کھجور کے بڑے تنے والے درخت کی آڑ کو پسند کرتے تھے"

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے قضائے حاجت کے وقت پردہ میں ہو کر بیٹھنے کا طریقہ مشروع فرمایا ہے۔ بالخصوص چٹیل میدان والی زمین میں۔ اور نبی کریم ﷺ جس چیز کو بطور پردہ پسند فرمایا وہ ٹیلا تھا۔ ٹیلا کسی بڑی پتھر کی چٹان یا ریت یا کوئی بنیاد یا مٹی کے کسی ڈھیر وغیرہ سے معنون ہوتا ہے یا کسی باغ کی چار دیواری وغیرہ بھی۔ اور یہ اس طرح کہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھنے والے آدمی کا پورا وجود دیکھنے والوں کی نظروں سے مکمل طور پر چھپ جائے۔ اور جب آدمی کسی خاص بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے لیے داخل ہو یا کسی عام بیت الخلاء میں تو اسے چاہیے کہ دروازہ بند کر کے بیٹھے اور اس کی کنڈی وغیرہ لگا لے تاکہ دوسرا کوئی شخص بآسانی کھول نہ سکے۔

نبی کریم ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند کرتے تھے

((عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ : ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يومَ الْخَمِيْسِ)) [2]

"سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن (مدینہ منورہ سے) روانہ ہوئے اور آپ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ جمعرات کے دن سفر پر نکلا کریں"

⇐⇐ میں ہوں گے جو ہمیشہ ہوں گے۔ اور بے روک ٹوک ان کو ملتے رہیں گے۔ اور اسی طرح وہ بلند فرشوں اور بچھونوں میں ہوں گے" اور پھر جہنمیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَا اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ○ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ○ وَظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ○ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِیْمٍ ○ ﴾ (الواقعه: ۱ ٤تا ٤٤)...... "اور بائیں ہاتھ والے، بائیں ہاتھ والوں کی کیا خرابی ہوگی۔ وہ لوگ دوزخ کی گرم (اور زہریلی) ہوا میں ہوں گے اور جھلتے ابلتے گرم ترین پانی میں۔ اور سایہ کیا ہوگا کالا دھواں۔ نہ اس میں ٹھنڈک ہوگی اور نہ ہی وہ بھلا معلوم ہوگا۔"

[1] أخرجه مسلم في كتاب الحيض، باب التستر عند البول ح : ٧٧٤

[2] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد، باب من أراد غزوة فورّى بغيرها، ومن أحب الخروج يوم الخميس : ح : ٢٩٤٩، ٢٩٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی معظم ﷺ اپنے سفر پر جمعرات کے دن نکلنے کو پسند فرماتے تھے لیکن آپ کی جمعرات کے دن سفر پر نکلنے میں پسندیدگی اس سے کسی رکاوٹ وممانعت آجانے کی وجہ سے ہمیشگی اختیار نہیں فرماتے تھے۔ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی مکرم ﷺ جمعرات والے دن کے علاوہ بھی سفر پر نکلتے رہے ہیں اور آپ اپنے چند ایک سفروں پر ہفتے کے دن بھی نکلے تھے۔ ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ آپ ﷺ اکثر جمعرات کے دن سفر پر روانہ ہوتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((وَقَدْ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ : ((لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ إِذَا خَرَجَ فِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيْسِ)) ❶

''بہت کم ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں جمعرات کے سوا کسی دوسرے دن نکلیں۔''

المناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور یہ اس لیے کہ جمعرات کا دن ایک مبارک دن ہے۔ یا اس لیے کہ گنتی کے اعتبار سے جمعرات کا دن ہفتہ بھر کے تمام دنوں سے زیادہ مکمل دن ہے۔ اس لیے کہ اللہ رب العالمین، خالق ارض و سماء وما بینہما نے اس دن میں تمام چلنے پھرنے والے جانداروں (جانوروں، درندوں، پرندوں اور حیوانوں) کو ان کی اصل خلقت کی صورت میں زمین کے درمیان پھیلا دیا تھا۔ اس سے آپ حکمت ربانیہ ملاحظہ کر لیجیے۔ یا نبی مکرم ﷺ نے جمعرات والے دن کو اس لیے پسند فرمایا تھا کہ اس دن آپ کے لیے فتح ونصرت کی موافقت ہوگئی تھی۔ یا لفظ ''الخمیس'' کے ساتھ اچھی فال لیتے ہوئے اس دن کو پسند کیا تھا کہ ''الخمیس'' کا معنی لشکر ہوتا ہے اور آپ کے لشکر کفار پر غالب آگئے تھے۔ مگر یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اس دن سے محبت اس پر ہمیشگی کو لازم نہیں کرتی تھی۔ آپ ہفتہ والے دن بھی نکلے تھے تو شاید آپ اس دن سے بھی محبت کرتے ہوں۔ ❷

اور جمعرات کا دن وہ دن ہے کہ جس میں بندوں کے اعمال اللہ عزوجل کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ ، فَأُحِبُّ أَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ))❸

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کے دن بندوں کے اعمال (اللہ عزوجل کے ہاں) پیش

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الجهاد ، باب من أراد غزوة فورّى بغيرها ، ومن أحب الخروج يوم الخميس : ح : ٢٩٤٩، ٢٩٥٠.

❷ تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح القدير جلد نمبر ٥ ص ٢٠٧

❸ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٥٩٦ ـ كتاب الصوم / ح : ٧٤٧)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش کیے جائیں تو میں روزے سے ہوں۔''

ممکن ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی جمعرات والے دن سفر سے محبت کی وجہ یہ بھی رہی ہو کہ اس دن (کسی جہادی) سفر کا آغاز کیا جائے کہ جو بہت بڑی فضیلت والا عمل ہے۔ اور اس روز اعمال بھی اللہ کے ہاں پیش کیے جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

رسول اللہ ﷺ کو عورت کی حیاء پسندیدہ تھی

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : ((جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ تُبَايِعُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخَذَ عَلَيْهَا ﴿ أَنْ لَّا ..... وَلَا يَزْنِينَ .....الخ ﴾ [سورة الممتحنة : ١٢] ؛ قَالَتْ : فَوَضَعَتْ يَدَهَا عَلَى رَأْسِهَا حَيَاءً فَأَعْجَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا رَأٰى مِنْهَا ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : أَقِرِّي أَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ فَوَاللّٰهِ مَا بَايَعَنَا إِلَّا عَلَى هٰذَا۔ قَالَتْ : فَنَعَمْ إِذًا۔ فَبَايَعَهَا بِالْآيَةِ))[1]

''ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محترمہ فاطمہ بنت عقبہ رضی اللہ عنہا جب بیعت کے لیے آئیں اور سورۃ الممتحنہ کی آیت ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؀ ﴾ (الممتحنہ:۱۲) ''یعنی اے پیغمبر ﷺ! جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس آ کر ان باتوں پر بیعت کرنا چاہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ وہ چوری کریں گی نہ ہی وہ بدکاری کریں گی۔ نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے بیچ میں طوفان اٹھائیں گی (کہ بیٹا، بیٹی جنیں کسی اور کا اور تہمت باندھ دیں کسی دوسرے پر) اور نہ ہی وہ کسی اچھے (نیکی کے) کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو ان سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے معافی و مغفرت طلب کر لیا کریں۔ بلاشبہ اللہ عزوجل نہایت بخشنہار مہربان ہے۔'' تو اس نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ نبی کریم ﷺ کو ان کی حیا بہت اچھی لگی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: بی بی! (بحکم قرآن) ان تمام باتوں کا

[1] مسند أحمد، رقم : ٢٥٠٥٣ ، وقال حمزة أحمد الزين إسناده صحيح (٦/ ١٥١ - ٢٤٦٤٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقرار کرو۔ اللہ کی قسم! ہم سب نے انہی باتوں پر بیعت کی ہے۔ فاطمہ بنت عقبہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: پھر تو ٹھیک ہے اور پھر انہوں نے اس آیت کریمہ (کی تمام شروط و ہدایات) پر بیعت کر لی۔''

عورت کی حیاء:

فاطمہ بنت عقبہ رضی اللہ عنہا نے حیاء کا اظہار کیا اور اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر ایک لفظ سننے کی وجہ سے رکھا تھا اور وہ لفظ تھا: وَلَا يَزْنِينَ ...... اور وہ زنا بھی نہیں کریں گی۔'' اس سے نبی مکرم ﷺ کو اس بی بی کی حیاء بہت اچھی لگی اور جیسا کہ درج ذیل حدیث میں مذکور ہے، حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً ؛ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ)) [أخرجه مسلم في كتاب الإيمان ، ح : ١٥٢] وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَشَدُّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا)) ❶

''ایمان کے ساٹھ سے کچھ اوپر شعبے ہیں اور حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے اور نبی مکرم ﷺ اپنی چادر میں لپٹی کنواری عورت سے بھی زیادہ حیاء کرنے والے تھے اور اللہ عزوجل بھی حیاء کو پسند فرماتے ہیں۔'' سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ایک شخص کو بغیر تہہ بند کے میدان میں نہاتے دیکھا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے، اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ)) ❷

''بلاشبہ اللہ عزوجل کی ذات اقدس خود نہایت حیاء دار ہے وہ پردہ پوشی کرتا ہے۔ وہ حیاء اور پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے۔ جب کوئی تم میں سے نہائے تو اسے چاہیے کہ پردہ پوشی کرے۔''

اللہ عزوجل نے عورت کو حیاء و حشمت اور پردے کی فطرت پر پیدا فرمایا ہے۔ بالخصوص اس وقت تو عورت ان اوصاف سے ضرور متصف ہوتی ہے جب وہ کنواری ہو۔ اس لیے حیاء میں مثال بھی کنواری عورت کی دی جاتی ہے کہ ''فلاں تو کنواری عورت کی طرح حیاء دار ہے۔'' بلاشبہ عورت کا چہرہ خجالت و حیاء کی وجہ سے اس وقت بالخصوص سرخ ہو جاتا ہے جب اس سے جنسی معاملت میں گفتگو کی جائے۔ حتیٰ کہ وہ اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب الحياء ح : ٦١١٩

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٣٨٧ـ كتاب الحمّام / ح : ٤٠١٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتی ہے یا ایک فطری حرکت کی بنا پر وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیتی ہے۔ مگر آج کے یورپ زدہ معاشروں میں شیطانی کاروائیوں کی وجہ سے عورت کی حیاء بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہے اور ان گندے معاشروں میں عورت پر شیطان لعین کا تسلط اس قدر قائم ہو چکا ہے کہ اس نے اس صنف نازک کو حیاء باختہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ شیطان نے وہاں عورت کو برہنہ کر کے سڑکوں یا بازاروں میں لا کھڑا کیا ہے اور اس کی نہایت بڑی اکثریت کو جہنم کا ایندھن بنا دیا ہے اور یہ بے وقوف صنف نازک اپنے آپ کو ترقی یافتہ اور روشن خیال تصور کیے ہوئے ہے۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

((اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) [1]

''جب تم میں حیاء نہیں رہی تو پھر جو چاہو سو کرو۔''

آج یورپ زدہ مغربی و مشرقی معاشروں میں عورت کو مردوں نے برائی و بدکاری میں دلیر ہونا، فسق و فجور میں غرق ہونا، بے پردگی و برہنگی اور ہر طرف منہ اٹھا کر چل دینے میں بے باک کر دیا ہے۔ وہاں کے حیاء باختہ معاشروں میں عورت کو ہر وقت مردوں کے استعمال کے لیے زیب و زینت اختیار کرنے کا درس دیا جاتا ہے اور ان معاشروں کے مردوں نے عورت کو اس وہم میں مبتلا کر رکھا ہے کہ یہ سب کچھ عورت کی آزادی اور اس کی ترقی کے اسباب ہیں۔ جبکہ شرم و حیاء، پردہ اور عفت و عصمت تو بنیاد پرستی، زمانہ قدیم کی طرف پلٹ جانے کے مترادف اور عورت کی آزادی کو دبانے کی مانند ہے۔ تاکہ شیطان اپنے ایک بہت بڑے ہدف کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے اور وہ ہے: اس کا اپنے ہمراہ انسانوں کے ایک جم غفیر کو جہنم میں لے کر جانا۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے ہمیں اس ملعون کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے اسے اپنا دشمن بنائے رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف:٢٧)

''اے بنی آدم! (خیال رکھو!) شیطان تم لوگوں کو بہکا نہ دے (وہ تمہارا پکا دشمن ہے) جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا، ان کے کپڑے اتروائے ان کا ستر ان کو دکھلانے کے لیے کیونکہ وہ (شیطان لعین) اور اس کا کنبہ (یا اس کا لشکر تم) کو دیکھ لیتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ

[1] صحيح البخاری/ كتاب الادب، باب إذا لم تستح فاصنع ما شئت/ حديث: ٦١٢٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست بنا دیا ہے جو بے ایمان (مشرک اور کافر) ہیں۔''

اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ﴾ (فاطر:٦)

''بلاشبہ شیطان تمہارا جانی دشمن ہے تم بھی اس کے جانی دشمن رہو۔ (وہ تمہاری دنیا و آخرت دونوں تباہ کرنا چاہتا ہے تم اس کی چال میں نہ آؤ) وہ اپنے یار لوگوں کو اس لیے اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ سب اس کے ساتھ مل کر جہنمی بن جائیں''

سیدنا آدم و حواء علیہما السلام کے دور سے لے کر آج تک (اور تا قیامت) شیطان کی پلاننگ اور اس کا طریقہ آدمیوں، مردوں اور عورتوں کے کپڑے اتروا کر انہیں ننگا کرنا رہا ہے۔ اس لیے کہ برہنگی وہ مضبوط حربہ رہا ہے کہ جس کے ساتھ وہ ملتوں اور قوموں کے درمیان فساد پیدا کرنے کے لیے ان کی اخلاقی اقدار کو تباہ کر کے ان کو بے دین بناتا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ شیطان کے اس منصوبے کا تجربہ و عمل سب سے پہلی عورت پر ہو۔ تاکہ وہ انسانوں کے کپڑے اتروانے میں اپنے منصوبے پر نہایت آسانی سے عمل پیرا ہو سکے۔ یہ وہ فتنہ ہے کہ جو مردوں پر سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ ، مِنَ النِّسَاءِ)) [1]

''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔''

تو یہ بات انتہائی مؤکد ہے کہ شیطان اور اس کے انسانی مددگار اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ عورت کا شرم و حیاء سے خلاصی حاصل کر لینے اور اس کو (مادر پدر) آزادی دے دینے سے وہ ضرور سب کچھ کر گزرتی ہے کہ جو وہ چاہے۔ اور اس کا پہلا ہدف کپڑے اتار کر سر عام ننگے ہونا ہوتا ہے۔ جیسا آج کل مغرب زدہ معاشروں اور سمندروں کے کناروں پر نظر آ رہا ہے۔ اور یہی بالذات شیطان کی آرزو ہے۔ تاکہ وہ ترقی کے اگلے مرحلے کی مستحق ٹھہرے۔ یہ ترقی کس چیز کی طرف ہے؟ یہ ترقی و تقدم ہے جہنم کی طرف کہ جو نہایت ہی برا ٹھکانا ہے۔ اور یہی وہ سچ ہے کہ جس سے قطعاً مفر نہیں۔ اور اس بے حیاء ترقی کا آخری ٹھکانا جہنم کے سوا کچھ نہیں کہ جو لازماً

[1] أخرجه البخاري في كتاب النكاح ، باب ما يتقى من شؤم المرأة: ح : ٥٠٩٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگا۔ ہر اس عورت کے لیے کہ جس نے اپنی شرم و حیاء سے خلاصی حاصل کر لی اور وہ اپنے لباس سے باہر نکل آئی۔ اپنے جسم کے بعض حصوں کو اس نے برہنہ کر دیا اور وہ جہنم کی طرف چل کھڑی ہوئی اور جہنمیوں کی دوسری قسم والوں میں شامل ہوگئی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا : قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ ، مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ ، رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا)) ❶

''جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا۔ ایک تو وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی مانند کوڑے ہیں وہ لوگوں کو ان سے مارتے ہیں۔ دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہنتی تو ہیں مگر اس کے باوجود ننگی ہوتی ہیں (یعنی ستر کے لائق ان کے اعضاء کھلے ہوتے ہیں یا ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں کہ جن میں سے ان کا بدن صاف نظر آتا ہے تو گویا وہ ننگی ہیں) یہ سیدھی راہ سے لوگوں کو بہکانے والی اور خود بھی بہکنے والی ہوتی ہیں۔ ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوں گی۔ بلکہ اس کی خوشبو کو بھی وہ نہ پاسکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی دور سے آجاتی ہے''

اس حدیث مبارک میں عورتوں کی جس نوع کا ذکر ہوا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے دور میں نہیں دیکھا تھا حالانکہ وہاں بہت ساری غیر مسلم جاہل عورتیں پائی جاتی تھیں۔ مگر ان پر مذکور بالا نوع کی خصلتیں منطبق نہیں ہوتی تھیں۔ اس دور کی جاہل عورتوں کے ہاں اس کے سوا کوئی بے پردگی نہیں تھی کہ وہ اوڑھنی کو سر پر صرف یونہی ڈال لیتی تھیں اور کس کر نہیں باندھتی تھیں تاکہ ان کی گردنوں اور سینے سے اوپر والے حصے چھپ جائیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اس سے بھی مسلمان عورتوں کو منع فرما دیا:

﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى..... ﴾ (الاحزاب:۳۳)

''اور اپنے گھر میں عزت و وقار کے ساتھ بیٹھی رہو اور اگلے جاہلیت کے زمانہ کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔''

❶ أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة ، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات، ح : ٥٥٨٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دور کی عورتیں تو بجائے اس کے کہ باریک لباس کے ساتھ نیم برہنہ ہو کر بے حیائی کی دعوت دینے والی ہوتیں وہ تو جنسیت کا ایک آدھ کلمہ سن کر ہی شرم سے پانی پانی ہو جایا کرتی تھیں اور ان میں سے کنواری عورتیں تو مکمل حیاء کیا کرتی تھیں حتیٰ کہ وہ اپنی چادر اور چار دیواری میں رہتیں۔ چہ جائیکہ وہ باہر (آوارہ) پھرتی ہوتیں۔ تو کیا ایک مسلمان عورت کے لیے لازم نہیں ہے کہ وہ ان سے شرم وحیاء اور پردہ میں بہت ہی زیادہ پابندی کرنے والی ہو؟

کیا کوئی مسلمان عورت اس بات کو پسند کرے گی کہ وہ زمانہ جاہلیت کی عورت سے کم حیاء کرنے والی ہو کر شرم وحیاء سے کام نہ لے حتیٰ کہ گھر سے باہر نکلے تو وہ باریک لباس میں نیم برہنہ ہو کر بے حیائی کی دعوت دینے والی ہو؟ تو جو مسلمان بی بی یہ نہ چاہتی ہو کہ وہ جہنم والیوں کی اس قسم سے ہو تو اسے جہنم کی طرف پیش قدمی بھی نہیں کرنی چاہیے۔ اور اسے حیاء باختہ لباس زیب تن کر کے یوں گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ اسے ''کنواری عورت سے بھی زیادہ شرم وحیاء والی'' مثال کا نمونہ بنا چاہیے۔ یعنی وہ حیاء کہ جسے اللہ عزوجل بھی پسند کرتا ہے اور جو اللہ کے رسول ﷺ کو بھی اچھی لگتی ہے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ)) وَقَالَ ﷺ: ((اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ)) [أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب الحياء شعبة من الإيمان] بَلْ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ)) ❶

''حیاء خیر اور بھلائی ہی لے کر آتی ہے۔'' اور نبی معظم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''حیاء تمام کی تمام بھلائی ہی ہے۔'' بلکہ نبی کریم ﷺ نے یوں بھی فرمایا: ''جس بات میں بھی حیاء ہو گی اس عمل کو زینت دار بنا دے گی۔''

❶ صحيح سنن الترمذي، رقم: ١٦٠٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:...... نبی کریم ﷺ کے ناپسندیدہ امور

تمہید:

نبی رحمت محمد رسول اللہ ﷺ بھی دوسرے انسانوں کی طرح ناراض ہوتے اور بعض چیزوں کو ناپسند کرتے تھے۔ لیکن آپ کا غصہ بھی اللہ کی خاطر ہوتا تھا اور آپ ﷺ کی ناپسند بھی اللہ ہی کے لیے ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کبھی بھی اپنی ذات اطہر کے لیے نہ ناراض ہوتے اور نہ ہی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔ جب آپ کی یہ شان عظیم تھی تو پھر لازم ہے کہ آپ ﷺ کی ناراضگی بھی اسی بات اور چیز میں ہوگی جس سے اللہ عزوجل ناراض ہو اور آپ کی ناپسندیدگی ونفرت بھی اسی چیز اور بات سے ہوتی ہوگی کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ ناپسند کرتا ہو۔ چنانچہ انہیں ناپسندیدہ چیزوں میں ردی اور خراب کام بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُورِ وَأَشْرَافَهَا وَيَكْرَهُ سَفْسَافَهَا)) [1]

''بلاشبہ اللہ عزوجل بلند پایہ اور نہایت معزز امور کو پسند فرماتے ہیں جبکہ ردی قسم کے خراب کاموں کو ناپسند کرتے ہیں''

نبی معظم ﷺ بھی اسی طرح نہایت ردی قسم کے ان اخلاق سے نفرت کرتے تھے کہ جن کو اللہ عزوجل بھی ناپسند کرتے ہوں۔ اور وہ معاملات کہ جنہیں نبی کریم ﷺ ناپسند کرتے تھے۔ ہر وہ منع کردہ کام تھا کہ جس سے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عظیم میں یا اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے منع فرما رکھا ہو۔ چنانچہ ان امور میں: اللہ عزوجل (اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں وغیرہم) کے ساتھ کفر کرنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، بڑے جرائم کا ارتکاب کرنا اور صریح نافرمانی شامل تھے۔ بعینہ نبی معظم ﷺ بری خصلتوں، رذیل قسم کے اخلاق وعادات، مجرمانہ کردار اور قبیح قسم کی چیزوں کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔

نبی معظم ﷺ کی صفات عالیہ میں سے ایک یہ صفت بھی تھی کہ: آپ ﷺ اس شخص کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے تھے کہ جس کو آپ ناپسند کرتے ہوتے اور جس چیز کو آپ ﷺ ناپسند کرتے اس کے متعلق اپنی حیاء کی وجہ سے بات ہی نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہوجاتا اور آپ کے صحابہ

[1] صحيح الجامع الصغير، رقم: ١٨٩٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کی اس ناپسندیدگی کو سمجھ جایا کرتے تھے۔

((فَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَشَدُّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا ، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهٖ)) ❶

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چادر میں لپٹی ایک کنواری عورت سے بھی زیادہ حیاء دار تھے اور آپ ﷺ جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تو ہم آپ کے چہرہ مبارک پر اس ناپسندیدگی کو پہچان لیا کرتے تھے۔''

اور نبی معظم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ جب کسی ایسی چیز کو دیکھتے کہ جسے آپ ﷺ ناپسند کرتے ہوتے تو ہر حال میں اس بات پر اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرتے ہوئے فرماتے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ)) ❷

''ہر حال میں اللہ کا شکر ہے''

نبی کریم ﷺ کے ناپسندیدہ امور تو بہت زیادہ ہیں لیکن ہم یہاں اس عنوان کے تحت صرف انہیں امور پر توجہ مرکوز کریں گے جو احادیث میں بالخصوص لفظ ''کَرِہَ یا اَلْبُغْضُ یا عَدَمَ الْحُبِّ کے ساتھ ذکر ہوئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے ناپسندیدہ ومکروہ امور میں سے کفر راہ حق سے انحراف اور گناہ

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّرَقِيْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ)) ❸

''سیدنا عبد اللہ الزرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے نزدیک ایمان کو محبوب تر بنا دے اور اسے ہمارے دلوں میں مزین فرما دے اور ہمارے نزدیک کفر، راہ حق سے انحراف اور گناہ کو نہایت ناپسندیدہ کر دے۔''

اور اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے: ﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب كثرة حياءه ﷺ

❷ دیکھئے: صحيح سنن ابن ماجه: ٣٠٦٦

❸ مسند أحمد، رقم: ١٥٤٣١، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح (٣/ ٤٢٤ - ١٥٠٦٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۞ ﴾ (الحجرات:۷) ''اور یہ جان لو کہ اللہ کا پیغمبر تم میں موجود ہے (اللہ اس کو ہر خبر کا حال بتلا دے گا) بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ تمہارا کہنا ان میں سے مان لیا کرے تو تم آفت میں پھنس جاؤ مگر (عمدہ بات یہ ہے کہ) اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا کی اور تمہارے دلوں میں اس کو اچھا کر دیا ہے جبکہ کفر، نافرمانی اور گناہ سے تم میں نفرت ڈال دی ہے۔ یہی لوگ تو اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک رستے پر ہیں''

الکفر:

کفر، ایمان کے الٹ ہوتا ہے۔کلام عرب میں ''الکفر'' کا معنی دراصل ''اَلسِّتْر اور اَلتَّغْطِيَةُ''یعنی پردہ اور ڈھانپنا ہوتا ہے۔اس معنی کی بنا پر رات کو ''کافرًا'' کہا جاتا ہے۔اس لیے کہ رات اپنی سیاہی کے ساتھ ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے اور کافر وہ شخص ہوتا ہے جو حق کو ڈھانپ کر اسے چھپا لے۔

کفر دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک کفر اصغر اور ایک کفر اکبر۔کفر اصغر ایک مسلمان آدمی کو ملت اسلام سے خارج نہیں کرتا اور یہ ہوتا ہے نعمت و احسان کا کفر۔ جہاں تک کفر اکبر کا تعلق ہے تو یہ آدمی کو ملت اسلام سے باہر نکال دیتا ہے۔اس کی پانچ اقسام ہوتی ہیں: (۱)......کفر تکذیب (دین حنیف اور اللہ عزوجل کی ذات اقدس و شریعت مطہرہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کا کھلا انکار کر دینا)۔(۲)......اللہ عزوجل کی توحید اور نبی مکرم ﷺ کی رسالت و نبوت کی تصدیق کے باوجود تکبر کی راہ سے ان کا انکار کر دینا۔(۳)......شک اور بدگمانی کا کفر (اللہ کی توحید، نبیوں کی رسالت اور قباحت وغیرہ جیسے امور غیبیہ کے بارے میں شک و شبہ کی بنیاد پر ان کا انکار کر دینا) (۴)......کفر اعراض (۵)......کفر نفاق، اور یہ ہوتا ہے دل میں کفر کو چھپانا اور زبان سے ایمان کا اظہار کرنا۔

الفسوق:

الفِسْق...... کا معنی دراصل ہوتا ہے کسی چیز سے نکل جانا۔جیسے کہ کہا جاتا ہے۔فَسَقَتِ الرُّطْبَةُ...... سبزی اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔فَسَقَتِ الْفَارَةُ مِنْ جُحْرِهَا...... چوہیا اپنے بل سے باہر نکل آئی۔اور جب کہیں گے:فَسَقَ الرَّجُلُ فُسُوقًا ......تو اس کا معنی ہوگا آدمی نے حق بات سے انحراف کرتے ہوئے نافرمانی کی۔اسی سے ہے:اَلْفِسِّيْق......یعنی ہمیشہ کا نافرمان۔اور ''اَلْفِسْق......شرعی استعمال کے عرف میں بمعنی:اَلْخُرُوجُ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ...... ہوتا ہے۔یعنی اللہ کی اطاعت سے باہر نکل جانا۔تو اس لفظ کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جو اپنے کفر صریح کی وجہ سے ملت اسلامیہ سے خارج ہو جائے اور اس پر بھی اس کلمہ کا اطلاق ہوتا ہے جو اپنے گناہ کی وجہ سے خروج کا ارتکاب کر بیٹھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْعِصْيَانُ:

تمام گناہوں کو عصیان کہا جاتا ہے۔ چاہے وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔

نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کی مشیت میں حصہ داری کو ناپسند کرتے تھے

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَدْ كُنْتُ أَكْرَهُ أَنْ تَقُولُوا: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ مَا شَاءَ مُحَمَّدٌ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس بات کو نہایت ناپسند کرتا ہوں کہ تم کہو: جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہیں (ﷺ)۔ مگر یوں کہا کرو: جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو محمد چاہیں اللہ کی مشیت کے مطابق ﷺ''

تو رسول اللہ ﷺ اس بات کو نہایت ناپسند جانتے تھے کہ کہا جائے: جو اللہ چاہے اور جو اس مشیۃ اللہ میں حصہ داری کے طور پر محمد چاہیں ﷺ - اور پھر رسول اللہ ﷺ نے کلمہ ''ثم'' بیان کر کے مرتبہ و زمانے کی دوری کے کمال کو بیان فرما دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا حَلَفَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ۔ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ)) ❷

''جب تم میں سے کوئی شخص قسم اٹھائے تو یوں نہ کہے جو اللہ چاہے اور جو تم چاہو۔ مگر یہ ہے کہ وہ کہے: جو اللہ چاہے پھر (اللہ کی مشیت کے تابع) جو تم چاہو''

امام خطابی فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے تقدیم میں ادب کی رعایت کی طرف اس حدیث مبارک میں راہنمائی فرمائی ہے اور ترتیب و مہلت اور زمانی فاصلہ کے لیے فائدہ مند طرق کے درمیان لوگوں کے لیے لفظ ''ثُمَّ ...... پھر'' کو اختیار فرمایا ہے تاکہ آپ ﷺ اس بات کا فائدہ دیں کہ غیر اللہ کی مشیت مراتب اور زمانوں کے اعتبار سے موخر ہوا کرتی ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ شرک اصغر میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی کسی دوسرے شخص سے کہے: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ ...... جو اللہ چاہے اور جو تم چاہو۔'' یا یوں کہے: هٰذَا مِنَ اللّٰهِ وَمِنْكَ ...... یہ اللہ عزوجل اور تمہاری طرف سے ہے۔ یا اس طرح کے الفاظ کہے: اِنَّا بِاللّٰهِ وَبِكَ، مَا لِيَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْتَ۔ اَنَا مُتَوَكِّلٌ عَلَى اللّٰهِ وَعَلَيْكَ۔ فِيْ حَسْبِ اللّٰهِ وَحَسْبِكَ وَاللّٰهِ وَحَيَاتِكَ، لَوْلَا اَنْتَ لَمْ يَكُنْ

---

❶ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ٤٣٧٨

❷ صحیح سنن ابن ماجه، رقم: ٢١١٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَذَا وَكَذَا.... ان میں سے بعض جملے کہنے والے کے ارادہ ونیت کی بنا پر شرک اکبر میں داخل ہو جایا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو (دوران نماز) درندوں کی طرح بازو پھیلانا انتہائی ناپسند تھے

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ، فَإِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ ، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِي قَائِمًا ، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا ، وَكَانَ يَقُوْلُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ ، وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَفْتَرِشَ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ ، وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيْمِ)) [1]

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر تحریمہ اور الحمد للہ رب العالمین کی قراءت سے شروع فرماتے تھے اور جب رکوع میں جاتے تو اپنے سر مبارک کو نہ زیادہ اوپر اٹھاتے اور نہ ہی زیادہ جھکاتے تھے۔ مگر یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان میں رہتے اور جب اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے تو تب تک سجدہ میں نہ جاتے حتیٰ کہ بالکل سیدھا کھڑے ہو جاتے اور جب اپنا سر مبارک سجدے سے اٹھاتے تو دوسرا سجدہ تب تک نہ کرتے حتیٰ کہ بالکل سیدھا ہو کر بیٹھ جاتے۔ اور آپ ﷺ ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور آپ ﷺ اس بات کو نہایت ناپسند کرتے کہ آپ اپنے بازوؤں کو درندوں کی طرح زمین پر پھیلائیں۔ اور تشہد میں آپ اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھتے تھے اور آپ ﷺ شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے منع فرماتے اور اپنی نماز کا اختتام دونوں طرف سلام پھیر کر کرتے تھے''

درندوں کی طرح بازو پھیلانا:

نبی مکرم ﷺ نماز میں درندوں کی طرح اپنے بازوؤں کو زمین پر پھیلانا نہایت ناپسند کرتے تھے اور درندوں کی طرح دونوں بازوؤں کو زمین پر پھیلانا سجدہ کرتے وقت زمین کے ساتھ بچھانا ہوتا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے اس حالت سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

[1] مسند أحمد ، رقم : ٢٣٩١٢ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (١٩٤/٦ - ٢٥٠٨٩)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اِعْتَدِلُوا فِي السُّجُوْدِ ، وَلاَ يَنْبَسِطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ)) ❶

''حالت سجدہ میں سیدھی اور درست حالت کو اختیار کرو۔ اور تم میں سے کوئی شخص بھی کتے کی مانند بازو پھیلانے کی طرح اپنے بازو زمین پر نہ بچھائے۔''

اور نبی مکرم ﷺ جب سجدہ میں جانے کا ارادہ فرماتے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرتے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھتے تھے۔ ❷

اور اپنی دونوں ہتھیلیوں پر وجود مبارک کو سہارا دیتے ہوئے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے رکھتے تھے۔ ❸

اور اپنی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے تھے اور آپ ﷺ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں کندھوں کے برابر زمین پر رکھتے تھے۔ ❹

اور کبھی کبھی آپ دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر رکھ لیتے تھے۔ ❺

اور آپ ﷺ سجدوں میں اپنے دونوں بازوؤں کو زمین پر بچھاتے نہیں تھے۔ ❻

بلکہ جناب عبداللہ بن مالک ابن بُحَینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ)) ❻

''نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو سجدے میں اپنے دونوں بازوؤں کو اس قدر پھیلا دیتے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی''

اور آپ ﷺ اپنے سجدوں میں ایسی حالت میں ہوتے کہ اگر کوئی بھیڑ یا بکری کا بچہ (مینا) آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنا چاہتا (دونوں بازوؤں کے نیچے سے) تو بآسانی گزر جاتا۔ ❼

اور نبی مکرم ﷺ اس میں آخری حد کو پہنچ جاتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے بعض صحابہ کرام بیان کرتے ہیں:

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب لا يفترش ذراعيه في السجود۔ ح : ٨٢٢

❷ دیکھئے: صحیح سنن ابی داؤد حدیث ٧٦٩

❸ اخرجه الحاكم في الصلاة/باب كان النبي ﷺ إذا سجد ضم اصابعه

❹ دیکھئے: صحیح سنن ابی داؤد حدیث ٦٧٣

❺ دیکھئے: صحیح سنن النسائی حدیث ٨٥٦

❻ دیکھئے: صحیح البخاری/ کتاب الاذان باب لا یفترشی ذراعیه فی السجود

❻ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب يبدي ضَبْعَيه وَيُجا فِي فِي السُّجُود: ح : ٨٠٧

❷ دیکھئے: صحیح مسلم/ کتاب الصلاۃ/ باب الاعتدال فی السجود ......الخ حدیث : ١١٠٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((إِنْ كُنَّا لَنَأْوِي لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا يُجَافِي بِيَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ ، إِذَا سَجَدَ)) ❶

''جب رسول اللہ ﷺ سجدہ کرتے تو ہم آپ ﷺ کے لیے نرمی اختیار کرتے اس چیز سے کہ جو آپ اپنے دونوں پہلوؤں سے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ جوف دار بناتے تھے (یعنی گولائی کی صورت میں)۔''

اور نبی معظم ﷺ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے: ''جب تم سجدہ کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور اپنی دونوں کہنیوں کو اٹھا کر رکھو'' ❷

اور نبی کریم ﷺ سجدہ کی حالت کا صحیح طریقہ سکھلاتے ہوئے (انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ) فرماتے:

((لَا تُبْسِطْ ذِرَاعَيْكَ ، وَادْعَمْ عَلَى رَاحَتَيْكَ ، وَتَجَافَ عَنْ ضَبْعَيْكَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ سَجَدَ كُلُّ عُضْوٍ مِنْكَ مَعَكَ)) ❸

''اپنے دونوں بازوؤں کو (زمین پر) مت پھیلاؤ بلکہ اپنی دونوں ہتھیلیوں پر اپنے وجود کا بوجھ ڈالو۔ اپنے دونوں بازوؤں کو جوف دار بناؤ۔ اس طرح تم نے جب کر لیا تو جانیے کہ تمہارے (پورے وجود کے) ساتھ تمہارے ہر عضو نے سجدہ کر لیا''

سجدوں میں دونوں ہاتھوں کی زمین پر رکھنے والی حالت کے متعلق نبی مکرم ﷺ کے متعدد اوامر ہمیں اس بات کی اہمیت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور اس بات کی طرف بھی کہ اس حالت و کیفیت میں کئی ایک حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ حتیٰ کہ اس میں ایک بہت بڑی حکمت بھی ہے کہ جس کا تعلق پورے بدن سے ہے۔ (میں نے اس موضوع کو اپنی کتاب ''الصلاۃ والریاضۃ والبدن'' میں کھول کر بیان کیا ہے۔ عدنان الطرشہ)

نبی مکرم ﷺ کی قرآن کے متعلق اختلاف کرنے پر انتہائی ناپسندیدگی

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ : سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ خِلَافَهَا ، فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ : ((كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ ، فَلَا تَخْتَلِفُوا ، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا)) ❹

❶ صحيح سنن ابن ماجه ، رقم : ٧٢٤ (كتاب إقامة الصلوات / ح : ٨٨٦)

❷ دیکھیے: صحیح مسلم كتاب الصلاة/ باب الاعتدال في السجود......الخ حديث: ١١٠٤

❸ أخرجه الحاكم في الصلاة ، باب كان ﷺ إذا سجد ضم أصابعه وابن خزيمة في صحيحة / باب الاعتدال في السجود والنهي عَنْ اِفْتِرَاش الذراعَين الْأَرْض : ح : ٦٤٥

❹ أخرجه البخاري في كتاب أحاديث الأنبياء ، باب ٥٤ ح : ٣٤٧٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک صحابی (عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے سنا جبکہ وہی آیت میں نبی اکرم ﷺ سے اس قراءت کے خلاف سن چکا تھا۔ اس لیے میں انہیں ساتھ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر اس کی وجہ سے ناراضگی کے آثار دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اچھا پڑھتے ہو۔ آپس میں (قرآن کے متعلق) اختلاف نہ کیا کرو۔ تم سے پہلے لوگ اسی قسم کے جھگڑوں کی وجہ سے تباہ ہو گئے''

نبی معظم ﷺ قرآن میں اختلاف کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ تو قرآن کی کسی ایک آیت کے بارے میں بھی اختلاف کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے۔ قرآن تو سات قراءتوں پر اترا تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((أَقْرَأَنِي جِبْرِيْلُ عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ وَيَزِيْدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ)) [1]

''جبریل علیہ السلام نے مجھے (پہلے) عرب کے ایک ہی محاورے پر قرآن پڑھایا۔ میں نے ان سے کہا (اس میں بہت دشواری ہوگی) اور میں برابر ان سے کہتا رہا کہ دیگر قراءتوں میں بھی پڑھنے کی اجازت دو اور پھر وہ ان قراءتوں (محاوروں) میں میرے لیے اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ سات قراءتوں پر پہنچ گئے۔'' (اور یوں میں سات قراءتوں کی اجازت مل گئی)

ان ساتوں قراءتوں اور مراتب میں سے کسی بھی قراءت و محاورہ اور مرتبہ کے ساتھ قرآن کی تلاوت جائز ہے۔ اور ان سات قراءتوں میں سے کسی بھی ایک قراءت کے ساتھ جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے وہ نیکی کے اعلیٰ درجے کو پانے والا ہے۔ اس پر انکار جائز نہیں اور نہ ہی اس پر طعن و تشنیع جائز ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی ان ساتوں قراءتوں میں سے کوئی ایک قراءت یاد کیے ہوئے ہوتا ہے اور وہ اس کے علاوہ کسی اور قراءت سے واقف نہیں ہوتا۔ وہ کسی دوسرے آدمی سے ایک دوسری قراءت سنتا ہے تو اس کا وہ رد کرنے لگتا ہے اور اس کے بارے میں بدگمانی کرنے لگتا ہے۔ یہ بات ان دونوں کو قرآن میں اختلاف کے لیے جھگڑے کی طرف لے جاتی ہے اور یہی وہ غلط بات ہے کہ جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور اس بات کو نہایت ناپسند کیا ہے کہ یہ نزاع و افتراق مسلمانوں میں ہو جائے۔ اس طرح کا معاملہ رسول اللہ ﷺ

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن ، باب أنزل القرآن على سبعة أحرف ح : ٤٩٩١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حیات طیبہ میں بھی پیش آیا تھا جیسا کہ اوپر ذکر کردہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا ہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بھی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی مکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں وہ ایک آیت کے بارے میں باہم اختلاف کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصہ و ناراضگی کے آثار نمایاں تھے۔ فرمایا:

((اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ)) ❶

''بلاشبہ تم سے پہلے لوگ اللہ کی کتاب کے بارے میں (جو ان کے پاس ہوا کرتی تھی) باہمی اختلاف کی وجہ سے ہلاک اور تباہ و برباد ہو گئے''

ایسا ہی ایک معاملہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ چنانچہ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہشام بن حکیم کو میں نے سورۃ الفرقان نماز میں پڑھتے سنا۔ میں نے ان کی قرأت کو غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ سورت میں ایسے حروف پڑھ رہے ہیں کہ جنہیں اس طرح سے مجھے رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھایا ہے۔ قریب تھا کہ میں ان کا سر نماز ہی پکڑ لیتا لیکن یہ ہے کہ میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر سے ان کی گردن باندھ کر پوچھا: یہ سورت جو ابھی میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سماعت کی ہے یہ تمہیں کس نے اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح پڑھائی ہے۔ میں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس لیے کہ خود نبی کریم ﷺ نے مجھے اس سے مختلف دوسرے حرفوں (دوسری قرأت) سے پڑھائی ہے کہ جس طرح تم پڑھ رہے ہو۔ آخر میں انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا:

((إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوْفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((أَرْسِلْهُ ، اِقْرَأْ يَا هِشَامُ)) فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ : ((اِقْرَأْ يَا عُمَرُ)) فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ ، إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، فَاقْرَؤُوا مَاتَيَسَّرَ مِنْهُ)) ❷

❶ دیکھئے: صحیح مسلم/ كتاب العلم/ باب النهي عن ابتاع متشابه القرآن والتحذير من متبعيه / حديث : ٦٧٧٦

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن ، باب أنزل القرآن على سبعة أحرف : ح : ٤٩٩٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ کے رسول! میں نے اس شخص سے سورۃ الفرقان ایسی قراءت میں پڑھتے ہوئے سنی ہے جس کی آپ ﷺ نے مجھے تعلیم نہیں دی ہے۔ یہ سن کر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: عمر! پہلے تو تم انہیں چھوڑ دو اور پھر ہشام بن حکیم کو مخاطب کر کے فرمایا: تم مجھے پڑھ کر سناؤ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے بھی ان ہی حرفوں (قراءت) میں پڑھا جن میں ان کو میں نے نماز پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا: ''یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔'' پھر فرمایا: عمر! اب تم پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ میں نے اسی طرح پڑھا جس طرح نبی کریم ﷺ نے مجھے تعلیم دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے میری قراءت کو سن کر بھی فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ بلاشبہ یہ قرآن سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے۔ پس تمہارے لیے جس طرح آسان ہو اسی طرح پڑھ لیا کرو''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم و معلم ﷺ سے یہ سورۃ بہت پہلے یاد کر لی تھی۔ پھر اس سورت میں دیگر قراءتیں جو نازل ہوئیں ان کو وہ سن نہیں سکتے تھے۔ البتہ ہشام بن حکیم کو نبی کریم ﷺ نے وہ قراءت سکھائی تھی جو آپ ﷺ پر سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی اور جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہشام کو سنا تو ان کو اس بات کا خدشہ لاحق ہوا کہ قرآن کی قراءت کو کہیں وہ بگاڑ کر نہ پڑھ رہے ہوں۔ اس لیے کہ ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ تو یہ تھا وہ سبب کہ جس کی بنا پر ان کے درمیان نقاش ہوا۔

اور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو قرآن حکیم کی اس قراءت کا حکم فرمایا ہے کہ جس پر ان کے دل مجتمع ہوں۔ اور جب وہ اس کے معانی کے فہم میں ایک دوسرے سے اختلاف کریں تو وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جایا کریں۔ تاکہ یہ اختلاف ان کو کہیں شر کی طرف نہ لے جائے۔ سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ ، فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ)) ❶

''قرآن کو پڑھتے چلے جاؤ جب تک تمہارے دل اس پر لگے رہیں اور جب اختلاف کرنے لگو تو اٹھ کھڑے ہو (یعنی قرآن پڑھنا موقوف کر دو)''

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: احتمال یہ ہے کہ: اقرؤوا کا معنی یہ ہو کہ جب تک ہر آیت کا مفہوم واضح ہوتا چلا جائے اور آیات صحیح معنی کی طرف راہنمائی کرتی چلی جائیں تب تک دل کے لگاؤ کو لازم کیے رکھو اور جب اختلاف واقع ہو جائے یا کسی شبہ کا عارضہ پیش آ جائے کہ جو ایسے جھگڑے کا متقاضی ہو کہ افتراق و تفرقہ کی

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن، باب اقرؤوا القرآن ما ائتلفت عليه قلوبكم: ح: ٥٠٦١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف لے جانے والا ہو تو اس وقت قرآن کی قرأت ترک کر دو اور ایسی محکم آیات پر تمسک اختیار کرو کہ جو باہمی الفت کو لازم کرنے والی ہوں۔ اس وقت ایسی مشابہ آیات سے اعراض کرو کہ جو فرقہ و تفرقہ کی طرف لے جانے والی ہوں۔ اس بات کی وضاحت نبی مکرم ﷺ کی درج ذیل حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔ فرمایا:

((إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ ، فَاحْذَرُوْهُمْ)) ❶

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیات کا کھوج نکالتے ہیں (تاکہ وہ ان کے ذریعے اہل ایمان سے جھگڑا کر سکیں) تو ان سے بچو یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے متعلق اللہ عزوجل نے (قرآن میں) بتلایا ہے'' ❷

اور اس بات کا احتمال بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ قرأت قرآن سے اس وقت منع فرما رہے ہوں کہ جب ادائیگی کی کیفیت میں اختلاف واقع ہو جائے کہ کہیں اختلاف کے وقت لوگ فرقوں میں تقسیم ہو جائیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی قرأت پر مستمر رہے۔ جیسا کہ پیچھے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر ہوا کہ جو ان کے اور ایک دوسرے صحابی کے درمیان قرأت کی ادائیگی میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور ان دونوں نے اپنا معاملہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: كِلَا كُمَا مُحْسِنٌ...... تم دونوں اچھا پڑھتے ہو''۔ اور اس طرح رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو جماعت و الفت پر ترغیب دلائی اور قرآن میں اختلاف کے ذریعے باہمی فرقہ و تفرقہ سے خبردار کیا ہے۔ اور قرآن عظیم میں ناحق رائے قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی برائی یہ ہے کہ آیت کی دلالت کسی ایسی چیز پر غالب ہو کہ جو رائے کی مخالف ہو......الخ ❸

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور جہاں تک قرآن حکیم سے دین کی فروع کے استنباط میں اختلاف کا تعلق ہے اور اہل علم کا اس بارے میں فائدہ کے طور پر غور و فکر کا تعلق ہے اور حق کے اظہار کا تعلق ہے اور اس ضمن میں

❶ أخرجه مسلم في كتاب العلم، باب النهي عن اتباع متشابه القرآن والتحذير من متبعيه ح : ٦٧٧٥]

❷ اس بات کو اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (آل عمران: ۷)
''اسی نے تجھ پر یہ کتاب اتاری (یعنی قرآن شریف) اس میں سے بعض آیتیں کھلی صاف مضمون کی ہیں وہ تو قرآن شریف کی جڑ ہیں (جن کو محکم کہتے ہیں) اور بعض آیتیں متشابہ مضمون کی ہیں (کئی پہلو رکھتی ہیں) پھر جن کے دل پھرے ہوئے ہیں (یعنی کج ہیں باطل کی طرف جھکے ہوئے) وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور اصلی حقیقت دریافت کرنے کی نیت سے متشابہ معنی والی آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ اصلی حقیقت ان کی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو پکے عالم ہیں (نہ کٹھ ملا) وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ان پر یہ سب آیتیں (محکم ہوں یا متشابہ) ہمارے پروردگار کی طرف سے (اتری) ہیں۔ اور جن کو عقل ہے وہی سمجھائے سمجھتے ہیں۔''

❸ دیکھئے: فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ۹ ص ۱۰۱ تا ص ۱۰۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے باہمی خلاف کا تعلق ہے...... تو اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس کی اجازت ہے اور اس کی فضیلت واضح ہے۔ تمام اہل اسلام کا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور سے اجماع رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ❶

نبی کریم ﷺ بدفالی و بدشگونی کو نہایت ناپسند فرماتے تھے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْفَأْلُ الْحَسَنُ ، وَيَكْرَهُ الطِّيَرَةَ)) [صحيح سنن ابن ماجه ، رقم: ٢٨٤٨] وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَا عَدْوٰى ، وَلَا طِيَرَةَ ، وَأُحِبُّ الْفَأْلَ الصَّالِحَ)) ❷

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اچھی فال حیران کر دیتی تھی مگر بدشگونی و بدفالی کو آپ ﷺ نہایت ناپسند کرتے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: وبائی مرض اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ اسی طرح فالِ بد کوئی چیز نہیں، البتہ نیک فال مجھے پسند ہے''

بدفالی و بدشگونی:

بدشگونی و بدفالی دراصل نہایت ناپسندیدہ کوئی قول یا فعل یا کوئی دکھائی دینے والی چیز ہوتی ہے۔ دور جاہلیت کے مشرکین نیک فال لینے اور بدفالی سمجھنے کے لیے ہرنوں اور پرندوں کو دوڑاتے اور اڑاتے تھے۔ ❸

چنانچہ یہ پرندہ یا ہرن اگر آدمی کے سامنے سے اپنے دائیں پہلو کے ساتھ گزرتا تو اس کو مبارک جانتے اور اپنے سفر پر روانہ ہو جاتے یا اپنی ضرورتوں کے لیے نکل جاتے اور اگر یہ پرندہ یا ہرن آدمی کے سامنے گزرتے وقت اپنا بایاں پہلو رکھتا تو اس سے بدشگونی لیتے اور اپنے سفر یا اپنی ضرورتوں سے واپس پلٹ آتے۔ چنانچہ ان کا یہ عمل اکثر اوقات ان کی مصلحتوں سے ان کو روک لیتا۔ اس لیے شریعت مطہرہ نے اس بدشگونی والے عمل کی نفی کرتے ہوئے اس کو باطل قرار دے دیا۔ اور اس سے منع کر دیا۔ نبی مکرم ﷺ نے خبر بھی دے دی کہ ایسا کرنے میں نہ ہی تو کسی نفع و فائدہ کے لیے تاثیر ہے اور نہ ہی کسی نقصان کے لیے۔ تو یہ ہوا معنی آپ ﷺ کے فرمان: ''لَا طِيَرَةَ'' کا۔ یعنی بدشگونی و بدفالی کوئی چیز نہیں ہے۔

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب السلام ، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشؤم ح : ٥٨٠٢

❷ وہ اس طرح کہ کسی اڑائے گئے پرندے یا دوڑائے گئے ہرن کا اس طرح سے گزرنا کہ وہ بائیں جانب سے آ کر دائیں جانب کو اس طرح سے گزرے کہ اس کا دایاں حصہ آدمی کے سامنے ہو تو اس سے نیک فال لیتے۔ اس کے لیے عربی میں سنح کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اور اگر اس کے برعکس ہوتا' یعنی پرندہ یا ہرن دائیں جانب سے آ کر دائیں جانب کو اس طرح سے گزرتا کہ اس کا بایاں حصہ آدمی کے سامنے ہوتا تو اس سے بدفالی و بدشگونی لیتے تھے۔ اور اس کے لیے ''بوارح'' کا کلمہ استعمال کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "اَلطِّیَرَۃُ شِرْكٌ" "بدفالی شرک ہے" ❶

یعنی جب لوگ اس کی تاثیر کا اعتقاد وعقیدہ رکھتے ہوئے اس کے مقتضیات کے مطابق عمل کریں اور عقیدہ یہ ہو کہ ایسا عمل نفع وفائدہ دے سکتا ہے یا نقصان، تو یہ شرک ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے فعلاً وایجاداً اس کے لیے اثر وتاثیر کو قبول کر لیا اور جو شخص اس بات کا عقیدہ رکھے کہ کوئی چیز اللہ عزوجل کے سوا خود اختیارات کے ساتھ فائدہ ونفع دے سکتی ہے یا نقصان دے سکتی ہے تو اس نے بالکل واضح (کھلم کھلا) شرک کا ارتکاب کیا۔

بدشگونی و بدفالی میں سوءِ ظن اور مصیبت کی توقع رکھی جاتی ہے۔ الامام الشیخ/عز الدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلطِّیَرَۃ اور اَلتَّطَیُّر میں فرق یہ ہے کہ: اَلتَّطَیُّر سے مراد وہ بدگمانی ہوتی ہے جو دل میں پیدا ہو جائے۔ جبکہ الطِّیَرَۃ سے مراد وہ فعل ہے کہ جو اس سوءِ ظن کی بنیاد پر مرتب ہوتا ہے۔ (یعنی کسی کام کے کرنے سے رک جانا یا کوئی الٹا سیدھا کام کر گزرنا)

نبی مکرم ﷺ "الطِّیَرَہ" سے نفرت فرماتے تھے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اچھی فال کو پسند فرماتے تھے اور اچھے نام کو بھی۔

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَفَاءَلُ وَلَا يَتَطَيَّرُ وَيُعْجِبُهُ الْاِسْمُ الْحَسَنُ)) ❷

"چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اچھی، نیک فال لیتے تھے اور آپ ﷺ بدشگونی و بدفالی نہیں لیتے تھے۔ آپ ﷺ کو اچھا نام بہت اچھا لگتا تھا"

((وَعَنْ بُرَيْدَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ عَامِلاً سَأَلَ عَنِ اسْمِهِ: فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ، وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهُ، رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهِ، وَإِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَأَلَ عَنِ اسْمِهَا، فَإِنْ أَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ بِهَا، وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهَا، رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهِ)) ❸

"سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی چیز سے بدفالی و بدشگونی نہیں لیتے تھے اور آپ جب کسی شخص کو کہیں عامل (گورنر) مقرر کر کے بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے۔ چنانچہ اگر اس کا نام

❶ صحیح سنن ابی داؤد حدیث: ۳۳۰۹

❷ مسند أحمد، رقم: ۲۳۲۸، وقال حمزۃ أحمد الزین: إسنادہ صحیح

❸ صحیح سنن أبي داود، رقم: ۳۳۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کو بھلا معلوم ہوتا تو اس سے آپ ﷺ خوش ہوجاتے اور وہ خوشی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر دیکھی جاتی تھی اور اگر اس کا نام آپ ﷺ کو برا معلوم ہوتا تو اس کی رنجیدگی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے نظر آجاتی۔ اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس بستی کا نام دریافت کرتے۔ اگر اس کا نام بھلا معلوم ہوتا تو آپ ﷺ خوش ہوجاتے اور یہ خوشی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر معلوم ہوجاتی اور اگر اس کا نام برا معلوم ہوتا تو آپ ﷺ رنجیدہ ہوتے اور یہ رنجیدگی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر معلوم ہوجاتی''

یعنی اس ناپسندیدہ نام کی کراہت نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک پر بدشگونی اور بدفالی لیتے ہوئے نہیں دیکھی جاتی تھی بلکہ اچھے گمان سے دور رہنے کے لیے ہوتی تھی۔

(شارح صحیح بخاری) امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نیک فال لینے میں اجازت اور بدشگونی سے ممانعت کا معنی یہ ہے کہ: آدمی اگر کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ اچھا گمان کر رہا ہو اور یہ چیز اس کی ضرورت کی طلب میں تحریض دینے والی ہو تو اسے یہ کام کر گزرنا چاہیے اور اگر وہ اس کے برعکس دیکھے تو وہ اس کو قبول نہ کرے بلکہ اس راہ سے اعراض کرے۔ اگر اس نے اس کو قبول کرلیا اور اس راہ سے گزر جانے میں پس و پیش سے کام لیا تو یہ بدشگونی و بدفالی ہوگی کہ جسے اس کے لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ اس کے لیے بدشگونی وشؤمت کا لفظ استعمال کیا جائے۔

ایک مسلمان آدمی کو بدشگونی اپنی ضرورت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے منع نہیں کرتی۔ یہ مسلمان کی شان نہیں ہے بلکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اپنی راہ پر چلتا چلا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اپنی امت کو ان کے ارادۂ سفر وغیرہ کے وقت اس کے عوض دعاء استخارہ جیسے اعمال صالحہ عطا کیے ہیں کہ جن پر اہل جاہلیت بدشگونی لینے، پرندے کو ڈانٹنے اور تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کرنے جیسے اعمال بد اختیار کیے ہوئے تھے۔

((فَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ: يَقُولُ: ((إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي —أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ— فَاقْدُرْهُ لِي،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَسِّرْهُ لِيْ ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ۔ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّلِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ — أَوْ قَالَ : فِيْ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ — فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ ، وَاقْدُرْلِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ۔ قَالَ : وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ)) ❶

''سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے تمام معاملات میں استخارہ کرنے کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھاتے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی اہم معاملہ پیش آ جائے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعات نفل پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے: اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت طلب کرتا ہوں اور تیرے عظیم فضل کا طلبگار ہوں۔ اس لیے کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں ہے۔ علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا۔ اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لیے استخارہ کیا جا رہا ہے میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) میرے لیے وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے یہ خیر ہے تو اسے میرے نصیب میں کر دے اور اس کا حصول میرے لیے آسان کر اور پھر اس میں مجھے برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین' دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے برا ہے یا (آپ ﷺ نے فرمایا) میرے معاملہ میں وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے برا ہے تو اسے مجھ سے ہٹا دے (دور کر دے) اور مجھے بھی اس سے ہٹا دے (میرا دل اس سے پھر جائے) پھر میرے لیے خیر مقدر فرما دے جہاں بھی وہ ہو اور اس سے میرے دل کو مطمئن بھی کر دے'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کام کی جگہ اس کام کا نام لے''

تو نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کو ان چیزوں کے بدلے یہ دعا سکھائی ہے کہ جو سراپائے توحید اور اللہ کے ہاں محتاجی کی طلب ہے۔ نری عبادت اور اللہ عزوجل پر توکل ہے اور اس ذات اقدس سے سوال ہے کہ جس کے ہاتھ میں تمام کی تمام خیر ہے۔ وہ ذات اقدس کہ اچھائیاں اور بھلائیاں صرف اسی کی طرف سے آیا کرتی ہیں اور برائیوں کو صرف وہی دور کر سکتا ہے۔ وہ ذات اقدس و کبریاء کو جو اپنے بندے کے لیے جب رحمت کو کھول دیتا

❶ أخرجه البخاري في كتاب التهجد ، باب ماجاء في التطوع مثنى مثنى : ح : ١١٦٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے اس شخص سے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتی اور جب وہ رحمت کو روک لیتا ہے تو کوئی بھی ذات اور قوت کسی بدگمانی، نجومیوں جیسے زائچوں اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعے اس شخص کی طرف یہ رحمت و خیر اور بھلائی بھیج نہیں سکتا۔ پس یہ دعائے استخارہ نہایت سعادت مند مبارک قسمت والی دعا ہے۔ یہ ان سعادت مند، اہل توفیق کی قسمت کا ستارہ ہے کہ جن کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نیکی پہلے سے ہی لکھی جا چکی ہے۔ مشرکوں' بدبخت لوگوں اور اہل خذلان کے لیے کوئی قسمت کا ستارہ اور خیر کی پیشین گوئی نہیں کہ جو اللہ عزوجل کے ساتھ دوسرا معبود بھی بنا لیتے ہیں۔ کوئی بات نہیں، عنقریب وہ (اپنی موت کے بعد) سب کچھ جان لیں گے۔

دعائے استخارہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود اقدس کے اقرار، اس رب کبریاء کے علم، اس کی قدرت و استطاعت اور اس کے ارادہ کے کمال والی صفات کے اقرار، اس ذات ارفع واعلیٰ کی ربوبیت کے اقرار، معاملہ کو اس کے سپرد کر دینے، اس سے مدد طلب کرنے، اس پر توکل کرنے، اپنی ذات کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے، طاقت اور قوت میں صرف اسی کی ذات اقدس کے لیے سبکدوش ہونے اور بندے کا اپنی ذات کے لیے مصلحت کے علم اور اس پر قدرت ومقدرت کی عاجزی کے اعتراف میں سے ہر ایک بات کی ذمہ داری اپنے پاس لیے ہوئے ہے اور یہ کہ ان میں سے ہر ایک اللہ عزوجل کے قبضہ قدرت میں ہے کہ جو ان میں سے ہر ایک کا پیدا کرنے والا اور الٰہ الحق ہے۔

مقصد یہ ہے کہ استخارہ...... اللہ عزوجل پر توکل اور معاملہ کو اس کے سپرد کر دینے کے مترادف اور اس ذات کبریاء کی قدرت اور اس کے علم کے ساتھ قسمت کو طلب کرنے کا نام ہے اور استخارہ کے بعد اللہ عزوجل اپنے بندے کے لیے کسی مستحسن امر کو ہی اختیار فرماتے ہیں اور یہی چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے رب ہونے کی حیثیت سے اس کی رضاء کے لوازم میں سے ہے۔ وہ بندہ کہ جو اس طرح کا اگر نہ ہو تو وہ ایمان کا ذائقہ چکھ ہی نہیں سکتا اور اگر وہ استخارہ کے بعد اس پر راضی ہو گیا جو اس کے مقدر میں ہے تو یہی اس کی سعادت مندی کی علامت ہے۔

خفیہ نکاح کو بھی نبی کریم ﷺ ناپسند کرتے تھے

((عَنْ أَبِي حَسَنٍ الْمَازَنِيِّ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ نِكَاحَ السِّرِّ حَتّٰى يُضْرَبَ بِدَفٍّ وَيُقَالَ أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيُّونَا نُحَيِّيكُمْ)) ❶

''جناب ابوالحسن المازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پوشیدہ نکاح کو نہایت ناپسند جانتے تھے۔ حتیٰ کہ (اس نکاح کے اعلان میں) دف بجائی جائے اور یوں کہا جائے: آئے ہیں ہم آئے ہیں۔

❶ مسند أحمد، رقم: ١٦٦٥٨، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(دلہن لینے آئے ہیں) پس ہمیں مرحبا کہو' ہم تمہیں سلام کریں گے۔ (آئے ہیں ہم ہم آئے ہیں' دلہن لینے آئے ہیں)''

دین اسلام نے نکاح کو مباح کیا ہے اور بدکاری کو حرام قرار دیا ہے۔ حلال نکاح کی کچھ شرطیں اور اس کی کچھ علامات ہیں۔ (۱)...... لوگوں میں اس کا اعلان کرن اوار اس نکاح کا معاملہ لوگوں میں مشہور ہونا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَشِیْدُوا النِّکَاحَ وَاَعْلِنُوہُ'' بآواز بلند نکاح کا اعلان کرو۔ ❶

نکاح کا اعلان دف اور (عیب' شرک وخرافات اور بے حیائی و بے ہودگی سے پاک) ترانوں سے ہونا چاہیے۔ یہی وہ چیز ان امور میں شامل ہے جو حلال اور حرام کے درمیان فرق کرتی ہے۔ محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فَصْلُ مَا بَیْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِی النِّکَاحِ...... حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں دف بجانا اور بآواز بلند نکاح کا اعلان کرنا ہے'' ❷

نکاح کے معاملہ کے اعلان کی ترغیب کا مقصد یہ ہے کہ یہ معاملہ لوگوں پر مخفی نہ رہے۔ چنانچہ نکاح کے اعلان کا طریقہ دف بجا کر حاضرین کا بلند آوازوں سے مبادک باد دینا ہوتا ہے یا پھر سنجیدہ قسم کے جائز اشعار گا کر بتلانا ہوتا ہے۔

اور جہاں تک خفیہ نکاح کا تعلق ہے تو اس کا مطلوب ومقصود نکاح کو چھپانا اور لوگوں سے اس کو مخفی رکھنا ہوتا ہے (اور یہ شریعت میں حرام ہے) حتیٰ کہ خفیہ نکاح کرنے والے گواہوں کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ جبکہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اگر دو مردوں سے کم گواہ ہوں یا ایک مرد اور عورتوں سے کم ہوں تو یہ خفیہ نکاح شمار ہوگا (جو زنا کے زمرے میں آتا ہے۔) شرعی اور مسنون نکاح نہیں۔ جیسا کہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ کتاب النکاح میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک نکاح پیش کیا گیا کہ جس پر صرف ایک مرد اور ایک ہی عورت گواہ تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خفیہ نکاح ہے، میں اسے جائز نہیں قرار دیتا۔ اور اگر مجھے اس کی پیشگی اطلاع دی گئی ہوتی تو میں مرد اور عورت کو رجم کر دیتا۔''

نبی کریم ﷺ شر پھیلانے کو انتہائی ناپسند جانتے تھے

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سُحِرَ، حَتَّی کَانَ یَرَی أَنَّهُ یَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا یَأْتِیهِنَّ۔ قَالَ سُفْیَانُ: وَهٰذَا أَشَدُّ مَا یَکُونُ مِنَ السِّحْرِ إِذَا کَانَ

❶ صحیح الجامع الصغیر حدیث: ۱۰۱۱

❷ سنن النسائی/ کتاب النکاح/باب اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف/حدیث: ۳۳۶۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَذَا۔ فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ ، أَعَلِمْتِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ ، فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ : مَا بَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ : مَطْبُوبٌ۔ قَالَ : وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ : لَبِيْدُ بْنُ الْأَعْصَمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ كَانَ مُنَافِقًا۔ قَالَ : وَفِيمَ؟ قَالَ : فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ۔ قَالَ : وَأَيْنَ؟ قَالَ : فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ)) ، قَالَتْ : فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْبِئْرَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ ، فَقَالَ : ((هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا ، وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ)) قَالَ فَاسْتُخْرِجَ۔ قَالَتْ فَقُلْتُ : أَفَلَا ـأَيْ تَنَشَّرْتَ؟ فَقَالَ: ((أَمَا وَاللّٰهِ فَقَدْ شَفَانِي ، وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا))[1]

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا گیا۔ اس کا آپ ﷺ پر یہ اثر ہوا کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے ساتھ ہم بستری کی ہے حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا ہوتا تھا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس کا یہ اثر ہو تو جادو کی یہ قسم سب سے سخت ہے۔ پھر (انہی ایام تاثیر جادو میں) آپ ﷺ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''عائشہ! کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو بات میں نے پوچھی تھی اس کا جواب اس نے کب کا دے دیا ہے؟ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ایک میرے سر کے پاس کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ جو فرشتہ میرے سر کی طرف کھڑا تھا اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا: ان صاحب کو کیا ہوا؟ اس نے کہا: ان پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا: ان پر کس نے جادو کیا ہے؟ کہا: لبید بن اعصم نے۔ یہ شخص یہودیوں کے حلیف بنو زریق کا ایک شخص ہے اور یہ منافق ہے۔ اس نے سوال کیا: کس چیز میں ان پر جادو کیا گیا ہے؟ جواب دیا: ''کنگھی اور بالوں میں'' پوچھا: جادو ہے کہاں؟ جواب دیا کہ: نر کھجور کے خوشے میں جو زروان کے کنویں میں رکھے ہوئے پتھر کے نیچے دفن ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور جادو کو اندر سے نکلوایا اور پھر فرمایا: یہی وہ کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے اس کا پانی (جو مجھے خواب میں

[1] أخرجه البخاري في كتاب الطب ، باب هل يستخرج السحر؟ ح : ٥٧٦٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھلایا گیا تھا) مہندی کے عرق جیسا رنگ تھا اور اس کے کھجور کے درختوں کے سرے شیطانوں کے سروں جیسے تھے۔'' عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پھر وہ جادو کنویں سے باہر نکالا گیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے اس جادو کا توڑ کیوں نہیں کروایا؟ فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے۔ اب میں اس بات کو انتہائی ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں میں سے کسی پر میں شر کو پھیلاؤں۔''

اور دوسری روایت میں ہے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں (میں نے عرض کیا) اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اس جادو کو جلا کیوں نہیں دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِيَ اللّٰهُ ، وَكَرِهْتُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا، فَأَمَرْتُ بِهَا فَدُفِنَتْ)) [1]

''نہیں، مجھے اللہ عزوجل نے صحت و عافیت عطا فرمائی ہے اور میں اس بات کو انتہائی ناپسند کرتا ہوں کہ میں لوگوں میں شر کو پھیلاؤں۔ میں نے حکم دے کر اسے دفنا دیا ہے''

تو نبی کریم ﷺ اس بات کو بہت ہی برا جانتے تھے کہ شر کو لوگوں کے درمیان پھیلایا جائے۔ حتیٰ کہ اگرچہ یہ کسی مصلحت کو ترک کردینے کی طرف ہی کیوں نہ لے جائے اور یہ کسی خرابی کے پیدا ہونے کی وجہ سے اس سے بھی بڑے خوف کی وجہ سے ہو اور یہ اسلام کا ایک اہم ترین قاعدہ ہے۔

اور باوجود اس کے کہ نبی مکرم ﷺ پر جادو ہوا مگر آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ آپ لبید بن اعصم پر قدرت رکھتے تھے کہ جس نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا اور آپ ﷺ اس کو قتل کردینے کا حکم دے دیتے۔ (مگر ایسا نہیں کیا) یہ نبی مکرم ﷺ کی شفقت و مہربانی، آپ ﷺ کی شرافتِ نفیس اور عظیم اخلاق کی دلیل تھی کہ جس کی تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں فرمائی ہے:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ (القلم:٤)

''اور بلاشبہ ہمارے حبیب و خلیل نبی! تم بڑے عظیم خلق والے ہو''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ ، وَلَا امْرَأَةً ، وَلَا خَادِمًا ، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ ، إِلَّا أَنْ يَنْتَهِكَ

[1] أخرجه مسلم في كتاب السلام ، باب السم ح : ٥٧٠٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَيْئًا مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی شخص کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ عورت کو اور نہ ہی خادم کو۔ مگر یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں مارا اور آپ ﷺ کو اگر کسی نے نقصان پہنچایا تو اس کا بدلہ کبھی نہیں لیا، البتہ اگر کسی نے اللہ کے حکم میں خلل ڈالا تو اللہ کے واسطے بدلہ لیا۔ (یعنی شرعی حدوں میں۔ جیسے چوری میں ہاتھ کاٹنا، زنا میں رجم کرنا یا کوڑے لگانا اور قتل کے بدلے قتل وغیرہا)۔''

لوگوں میں سے کوئی بھی شخص نبی مکرم ﷺ کو اپنی زبان یا اپنے کسی فعل کے ذریعے تکلیف پہنچاتا تو آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے اس سے انتقام نہ لیتے تھے۔ البتہ یہ ہے کہ اگر اس تکلیف کے ساتھ کسی کی طرف سے اللہ عزوجل کی حرام کردہ چیزوں میں سے کسی چیز کو پامال کرنے کا ارتکاب کرتا کہ جسے رب ذوالجلال نے اس پر حرام کر رکھا ہو تو آپ ﷺ اس سے ضرور انتقام لیتے اور اللہ عزوجل کی خاطر اس سے بدلہ لیتے کہ جس نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہوتا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ایسے بعض آدمیوں کو قتل کر دینے کا حکم فرما دیا کہ جو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ لوگ اس گستاخی کے ساتھ ساتھ اللہ کی حرمتوں کو بھی پامال کرتے تھے۔

اور جہاں تک اس کے برعکس والے اخلاق کا معاملہ ہے تو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ہر اس شخص کو معاف کر دینے والے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جس نے بھی آپ ﷺ پر ظلم کیا تھا اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی تھی۔

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو ان لوگوں سے بھی درگزر سے کام لیا کہ جنہوں نے آپ ﷺ سے جنگ کی تھی اور آپ کو روئے زمین سے زیادہ محبوب خطہ ارض مکہ المکرّمہ سے بھی نکال دیا تھا۔ آپ نے اہل مکہ کو فتح مکہ والے دن باوجود اس کے کہ آپ ان پر مکمل طور پر قابو پا چکے تھے اور ان سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتے تھے، انہیں معاف کر دیا تھا اور ان سے انتقام نہیں لیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ اس بات کو نہایت ہی ناپسند جانتے تھے کہ لوگوں میں کوئی شر پھیلے۔

ظلم و جور پر گواہی دینا بھی نبی کریم ﷺ ناپسند کرتے تھے

((عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ : ((أَنَّ أَبَاهُ نَحَلَه نَحْلاً فَقَالَتْ لَهُ أُمُّهُ : أَشْهِدِ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى مَا نَحَلْتَ ابْنِي ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ

❶ أخرجه مسلم في كتاب الفضائل ، باب مباعدته ﷺ للآثام واختياره من المباح أسهله ح : ٦٠٥٠]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَّشْهَدَ لَهُ)) [صحيح سنن النسائي ، رقم : ٣٤٣٧] وَقَالَ ﷺ لَهُ : ((يَا بَشِيْرُ ، أَلَكَ وَلَدٌ سِوَىٰ هٰذَا؟)) قَالَ : نَعَمْ ، فَقَالَ : ((أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟)) قَالَ : لَا ، قَالَ : ((فَلَا تُشْهِدْنِيْ إِذًا ، فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ)) ❶

''سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد جناب بشیر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک غلام ہبہ کیا۔ حضرت نعمان کی والدہ اپنے خاوند (حضرت بشیر رضی اللہ عنہ سے) کہنے لگیں: آپ نے میرے بیٹے کو جو غلام عطا کیا ہے کیا تم نے اس پر نبی کریم ﷺ کو گواہ بنا لیا ہے؟ چنانچہ وہ (حضرت بشیر رضی اللہ عنہ) نبی معظم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے اس بات کو نہایت پسند کیا کہ آپ اس پر گواہ بن جائیں (یہ سنن النسائی کی روایت ہے اور اس کی وضاحت صحیح مسلم کی حدیث میں یوں ہے کہ) نبی مکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اے بشیر! کیا اس نعمان کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا ان سب کو نعمان کی طرح ایک ایک غلام ہبہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: نہیں جی۔ فرمایا: ''تب تم مجھے اس بات پر گواہ مت بناؤ میں ظلم و جور پر بالکل گواہ نہیں بنوں گا''

ظلم و جور پر گواہی:

نبی مکرم ﷺ نے اس بات کو انتہائی ناپسند فرمایا کہ آپ ظلم پر گواہی دیں اور آپ ﷺ نے اس گواہی سے منع بھی فرمایا ہے۔ جور سے مراد سیدھی راہ اور اعتدال سے ہٹ جانا ہوتا ہے۔ ہر وہ عمل و فعل اور قول کہ جو اعتدال سے باہر نکل جائے وہ ظلم و جور کہلاتا ہے۔ چاہے وہ حرام ہو یا مکروہ وناپسندیدہ۔

اللہ عزوجل نے حق، سچ کی گواہی دینے کا حکم دیتے ہوئے اس کے چھپانے سے منع فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۝ ﴾

(البقرة:٢٨٣)

''اور (حق سچ کی) گواہی کو مت چھپاؤ (جب گواہی دینے کے لیے بلائے جاؤ) اور جو گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: گواہ پر لازم ہے کہ اس سے جہاں کہیں بھی (حق سچ کے لیے) گواہی کی خاطر بلوایا جائے وہی گواہی دے اور جہاں کہیں بھی سچی بات کرنے کے لیے اسے کہا جائے وہ سچی خبر

❶ أخرجه مسلم في كتاب الهبات ، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة ح : ٤١٨٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والا جرم کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح سچی گواہی کا چھپانا بھی کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ جب کسی مومن، مسلمان شخص کو ظلم و جور پر گواہ بننے کے لیے کہا جائے تو اسے چاہیے کہ اسے گواہی سے باز آ جائے۔ اس ضمن میں اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔

((فَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟)) ثَلَاثًا قَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ۔ قَالَ : ((أَلَا شْرَاكُ بِاللهِ ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ)) وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: ((أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ)) قَالَ : فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ)) ❶

''جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ آپ ﷺ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! (ضرور بیان فرمایئے!) تب آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔'' اس وقت آپ (کہ جب یہ ارشاد فرما رہے تھے) ٹیک لگائے ہوئے تھے، لیکن اب آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ہاں! اور جھوٹی گواہی بھی۔'' جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس جملے کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم کہنے لگے: کاش آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمالیں۔''

تو نبی کریم ﷺ کا اس معاملے کو باہتمام بیان کرنے کے لیے سیدھے ہو کر بیٹھ جانا اس امر کی حرمت اور اس کے عظیم ترقبیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اللہ عزوجل نے اپنے ان مومن بندوں کی مدح اور تعریف فرمائی ہے کہ جن کی صفات عالیہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیا کرتے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ ﴾ (الفرقان:۷۲)

''اور یہ (اہل ایمان) وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے (اور جھوٹ فریب نہیں کرتے) اور جب کسی بیہودہ کام کے پاس سے ان کا گزر ہو تو وہ عزت بچا کر چل دیتے ہیں (یعنی تعریف آدمیوں کی طرح وہاں سے گزر جاتے ہیں)۔''

نبی کریم ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اس سے قبل کہ ان سے کہا جائے وہ خود بخود گواہی دیں گے اور وہ گواہی وقسم کے معاملہ کو بالکل حقیر جانیں گے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

❶ أخرجه البخاري في كتاب الشهادات ، باب ما قيل في شهادت الزور ح : ٢٦٥٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ سے پوچھا گیا: کون لوگ اچھے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ)) ❶

''میرے زمانہ کے لوگ (مراد صحابہ کرام ہیں) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے (مراد تابعین ہیں) اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے (مراد تبع تابعین ہیں)۔ ان کے بعد ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جس کی گواہی قسم سے پہلے زبان پر آجایا کرے گی اور قسم گواہی سے پہلے۔''

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ گواہی دینے میں ان کو کوئی باک نہ ہوگا اور نہ ہی وہ جھوٹ بولنے سے ڈریں گے۔'' بات بات پر وہ قسمیں اٹھائیں گے حتیٰ کہ یہ ان کی عادت ہو جائے گی۔ چنانچہ ان سے بغیر کسی مطالبہ کے وہ قسم اٹھاتے پھریں گے۔ ❷

نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ ناراضگی کا سبب جھوٹ تھا

((عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ : ((كَانَ أَبْغَضُ الْخُلُقِ إِلَيْهِ الْكِذْبُ)) ❸

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت و ناپسند عادات میں سے جھوٹ تھا۔''

اور نبی معظم ﷺ کے نزدیک جھوٹ سے نفرت اس کے کثرت کے ساتھ نقصانات کی وجہ سے تھی اور اس بناء پر تھی کہ جو اس کے نتیجہ میں مفاسد اور فتنے برآمد ہوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ خوشی و ناخوشی اور مزاج و ناراضگی جیسی تمام حالتوں میں حق کے سوا کچھ نہیں فرماتے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین اور اپنے اہل بیت کو جھوٹ کے بارے میں ڈانٹا کرتے تھے۔ اور جھوٹ کے کسی ایک لفظ کی وجہ سے آپ ان کو ایک لمبی مدت تک چھوڑے رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ اس جھوٹ والے کلمہ سے توبہ کرلی گئی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ بسا اوقات جھوٹی بات پر بعض ایسے امور کی بناء رکھ دی جاتی ہے کہ جس سے بعض لوگوں کو انتہائی نقصان پہنچ جائے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأيمان والنذور ، باب إذا قال : أشهد بالله ، أو شهدت بالله ح : ٦٦٥٨

❷ تفصیل کے لیے: فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ١١ ص ٥٤٤

❸ صحيح الجامع الصغير ، رقم : ٤٦١٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ○ ﴾ (الحجرات:٦)

''مسلمانو! ایمان والو! اگر کوئی فاسق، مجرم آدمی کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بغیر جانے بوجھے (تحقیق کیے بغیر) کسی قوم پر چڑھ دوڑو پھر (جب اصل حال معلوم ہو تو) اپنے کیے پر پچھتانے لگو۔''

اور اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ (سچ کا فائدہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ) جھوٹ کا انجام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَـى الْجَنَّةَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُونَ صِدِّيْقًا وَ إِنَّ الْـكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا)) ❶

''بلاشبہ سچ آدمی کی نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بالتحقیق نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک آدمی سچ بولتا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ...... برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کے ہاں نہایت جھوٹا آدمی لکھ دیا جاتا ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ جھوٹ سے اور جھوٹی افواہیں پھیلانے سے خبردار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے:

((كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ)) ❷

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر اس بات کو بیان کرنا شروع کر دے جس کو وہ سنے۔''

اس لیے کہ انسان جو بھی بات سنتا ہے اس میں یا تو سچائی ہوگی اور یا پھر جھوٹ ہوگا۔ چنانچہ جب وہ ہر اس بات کو بیان کرنے لگے گا کہ جسے وہ سنتا ہے تو لامحالہ جھوٹ کو آگے بیان کرے گا جس سے اس بیان کے ساتھ خود جھوٹوں میں شمار ہو جائے گا۔

جھوٹ...... تمام گناہوں میں سے قبیح ترین گناہ اور تمام عیبوں میں سے فحش ترین عیوب میں شمار ہوتا ہے۔ جھوٹ قول و قسم کی طرح وعدہ و عہد معاہدہ میں بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات ایک کھجور کی مثل چھوٹی

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأدب، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين ﴾ ح: ٦٠٩٤ عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه

❷ صحيح مسلم/المقدمه/ باب النهى عن الحديث بكل ما سمع/ حديث نمبر ٧ عن حفص بن عامر رضي الله عنه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

((فَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا ، فَقَالَتْ :هَا تَعَالَ أَعْطِيكَ ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيْهِ؟)) قَالَتْ : أُعْطِيهِ تَمْرًا ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((أَمَّا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ)) ❶

''چنانچہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جب میں چھوٹا سا تھا) ایک دن میری امی جان نے مجھے آواز دی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ وہ کہنے لگیں: ارے عبد اللہ! ادھر آ ؤ! میں تمہیں کچھ دوں۔ نبی مکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: بی بی! تم نے عبداللہ کو کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگیں: میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: خبردار، یادرکھو! اگر تم نے عبداللہ کو کچھ نہ دیا تو تمہارے اوپر ایک جھوٹ لکھ دیا جائے گا''

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض باپ اور مائیں یا کچھ اور لوگ بچوں سے دل لگی اور ہنسی مذاق کے لیے کچھ چیزیں ان کو نہ دینے کے ارادے سے تیار کرتے یا بتلاتے ہیں تو یہ بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ اس معاملے میں بہت سارے باپ اور مائیں اپنے بچوں کو رونے سے چپ کروانے کے لیے یا انہیں کھیل کود سے باز رکھنے کے لیے یا کسی چیز پر ضد کرنے سے روکنے کے لیے جھوٹ بولنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ بچے اس کی تنفیذ کر دیتے ہیں جو ان سے مطلوب ہوتا ہے۔ مگر باپ یا مائیں بچوں سے کیے گئے وعدے کی وفا نہیں کرتے جس سے بچوں کی تربیت خود بخود جھوٹ پر ہو جاتی ہے اور اسی جھوٹ والی تربیت پر وہ بڑا ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خود پھر جھوٹ کو اپنے والدین اور دوسرے لوگوں کے ساتھ استعمال کرنے لگتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ ، وَإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ)) ❷

''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدے کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے''

لوگوں کو ہنسانے کے لیے بھی باطل سے مزین کی ہوئی باتوں کے ذریعے جھوٹ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس

---

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٤١٧٦ ـ كتاب الأدب / ح : ٤٩٩١

❷ صحیح البخاری/ کتاب الادب/ باب قول الله تعالیٰ : ...... وَمَا يُنْهَى عَنِ الْكَذِبِ/ حدیث : ٦٠٩٥ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيَضْحَكَ بِهِ الْقَوْمُ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ)) ❶

''اس آدمی کے لیے تباہی و بربادی ہو جو بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس بات کے ذریعے لوگ ہنسیں۔ اس کے لیے بربادی ہو۔ اس کے لیے تباہی ہو۔''

بعض حالتوں میں جھوٹ بولنا جائز بھی ہوتا ہے، جیسے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا۔ ایسے موقع پر اس طرح کی بات کرنے والے کو جھوٹا نہیں کہا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان کے ذریعے وضاحت فرمائی ہے۔ (سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے)

((لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا أَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا)) ❷

''وہ جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے اور وہ خیر کا ارادہ رکھتا ہے یا وہ خیر کی بات کہتا ہے۔''

یا وہ میاں بیوی کے درمیان صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے یا حالت جنگ میں وہ کوئی جھوٹ بولتا ہے، تو اسے بھی جھوٹا نہیں کہا جائے گا۔ جیسا کہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ الْكَذِبُ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ : يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا ، وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ ، وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ)) ❸

''تین احوال کے سوا جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے (۱)...... آدمی اپنی بیوی سے کوئی (جھوٹی) بات کرے تاکہ اسے راضی کر سکے۔ (یعنی اس کی سخت قسم کی ناراضگی کے وقت) (۲)...... اور جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے اور (۳)...... لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے''

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان تمام صورتوں میں جھوٹ بولنے کے جواز پر کسی عالم کا کسی دوسرے عالم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ مباح جھوٹ سے مراد کے بارے میں ان کے درمیان ضرور اختلاف ہے کہ یہ جائز جھوٹ کیا ہے؟ چنانچہ علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جس بات پر جھوٹ کا اطلاق ہوتا وہ جائز ہے اور انہوں نے ان مواقع پر (کہ جن کا اوپر ذکر ہوا) مصلحت کے لیے جھوٹ کی اجازت دی ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ البتہ وہ جھوٹ قابل مذمت ہے کہ جس میں نقصان، تکلیف ہو۔ پہلی بات کی دلیل کے لیے انہوں نے اللہ کے خلیل ابراہیم

---

❶ سنن ابی داؤد/کتاب الأدب باب التشدید فی الکذب حدیث: ٤٩٩٠، صححه الالبانی رحمہ اللہ

❷ صحیح البخاری/ کتاب الصلح/ باب: لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس/ حدیث: ٢٦٩٢

❸ صحیح سنن الترمذي ، رقم : ١٥٨٢ ح : ١٩٣٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول سے دلیل لی ہے، جب انہوں نے تین بار (مختلف مواقع پر) فرمایا تھا:

﴿ قَالُوْٓا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ o قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ o ﴾ (الانبیاء:٦٢،٦٣)

''انہوں نے پوچھا: اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ (ان کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے؟) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: نہیں بلکہ ان میں سے بڑے بت نے کیا ہے اگر وہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ دیکھو۔''

ظاہر ہے کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات تعریض و کنایہ کے طور پر فرمائی اور طنز کیا کہ تم ان بتوں کو نفع و نقصان کے مالک سمجھتے ہو۔ اگر یہ بولتے ہیں تو خود اِنہیں سے دریافت کرلو کہ: انہیں توڑنے کا کام کس نے کیا ہے؟ مگر اس آیت میں جنابِ ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ: ''یہ کام ان کے بڑے بت نے کیا ہے۔'' اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے چونکہ جھوٹ ہے، اس بنا پر نبی مکرم ﷺ اسے جھوٹ ہی کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكْذِبْ غَيْرَ ثَلَاثٍ)) کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف تین مواقع پر جھوٹ بولا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ: ''میں بیمار ہوں۔'' دوسرے: اپنی بیوی سارہ کو اپنی بہن بتلانا اور تیسرے ان کا یہ کہنا کہ: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا۔ مگر اس حدیث میں بھی تعریض و کنایہ کو کذب سے تعبیر کرلیا گیا ہے۔ اور عربی زبان میں اس قسم کا اطلاق جائز ہے۔ لہٰذا اس صحیح حدیث سے انکار کی ضرورت نہیں ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کے اور بھی تفسیری معانی بیان کیے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ o فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ o فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ o ﴾ (الصافات:۸۸تا۹۰)

''اس نے (ابراہیم علیہ السلام نے) ستاروں کو ایک بار دیکھا، پھر کہنے لگا میں شاید بیمار ہو جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اس کو چھوڑ، پیٹھ موڑ کر چل دیے۔''

(۳)...... صحیح البخاری (کتاب احادیث الانبیاء/ باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ الله ابراهيم خليلا..... الحدیث:۲۳۵۸) میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب (مصر کے) ایک جابر، ظالم بادشاہ کے پاس گئے اور اس بادشاہ کے سامنے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے حسن کے بارے میں تذکرہ ہوا تو اس نے آپ علیہ السلام کی طرف آدمی روانہ کیا کہ جو سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو اس کے پاس لے جاکر حاضر کرے۔ چنانچہ اس نے پوچھا: مَنْ هٰذِهٖ؟.... یہ کون ہیں؟ ((قَالَ: أُخْتِيْ، فَأَتَى سَارَةَ، فَقَالَ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَاسَارَةُ، لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ، وَاِنَّ هٰذَا سَأَلَنِيْ عَنْكِ، فَأَخْبَرْتُهُ: اِنَّكِ اُخْتِيْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِيْ))

''فرمایا: یہ میری بہن ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: (اے سارہ! یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی دوسرا مومن، مسلمان نہیں ہے۔ اور اس شخص (یا بادشاہ) نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ: تم میری (دینی اعتبار سے) بہن ہو۔ اس لیے اب تم کوئی ایسی بات نہ کہہ دینا کہ جس سے میں جھوٹا بنوں۔'' (اس سے تمہارے اوپر بھی شامت آ سکتی ہے)

اسی طرح یوسف علیہ السلام کے اعلان کرنے والے نے ان کے بھائیوں پر چوری کا الزام لگاتے ہوئے انہیں چور کہہ کر مخاطب کیا تھا، حالانکہ وہ چور نہیں تھے۔ چنانچہ قرآن کہہ رہا ہے:

﴿ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴾ (یوسف:۷۰)

''اور جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان سفر تیار کروا دیا اور پانی پینے والا ایک مرصع پیالہ اپنے بھائی (بنیامین) کے سامان میں رکھوا دیا تو (جب بھائی سامان لے کر چلنے لگے۔ یوسف علیہ السلام کے اشارے سے) ایک منادی نے بآواز بلند پکارا: ارے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو۔''

علماء کرام کا کہنا ہے: اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی ظالم آدمی کسی شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرے اور وہ (مقصود بالقتل) اس کے پاس موجود یا چھپا ہوا ہو تو اس پر جھوٹ بولنا واجب ہے کہ وہ اس شخص کے بارے میں قطعاً نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟ جبکہ امام طبری اور دیگر علماء کرام رحمہم اللہ جمیعًا کہتے ہیں کہ: کسی چیز کے متعلق جھوٹ بولنا اصل میں جائز ہی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: اس ضمن میں جو اجازت آئی ہے تو اس سے مراد توریہ ہے اور مصداق کلام کا استعمال، نہ کہ صریح جھوٹ۔ یعنی ایسے کلمات کا استعمال کرے جو کئی معانی رکھتے ہوں اور ان سے مخاطب وہ مفہوم سمجھے جو کہنے والے کے دل کو اچھا لگے۔ اور جب اصلاح کی کوشش کرے تو اِن لوگوں کی طرف سے اُن لوگوں کی طرف اچھی گفتگو نقل کرے۔ اسی طرح سے اِن لوگوں کی طرف سے اُن احباب کی طرف بھی اچھی کلام کا توریہ کرے۔

اسی طرح سے حالت جنگ میں کرنا چاہیے کہ مومن، مسلمان آدمی اپنے دشمن سے کہے: تمہارا سب سے بڑا سردار (لیڈر یا کمانڈر) مر گیا ہے اور یہ کہتے وقت کافروں کا ماضی میں مرے ہوئے کسی لیڈر، کمانڈر کا ارادہ رکھے۔ یا یوں کہے: ہمیں کل امداد پہنچ جائے گی (یعنی کھانے وغیرہ کی) تو اس طرح کے مصداقاتِ کلام جائز ہیں۔ ان علماء نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم و یوسف علیہما السلام کے مذکور بالا اقوال کی تاویل کرتے ہوئے ان کو مصداقاتِ کلام اور توریہ میں شمار کیا ہے۔

اور جہاں تک خاوند کا اپنی بیوی سے جھوٹ بول لینے کا تعلق ہے تو اس سے مراد الفت و محبت اور اس وعدے کا ذکر ہے کہ جس کا پورا کرنا اس پر لازم نہ آتا ہو، کا اظہار ہے۔ اور جہاں تک خاوند یا بیوی پر واجب امور سے روکنے کی خاطر اسے دھوکہ دینے کا تعلق ہے یا اس چیز کو لے لینے اور دھوکے سے ہتھیا لینے کا تعلق ہے تو یہ تمام علماء اہل اسلام کے نزدیک بالاجماع حرام ہے''۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ❶

نبی کریم ﷺ آگ سے دغوانا ناپسند کرتے تھے: ❷

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ)) ❸

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری دوائیوں میں کوئی بھلائی ہے تو شہد کے شربت میں ہے۔ اور پچھنا لگوانے میں یا پھر آگ سے داغنے میں ہے۔ لیکن میں آگ سے داغنے کے ذریعے علاج کروانا نہایت ناپسند کرتا ہوں''

یہاں اس حدیث مبارک میں مذکور لفظ ''اَلْاِکْتِوَاء'' کا مطلب ہے: علاج کے لیے آگ کے ذریعے جسم کے کسی حصے کو داغنا۔ عرب لوگ اپنی مثالوں میں کہا کرتے تھے: آخِرُ الدَّوَاءِ الْکَیُّ ...... آخری علاج آگ سے داغنا ہوتا ہے۔ تو شفاء حاصل نہ ہونے کی بنا پر علاج کے تمام طریقے استعمال کر لینے کے بعد آگ کے ساتھ داغنے والے علاج کا حربہ سب سے آخر میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور آگ سے داغنے والے علاج کا طریقہ اس یقین کے استعمال کیا جاتا ہے کہ اس طریقے سے علاج فائدہ مند ہوگا اور یہ کہ بیماری کا وقت کافی لمبا ہو گیا ہے اور اس علاج کے سوا کسی اور ذریعے سے شفاء حاصل نہیں کی جا سکتی۔ آگ کے ذریعے داغنے کا علاج بطور تجربہ اختیار نہیں کیا جاتا، چاہے فائدہ دے یا نہ دے۔

نبی کریم ﷺ آگ کے ساتھ داغنے والے علاج کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

---

❶ دیکھیے: شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ١٦ ص ١٥٨

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباری جلد ١٠ ص ١٣٨، ص ١٣٩، ١٥٥؛ و شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ١٤ ص ١٩٣

❸ أخرجه البخاري في ، كتاب الطب ، باب الحجامة من الشقيقة والصداع ح : ٥٧٠٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وَاَنْهٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْكَیِّ)) ❶

''اور میں آگ کے ساتھ داغ کر علاج کرنے سے اپنی اُمت کو منع کرتا ہوں''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے آگ کے ساتھ داغ کر علاج کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ اس میں شدید تکلیف اور بہت بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ اس طریقے سے شفاء کے اثبات کے باوجود آپ ﷺ نے یا تو اس لیے منع فرمایا کہ صحابہ کرام اس بات کی رائے رکھتے تھے: یہ علاج بیماری والے مادہ کو اس کی فطرت کے ساتھ کاٹتے ہوئے دور کر دیتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس بنیاد پر اس کو ناپسند فرمایا اور اس لیے بھی کہ وہ لوگ بیماری لگنے سے پہلے ہی اس علاج کی طرف جلدی کر لیا کرتے تھے اور گمان ان کا یہ ہوتا تھا کہ یہ علاج بیماری کو اس کے وجود سے ہی دور رکھتا ہے۔ تو اس طرح سے وہ شخص جلدی کر لیتا جو گمان شدہ معاملہ کی خاطر آگ کے ذریعے عذاب دینے میں جسم کو داغتا تھا۔

نبی مکرم ﷺ کے داغنے والے عمل کو ناپسند کرنے اور اس عمل کو استعمال کرنے کے درمیان جمع و تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ اس عمل کو نہ ہی تو مطلق طور پر چھوڑتے تھے اور نہ ہی مطلقاً اس کا استعمال کرتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ اس عقیدہ کے ساتھ کہ شفاء اللہ کے حکم سے ملتی ہے، اس شفاء کے لیے کسی طریقہ کے تعین کے ساتھ اس کا استعمال کر لیتے تھے۔ اور جہاں تک آپ ﷺ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

((وَمَا اُحِبُّ اَنْ اَكْتَوِیَ))

''اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آگ سے داغنے والا عمل اختیار کروں''

تو یہ آپ ﷺ کا گوہ نما صحرائے نجد کا جانور ''ضب'' کے نہ کھانے کے قبیل سے ہے کہ جسے آپ ﷺ کے اپنے گھر والے دستر خوان پر کھایا تو گیا مگر آپ ﷺ نے اسے حرام قرار نہیں دیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے معذرت کر لی کہ آپ خود نہیں کھائیں گے۔

امام ابومحمد بن ابو جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آگ کے ذریعے علاج داغ کر علاج کرنے والے نبی کریم ﷺ کے تمام کلام سے یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ اس میں نفع و فائدہ بھی ہے اور اس میں نقصان بھی ہے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ منع فرماتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نقصان والی جہت زیادہ غالب ہے۔ اور اسی کے قریب قریب اللہ عزوجل کا یہ خبر دینا ہے کہ: شراب میں تمہارے لیے منافع بھی ہیں مگر پھر اس کو حرام کر دیا۔ اس لیے کہ اس میں نقصانات، منافع و فوائد سے زیادہ بڑے ہیں۔

❶ صحیح البخاری/ کتاب الطب/ باب الشفاء فی ثلاث/ حدیث: ٥٦٨٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ، قَالَ : ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ ، عَنِ الْكَيِّ ، فَاكْتَوَيْنَا ، فَمَا أَفْلَحْنَا وَلَا أَنْجَحْنَا)) ❶

''چنانچہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے داغ کر علاج کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پس ہم نے دغوایا تو ہم کامیاب نہ ہوسکے (ہماری بیماریاں دور نہ ہوسکیں) اور نہ ہی ہم (اس علاج میں) کامیاب ہوسکے۔''

امام ابوداؤد کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ فرشتوں کا سلام کرنا سنتے رہتے تھے۔ مگر جب آپ ﷺ نے داغ کا علاج کروایا تو یہ سلام آپ ﷺ سے منقطع ہوگیا۔ اور جب آپ ﷺ نے اس کو ترک کردیا تو وہ سلام دوبارہ آپ ﷺ کی طرف پلٹ آیا۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں سے ستر ہزار اہل ایمان کا جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہونے کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آگ سے داغ کر علاج نہیں کرواتے۔

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ ، فَأَجِدُ النَّبِيَّ يَمُرُّ مَعَهُ الْأُمَّةُ ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ النَّفَرُ ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْعَشْرُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْخَمْسَةُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ وَحْدَهُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيرٌ ، قُلْتُ : يَا جِبْرِيلُ هٰؤُلَاءِ أُمَّتِي؟ قَالَ : لَا ، وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيرٌ ، قَالَ : هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ ، وَهٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا قُدَّامَهُمْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ۔ قُلْتُ : وَلِمَ؟ قَالَ : كَانُوا لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ)) ❷

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے (خواب میں تمام) امتیں پیش کی گئیں۔ چنانچہ کسی نبی کے ساتھ پوری (بہت بڑی) امت گزری۔ کسی نبی کے ساتھ چند آدمی گزرے، کسی نبی کے ساتھ دس آدمی گزرے، کسی پیغمبر کے ساتھ پانچ آدمی گزرے اور کوئی نبی تو اکیلا، تنہا بھی گزرا۔ پھر میں نے دیکھا تو انسانوں کی ایک بہت ہی بڑی جماعت دور سے نظر آئی۔ میں نے جبریل (علیہ السلام) سے پوچھا: کیا یہ میری امت ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں (یہ آپ کی امت نہیں ہے) بلکہ دور افق کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو ایک بہت زبردست جماعت دکھائی دی۔ فرمایا

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٢٧٤۔ كتاب الطب / ح : ٣٨٦٥

❷ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب يدخل الجنة سبعون ألفًا بغير حساب ح : ٦٥٤١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ: یہ آپ کی امت اور یہ جو آگے آگے ستر ہزار کی تعداد ہے، ان لوگوں سے نہ حساب لیا جائے گا اور نہ ان پر عذاب ہوگا۔ میں نے پوچھا: ایسا کس لیے ہوگا؟ انہوں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ آگ کے ذریعے داغ نہیں لگواتے تھے۔ دم جھاڑ نہیں کرواتے تھے۔ نہ بدشگونی لیتے تھے۔ بلکہ اپنے رب پر مکمل بھروسہ اور توکل کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کمزور آدمی کو امیر بنانا پسند نہیں کرتے تھے

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((يَا أَبَا ذَرٍّ ، إِنِّيْ أَرَاكَ ضَعِيْفًا وَإِنِّيْ أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِيْ : لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ)) ❶

''سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں آپ کو کمزور خیال کرتا ہوں اور بلاشبہ میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ دو آدمیوں کے درمیان کبھی فیصلہ نہ کرنا اور نہ ہی یتیم کے مال کا بندوبست کرنا کہ اس کی نگرانی کی ذمہ داری لے لو۔'' (اس لیے کہ اگر یتیم کا مال بے جا خرچ ہوگیا یا اپنی ضرورت میں صرف ہوگیا تو کہیں تم پر مواخذہ نہ ہو جائے)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے دو بہت بڑے معاملات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جن پر ذمہ داری کا حق صرف مضبوط لوگ ہی ادا کر سکتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ دونوں معاملات بہت بڑے مسئولیت کے ہیں بالخصوص امارت کا معاملہ کہ جس کا حق ادا کرنے کے لیے کمزور آدمی استطاعت نہیں رکھ سکتا۔ اور اس بناء پر کہ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کمزور تھے (مالی اور خاندانی و سیاسی اعتبار سے) اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ان کو عامل مقرر فرما دیں۔ جس پر نبی معظم ﷺ نے ان کو اس سے خبردار کرتے ہوئے اس کا ڈر دلایا تھا اور ان پر اس کے انجام کے بارے میں وضاحت فرمائی تھی۔ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ : فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَالَ : ((يَا أَبَا ذَرٍّ ، إِنَّكَ ضَعِيْفٌ ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا ، وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا)) ❷

❶ أخرجه مسلم في كتاب الامارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة ح : ٤٧٢٠

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة ح : ٤٧١٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عامل مقرر نہیں فرمادیں گے؟ تو نبی کریم ﷺ نے میرے کندھوں پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر! تم بلاشبہ کمزور ہو (نہ تمہارا خاندان بڑا ہے اور نہ ہی تم مالدار ہو) اور بلاشبہ یہ امارت تو ایک امانت ہے (یعنی بندوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سب حاکم کو ادا کرنے ہوتے ہیں) اور قیامت والے دن (اس خدمت سے) سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا مگر جو اس کا حق ادا کرے اور اس پر جو واجب ہے اس بارے میں سچائی سے کام لے۔''

اسی لیے علماء کرام نے امارت وحکومت سے خبردار کرتے ہوئے متنبہ فرمایا ہے اور سلف صالحین کی ایک بڑی اکثریت نے اپنے آپ کو اس سے ہمیشہ باز رکھا اور اس ضمن میں ان کو پہنچنے والی تکالیف پر انہوں نے صبر و استقامت سے کام لیا۔

امارت:

رسول اللہ ﷺ نے اس اصل عظیم کو کمزور لوگوں کے لیے انہیں امیر مقرر نہ کرنے کے اعتبار سے ترک کردیا تھا اور ان کے لیے تمام چھوٹی بڑی امارتوں، ذمہ داریوں سے اجتناب فرمایا تھا۔ بالخصوص ایسے افراد کے لیے جو امارت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں کمزور ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ اللہ عزوجل بسا اوقات ایک حاکم کے ذریعے اپنے دین حنیف کا دفاع کرلیتا ہے۔ جبکہ قرآن کے ذریعے بعض اوقات ایسا دفاع نہیں کرتا۔ اور جہاں تک ندامت کا تعلق ہے تو یہ اس شخص کے حق میں ہے جو امارت و قیادت کا اہل ہی نہ ہو۔ یا یہ ہے کہ وہ قیادت وامارت کا اہل تو ہے مگر اس بارے میں وہ عدل وانصاف سے کام نہیں لیتا، تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن ذلیل ورسوا کریں گے اور وہ اپنی زیادتیوں پر پشیمان ہوگا۔

البتہ جو شخص امارت و قیادت کا اہل ہے اور اس نے اس ضمن میں عدل وانصاف سے کام لیا تو اس کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ......الخ)) [1]

''جس (قیامت والے) دن اللہ رب العالمین کے سائے کے سوا کسی بھی سائے کا نام ونشان تک نہ ہوگا اس دن سات ایسے (خوش نصیب قسم کے، اعلیٰ مرتبے والے) لوگ ہوں گے جنہیں اللہ کریم اپنے سایہ میں چھاؤں عطا فرمائیں گے اور ان میں سے ایک عدل وانصاف کرنے والا حاکم (لوگوں کا

[1] دیکھیے: صحیح البخاری/ کتاب الأذان/باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد/حدیث ٦٦٠ و صحیح مسلم/ کتاب الزکاۃ/ باب فضل اخفاء الصدقہ/حدیث: ٢٣٨٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقہ) ہوگا......الخ‘‘

تو یہاں اس حدیث مبارک میں مذکور عادل سے مراد ولایت عظمیٰ والے صاحب ہیں اور پھر ان کے تحت اس میں ہر وہ شخص آجاتا ہے جسے مسلمانوں کے معاملات میں سے بعض امور کی ذمہ داری سونپی جائے اور ان میں پورے عدل و انصاف سے کام لے۔ اور نبی مکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان کی عملاً پوری پوری تائید کرے۔

((إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ ، الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوا)) ❶

’’سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جو لوگ دنیا میں عدل و انصاف کرتے ہیں وہ قیامت والے دن اللہ عزوجل کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ عزوجل کے داہنی طرف۔ اور اللہ رب العالمین کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں (اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے) اور یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو فیصلہ کرتے وقت انصاف کرتے ہیں اور وہ اپنے بال بچوں میں بھی انصاف کرتے ہیں۔ اور جس کام کی ان کو ذمہ داری سونپی جائے اس میں بھی عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں‘‘

تو یہ فضل و فضیلت اس شخص کے لیے کہ جو اپنے دورِ خلافت و حکومت یا دورِ امارت و قیادت یا دورِ قضاء یا اپنے محاسبہ وامر بالمعروف و نہی عن المنکر والے دور میں یا کسی یتیم کی نگہداشت والے دنوں میں یا صدقہ و خیرات کرتے وقت عدل و انصاف سے کام لے یا کسی کو کچھ ہبہ اور وقف کرتے وقت۔ اسی طرح اپنے اہل و عیال وغیرہم میں بھی حقوق کی ادائیگی کے وقت وہ پورے پورے انصاف سے کام لے اور اس ضمن میں اللہ عزوجل کے حکم کی مکمل اطاعت کرتے ہوئے فیصلہ کو اس کے موقع و محل پر رکھے اور بغیر افراط و تفریط سے فیصلہ کرے، ظلم و زیادتی سے کام نہ لے۔

نبی مکرم ﷺ نے امارت و عہدہ مانگنے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ جو آدمی امارت و عہدہ طلب کرتا ہے اسے اس ذمہ داری کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور پھر اس کی مدد بھی نہیں کی جاتی۔ اور فرمایا کہ جس کو میں امارت و قیادت بغیر مانگے دے دوں تو اس پر اس کی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مدد کی جاتی ہے۔ جناب عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ ،

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق ح : ٤٧٢١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا ، وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِيْنٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ)) ❶

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبد الرحمٰن بن سمرہ! امارت کا سوال نہ کرو۔ اگر تمہیں امارت و قیادت تمہارے طلب کرنے پر تمہیں دی گئی تو جانیے کہ تم اس کے سپرد کر دیے گئے اور اگر یہ عہدہ و منصب امارت تمہاری طلب کے بغیر تمہارے سپرد کی گئی تو تمہاری مدد اس پر ضرور کی جائے گی اور اگر تم کسی بات پر قسم کھالو اور پھر اس کے سوا دوسری چیز میں بھلائی دیکھو تو وہ کرو جس میں بھلائی ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو"

اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وہ منصب و عہدہ کہ جس کا تعلق فیصلہ (تقسیم و تنظیم) سے ہو اس کا طلب کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔ چنانچہ امارت و صدارت میں قضاء و فیصلہ اور حسبہ و محاسبہ وغیرہا سب امور شامل ہیں۔ اور جس شخص کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کے عمل پر مدد مقرر نہ ہو اس کے لیے اس عمل و فعل میں کفایت نہیں ہوتی۔ اور کفایت کا مطلب ہے کہ وہ کام اس پر بھاری ہو جاتا ہے اس کا اس عمل کو نبٹانا' سنبھالنا اور اس کا حل مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے عہدہ و منصب کے طلبگار کی طلب کا پورا کرنا لازمی نہیں ہے اور یہ بات بھی یاد رکھیے کہ ہر امارت و صدارت اور مسئولیت میں مشقت و دقت ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کی مدد جس کے شامل حال نہ ہوئی جانیے کہ وہ اپنے عہدہ و منصب کے بارے میں پریشانی و مصیبت کا شکار ہو گیا اور اس کی دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو گئیں۔ تو عقلمند آدمی اصل میں امارت و عہدہ کی طلب کے درپے ہوتا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ اس کا اہل ہوا اور اسے یہ امارت و عہدہ بغیر طلب کیے اسے دے دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے اللہ عزوجل کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کی فضیلت تو پھر کسی سے مخفی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کمزور لوگوں کو (جو علم و عمل اور دولت و سیادت میں کمزور ہوں) امارت و قیادت نہیں سونپتے تھے۔ اور جو خود طلب کرتا اسے بھی امارت و قیادت نہیں سونپتے تھے۔ اسی لیے جب سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دو آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان دو افراد میں سے ایک نے کہا:

((أَمِّرْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَهُ فَقَالَ ﷺ : ((إِنَّا لَا نُوَلِّي هٰذَا مَنْ سَأَلَهُ وَلَا مَنْ حَرَصَ عَلَيْهِ)) ❷

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأحكام ، باب من سأل الإمارة وُكِل إليها ح : ٧١٤٧

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأحكام ، باب ما يكره من الحرص على الإمارة۔ ح : ٧١٤٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کے رسول! (ﷺ) ہمیں امیر مقرر فرما دیجیے اور دوسرے آدمی نے بھی اسی طرح کی بات کی۔

تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو امارت و قیادت کو خود طلب کرے ہم اسے اس کو نہیں دیا کرتے اور نہ ہی اس کو دیتے ہیں جو (خود تو طلب نہ کرے مگر) اس کی طمع رکھتا ہو''

جس امیر، صدر اور بڑے عہدے دار، حاکم کو دکھ، تکلیف پہنچے بغیر آسانیاں، آسائشیں اور نعمتیں مل جائیں تو جانیے کہ یہ سب کچھ اسے یا تو دنیا کے بارے میں برطرفی کی وجہ سے ملا ہے اور اس حالت میں وہ سست و بے حس ہو جائے گا اور یا پھر اسے یہ نعمتیں آخرت میں مواخذہ کے لیے ملی ہوں گی اور یہ معاملہ تو نہایت ہی سخت ہے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: کسی عقلمند کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی لذت سے خوش ہو جائے کہ جس کا انجام حسرتیں ہوں۔

المہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امارت و قیادت پر طمع ...... اس عہدہ پر لوگوں سے خون خرابہ کرنے کا سبب بنتا ہے حتیٰ کہ خون بہا دیے جاتے ہیں اور لوگوں کے اموال چھیننا مباح کر لیا جاتا ہے۔ عزتوں کو پامال کرنا جائز کر لیا جاتا ہے اور اس عہدہ و منصب اور قوت کے ذریعے زمین میں ایک عظیم فساد برپا ہو جاتا ہے۔ ایسے امیر و قائد اور گورنر، سردار کو اس وقت ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جب اس کو معزول کر کے اس کے قتل کی تیاری ہو جائے اور بالآخر وہ مر جائے۔ تب وہ اپنی زندگی کے ان آخری ایام معزولی میں اس طرح کی امارت و صدارت قبول کرنے پر خوب پچھتاتا ہے مگر۔ ؏

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلکہ امارت و قیادت کے بارے میں حرص و طمع کی تعبیر کے بارے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ: جس شخص نے مسلمانوں کی امارت و قیادت کو ضائع ہو جانے اور کسی بڑے نقصان کے خدشہ کی وجہ سے سنبھال لیا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ جسے یہ عہدہ و منصب بغیر طلب کیے اور اس پر بغیر لالچ و طمع کے دیا گیا ہو۔ (جیسے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غزوۂ موتہ کے موقع پر لشکر اسلام کی قیادت خود سنبھال لی تھی اور نبی مکرم ﷺ نے ان کے اس اقدام کی تعریف نہایت اچھے الفاظ میں فرمائی تھی) بایں حالت ایسے شخص کے حق میں کہ جس کے لیے اس عہدہ و منصب کا سنبھالنا لازم ہو جائے حرص و طمع کو معاف کر دیا جاتا ہے (جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے مصر کا عہدہ و منصب کر لیا تھا)۔

مال یتیم کی نگہداشت و عہدہ داری:

اور دوسرا معاملہ کہ جس سے رسول اللہ ﷺ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خبردار کرتے ہوئے اس سے انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منع فرمایا، یتیم کے مال کی نگرانی و سرپرستی تھی۔ اس لیے کہ یہ ایک نہایت خطرناک ذمہ داری ہے اور اس کا معاملہ بہت ہی عظیم ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن حکیم کی بہت ساری آیات میں یتیموں کا ذکر فرمایا ہے اور پھر رب کریم نے یتیم کے اکرام وتوقیر کرنے، اس کی اصلاح کرتے رہنے، اسے کھلاتے پلاتے رہنے اور اس پر خرچ کرتے رہنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے اچھے طریقے کے سوا قریب جانے سے بھی منع فرما رکھا ہے حتیٰ کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائے۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے ان لوگوں پر بہت زیادہ طنز و تشنیع سے کام لیا ہے کہ جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں اور انہیں جہنم کی وعید بھی سنائی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ ﴾ (النساء:۹تا۱۰)

’’اور لوگوں کو (دوسروں کی اولاد کے بارے میں) اتنی فکر کرنی چاہیے کہ جیسے وہ اپنی ناتواں، چھوٹی چھوٹی سگی اولاد چھوڑ کر اگر مرنے لگیں تو ان کی وہ کتنی فکر کرتے ہیں (کہ انہیں میرے بعد کون سنبھالے گا؟ ان پر ظلم تو نہیں ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ) اس لیے ان کو اللہ سے ڈر جانا چاہیے اور انہیں اس ضمن میں بالکل سیدھی، سچی بات کہنی چاہیے۔ بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے اموال ظلم واستبداد کی بنیاد پر کھاتے ہیں وہ بالتحقیق اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہوتے ہیں۔ (یعنی مرنے کے بعد ان کے پیٹوں میں آگ کے انگارے بھرے جائیں گے اور بالآخر وہ جہنم میں جا داخل ہوں گے‘‘

((وَيَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا ...... يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ﴾ (سورة الانعام:۱۵۲) و ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ ..... وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ (سورة النساء۱۰) اِنْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ يَتِيْمٌ ، فَعَزَلَ طَعَامَهُ مِنْ طَعَامِهِ ، وَشَرَابَهُ مِنْ شَرَابِهِ ، فَجَعَلَ يَفْضُلُ مِنْ طَعَامِهِ فَيُحْبَسُ لَهُ ، حَتَّى يَأْكُلَهُ ، أَوْ يَفْسُدَ. فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى..... فَإِخْوَانُكُمْ ﴾ [سورة البقرة : ۲۲۰] فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِ ، وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِ)) [1]

’’سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے ......﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ

[1] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ۲٤۹٥ (كتاب الوصايا / ح : ۲۸۷۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾..... ''اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر اس طرح سے کہ اس کی بہتری ہو۔ (یعنی اس کا مال بڑھے اور اس کو فائدہ ہو تو مضائقہ نہیں) حتیٰ کہ وہ پورا جوان ہو جائے'' (سورۃ الانعام:۱۵۲) والی آیت اور سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۱۰ نازل فرمائیں تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انہوں نے ان کا کھانا اپنے کھانے سے جدا کر دیا اور ان کا پینا بھی اپنے پینے سے جدا کر دیا۔ چنانچہ یتیم کا کھانا جب بچ رہتا تو اسی طرح سے دھرا رہتا یہاں تک کہ وہ اس کو خود ہی کھاتا یا پھر یہ کھانا خراب ہو جاتا (گل' سڑ جاتا) اس طرح سے یہ معاملہ لوگوں پر نہایت شاق گزرنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اس وقت اللہ کریم نے یہ حکم نازل فرما دیا: ﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ (البقرۃ:۲۲۰) ''اور (اے ہمارے حبیب وخلیل نبی! یہ لوگ) تم سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ اس طرح سے معاملہ نہایت مشکل ہو گیا ہے' کیا کریں؟) تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ ان کا سنوارنا اور ان کی اصلاح کرنا ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو (یعنی ایک ساتھ کھاؤ پیو) تو وہ تمہارے بھائی ہیں (ایسا کر سکتے ہو مگر یہ ہے کہ اس ضمن میں زیادتی نہ کرنا) اور اللہ عزوجل تو خوب جانتا ہے کہ بگاڑ پیدا کرنے والا کون ہے؟ (سو اس سے وہ خود نمٹ لے گا) اور اصلاح کرنے، سنوارنے والا کون ہے؟ اور اگر اللہ چاہتا تو تم لوگوں کو مشکل میں پھانس دیتا (اور یتیموں کے مال اور ان کے ساتھ بالکل الگ رہنے کا حکم قائم رکھتا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہایت غلبہ والا اور حکمت و دانائی والا ہے۔'' تو اس کے بعد لوگوں نے اپنا کھانا پینا ان کے ساتھ اکٹھا کر لیا۔''

درج ذیل حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کے مال کا کھانا کبیرہ گناہوں اور سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ یہ وہ ہلاک، تباہ کرنے والی سات چیزیں ہیں کہ جن سے الگ رہنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا هُنَّ؟ فَذَكَرَ ﷺ: ((وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ)) [1]

''ہلاک اور تباہ کرنے والی سات چیزوں سے بچو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا: اے اللہ کے

[1] أخرجه البخاري في كتاب الوصايا، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا ﴾ ح: ٢٧٦٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ تسلیما کثیرا! یہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ تو نبی معظم ﷺ نے ان کا ذکر فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا: ''اور یتیم کا مال کھانا۔''

نبی کریم ﷺ خواہ مخواہ کے سوالات کو ناپسند فرماتے تھے

((قَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ : ((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَرِهَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا)) ❶

''جناب عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواہ مخواہ کے سوالات کو ناپسند کیا اور ان کو بہت برا جانا ہے۔''

درج ذیل حدیث میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ چنانچہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا : قِيْلَ وَقَالَ ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ)) ❷

''میں نے خود سماعت کیا نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: بلاشبہ اللہ عزوجل نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے: (۱)...... خواہ مخواہ کی قیل وقال (بے جا گفتگو) کو (۲)...... مال کے ضائع کرنے کو اور (۳)...... بہت زیادہ سوال کرنے سے۔''

بکثرت ایسے سوالات کرنے سے سلف صالحین نفرت کرتے تھے کہ جو حقیقت میں وقوع پذیر ہی نہ ہوتے ہوں اور نہ ہی ان کی ضرورت ہو۔ اور ان کی رائے میں یہ وہ تکلیف ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی اہل ایمان کو ان چیزوں کے بارے میں سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے کہ جن کے متعلق کوئی حکم نازل ہی نہ ہوا ہو۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَ اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ ﴾ (المائدہ:۱۰۱)

''اے ایمان والے مسلمانو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو کہ جو اگر بیان کردی جائیں تم سے تو تمہیں وہ بری لگیں (یعنی ان کا بیان کرنا تمہیں برا لگے)۔ اور اگر ایسے وقت میں پوچھو گے جب قرآن اتر رہا ہو (اور پیغمبر علیہ السلام باحیات ہوں) تو تم سے وہ بیان کرتے ہوئے ظاہر کردی جائیں گی (تو اس طرح تم بہت سی چیزوں کو اپنے اوپر فرض قرار دے لوگے) اللہ عزوجل نے ان چیزوں (اور خواہ مخواہ کے سوالات) سے درگزر

❶ أخرجه البخاري في كتاب التفسير ، باب : ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَهُمْ شُهَدَاء...... ﴾ ٤٧٤٥

❷ أخرجه البخاري في كتاب الزكاة ، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ لا يسألون الناس إلحافًا ﴾ ٤٧٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرما دیا ہے۔ (آئندہ ایسا نہیں کرنا) اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ بخشنے والا اور نہایت ہی حلیم و بردبار ہے'' ❶

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نزول وحی کے زمانہ میں جس چیز کے بارے میں حکم نازل نہ ہوا ہوتا، اس کے متعلق سوالات کرنا ممنوع تھا تاکہ اس چیز کے متعلق حرام وممنوع کر دینے والی وحی نازل نہ ہو جائے جو اس سے قبل حرام نہ ہوتی تھی اور وہ (نبی کریم ﷺ کے جواب دینے کی صورت میں) حرام ہو جاتیں۔ ❷

امام رحمہ اللہ کی یہ بات نبی مکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان کی زبردست تائید ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ)) ❸

''سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھا جو حرام نہیں تھا اور پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ حرام کر دی گئی۔''

تو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مسائل کے بارے میں کثرت سے سوالات کرنا کہ جن میں بالخصوص کسی مسلمان مرد یا کسی مومن عورت کے پردہ کو چاک کرنا اس کے راز کو فاش کرنا ہو یا کسی فحش کام کو عام کرنا مقصود ہو یا کسی مسلمان مرد یا کسی مسلمان عورت کی عزت کی دھجیاں بکھیرنا ہو...... سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔

((عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ غَضِبَ وَقَالَ: ((سَلُونِي)) فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَنْ أَبِي؟ فَقَالَ: ((أَبُوكَ حُذَافَةُ)) ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَنْ أَبِي؟ فَقَالَ أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ)) فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ: ، إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى

❶ اس موضوع پر اللہ عزوجل نے نہایت سخت الفاظ میں ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ ﴾ (البقرة: ۱۰۸)...... ''(مسلمانو!) کیا تم بھی اپنے رسول (ﷺ) سے ایسے سوالات کرنا چاہتے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) سے اس سے قبل پوچھا گیا تھا؟ (جیسے کہ ان کا مطالبہ تھا: اللہ کو ہمیں ظاہر و باہر دکھلاؤ) اور جو شخص (اس کے تنبیہ کے باوجود) ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کر لے گا (اور وہ شکوک وشبہات کا شکار رہے) تو بالتحقیق وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا''

❷ دیکھیے: فتح الباری/جلد ۹ ص ۴۴۹

❸ أخرجه البخاري في كتاب الاعتصام، باب مايكره من كثرة السؤال، ومن تكلف ما لا يعنيه ح: ۷۲۸۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَأَكْثَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَقُولَ : ((سَلُونِي))فَقَالَ أَنَسٌ: فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ : أَيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ((اَلنَّارُ)) فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ : مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ((أَبُوكَ حُذَافَةُ))قَالَ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ : ((سَلُونِي سَلُونِي)) فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ : رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُولاً ـ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيه وَسَلَّمَ : أَوْلٰى ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ وَأَنَا أُصَلِّيْ ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِ)) [1]

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات کیے گئے جن کو آپ ﷺ نہایت ہی ناپسند کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت زیادہ پوچھنا شروع کر دیا تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور فرمایا: پوچھو مجھ سے۔'' چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا: یارسول اللہ! میرا والد کون ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا والد ''حذافہ'' ہے۔ پھر دوسرا ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ میرا والد کون ہے؟ فرمایا: تمہارا والد شیبہ کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) سالم ہے۔ پھر جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصے کے آثار دیکھے تو عرض کیا: ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو غصہ دلانے سے توبہ کرتے ہیں''

اور (سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی) دوسری روایت میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور اس بات کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے پہلے بڑے بڑے واقعات ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہے تو سوال کرے۔ فرمایا: آج مجھ سے جو سوال بھی کرو گے میں اس کا جواب (اللہ کے دیے ہوئے علم کے مطابق) دوں گا۔ جب تک میں اپنی اس جگہ پر موجود ہوں''۔ جناب انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر لوگ بہت زیادہ رونے لگے) جبکہ نبی کریم ﷺ بار بار یہی فرماتے تھے کہ مجھ سے پوچھو۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا: اے اللہ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الاعتصام ، باب مايكره من كثرة السؤال ، ومن تكلف مالا يعنيه۔ ح : ٧٢٩١ ، ٧٢٩٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے رسول! میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ (جنت میں یا جہنم میں) فرمایا: ''تمہارا ٹھکانا جہنم میں ہے۔'' پھر جناب عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا: اللہ کے رسول! ﷺ میرے والد کون ہیں؟ فرمایا: تمہارے والد حذافہ ہیں (انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) نبی مکرم ﷺ مسلسل فرماتے رہے۔ مجھ سے پوچھو، مجھ سے پوچھو۔ بالآخر جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر عرض کرنے لگے: ''ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے رب ہونے کی حیثیت سے، اسلام سے بحیثیت دین اور محمد ﷺ سے بحیثیت رسول اللہ راضی اور خوش ہیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلمات کہے تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی ابھی مجھ پر جنت اور دوزخ اس دیوار کی چوڑائی پر میرے سامنے کی گئی تھیں (جیسے سکرین پر کوئی منظر سامنے آتا ہے) جب میں نماز پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ آج کی طرح میں نے خیر اور شر کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: ((كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اسْتِهْزَاءً، فَيَقُولُ الرَّجُلُ: مَنْ أَبِي؟ وَيَقُولُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ: أَيْنَ نَاقَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِمْ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْئَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْئَلُوا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَلَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾)) [1]

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ سے مذاق کے طور پر سوالات کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص یوں پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ اور کوئی شخص کہ جس کی اونٹنی گم ہو چکی ہوتی، یوں پوچھتا: میری اونٹنی (اللہ کے رسول!) کہاں ہے تب اللہ عزوجل نے ایسے لوگوں کے متعلق نازل فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْئَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْئَلُوا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَلَكُمْ ط عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ط وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ ﴾ (المائدہ:۱۰۱) مسلمانو! ایسی باتیں مت پوچھو جو اگر بیان کی جائیں تم سے تو تم کو بری لگیں (جن کا کھولنا تم کو برا لگے) اور اگر ایسے وقت میں پوچھو گے جب قرآن اُتر رہا ہو (اور پیغمبر زندہ ہوں) تو (خواہ مخواہ) تم سے بیان کی جائیں گی۔ (اب جو تم پوچھ چکے) اللہ نے اس سے درگذر کی ہے۔ اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔''

نبی مکرم ﷺ تصویروں کو بھی نہایت ناپسند فرماتے تھے

((عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ، فَلَمَّا رَآهَا

[1] أخرجه البخاري في كتاب التفسير، باب: ﴿ لا تسألوا عن أشياء إن تبدلكم تسؤكم ﴾ ح: ٤٦٢٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ ، مَا ذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟)) قُلْتُ : اِشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ ، فَيُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔)) وَقَالَ : ((إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)) ❶

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک گدّہ خریدا جس پر تصویریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر جونہی اس پر پڑی، آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ تسلیماً کثیرا) میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول ﷺ سے معافی مانگتی ہوں۔ فرمایئے! مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ (جو آپ اندر تشریف نہیں لا رہے) رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: اس گدے کا کیا معاملہ ہے؟ (یہ کیسے یہاں آیا؟) میں نے عرض کیا: میں نے یہ آپ ﷺ کے لیے ہی خریدا ہے تاکہ آپ اس پر تشریف رکھیں اور اس سے ٹیک لگا لیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اس طرح کی تصویریں بنانے والے لوگ قیامت والے دن عذاب دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: جس جس چیز کو تم لوگوں نے پیدا کیا (انہیں کوئی شکل و صورت دی تھی) اسے زندہ کر کے دکھاؤ۔'' اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: جس گھر میں (جاندار چیزوں کی) تصویریں ہوتی ہیں اس گھر میں فرشتے (اللہ کی رحمت لے کر) داخل نہیں ہوتے۔''

اُمّ المومنین والمومنات سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا اپنے حبیب و محبوب زوج محترم محمد رسول اللہ ﷺ کے آرام و سکون پر مکمل طمع و لالچ رکھتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے نبی مکرم ﷺ کے لیے ایک تکیہ خریدا کہ جس سے آپ ﷺ ٹیک لگا لیتے یا اس پر بیٹھ جاتے۔ امّا لمومنین رضی اللہ عنہا کو اس گدّے، تکیہ پر بنی جانداروں کی تصویروں کے متعلق حکم کا علم نہیں تھا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ اس بات پر حریص تھے کہ آپ ﷺ کا گھر حرام اور مکروہ (ناپسندیدہ) چیز سے خالی ہو۔ آپ ﷺ اپنے گھر میں ایسی کسی بھی چیز کے وجود کو نہایت ناپسند فرماتے

❶ أخرجه البخاري في كتاب البيوع ، باب التجارة فيما يكره لبسه للرجال والنساء۔ ح : ٢١٠٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے تصویروں والے کپڑے سے بنے ہوئے اس گدے، تکیے کو دیکھا تو گھر میں داخل ہونے سے رک گئے اور آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر اس ناگواری کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا تو انہوں نے گمان کیا کہ شاید ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہے کہ جس وجہ سے نبی کریم ﷺ گھر میں داخل نہیں ہو رہے۔ مگر آپ ﷺ نے ان کو اس گدے کے متعلق خبر دی اور وضاحت فرمائی کہ اس پر بنی ہوئی تصویریں فرشتوں کو بھی گھر میں داخل ہونے سے روک رہی ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ علماء کرام رحمہم اللہ جمیعًا فرماتے ہیں: کسی جاندار کی تصویر والے گھر میں اللہ کی رحمت والے فرشتوں کے داخل نہ ہونے کا سبب اس تصویر کا انتہائی فحش گناہ کے مترادف ہونا ہے اور اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت خالقیت سے مشابہت بھی ہوتی ہے۔ اور ان میں سے بعض ایسی تصویریں ہوتی ہیں کہ جن کی اللہ کے سوا پوجا کی جاتی ہے۔ اور فرشتوں کا ایسے گھر میں داخل نہ ہونے کا سبب کہ جس گھر میں کتا ہو یہ ہے کہ: کتا کثرت سے گندگیاں کھاتا ہے اور اس لیے بھی کہ ان میں سے بعض کتوں کے نام شیطانوں کے نام پر رکھے جاتے ہیں (جیسے آپ کسی کتے کا نام بش یا ٹونی یا ٹومی وغیرہ رکھ لیں) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور فرشتے شیطانوں سے برعکس ہوتے ہیں۔ اور ایسے گھروں میں کتے کی بدبو کی وجہ سے بھی داخل نہیں ہوتے اور فرشتے بدبو سے نفرت کرتے ہیں اور اس لیے بھی فرشتے ایسے گھروں میں داخل نہیں ہوتے کہ شریعت مطہرہ میں کتے رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایسے گھر والوں کو کہ جنہوں نے گھر میں کتا رکھا ہوا ہو ان کے گھر میں فرشتوں کے داخلہ سے منع کر کے انہیں سزا دی جاتی ہے۔ نہ ہی فرشتے اس گھر میں نماز پڑھتے ہیں۔ نہ ہی اہل خانہ کے لیے دعا واستغفار کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے لیے برکت کی دعا کرتے ہیں۔ اور نہ فرشتے ان لوگوں کے گھروں سے شیطانوں کو دور کرتے ہیں۔ تو یہ فرشتے کہ جو ایسے کسی بھی گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا کسی جاندار کی تصویر ہو وہ فرشتے ہوتے ہیں کہ جو رحمت، استغفار اور برکت لے کر گھومتے رہتے ہیں۔ اور جہاں تک انسانوں کا ریکارڈ تیار کرنے والے فرشتوں کا تعلق ہے تو وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ (اسی طرح سزا دینے والے اور موت کے فرشتے بھی) اور وہ کسی بھی حالت میں بنو آدم سے جدا نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ ان کو انسانوں کے اعمال شمار کرنے اور ان کے اعمال لکھتے رہنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں کتب احادیث میں مروی اپنے ایک نقش ونگار والے پردے کے متعلق خبر دی ہے۔ یہ ایک رنگدار کپڑا تھا کہ جس پر کچھ نقوش بنے ہوئے تھے اور اسے پردے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا یا غلاف کے طور پر۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ فَلَمَّا رَآهُ هَتَكَهُ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ؛ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ تَعَالَى)) قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے ایک طاق یا مچان کو اپنے ایک پردے سے ڈھانک رکھا تھا کہ جس پر تصویریں تھیں۔ جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو اس کو پھاڑ ڈالا اور آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! قیامت والے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی شکل بناتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس ہم نے اس کو پھاڑ کر ایک یا دو تکیے بنا لیے۔''

ایک اور واقعہ ہے کہ: رسول اللہ ﷺ ایک دن کسی جہادی سفر کے لیے تشریف لے گئے۔ پیچھے سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہودج پر ڈالا جانے والا جھالر دار رنگین اونی کپڑا خریدا اور اسے دروازے پر لٹکا دیا۔ اس پردے پر پروں والے گھوڑوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((فَلَمَّا قَدِمَ فَرَأَى النَّمَطَ، عَرَفْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهِ، فَجَذَبَهُ حَتَّى هَتَكَهُ أَوْ قَطَعَهُ، وَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْمُرْنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ)) قَالَتْ فَقَطَعْنَا مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِيفًا، فَلَمْ يَعِبْ ذٰلِكَ عَلَيَّ)) ❷

''چنانچہ نبی معظم ﷺ جب جہاد و غزوہ سے واپس پلٹے اور یہ پردہ دیکھا تو آپ کو نہایت برا لگا۔ آپ ﷺ نے اسے کھینچا حتیٰ کہ اسے پھاڑ ڈالا یا اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ہم نے اس کو کاٹ کر دو تکیے بنا ڈالے اور ان کے اندر کھجور کی چھال بھر دی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس پر کچھ عیب نہ لگایا۔''

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ گھر کا مالک (اور ہر گھر والا سربراہ) جب اپنے گھر میں حرام کردہ تصویریں دیکھے تو ان کو کاٹ، پھاڑ دے۔ یا کوئی جاندار چیزوں کی مورتیں ہوں تو ان کو توڑ ڈالے۔ اسی

❶ أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم صورة الحيوان ح: ٥٥٢٨

❷ أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم صورة الحيوان ح: ٥٥٢٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح جب وہ کوئی حرام کردہ چیز یا کوئی قابل رد و تردید چیز دیکھے تو اس منکر کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالنے میں جلدی کرے اور عقل سلیم کے نزدیک ہر بری اور ناگوار بات کو دیکھتے ہی غیض و غضب میں آ جائے۔ اپنے گھر میں منکرات کے لیے کھلی آزادی نہ دے رکھے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل کے سامنے وہ کل قیامت والے دن سب سے پہلے جوابدہ ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا ، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ - قَالَ:وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَهُوَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) ❶

''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار اور نگران ہے۔ اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام، حاکم، سلطان ذمہ دار و نگران ہے اور اس سے اس کی تمام رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار اور نگران ہوتا ہے اور اس سے اس کے اپنے زیر نگران و زیر تربیت اور زیر پرورش و زیر کفالت افراد کے متعلق اللہ کے ہاں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہوتی ہے اور اس سے اس کی زیر تربیت رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے مالک (سردار) کے مال کا نگران ہوتا ہے اور اس سے اس کی زیر نگرانی مال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ میرا خیال ہے نبی معظم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہوتا ہے اور اس سے اس کی زیر نگرانی چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار اور نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی زیر کفالت و زیر نگرانی چیزوں اور افراد کے بارے میں (کل اللہ کے ہاں) پوچھا جائے گا۔''

اپنے آپ کو پاک صاف جتانے کو نبی کریم ﷺ ناپسند فرماتے تھے

((عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنِّي قُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهُ أَوْ صُمْتُهُ)) قَالَ : فَلَا أَدْرِي أَكْرِهَ التَّزْكِيَةَ أَمْ لَا؟ فَلَا بُدَّ مِنْ غَفْلَةٍ أَوْ رَقْدَةٍ)) ❷

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ح : ٨٩٣

❷ مسند أحمد ، رقم : ٢٠٢٨٥ ، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح صححه ابن خزيمته (٢٠٧٥)وابن حبان (٣٤٣٩)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جناب ابوبکرہ نفیع بن الحارث بن کلدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص (اپنا تزکیہ نفس بیان کرتے ہوئے) یہ نہ کہے کہ: میں نے پورا رمضان مکمل قیام کیا یا میں نے پورے رمضان کے (بڑے اہتمام سے) روزے رکھے۔'' ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نہیں جانتا، کیا رسول اللہ ﷺ نے اس تزکیہ نفس کو ناپسند فرمایا یا نہیں؟ مگر یہ ہے کہ اس ضمن میں غفلت اور کوتاہی سے لازماً خبردار رہنا چاہیے'' (کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے آپ کو پاکباز بیان کرتے ہوئے ریاکاری کر بیٹھیں اور سارا عمل برباد ہو جائے)

جناب قتادہ اور دیگر علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے بارے میں نیکیوں پر شیخی بگھارنے کو کتنا ناپسند فرمایا کرتے تھے۔

تزکیہ النفس کی تعریف:

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ اس بات کو نہایت ناپسند فرماتے کہ آدمی اپنے آپ میں بڑا پاک صاف بنتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس ''تزکیۃ النفس'' سے منع فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے بھی۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ ﴾ (النجم:۳۲)

''(یہ نیکوکار) وہ لوگ ہیں کہ جو صغیرہ گناہوں کے سوا (کہ یہ ان سے سرزد ہو جاتے ہیں) بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ بے شک (اے ہمارے حبیب و خلیل نبی!) تمہارا رب بڑی ہی بخشش والا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ جب اس نے تم لوگوں کو مٹی سے پیدا کیا اور (اس وقت اور مرحلے کو بھی وہ خوب جانتا ہے کہ) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے۔ اس لیے اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ۔ جو پرہیزگار ہے وہ اس سے خوب واقف ہے۔'' (یعنی اپنی تعریف خود مت کیا کرو اور نہ ہی دوسروں سے اپنے آپ کو بہتر جانو۔ اس لیے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں)''

اور نبی معظم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ)) [1]

[1] صحیح مسلم/کتاب الآداب/ باب تفسیر الاسم القبیح الی حسن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اپنی پاکیزگی مت جتلایا کرو۔ تم میں سے نیک لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ خوب جانتے ہیں''

تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی ذات کی مدح وثناء کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ بلاشبہ یہ عمل ریا سے دور کرنے اور خشوع وخضوع کے زیادہ قریب کرنے والا ہے۔ یعنی خودستائی سے بچنے والا عمل۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو خوب جانتا ہے کہ جس نے اپنا عمل اللہ کے لیے خالص کرلیا اور وہ اللہ عزوجل کے عذاب اور اس کی سزا سے ڈر گیا۔ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ (النساء:٤٩)

''(اے ہمارے حبیب وخلیل نبی!) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے تئیں خود پاک باز بنتے اور اپنے منہ سے خود اپنی تعریف کرتے ہیں (ایسا کرنا قطعاً غلط ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ لوگوں پر کھجور کی گٹھلی میں ایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

نیک اور صالح تو وہ شخص ہوتا ہے جس کے اعمال نیک ہوں اور اس کا تزکیہ اللہ تعالیٰ پیش کرے۔ (اللہ تعالیٰ اسے نیک، صالح جانے) انسان کے اپنے آپ کو پاک صاف کہنے میں کوئی تعجب نہیں بلکہ تعجب وحیرانی تو اس شخص کے لیے ہوتی ہے کہ جس کو اللہ عزوجل پاک صاف جانیں۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام معاملات کے حقائق اور ان کی گہرائیوں کو خوب جانتے ہیں۔ کتاب وسنت میں خودستائی سے منع کرنے پر ان گنت دلائل موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ رب کریم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (النور:٢١)

''مسلمانو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو (اس کی پیروی نہ کرو) اور جو کوئی شیطان کی پیروی کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اس لیے کہ شیطان تو اسے بے حیائی اور بُرے کام ہی کرنے کو کہے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی گناہ سے پاک نہ رہ سکتا تھا۔ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پاک صاف کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سنتا جانتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل اگر تم لوگوں پر نہ ہوتا تو کوئی بھی شخص سیدھی راہ نہ پا سکتا اور نہ ہی وہ ہدایت کو پہچان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاتا۔ اور اگر وہ کسی کو توبہ، اس کی طرف رجوع، جانوں، نفسوں کو شرک وخرافات اور گناہوں، جرموں سے پاک کرنے کی توفیق اور گندے اخلاق و کردار سے دور رہنے کی توفیق اگر وہ نہ دیتا تو کوئی شخص بھی بذات خود ان رذائل سے پاک نہ ہوسکتا اور نہ ہی وہ بھلائی، نیکی کو حاصل کر سکتا۔ اس لیے مسلمانو! اللہ عزوجل کا تم لوگوں کو ان گندگیوں سے پاک کر کے توبہ و استغفار اور استقامت کی توفیق دے دینا اور اس کا تمہیں گناہوں، جرائم اور خباثوں سے پاک کر دینا اور اس کا تمہیں نیکی، اصلاح نفس اور پاکیزگی کی طرف راہنمائی کر دینا دراصل اس کا خاص فضل ہے نہ کہ یہ سب تمہارے اعمال کی وجہ سے۔ (اعمال کی توفیق بھی اللہ کریم کی طرف سے ہی ملا کرتی ہے)

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ یوں بھی دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا ، أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا ، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا)) ❶

''اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک صاف کر دے۔ تو ہی سب سے بہتر ہے جو اس کو پاک صاف کر سکتا ہے۔ اے اللہ! تو اس کا کارساز اور اس کا مالک ہے۔''

اور جس طرح نبی مکرم و معظم ﷺ خودستائی کو ناپسند فرماتے تھے اسی طرح آپ ﷺ دوسروں کو ان کے سامنے پاک صاف بیان کرنے اور ان کی تعریف میں مبالغہ کرنے کو انتہائی ناپسند جانتے تھے۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے نبی مکرم ﷺ کے سامنے دوسرے شخص کی خوب تعریف کی، (حالانکہ اس میں یہ خوبیاں نہ تھیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْلَكَ ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ)) مِرَارًا ثُمَّ قَالَ : ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ : أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيبُهُ۔ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا۔ أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا۔ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ)) ❷

''افسوس ہے تم پر، تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی'' ایسا آپ ﷺ نے کئی بار فرمایا۔ پھر فرمایا: اگر کسی کے لیے اپنے کسی بھائی کی تعریف کرنا ضروری ہو جائے تو یوں کہے: ''میں فلاں شخص کو ایسا گمان کرتا ہوں (کہ اس میں یہ یہ صلاحیتیں ہیں) آگے اللہ خوب جانتا ہے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایسا اور ایسا (نیک، صالح، تجربہ کار اور اچھے کردار کا مالک) ہے'' بشرطیکہ وہ اس کا حال خوب جانتا ہو۔''

❶ أخرجه مسلم في كتاب الذكر والدعاء، باب الأدعية حديث : ٦٩٠٦

❷ أخرجه البخاري في كتاب الشهادات، باب إذا زكى رجل رجلًا كفاه۔ ح : ٢٦٦٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی مذکور بالا صیغہ کے ساتھ کسی کا تزکیہ دینا چاہیے۔ یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں اس بات کا یقین رکھتا اور بالجزم اس بات کی تحقیق رکھتا ہوں کہ فلاں کا معاملہ یوں اور یوں ہے...... الخ اور نہ ہی اللہ عزوجل جیسا کسی کا تزکیہ پیش کرو۔ اس لیے کہ وہ بندوں کے بارے میں تم لوگوں سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ (ہر کسی کے پوشیدہ معاملات اور دلوں کی نیتوں کا حال صرف ایک اللہ عزوجل ہی خوب جانتا ہے کوئی اور نہیں جان سکتا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ)) [1]

''جب تم بے جا تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو''

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدح وستائش میں چھ آفتیں پائی جاتی ہیں: ان میں سے چار کا تعلق تعریف و ستائش کرنے والے سے ہوتا ہے جبکہ دو ممدوح میں پائی جاتی ہیں۔ جہاں تک مدح وستائش کرنے والے کا تعلق ہے تو اس میں (۱)......: پہلی آفت یہ ہوتی ہے کہ وہ مبالغہ سے کام لیتا ہوا بسا اوقات جھوٹ تک جا پہنچتا ہے۔ (۲)......: دوسری آفت یہ ہوتی ہے کہ اس کی تعریف میں ریا شامل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ تعریف کے ذریعے محبت کا اظہار کرنا ہوتا ہے (اور یہ ریا کے بغیر نہیں ہوسکتا۔) بسا اوقات جو کچھ زبان پر ہوتا ہے وہ دل میں نہیں ہوتا اور نہ ہی اعتقاداً ہوتا ہے کہ جو کچھ بیان کیا جارہا ہے وہ عقیدت کی بنیاد پر ہو۔ چنانچہ اس بناء پر ریا کار منافق ہوتا ہے۔ (۳)......: تیسری آفت یہ ہوتی ہے کہ: وہ ایسی بات کہتا ہے جس کی تحقیق نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے پاس تحقیق کے لیے کوئی سبیل ہوتی ہے۔ (۴)......: بسا اوقات ممدوح ایک ظالم و فاسق آدمی ہوتا ہے مگر پھر بھی (اس کے ڈر کی وجہ سے یا مدح وستائش کرنے والے کی اپنی فطرت و بدکرداری بھی ممدوح جیسی ہونے کی وجہ سے) وہ اس کی تعریف کرکے اس کو خوش کرتا ہے اور یہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے کسی ظالم آدمی کی لمبی عمر کے لیے دعا کی تو اس نے گویا اس بات کو پسند کیا کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین پر اس کی نافرمانی کرے۔ ظالم و فاسق اور فاجر آدمی کے متعلق نہایت ضروری ہے کہ اس کی مذمت کی جائے تاکہ اس کا دم گھٹے اور اس کی تعریف نہ کی جائے کہ وہ خوش ہو۔ (۵)......: بے جا تعریف اور مدح وستائش ممدوح کے لیے دو طرح سے آفت بنتی ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس میں خود پسندی اور تکبر جیسے برے اخلاق پیدا ہوجاتے ہیں اور یہ دونوں ہلاک کرنے والے اخلاق ہیں۔ (۶)......: دوسری یہ کہ ممدوح کی تعریف و توصیف جب بہتر کی جاتی ہے تو وہ خوش ہوکر بھلائی اور نیکی کے کاموں میں سست پڑ جاتا ہے اور اپنے آپ میں خوش رہنے

[1] دیکھئے: صحیح مسلم/ کتاب الزهد/ باب النهی عن الافراط فی المدح إذا خِیفَ منه فتنة الممدوح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگتا ہے۔ اور جو شخص خود پسند ہو جائے اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا مادہ وجذبہ کم ہو جاتا ہے۔ اور عمل کے لیے سستی اتار کر جلدی وہی کرے گا جو اپنے آپ کو خطا کار سمجھے گا۔

اگر تعریف وستائش کرنے والے اور ممدوح کہ جس کی مدح وتوصیف کی جا رہی ہو کے حق میں ان آفتوں سے پاک مدح وتعریف ہو تو پھر اس میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ یہ مستحبات میں شمار ہوگی۔

بعض سلف صالحین کا کہنا ہے کہ جب آدمی کی تعریف وتوصیف اس کے منہ پر کی جائے تو اسے یوں کہنا چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ وَلَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِيْ خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّوْنَ))

"اے اللہ! جو یہ لوگ (میرے بارے میں) نہیں جانتے (اور اس کو میری طرف منسوب کر رہے ہیں) اسے مجھ سے معاف کر دے اور جو وہ کہہ رہے ہیں اس پر میرا مواخذہ نہ کرنا اور مجھے اس سے بہتر بنا دے جو وہ (میرے بارے میں) گمان کر رہے ہیں۔"

لفظ "میں" کو نبی کریم ﷺ ناپسند کرتے تھے

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلَى أَبِي، فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: ((مَنْ ذَا؟)) فَقُلْتُ: أَنَا۔ فَقَالَ: ((أَنَا أَنَا)) كَأَنَّهُ كَرِهَهَا)) [1]

"سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک قرض کے متعلق میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کہ جو میرے شہید باپ عبداللہ رضی اللہ عنہ پر واجب الاداء تھا اور میں نے آپ ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: "میں" فرمایا: "میں' میں۔" گویا آپ ﷺ نے اس لفظ "میں" کو ناپسند فرمایا۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ انسان کا جواب جب اس سے پوچھا جائے کون ہو؟ تو کہے: "میں" ہوں۔ اس لیے کہ اس "میں" کے لفظ میں پوچھے گئے سوال کا جواب نہیں ہے۔ چنانچہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنا نام بتلاتے ہوئے وضاحت سے کہے کہ: میں فلاں ہوں اور اپنا نام بتلائے۔ لوگوں کے ہاں اپنی آواز کی پہچان پر آدمی اعتماد نہ کرے۔ آوازیں تو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوتی ہیں اور لفظ "میں" جواب میں آواز کی پہچان کے لیے کافی نہیں ہوتا۔

ابن جوزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ "میں" کی ناپسندیدگی کا سبب یہ ہے کہ اس میں تکبر کا شائبہ پایا جاتا

[1] أخرجه البخاري في كتاب الاستئذان، باب إذا قال: من ذا؟ فقال: أنا: ح: ٦٢٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ گویا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے: میں وہ شخص ہوں کہ جو اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ میں اپنا نسب بتلاؤں۔

علماء کرام فرماتے ہیں: جب کوئی آدمی گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے تو اس سے پوچھا جائے؟ بھئی کون ہو؟ یا کہیں: کون صاحب ہیں؟ تو اس حدیث مبارک کی رو سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے والا آدمی اس بات کو ناپسند کرے کہ وہ جواب میں کہے: ''میں ہوں۔'' اس لیے کہ جواباً ''میں'' کہنے سے پوچھنے والے کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ ابہام باقی رہتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کہے: میں فلاں ہوں۔ اور اپنا نام بتلائے۔ جیسا کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا تھا، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا:

((مَنْ هٰذِهِ؟)) فَقُلْتُ : أَنَا أُمُّ هَانِيءٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ۔ فَقَالَ ((مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِيءٍ)) ❶

''کون بی بی ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں نے کہا: ''میں (آپ کے چچا کی بیٹی) ام ہانی بنت ابو طالب ہوں۔'' یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مرحبا ام ہانی! ''بسم اللہ جی آیا نوں''۔

اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ جواب دینے والا یوں کہے: ''میں ابو فلاں ہوں۔ (مگر یہ اس وقت کہ جب وہ اپنی کنیت سے معروف ہو) یا کہے: میں فلاں قاضی (جسٹس) ہوں یا فلاں شیخ (مولانا) ہوں۔ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب اصل نام کے ساتھ وہ صاحب زیادہ معروف نہ ہوں۔ اس ضمن میں سب سے بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ کہے: میں فلاں شخص ہوں جو اس نام و کنیت یا لقب و عہدہ سے معروف ہوں۔

نبی کریم ﷺ دس عادات و خصائل کو ناپسند کرتے تھے

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ : تَخَتُّمَ الذَّهَبِ ، وَجَرَّ الْإِزَارِ ، وَالصُّفْرَةَ - يَعْنِي الْخَلُوقَ - وَتَغْيِيرَ الشَّيْبِ ، قَالَ (استاذ احمد بن حنبل) جَرِيرٌ : إِنَّمَا يَعْنِي بِذٰلِكَ نَتْفَهُ ، وَعَزْلَ الْمَاءِ عَنْ مَحِلِّهِ ، وَالرُّقَى إِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ ، وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهِ وَعَقْدَ التَّمَائِمِ ، وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّينَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا ، وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ)) ❷

''سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دس عادات و خصائل کو ناپسند کرتے تھے۔ (۱)...... سونے کی انگوٹھی پہننا (۲)...... تہہ بند (پائجامہ یا شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الصلاة، باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفًا به ح : ٣٥٧

❷ مسند أحمد، رقم : ٣٦٠٥، وقال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح (١/ ٣٨٠ - ٣٥٩٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنا۔ (۳)...... زرد رنگ (ہندوؤں کا مذہبی رنگ) (۴)...... بڑھاپے کو سفید بال نوچ نوچ کر تبدیل کرنا۔ (۵)...... پانی کو اس کی جگہ سے دور رکھنا۔ (بیوی کے ساتھ جماع کے دوران بوقت انزال عزل کرنا) (۶)...... غیر مسنون دم جھاڑ کرنا۔ (۷)...... دودھ پیتے بچے کے دودھ کو اس کی ماں سے اس کے باپ کا جماع کر کے خراب کرنا۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے) (۸)......تعویذ لٹکانا۔ (۹)...... بغیر شرعی موقع و محل کے زینت کر کے عورت کا بے پردگی اختیار کرنا۔ (۱۰)......مردوں، پانسوں سے کھیلنا۔''

اب ان سب کی کچھ تفصیل بھی جان لیجیے:

(۱)......سونے کی انگوٹھی پہننا:

نبی مکرم ﷺ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا نہایت ناپسند کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ سونا مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبُ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِانَاثِهِمْ)) [1]

''میری امت کے مردوں پر ریشمی لباس اور سونے کو حرام کر دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ دونوں چیزیں ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔''

(۲)......تہہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا:

نبی اکرم ﷺ تہہ بند، پائجامہ (پتلون) اور شلوار وغیرہا کو تکبر کے طور پر ٹخنوں سے نیچے لٹکائے رکھنے کو ناپسند فرماتے اور اس سے منع کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا سُفْيَانَ بْنَ سَهْلٍ! لَا تُسْبِلْ' فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِيْنَ)) [2]

''اے سفیان بن سہل! اپنا تہہ بند ٹخنوں سے نیچے مت لٹکاؤ۔ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل اپنے نچلے والے کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کو پسند نہیں فرماتے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے نچلے والے کپڑے کی حد مقرر کرتے ہوئے فرمایا:

((إِزْرَةُ الْمُسْلِمِ إِلَى انْصَافِ السَّاقِ ، وَلَا حَرَجَ –أَوْلَا جُنَاحَ– فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ

[1] صحيح سنن الترمذي، رقم : ١٤٠٤ (كتاب اللباس ح : ١٧٢٠)

[2] دیکھیے: صحيح سنن ابن ماجه : ٧٨٧٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْكَعْبَيْنِ ، مَاكَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ ، مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ)) [صحيح سنن أبي داود ، كتاب اللباس / ح : ٤٠٩٣] وَقَالَ ﷺ : ((بَيْنَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ❶

''مسلمان آدمی کا تہہ بند (نچلے حصے والا لباس جیسے پائجامہ' پتلون یا شلوار وغیرھا) آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے۔ اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ یہ نصف پنڈلی اور ٹخنے کے درمیان ہو۔ مگر جو کپڑا دونوں ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ حصہ جہنم میں داخل ہوگا (لامحالہ باقی وجود بھی جہنم میں ہی ہوگا) اور جس شخص نے اپنا تہہ بند تکبر کی نیت سے (ٹخنوں سے نیچے) گھسیٹا، اللہ عزوجل (کل قیامت والے دن) اس کی طرف (رحمت اور مغفرت کی نظر سے) دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گے۔'' اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''ایک شخص غرور میں اپنا تہہ بند گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا اور وہ اسی طرح قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔''

(۳)......زرد زعفرانی رنگ:

نبی معظم ﷺ زرد' زعفرانی رنگ کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ ''الصُّفرہ'' دراصل زعفران اور خوشبو کی دوسری اقسام سے ملی ہوئی ایک خوشبو ہوتی ہے کہ جس پر سرخی نما زرد رنگ غالب ہوتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی اس رنگ سے ناپسندیدگی مردوں کے لیے تھی (عورتوں کے لیے اس رنگ کی شریعت میں اجازت ہے مگر یہ ہے کہ خوشبو نمایاں نہ ہو جو گلی بازار سے گزرتے وقت مہک پیدا کرے)

(۴)......سفید بال اکھاڑ کر بڑھاپے کو بدلنا:

نبی مکرم ﷺ سفید بالوں کو اکھاڑ کر بڑھاپے کو مٹانا بھی ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: آدمی کے لیے سر اور ڈاڑھی کے سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے۔'' ❷

اور نبی کریم ﷺ نے بڑھاپے کے بالوں کو اکھاڑنے، نوچنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمان کا نور ہے اور اس کے لیے اس بڑھاپے کا بھی بہت بڑا اجر ہے جو اسے اسلام میں آتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب من جر ثوبه من الخيلاء ٥٧٩٠ .

❷ صحيح مسلم/ كتاب الفضائل/باب شيبه ﷺ/ حديث: ٦٠٧٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ ، فَإِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيبُ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا كُتِبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ ، وَرُفِعَ بِهَا دَرَجَةٌ ، أَوْ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ)) ❶

''بڑھاپے کے بالوں کو مت اکھیڑا کرو۔ اس لیے کہ بلاشبہ بڑھاپا مسلمان کا نور ہے۔ کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ جو اسلام میں بوڑھا ہو جائے مگر یہ ہے کہ اس کے لیے اس (ایک ایک سفید بال) کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اس ایک ایک بال کے بدلے ایک ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے یا پھر ہر بال کے بدلے اس سے ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔''

البتہ مہندی اور کتم وغیرہ کے ذریعے بڑھاپے کو تبدیل کر دینے کا حکم تو نبی کریم ﷺ نے خود دیتے ہوئے فرمایا ہے:

((غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ)) ❷

''اس بڑھاپے کے کسی رنگ کے ساتھ بدل دو اور سیاہ رنگ سے البتہ اجتناب کرو۔''

پس بڑھاپے کے بالوں کو کالے رنگ کے سوا کسی بھی دوسرے رنگ یا مہندی کے ساتھ تبدیل کرنا جائز اور ممکن ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ هٰذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتْمُ)) ❸

''اس بڑھاپے کو سب سے اچھا جس چیز کے ساتھ بدل دیا جائے وہ ''ہندی اور وسمہ'' ہے۔''

(۵)......مرادنہ پانی کو اس کی اصل جگہ تک نہ پہنچنے دینا

نبی معظم ﷺ عزل کو ناپسند کرتے تھے۔ عزل کا مطلب ہوتا ہے کہ مرد عورت سے جماع کرتے ہوئے عین انزال کے وقت اپنے مادہ منویہ کو اس کے اصل مقام......عورت کی شرمگاہ کے اندر...... سے عزل کرتے ہوئے اپنے عضو تناسل کو باہر نکال کر اسے ضائع کر دے۔ مگر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عزل کو حرام قرار نہیں دیا۔ بلکہ جب آپ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ: آپ ﷺ عزل کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں تو (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ مسند أحمد ، رقم : ٦٦٧٢ ، وقال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح وصححه الألباني في سنن ابی داؤد ، ٤٢٠٢ وابن ماجه : ٣٧٢١ والترمذی : ٢٨٢١

❷ صحيح مسلم/ كتاب اللباس والزينة/باب إستحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد/حديث : ٥٥٠٩

❸ صحیح سنن ابی داؤد ٣٠٤٧ كتاب الرجل/باب في الخضاب/حديث : ٤٤٠٥، عن ابی ذر رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أَوَ إِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذٰلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ، فَإِنَّهُ لَيْسَتْ نَسَمَةٌ ، كَتَبَ اللّٰهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ)) ❶

''اچھا تو کیا تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ تمہارے لیے کچھ قباحت نہیں ہے اگر تم ایسا نہ کرو تو۔ اس لیے کہ جس جان کی بھی پیدائش اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گی۔''

اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اگر کسی بچے کی تخلیق مقدر کر رکھی ہے تو اس کے پیدا ہونے سے عزل رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ بسا اوقات عزل کرنے والے کی سوچ (اور کوشش) کے بغیر ہی مادہ منویہ عورت کے رحم میں داخل ہو کر اس سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی ایسے بے شمار واقعات پیش آ چکے ہیں کہ جن میں عزل کے باوجود عورتیں حاملہ ہو گئیں۔ اللہ عزوجل کے حکم سے منی اپنے راستے اور اپنی جہت کو خوب جانتی ہے۔ بسا اوقات آدمی کے مجرد انزال سے ہی وہ اپنے ہدف تک جا پہنچتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات باری تعالیٰ کہ جس نے اس ضمن میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَىo الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰىo وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰىo ﴾ (الاعلیٰ:۱ تا ۳)

''(اے مخاطب یا اے ہمارے حبیب وخلیل نبی!) آپ اپنے مالک کے نام کی تسبیح بیان کریں کہ جو سب سے بلند ہے۔ جس نے ہر ہر چیز کو پیدا فرمایا اور ہر ایک کو عمدگی سے بنایا (یعنی جس چیز میں جو صفات اور فوائد و نقصانات ہونے چاہئیں تھے وہ اس نے اس میں رکھے اور ظاہری طور پر بھی اس کی ساخت نہایت موزوں رکھی) اور اللہ کی ذات اقدس وہ ہے کہ جس نے سب کچھ اندازے سے ٹھہرالیا اور پھر اس نے ہر ایک کو راہ پر لگا دیا۔''

(۶)...... غیر مسنون دم جھاڑ:

نبی مکرم ﷺ معوذات و سورۃ الفاتحہ اور بعض ادعیہ ماثورہ کے سوا کسی بھی عبارت کے ساتھ دم جھاڑ کرنا نہایت مکروہ جانتے تھے۔ یعنی سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور انہی کے معنی میں ماثور دعائیں۔ یا پھر اللہ عزوجل کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ دم جھاڑ کرنا۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((أُنْزِلَ — أَوْ أُنْزِلَتْ — عَلَيَّ آيَاتٌ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ۔ اَلْمُعَوَّذَتَيْنِ)) ❷

❶ أخرجه البخاري في كتاب القدر ، باب و كان أمر الله قدرًا مقدورًا ح : ٦٦٠٣

❷ أخرجه مسلم في كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب فضل قرائة المعوذتين ح : ١٨٩٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرے اوپر ایسی آیات (اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے) نازل کی گئی ہیں کہ ان جیسی آیات (تاثیر و فوائد میں) کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ اور یہ ہیں معوذتین ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ o﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o﴾''

اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((يَا عُقْبَةُ ، أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِئَتَا)) فَعَلَّمَنِيْ ﷺ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾)) ❶

''اے عقبہ! کیا تمہیں وہ دو سورتیں میں نہ سکھاؤں کہ جنہیں دم جھاڑ کے لیے پڑھا جاتا ہے؟ اور پھر آپ ﷺ نے مجھے ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ o﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o﴾ سکھائیں۔''

((وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْأَبْوَاءِ ، إِذْ غَشِيَتْنَا رِيْحٌ ، وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ بِـ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ وَ هُوَ يَقُوْلُ: ((يَا عُقْبَةُ! تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهَا)) ❷

''اور سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مقام جحفہ اور ابواء کے درمیان ایک سفر میں جا رہا تھا کہ ہمیں آندھی اور شدید قسم کے اندھیرے نے ڈھانپ لیا۔ یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ o﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o﴾ کے ساتھ اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرنے لگے اور آپ ﷺ فرماتے جا رہے تھے: اے عقبہ! ان دونوں سورتوں کے ساتھ اللہ کی پناہ طلب کرو۔ کوئی ایسا پناہ طلب کرنے والا نہیں کہ جو ان جیسی پناہ (اللہ تبارک وتعالیٰ سے) طلب کرنے والا ہو۔''

یعنی دونوں سورتیں ان سب اللہ کی پناہ طلب کرنے والی دعاؤں اور سب دموں سے زیادہ افضل ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ عزوجل کی پناہ طلب کی جاتی ہے تمام مخلوقات کے شر سے اور ہر ہر چیز کے شر سے۔ اور نبی مکرم ﷺ ہر رات کو اپنی ذاتِ اطہر پر انہی معوذات کو پڑھ کر پھونک مارتے کہ جب آپ بستر پر لیٹ جاتے۔

((فَعَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ

---

❶ صحيح سنن أبي داود، رقم: ١٢٩٨ ـ كتاب الوتر/ ح: ١٤٦٢

❷ صحيح سنن أبي داود، رقم: ١٢٩٩ كتاب الوتر / ح: ١٤٦٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا ﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴾ وَ ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ وَ ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ ، يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ)) [1]

"چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب ہر رات سونے کے لیے اپنے بستر کی طرف متوجہ ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو باہم ملا لیتے اور پھر ان میں: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ ﴾ پڑھتے ہوئے ان میں پھونک مارتے اور پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو اپنے وجود اطہر پر جہاں تک ہاتھ جاتے پھیر لیتے۔ ان دونوں ہتھیلیوں کو اپنے چہرہ مبارک اور سر سے شروع فرماتے اور جسم اطہر کے سامنے والے حصے سے۔ ایسا آپ ﷺ تین بار کرتے تھے۔"

(۷)...... بچے کے دودھ کو خراب کرنا:

نبی مکرم ﷺ دودھ پیتے بچے کے لیے خرابی پیدا کرنے کو بھی بہت برا جانتے تھے۔ اور وہ اس طرح کہ: مرد کا اپنی دودھ پلانے والی بیوی سے جماع کرنا اور اس جماع و مباشرت سے جس عورت کا دودھ خراب ہو جائے تو اس میں دودھ پیتے بچے کا دودھ خراب ہو جاتا ہے اور اس کو "الـغِيـلـة...... یعنی: زمانہ حمل میں دودھ پلانے کا عمل" کہتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ اس عمل کو انتہائی ناپسند کرتے تھے۔ کیونکہ اس سے دودھ پینے والے بچے کو تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ البتہ بچے کے لیے اس حالت میں دودھ پلانا حرام نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ روم اور فارس کے شہزادے اپنی اولاد کے ایام رضاع میں اپنی بیویوں سے جماع کر لیا کرتے تھے اور یہ عمل ان کی دودھ پینے والی اولاد کو کچھ نقصان نہ پہنچاتا تھا۔ چنانچہ جدامہ بنت وہب الاسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ حَتّٰى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّوْمَ وَفَارِسَ يَصْنَعُوْنَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ)) [2]

"میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا تھا کہ میں زمانہ حمل میں عورتوں کو دودھ پلانے سے منع کر دوں (اس لیے کہ جب ان کے خاوند ان دنوں میں ان سے جماع کرتے ہیں تو ان کا دودھ خراب ہو جاتا ہے) حتیٰ کہ

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن ، باب فضل المعوذات ح : ٥٠١٧

[2] [أخرجه مسلم في كتاب النكاح ، باب جواز الغيلة "وهي وطء المرضع" وكراهة العزل ح : ٣٥٦٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے بتلایا گیا: روم اور فارس کے حاکم طبقہ کے لوگ ایسا کر لیتے ہیں لیکن ان کی اولاد کو یہ عمل نقصان نہیں پہنچاتا۔'' اس لیے یہ جائز ہے۔

(۸)......تعویذ لٹکانا:

عربی میں تعویذ کے لیے لفظ تمیمہ آتا ہے کہ جس کی جمع ''تمائم'' لائی جاتی ہے اور ان سے مراد وہ تعویذ ہوتے تھے کہ جو زمانہ جاہلیت کے طریقے پر شیطانوں کے نام اور ایسے الفاظ لکھ کر انہیں تیار کیا جاتا تھا کہ جن کے کوئی معانی و مفاہیم نہیں ہوتے تھے۔ ان سے نبی مکرم ﷺ کو سخت نفرت تھی۔

((وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَقْبَلَ إِلَيْهِ رَهْطٌ فَبَايَعَ تِسْعَةً وَأَمْسَكَ عَنْ وَاحِدٍ ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، بَايَعْتَ تِسْعَةً وَتَرَكْتَ هٰذَا؟ قَالَ : ((إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةً)) فَأَدْخَلَ يَدَهُ فَقَطَعَهَا ، فَبَايَعَهُ وَقَالَ : ((مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ)) ❶

''سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دس افراد پر مشتمل ایک وفد ملاقات اور اپنے اسلام کے اعلان کے لیے حاضر ہوا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (۹) نو آدمیوں سے بیعت لے لی جبکہ ایک سے آپ ﷺ نے بیعت لینے سے ہاتھ روک لیا۔ وہ لوگ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی ہے اور اس کو آپ ﷺ نے چھوڑ دیا ہے؟ فرمایا: ''اس نے تعویذ باندھا ہوا ہے۔'' اس شخص نے اپنا ہاتھ لباس کے اندر داخل کر کے اس تعویذ کو کاٹ ڈالا۔ تب آپ ﷺ نے اس سے بھی بیعت لے لی اور پھر فرمایا: ''جس شخص نے کوئی تعویذ باندھا (یا لٹکایا) تو اس نے بالتحقیق شرک کیا۔''

علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ یہ تعویذات دوڑی میں پروئے ہوئے وہ گھونگھے ہوتے تھے کہ جنہیں عرب لوگ جاہلیت میں اپنی اولادوں کے گلے میں اس گمان کے ساتھ لٹکایا کرتے تھے کہ اس سے ان کے بچے نظر بد سے بچے رہتے ہیں۔ مگر اسلام نے اس عمل کو باطل قرار دے دیا۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ)) ❷

---

❶ مسند أحمد ، رقم : ١٧٣٥٣ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح

❷ مسند أحمد ، رقم : ١٧٣٣٥ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (١٥٤/٤ - ١٦٩٥١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ نے بددعا کرتے ہوئے فرمایا: ''جس کسی نے کوئی تعویذ لٹکایا (یا اپنے وجود کے ساتھ باندھا) اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جس کسی نے بطور تعویذ کوئی گھونگا باندھا اللہ اس کی نہ حفاظت کرے اور نہ اسے راحت و آرام پہنچائے۔''

یہاں اس حدیث میں مذکور کلمہ ''الـوَدعة'' سے مراد سمندری یا دریائی گھونگا ہے کہ جو بطور تعویذ ڈوری میں ڈال کر گلے میں لٹکایا جاتا ہے یا جسم کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج بھی اکثر مسلمان زمانہ جاہلیت جیسی عبادات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اپنے جسموں پر تعویذ باندھتے ہیں اور اپنی اولاد کے جسموں پر بھی۔ اسی طرح اپنے گھروں کے اندر بھی شرکیہ تعویذات لٹکاتے ہیں۔ اسی طرح کئی مسلمان اپنی اولادوں کے گلوں میں اس نظریہ کے ساتھ پیلے رنگ کے گھونگے باندھتے ہیں کہ یہ ان کو نظر بد سے بچا کر رکھتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

بعض مسلمانوں کے ہاں یہ معاملہ تو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں کے مرکزی دروازے کے اوپر گھوڑوں کی کھریاں (لوہے کی نعل جو اس کے پیروں کے نیچے لگائی جاتی ہے) باندھ دیتے ہیں (اور ہمارے ہاں عجمی معاشرے میں یہ گھوڑوں، خچروں کی نعلیں اور پرانی جوتیاں اسی نظریے کے ساتھ نئی گاڑیوں کے ساتھ باندھی جاتی ہیں) تاکہ ان کو نظر بد نہ لگے۔ اسی طرح وہ پیلے رنگ کے بڑے بڑے گھونگے اور سیپیاں بھی باندھتے ہیں تاکہ یہ گھونگے اور نعال و جوتیاں انہیں ان کے گمان میں دشمن کی نظر بد اور حسد سے روک کر رکھیں۔ جبکہ یہ سب کچھ باطل اور صریح شرک ہے۔ اللہ ہم سب کو ان تمام خرافات سے بچا کر اپنی پناہ میں رکھے۔ اس ضمن میں زیادہ تر عورتیں کمزور نظریہ اور بدعقیدگی کا شکار ہوتی ہیں۔ مسلمان مردوں کو چاہیے کہ اپنے عقیدہ کو بھی قرآن وسنت کے مطابق درست رکھیں اور اپنے اہل خانہ کو بھی ان خرافات و شرکیات سے بچا کر رکھیں۔

(۹)......بغیر کسی شرعی موقع محل کے عورت کا زیب و زینت اختیار کرنا:

نبی کریم ﷺ بغیر کسی شرعی موقع محل کے عورت کے زیب و زینت کو اختیار کرنا بھی ناپسند کرتے تھے۔ غیر شرعی موقع محل سے مراد ہے کہ: عورت اپنی زینت اور اپنے محاسن کو اپنے محرم لوگوں کے علاوہ غیر محرم لوگوں کے سامنے ظاہر کرے کہ جن کے ساتھ اس کا پردہ کھولنا ممنوع اور حرام ہے۔ محرم افراد میں خاوند، سگے بھائی، باپ، سگے چچا، سگے ماموں اور دیگر گھر کے احباب شامل ہیں۔ (جیسے کہ سگا نانا، سگا دادا وغیرہم) اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں کو غیر محرم مردوں کے سامنے بے پردگی اختیار کرتے ہوئے اپنی زینت ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾ (الاحزاب:۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو (یعنی عزت و وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں رہا کرو) اور اگلی جاہلیت کے زمانہ کی طرح بناؤ سنگھار کر کے مردوں کو دکھلاتی نہ پھرو۔ نماز کو درستگی سے سنت کے مطابق) ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتی رہو۔''

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو مکمل پردے کو لازم پکڑنے، نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے انہیں اجنبی مردوں (غیر محرم مردوں) کے لیے زیب و زینت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور یہ کہ اللہ عزوجل نے عورتوں کے لیے ان محرم مردوں کی تفصیل بھی بیان فرما دی ہے کہ جن کے سامنے زینت اختیار کرنا ان کے لیے جائز ہے۔ چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُوْلِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (النور:۳۱)

''اور مومن عورتوں سے کہہ دے: اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے (جیسے بالی، انگوٹھی اور سرمہ وغیرہ) اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوند کے باپوں، یا اپنے بیٹیوں یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں کے لیے۔ یا ان کے لیے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں۔ یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں۔ یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردوں والی باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔ اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ جس سے ان کی وہ زینت ظاہر ہو جائے کہ جسے چھپاتی ہیں۔ اور اے ایمان والو! تم سب اللہ عزوجل کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توبہ کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔"

(۱۰) نردوں سے کھیلنا: ❶

نبی مکرم ﷺ نردوں سے کھیلنے کو نہایت مکروہ و ناپسندیدہ جانتے تھے۔ نرد کا لفظ عجمی ہے۔ بعض علاقوں میں اسے "الـزھـر" بھی کہا جاتا ہے۔ نرد ایک سفید رنگ کی مربع گوٹی ہوتی ہے کہ جس پر اس کی تمام اطراف میں ایک سے لے کر چھ تک نقطے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

((مَـنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيْرِ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ)) [أخرجه مسلم في كتاب الشعر ، باب تحريم اللعب بالنردشير ح: ٥٨٩٦] وَقَالَ ﷺ : ((مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ)) ❷

"جناب ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے چوسر کھیلی اس نے گویا اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیے۔"

تو یہاں خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں ہاتھ رنگنے سے مراد ہے کہ اس نے گویا ان دونوں نجس ترین چیزوں کو کھالیا۔ اور یہاں اس تشبیہ سے مراد چوسر، شطرنج اور پانسا وغیرھا کے کھیلوں کی حرمت اس طرح بیان کرنا ہے کہ جس طرح خنزیر کا گوشت اور اس کا خون کھانا حرام ہے اور نبی معظم ﷺ نے یوں بھی فرمایا: جو آدمی نرد (چوسر کی طرح) کے کھیل کو کھیلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔"

نبی مکرم ﷺ اپنے لیے کسی کا کھڑا ہونا ناپسند فرماتے تھے

((عَـنْ أَنَـسٍ قَالَ : لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا ، لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ)) ❸

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ تسلیماً کثیراً سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ محبوب نہ تھا۔ مگر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب آپ ﷺ کو دیکھ لیتے تو ان کے اس علم کی بنیاد پر کہ آپ ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں، وہ آپ ﷺ

---

❶ لفظ "النرد" کے معانی "القـاموس الوحید" میں یوں بیان کیے گئے ہیں: چوسر کی طرح کا ایک کھیل جو دوہری بساط پر کھیلا جاتا ہے۔ ایک ڈبیا میں کنکریاں یا پلاسٹک کی گوٹیں ہوتی ہیں اور دو نگ ہوتے ہیں جن کو ہلا کر جیسا نگ نکل آتا ہے اس کے مطابق کنکریاں یا گوٹیں آگے بڑھائی جاتی ہیں۔ اوپر متن میں بیان کیے گئے معانی کو بھی دیکھ لیجیے۔

❷ صحیح سنن أبي داود ، رقم : ٤٩٣٨

❸ صحیح سنن الترمذي ، رقم : ٢٢١١ (كتاب الأدب / ح : ٢٧٥٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے"

یہ نبی معظم ﷺ تسلیماً کثیراً کی اپنے رب کے لیے تواضع کی بنا پر تھا۔ آپ ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ لوگ اس وقت آپ ﷺ کے لیے کھڑے ہوں جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی شخصیت ان کے ہاں آپ سے بڑھ کر محبوب نہ تھی۔ مگر اس کے باوجود جب وہ حضرات آپ ﷺ کو آتا ہوا دیکھ لیتے تو وہ آپ کے لیے کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے جبکہ آپ تمام کائنات کی سب مخلوقات کے سردار ہیں۔ اور یہ اس بناء پر تھا کہ وہ لوگ اس ضمن میں نبی مکرم ﷺ کی ناپسندیدگی کو جانتے تھے اور نبی معظم ﷺ کا اس ناپسندیدگی والا اظہار ان متکبروں اور جابروں کی عادت کے خلاف تھا جو لوگوں سے اس بات کی آرزو رکھتے تھے کہ وہ ان کی تعظیم میں ان کے سامنے ایک دم سیدھے کھڑے رہیں۔

((وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [1]

"(سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خود سماعت کیا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس شخص کو یہ عمل اچھا لگے کہ لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہو جایا کریں تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔"

یعنی جس کو یہ بات نہایت اچھی لگے، اسے دلی سرور حاصل ہو۔ اور وہ اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہا کریں تو اس کے لیے اللہ کا حکم واجب ہو گیا کہ جہنم میں اپنے ٹھکانے پر جا کر فروکش ہو جائے۔ [2]

نبی مکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس بات کی تعلیم دی تھی کہ آپ ﷺ اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (ﷺ تسلیماً کثیراً) اور یہ کہ آپ ﷺ انہیں کی مثل ایک بشر ہیں۔ آپ نے ان کو نصاریٰ کی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تعظیم کرنے کی مانند اپنی تعظیم سے منع فرما دیا تھا۔ نصاریٰ نے تو یہاں تک غلو کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ بلکہ ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کو الٰہ مانتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو اس سے بہت زیادہ علوت و رفعت والا ہے جو وہ عقیدہ کے طور پر کہتے ہیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث برسرِ منبر سنائی کہ انہوں نے نبی مکرم ﷺ کو یوں فرماتے ہوں خود سنا ہے:

---

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٢١٢ كتاب الأوب / ح: ٢٧٥٥

[2] ایسے شخص کے لیے جہنم اس بناء پر اس کا ٹھکانا بنے گا کہ وہ تکبر و غرور میں ایسا چاہتا ہے اور قرآن متکبرین کے بارے میں کہتا ہے:
﴿ فَادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ ﴾ (النحل: ٢٩) "تو اے متکبرو! اب جہنم کے دروازوں میں گھسو! ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم اسی میں رہو گے۔ پس کس قدر یہ برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ ، فَقُولُوا : عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ)) ❶

''مسلمانو! مجھے میرے مرتبہ و مقام سے زیادہ نہ بڑھانا جس طرح نصاریٰ نے اپنے پیغمبر جناب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے مرتبہ و مقام کو بڑھا رکھا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔''

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے اور پھر ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے اس طرح نماز پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو آپ ﷺ کی تکبیر باآواز بلند سناتے تھے۔ نماز میں ہمیں کھڑا دیکھ کر آپ ﷺ نے ہمیں اشارے سے بیٹھ جانے کا حکم فرمایا اور ہم سب نے پھر بیٹھ کر آپ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا:

((إِنْ كِدْتُمْ آنِفًا لَتَفْعَلُونَ فِعْلَ فَارِسَ وَالرُّومِ يَقُومُونَ عَلَى مُلُوكِهِمْ وَهُمْ قُعُودٌ فَلَا تَفْعَلُوا ، اِئْتَمُّوا بِأَئِمَّتِكُمْ : إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِنْ صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا)) ❷

''تم لوگوں نے اس وقت وہ کام کیا جیسا کہ روم و فارس والے اپنے بادشاہ کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور بادشاہ بیٹھا رہتا ہے۔ پس آئندہ ایسا نہ کرنا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے امام کی پیروی کرو۔ اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔''

تو آدمی کا کسی دوسرے آدمی کے لیے احتراماً کھڑے ہونا فارسیوں اور رومیوں کا عمل ہے۔ عرب لوگ اس طرح کے کھڑے ہونے کو جانتے ہی نہ تھے۔ ابو الولید ابن رشد رحمہ اللہ کہتے ہیں: آدمی کا کھڑے ہونا چار وجوہات کی بنا پر واقع ہوتا ہے۔ (ا)...... پہلی قسم ممنوع اور ناجائز ہے اور وہ یہ ہے کہ: یہ کھڑا ہونا اس شخص کے لیے واقع ہو جو تکبر و غرور کی وجہ سے چاہے کہ اس کے لیے کھڑا ہوا جائے اور اس کے لیے کھڑا ہونے والوں پر اس کی عظمت و برتری جتلانے کے لیے ہو۔

(ب)...... کھڑا ہونے کی دوسری قسم مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اور وہ یہ ہے: کہ اس شخص کے لیے کھڑا ہوا

❶ أخرجه البخاري في كتاب أحاديث الأنبياء ، باب قول الله تعالى : ﴿ واذكر في الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها ﴾ ح : ٣٤٤٥

❷ أخرجه مسلم في كتاب الصلاة ، باب إئتمام المأموم بالإمام ح : ٩٢٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے جو نہ تکبر کرتا ہو اور نہ ہی کھڑا ہونے والوں پر اپنی عظمت و برتری جتلانا چاہتا ہو۔ مگر خدشہ ہے کہ اس کے نفس میں وہ چیز (تکبر ونخوت والی) داخل ہو جائے کہ جس سے شریعت میں خبردار کیا گیا ہے۔ اور اس بنا پر بھی یہ عمل اس کے لیے ناپسندیدہ ہے کہ اس میں جابر قسم کے لوگوں مشابہت ہے۔

(ج)...... کسی کے لیے کھڑا ہونے کی تیسری قسم جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسا نیکی کی بنا پر اس شخص کے اکرام کی خاطر ہو کہ جو یہ کھڑا ہونا پسند نہ کرتا ہو۔ اور اس کھڑے ہونے میں جابر قسم کے لوگوں سے مشابہت بھی نہ ہوتی ہو۔ (جیسے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، یا سر جھکا کر سلام کرنا یا نصرانیوں کی طرح سلیوٹ مارنا وغیرہ)

(د)...... اور چوتھی قسم مستحب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی اس شخص کے احترام میں کھڑا ہوتے ہوئے کچھ آگے بڑھے کہ جو سفر سے واپس آرہا ہو اور یہ خوشی کے طور پر ہوتا کہ آگے بڑھ کر اسے سلام کر سکے یا یہ کھڑا ہونا اس شخص کے لیے ہو کہ جیسے کوئی نئی نعمت ملی ہو اور وہ منعم علیہ کو اس نعمت کے حصول پر مبارک باد دے سکے یا کسی پر کوئی مصیبت (حادثہ یا سخت قسم کی بیماری) لاحق ہوئی ہو تو اس کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ [1]

چوپایوں کا مثلہ کرنے پر ناپسندیدگی

مثلہ کہتے ہیں: زندہ جانور کے بعض اعضاء کو کاٹ ڈالنا اور کوئی چیز پھینک کر مارتے ہوئے اس کی شکل و صورت کو تبدیل کر دینا۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى أُنَاسٍ وَهُمْ يَرْمُوْنَ كَبْشًا بِالنَّبْلِ فَكَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ: ((لَا تَمْثُلُوا بِالْبَهَائِمِ)) [2]

”چنانچہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو ایک مینڈھے پر تیراندازی کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے اس عمل کو نہایت برا جانتے ہوئے فرمایا: چوپایوں کا مثلہ نہ کیا کرو۔“

نبی مکرم و معظم ﷺ نے چوپایوں (اور پرندوں وغیرہا) کا مثلہ کرنے کو نہایت ہی برا جانتے ہوئے اس سے منع فرمایا تھا۔ اس لیے کہ اس سے حیوانوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو اس سبب سے جہنم میں پھینک دیا تھا کہ اس نے ایک بلی کو سزا دی تھی۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ١١ ص ٥١، ص ٥٤

[2] صحیح سنن النسائي، رقم: ٤١٣٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبَطَتْهَا ، فَلَمْ تُطْعِمْهَا ، وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ)) ❶

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کسی بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگئی کہ اس نے اسے باندھ رکھا تھا۔ نہ وہ اس کو کھلاتی پلاتی اور نہ ہی اس کو چھوڑتی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔''

حیوانات پر تیر اندازی کرنا ان کا مثلہ کرنے کے مترادف ہے۔ نبی معظم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ جانور کو چارہ کھلائے بغیر باندھ کر رکھا جائے۔ اور جو شخص کسی جانور کو اس نیت سے باندھ کر یا قید میں رکھے کہ اس پر تیر اندازی کی جائے اور وہ زندہ بھی ہو تو ایسا کام کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

((مَرَّ ابْنُ عُمَرَ بِفُتْيَةٍ نَصَبُوْا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا ، فَلَمَّا رَأَوا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا ، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا)) [أخرجه البخاري في كتاب الذبائع والصيد ، ح: ٥٥١٥] وَقَالَ : ((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا)) ❷

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گزر چند ایسے نوجوانوں کے پاس سے ہوا کہ جنہوں نے ایک مرغی کو کہیں ٹانک رکھا تھا اور اس پر وہ تیر انداز کر رہے تھے۔ انہوں نے جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو وہ اس سے متفرق ہوگئے۔ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: کس نے ایسا کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو ایسا کرے۔ اور فرمایا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جس نے کسی ذی روح چیز کو نشانہ بنائے۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: یعنی نبی مکرم ﷺ نے کسی بھی جاندار جانور کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے کہ حیوانات کو صرف مشق کے لیے نشانہ نہ بناؤ اور یہ نہی تحریمی ہے، تنزیہی نہیں۔ اور اس لیے کہ یہ عمل جانور کو عذاب، تکلیف دیتا ہے اور اس سے اس کی جان کو تلف کرنا ہوتا ہے اور اس کی مالیت کو تلف کرنا ہوتا ہے اور اس کے شرعی طور پر ذبح کرنے والے عمل کو ختم کرنا ہوتا ہے کہ جب وہ جانور ذبح کے لائق (یعنی حلال) ہو اور اگر حلال نہ ہو تو اس کے چمڑے وغیرہ سے فائدہ اٹھانے کے وہ قابل ہوتا ہے اس لیے ایسا فعل و عمل حرام ہے۔ ❸

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب بدء الخلق ، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه ح : ٣٣١٨

❷ أخرجه مسلم في كتاب الصيد والذبائع ، باب النهي عن صبر البهائم ح : ٥٠٦٢

❸ دیکھیے: شرح صحیح مسلم للنووی جلد ١٣ ص ١٠٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو کسی حیوان کا مثلہ کرے۔'' ❶

اس سے حیوانات کا مثلہ کرنے کی شفاعت معلوم ہوتی ہے اور جو ایسا کرے اس کا برا انجام معلوم ہوتا ہے۔

حیرانی کی بات ہے کہ بعض ملک حیوانات کا مثلہ کرنے پر فخر کرتے ہیں اور اس فعل تشنیع کو وہ اپنی قدیم موروثی روایات میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ بیلوں (اور جنگلی بھینسوں) سے کشتی لڑنا کہ جس میں کشتی لڑنے والا آدمی اشتعال انگیز کھیلوں والے ہزاروں تماشائیوں کے بھرے میلے میں اپنے مدمقابل بیل، بھینسے کے جسم میں لگاتار کئی تیر اور نیزے پیوست کرتا ہے کہ جس پر تماشائی ہر تیر اور نیزے پر اس پہلوان کو داد دیتے ہوئے اس کے لیے تالیاں بجاتے ہیں اور ہر تیر کے ساتھ اس غریب بیل یا بھینسے کے جسم سے خون کا ایک فوارہ پھوٹتا ہے۔ اس بیل کا خون بہتا رہتا ہے اور اس سے کشتی لڑنے والا پہلوان مختلف جہتوں سے اس کے جسم میں تیر پیوست کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس غریب کا پورا جسم تیروں سے گندھ جاتا ہے جس سے وہ اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا اور پھر ڈکارتے ہوئے نیچے گر جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ کشتی لڑنے والا پہلوان اس غریب بیل پر فتح پا کر لوگوں کی تالیوں کی گونج میں اس اکھاڑے سے باہر نکل آتا ہے۔

تو...... قبیح المنظر اور ایک راست باز نفس کے لیے نفرت آگیں موٹے تازے بیل کا اس مثلہ کرنے والے عمل شنیع کے وقت ایک طرف تو حیوانات کے ساتھ شفقت و رحمت سے بالکل ہی دور اس وحشیانہ طریقے کے ساتھ ان کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف اس ظالمانہ تہذیب کے مقابلے میں اسلام ایک ایسا دین حنیف ہے جو چڑیا تک کے حقوق کی حفاظت کا بھی سبق دیتا ہے اور انسان سے اس کے حق کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور اگر کسی نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس بارے میں پوچھے گا بھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فِيْ غَيْرِ شَيْءٍ إِلَّا بِحَقِّهِ سَأَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))
قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ: ((يَذْبَحُهُ ذَبْحًا، وَلَا يَأْخُذُ بِعُنُقِهِ فَيَقْطَعُهُ)) ❷

''جس شخص نے کسی چڑیا کو بھی ناحق (بغیر ضرورت کے) قتل کیا تو اللہ عزوجل اس سے قیامت والے دن ضرور پوچھیں گے۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس چڑیا کا حق کیا ہے؟ فرمایا: اس کا شکار کرنے والا اس کو ذبح کرے اور اس کی گردن پکڑ کر اسے جھٹکے سے کاٹ نہ ڈالے (جیسے سکھ جھٹکا

❶ دیکھئے: صحیح سنن النسائی حدیث: ٤١٣٩

❷ مسند أحمد، رقم: ٦٥٥١، وقال أحمد محمد شاكر: إسناده صحيح (٢/١٦٦-٦٥١٥، ٢/٢١٠-٦٩٢١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں بلکہ اس پر تکبیر پڑھتے ہوئے اسے ذبح کرے۔)''

اور ایک بار جب بعض (چھوٹے) صحابہ کرام نے چڑیا کی مانند ایک چھوٹے پرندے کے دو بچوں کو پکڑ لیا اور پھر ان کی ماں انہیں تلاش کرتی ہوئی وہاں آئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

((مَنْ فَجع هٰذِهِ بِوَلَدِهَا ؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا))

''اس پرندے کا دل اس کے بچوں کے ذریعے کس نے دکھایا ہے؟ اس کا بچہ اسے واپس کردو۔''

ہم ایک چڑیا کی ہی بات کیوں کریں؟ بلکہ اسلام نے تو شہد کی مکھی اور چیونٹی تک کو مارنے سے منع کیا ہے۔

((فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ : اَلنَّمْلَةُ ، وَالنَّحْلَةُ ، وَالْهُدْهُدُ ، وَالصُّرَدُ)) وَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقَهَا أَصْحَابُهُ ، فَقَالَ : ((مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟)) قُلْنَا : نَحْنُ ، قَالَ : ((إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ)) ❶

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہد ہد اور لٹورا کو۔'' اور نبی مکرم ﷺ نے چیونٹیوں کے ایک بھون کو دیکھا کہ جسے آپ کے بعض ساتھیوں نے جلا دیا تھا: تو دریافت فرمایا: اس بھون کو کس نے جلایا ہے؟ صحابی کہتے ہیں، ہم نے عرض کیا: ہم نے جی! فرمایا: ''آگ کے رب، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی لیے لائق نہیں ہے کہ وہ آگ کے ساتھ کسی کو سزا دے۔''

اسلام تو حیوانات کو دکھ، تکلیف دینے سے منع کرتا ہے۔ بلکہ دین حنیف تو جانور کے چہرے پر مارنے اور اس پر آگ سے داغ کر نشان لگانے سے بھی منع کرتا ہے۔

((فَعَنْ جَابِرٍ قَالَ : ((نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ ، وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجه وَعَنْهُ قَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ:لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِي وَسَمَهُ))❷

''چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر داغ ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔'' جناب جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٤٣٨٨ ـ كتاب الأدب / باب في قتل الذر، حديث : ٥٢٦٧، ٥٢٦٨

❷ أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة ، باب النهي عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه ح : ٥٥٥١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزر ایک گدھے کے پاس سے ہوا کہ جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص پر اللہ لعنت کرے کہ جس نے اس کو آگ سے داغا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: آدمی کو ہر محترم (حلال) حیوان کے چہرے پر مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح گدھوں، گھوڑوں، اونٹوں، خچروں، بھیڑ بکریوں اور گائیوں بھینسوں وغیرہا کو بھی چہرے پر مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ انسانوں کے بارے میں تو معاملہ اور بھی زیادہ سخت ہے۔ اس لیے کہ وہ تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آدمی کی ذات حساس بھی دوسروں سے زیادہ ہے۔ اسی لیے اس پر مار کا نشان جلد ظاہر ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارک کی رو سے چہرے پر داغ کے نشانات بنانا بالا جماع منع ہے۔ اور جہاں تک انسان کا تعلق ہے تو اس پر داغ کے نشانات بنانا اس کی حرمت و اکرام کی وجہ سے یکسر حرام ہے اور اس لیے بھی کہ فطرتاً اسے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ انسان کے علاوہ دیگر حیوانات کے بارے میں ہمارے علماء کرام کی ایک جماعت کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ اس کو مکروہ جانتے ہیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے بعض اصحاب اس کو قطعاً جائز نہیں جانتے اور انہوں نے اس کے حرام ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ ایسا کرنے والے پر لعنت کی ہے اور لعنت حرمت کی متقاضی ہے۔

اسلام نے حیوانات کو تکلیف و عذاب دینے پر منع کرنے اور ان کے چہروں پر مارنے اور انہیں داغنے سے منع کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اسلام نے تو حیوانات کے ساتھ شفقت برتنے اور ان پر رحم کھانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے ہی اندازہ لگائیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو ایک بلی کے سبب جہنم میں داخل کر دیا کہ جس نے اسے باندھ رکھا تھا اور وہ اسی حالت میں مرگئی تھی تو وہی رب کریم اس کے مدمقابل حیوانات کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کی قدر دانی کرتے ہوئے انہیں بخش بھی دیتا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ ؛ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَنَزَعَتْ مُوقَهَا فَسَقَتْهُ ، فَغُفِرَ لَهَا بِهِ)) [أخرجه البخاري في كتاب أحاديث الأنبياء ، باب ٥٤ ح: ٣٤٦٧] وَقَالَ ﷺ : ((بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ ، فَقَالَ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي۔ فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ ، ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَهُ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ : ((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ)) ❶

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص کہیں جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی اور اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے۔ اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا: یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے پیاس لگی ہوئی تھی (چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور) اپنے چمڑے کے موزے کو پانی سے بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کو قبول فرمایا اور اس کی مغفرت کر دی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تر کلیجے والے جاندار میں اجر و ثواب ہے۔''

یعنی ہر ذی روح حیوان کو کھلا پلا کر اس سے نیکی کرنے میں اجر و ثواب ہے۔ چاہے یہ جانور اس کی اپنی ملکیت ہو یا کسی اور کی۔ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں ہر حلال جانور پر احسان کرنے کی ترغیب ہے یعنی وہ حیوانات کہ جن کو شریعت میں قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ وہ درندے، کیڑے مکوڑے اور حیوانات کہ جن کو مار دینے کا حکم دیا گیا ہے تو ان کے ساتھ کوئی بھلائی نہ کریں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے بلکہ شریعت نے ان کو مار دینے کا حکم دیا ہے (جیسے سانپ، بچھو، بھڑ، باولا کتا۔ حدیث میں مذکور پانچ فاسقات اور انہی کے معنی میں تمام چیزوں تو ان کا حکم جنگ کرنے والے کافر کی طرح ہے۔ ❷

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو باتیں (بالخصوص) یاد کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ)) ❸

''اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ بھلائی کرنے کو واجب کر دیا ہے۔ چنانچہ جب تم قتل کرنے لگو تو یہ قتل کا عمل بھی احسن طریقے سے کرو اور جب تم کوئی جانور ذبح کرنے لگو تو ذبح بھی احسن طریقے سے کرو۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری کو خوب تیز طریقے سے کرو۔ تم میں سے ہر

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب المساقاة ، باب فضل سقي الماء ح : ٢٣٦٣

❷ تفصیل کے لیے: شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ١٤ ص ٢٤١

❸ أخرجه مسلم في كتاب الصيد ، باب الأمر باحسان الذبح وتحديد الشفرة ح : ٥٠٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کو چاہیے کہ کر لے اور اپنے ذبیحہ کو آرام سکون پہنچائے گا۔''

تو چھری کو تیز کرنا بھی احسان اور بھلائی ہوا۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ آدمی جانور کی موجودگی میں (اس کے سامنے) چھری کو تیز نہ کرے۔ اور اسی طرح ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح بھی نہ کرے۔ اور نہ ہی کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اس کی ٹانگ سے گھسیٹنا چاہیے۔ چھری کو گلے پر بہت تیزی سے چلانا چاہیے۔ جانور کی جان نکلنے کے لیے یہ سب سے آسان طریقہ ہے۔

مسلمان کی قبر پر چلنا بھی نبی کریم ﷺ ناپسند کرتے تھے

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ أَوْ سَيْفٍ ، أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلَيَّ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرِ مُسْلِمٍ ، وَمَا أُبَالِي أَوَسْطَ الْقُبُورِ قَضَيْتُ حَاجَتِي ، أَوْ وَسَطَ السُّوْقِ)) [1]

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بالتاکید بات یہ ہے کہ میں کسی انگارے پر یا کسی تلوار پر چلوں یا (سزا کے طور پر) اپنے جوتے کو اپنے پاؤں کے ساتھ سی ڈالوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں اور ان دونوں باتوں کو میں برا جانتا ہوں کہ (یوں کہوں) قبروں کے درمیان بیٹھ کر میں قضائے حاجت کروں یا بازار کے درمیان میں۔'' (یعنی جس طرح ایک مومن کے لیے سرعام بازار میں بیٹھ کر قضائے حاجت کرنا مشکل ہوتا ہے کہ لوگوں سے شرم وحیاء کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ اسی طرح قبرستان میں اہل قبور سے شرم کرتے ہوئے بھی مسلمان آدمی ایسا نہیں کرسکتا۔'')

اسلام نے (بالخصوص جمعہ والے دن) قبرستان میں جانا، مسنون طریقے سے مدفونین کو سلام کہنا اور ان کے لیے اللہ سے دعا کرنے کو مشروع قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام نے ہر اُس فعل سے منع کیا ہے کہ جس سے مردوں کو تکلیف پہنچے یا اس جگہ کی بے حرمتی کا امکان ہو۔ نبی معظم ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ کوئی آدمی کسی مسلمان کی قبر پر سے گزرے یا اس پر براجمان ہو۔ چنانچہ اس کام سے منع کرتے ہوئے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا)) وَرَهَّبَ ﷺ مِنَ الْجُلُوْسِ عَلَى الْقَبْرِ حَتَّى قَالَ: ((لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ)) [2]

[1] صحيح سنن ابن ماجه ، رقم : ۱۲۷۳ (كتاب الجنائز : ۱۵٦۷)

[2] أخرجه مسلم في كتاب الجنائز ، باب النهي عن الجلوس عَلَى الْقَبْرِ وَالصَّلٰوةِ عليه ح : ۲۲٤۸ ، ۲۲۵۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ہی اُن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔'' (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے، اس کے کپڑے جل جائیں اور یہ آگ کا جلانا اُس کی کھال تک جا پہنچے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔''

یعنی آدمی کسی دہکتی ہوئی آگ پر بیٹھ جائے اور اس کے کپڑے بھی جل جائیں اور اس کا جسم بھی۔ یہ اس کے لیے اس بات سے زیادہ بہتر اور زیادہ آسان ہے کہ وہ کسی مسلمان آدمی کی قبر پر بیٹھے یا اس پر چلے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قبرستان میں بول و براز کرنے سے خوفزدہ کرتے ہوئے اس عمل شنیع سے ڈرایا ہے اور ایسا کرنے والے کی مثال اس شخص سے بیان فرمائی ہے کہ جو لوگوں کی موجودگی میں بھرے بازار کے اندر قضائے حاجت یعنی پائخانہ کرے۔

اور نبی مکرم ﷺ نے اسی طرح قبرستان میں جوتوں سمیت چلنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک دن آپ چلتے چلتے مسلمانوں کے قبرستان کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو جوتوں سمیت قبرستان میں چل رہا تھا۔ چنانچہ (سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ ، وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ)) فَنَظَرَ الرَّجُلُ ، فَلَمَّا عَرَفَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَلَعَهُمَا فَرَمَى بِهِمَا)) [1]

''ارے جوتیوں والے! افسوس ہے تم پر اپنی جوتیاں اتارو۔'' چنانچہ اس نے جب پہچان لیا کہ رسول اللہ ہیں، ﷺ تو اس نے اپنی جوتیاں اتار کر پھینک دیں۔''

قبر پر بیٹھنے کے متعلق جو آدمی نبی مکرم ﷺ کی ممانعت کے متعلق غور و فکر اور قبر پر ٹیک لگانے کے متعلق ممانعت کے بارے میں تدبر کرے گا تو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ ممانعت قبروں میں رہنے والوں کے احترام میں آئی ہے کہ اپنے جوتوں کے ساتھ ان کے سروں کے اوپر کوئی انہیں لتاڑتا پھرے۔ [2]

اگرچہ قبرستان میں جوتوں سمیت چلنے والا مسئلہ علماء کے درمیان اختلافی ہے مگر اس موضوع کا خلاصہ یہ ہے کہ: مرنے والے کا احترام اس کی قبر میں اسی طرح سے ہے جیسا کہ اس کی زندگی میں اس کے دنیاوی گھر میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اب قبر اس کا گھر ہے اور نبی معظم ﷺ نے فرمایا ہے:

((كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا)) [3]

---

[1] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٢٧٦٧ كتاب الجنائز : ٣٢٣٠

[2] تفصیل کے لیے: علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ کی عون المعبود شرح سنن أبی داؤد جلد نمبر ۹ ص ۳۷ دیکھ لیں۔

[3] دیکھیے: صحیح سنن ابی داؤد/ حدیث: ٢٧٤٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مردہ کی ہڈی کا توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کے مترادف ہے''

تو اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح زندہ آدمی کی توہین نہیں کی جاتی اسی طرح مردہ کی بھی توہین نہ کی جائے اور تمام احادیث میں اس بات کی بھی دلیل موجود ہے کہ میت کا اس کی قبر میں احترام اس کے گھر میں اس کے احترام کی طرح ہے۔ قبریں مردہ لوگوں کے گھر ہیں اور ان پر ان کے رب کی طرف سے رحمت کا نزول بھی ہوتا رہتا ہے۔ ان میں سے جو بہت ہی نیکوکار ہیں ان پر اللہ کا فضل نازل ہوتا رہتا ہے۔ ان میں سے بعض اہل ایمان متقین ایک دوسرے سے عالم برزخ میں ملاتیں بھی کرتے ہیں اور باہم مل بیٹھتے ہیں جیسا کہ اس موضوع پر بہت ساری احادیث مذکور ہیں۔''

نبی کریم ﷺ تازہ کھجوروں کے بدلے مہینوں پرانی کھجوروں کا خریدنا پسند نہیں فرماتے تھے

((عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ؟ فَقَالَ: ((أَلَيْسَ يَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟)) قَالُوا: بَلٰى ، فَكَرِهَهُ)) [1]

''سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے تر کھجوروں (ڈوکوں) کے بدلے خشک (چند ماہ پرانی) کھجوروں کے بدلے خریدنے کا سوال ہوا تو فرمایا: ''کیا تر کھجور (ڈوکے) جب خشک ہو جائے تو کم نہیں ہو جاتی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: کیوں نہیں جی! (تر کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے) تو نبی مکرم ﷺ نے اس خریداری کو ناپسند فرمایا۔''

ایک قفیز تر کھجور (تقریباً سولہ کلوگرام کے برابر ایک پیمانہ) چند ماہ پرانی ایک قفیز کھجور کے مقابلہ میں بیچنا فاسد بیع ہے۔ اس لیے کہ تر کھجور جب خشک ہوگی تو وہ ایک قفیز خشک کھجور سے کم ہو جائے گی۔ اس لیے نبی معظم ﷺ نے اس جیسی بیع سے منع فرمایا ہے۔ اور سب علماء کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تر کھجوروں کے بدلے پرانی (چند ماہ پہلے توڑی گئی) کھجوروں کی بیع نہ ہی تو کمی، زیادتی کے ساتھ جائز ہے اور نہ ہی برابر برابر، ہاتھوں ہاتھ ہو یا ادھار۔ البتہ تر کھجور کے بدلے تر کھجور کی بیع اور خشک کھجور کے بدلے خشک کھجور کی خرید و فروخت جائز ہے اور وہ بھی ہاتھوں ہاتھ، برابر برابر ہو۔ نہ کہ کمی بیشی کے ساتھ اور ادھار۔

اور نبی مکرم ﷺ کا دریافت فرمانا: کیا تازہ کھجور (ڈوکے) کم ہو جاتی ہے؟ جنس کی تعین کے بعد ممانعت کی علت پر تنبیہ ہے۔ چنانچہ یہ ممانعت ہر اس جنس پر منطبق ہوگی کہ جس میں یہ علت (کم ہونے والی) پائی جائے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ ''المصابیح کی شرح'' میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ استفہام کا معنی

[1] مسند أحمد، رقم: ١٥١٥، وقال أحمد محمد شاكر: إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملہ کو سمجھ لینے کے بارے میں نہیں تھا اس لیے کہ معاملہ تو نہایت واضح اور استکشاف سے مستغنی تھا۔ بلکہ اس استفہام سے مراد اس بات پر تنبیہ تھی کہ مطلوب، خشک ہو جانے کی صورت میں دونوں جنسوں کا ہم وزن رہ جانے کی تحقیق تھا۔ پس تر و تازہ کھجوروں کا خشک کھجوروں سے ہم مثل ہونا ان کی رطوبت پر کفایت نہیں کرتا (کہ چند ماہ پہلے اتاری گئی کھجوریں بھی تر ہیں، یعنی ابھی چھوہاروں کی صورت انہوں نے اختیار نہیں کی) اور نہ ہی ان کی خشک ہونے والی فرضیت پر کفایت کرتا ہے۔ اس لیے کہ یہ تو صرف تخمینہ لگانا ہے (جو غلط بھی ہو سکتا ہے) اس لیے ان دونوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے بیچنا جائز نہیں ہے۔ اکثر علماء کرام رحمہم اللہ جمیعا کا یہی فتویٰ ہے۔

((وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّهُ أُتِيَ بِتَمْرٍ فَأَعْجَبَهُ جُوْدَتُهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا أَخَذْنَا صَاعًا بِصَاعَيْنِ لِنُطْعِمَهُ، فَكَرِهَ ذٰلِكَ وَنَهَى عَنْهُ)) ❶

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے پاس کھجوریں لائی گئیں جن کی عمدگی آپ ﷺ کو بہت اچھی لگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے یہ کھجوریں دو صاع کے بدلے ایک صاع کے طور پر کھانے، کھلانے کے لیے لی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور اس سے منع کر دیا۔''

نمازِ عشاء سے پہلے سو جانے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے

((عَنْ أَبِي بَرْزَةَ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا)) ❷

''سیدنا ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے قبل سو جانے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

نماز عشاء سے پہلے سونا:

((قَالَتْ عَائِشَةُ رضي الله عنها: ((مَا نَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَلَا سَمَرَ بَعْدَهَا)) ❸

---

❶ مسند أحمد، رقم: ١١٤٦٦، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح

❷ أخرجه البخاري في كتاب مواقيت الصلاة، باب مايكره من النور قبل العشاء

❸ صحيح سنن ابن ماجه، رقم: ٥٧٦۔ كتاب لصلاة: ٧٠٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے پہلے سوتے نہیں تھے اور عشاء کے بعد باتیں بھی نہیں کرتے تھے۔''

اسی بات اور اسی عمل کو اکثر اہل علم (اور سلف صالحین) نے ناپسند کیا ہے۔ اس ناپسندیدگی کی علت یہ ہے کہ نماز عشاء سے قبل سونا اسے اس کے وقت سے مطلقاً نکال دینے کا سبب بنتا ہے۔ یا کم از کم اس کے اختیار شدہ وقت (ایک تہائی رات سے نصف شب تک) سے خارج کر دیتا ہے۔ (اور آدمی اپنے وقت پر نمازِ عشاء نہیں پڑھ پاتا)

عشاء کے بعد باتیں کرنا:

نبی مکرم ﷺ عشاء کے بعد باتیں کرنے کو بھی نہایت ناپسند جانتے تھے۔ یعنی نماز عشاء کے بعد باتیں کرنے کے لیے خواہ مخواہ جاگتے رہنا (یہ اس قدر آپ ﷺ کے ہاں ناپسندیدہ عمل تھا کہ) آپ ﷺ نے اس پر اپنے اصحاب کو ڈانٹ بھی پلاتی تھی۔

((فَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: ((جَدَبَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ السَّمَرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔ يَعْنِيْ زَجَرَنَا عَنْهُ)) [1]

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ عشاء کے بعد باتیں کرنے پر سختی سے منع کرتے ہوئے اس پر ڈانٹ پلائی۔''

یہاں حدیث مبارک میں لفظ ''جَدَبَ'' کا مطلب ہے: عَابَ وَذَمَّ '' آپ ﷺ نے نماز عشاء کے بعد خواہ مخواہ کی بات چیت اور گپ شپ لگانے کو معیوب جانا اور اس عمل کی مذمت کی۔

نماز عشاء کے بعد گفتگو کرتے رہنے کی کراہت کی علت یہ ہے کہ اس وقت (خواہ مخواہ) جاگتے رہنا نماز صبح کے وقت تک سوتے رہنے کا سبب بنتا ہے (اور آدمی نماز فجر باجماعت پڑھ نہیں پاتا) اور نہ ہی آدمی تہجد کے لیے اٹھ سکتا ہے۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس پر لوگوں کو سزا دیتے اور فرماتے:

((أَسَمَرًا أَوَّلَ اللَّيْلِ وَنَوْمًا آخِرَهُ؟))

''کیا شروع رات میں باتیں کر کے (جاگ کر) آخر شب میں سوئے رہنا چاہتے ہو؟''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہاں عشاء کے بعد باتیں کرنے سے مراد ہے وہ گفتگو جو مباح امر میں ہو۔ اس لیے کہ حرام کردہ بات چیت کا نماز عشاء کے بعد ناپسندیدگی کا کوئی اختصاص ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ تو تمام اوقات میں حرام ہے۔

---

[1] صحيح سنن ابن ماجه، رقم: ٥٧٧۔ كتاب الصلاة: ٧٠٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس عشاء کے بعد خواہ مخواہ کی گفتگو مکروہ ہے حتیٰ کہ مباح اور جائز امور پر ہی چاہے کیوں نہ ہو۔ اور یہ بات تو مزید اولیٰ ہے کہ بات چیت حرام ہو اور وہ بھی اس وقت کہ جب حرام کردہ امور میں ہو۔ جیسے کہ چغلی، غیبت کی باتوں والی مجالس برائی کے مناظر دیکھنے اور برائی کی باتیں سننے، حرام قسم کے گانے سننے اور شراب نوشی و زنا کاری جیسے کبیرہ گناہوں کے بارے میں ٹیلیویژن میں پیش کیے جانے والے عیب گیری کے مناظر وغیرہا ہوں۔

البتہ بعض اوقات عشاء کے بعد جاگنا مباح ہوتا ہے۔ مگر اس وقت کہ جب بھلائی، اخیر کے امور میں سے کسی معاملے پر ہو یا کسی دینی ضرورت کے لیے ہو جیسے کہ شرعی علوم کا سیکھنا اور مسلمانوں کے حالات پر بانداز خطابت وغیرہ بحث و گفتگو کرنا کہ جس میں ان کی مصلحت پنہاں ہو یا اہل ایمان و اسلام سے کوئی تکلیف، مصیبت کو دور کرنے کی خاطر ہو۔ یہ وہ معاملہ ہے کہ جس پر کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ ایسا کرلیا کرتے تھے۔

((فَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَسْمَرُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فِي الْأَمْرِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا مَعَهُمَا)) [1]

''چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بسا اوقات مسلمانوں کے کسی معاملہ پر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کے بعد گفتگو کرلیا کرتے تھے اور میں ان دونوں کے ساتھ ہوتا تھا۔''

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کتاب مواقیت الصلاۃ میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: ''بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔ یہ باب ہے اس بارے میں کہ مسائل دینیہ اور خیر بھلائی، نیکی کی باتیں کرنا عشاء کے بعد جائز ہے۔'' اس باب کے تحت آپ رحمہ اللہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث لائے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ:

((نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ ، فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا ، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ : ((أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوا ، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ)) [2]

''ہم ایک رات نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے رہے تقریباً آدھی رات ہوگئی تو آپ ﷺ تشریف لائے اور پھر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''دوسرے

[1] صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٤٣

[2] أخرجه البخاري في كتاب مواقيت الصلاة ، باب السمر في الفقه والخير بعد العشاء ح : ٦٠٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے اور وہ سو گئے ہیں۔ لیکن تم لوگ جب تک نماز کے انتظار میں رہے ہو گویا نماز ہی کی حالت میں رہے۔''

نبی کریم ﷺ مال کو جمع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((يَا أَبَا ذَرٍّ أَتُبْصِرُ أُحُدًا؟)) قَالَ : فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ ، وَأَنَا أَرَى أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُرْسِلُنِيْ فِيْ حَاجَةٍ لَهُ ، قُلْتُ : نَعَمْ۔ قَالَ : ((مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا ، أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ)) ❶

''سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے خلیل (نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا: اے ابوذر! کیا احد پہاڑ کو تم دیکھ رہے ہو؟ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے؟ کیونکہ مجھے (آپ ﷺ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ ﷺ اپنے کسی کام کے لیے مجھے روانہ فرمائیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ: جی ہاں! (احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتو میں اس کے سوا قطعاً پسند نہیں کرتا کہ تین دیناروں کے برابر سونے کے علاوہ اپنے پاس رکھوں، مگر یہ ہے کہ سب کا سب اللہ کی راہ میں صرف کردوں۔''

((وَفِيْ رِوَايَةٍ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيه وسَلّمَ: ((لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِيْ أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْئًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ)) ❷

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتو بھی مجھے اسی میں خوشی ہوگی کہ تین دن بھی مجھ پر اس حال میں نہ گزرنے پائیں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ بھی باقی بچے۔ البتہ اگر کسی کا قرض دور کرنے کے لیے کچھ رکھ چھوڑوں تو یہ اور بات ہے۔''

رسول اللہ ﷺ مال کو جمع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر جبل احد بھی سونے میں تبدیل ہوجاتا تو آپ ﷺ اس بات کو پسند نہ کرتے کہ آپ ﷺ پر ایک رات بھی ایسی گزر جاتی یا تین راتیں گزر جاتیں اور

❶ أخرجه البخاري في كتاب الزكاة ، باب ما أُدِّيَ زكاته فليس بكنز ح : ١٤٠٨

❷ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب قول النبي "مَا يسرني أن عندي مثل أحد هذا ذهبًا" ح : ٦٤٤٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے پاس اس سونے میں سے ایک یا تین دینار باقی رہ جاتے مگر یہ ہے کہ آپ ان کو اس شخص کے لیے جمع کر کے رکھتے کہ جس کا ان پر حق ہوتا۔ یا آپ بذات اطہر جس کام کے لیے ان کے خرچ کرنے کے لیے ان کو محفوظ رکھ لیتے۔ رسول اللہ ﷺ دنیا کے متعلق زہد و ورع کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَلْاَکْثَرُوْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا)) ❶

''زیادہ جمع کرنے والے ہی (ثواب کی حیثیت سے) کم حاصل کرنے والے ہوں گے سوائے اس کے جو اللہ کے بندوں پر مال اس اس طرح یعنی کثرت کے ساتھ خرچ کرے۔''

یعنی دنیا میں کثرت کے ساتھ مال جمع کرنے والے آخرت میں ثواب کے اعتبار سے بہت محتاج ہوں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو دنیا میں اپنا مال اللہ کے بندوں میں اپنی دائیں طرف سے اور اپنی بائیں جانب سے خرچ کرتے رہے ہوں گے اور وہ ہوں گے بہت کم۔ اسی لیے جناب عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهِمًا وَّلَا دِيْنَارًا ، وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسَلَاحَهُ ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ ہی کوئی دینار۔ نہ کوئی غلام چھوڑا، نہ کوئی لونڈی، باندی اور نہ ہی کچھ اور سوائے اپنے ایک سفید خچر اور اپنے اسلحہ کے اور آپ ﷺ نے اپنی زمین کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا تھا۔''

مال کا جمع کرنا: ❸

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ

❶ صحيح البخاری/كتاب الإستئذان/باب من أجاب بلبيك وسعديك/حديث ٦٢٦٨

❷ أخرجه البخاري في كتاب الوصايا ، باب الوصايا۔ ح : ٢٧٣٩

❸ تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ٢ ص ٣٦٥۔ شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ٧ ص ٧٣۔ و فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ١١ ص ٢٥٥، ص ٢٦٠، ص ٢٧١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَكْنِزُوْنَ﴾ (التوبة:٣٤، ٣٥)

''اے ایمان والو! مسلمانو! اہل کتاب کے بہت سے مولوی اور مشائخ (راہب اور درویش) لوگوں کے اموال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (زکوٰۃ نہیں دیتے اور خیرات نہیں کرتے) ان کو تکلیف دہ عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن وہ سونا چاندی کا خزانہ جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا تو پھر ان لوگوں کی پیشانیاں، پسلیاں اور ان کی پیٹھیں اس سے داغی جائیں گی۔ اور ان سے کہا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے (دنیا میں) جمع کر رکھا تھا۔ تو آج اپنے جمع کیے ہوئے (خزانہ) کا مزہ چکھو۔''

یہاں ان آیات مبارکہ میں مذکور ''الـکـنـز۔ خزانے'' سے مراد ہر وہ چیز ہے کہ جس کے بعض کو بعض پر جمع کر دیا گیا ہو، چاہے یہ زمین کے نیچے ہو یا اس کے اوپر۔ چاہے گھر میں ہو یا کسی دکان یا بنک وغیرہ میں۔ تو ایسے لوگ کہ جو اموال جمع کر کے انہیں خزانہ کی شکل میں دے لیتے ہیں اور ان کی وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں اس خزانے کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ نہایت ہی انصاف کی بات ہوگی۔ اس لیے کہ جو کوئی کسی بھی چیز سے پیار کرے اور اس کو اللہ عزوجل کی فرمانبرداری پر مقدم رکھے اسے اس کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ اور مشرکین وملحدین اور کفار کہ جن کے ہاں اموال کا جمع کرنا اللہ عزوجل کی رضا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے انہیں انہیں اموال کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ جیسے کہ ابولہب لعنہ اللہ نبی مکرم ﷺ کی عداوت میں اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہا تھا اور اس کی بیوی (ام جمیل) اس معاملے میں اس کی بھرپور مدد کرتی رہی تھی۔ وہ قیامت والے دن بھی ابولہب کے عذاب پر اس کی مددگار ہوگی۔ اس کے گلے میں مونج کی ایک رسی ہوگی اور وہ جہنم میں اس رسی سے لکڑیوں کے گٹھے باندھ باندھ کر لائے گی اور اپنے خاوند پر جہنم کی آگ مزید بھڑکانے کے لیے یہ گٹھے لا لا کر پھینکے گی۔ تاکہ یہ بدخصلت عورت جیسے دنیا میں ابولہب پر بڑی مہربان تھی اور اللہ عزوجل اور اس کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی عداوت میں برابر کی مددگار تھی اسی طرح وہ جہنم میں اسے دیے جانے والے عذاب میں اس کی مکمل مددگار ہوگی۔

اسی طرح سے یہ اموال کہ جو دنیا میں اپنے مالکوں کے ہاں زیادہ عزت وتکریم کا سبب بنے ہوں گے (اور وہ اپنے اموال پر اتراتے ہوں گے۔ غرباء ومساکین پر ان کو خرچ نہیں کرتے ہوں گے) وہ ان کے اموال قیامت والے دن ان پر سب سے زیادہ نقصان والے ثابت ہوں گے۔ چنانچہ ان کے اموال کو جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا رُدَّتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيُرٰى سَبِيلُهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ)) ❶

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی چاندی سونے کا مالک ایسا نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ اس کی نہ دیتا ہو مگر یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسا ہوگا کہ اس کی چاندی سونے کے تختے بنائے جائیں گے اور پھر انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کا ماتھا اور اس کے پہلو اس سے داغے جائیں گے اور اس کی پشت بھی۔ اور جب یہ تختے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو ان کو دوبارہ گرم کیا جائے گا کہ جس کی مقدار ہزار سال ہوگی اور پھر اس کو یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ حتیٰ کہ تمام بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے اور تب جا کر اس کی کوئی سبیل نکلے کہ اس نے جنت کی طرف جانا ہے یا جہنم کی طرف۔''

((عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: ((هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ)) قَالَ فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ، فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي مَنْ هُمْ؟ قَالَ: ((هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا۔ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ۔ وَقَلِيلٌ مَاهُمْ، مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ، تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا نَفَذَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ)) ❷

''سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نبی مکرم ﷺ کے پاس پہنچا۔ اس وقت آپ ﷺ بیت اللہ الحرام کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ جب مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم!

❶ أخرجه مسلم في كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة حديث: ٢٢٩٠۔

❷ أخرجه مسلم في كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدي الزكاة ح: ٢٣٠٠۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی نقصان والے ہیں۔'' جناب ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تب میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا۔ اور نہ ٹھہر سکا کہ کھڑا ہو گیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! وہ کون لوگ ہیں؟ (یعنی نقصان اٹھانے والے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بہت مال والے ہیں مگر وہ نہیں کہ جس نے خرچ کیا ادھر، ادھر اور جدھر مناسب ہوا۔ اور اس نے آگے سے بھی دیا اور پیچھے سے بھی۔ دائیں سے بھی دیا اور بائیں سے بھی اور ایسے لوگ تو بہت تھوڑے ہیں۔ اور جو اونٹ والا، گائے والا اور بکری والا کہ ان کی زکوٰۃ وہ نہیں دیتا، قیامت کے دن وہ جانور آئیں گے، ان سب دنوں سے موٹے تازہ ہو کر اور چربیلے جیسے دنیا میں تھے۔ اور اپنے سینگوں سے اس کو کوچیں گے اور اپنے کھروں سے اس کو روندیں گے۔ جب ان کا پچھلا جانور (آخر والا) گزر جائے گا (اسے روندتے ہوئے سب گزر جائیں گے) تو سب سے پہلا پھر اس پر آ جائے گا۔ اور اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ تمام بندوں کا فیصلہ ہو جائے۔''

جب انسان نے اپنے اموال کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی تو اس کے اموال کی تمام انواع واقسام میں سے ہر ہر نوع کے ذریعے کہ جس کا وہ مالک ہوگا قیامت والے دن عذاب دیا جائے گا۔ حدیث مبارک میں خیر کے کاموں پر صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ کہ آدمی نیکی کے تمام کاموں میں سے کسی بھی ایک نوع اور قسم پر اکتفاء نہ کرے۔ بلکہ نیکی کے تمام کاموں میں سے ہر ہر نوع پر خرچ کر دے۔ (یعنی یتیموں، غریبوں، مسکینوں، مسافروں، بیواؤں وغیرھم پر بھی خرچ کرے۔ دینی مدارس و جامعات' دینی کتب کی اشاعت' جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر تمام نیکی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرے) اور حدیث میں زندگی کی ہر حالت میں اندر خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ صحت و جوانی میں بھی، کمزوری و بیماری میں بھی اور موت کے وقت بھی۔ جیسے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی مکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ ﷺ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)) [1]

''کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ اجر وثواب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس صدقہ میں (زیادہ اجر وثواب ہے) جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر

[1] أخرجه البخاري في كتاب الزكاة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح ح: ١٤١٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور امید ہو۔ (اس صدقہ و خیرات میں) ڈھیل نہیں ہونی چاہیے کہ جب جان حلق تک آ جائے تو اس وقت کہنے لگے کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا، حالانکہ وہ تو فلاں کا ہو چکا۔''

اور یہ اس لیے کہ اکثر اصحاب ثروت، مالدار لوگ جب تک صحت و عافیت میں رہیں اپنے مال سے صدقہ و خیرات نکالنے سے بخیلی و کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور مال کے باقی رہنے کی امید رکھتے اور فقیری سے ڈرتے بھی رہتے ہیں تو جس شخص نے آخرت کا اجر و ثواب حاصل کرنے کی خاطر اپنے شیطان کی پوری مخالفت کی اور ایثار و قربانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفس پر ضبط سے کام لیا تو جانیے کہ کام ہو گیا۔ اور جس نے اس ضمن میں بخل سے کام لیا وہ موت کے وصیت کرنے میں بھی ظلم کرنے سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ اور اگر وہ اس سے محفوظ رہا بھی تو وہ اپنی وصیت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں تاخیر سے ضرور کام لے گا۔ یا پھر اسے ترک ہی کر دے گا یا اس پر کوئی اور آفت ضرور آ جائے گی۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے قرآن حکیم میں بہت ساری آیات کے ذریعے ترغیب وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

ا...... ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَـٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَـٰعَةٌ ۗ وَٱلْكَـٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ۝﴾ (البقرة:٢٥٤)

''اے ایمان والو مسلمانو! جو مال ہم نے تم لوگوں کو دے رکھا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ جس دن نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ ہی دوستی و سفارش ہو سکے گی اور کفر کرنے والے لوگ تو ظالم ہیں۔''

ب...... ﴿وَأَنفِقُوا۟ مِن مَّا رَزَقْنَـٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ۝﴾ (المنافقون:١٠)

''اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرو، اس سے پہلے کہ موت تم پر آن موجود ہو اور اس وقت یوں کہنے لگو: اے میرے رب! اگر تو مجھے تھوڑی سی اور مہلت دے دیتا تو میں صدقہ و خیرات کرتا اور میں نیک، صالح بندوں میں سے ہو جاتا۔''

ج...... ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَٱتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِٱلْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَٱسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِٱلْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ ۝ وَمَا يُغْنِى عَنْهُ مَالُهُۥٓ إِذَا تَرَدَّىٰٓ ۝﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اللیل:۵تا۱۱)

''پھر جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا اور وہ حرام کاموں سے بچا رہا اور اچھی بات پر یقین کیا تو ہم اسے آسانی سے اس کام میں لگا دیں گے جس سے اس کو آرام ملے۔ اور جس نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے میں کنجوسی، بخیلی سے کام لیا اور اس نے (دنیا کے خیال میں آخرت سے) بے پرواہی کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اسے آہستہ آہستہ مشکل میں پھانس دیں گے اور جب وہ (دوزخ میں جاکر) گرے گا (یا اس پر تباہی آئے گی) تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔''

اور جو آدمی نیکی کے امور پر خرچ کرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے آسانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر جو شخص بخل و کنجوسی سے کام لیتا ہے اور مال جمع کر کے رکھتا ہے اس پر اللہ عزوجل نے تنگی کا وعدہ کیا ہے۔ اور اسی طرح رب کریم نے ایسے لوگوں سے ہزارہا گنا اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے جو پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنا حلال مال خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

و...... ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ ﴾ (البقرۃ:۲۶۱'۲۶۲)

''جو لوگ اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے کہ جس سے سات بالیاں (اس کے پودے سے) نکلیں اور ہر بالی میں سو، سو دانے ہوں اور اللہ جس کو چاہتا ہے اس سے دگنا (بلکہ کئی گنا کر کے) دیتا ہے۔ اللہ عزوجل کشائش والا اور نہایت ہی زیادہ بے انتہا علم والا ہے (اور) جو لوگ اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی (جس کو دیا اسے) ستاتے ہیں۔ ان کو ان کے رب کے ہاں اپنا اجر و ثواب (کئی گنا کر کے ضرور) ملے گا اور نہ ہی ان کو ڈر ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔''

اسی بات کو آگے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

ھ...... ﴿ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ط فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ○ ﴾ (البقرۃ:۲۶۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جو لوگ خدا کی رضا مندی چاہنے کو دلوں میں ایمان رکھ کر اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو ایک ٹیلے پر ہو (یعنی بلند زمین پر) وہاں زور کا مینہ پڑا تو دگنا میوہ پیدا ہوا۔ اور اگر زور کا مینہ نہ پڑا تو پھوہار۔ (باغ کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔) اور اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

اور جیسا کہ درج ذیل حدیث میں مذکور ہے، اللہ عزوجل کے فرشتے روزانہ اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں کہ وہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ عطا کرے اور بخل کرنے والے کا مال تلف کر دے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا ، وَيَقُولُ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے بخیل کے مال کو تلف کر دے۔''

تو احتمال ہے کہ یا تو اس بددعا کے بدلے بذاتہ مال تباہ ہو جاتا ہے اور پھر صاحب مال برباد ہو جاتا ہے۔

اور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ)) [2]

''مالداری زیادہ مال و اسباب کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ مالداری و امیری نفس کی مالداری کے ساتھ ہوتی ہے۔''

تو مال کی بہتری ذات مال کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ اس سے متعلقات کے مطابق ہوتی ہے۔ اگرچہ فی الجملہ اس کا نام خیر ہی کیوں نہ رکھا جائے۔ اسی طرح بہت زیادہ مال والا آدمی بذاتہ مالدار نہیں ہوتا بلکہ اس مال میں تصرف کے مطابق مالدار ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے نفس کا غنی ہے تو وہ فرائض و واجبات پر صرف کرنے میں کبھی بھی توقف نہیں کرے گا اور نہ ہی اللہ کے قریب کرنے والے اعمال اور نیکی کی راہوں، مستحبات پر صرف کرنے میں دریغ سے کام لے گا۔ اگر وہ اپنے نفس کا تہی دست اور فقیر ہوا تو وہ اپنے مال کو روک روک کر رکھے گا اور جہاں اسے صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں وہ اپنا مال اس کے ختم ہونے کے ڈر سے خرچ کرنے پر رکا رہے گا۔

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الزكاة ، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ فاما من أعطى ، وصدق بالحسنى...... ﴾ ح : ١٤٤٢

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے: صحيح البخارى/ كتاب الرقاق/باب الغنى غنى النفس/ حديث ٦٤٤٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں وہ درحقیقت اپنی صورت ومعنی میں فقیر ہوتا ہے اگرچہ اس کے ہاتھ میں کتنا ہی مال کیوں نہ ہو۔ اس بنا پر کہ اس کے مال سے نہ دنیا میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ مال اس پر وبال بن جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بددعا کرتے ہوئے فرمایا ہے:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ)) ❶

''درہم و دینار کے بندے (اللہ کرے) تباہ ہوجائیں۔ (جو مال کی حرص بہت رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔)''

تو اس حدیث میں مال کے بندے (حرص وطمع کرنے والے بندے) پر بددعا ہے۔ یعنی جو مال کے جمع کرنے پر بہت زیادہ حرص وطمع رکھتا ہے اور اس کی حفاظت میں ہر وقت فکر مند رہتا ہے۔ گویا کہ وہ مال کا خادم اور اس کا غلام ہے۔ نبی معظم ﷺ نے ایک اور مقام پر دینار و درہم کے غلام پر بددعا کرتے ہوئے فرمایا: (درہم و دینار اور کمبل کا بندہ اللہ کرے تباہ و برباد ہوجائے اگر اس کو کچھ دیا جائے تب تو خوش ہوجائے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائے)

((تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ)) ❷

''ایسا شخص تباہ و سرنگوں ہوجائے اور اگر اس کو کانٹا چبھ جائے تو اللہ کرے کہ نکلے ہی نہیں۔''......الخ

یہ بددعا اپنے اندر کس قدر گہرے معانی رکھتی ہے کہ فرمایا: اگر ایسے مال کے بندے کو کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ کرے کہ اسے ایسا کوئی بندہ ملے ہی نہیں جو اس کا کانٹا بھی نکال سکے۔ اور ایسے آدمی پر یہ بددعا اس وجہ سے ہے کہ وہ خیر کے کام میں جدوجہد اور حرکت کرنے سے رک جاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص ایسا کوئی ہمدرد وغمگسار بھی نہ پاسکے جو اس کا کانٹا ہی نکال دے تو وہ دنیا حاصل کرنے میں جدوجہد اور حرکت کرنے سے بھی عاجز ہوجائے گا۔ اور اسے اس بددعا کا لگنا دنیا کے جمع کرنے میں عاجز آجانے کے اعتبار سے ہوگا۔

((عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقْرَأُ ﴿ أَلْهَىٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ (سورة التكاثر: ١) قَالَ: ((يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ۔ قَالَ: وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ)) ❸

---

❶ تفصیل کے لیے: صحيح البخارى/كتاب الرقاق/باب ما يتقى من فتنة المال/حديث: ٦٤٣٥

❷ دیکھئے: صحيح البخارى/كتاب الجهاد والسير/باب الحراسة فى الغز وفى سبيل الله/ حديث: ٢٨٨٧

❸ أخرجه مسلم في كتاب الزهد، ح: ٧٤٢٠، ٧٤٢٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جناب مطرف رحمہ اللہ کے والد صحابی رسول عبداللہ بن الشخیر العامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ اس وقت ﴿ أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ پڑھ رہے تھے۔ اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ فرمایا: اے ابن آدم! تیرا مال کیا ہے؟ تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھایا، فنا کیا یا پہنا اور پرانا کیا۔ یا تم نے صدقہ کردیا اور اسے مکمل کرلیا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: اس کے سوا تو وہ جانے والا اور لوگوں کے لیے سب کچھ چھوڑ جانے والا ہے۔''

((وَقَدْ سَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ فَقَالَ : ((أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟)) قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ ، قَالَ : ((فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ ، وَمَالَ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ)) ❶

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے دریافت فرمایا: تم میں کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں کوئی ایسا نہیں کہ جسے مال زیادہ پیارا نہ ہو۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: پھر اس کا مال وہ ہے جو اس نے (موت سے پہلے) اللہ کے راستہ میں خرچ کیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ چھوڑ کر مرا۔''

صدقہ کے مال کی اپنے پاس ایک رات گزارنے کو بھی نبی مکرم ﷺ ناپسند کرتے تھے

((عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ ، فَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ : ((ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ)) ❷

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں نبی مکرم ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ سلام پھیر کر جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک ام المومنین کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی جلدی سے گھبرا گئے۔ مگر آپ ﷺ جلد واپس تشریف لائے اور پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ

❶ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب ماقدّم من ماله فهو له ح : ٦٤٤٢

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب من صلى بالناس فذكر حاجة فتخطاهم ح : ٨٥١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کی اس جلدی سے حیران و پشیمان ہو گئے ہیں تو فرمایا: ''ہمارے پاس ایک سونے کا ڈلا (تقسیم کرنے سے) بچ گیا تھا۔ میں نے اس بات کو نہایت ناپسند جانا کہ یہ ڈلا مجھے اپنی طرف متوجہ رکھے اس لیے میں نے (جلدی سے گھر جا کر) اس کو بانٹ دینے کا حکم دیا ہے۔''

بہترین نیکی جلد کی جانے والی ہوتی ہے:

(مذکورہ بالا حدیث مبارک کی شرح یوں ہوگی کہ) رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، آپ ﷺ کو یاد آ گیا کہ آپ کے گھر میں ڈلی کی شکل میں سونے کی کوئی چیز ہے۔ اور وہ خام سونا تھا کہ جسے صاف نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی اس کا زیور بنایا گیا تھا۔ آپ ﷺ سلام پھیرتے ہی جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جلدی سے چل دیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کی اس جلدی سے ڈر گئے اس لیے کہ انہوں نے آپ ﷺ کا یہ عمل عام عادت مبارک سے ہٹ کر دیکھا تھا اور ڈر گئے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے ان کے بارے میں کوئی ایسی وحی نہ آ جائے کہ جو ان کے لیے کسی مشکل حکم کا سبب بنے۔ مگر آپ ﷺ جلد باہر تشریف لائے اور جماعت کے چہروں پر آپ ﷺ کی جلدی پر عجب و حیرانی اور پشیمانی کو مشاہدہ کر کے مذکور بالا ارشاد فرمایا۔

تو نبی مکرم ﷺ نے اس بات کو نہایت ناپسند کیا کہ آپ ﷺ کے گھر میں صدقہ کی کوئی چیز ایک رات بھی گزارے۔ اس لیے فرمایا: میں اسی دن اس کی تقسیم میں جلدی کرنے کو پسند کرتا ہوں۔ اس لیے کہ بہترین نیکی وہ ہے جو جلدی کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے اس عمل سے یہ درس دیا کہ نیکی کے لیے ضروری ہے کہ اسے جلد کیا جائے اور جلد پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اس لیے کہ آفات و مصائب پیش کیے جاتے ہیں اور رکاوٹ ڈالنے والی چیزیں رکاوٹ ڈالا کرتی ہیں جبکہ موت کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اور نیکی کے کام میں لیت ولعل سے کام لینا قابل تعریف نہیں ہے۔ جبکہ نیکی کے کام میں جلدی کرنا ذمہ داری کی ادائیگی میں زیادہ اخلاص کی دلیل ہے اور ضرورت کی زیادہ نفی کرنے والا ہے۔ یہ عمل قابل مذمت ناپائیدار معاملہ سے بہت زیادہ دور کرنے والا اور اللہ رب کریم کو جلد راضی کرنے والا ہے اور گناہوں کو جلد مٹانے والا۔''

نبی کریم ﷺ کسی کی مذمت پسند نہیں کرتے تھے

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا — تَعْنِي:

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب اعلمل في الصلاة، باب تفكر الرجل الشيء في الصلاة ح: ۱۲۲۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَصِيْرَةً — فَقَالَ : ((لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ)) قَالَتْ : وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا ، فَقَالَ : ((مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا)) ❶

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ سے عرض کیا: آپ کے لیے (ام المومنین سیدہ) صفیہ (بنت حی بن اخطب) کا یہ اور عیب ہی کافی ہے۔یعنی ان کا قد چھوٹا ہونا ہی کافی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر وہ سمندر میں ڈال دی جائے تو اس پر وہ غالب آ جائے۔ (یعنی اپنی کڑواہٹ کی وجہ سے اس کا ذائقہ ہی تبدیل کر دے) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں نے (نبی کریم ﷺ کے سامنے) ایک شخص کی نقل کی۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کسی آدمی کی نقل کروں، اگرچہ مجھے اس کے لیے اتنا اور اتنا مال دیا جائے۔''

کسی کے قول وفعل کی نقل اتار کر چغلی کرنا:

کسی دوسرے انسان کے قول وفعل کی نقل اتارنا اس کے افعال وحرکات میں اس کی ایسی مذمت کرنے کے مترادف ہوتا ہے جو ہمیشہ کے لیے اس کی تحقیر کرتے ہوئے اس کی سیرت پر داغ لگا دے۔نبی مکرم ﷺ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ آپ کسی انسان کے افعال واقوال یا اس کی چال ڈھال کی نقل اتاریں، اگرچہ اس پر دنیا کے بہت زیادہ مال کی پیش کش ہی کیوں نہ کی جائے۔اس لیے کہ اقوال وافعال کی نقل اتارنا غیبت کی اقسام میں سے چغلی کی ایک قسم ہے جبکہ اللہ عزوجل نے اپنے درج ذیل فرمان میں غیبت کو حرام قرار دیا ہے۔فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۖ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (الحجرات:١٢)

''اے ایمان والے مسلمانو! (اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں) بہت زیادہ بدگمانی کرنے سے بچے رہو۔اس لیے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی ٹوہ نہ لگایا کرو۔اور کوئی تم میں سے کسی دوسرے کی چغلی نہ کرے۔بھلا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔تم ضرور اس سے نفرت کرو گے۔اور اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو۔بلاشبہ اللہ عزوجل بڑا ہی توبہ قبول کر کے معاف کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا:

❶ صحیح سنن أبي داود، رقم: ٤٠٨٠ - كتاب الأدب، ح: ٤٨٧٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟)) قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ۔ قَالَ : ((ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ)) قِيْلَ : أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ : ((إِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ)) [1]

''جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ (اگر وہ سامنے ہو تو) اس کو ناگوار گزرے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ تسلیماً کثیرا: اگر وہ عیب ہمارے بھائی میں موجود ہو تو پھر؟ فرمایا: جب ہی تو غیبت ہوئی ورنہ بہتان اور افتراء ہوگا۔'' (جس کی سزا بھی مل سکتی ہے)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غیبت یہ ہے کہ تمہارا کسی انسان کا تذکرہ اس طرح سے کرنا کہ جو اس میں عیب پایا جاتا ہو مگر یہ ہے کہ اس عیب کے تذکرے کو وہ ناپسند کرے۔ چاہے یہ عیب اس کے وجود میں ہو یا اس کے دین میں ہو یا اس کی دنیا میں ہو یا اس کے نفس میں ہو یا اس کی پیدائش میں ہو یا اس کے اخلاق میں ہو یا اس کے مال، اس کی اولاد، اس کے باپ، اس کی بیوی (یا بیوی کے خاوند) یا اس کے خادم (نوکر) یا اس کے غلام یا اس کی پگڑی، یا اس کے دیگر کپڑوں، یا اس کی چال ڈھال میں ہو یا اس کی خوشی والے انداز میں ہو یا اس کی آوارگی و بدچلنی میں ہو یا اس کی تزئین روئی وخوش مزاجی میں ہو یا ان کے علاوہ کی عادات واطوار میں ہو کہ جن کا تعلق اس کی ذات سے ہو۔ چاہے تم ان میں سے کسی چیز کا ذکر اپنے زبانی الفاظ میں کرو یا اپنی تحریر میں۔ یا چاہے تم اشارے کنائے میں کہو یا اپنی آنکھ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہو یا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے یا اس طرح کی کسی بھی حرکت سے یہ سب چغلی، غیبت میں شمار ہوگا۔

اس کا ضابطہ واصول یہ ہے کہ ہر اس حرکت اور لفظ وتحریر کے ذریعے جو تم کسی بھی مسلمان بھائی کے کسی عیب کو اپنے علاوہ کسی شخص کو سمجھاؤ تو وہی حرام کردہ غیبت ہے اور اس ضمن میں اقوال وافعال کے ذریعے غیبت کرنا یہ ہے کہ آدمی کسی کی نقل اتارتے ہوئے لنگڑا کر چلے یا کسی کا قد چھوٹا ظاہر کرنے کے لیے چھوٹا بن کر چلے یا ان کے علاوہ کوئی دوسری شکلیں اختیار کرے کہ جن سے مقصود دوسرے کی ہیئت وکیفیت کو بیان کرنا ہو کہ جس میں یہ نقص اور عیب پایا جاتا ہو۔ تو یہ سب کچھ بلا اختلاف بین العلماء حرام ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کسی کے عیبوں کا ذکر کرتے ہوئے غیبت صرف زبان سے ہی نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کے اقوال وافعال کی نقل اتارنے کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ اس پر اسباب وعلل تو بہت زیادہ ہیں کہ آدمی غیبت

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب البر والصلة والآداب ، باب تحريم الغيبة ح : ٦٥٩٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں کرتا ہے۔ ان میں سے:

(۱)......دل کی تشفی......اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب آدمی کسی دوسرے انسان پر کسی بھی وجہ سے ناراض اور غصے ہو تو اس وقت وہ اپنے مغضوب علیہ کے اقوال وافعال کی نقلیں اتار کر دل کو تشفی دیتا ہے۔ اسی کی بات اور گفتگو جیسی وہ گفتگو کرتا ہے اور اس کے کسی فعل کی طرح کا وہ کام کر کے اس کا نقص بیان کرتے ہوئے دل کو تسکین پہنچاتا ہے۔

(۲)......تصنع اور فخر کرنے کے ارادہ سے......اور وہ یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کا نقص وعیب بیان کرتے ہوئے اپنی ذات کو ارفع واعلیٰ جاننا۔ بالخصوص اس وقت کہ جب اس مغتاب انسان کے طریقہ کلام میں سے یا اس کی چال ڈھال میں یا اس کی جسمانی حرکات میں کوئی عیب واقعتاً پایا جاتا ہو تو اس وقت اس کی نقل اتار کر آدمی اس کی غیبت کرے۔

(۳)......ٹھٹھہ مزاح کے لیے...... بالعموم یہ غیبت مجالس میں ہوتی ہے۔ اور غیبت کرنے والا آدمی دوسروں کے کلام اور ان کے افعال کی نقل اتار کر یا اس جیسی چال چل کر یا اس جیسی حرکتیں کر کے اس مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو ہنسانے اور ان کا غم غلط کرنے کے لیے اس کی غیبت کرے۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سارے اسباب ہیں کہ جو دوسروں کی نقلیں اتارنے اور ان کی چغلیاں کرنے کے لیے محرک بنتے ہیں اور جو ایسا کرتا ہے اس کا انجام قیامت والے دن رسوائی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُوْنَ فِي أَعْرَاضِهِمْ)) وَقَالَ ﷺ: ((مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ، أُرَاهُ قَالَ: بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، وَ مَنْ رَمَى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيْدُ شَيْنَهُ بِهِ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ)) [1]

''جب مجھے معراج کروائی گئی تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا کہ جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو زخمی کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کے گوشت کھایا کرتے (یعنی چغلی کیا کرتے) اور ان کی عزتوں کو پامال کیا کرتے تھے۔ (ان پر تہمتیں دھرتے تھے) اور پھر آپ ﷺ

[1] صحيح سنن أبي داود، رقم: ٤٠٨٦ـ كتاب الأدب، ح: ٤٨٧٨، ٤٨٨٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے یہ بھی فرمایا: جس مسلمان نے کسی مومن آدمی کی حمایت کسی منافق کے سامنے کی (اس کی شخصیت کو غیبت اور بہتان طرازی سے بچایا) اور منافق کو سزا دی تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن ایک فرشتے کو بھیجے گا جو اس گنہگار مسلمان کے گوشت کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے (بچائے) گا۔ اور جو آدمی کسی مسلمان پر کسی طرح کی تہمت دھرے اس پر کوئی عیب لگانے کے لیے، تو اللہ عزوجل اس کو جہنم کے پل پر روک رکھے گا حتیٰ کہ اس کی سزا اس کی تہمت طرازی کی وجہ سے پوری ہو جائے۔''

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کی کبیدہ خاطری کو ناپسند فرماتے تھے

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا)) [1]

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمانے کے لیے کچھ دن مقرر کر دیے تھے اس ڈر سے کہ ہم کہیں کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں۔''

دعوت الی اللہ:

رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے بڑے داعی الی اللہ تھے۔ اور آپ ﷺ اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے میں دنیا جہان کے تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے اور دعوت الی اللہ کے اسالیب کے تجربہ میں سب سے زیادہ مضبوط اور اس عمل صالح کے تمام طریقوں اور اس کے تمام فنون سے آپ سب سے زیادہ آگاہ تھے۔ آپ ہی کی ذات اطہر کو اللہ عزوجل نے یوں مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝ ﴾

(النحل:۱۲۵)

''(اے ہمارے حبیب و خلیل نبی!) لوگوں کی حکمت و دانائی (حسن تدبیر) اور اچھی نصیحت سے (کہ جس میں سختی نہ ہو، ملائمت سے سمجھا کر) اپنے رب کی راہ (دین حنیف) کی طرف دعوت دیجیے اور ان سے بحث کرو تو اس طور سے کہ جو پسندیدہ اور بہتر ہو۔ بلاشبہ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے۔ اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔''

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت الی اللہ کی نجات آپ کی حکومت نبویہ، آپ کی سلطنت کی مضبوطی اور

[1] أخرجه البخاري في كتاب العلم، باب ما كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا يتفروا ح : ٦٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے مقام کی رفعت میں آپ ﷺ کی حکیمانہ (دانائی سے لبریز) سیاست و طریقت کا بہت بڑا تعلق تھا۔ انسانی سیاسیات کی تاریخ میں یہ بات قطعاً معلوم نہیں ہے کہ تمام امتوں میں سے کسی بھی ملت کے مصلحین سیاست دانوں میں سے کوئی آدمی اس قدر عظیم سنت باقیہ کا علاقہ رکھنے والا ہوا ہو۔

نبی معظم و معلم ﷺ کی دعوت الی اللہ میں حکیمانہ سیاست کی مثالوں میں سے ایک مثال یوں ہے کہ: آپ ﷺ اپنے صحابہ کی وعظ و نصیحت کے ساتھ ذہنی تربیت فرماتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ ان کی اللہ عزوجل کے ذکر کو پختہ کرنے میں مختلف اوقات کے اندر نگرانی فرماتے تھے۔ اور آپ ان کی فراغت وضروریات اور ان کی نشاط وانبساط کے اوقات کی تحقیق و جستجو فرماتے تاکہ وہ نصیحت کو کان لگا کر سنیں۔ اور آپ ﷺ ایسا روزانہ نہیں کرتے تھے تاکہ وہ کبیدہ خاطر ہوکر متنفر نہ ہو جائیں۔ اور تاکہ وعظ و نصیحت لوگوں پر ریت کا ڈھیر نہ بن جائے کہ وہ اس کے سننے کو بوجھل جانیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کے بہت سارے نفع بخش ارشادات اور نہایت قیمتی نصائح ان سے فوت ہو جائیں۔

اس سے ہمیں یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ عمل صالح میں عمدگی پیدا کرنے کے لیے حزن و ملال کے ڈر سے مداومت کو ترک کرنا مستحب ہے۔ اگرچہ تمام اعمال صالحہ اور افعال خیر کے لیے مواظبت مطلوب ہوتی ہے۔ مگر اس کی دو اقسام ہیں: (ا)...... یا تو بغیر کسی تکلف کے روزانہ ہو۔ (ب)...... اور یا پھر ایک دن چھوڑ کر ہو۔ اور یہ چھوڑا ہوا دن آرام کے لیے ہوتا کہ دوسرے کام والے دن میں مکمل نشاط حاصل ہو اور یا پھر پورے ہفتے میں ایک یا دو دن کام کے ہوں۔ غرضیکہ حالات اور افراد کے مختلف ہونے کی بنا پر مواظبت و مدافعت بھی مختلف ہو۔

((وَقَدْ كَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ۔ قَالَ : أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا)) [1]

''اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ سنایا کریں۔ انہوں نے فرمایا: تو سن لو کہ: مجھے اس امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم لوگ تنگ آ جاؤ۔ میں وعظ و نصیحت میں تمہاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ

[1] أخرجه البخاري في كتاب العلم ، باب من جعل لأهل العلم أيامًا معلومة ح : ٧٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں وعظ کے لیے ہمارے اوقات فرصت کا خیال رکھا کرتے تھے۔"

نبی مکرم و معلم ﷺ کا اپنے اصحاب کی ذہنی تربیت کا ایک اہم اصول: ان کے بارے میں کبیدہ خاطری کا لحاظ تھا۔ اور دعوت الی اللہ کے لیے مناسب اوقات کی تلاش رہتی تھی۔ اور آپ ﷺ کسی ایسی چیز کے ساتھ ان کو علم کا شوق دلاتے تھے کہ جس کو آپ استفہام کے انداز میں بیان کرنا چاہتے ہوتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا معاملہ ہوا۔

((بَیْـنَمَا أَنَا رَدِیْفُ النَّبِيِّ ﷺ لَیْـسَ بَیْنِـي وَبَیْنَهُ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ ، فَقَالَ : ((یَا مُعَاذُ)) قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ۔ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ، فَقَالَ: ((یَا مُعَاذُ)) قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ۔ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ، فَقَالَ : ((یَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ)) قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ۔ قَالَ: ((هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَی عِبَادِهٖ؟)) قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ۔ قَالَ: ((حَقُّ اللّٰهِ عَلَی عِبَادِهٖ أَنْ یَعْبُدُوْهُ وَلَا یُشْرِكُوْ بِهٖ شَیْئًا۔)) ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ، ثُمَّ قَالَ : ((یَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ)) قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ۔ قَالَ : ((هَـلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْهُ؟)) قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ۔ قَالَ : ((حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ أَنْ لَّا یُعَذِّبَهُمْ۔)) [1]

"جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ کی بات ہے) میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ کجاوہ کے آخری حصہ کے سوا میرے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کیا: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ۔ میں حاضر ہوں اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! پھر تھوڑی دیر تک آپ ﷺ چلتے رہے اور فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کیا: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ۔ میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! ﷺ۔ پھر تھوڑی دیر آپ ﷺ مزید چلتے رہے اور پھر فرمایا: اے معاذ! میں نے پھر عرض کیا: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ رسول اللہ! فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: اللہ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ ایک اللہ رب العالمین کی ہی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نبی کریم ﷺ پھر تھوڑی دیر تک چلتے رہے اور فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: لَبَّیْكَ

[1] أخرجه البخاري في کتاب الرقاق ، باب من جاهد نفسه في طاعة اللّٰه۔ ح : ٦٥٠٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَسَعْدَيْكَ...... اے اللہ کے رسول! (ﷺ)! فرمایا: تمہیں کیا معلوم ہے کہ جب بندے ایسا کر لیں (یعنی صرف ایک اللہ کی ہی عبادت کرنے لگیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں) تو ان کا اللہ عزوجل پر کیا حق بن جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا کہ تب بندوں کا اللہ رب العرش الکریم پر یہ حق بن جاتا ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔''

نبی مکرم ﷺ نے ہر تھوڑی دیر کے بعد جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تین بار آواز دے کر بار بار بلایا۔ یہ اس اہتمام کی تاکید کے لیے تھا کہ جس کی تعلیم آپ ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو دینا چاہتے تھے۔ اس لیے بھی کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت و گفتگو میں کہ جو وہ آپ ﷺ سے سننا چاہتے تھے خبرداری مکمل ہو جائے، پوری توجہ اور دھیان سے سنیں۔

اور نبی مکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا)) [1]

''لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو، تنگی پیدا نہ کرو۔ اور لوگوں کو خوشخبریاں دیا کرو، انہیں متنفر نہ کرو''

اللہ عزوجل کے دین حنیف اور اس کی توحید خالص کی طرف ان لوگوں کو دعوت کہ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں، ان کے بارے میں اس دعوت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ آسانی کے محتاج ہوتے ہیں نہ کہ سختی کے۔ انہیں خوشخبریاں سنانے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ نفرت دلانے کی۔ اسی طرح دعوت و اصلاح کے لیے ایک کے بعد دوسرے درجہ کا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کی تالیف قلوب بھی ضروری ہوتی ہے۔ (اور وہ مال و متاع کے ساتھ مدد کر کے بھی ہو سکتی ہے اور ان کے دکھوں میں شریک ہو کر بھی) ان پر سختی نہیں کرنی چاہیے تاکہ وہ کبیدہ خاطر ہو کر کہیں متنفر نہ ہو جائیں۔ چنانچہ جو چیز اپنے آغاز میں آسان ہو وہ اس شخص کے لیے پسندیدہ ہو جاتی ہے جو اس سے متعلق ہو۔ چنانچہ اسے وہ بخوشی قبول کر لیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف اپنا عامل بنا کر روانہ فرمایا تو ان کو ایک ہی بار پورے اسلام کی دعوت دے دینے کا حکم نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کو اسلام کی تبلیغ میں تدریجاً تعلیم و تربیت کا حکم فرمایا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ

[1] دیکھیے: صحیح البخاری/ کتاب العلم/ باب ما كان النبي يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ۔ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ۔ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ)) ❶

”تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں؛ ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس بات میں جب وہ تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینا واجب قرار دیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے غریبوں، مسکینوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔“

دعوت الی اللہ کے لیے یہ ہے وہ صحیح منہج کہ جس کا اپنانا داعیان الی اللہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ وہ جس کو دعوت دینا چاہتے ہوں اس کے بارے میں وہ اسی راہ پر چلیں۔ اور دعوت الی اللہ میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنی چاہیے اور انہیں ایسے مناسب اوقات کا چناؤ کرنا چاہیے کہ جس میں لوگ وعظ وارشاد کے سننے، علم حاصل کرنے اور اسے قبول کرنے کے لیے وہ دھیان سے بات سننے کی استعداد رکھتے ہوں۔ مصلحین ومربین اسلام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو ان چیزوں کا علم حاصل کرنے کا شوق دلائیں کہ جن کو بیان کرنے کا وہ ان کے لیے ارادہ رکھتے ہوں اور داعیان ومربیان کرام لوگوں کی تعلیم میں تدرج کا طریقہ اختیار کریں۔ یعنی ایک کے بعد دوسری چیز کا سکھانا اور ان پر مناسب بوجھ ڈالیں۔

ان اصول وضوابط کے ساتھ ساتھ تین اور ضروری صفات ہیں کہ جن سے آراستہ ہونا ہر داعی الی اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کرنے والے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ (ا)......قرآن وسنت کا پختہ علم۔ (ب)......نرمی اور شفقت اور (ج)......صبر واستقلال۔

نبی کریم ﷺ برے نام کو بھی ناپسند فرماتے تھے

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : ((كَانَ اسْمُ جُوَيْرِيَةَ بَرَّةَ ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَرِهَ ذٰلِكَ ،

❶ أخرجه البخاري في كتاب الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء، وترد في الفقراء حيث كانوا ح : ١٤٩٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَسَمَّاهَا جُوَيْرِيَةَ ، كَرَاهَةَ أَنْ يُقَالَ: خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّة)) ❶

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے ''برّہ۔ نیک صالحہ وفرمانبردار'' تھا۔ مگر نبی مکرم ﷺ نے گویا اس نام کو ناپسند کیا اور پھر آپ ﷺ نے ان کا نام ''جویریہ'' رکھ دیا۔ اس ناپسندیدگی کی وجہ سے کہ کہا جائے: وہ نیک صالحہ فرمانبردار کے ہاں سے نکل آیا ہے۔''

اسلام نے اچھے ناموں کا خوب اہتمام کیا اور اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَحَسِّنُوا أَسْمَاءَكُمْ)) ❷

''بلاشبہ تم لوگ قیامت والے دن اپنے ناموں سے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، اس لیے تم اپنے اچھے اچھے نام رکھو۔''

اور پھر نبی مکرم ومعلم ﷺ نے ناموں میں سے زیادہ پسندیدہ اور ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ناموں کے بارے میں وضاحت بھی فرمادی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَاءِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ)) ❸

''بلاشبہ اللہ عزوجل کے ہاں تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔''

ان دونوں ناموں کے ساتھ وہ نام بھی شامل ہوجاتے ہیں کہ جو انہی کی طرح بندے کی اللہ عزوجل کی طرف نسبت ہوکر ان جیسے ہوجائیں۔ جیسے کہ: عبدالرحیم، عبدالعزیز، عبدالملک اور عبدالصمد وغیرہ۔ بعینہٖ احمد اور محمد بھی اللہ عزوجل کو زیادہ پیارے نام لگتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کے لیے انہی ناموں کو اختیار فرمایا جو اس کے ہاں زیادہ پسندیدہ تھے۔ اور نبی معظم ﷺ نے اپنے نام رکھ لینے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

((سَمُّوْا بِاِسْمِيْ)) ❹

''میرے نام پر نام رکھ لیا کرو۔''

---

❶ مسند أحمد، ۲۵۸/۱ رقم : ۲۳۳٤ ، وقال أحمد شاكر : إسناده صحيح

❷ مسند أحمد، ۱۹٤/٥ رقم : ۲۱٥۸۹ ، وقال حمزة الزين : إسناده صحيح

❸ دیکھئے: صحيح مسلم كتاب الآداب/ باب بيان ما يستحب من الاسماء

❹ دیکھیے: صحيح البخاری/كتاب الأدب/باب قول النبی ﷺ : : سموا باسمی ولا تكنوا بكنيتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((تَسَمُّوا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ ، وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ ، وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةٌ)) ❶

''جناب ابووہب الجشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھا کرو۔ اور اللہ عزوجل کے ہاں ان ناموں میں سے زیادہ پسندیدہ نام: عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے زیادہ سچے نام: حارث اور ہمام ہوتے ہیں۔ جبکہ ان میں سب سے زیادہ برے (قبیح نام) حرب اور مُرّہ ہوتے ہیں۔''

اور جہاں تک اللہ عزوجل کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ (یعنی مبغوض) ناموں کا تعلق ہے تو ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَاللّٰهِ رَجُلٌ تُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ)) ❷

''قیامت والے دن اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بدترین نام اس کا ہوگا جو اپنا نام ''ملک الاملاک......شہنشاہ'' رکھے۔''

اور نبی کریم ﷺ اس نام کو بھی ناپسند فرماتے تھے کہ جس میں خودستائی پائی جاتی ہو۔ اس سے آپ ﷺ منع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ محمد بن عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام ''برہ'' رکھ دیا۔ مجھ سے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع فرمایا ہے۔ میرا نام ''برہ'' رکھا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ)) فَقَالُوا : بِمَ نُسَمِّيهَا؟ قَالَ : ((سَمُّوهَا زَيْنَبَ)) ❸

''اپنی خودستائی نہ کیا کرو۔ تم میں سے نیکی والوں کو (صالح، نیک لوگوں کو) اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔'' ہمارے گھر والوں (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے پوچھا: ہم اس کا کون سا نام رکھیں؟ فرمایا: اس کا نام ''زینب'' رکھ دو۔''

نبی مکرم ﷺ بعض معین نام رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے جناب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٤١٤٠ (كتاب الأدب / ح : ٤٩٥٠)
❷ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب أبغض الأسماء إلى الله ح : ٦٢٠٥
❸ أخرجه مسلم في كتاب الآداب ، باب تغيير الاسم القبيح إلى حسن ح : ٥٦٠٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فرمایا:

((لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رِبَاحًا وَلَا يَسَارًا وَلَا أَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا)) وَ أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَنْهَى عَنْ أَنْ يُسَمَّى بِيَعْلَى وَبِبَرَكَة وَبِأَفْلَحَ ، وَ بِيَسَارٍ ، وَبِنَافِعٍ وَبِنَحْوِ ذٰلِكَ ، ثُمَّ رَأَيْتُهُ سَكَتَ بَعْدُ عَنْهَا ، فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ، ثُمَّ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ ذٰلِكَ ، ثُمَّ أَرَادَ عُمَرُ أَنْ يَنْهَى عَنْ ذٰلِكَ ، ثُمَّ تَرَكَهُ)) [1]

''اے سمرہ! اپنے غلام کا نام نہ ہی تو رباح رکھو، نہ یسار، نہ افلح اور نہ ہی نافع۔'' اور (سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ: یعلی، برکت، افلح، یسار، نافع اور ان جیسے دوسرے نام رکھنے سے منع فرما دیں مگر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے ان ناموں کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی حکم نہیں دیا۔ اس کے بعد ان سے منع کیے بغیر نبی معظم ﷺ کی وفات ہوگئی۔ پھر امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کرنا چاہا مگر آپ نے بھی بعد میں اس معاملے کو چھوڑ دیا۔'' (منع نہیں کیا)

رسول اللہ ﷺ نے بہت سارے نام تبدیل کرنے اور انہیں برے نام سے اچھے ناموں میں بدلنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو برا نام بہت ہی قبیح لگتا اور اچھا نام آپ ﷺ کو خوش کر دیتا اور اس کے ساتھ برکت حاصل کرنے والی آپ فال لیتے۔ بلکہ آپ ﷺ اچھا نام سن کر خوش ہو جاتے تھے اور اس خوشی کا اثر آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر دیکھا جاتا تھا۔

چنانچہ وہ نام کہ جنہیں نبی مکرم ﷺ نے تبدیل کر دیا تھا:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ وَقَالَ : ((أَنْتِ جَمِيلَةٌ)) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ أَخْدَرِيّ : أَنَّ رَجُلاً يُقَالُ لَهُ : أَصْرَمُ ، كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا اسْمُكَ؟)) قَالَ : أَنَا أَصْرَمُ ، قَالَ : ((بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ)) [2]

''ان کے متعلق سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''عاصیہ'' کا نام تبدیل کر دیا اور فرمایا: ''تمہارا نام جمیلہ ہے۔'' جناب اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک

[1] أخرجه مسلم في كتاب الآداب ، باب الأسماء المكروهة ح : ٥٦٠٠ ، ٥٦٠٣

[2] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٤١٤٤ ـ كتاب الأدب ، ح : ٤٩٥٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی کو ''اصرم'' کہا جاتا تھا۔ یہ ان لوگوں کے ہمراہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک وفد کی صورت میں حاضر ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارا نام کیا ہے: اس نے کہا: میرا نام ''اصرم...... سخت مزاج، کان کٹا'' ہے۔ فرمایا: نہیں بلکہ تم آج کے بعد'' زُرعه...... نرم دل ہو۔''

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک وفد (اسلام کا اعلان کرنے اور ملاقات کے لیے) آیا۔ ان میں ایک آدمی کی کنیت ''ابوالحکم'' تھی۔ نبی مکرم ﷺ نے اس سے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ ، فَلِمَ تُكَنّٰى أَبَا الْحَكَمِ؟)) وَسَأَلَهُ ﷺ عَنْ أَكْبَرِ أَوْلَادِهِ فَقَالَ لَهُ : شُرَيْحٌ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : ((فَأَنْتَ أَبُوْ شُرَيْحٍ)) ❶

''بلاشبہ اللہ عزوجل ہی ''الحکم'' ہے اور فیصلہ بھی اس کی طرف پلٹتا ہے۔ تم نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی ہوئی ہے؟ (اس شخص نے اس کی وجہ بتلائی) مگر رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس کے بڑے بیٹے کے متعلق پوچھا تو اس نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ میرے بیٹے کا نام ''شریح'' ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: بس تمہاری کنیت آج کے بعد ''ابوشریح'' ہوگی۔''

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے: العاص، عزیز، عتلہ، شیطان، الحکم، غراب، حباب اور شہاب جیسے نام بھی تبدیل فرما دیے تھے۔ چنانچہ آپ نے العاص کا نام ہشام رکھ دیا، حرب کا نام، سلم رکھ دیا اور مضطجع کا نام: منبعث رکھ دیا۔ ایک زمین کا نام عِفرہ تھا۔ اس کا نام آپ نے خضرہ رکھ دیا۔ شعب ضلالت کا نام آپ ﷺ نے شعبِ ھدٰی رکھ دیا۔ بنوزنیہ کا نام آپ نے الرشدہ رکھ دیا اور بنومغویہ کا نام آپ ﷺ نے بنو رشدہ رکھ دیا تھا۔

((قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : ((أَنَّ جَدَّهُ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا اسْمُكَ؟)) قَالَ : اِسْمِي حَزْنٌ ، قَالَ : ((بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ)) ، قَالَ : مَا أَنَا بِمُغَيِّرٍ اسْمًا سَمَّانِيْهِ أَبِي۔ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ : فَمَا زَالَتْ فِيْنَا الْحُزُوْنَةُ بَعْدُ)) ❷

''جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا کا نام ''حزن'' تھا۔ وہ جب نبی مکرم ﷺ کے پاس ملاقات کے لیے آیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارا نام کیا ہے؟'' اس نے کہا: میرا نام ''حزن...... اکھڑ مزاج آدمی'' ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمہارا نام

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٤١٤٥۔ كتاب الأدب / ح : ٤٩٥٥

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب تحويل الاسم أحسن منه۔ ح : ٦١٩٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کے بعد "سہل" ہے۔ وہ کہنے لگا: جو نام میرے باپ نے رکھا ہے میں اس کو تبدیل نہیں کروں گا۔ سعید بن میسّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: بعد میں ہمیشہ ہمارے خاندان میں رنج اور سختی ہی رہی۔"

یعنی جو وہ آسانی چاہتے تھے وہ آ ہی نہ سکی۔ اہل نسب نے بیان کیا ہے کہ جناب سعید بن میسّب رحمہ اللہ کی اولاد میں کچھ لوگ انتہائی بداخلاق پیدا ہوئے کہ جو اپنی بداخلاقی میں مشہور تھے۔ (العیاذ باللہ) عین ممکن تھا کہ ان کو قتل کر دیا جاتا۔

نبی کریم ﷺ ناپسند فرماتے کہ آدمی اچانک رات کے وقت اپنے گھر آئے

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوْقًا)) ❶

"سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی اپنے اہل خانہ کے پاس (سفر سے واپس آکر اچانک) آئے۔"

یہاں حدیث میں مذکور لفظ "الطُّرُوق" کا مطلب ہے: اَلْمَجِیْءُ بِاللَّیْلِ مِنْ سَفَرٍ اَوْ مِنْ غَیْرِہٖ عَلَی غَفْلَةٍ۔ رات کے وقت اہل خانہ کی لاعلمی میں سفر وغیرہ سے اچانک گھر پہنچ جانا۔ اور بوقت شب ہر آنے والے کو "طارق" کہا جاتا ہے۔

تو نبی مکرم ﷺ اس بات کو انتہائی ناپسند فرماتے کہ جب کوئی آدمی (کئی دنوں کا) لمبا سفر کرے اور واپس اپنی بیوی کے پاس اچانک آ جائے۔ واپسی پر کسی معین وقت میں پہلے سے بتائے بغیر رات کے وقت اس کا گھر میں داخل ہونا آپ ﷺ کو نہایت ناپسند تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس سے منع فرمایا تھا۔

((فَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: ((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَطَالَ الرَّجُلُ الْغَيْبَةَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ طُرُوْقًا)) ❷

"چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ: نبی معظم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جب آدمی کا اپنے گھر سے غائب رہنا طویل ہو جائے تو وہ اپنے اہل خانہ کے پاس رات کو اچانک آ جائے۔"

اور آپ ﷺ اس ضمن میں اہل ایمان کے لیے بہترین نمونہ تھے۔

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب النكاح ، باب لا يطرق أهله ليلاً إذا أطال الغيبة...... الخ ح : ٥٢٤٣

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلًا لمن ورد من سفر- ح : ٤٩٦٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلاً ، وَكَانَ يَأْتِيهِمْ غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً)) ❶

''چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے پاس رات کے وقت (کسی لمبے سفر سے واپسی پر) اچانک نہیں آتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ دن کے پہلے پہر تشریف لاتے یا دن کے پچھلے پہر۔''

نبی مکرم ﷺ کی اس ہدایت و راہنمائی میں ایک ایسا حکم ہے کہ جس سے میاں بیوی دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ مرد کو اپنے ایک لمبے سفر سے واپسی پر اچانک رات کے وقت اپنی بیوی کے پاس آنے سے اس بنا پر منع کیا گیا ہے کہ وہ اس کے بارے میں عزت کی خیانت کا گمان رکھتا ہو اور اس کے رازوں پر منکشف ہونا چاہتا ہو اور یہ دیکھنا چاہتا ہو کہ واقعتاً کہیں وہ خیانت کی مرتکب تو نہیں ہوتی ہے؟ اور بسا اوقات مرد کے اپنی بیوی کے پاس اچانک آ جانے سے وہ اسے اس حالت میں پاتا ہے کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہو یا کم از کم اس حالت میں کہ عورت بے وقوفی والی ہیئت میں ہو۔ (سر پراگندہ، وجود بدبودار، زیر ناف بال بڑھے ہوئے اور دیکھ کر گھن آئے) نہ صاف ستھری اور نہ ہی خاوند کے لیے بنی سنوری۔ یوں اس کی یہ کیفیت خاوند کے لیے اس سے نفرت کا سبب بن جاتی ہے۔

البتہ خاوند کا اپنی بیوی کو واپسی کی اطلاع دینا اور اس کے پاس آنے سے قبل کچھ وقت کے لیے اسے زیب و زینت اختیار کرنے کی مہلت دینا بیوی کے لیے اپنے خاوند کے استقبال کی خاطر تیار ہو جانے کی فرصت کے مترادف ہوتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ ایک دن کسی غزوہ سے واپس پلٹے تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مدینہ منورہ میں (پہلے سے اطلاع دیے بغیر) داخل ہونے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلاً — أَيْ عِشَاءً — كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ)) ❷

''مہلت دو۔ یہاں تک کہ ہم رات کے وقت داخل ہوں (یعنی عشاء کے وقت) تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھی کر لے اور اپنے خاوند سے زیادہ دیر تک غائب رہنے والی زیر ناف بالوں کو صاف کر لے۔''

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اچانک پہنچ جانے کا ارادہ کیا تھا اور شاید یہ لوگ دن کے شروع حصہ میں مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے عشاء تک پیچھے ہی رک کے رہنے کا ان کو حکم دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ کو ان کے واپس پہنچ جانے کا علم ہو گیا اور عورتیں اپنے خاوندوں کے استقبال کے لیے تیار ہو گئیں۔

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلًا لمن ورد من سفر ح : ٤٩٦٢.

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلًا لمن ورد من سفر ح : ٤٩٦٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے نبی مکرم ﷺ نے مردوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((إِذَا قَدِمَ أَحَدُكُمْ لَيْلًا فَلَا يَأْتِيَنَّ أَهْلَهُ طُرُوقًا ، حَتَّى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ ، وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ)) ❶

''تم میں سے جب کوئی شخص رات کے وقت واپس آئے تو وہ اچانک اپنے گھر والوں (بیوی) کے پاس رات کو نہ آئے (بلکہ پہلے اپنے گھر اطلاع بھجوائے کہ ہم رات کو آ رہے ہیں) تاکہ ایک عرصہ تک اپنے خاوند سے جدا رہنے والی زیر ناف بالوں کو صاف کر لے اور پراگندہ بالوں والی (نہا دھو کر) کنگھی وغیرہ کر لے۔''

یہاں اس حدیث مبارک میں لفظ ''اَلْمُغِيْبَةُ'' سے مراد وہ عورت ہے کہ جس کا خاوند اس سے غائب رہا ہو۔ اور ''فَتَسْتَحِدُّ'' کا مطلب ہے: عورت اپنے زیر ناف بالوں کو صاف کر لے۔ ''تَمْتَشِطُ'' کا معنی ہے کہ وہ اپنے بالوں کو کنگھی وغیرہ کر لے اور یوں بیوی اپنے خاوند کے اچھے استقبال کے لیے زیب و زینت اختیار کر لے گی تو دونوں میں محبت اور بڑھ جائے گی۔ یہ سب کچھ اس شخص کے لیے ہوگا کہ جس کے غائب رہنے کی مدت بہت لمبی ہوگئی ہو اور اس کی بیوی کو اپنے خاوند کے واپس آنے کا وقت معلوم نہ ہو۔ مگر وہ شخص کہ جو دن کے وقت اپنے کام کاج کے لیے گھر سے نکلتا ہے اور پھر رات کو واپس گھر پلٹ آتا ہے۔ پھر ایسا آدمی کہ جو کسی سفر پر روانہ ہوتا ہے اور اس کی بیوی کو پہلے ہی اس کے رات کے وقت واپس آنے کا علم ہو اور اس نے اپنے خاوند کے استقبال کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رکھا ہو تو ایسے مرد کا گھر میں رات کے وقت داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ جب چاہے آئے۔ اور یہ حدیثِ مبارک میں اس معنی و مفہوم کے زائل ہو جانے کی بناء پر ہوگا کہ جس کے سبب سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک کا مراد یہ ہے کہ بیوی خاوند کے استقبال میں تیار رہے اور یہ تو حاصل ہو چکا اور پھر یہ کہ خاوند کا بیوی کے پاس بغیر اطلاع کے آ جانا بھی نہیں ہے بلکہ پہلے سے بیوی کو علم ہے۔ اس لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

ناک کی ریزش و رینٹھ کا قبلہ رخ پھینکنا اور لگایا جانا بھی نبی معظم ﷺ کو ناپسند تھا

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَّهَا بِيَدِهِ ، وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ — أَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذٰلِكَ وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ — وَقَالَ : ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ — أَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ — فَلَا يَبْزُقَنَّ فِي قِبْلَتِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)) ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَزَقَ فِيهِ وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلَى

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلًا لمن ورد من سفر ح : ٤٩٦٥ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَعْضٍ ، قَالَ : ((أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا)) ❶

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے قبلہ کی طرف (مسجد کی دیوار پر) بلغم (ناک کی ریزش) کو دیکھا تو آپ ﷺ نے بذات نفیس اس کو کھرچ ڈالا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار کو دیکھ لیا گیا۔ (راوی نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے) یعنی اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی شدید ناگواری کو محسوس کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ یا یہ کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لیے قبلہ طرف تھوکا نہ کرو۔ البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لیا کرو۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کا ایک کنارہ پکڑا، اس میں تھوکا اور چادر کی ایک تہہ کو دوسرے تہہ پر پھیر لیا اور فرمایا: ''یا پھر آدمی یوں کرلے۔''

اس حدیث مبارک میں دو مسئلے ہیں: (۱)...... مسجد کی نظافت وطہارت اور (۲)...... تھوک، بلغم وغیرہ میں مسنون طریقہ۔

مسجد کی نظافت وطہارت:

نبی مکرم ﷺ نے مسجد (نبوی) کی قبلہ رخ دیوار پر تھوک یا رینٹ دیکھی تو آپ ﷺ نے اس کو انتہائی ناپسند جانا۔ اور آپ ﷺ پر یہ بہت ہی ناگوار گزرا حتیٰ کہ اس ناگواری کے آثار آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر دیکھ لیے گئے۔ آپ ﷺ اہل مسجد پر بہت ناراض ہوگئے پھر آپ ﷺ نے اس تھوک، بلغم کو بنفس نفیس صاف کرنے میں جلدی فرمائی اور اسے ایک کنکری سے کھرچ دیا یا اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی کے ساتھ۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ فرماتے ہوئے ان کو اس ضمن میں ایسی گفتگو کے ساتھ وعظ ونصیحت فرمائی کہ جس میں قبلہ کے معاملہ میں اس کی عظمت کو بیان فرمایا: اور ان لوگوں کو عملی طور پر واضح کیا کہ جس سے یہ تھوک، بلغم اور رینٹ وغیرہ والا معاملہ ہوجائے وہ کیسے کرے۔

پس قبلہ رخ تھوک، بلغم اور رینٹ وغیرہ کا لگانا، پھینکنا شریعت میں منع ہے اور بالتحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ)) ❷

''(جناب حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا) جس آدمی نے قبلہ رخ تھوکا، کل قیامت والے دن اس کا تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا''۔

بلغم دار تھوک مسجد کی کسی بھی جگہ پر ہو، چاہے زمین کے فرش پر ہو یا اس کی دیواروں پر بہر صورت غلطی ہے اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے اس پر کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الصلاة ، باب إذا بدره البزاق فليأخذ بطرف ثوبه ـ ح : ٤١٧

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٢٣٩ ـ كتاب الأطعمة / ح : ٣٨٢٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَکَفَّارَتُھَا دَفْنُھَا)) ❶

''مسجد میں بلغم دار تھوک غلطی ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا (یا صاف کر دینا) ہے۔''

اسی طرح جناب سعید بن منصور رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت درج کی ہے کہ وہ رات کے وقت مسجد میں ناک کی رینٹ نکال کر پھینک بیٹھے اور اسے دفن کرنا بھول گئے حتیٰ کہ واپس اپنے گھر آ گئے۔ مگر جب یاد آیا تو روشن آگ پکڑ کر واپس مسجد آئے اور اس رینٹ کو تلاش کر کے اسے مٹایا اور پھر کہا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَکْتُبْ عَلَیَّ خَطِیْئَةَ اللَّیْلَةِ)) ❷

''ہر طرح کی حمد وثنائے جمیل اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے میرے اوپر اس رات کی غلطی درج نہیں فرمائی۔''

مسجد کے اندر رہ کر ایسا کام کرنے والے کے فعل کے ساتھ ممانعت کو مشروط نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ مسجد سے باہر والا شخص بھی اگر بلغم نما تھوک پھینک دے گا تو اس ممانعت کا اطلاق اس پر بھی ہوگا۔ یہ سارا حکم اس شخص کے لیے ہے کہ جسے تھوک جلد آیا ہو اور وہ اس کو مسجد سے باہر نکل کر پھینکنے کے لیے تاخیر پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ ایسے آدمی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ: جب اس پر تھوک غالب آ جائے تو وہ کس طرح کرے؟ تو ایسا شخص کہ جس پر تھوک غالب آ جائے وہ ایسا کرے کہ اپنی بائیں جانب تھوک لے یا اپنے قدم کے نیچے اور یہ اس وقت ہے کہ جب مسجد کی زمین کچی یا روڑیوں والی ہو اور اگر قالین، دریاں یا صفین، چٹائیاں وغیرہ بچھی ہوں تو اسے چاہیے کہ اپنے کپڑے کے ایک کنارے پر تھوک کر اسے دوسرے حصے سے مل لے یوں اسے اس سے کفایت ہو جائے گی۔ یوں بھی اپنے لیے محتاط طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ آدمی اپنی جیب میں کپڑے کا چھوٹا رومال رکھے یا ''ٹشو پیپرز'' رکھے رہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت ان کو استعمال میں لایا جا سکے۔ مسجد کی زمین یا دیوار وغیرہ پر تھوک، رینٹ اور بلغم وغیرہ نہیں پھینکنا چاہیے۔ www.KitaboSunnat.com

مساجد کی انتظامیہ اور ائمہ وخدامِ مساجد کو مسجدوں کے نظافت وطہارت جیسے امور پر پوری پوری توجہ دینی چاہیے اور ان سب کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مَسَاجِدُھَا، وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا)) ❸

''اللہ عزوجل کے ہاں روئے زمین میں سب سے زیادہ پسندیدہ مقامات مسجدیں ہیں اور اللہ رب العالمین کے نزدیک پوری زمین میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں۔''

---

❶ دیکھئے: صحیح البخاری/ کتاب الصلاة/باب کفارة البزاق فی المسجد/حدیث: ٤١٥ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

❷ دیکھئے: فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ١ ص ٥١٤

❸ دیکھئے: صحیح مسلم/ کتاب المساجد ومواضع الصلاة/ باب فضل الجلوس فی مصلاة......الخ حدیث: ١٥٢٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ بچوں کے کچھ بال مونڈ دینے اور کچھ بالوں کو چھوڑ دینا ناپسند فرماتے تھے

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((أَنَّهُ کَرِهَ الْقَزَعَ لِلصِّبْيَانِ)) ❶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ بچوں کے سر کے کچھ بالوں کو مونڈ دینے اور کچھ بالوں کو ادھر ادھر چھوڑ دینا ناپسند کرتے تھے۔‘‘

اس عمل میں دوسری حدیث یوں ہے:

((فَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ)) ❷

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے کچھ بال مونڈ دینے اور کچھ بالوں کو ادھر ادھر چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے۔‘‘

نبی معظم ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے کچھ بالوں کو مونڈ دیا گیا ہے اور کچھ بالوں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس کے والدین کو اس عمل سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

((اِحْلِقُوْهُ کُلَّهُ اَوِ اتْرُکُوْهُ کُلَّهُ)) ❸

’’یا تو اس کا سارا سر مونڈ و یا پھر سر کے تمام بالوں کو چھوڑ دو‘‘ (اور قصر کر دو)

اس حدیث کی بعض شروحات میں ہے: یہ حدیث اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ سر کے بعض حصے کو مونڈ ڈالنا اور بعض حصے کو چھوڑ دینا قطعاً منع ہے۔ وہ کسی بھی شکل میں، سامنے سے ہو یا پیچھے سے۔ چوٹی سے ہو یا کانوں کے اوپر سے اور بچوں کے حق میں تو یہی جائز ہے کہ یا تو ان کے سر پورے کے پورے مونڈ دیے جائیں یا پھر پورے کے پورے چھوڑ دیے جائیں۔

تمام علماء اہل السنہ والجماعۃ اور سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ سر کے کچھ بالوں کو مونڈ دینا اور کچھ بالوں کو (انگریزی فیشن اور فرنچ، امریکن کٹ کی طرح) باقی رکھنا سوائے علاج معالجہ کے شریعت مطہرہ میں قطعاً ناپسندیدہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس ناپسندیدگی میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح اللہ کی خلقت میں شکل کا بگاڑنا اور مسخ کرنا آ جاتا ہے۔ اور یہ کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے (مسلمانوں کا نہیں)

آج کل ہمارے مسلم معاشروں میں نوجوانوں کے بالوں کی جو نصرانی و یہودی شباہت والی تراش خراش نظر

---

❶ مسند أحمد، رقم: ٤٦٥٩، وقال أحمد محمد شاكر: إسناده صحيح

❷ أخرجه البخاري في كتاب اللباس، باب القزع ح: ٥٩٢١

❸ صحيح سنن ابی داؤد حدیث نمبر ٣٥٣٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتی ہے تو مجھے اس ضمن میں یوں معلوم ہوا ہے کہ یہ سارے فیشن غیر مسلم ممالک اور کافر تہذیبوں سے ہمارے ہاں در آئے ہیں۔ چنانچہ ایسے کم عقل اور بے وقوف قسم کے مسلمانوں نے اس وضع قطع کو اختیار کر رکھا ہے کہ جن کی معاشرے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی (اور وہ عقل سے بھی فارغ ہوتے ہیں) اور وہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ کوئی زیب و زینت والا عمل ہے چنانچہ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا درج ذیل فرمان بالکل سچ اور حق ہے اور آپ کا ہر فرمان و عمل ہی حق، سچ ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ)) قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَلْيَهُودَ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ : ((فَمَنْ؟)) ❶

''تم اپنے سے پہلی امتوں کے ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ میں برابر اتباع کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ نما صحرائے نجد کے جانور ''ضب'' کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اس میں ان کی اتباع کرو گے۔'' ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: تو پھر اور کون؟''

یہاں اس حدیث مبارک میں ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ برابر اور سانڈھا نما جانور ''ضب'' کی مثال میں یہود و نصاریٰ کی مکمل تقلید مراد ہے۔ اور ان کی ہر اس فعل میں اتباع ہے کہ جس سے شریعت مطہرہ، دین حنیف نے منع کر رکھا ہے اور اس کی مذمت کی ہے۔ آج کے مشاہدات میں مسلمانوں کے اکثر افعال یہود و نصاریٰ کی اتباع میں ہیں اور انہی کے ضمن میں یہ سر کی نئی نئی قطع و برید ہے۔ ڈھٹائی کی بات یہ ہے کہ مسلمان معاشروں کی کٹنگ والی دوکانوں، حماموں کے اوپر امریکی کٹنگ، فرنچ کٹ اور برٹش کٹنگ کے بورڈ آویزاں ہوتے ہیں (اس حد تک جب کوئی قوم کسی دوسری قوم کی تقلید کرنے لگتی ہے تو پھر اس کی تباہی اس کا مقدر ہوا کرتی ہے۔ والعیاذ باللہ)

نبی مکرم ﷺ اشکل گھوڑے کو ناپسند فرماتے تھے ❷

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَكْرَهُ الشِّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ)) ❸

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اشکل گھوڑے کو ناپسند کرتے تھے۔''

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة ، باب قول النبي ﷺ " لتتّبعن سنن من كان قبلكم " ح : ٧٣٢٠

❷ تفصیل کے لیے: شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ١٣، ص ١٨، ص ١٩۔ و تعلیق زهير الشاويش على صحيح سنن النسائی جلد نمبر ٢ ص ٧٥٧

❸ أخرجه مسلم في كتاب الإمارة ، باب ما يكره من صفات الخيل : ٤٨٥٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشکل وہ گھوڑا ہوتا ہے کہ جس کا (پچھلی ٹانگ والا) دایاں پاؤں سفید اور بایاں پاؤں (اگلی بائیں ٹانگ کا بھی) سفید ہو یا اس کے الٹ ہو۔ جبکہ باقی دونوں مخالف پیر دوسرے کسی رنگ کے ہوں اور یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس گھوڑے کے تین پاؤں سفید ہوں اور ایک کسی دوسرے رنگ کا یا تین کسی اور رنگ کے اور ایک سفید ہو۔ ابن دوید کہتے ہیں کہ اشکل وہ گھوڑا ہوتا ہے جس کے ایک طرف (دائیں یا بائیں طرف) کے ہاتھ اور پاؤں سفید ہوں یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں۔ (واللہ اعلم)

علمائے کرام رحمہم اللہ اجمعین فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ گھوڑے کی یہ حالت پائے بند سے بندھے ہوئے گھوڑے کی مانند ہوتی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ: احتمال اس بات کا ہے کہ ممکن ہے نبی مکرم ﷺ نے اس جنس کے گھوڑوں کا تجربہ کیا ہو اور ان میں کوئی بھلائی اور نسلی برتری نظر نہ آتی ہو۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ: اگر کوئی ایسا گھوڑا کہ جس کے تینوں پاؤں سفید ہوں اور وہ روشن چہرے والا، خوبصورت ہو تو پھر ایسے گھوڑے سے کراہت و ناپسندیدگی اشکل گھوڑے سے مشابہت کے زائل ہونے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ تو اشکل گھوڑے کی جنس و نوع کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ ان کے علاوہ جتنی نسل کے گھوڑے تھے ان کو آپ ﷺ بہت پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ عروہ بن الجعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [1]

"گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ قیامت تک خیر و برکت بندھی رہے گی۔"

نبی معظم ﷺ گلے میں پڑے لوہے کے طوق کو بھی ناپسند فرماتے تھے [2]

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا، وَرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِيْنَ جُزْئًا مِنَ النُّبُوَّةِ، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللّٰهِ، وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِيْنِ الشَّيْطَانِ، وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهٗ۔ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ وَلْيَتْفُلْ وَلَا يُحَدِّثُ بِهَا النَّاسَ)) قَالَ: ((وَأُحِبُّ الْقَيْدَ فِي النَّوْمِ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ۔ اَلْقَيْدُ: ثُبَاتٌ فِي الدِّيْنِ)) [3]

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد اباب الخيل معقود في نَوَاصِيْهَا الخيرُ إلى يوم القيامة ح : ٢٨٥٠

[2] تفصیل کے لیے: شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ١٥ ص ٢٢۔٢٤ و عون المعبود للعظیم آبادی جلد نمبر ١٣ ص ٢٤٧ دیکھ لیجئے۔

[3] صحيح سنن الترمذي، رقم : ١٨٥١ وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ۔ كتاب الرُّؤْيَا / ح : ٢٢٧٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ (اپنی بے برکتی کی وجہ سے) بہت قریب ہو جائے گا تو مومن آدمی کا خواب جھوٹا نہ ہو سکے گا اور ان میں خواب کے لحاظ سے سب سے سچا وہ شخص ہوگا جو ان میں بات کرنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچا ہوگا۔ اور ایک (پکے سچے، پختہ عقیدہ والے) مسلمان آدمی کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک (کسی بات کی خبر دینے کے اعتبار سے) حصہ ہے اور خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......سچا اور صالح خواب کہ جو اللہ عزوجل کی طرف سے بشارت ہوتا ہے۔ (۲)...... ایسا خواب کہ جس میں (ڈراؤنی قسم کی حرکتوں سے) شیطان آدمی کو غمگین کرتا ہے اور (۳)...... وہ خواب کہ جو آدمی کی (دن کے وقت) اپنے آپ سے خیالات وتصورات میں گفتگو کے نتیجے میں آتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے کھڑا ہو جانا چاہیے اور (اپنی بائیں جانب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھتے ہوئے تین بار دل والی جگہ پر) اسے تھوکنا چاہیے اور یہ کہ اسے یہ خواب لوگوں کو نہیں بتلانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور میں خواب میں ہتھکڑی کا دیکھنا پسند کرتا ہوں جبکہ گلے میں پڑا لوہے کا طوق مجھے ناپسند ہے۔ ہتھکڑی کی تعبیر دین حنیف پر ثابت قدمی ہے۔''

تو خواب میں ہتھکڑی کا دیکھنا اسلام پر کار بند اور ثابت قدم رہنے کے معنی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی تعبیر گناہوں، شرارتوں اور باطل کی تمام انواع واقسام سے رک جانے کے مفہوم میں ہوتی ہے۔ جبکہ طوق کی جگہ گردن ہوتی ہے کہ جسے قرآن حکیم میں جہنمیوں کی پہچان بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ○ ﴾ (یس:۸)

''ہم نے ان (کافروں، مشرکوں) کی گردنوں میں (بھاری بھاری) طوق ڈال دیے ہیں اور یہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہوتے ہیں چنانچہ (ان طوقوں کی وجہ سے) وہ سر اونچا کر رہے ہیں۔''

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد گرامی یوں ہے:

﴿ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ط یُسْحَبُوْنَ ○ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ○ ﴾ (المومن:۷۱،۷۲)

''(تو آگے چل کر ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں کو جھٹلانے کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا) جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ڈال دی جائیں گی اور وہ کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے۔ پھر ان کو آگ میں جھونکا جائے گا (اور وہ اس کا ایندھن بنیں گے۔)''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو خواب میں طوق کا دیکھنا قابل مذمت اور ناپسندیدہ ہے۔ بالخصوص اس وقت کہ جب گلے میں پڑا ہو۔ البتہ ہاتھوں میں ہتھکڑیوں کا لگا ہوا خواب میں دیکھنا اچھا ہے اور ہتھکڑیوں کا خواب میں کھولنا شر سے نجات کی دلیل ہے۔ اور کبھی کبھی ایسا خواب دیکھنے والے کو ان برے افعال سے منع کرنے پر دلالت کرتا ہے کہ جن کی اس نے نیت کر رکھی ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے بری گفتگو (بیہودہ) اشعار تھے

((عَنْ أَبِي نَوْفَلِ بْنِ أَبِي عَقْرَبَ قَالَ : سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُتَسَامَعُ عِنْدَهُ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ : ((كَانَ أَبْغَضَ الْحَدِيْثِ إِلَيْهِ)) [1]

''جناب ابونوفل بن ابوعقرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس مشاعرہ ہوتا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ شعر و شاعری نبی معظم و معلم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ بری گفتگو ہوتی تھی۔''

چنانچہ اس صنف کلام کا عیب بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محترم و حبیب پیغمبر ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (یس:٦٩، ٧٠)

''اور ہم نے (جیسا کہ کفار قریش کہتے ہیں) اس پیغمبر (محمد رسول اللہ ﷺ) کو شاعری نہیں سکھلائی اور نہ ہی شاعری اس کے لائق ہے۔ قرآن شعر نہیں ہے بلکہ وہ تو نصیحت اور صاف صاف پڑھنے کے لائق ایک کتاب ہے۔ (یہ اس لیے نازل ہوا ہے) تاکہ جو زندہ دل ہو اسے اللہ کے عذاب سے ڈرائے اور کافروں پر اللہ کا فرمان پورا ہو۔''

تو ان آیات میں اللہ عزوجل نے اپنے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق خبر دی ہے کہ اس نے اپنے نبی کو شعر و شاعری سکھلائی ہی نہیں اور نہ ہی یہ صنف کلام آپ ﷺ کی طبیعت سے میل کھاتی تھی، اس لیے آپ ﷺ اس کو اچھا نہ جانتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ شعر کو پسند فرماتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کی جبلت اس کا تقاضا کرتی تھی۔ (یعنی خود شعر کہنا اور مشاعرے سننا۔)

---

[1] مسند أحمد، رقم : ٢٤٩٠١، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح

[2] تفصیل کے لیے: تفسير القرآن العظيم لابن كثير رحمہ اللہ جلد نمبر ٣ ص ٣٦٧، ص ٥٨٥، ص ٥٨٧۔ الجامع لأحكام القرآن للقرطبي جلد نمبر ١٣ ص ١٠١، جلد نمبر ١٥، ص ٣٥، ص ٣٨، شرح صحيح مسلم للنووی جلد نمبر ١٥، ص ١٤، فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ٧، ص ٢٤٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم ﷺ کی طبیعت و عادت شرعی وطبعی طور پر شعر گھڑنے اور شعر کہنے کی ہی انکاری تھی۔ اسی لیے روایات میں بیان ہوا ہے کہ نبی مکرم ﷺ منظم اوزان پر شعر کو یاد ہی نہ رکھ پاتے تھے۔ بلکہ اگر کبھی کوئی شعر پڑھنے کی کوشش بھی فرمائی تو اس کے وزن کو توڑ دیا یا پھر اسے مکمل ہی نہ کر پائے۔ بلکہ آپ ﷺ اس کے معانی کی ہی حفاظت کرتے تھے۔ مذکور بالا آیات کریمہ میں تو اللہ عزوجل نے بالصراحت ان لوگوں کی تردید فرما دی ہے جو یہ کہتے تھے کہ قرآن شاعری ہے۔ بلکہ فرمایا کہ قرآن کریم تو صرف نصیحت اور ہر اس شخص کے لیے نہایت واضح بیان ہے جو اس پر غور وفکر اور تدبر کرے اور اللہ کریم نے قرآن کو اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی نشانیوں میں سے ایک (تا قیامت بطور معجزہ) نشانی بنا دیا ہے تا کہ مرسل الیہ کے دل میں کوئی شبہہ باقی نہ رہ جائے۔

ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ ﴾ (الشعراء:۲۲۴تا۲۲۷)

''اور شاعر خود گمراہ ہوتے ہیں اور ان کی پیروی وہی کرتے ہیں جو گمراہ ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا وہ (مضمون کے) ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ اور (زبان سے) وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ مگر جو (شاعر) ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کی۔ اور ان پر ظلم ہونے کے بعد انھوں نے بدلہ لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا (شاعر ہوں یا اور کوئی) ان کو اب عنقریب معلوم ہو جائے گا کہاں لوٹ کر جاتے ہیں (یا کونسی کروٹ بدلتے ہیں)۔''

یہاں آیت نمبر ۲۲۵ میں اللہ رب العزت نے جو فرمایا ہے ''فِيْ كُلِّ وَادٍ يَهِيْمُوْنَ..... وہ مضمون کے ہر میدان میں سرگرداں رہتے ہیں۔'' تو اس ضمن میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: ''فِيْ كُلِّ لَغْوٍ يَخُوضُوْنَ'' یعنی وہ ہر لغو وفحش کے بارے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم نے ان بیہودہ شاعروں کے مضامین کی وادیوں کو دیکھا ہے کہ جس میں وہ مشغول ہوتے ہیں۔ کبھی وہ کسی کو گالیاں بکتے دکھائی دیں گے اور کبھی کسی کی بڑھا چڑھا کر مدح سرائی کرتے نظر آئیں گے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاعر کسی قوم کی تو نہایت باطل طریقے سے مدح سرائی کرتے ہیں اور دوسری قوم کی وہ باطل طریقے سے ہی مذمت کرتے ہیں۔

اور مذکورہ بالا آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے: وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ..... اور وہ زبان سے ایسی باتیں نکالتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے۔'' تو اس پر سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَكْثَرُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَوْلِهِمْ يَكْذِبُوْنَ فِيهِ۔ وہ اپنے اکثر کلام میں جھوٹ بولتے ہیں۔'' علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی معنی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ شعراء اپنے ایسے اقوال و افعال پر نازاں ہوتے ہیں کہ جو ان سے صادر ہی نہیں ہوتے اور وہ ایسی چیزوں پر اتراتے ہیں جو ان میں ہوتی ہی نہیں۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِالْعَرْجِ، إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((خُذُوا الشَّيْطَانَ - أَوْ أَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ - لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا)) ❶

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم ایک بار عرج کے مقام پر نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے کہ اچانک ایک شاعر نے شعر پڑھنا شروع کر دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان کو پکڑو (یا راوی کو شک ہے کہ جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) شیطان کو تھام کر رکھو۔ کسی آدمی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو، یہ ضرور اس سے بہتر ہے کہ اس کا دل اور پیٹ شعروں سے بھرے ہوئے ہوں۔''

علماء عظام رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ: آدمی پر شعر و شاعری غالب ہو کر اس حد تک مسلط ہو چکی ہو کہ یہ نامراد ان کو قرآن حکیم پر غور و فکر کرنے، شرعی علوم کے سیکھنے اور اللہ کے ذکر سے غافل کر دے۔ یہ حالت نہایت مذموم ہے چاہے وہ شعر کی کسی بھی صنف سے حاصل ہو۔ اور اسی طرح جو شاعر اپنے اشعار کو کمائی کا ذریعہ بناتا ہے، اسے اگر کچھ عطا کر دیا جائے تو اپنے ممدوح کی مدح میں انتہائی مبالغہ سے کام لینے لگتا ہے اور اگر کچھ عطا نہ کیا جائے تو ہجو و مذمت میں مبالغہ آرائی کر کے لوگوں کی عزت پامال کرتے ہوئے انہیں تکلیف دینے لگتا ہے۔ اور اس میں کسی عالم کا کسی دوسرے عالم سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو آدمی اس حالت پر ہو تو اس کی وہ تمام کمائی حرام ہے جسے وہ شعر و شاعری کے ذریعے کماتا ہو۔ اور اس کا سارے کا سارا کلام حرام ہوتا ہے۔ ایسے شاعر کی طرف توجہ کرنا اور اس کا کلام سننا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کا انکار و رد کرنا واجب ہے۔ ❷

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الشعر ح: ٥٨٩٥

❷ ایسے سفلی قسم کے شعراء کا تذکرہ ایک اچھے شاعر نے کیا خوب کیا ہے۔ ع

خلف ان کے یاں جو کہ جادو بیاں ہیں — فصاحت میں مقبولِ پیر و جواں ہیں
بلاغت میں مشہورِ ہندوستاں ہیں — وہ کچھ ہیں تو لے دے کے اس گوں کے یاں ہیں
کہ جب شعر میں عمر ساری گنوائیں
تو بھانڈ ان کی غزلیں مجالس میں گائیں
طوائف کو ازبر ہیں دیوان ان کے — گویوں پہ بے حد احسان ان کے
نکلتے ہیں تکیوں میں ارمان ان کے — ثنا خواں ہیں ابلیس و شیطان ان کے

←

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھی شاعری:

اگر شاعر پر قرآن وسنت والے علوم و معارف شرعیہ غالب ہوں اور وہ اپنی شاعری کو عقیدۂ توحید اور دین حنیف کی اشاعت کے لیے استعمال کرے تو اس طرح بعض مواقع پر کبھی کبھی ایسی شاعری کے استعمال میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس طرح شاعر کا پیٹ شاعری سے بھرا ہونے کے مترادف نہیں ہوگا۔ جیسا کہ پیچھے سورۃ الشعراء کی آخری آیت نمبر ۲۲۷ اور اس کے حاشیہ والے دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔ (هذا ما علمنا والله اعلم بالصواب)

بعض علماء کرام رحمہم اللہ جمیعًا نے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی مذکور بالا حدیث سے شعر کی مطلق طور پر کراہت وناپسندیدگی کا استدلال کیا ہے۔ چاہے یہ شاعری تھوڑی ہو یا زیادہ اور اگرچہ اس میں کوئی فحش موضوع نہ بھی ہو۔ کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "خُذُوا الشَّيْطَانَ"

جبکہ علماء عظام کی اکثریت نے کہا ہے کہ: جب تک کوئی فحش کلامی نہ ہو اس وقت تک شاعری مباح ہے۔ دراصل شاعری ایک ایسا کلام ہوتا ہے کہ اس کا اچھا موضوع وسخن قابل تعریف اور اچھا ہوتا ہے اور قبیح کلام وموضوع سخن قبیح ہی ہوتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے (بعض مواقع پر) شعر کی خود سماعت کی اور اشعار سننے کی فرمائش بھی فرمائی ہے۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مشرکین کی ہجو بیان کرنے کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ ﷺ کے ہمراہ بعض سفروں میں آپ کے سامنے اشعار پڑھے بھی تھے۔ اسی طرح خلفاء راشدین، ائمۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور افاضل سلف صالحین رحمہم اللہ جمیعًا نے اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی بالاطلاق اس کا رد نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو صنف شاعری میں سے قابل مذمت فحش اور مشرکانہ قسم کی شاعری کا رد کیا ہے اور اس شاعری کا بھی انکار کیا کہ جس میں کسی مسلمان کو اذیت دی گئی ہو۔ اور کلام میں ایسی افراط وتفریط ہو کہ جس کا ارتکاب کسی مرد نے کیا ہی نہ ہو۔

←

کہ عقلوں پر پردے دیے ڈال انہوں نے
ہمیں کردیا فارغ البال انہوں نے

وہ شعر اور قصائد کا ناپاک دفتر عفونت میں سنڈاس سے جو ہے بدتر
زمیں جس سے ہے زلزلہ میں برابر فلک جس سے شرماتے ہیں آسماں پر

ہوا علم و دیں جس سے تاراج سارا
وہ علموں میں علم ادب ہے ہمارا

برا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے

گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی ان شعراء کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ جو پختہ ایمان لائے اور انہوں نے صالح اعمال کیے اور انہوں نے اپنے کلام و دیوان میں اللہ عزوجل کا ذکر بہت زیادہ کیا ہو اور اس کے بعد کہ ان پر کفار و اعداء اللہ کی طرف سے ظلم کیا گیا ہو اور وہ ظالم سے محفوظ رہنے کے لیے اشعار کہیں۔ وہ اپنی شاعری میں ان کافروں کا رد پیش کریں کہ جس کلام کے ساتھ انہوں نے اسلام اور اہل ایمان کی ہجو کی ہو۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

((أُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ ، فَإِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ)) ❶

''حسان! مشرکوں کی ہجو بیان کرو۔ اس لیے کہ بلاشبہ (اس معاملے میں) جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہوں گے۔''

((وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا أَنْزَلَ۔ فَقَالَ : ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَكَأَنَّمَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحَ النَّبْلِ)) ❷

''کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ سے عرض کیا: (اے اللہ کے پیارے نبی!) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شعر و شاعری کے بارے میں جو نازل فرمانا چاہا وہ اتارا ہے۔ (اشارہ سورۃ الشعراء کی آخری آیات کی طرف تھا۔ اس لیے اب ہم کیا اشعار نہ کہیں؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ (پختہ عقیدے والا) مومن آدمی اپنی تلوار کے ساتھ بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان کے ساتھ بھی۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جس چیز (تیر، تلوار، گولی یا اشعار وغیرھا) کے ساتھ تم اپنے مشرک و کفار دشمنوں پر حملہ کرو گے بالتحقیق یہ بالکل ایسے ہی ہے گویا کہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا ہے۔''

تو بعض احادیث مبارکہ میں اشعار کہنے اور اشعار کی تمام انواع کا جواز ثابت ہوتا ہے بالخصوص جنگ میں رجزیہ اشعار پڑھنے کا۔ اسی طرح اشعار کی تمام انواع و اقسام (غزل، مسدس، نظم، رباعی وغیرہ) میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بکثرت ذکر، اس کی عظمت بیان کرنا، اس کی توحید اور اس کی اطاعت کے لیے ایثار و قربانی کا بیان اور اس کی فرمانبرداری کا ذکر سب جائز ہے۔ بعینہٖ شاعری کے ذریعے تمام مشکل اعمال پر تعاون کا بیان کہ اس میں ہمتوں پر تحریک ہوتی ہے اور جانوں کو بہادری کا درس دیا جاتا ہے اور مشکل امور کے حل میں تحریک ملتی ہے۔ جیسا

❶ دیکھیے: صحیح البخاری / کتاب المغازی / باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب...... حدیث: ٤١٢٤

❷ مسند أحمد ، رقم : ٢٧٠٥٢ ، وقال حمزة أحمد الزین : إسناده صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةٌ)) ❶

''بعض اشعار میں دانائی اور حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔''

رونے والے بچے کی ماں کو تکلیف میں ڈالنا بھی نبی کریم ﷺ کو ناپسند تھا

((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا ، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)) ❷

''سیدنا ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں نماز میں دیر تک قرأت کرنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی کر دیتا ہوں۔ کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔''

امام کا نماز کو ہلکی کر کے پڑھانا:

نبی مکرم ﷺ اپنی امت پر (شریعت مطہرہ میں) تخفیف کو پسند فرماتے تھے۔ اور آپ ﷺ امت کے لوگوں کو مشقت میں ڈالنا ناپسند کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ اس امر میں برابر تھا کہ کوئی حکم بڑا ہوتا یا چھوٹا (سب میں تخفیف کو پسند فرماتے) حتیٰ کہ اگر آپ ﷺ نماز میں بھی ہوتے جو کہ آپؐ کے نزدیک دنیا جہان کی سب چیزوں سے زیادہ محبوب تھی اور اس میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی تھی اور آپؐ اس بات کو پسند بھی فرماتے کہ اسے لمبا کر کے پڑھیں مگر آپ اسے ہلکا کر کے پڑھاتے اور جب کسی بچے کا رونا سن لیتے تو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے۔ اور یہ اس وجہ سے کرتے کہ آپ کو بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کے غم کی شدت کا علم ہو جاتا۔ اور اس لیے بھی آپ ﷺ نماز کا لمبا کرنا ناپسند کرتے کہ یہ کہیں آپ کی امت پر شاق نہ گزرے۔

((قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: ((مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ)) ❸

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی مگر مکمل نماز کسی امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ کا حال یہ تھا کہ اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائے آپ نماز کو مختصر کر دیتے۔''

---

❶ صحیح البخاری/ کتاب الأدب/باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منه/ حدیث: ٦١٤٥ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي- ح : ٧٠٧ ،

❸ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب من أخف الصلاة عند بُكاءِ الصبِيّ- ح :، ٧٠٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالتحقیق نبی کریم ﷺ اپنی امت پر نہایت شفیق و رحیم اور ان کی دینی مصلحتوں پر بہت طمع رکھنے والے تھے۔ آپ کا مذکور بالا عمل ہمارے اس دور کے آئمۃ المساجد کے لیے بہت بڑی راہنمائی ہے تاکہ وہ اپنے مذکورہ بالا حالت جیسی دیگر حالتوں میں بھی اپنے ہادی و مرشد پیغمبر ﷺ کی نماز کی تخفیف میں اتباع کیا کریں۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نماز کے لمبا ہونے کی وجہ سے نمازیوں میں سے کوئی شخص فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور ان احباب گرامی کو نبی معظم ﷺ کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص پانی اٹھا کر لانے والے دو اونٹ لیے ہوئے آیا اور اس وقت رات تاریک ہو چکی تھی۔ اس نے جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا۔ چنانچہ وہ (نماز میں شریک ہونے کے لیے) اپنے اونٹوں کو بٹھا کر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا (اور نماز میں شامل ہو گیا) جناب معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۃ البقرہ یا سورۃ النساء (راوی کو شک ہے) پڑھنا شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس آدمی نے نیت توڑی اور چلتا بنا۔ اسے معلوم ہوا کہ (اس کے اس فعل پر) جناب معاذ رضی اللہ عنہ نے اسے برا بھلا کہا ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جناب معاذ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ تب نبی مکرم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "**يَا مُعَاذُ! أَفَتَّانٌ أَنْتَ؟** اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟" آپ نے ایسا تین بار فرمایا[1]

اور ان آئمہ کرام کو نبی کریم ﷺ کے درج ذیل فرمان کی اتباع بھی کرنی چاہیے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ ، فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَالْمَرِيضَ ، فَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ)) [2]

"تم میں سے جب کوئی شخص لوگوں کی امامت کروائے تو اسے تخفیف سے کام لینا چاہیے۔ اس لیے کہ بلاشبہ ان میں چھوٹے (بچے) بھی ہوتے ہیں اور بڑے، ضعیف کمزور بھی اور مریض، بیمار بھی، اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو اسے جیسے چاہے نماز پڑھ لینی چاہیے۔"

تو اس حدیث مبارک میں صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اماموں کو اپنے مقتدیوں کے ساتھ رفق و شفقت سے معاملہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اور اسی طرح ان کی مصلحتوں کی رُو رعایت کرنے اور انہیں دین سے متنفر نہ کرنے کی ترغیب دی ہے اور یہ کہ وہ ان پر ایسے امور مسلط نہ کریں جو ان پر مشقت کا باعث بنیں اگرچہ وہ بغیر کسی ضرورت کے نہایت آسان ہوں۔

---

[1] صحيح البخاری/ كتاب الاذان/ باب من شكا امامه اذا طول/ حديث ٧٠٥

[2] أخرجه مسلم في كتاب الصلاة ، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في ...... ح : ١٠٤٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی معظم ﷺ بچے کی دل شکنی کرنا بھی ناپسند کرتے تھے

((عَنْ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي إِحْدَى صَلاتَيِ الْعَشِيِّ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ وَهُوَ حَامِلُ الْحَسَنِ أَوْ الْحُسَيْنِ فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَهُ ثُمَّ ، كَبَّرَ لِلصَّلاةِ فَصَلَّى ، فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا ، قَالَ :أَبِي فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الصَّبِيُّ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ سَاجِدٌ ، فَرَجَعْتُ فِي سُجُودِي ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلاةَ ، قَالَ النَّاسُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؛ إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلاتِكَ سَجْدَةً قَدْ أَطَلْتَهَا ، حَتَّى ظَنَنَّا إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ ، أَوْ أَنَّهُ قَدْ يُوْحَى إِلَيْكَ؟ قَالَ : ((كُلَّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ ، وَلٰكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ)) [1]

''شداد بن الهاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ظہر یا عصر کی دونوں دوپہر کی نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ اس وقت جناب حسن یا حسین ابناء علی رضی اللہ عنہم کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نماز کے لیے آگے بڑھے اور اس بچے کو نیچے بٹھا دیا۔ پھر آپؐ نے نماز کے لیے ''اللہ اکبر'' کہا اور نماز شروع فرما دی۔ آپؐ نے اپنی نماز کے دوران سجدہ کیا تو اسے بہت لمبا کر دیا۔ (راویِ واقعہ سیّدنا شداد رضی اللہ عنہ کے بیٹے جناب عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:) میرے والد محترم نے بیان کیا کہ: میں نے سر اٹھایا تو بچہ رسول اللہ ﷺ کی کمر مبارک پر تھا اور آپ سجدہ کی حالت میں ہی تھے۔ پس میں اپنے سجدہ میں دوبارہ پلٹ گیا۔ اور پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپؐ نے اپنی نماز کے دوران لمبا سجدہ کیا ہے حتی کہ ہم نے یہ گمان کر لیا کہ یا تو کوئی معاملہ پیش آ گیا ہے یا پھر دوران سجدہ آپ پر وحی آنا شروع ہوگئی ہے۔ (تو دونوں میں سے کیا معاملہ تھا؟) فرمایا: ان سب میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ لیکن یہ ہے کہ میرا یہ بیٹا میری پشت پر چڑھ بیٹھا تھا اور پھر میں نے اس بات کو ناپسند جانا کہ میں اس کو جلد نیچے اتار دوں۔ تاکہ یہ اپنی خوشی پوری کر لے۔''

رسول اللہ ﷺ بچوں پر نہایت شفیق و مہربان تھے اور آپؐ ان کا دل توڑنا پسند نہ فرماتے تھے۔ بلکہ آپ ان کا دل بہلانے، انہیں بوسہ دینے اور انہیں اپنی گود اور اپنی ران مبارک پر بٹھانا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ

[1] مسند أحمد ، رقم : ۲۸۱۹۹، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (۳/ ٤٩٤ ـ قال الالبانى : صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : ((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ)) ❶

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر بچوں پر زیادہ شفیق و مہربان کسی کو نہیں دیکھا۔''

نبی مکرم ﷺ سادا تنا حسن و حسین ابناء علی رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ اٹھاتے تھے اور ان دونوں کے علاوہ دیگر بچوں کو بھی اکثر اٹھا لیا کرتے تھے۔ ایک دن کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو تمیم کے سردار اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کہ جو وہاں بیٹھا ہوا تھا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو (جو اس وقت بچے تھے) بوسہ دیا۔ (یہ دیکھ کر) اقرع کہنے لگا:

((إِنَّ لِي عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا۔ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ : ((مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ))وَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ))❷

''میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: ''جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر خود بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک بدو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ ہم تو ان کو بوسہ نہیں دیتے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ عزوجل نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟''

نبی معظم ﷺ کی بچوں کے ساتھ شفقت و مہربانی اور ان کی دل شکنی سے نفرت کا معاملہ ایسا تھا کہ آپ نے بچے کی دلجوئی والی پاسداری کو نماز میں خشوع وخضوع میں محافظت و مداومت پر مقدم فرما دیا۔

((فَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ :خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عَاتِقِهِ فَصَلَّى ، فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا)) ❸

''چنانچہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ اپنی نواسی سیدہ امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے (کہ جو اس وقت بالکل بچی تھیں) تشریف لائے اور (ہمیں اسی حالت

❶ أخرجه مسلم في كتاب الفضائل ، باب رحمته الصبيان والعيال ﷺ وتواضعه وفضل ذلك / ح: ٦٠٢٦

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته۔ ح : ٥٩٩٧ ، ٥٩٩٨ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ

❸ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته ح : ٥٩٩٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں) نماز پڑھائی۔ چنانچہ جب آپ رکوع میں جاتے تو اسے نیچے زمین پر بٹھا دیتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسے پھر اٹھا لیتے۔''

یعنی آپ ﷺ امامہ کو اس خدشہ کے تحت کہ کہیں وہ گر نہ جائے اسے زمین پر بٹھا دیتے۔ یہ تو گویا آپ کے ساتھ چمٹ کر ہی رہ گئی تھیں کہ زمین پر صبر نہ کر سکتی تھیں اور آپ کی جدائی سے گھبرا اٹھتیں۔ چنانچہ آپ کھڑا ہوتے ہی اس کو اٹھا لینے کی ضرورت محسوس فرماتے تھے۔ اس سے بعض علماء کرام رحمہ اللہ نے بچے پر نہایت شفقت کا مسئلہ استنباط کیا ہے۔

((وَعَنْ عَائِشَةَ :أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ صَبِيًّا فِي حِجْرِهِ يُحَنِّكُهُ ، فَبَالَ عَلَيْهِ ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ)) ❶

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے ایک بچے (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) کو اپنی گود میں بٹھایا اور کھجور چبا کر اس کے منہ میں رکھی۔ اس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے بچوں کے ساتھ شفقت اور ان کی طرف سے جو کوئی تکلیف پہنچے اس پر صبر مستفاد ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ان کے شعور کی ناپختگی کی وجہ سے ان کا مواخذہ نہیں کرنا چاہیے۔

((وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلَى فَخِذِهِ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَى فَخِذِهِ الْآخَرِ ، ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ، ثُمَّ يَقُولُ : ((اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُمَا)) ❷

''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے (بچپن میں) اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور جناب حسن بن علی (رضی اللہ عنہم) کو دوسری ران پر۔ پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ بھینچتے ہوئے دعا کرتے: اے اللہ ان دونوں پر رحم فرما کہ میں بھی ان پر شفقت کرتا ہوں۔''

نبی کریم ﷺ کی سر راہ جب بچوں سے ملاقات ہوتی تو ان کو آپؐ سلام پیش کرتے اور ان کے گالوں کو چھوتے ہوئے ان کے لیے دعا کرتے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ : كَانَ

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب وضع الصبي في الحجر۔ ٦٠٠٢

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأدب ، باب وضع الصبي على الفخذ ح : ٦٠٠٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيُّ ﷺ يَفْعَلُهُ.)) ❶

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کہتے اور فرماتے: نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

((وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْأُولٰى، ثُمَّ خَرَجَ إِلٰى أَهْلِهِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ، فَاسْتَقْبَلَهُ وِلْدَانٌ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ أَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا، قَالَ: وَأَمَّا أَنَا فَمَسَحَ خَدِّيَ، قَالَ: فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا أَوْ رِيحًا كَأَنَّمَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ)) ❷

''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ اپنے گھر جانے کے لیے نکلے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہولیا کہ (اچانک) آپ کے سامنے کچھ بچے آگئے۔ آپؐ نے ہر بچے کے رخسار پہ ہاتھ پھیرا اور میرے بھی رخسار پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپؐ کے ہاتھ میں وہ ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی گویا آپؐ نے خوشبو ساز کے ڈبہ میں سے ہاتھ نکالا ہو۔''

نبی مکرم ﷺ کا بچوں کو سلام کرنے میں ان کی شرعی آداب پر تربیت کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اور اس میں بڑوں کے لیے سبق یہ ہے کہ وہ تکبر کی چادر اتار کر بچوں کے ساتھ نرمی اور تواضع کا سلوک کریں۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: البتہ اس بچے پر سلام کرنے میں استثناء کیا جا سکتا ہے کہ جو حسن و جمال اور صفائی میں دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو اور اس کو سلام کرنے میں فتنے کا ڈر ہو۔ ایسی صورت حال میں اس کو سلام کرنے میں ابتدا نہ کریں۔ بالخصوص اس وقت کہ جب وہ بلوغت سے قبل آغاز شباب میں ہو اور کہیں تنہا ہو۔ (یعنی Teen Age میں) ❸

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا)) ❹

رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو پہچانے نہیں تو وہ ہم میں سے ہے ہی نہیں۔''

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الاستئذان، باب التسليم على الصبيان ح: ٦٢٤٧

❷ أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب طيب ريحه ﷺ ولين مسه ح: ٦٠٥٢

❸ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری للعسقلانی جلد ١١ ص٣٣)

❹ صحیح سنن أبي داود، رقم: ٤١٣٤ (كتاب الأدب / ح: ٤٩٤٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

نبی مکرم ﷺ کے روئے زمین میں سب سے زیادہ پسندیدہ مقامات

آپ ﷺ کا سب سے زیادہ پسندیدہ شہر مکہ المکرّمہ ❶

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ)) ❷

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل سے یوں دعا کی:

''اے اللہ! مدینہ منورہ کو ہمارے نزدیک یوں محبوب بنا دے جیسے کہ ہماری محبت مکہ مکرمہ سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ (محبوب کردے)۔''

((وَقَالَ ﷺ لِمَكَّةَ: ((مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ ، وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ ، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ)) ❸

(سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) نبی مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے مکہ تو کس قدر پاکیزہ شہر ہے۔ اور تو میرے نزدیک کس قدر زیادہ محبوب شہر ہے۔ اور اگر میری قوم نے مجھے تجھ سے باہر نہ نکالا ہوتا تو میں تیرے علاوہ کہیں رہائش اختیار نہ کرتا۔''

مکہ المکرّمہ:

(جزیرۃ العرب کے مغربی جانب بحر احمر پر واقع دنیا کے سب سے قدیم شہر جدہ کے مشرق میں گرم خشک آب و ہوا والے پہاڑی سلسلہ تہامہ میں واقع) مکہ المکرّمہ کا نام: ام القریٰ بھی ہے، بکہ، البلد الامین اور البلد الحرام بھی۔ اور یہ سب سے پہلا اللہ کا گھر ہے کہ جسے (سیدنا آدم علیہ السلام کے ہاتھوں) ایک اللہ عزوجل کی عبادت اور اس کی توحید (کا پرچار

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: البدایہ والنهایه لابن کثیر جلد ۱ ص ۱٦۳ وما بعدها۔ جلد ۸ ص ۲۲٤، ص ۳۲۹، جلد ۱۱ ص ۱٦۰، ص ۲۲۳۔ السیرۃ النبویة لابن هشام جلد ۱ ص ۵٤ و ما بعدها جلد ۲ ص ٤۰٦ و ما بعدها۔ شرح صحیح مسلم للنوی جلد ۱۸ ص ۷ وزاد المعاد لابن قیم جلد ۱ ص ٤۷، ص ٤۸

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب كراهية النبي ﷺ أن تعرى المدينة ح : ۱۸۸۹

❸ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ۳۰۸۳۔ كتاب المناقب / ح : ۳۹۲٦ قال ابو عيسى : هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے) کے لیے بطور مرکز تعمیر کیا گیا تھا۔ اور پھر (ایک لمبے عرصے کے بعد) سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے بڑے لخت جگر سیدنا اسماعیل ذبیح علیہما التحیۃ والسلام نے از سر نو تعمیر کیا تھا۔

مکۃ المکرّمہ ہر اس مسلمان کے لیے کہ جو اس کی طرف بیت اللہ الحرام کی زیارت، عمرہ کرنے اور اسلام کے پانچویں رکن حج کو ادا کرنے کے لیے سفر کر کے آئے...... امن کی جگہ ہے۔ مکہ معظّمہ میں اب تلک بے شمار بڑے بڑے واقعات و احداث پیش آ چکے ہیں۔ ان میں سے بعض واقعات تو بڑی ہی عظمت و شان والے تھے۔ جیسے کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر و بناء (اور اس میں جنت کے دو پتھروں حجر اسود و مقام ابراہیم کی موجودگی) سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین محمد النبی الامّی الکریم صلی اللہ علیہ وبارک والتسلیم کی بعثت اور اسلام کا غلبہ۔

مکہ معظّمہ وہ شہر ہے کہ جو روز بروز، ہر ہفتے اور سال بہ سال انسانوں کے بڑھتے ہوئے اکٹھ اور اژدھام کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ ایک ایسا اژدھام اور رش کہ جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔ اہل اسلام و توحید کا یہ اژدھام و اکٹھ پانچوں نمازوں، نماز جمعہ، رمضان المبارک اور حج کے موقعہ پر بارہ مہینے دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مکہ معظّمہ ماضی میں بھی بڑے بڑے فتنوں کا مشاہدہ کر چکا ہے اور مستقبل میں بھی اس کو بہت بڑے فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس مقدس شہر میں پیش آمدہ ہر واقعہ و حادثہ پر روئے زمین کے ہر مقام پر، ہر مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، وہ چاہے اس سے کتنا دور کیوں نہ رہ رہا ہو۔ بلکہ ایسا ہے کہ مستقبل کے آخر زمانہ میں یہاں پیش آمدہ حوادث و واقعات سے تو پورے کا پورا عالم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ اس لیے کہ مکۃ المکرّمہ اللہ عزوجل، رب العالمین کا حرمت و تقدس والا شہر ہے اور اللہ کی تمام زمین سے بہترین مقام ہے۔ اور یہ شہر اللہ ذوالجلال والاکرام کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا شہر ہے۔ [1]

سیدنا ابراہیم علیہ السلام دونوں ماں بیٹا کو ایک تھیلا کھجوروں کا ایک ایک مشکیزہ پانی کا دے کر واپس چلنے لگے تو ام اسماعیل سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے پیچھے دوڑیں اور پوچھا: ''اللہ کے خلیل آپ ہمیں یہاں بے آب و گیاہ وادی میں

---

[1] آج سے کم و بیش چار ہزار تین سو سال پہلے کی بات ہے کہ مکہ مکرمہ بے آباد ایک خالی سرزمین تھی۔ پھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجۂ محترمہ سیدہ ہاجرہ اور ان کے دودھ پیتے بچے اسماعیل علیہ السلام کو ارض فلسطین سے یہاں لے کر آئے اور دونوں ماں بیٹا کو بیت اللہ الحرام کی جگہ کے پاس آب زمزم والی جگہ پر اوپر والی جانب ایک بڑے سے پھیلے ہوئے درخت کے پاس بٹھا دیا۔ اس وقت مقام مکہ میں آدمی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ البتہ بیت اللہ الحرام کی بنیادوں کے نشانات باقی تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ یہاں پر بہت پہلے کوئی گھر آباد تھا۔

تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''سیرت جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام'' کا مطالعہ کر لیجیے۔ (مترجم ابو یحییٰ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ یہاں نہ تو کوئی انسان ہے اور نہ ہی کوئی اور ذی روح چیز؟ بی بی ہاجرہ نے آپ سے بار بار دریافت کیا، مگر ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ کئی بار پوچھنے کے باوجود جب کوئی جواب نہ پایا تو آخر میں سوال کیا: آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ کیا ہمیں یہاں (بے آب و گیاہ سر زمین میں) چھوڑ کر چلے جانے کا حکم آپ کو اللہ عزوجل نے دیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ (ہاجرہ! یہ اللہ کریم کا حکم ہے) ہاجرہ کہنے لگیں: تب تو وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔ اور پھر وہ واپس (بچے کے پاس) پلٹ آئیں۔ (سبحان اللہ! کس جگرے اور حوصلے کی عورت تھیں) اور ادھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام چلتے ہوئے کدا کی راہ میں جب مقام ثنیہ پر پہنچے اور ہاجرہ و اسماعیل آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو وہاں پیچھے کی جانب منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ کے ساتھ اللہ رب کریم سے دعا کی:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴾ (ابراھیم: ۳۷)

''اے ہمارے رب کریم! میں اپنی اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک (کہ جس کی دیواریں تو منہدم ہو چکیں مگر اس کی بنیادوں کے آثار باقی ہیں) ایک ایسی وادی میں بسا کر جا رہا ہوں کہ جہاں کوئی کھیتی نہیں ہوتی۔ اے ہمارے رب! (تیرے حکم سے میں یہ اس لیے کر کے جا رہا ہوں) تاکہ وہ نماز کو درستگی سے قائم اور ادا کر سکیں۔ پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف جھک جائیں۔ انہیں (یہاں مکہ میں) طرح طرح کے پھلوں سے رزق عطا کرتے رہنا تاکہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں۔''

(پھر آپ واپس فلسطین کے شہر ''حبرون...... الخلیل'' میں واپس تشریف لے گئے کہ جہاں آپ سکونت پذیر تھے) اور ادھر ہاجرہ کا یہ حال گزرا کہ وہ اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور مشکیزے سے پانی پیتی رہیں حتی کہ پانی بھی ختم ہو گیا اور کھجوریں بھی۔ وہ خود بھی پیاسی ہو گئیں اور اسماعیل بھی۔ وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ سامنے ان کا بیٹا پیاس کی شدت سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے زمین پر لوٹ رہا ہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے ہٹ گئیں۔ اس لیے کہ اس حالت میں بچے کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہوتا تھا۔ صفا پہاڑی وہاں سے نزدیک تر تھی۔ وہ پانی کی تلاش میں اس پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں: کہیں کوئی انسان نظر آئے، مگر کوئی بندہ بشر نظر نہ آیا۔ چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ صفا سے اتریں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا لیا (تاکہ دوڑتے وقت اس سے الجھتے ہوئے کہیں گر نہ جائیں) اور پھر نالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے۔ نالہ عبور کر کے وادی کے پار ''مروہ'' پہاڑی پہ جا چڑھیں۔ وہاں کھڑے ہو کر بھی ادھر ادھر نظر دوڑانے لگیں مگر کوئی انسان نظر نہ آیا۔ اس طرح انہوں نے اکہرے ساتھ چکر لگائے۔

نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا'' تو یہی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا لوگوں کے لیے مشروع ہو گیا۔ اور پھر ساتویں بار وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ (اس وقت اللہ عزوجل سے وہ گریہ زاری کر رہی تھیں۔ چنانچہ) انہوں نے اپنے آپ سے کہا: خاموش ہو جاؤ'' اور پھر انہوں نے آواز کی طرف کان لگا دیے۔ آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس جہت کو مخاطب کر کے کہ جس طرف سے آواز آ رہی تھی کہا: میں نے تمہاری آواز سن لی ہے۔ اس لیے اگر تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔

کیا دیکھتی ہیں کہ جہاں اب زمزم کا کنواں ہے وہاں پر ایک فرشتہ (انسانی شکل میں) موجود ہے۔ اس فرشتے (سیدنا جبریل علیہ السلام) نے اپنی ایڑی سے یا اپنے پر سے زمین میں گڑھا پیدا کر دیا ہے جس سے وہاں پانی ابل پڑا۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اسے حوض کی شکل میں جمع کرنے لگیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کر دیا۔ (تاکہ پانی بہنے نہ پائے) اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ جب وہ پانی بھر چکیں تو وہاں سے چشمہ پھر ابل پڑا۔ نبی معظم ﷺ نے فرمایا: ''يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ...... أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا...... اللہ ام اسماعیل ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے! اگر زمزم کو انہوں نے یونہی چھوڑ دیا ہوتا...... یا آپؐ نے یوں فرمایا کہ: انہوں نے مشکیزہ کو چلوؤں سے نہ بھرا ہوتا...... تو زمزم ایک تیز بہتے ہوئے چشمے کی طرح ہوتا۔

پھر ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے خود بھی پانی پیا اور بیٹے کو بھی پلایا۔ اس کے بعد اسے دودھ پلایا۔ اور پھر فرشتے (سیدنا جبریل علیہ السلام) نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں: میں ابراہیم کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی ماں ہوں۔ پوچھا: وہ تمہیں کس کے سپرد کر کے گئے ہیں؟ کہا: اللہ رب العالمین کے۔ فرمایا: تب تم اپنے برباد ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا۔ یہاں اللہ عزوجل کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ (ابراہیم خلیل) علیہ السلام از سر نو تعمیر کریں گے۔ اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ جہاں اب اس وقت بیت اللہ الحرام ہے وہاں اس وقت ٹیلے کی طرح زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھری ہوئی تھی۔ سیلاب کا ریلا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا۔

سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے وہاں اس طرح سے شب و روز گزرتے رہے بالآخر ایک دن قبیلہ بنو جرہم کے کچھ لوگ وہاں سے گزرے۔ یا (آپؐ نے فرمایا کہ) قبیلہ جرہم کے چند گھرانے مقام ''کداء'' (یعنی مکہ کے بالائی حصے) کے راستے سے گزر کر مکہ کے نشیبی علاقے میں فروکش ہوئے۔ قریب ہی انہوں نے کچھ پرندے اڑتے ہوئے دیکھے۔ کہنے لگے: یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب بھی ہم اس وادی سے گزرے ہیں یہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آخر انہوں نے ایک، دو آدمی وہاں بھیجے۔ ان لوگوں نے واقعی وہاں پانی پایا۔ چنانچہ واپس آ کر انہوں نے پانی کی اطلاع دی۔ اب یہ سب لوگ یہاں آئے۔ دیکھا تو ام اسماعیل پانی کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان لوگوں نے کہا: بی بی! کیا تم اس بات کی اجازت دیتی ہو کہ ہم یہاں آپ کے پاس فروکش ہو جائیں؟ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! اجازت ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فَاَلْفَى ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْاُنْسَ۔'' چنانچہ اس طرح سے ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے اور یہ خود بھی انسیت چاہتی تھیں۔ انسانوں کی موجودگی ان کے لیے دلجمعی کا باعث ہوئی۔'' پھر ان لوگوں نے خود بھی یہاں قیام کیا اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلوا لیا۔ چنانچہ وہ سب لوگ یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ اس طرح یہاں ان کے کئی گھرانے آ کر رہنے لگے۔ اور یہ بچہ (اسماعیل علیہ السلام) بنو جرہم کے بچوں میں پل بڑھ کر جوان ہوا اور ان سے عربی زبان سیکھ لی۔ جوانی میں اسماعیل (علیہ السلام) ایسے خوبصورت تھے کہ آپ پر سب کی نظریں اٹھتی تھیں۔ آپ سب نوجوانوں سے زیادہ بھلے لگتے تھے۔ چنانچہ بنو جرہم نے اپنے قبیلے کی ایک لڑکی سے آپ کی شادی کر دی اور پھر (کچھ دنوں کے بعد) آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

جناب اسماعیل کی شادی کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہاں اپنے چھوڑے ہوئے خاندان کو دیکھنے لیے آئے۔ [1] اسماعیل گھر میں نہیں تھے۔

اس لیے آپ نے جب تک اللہ نے چاہا وہاں رکنے کے بعد ان کی بیوی سے اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں

[1] اپنے اہل خانہ سیدہ ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو تہامہ کی گرم، خشک پہاڑیوں میں گھری وادی بطحاء میں چھوڑنے کے بعد انہیں بھول نہیں گئے تھے بلکہ ہر ماہ ان کی خبر گیری کے لیے فلسطین سے یہاں مکہ تک براق پر آتے اور کچھ وقت ان کے ساتھ گزارنے کے بعد واپس چلے جاتے تھے۔ تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر جلد چہارم ص ۱۶، ۱۷۔ فتح الباری جلد ۶ ص ۴۰۴ دیکھ لیجیے۔ اس بات کی مزید تصدیق کے لیے سورۃ الصافات کی آیات ۱۰۰ تا ۱۱۱ کی تفسیر پڑھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کیا۔ اس نے بتلایا کہ: وہ کہیں روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ پھر اللہ کے خلیل علیہ السلام نے اس سے ان کی معاش وغیرہ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ......

اور پھر جب تک اللہ کو منظور تھا اللہ کے خلیل علیہ السلام ان کے پاس تشریف نہیں لائے۔ کچھ دنوں کے بعد جب تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی جناب اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے (آپ ان سے گفت وشنید' سوالات و جوابات اور پند و نصائح کے بعد واپس فلسطین چلے گئے) اور ایک لمبی مدت کے بعد کہ جو اللہ کو منظور تھی، اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام یہاں مکہ میں ایک مرتبہ پھر تشریف لائے۔ دیکھا تو اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں اپنے تیر بنا رہے ہیں۔ جب سیدنا اسماعیل نے اپنے باپ ابراہیم علیہما السلام کو دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہو گئے اور جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ محبت کرتا ہے؟ وہی طرز عمل ان دونوں نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کیا۔ پھر ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا: اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ جناب اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا: ابو جان! آپ کے رب نے جو حکم آپ کو دیا ہے آپ اسے ضرور پورا کریں۔ انہوں نے فرمایا: اور تم میری مدد کیا کرو گے؟ عرض کیا: میں آپ کی مدد (ضرور) کروں گا۔ فرمایا: اللہ عز وجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اسی مقام پر (وادی بطحاء میں) اللہ کا ایک گھر بناؤں۔ اور پھر آپ نے ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کی چاروں طرف۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ الحرام کی بنیادوں پر (جو پہلے سے موجود تھیں) بیت اللہ الحرام کی تعمیر شروع کر دی۔ اسماعیل پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب دیواریں بلند ہوگئیں تو اسماعیل یہ پتھر (مقام ابراہیم) لائے اور جناب ابراہیم علیہ السلام کے لیے اسے رکھ دیا۔ اب اللہ کے خلیل اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں باپ بیٹا یوں کہتے جاتے تھے:

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ﴾ (البقرة:١٢٧)

''اے ہمارے رب کریم! ہماری یہ خدمت قبول فرما بلاشبہ تو دعاؤں کو سننے والا اور (دل کی نیت کو) جاننے والا ہوں۔''

فرمایا کہ: یہ دونوں تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے (یعنی مذکورہ بالا دعا) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ ﴾ (البقرة:۱۲۷، ۱۲۸)

''اور (یاد کرو) جب ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیادوں کو اونچا کر رہا تھا (یعنی دیواریں تعمیر کر رہا تھا) اور ان کے ساتھ اسمٰعیل بھی۔ (وہ پتھر لا لا کر دیتے تھے اور ابراہیم دیواریں بناتے تھے۔ دونوں نے دعا کی) پروردگار ہمارے! یہ خدمت ہماری قبول فرمالے۔ تو (دعا کو) سنتا ہے (دل کی نیت کو) جانتا ہے۔ پروردگار ہمارے اور ہم کو اپنا تابعدار بنالے اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ پیدا کر جو تیرا تابعدار ہو۔ اور ہم کو حج کے طریقے بتلا دے اور ہمارے قصور معاف کر دے بے شک تو بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔''

اور یوں بیت اللہ الحرام کی تعمیر ہوئی۔

درج ذیل آیات کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے اپنے عہد کا ذکر فرمایا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے جو دعا کی تھی اس کا تذکرہ یہاں موجود ہے۔ فرمایا:

﴿ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ○ ﴾ (البقرة:۱۲۵، ۱۲۶)

''اور (یاد کرو) جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوٹ کر آنے کی (یا ثواب کی اور امن کی) جگہ ٹھہرائی اور (لوگوں کو حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لو۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم کیا کہ میرے گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔ اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے (اپنے مالک سے) عرض کیا: اے میرے رب کریم! اس جگہ کو ایک امن کا شہر بنا دے اور وہاں کے رہنے والوں میں سے جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں انہیں میوے کھانے کو دے (اللہ تعالیٰ نے قبول کرتے ہوئے) فرمایا: کافر کو بھی میں چند روز تک فائدہ اٹھانے دوں گا۔ (کیونکہ دنیا میں اللہ مومن اور کافر سب کو روزی دیتا ہے) پھر دوزخ کے عذاب کی طرف اس کو کھینچ لاؤں گا اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا:

﴿ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ o لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ o ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ o ﴾ (الحج:۲۷تا۲۹)

''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے۔ وہ تیرے پاس آئیں گے پیدل اور دُبلے دُبلے اُونٹوں پر، دور کے راستے سے چلے آرہے ہوں گے۔ یہ سفر اس لئے کریں گے کہ اپنے (دین اور دنیا کے) فائدوں میں حاضر رہیں اور چند دنوں میں (دسویں ذی الحجہ سے لے کر بارہویں تک) جو چوپائے جانور اللہ نے ان کو دیئے ہیں ان پر (قربانی کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیں۔ تو لوگو اس (قربانی) میں سے تم (خود بھی) کھاؤ اور مصیبت کے مارے فقیر کو بھی کھلاؤ۔ پھر وہ (قربانی کرنے کے بعد) اپنا میل کچیل نکالیں اور اپنی منتیں (نذریں جو اللہ کے لئے مانی تھیں) پوری کریں اور بیت اللہ العتیق کا طواف کریں۔''

اور اس طرح مکہ مکرمہ کی بھی تعمیر ہوئی اور دنیا جہان کے تمام انسانوں کے لیے سب سے پہلا اللہ کا گھر اور مسجد الحرام اللہ کی عبادت اور اس کی توحید (کی اشاعت) کے لیے بھی یہاں تعمیر کی گئی۔ چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ o فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًاؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ o ﴾ (آل عمران:۹۶، ۹۷)

''بے شک سب سے پہلا جو گھر لوگوں کے (عبادت) کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے (یعنی بیت اللہ الحرام) برکت والا اور سارے جہاں کو ہدایت کرنے والا۔ اس میں یعنی خانہ کعبہ میں کئی کھلی نشانیاں ہیں (اللہ کی قدرت کی، ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔ اور جو شخص اس کے اندر آئے اس کو امن مل جاتا ہے اور لوگوں پر حج کرنا بیت اللہ کا اللہ کے فرائض میں سے ہے، جو وہاں تک راہ پاسکیں۔ اور جو کوئی نہ مانے (یعنی باوجود قدرت کے حج نہ کرے یا حج کو فرض نہ جانے) تو اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے پروا ہے۔''

تعمیر بیت اللہ الحرام کی تکمیل اور اذانِ ابراہیمی سے ہی لوگوں کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ دنیا جہان کے ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر مقام سے بیت اللہ الحرام کا حج وطواف کرنے کے لیے جوق در جوق اور گروہوں کے گروہ مکہ مکرمہ کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ اور لوگ اس لیے بھی یہاں آتے ہیں تاکہ وہ یہاں بیت اللہ کے پاس نمازیں ادا کریں اور برکت وہدایت اور اجر عظیم حاصل کریں۔ وہ اجر وثواب کہ جس جیسا اجر کسی بھی دوسری مسجد میں حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ۔" اور مسجد حرام میں ایک نماز اس کے علاوہ دوسری کسی بھی مسجد میں ایک لاکھ نماز سے بھی افضل ہے۔" ❶

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس طرح عزت عطا فرمائی ہے کہ یہ شہر درج ذیل حدیث مبارک کے موجب اللہ تعالیٰ کو بھی ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عدی بن حمراء الزہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا اور آپ فرمار ہے تھے:

((وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ)) ❷

"اے سرزمین مکہ! بلاشبہ تو اللہ عزوجل کی ساری زمین سے بہتر زمین ہے اور اللہ عزوجل کے ہاں اللہ کی ساری زمین میں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں تجھ سے کبھی نہ نکلتا۔" (میری سکونت ہمیشہ تیرے اندر رہتی)

اسی لیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سرزمین کی کھلی کھلی جگہوں کو اپنے بندوں کے لیے عبادت کرنے کے مقامات اور قربان گاہیں بنا دیا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں پر مکہ مکرمہ کے سفر کا باقاعدہ قصد وارادہ کرنا فرض کر دیا ہے۔ اور اس سفر حج کو اسلام کے ارکان میں شامل کر دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز قرآن حکیم میں دو مقامات پر مکہ مکرمہ کا ذکر اس کی قسم اٹھا کر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿ لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ○ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ○ ﴾ (البلد:١، ٢)

"اے ہمارے حبیب وخلیل نبی! میں اس شہر (یعنی مکہ مکرمہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ اور تو ایک دن اس شہر میں آزاد ہوگا۔"

❶ سنن ابن ماجه/ كتاب اقامة الصلوات والسنة فيها/ باب ما جاء فى فضل الصلاة فى المسجد الحرام ومسجد النبى ﷺ/ حديث ١٤٠٦۔ صححه الالبانیؒ.

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٣٠٨٢۔ كتاب المناقب / ح : ٣٩٢٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِo لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍo ﴾ (تین: ۳'۴۹٤)

''اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم! بالتحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھے ڈھانچے میں بنایا ہے۔''

روئے زمین پہ کوئی ایسا خطہ و بقعہ ارضی نہیں ہے کہ جہاں ہر قدرت رکھنے والے مسلمان پر اس کی طرف سعی کرنا اور اس میں کسی گھر کا طواف کرنا واجب ہو سوائے مکہ مکرمہ کے۔ اور نہ ہی پوری زمین پر ایسا کوئی مقام ہے کہ جس کو بوسہ دینا مشروع ہو اور اس عمل سے غلطیاں، گناہ معاف ہو جائیں سوائے حجر اسود کے اور رکن یمانی کو ہاتھ کے ساتھ چھونے سے۔

اور جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارک میں نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، اللہ تبارو تعالیٰ نے تو مکہ کو اس وقت سے ہی محترم کر دیا تھا جب اس نے تمام آسانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا تھا۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ ؛ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ : ((إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي ، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ : لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا ، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ)) ❶

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا۔ جس دن اللہ رب العالمین نے تمام آسمان اور زمین پیدا کیے، اسی دن اس شہر (مکہ مکرمہ) کو حرم قرار دے دیا تھا۔ پس یہ شہر اللہ عزوجل کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کے لیے حرام ہی رہے گا۔ مجھ سے پہلے یہاں کسی کے لیے لڑنا جائز نہیں تھا اور میرے لیے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لیے جائز کیا گیا ہے۔ پس اب یہ مبارک شہر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ اس کی حدود میں نہ کسی درخت کا کانٹا توڑا جائے، نہ یہاں کے شکار کو ستایا جائے اور نہ ہی کوئی یہاں کی گری پڑی چیز کو اٹھائے، سوائے اس شخص کے جو (مالک تک چیز کو پہچانے کے لیے) اعلان کرے۔ اور نہ ہی یہاں کی ہری گھاس کاٹی جائے۔''

مگر نبی مکرم ﷺ کے اس فرمان جلیلہ اور اللہ عزوجل کی حرمت کے باوجود اس بلد حرام میں نہایت زیادہ

❶ أخرجه البخاري في كتاب الجزية والموادعة، باب إثم الغادر للبرِّ والفاجر۔ ح : ۳۱۸۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے بڑے فتنے وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔ اور اس میں اب تلک قتل انسانی کا کئی بار ارتکاب ہو چکا ہے۔ بیت اللہ الحرام کو بڑے بڑے نقصانات پہنچ چکے ہیں اور اسے کئی بار منہدم کیا اور جلایا جا چکا ہے۔ مگر یہ بلد حرام اور بیت اللہ الحرام آخر زمانے تک اللہ کریم کے دشمنوں اور اس کے دین، اسلام کے دشمنوں کے لیے ہمیشہ ہدف بنا رہے گا۔

ابرہہ اشرم کا حملہ

نبی مکرم و معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے پہلے والے زمانے میں ایک انتہائی بد بخت و نامراد شخص یمن کے بادشاہ ابرہہ اشرم نے منصوبہ بنایا کہ وہ (اپنی فوج لاکر) مکہ پر چڑھائی کر کے بیت اللہ الحرام کو منہدم کر دے گا تا کہ وہ لوگوں کو اس کے حج کرنے سے پھیر کر اس کنیسے (گرجا) کی طرف متوجہ کر دے کہ جسے اس نے یمن کے مرکزی شہر صنعاء میں تعمیر کیا تھا اور اس کنیسہ کا نام ''فلیس'' رکھا گیا تھا۔ اور پھر ابرہہ اپنا لشکر لے کر مکہ کی طرف چلا۔ اس کے ساتھ اس کا محمود نامی ایک بڑا طاقتور ہاتھی بھی تھا۔ ابرہہ اپنے راستے میں آنے والی ہر قوت کو شکست سے دو چار کرتا آگے بڑھتا رہا کہ جو بھی اس کے مدمقابل آئی حتی کہ وہ مکہ سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر رہ گیا۔ اور پھر جب (وادی محسر سے) ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کا ہاتھی بھی حملہ کے لیے تیار ہو گیا اور اس کا لشکر بھی اسلحہ لیس ہو گیا تا کہ وہ بیت اللہ الحرام کو منہدم کر کے واپس یمن کی طرف چلے جائیں تو انہوں نے ہاتھی کو مکہ کی طرف جب آگے بڑھانا چاہا وہ نیچے بیٹھ گیا اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر یمن کی طرف واپس چلانا چاہا تو وہ کھڑا ہو کر دوڑ پڑا۔ ان لوگوں نے اس کو شمالی جانب ملک شام کی طرف پھیرا تب بھی وہ چلنے لگا اور جب مشرقی جانب چلانا چاہا تو بھی اس نے دوڑ لگا دی۔ مگر مغربی جانب مکہ کی طرف آگے بڑھنے سے انکاری ہی رہا۔ جونہی اس کو اس طرف متوجہ کرتے وہ نیچے بیٹھ جاتا۔ اسی دوران اللہ تبارک وتعالیٰ نے سمندر سے ان پر پرندے بھیج دیے۔ ہر پرندے کے پاس چنے کے دانے برابر تین تین کنکر تھے جنہیں اٹھائے ہوئے ان پر وہ حملہ آور ہوتا۔ ایک پتھر سے اس کی چونچ میں اور دو پتھر اس کے دونوں پنجوں میں۔ یہ کنکر جس جس کو بھی لگے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ (گویا فضائی حملہ سے شیلنگ ہو رہی تھی) ابرہہ کی فوج کے ہر شخص کو یہ پتھر نہیں لگتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بہت سارے سپاہی جس راستے سے آئے تھے اسی راہ پر واپس بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور پھر وہ ہر راستے پر گرتے پڑتے یہاں سے نکل گئے۔ (جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا کر مرے) اور وہ ہر منزل، پڑاؤ پر ہلاک اور تباہ و برباد ہو گئے۔

ابرہہ کے جسم پر بھی زخم آئے۔ اس کے فوجی اسے اپنے ہمراہ لیے ہوئے یہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابرہہ کے جسم کا ایک ایک حصہ راستے میں (ان ابابیلوں کے کنکر لگنے کی وجہ سے) بکھرتا چلا گیا۔ اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے گر پڑیں۔ جب کوئی انگلی گرتی تو اس کی جگہ سے دیر تک لہو اور پیپ رستے رہتے۔ حتی کہ اسے وہ لوگ صنعاء لے کر پہنچ گئے۔ (یہاں تک پہنچتے پہنچتے اس کی حالت ایک چوزے جیسی ہوگئی۔ اعضاء جھڑ چکے تھے اور وہ گوشت کا ایک لوتھڑا بن کر رہ گیا تھا) مرنے سے پیشتر اس کا سینہ پھٹ گیا اور دل باہر آ گیا تھا۔ اللہ رب العزت نے اس کی سازش کو اس کے گلے میں ڈال دیا۔ اور اس کی قوت و تدبیر کو اس کی تباہی میں بدل دیا۔ ❶

(بموجب روایت ابن اسحاق و سیرۃ ابن ہشام) کہا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں کھسرا اور چیچک اسی سال پہلی بار دیکھی گئی تھی۔ اور اسی سال پہلے پہل عرب میں انتہائی بدمزہ و ناگوار پودے اسپند، اندرائن اور آک کی قسم کے دیکھے گئے تھے۔ (اس سے پہلے یہاں ان چیزوں کا نام و نشان تک نہ تھا) اس عظیم واقعہ کی وجہ سے اس سال کا نام ''عام الفیل...... ہاتھی والے واقعہ کا سال'' رکھا گیا۔ اور اسی سال نبی آخر الزمان، ختم الانبیاء والرسل، سید الجنۃ والبشر محمد رسول اللہ بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشی الہاشمی صلی اللہ علیہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ابرہہ اور اس کے ہاتھی کا قصہ و واقعہ کہ جس کو شیطان نے بیت اللہ الحرام کے گرانے کا منصوبہ سمجھایا۔ قیامت تک ہر اس شخص کے لیے عبرت بن کر رہ گیا ہے کہ جو اس سے نصیحت و عبرت حاصل کرنا چاہے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ عزوجل نے اس واقعہ پر قرآن نازل فرما دیا تھا جسے رہتی دنیا تک پڑھا جاتا رہے گا۔ چنانچہ رب العالمین نے اس واقعہ کے بارے میں سورۃ الفیل نازل فرمائی ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ ﴾ (الفیل)

''(اے پیغمبرؐ) کیا تو نے (اس واقعے پر) نظر نہیں کی۔ تیرے مالک نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا (سلوک) کیا۔ کیا اس نے ان کی ساری تدبیر خاک میں نہیں ملا دی۔ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے۔ وہ ان پر کھنگر کی پتھریاں مارتے تھے۔ پھر ان کو کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔''

اسی عام الفیل میں جو نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی تو دنیا جہان کی سب سے

❶ نفیل بن حبیب الخثعمی نے اس موقع پر کیا خوب کہا تھا۔ ؎

اَيْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰهُ الطَّالِبُ ۔۔۔ وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَيْسَ الْغَالِبُ

بھاگ نکلنے کی جگہ کہاں؟ اللہ کا قہر تلاش میں ہے۔ اور اشرم یعنی ابرہہ مغلوب ہو چکا ہے۔ وہ ہرگز غلبہ نہ پا سکے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم ترین اس شخصیت کے لیے دراصل ہزاروں سال پہلے آپ کے اجداد کرام، سادا تنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی۔

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ (البقرہ:۱۲۹)

''اے پروردگار ہمارے! اہل مکہ (اور ہماری نسل) میں سے ایک پیغمبر انہی میں سے مبعوث فرمانا جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں وہ کتاب اللہ العزیز (قرآن مجید) اور حکمت و دانائی (اپنی سنت و حدیث) کی تعلیم دے۔ اور وہ ان کو شرک و خرافات سے پاک کرے۔ بلاشبہ اے رب کریم! تو زبردست ہے حکمت والا۔'' ❶

چنانچہ اللہ کریم نے دنیا جہان کے تمام لوگوں کی طرف اپنے محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر ان دونوں بزرگوں کی دعا کو قبولیت کا شرف بخش دیا جو ختم الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ اسی مکہ معظّمہ میں اللہ رب العالمین نے آپ کی ولادت باسعادت کے چالیس سال بعد آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔

جب رسول اللہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال ہوئی تو بنو قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیر از سر نو کرنا چاہی۔ قریش نے آپ کا نام ''الامین...... نہایت دیانتدار'' رکھا ہوا تھا۔ بیت اللہ الحرام کی تعمیر کے دوران جب یہ لوگ حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئے تو ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا کہ یہ پتھر کون نصیب کرے گا؟ بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے درمیان وہی شخص فیصلہ کرنے والا ہو گا جو اگلی صبح سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو گا۔ چنانچہ اگلی صبح سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل والی شخصیت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھے ﷺ۔ جو ان سب کے نزدیک ''الامین اور الصادق'' کے ناموں سے معروف تھے۔ اور پھر آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ حجر اسود کو ایک کپڑے میں رکھ دیا جائے اور ہر قبیلے کا سردار اس کپڑے کے کناروں کو پکڑ کر اسے اوپر اٹھائے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا حتی کہ پتھر کو اس کی نصب کرنے والی جگہ کے برابر تک لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پتھر کو پکڑا اور اپنے دست مبارک سے اس کے مقام پر رکھ دیا۔ اور پھر باقی تعمیر اس کے اوپر کر دی۔

---

❶ یہاں رسولا...... سے مراد نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ہیں۔ ﷺ۔ کیونکہ سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی ذریّت میں نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نبی نہیں ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسیٰ بن مریم ←

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور اسلام کا غلبہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ پر وحی کا ابتدائی دور اچھے اور بالکل سچے خوابوں سے شروع ہوا۔ آپؐ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح بالکل صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ تنہائی پسند ہو گئے۔ اور آپؐ نے غار حراء میں خلوت نشینی اختیار فرمالی۔ آپ کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں وہاں مسلسل عبادت، اللہ کی یاد اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا آپ اپنا توشہ ہمراہ لیے وہاں قیام پذیر رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ کچھ سامان خورد ونوش ساتھ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جائے۔ یہی طریقہ جاری رہا، حتی کہ آپ پر حق منکشف ہو گیا۔ اور آپ غار حراء میں ہی (ماہ رمضان میں) قیام پذیر تھے کہ اچانک سیدنا جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے: اے محمد! پڑھئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَنَا بِقَارِئٍ۔ قَالَ : فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : إِقْرَأْ۔ قُلْتُ : مَا أَنَا بِقَارِئٍ۔ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : إِقْرَأْ۔ فَقُلْتُ : مَا أَنَا بِقَارِئٍ۔ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ [سورة العلق : ١ تا ٣]))

''میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ: فرشتے نے مجھے پکڑ کر اس قدر زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی۔ اس نے پھر مجھے چھوڑ کر کہا۔ پڑھو۔ میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھے پھر نہایت زور سے بھینچا کہ جس سے مجھے سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ اس نے تیسری بار پھر کہا: پڑھیں میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس

← کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں علیہم السلام۔ زمانہ حمل میں آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ اور خواب میں ملک شام کی تخصیص اس لیے ہے کہ آخر زمانہ میں شام ہی اسلام کا مرکز بنے گا اور جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول بھی شام میں ہوگا۔ صحیح احادیث میں جس گروہ حقہ کے تا قیامت رہنے کی خبر دی گئی ہے وہ بھی شام میں ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر بحوالہ مسند الامام احمد)...... الکتاب سے مراد قرآن مجید اور الحکمۃ...... سے مراد حدیث پاک ہے۔ یہی دونوں مصادر شریعت اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ تعلیم کتاب سے مراد: اس کے معانی و مطالب کی وضاحت کرنا ہے۔ اور ''پاک کرنے'' کا مطلب یہ ہے کہ: انہیں وہ شرک و معاصی سے پاک کرے اور اطاعت و اخلاص کی تعلیم دے۔ (تفسیر قرطبی اور فتح القدیر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے تیسری بار پھر مجھے پکڑ کر بھینچا (کہ جس سے میری طاقت جواب دے گئی) اور پھر اس نے چھوڑ کر کہا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o ﴾ (علق: ۱، ۳)

''اپنے اس رب کے نام کی مدد سے پڑھو جس نے پیدا فرمایا ہے۔ اس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا ہے پڑھو اور آپ کا رب بہتر زیادہ مہربان ہے۔''

پس یہ آیات آپ سیدنا جبریل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حراء سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔

نبی مکرم ﷺ وہاں سے سیدھے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ اہل خانہ نے آپ کو کمبل اوڑھا دیا۔ (آپ یونہی لیٹے رہے) حتیٰ کہ آپ کا ڈر جاتا رہا۔ پھر آپؐ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا اور فرمانے لگے: خدیجہ! مجھے تو اپنی جان کا خدشہ و خوف لگ گیا ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے عرض کیا: ہرگز نہیں اور آپ کا خیال درست نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! رب العالمین آپ کو کبھی بھی ضائع و غمگین نہیں کرے گا۔ آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں۔ بے کسوں کا بوجھ اپنے سر لے لیتے ہیں۔ مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں۔ مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔''

اسی وقت سے پھر مکہ مکرمہ میں پے در پے پورے تسلسل کے ساتھ حوادث و واقعات پیش آنا شروع ہو گئے اور نبی معظم و مکرم ﷺ پر قرآن حکیم کا نزول (ایک تھوڑے سے وقفہ کے بعد) لگاتار شروع ہو گیا۔ اور لوگ فرداً فرداً اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے بعد مردوں اور عورتوں کی جماعتوں کی جماعتیں اسلام کو اختیار کرنے لگیں حتیٰ کہ اسلام کا چرچا مکہ مکرمہ میں عام ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ دین حنیف کا کھلا اعلان کر کے لوگوں کو اللہ عزوجل کی توحید کی طرف دیں۔ پس اس سے آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ دشمنی کا اظہار کیا مگر رسول اللہ ﷺ اللہ رب العالمین کے دین کو غالب کرنے کے لیے اللہ عزوجل کے حکم پر چلتے رہے۔ آپ کو اس مشن سے کوئی چیز بھی روک نہ سکی جبکہ اس معاملہ کو ترک کر دینے کے لیے تمام قسم کے دباؤ، سودے بازیاں، مال، عزت و شرف اور بادشاہی کے لالچ بھی آڑے آئے مگر آپ پورے استقلال کے ساتھ اس مشن پر ڈٹے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کا ذکر و چرچا جزیرۃ العرب کے تمام شہروں میں پھیل گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے افعال واقوال کے ساتھ تکلیف دینا شروع کر دی۔ اسی طرح کمزور مسلمانوں کے ساتھ بھی نہایت برا سلوک کیا جاتا رہا۔ جس سے جتنا ممکن ہو سکا اس نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو سخت مصیبت وآزمائش میں ڈال دینے میں پورا پورا حصہ لیا۔ جس کافر کو کسی مسلمان مومن پر مقدرت ہوتی وہ اس کو قید میں بھی رکھتا اور اس کو مار، بھوک، پیاس اور مکہ کی سخت گرمی کے ذریعے عذاب وسزا بھی دیتا کہ جب گرمی سخت ہو جاتی۔ اور پھر ان ظالموں نے عمار بن یاسر کی ماں ام سمیہ رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیا۔ اس مسکینہ کا جرم یہ تھا کہ وہ اسلام کے علاوہ ہر چیز کا انکار کرتی تھی۔ یعنی شرک وخرافات اور کفر والحاد کا۔ یہ ظلم واستبداد اہل مکہ کا اہل ایمان پر جاری رہا حتی کہ اس ظلم وجبر نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اللہ کے مومن بندوں کو مکہ مکرمہ سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ انہیں اس آزمائش سے بچانے کی ابھی تک قدرت نہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود مکہ میں ہی رہ کر اللہ سے دعا کرتے رہے۔ ادھر مشرکین قریش نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف باہم ایک دوسرے سے حلف لے لیے اور پھر انہوں نے نبی مکرم ﷺ، بنو ہاشم اور بنو المطلب کے گرد اجتماعی اور اقتصادی گھیرا ڈالنے کے لیے باہم معاہدے کر لیے کہ وہ نہ ان سے شادی بیاہ کریں گے اور نہ ہی ان کو رشتے دیں گے۔ نہ ہی ان کو کوئی چیز بیچیں گے اور نہ ہی ان سے کوئی چیز خریدیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو اس معاہدہ پر مستحکم رکھنے اور باور کرانے کے لیے یہ معاہدہ ایک کاغذ پر لکھ کر اسے کعبۃ اللہ کے درمیان میں لٹکا دیا۔ (تاکہ ہر ایک کی اس پر نظر رہے)

رسول اللہ ﷺ حج کے مواقع پر اپنے آپ کو حاجیوں کے سامنے پیش کر کے ان کو اللہ عزوجل کی توحید خالص اور دین اسلام کی طرف بھرپور دعوت دیتے۔ آپ ﷺ نے اس عمل خیر کو مسلسل جاری رکھا حتی کہ مدینہ (یثرب) کے رہنے والے قبیلہ اوس وخزرج کے لوگوں کو خیر وبرکت عطا کرنے کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ انہوں نے نبی مکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کو اختیار کر لیا اور عقبہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اس طرح سے بیعت کی کہ وہ آپ کی بھرپور مدد کریں گے اور آپ کا فارغ ہر اس چیز (یعنی ہر قسم کے دشمن) سے اس طرح کریں گے جس طرح اور جس چیز سے وہ اپنی عورتوں اور بچوں کا دفاع کرتے ہیں۔ بعد میں ان لوگوں کا نام رسول اللہ ﷺ نے ''انصار'' رکھ دیا۔ اور پھر (بارہویں سال نبوت میں) مسلمانوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت شروع کر دی کہ جس میں اسلام بحمد للہ پھیل چکا تھا۔ اور پھر وہ مدینہ منورہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا وہاں انتظار کرنے لگے۔ ادھر مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سادا تنا ابوبکر صدیق اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما رہ گئے تھے۔ یا پھر بعض ایسے مسلمان کہ جن کو قید میں رکھا گیا تھا یا انہیں فتنہ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا تھا۔ اور پھر جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب و خلیل پیغمبر ﷺ کو مکہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی تو آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے مکہ کے قریب ہی جبل ثور کی ایک غار میں داخل ہونے کا قصد فرمایا اور اس میں یہ دونوں مقدس ہستیاں داخل ہو گئیں۔ ادھر قریش مکہ سے نکلے اور آپ کو تلاش کرنے لگے تاکہ آپ کو وہ پکڑ سکیں۔ مگر اللہ عزوجل نے ان کو نامراد ہی واپس پلٹا دیا۔ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے کہ جس کے تمام باشندگان رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکل آئے تھے۔

فتح مکہ:

اور اس کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی سلطنت و مملکت کی بنیاد رکھ دی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہونا شروع ہو گئے اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر بدر کے مقام پر اللہ عزوجل نے فتح عطا فرما دی اور یہی وہ معرکہ تھا جو ایمان اور کفر کے درمیان فاصلہ بڑھانے والا تھا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ مکہ بڑے بڑے واقعات میں سے ایک اور بڑے واقعہ کا مشاہدہ کرے اور یہ تھا سید الانبیاء والبشر محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر مکہ معظمہ کی فتح۔

چنانچہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینہ میں اہل اسلام کے لشکر محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مکہ شہر میں داخل ہوئے۔ اس لشکر میں تقریباً دس ہزار سرفروشان اسلام شامل تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کمانڈروں سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ وہ یہاں صرف اس سے جنگ کریں گے جو ان سے پہلے لڑے گا۔ مشرکین مکہ میں اس لشکر عظیم کا سامنا کرنے کی استطاعت نہ تھی۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ بیت اللہ العتیق کے پاس تشریف لائے اور اپنی سواری پر اس کے سات طواف کیے۔ پھر آپ کعبۃ اللہ الحرام کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں (دو رکعات) نماز پڑھی۔ پھر آپ نے کعبۃ اللہ کے اندر جو تصویریں تھیں انہیں مٹا دینے کا حکم فرمایا اور اسی طرح ان بتوں کو منہدم اور نیست و نابود کر دینے کا حکم بھی فرمایا کہ جو بیت اللہ الحرام کے اردگرد چاروں طرف رکھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر لوگ گروہوں کی صورت میں بھی اسلام کے اندر داخل ہوئے اور انفرادی طور پر بھی۔ اور نبی مکرم ﷺ نے اس موقع پر قریش کو معاف کرتے ہوئے ان کی جان بخشی کر دی۔

پھر ہجرت کے دسویں سال مکہ مکرمہ نے رسول اللہ ﷺ کے حجۃ الوداع کا مشاہدہ بھی کیا تھا۔ حجۃ الوداع کے بعد نبی مکرم ﷺ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور پھر دو ماہ کچھ دنوں کے بعد آپ وفات پا کر اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب کریم سے جا ملے اور مدینہ منورہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا

یزید بن معاویہ کے لشکر کا مکہ پر حملہ:

ماہ محرم ۶۴ ہجری کے آخری دنوں میں مکہ مکرمہ نے اپنے بڑے حوادث میں سے ایک اور بڑے واقعہ و حادثۂ فاجعہ کا مشاہدہ کیا۔ یزید بن معاویہ کی طرف سے مقرر کردہ ایک کمانڈر حصین بن نمیر اپنا لشکر لے کر یزید بن معاویہ کی مخالفت کرنے پر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور اہل بادیہ میں سے ہر اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مکہ معظّمہ پہنچا کہ اس ضمن میں جو بھی اس کے آڑے آئے گا۔ ادھر اہل مدینہ کے اشراف میں سے جو لوگ باقی بچ رہے تھے وہ جماعتوں کی صورت میں جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ آ ملے۔ اسی طرح اہل یمامہ کی ایک بڑی جماعت بھی ابن عامر الحنفی کی قیادت میں ان کے ساتھ آ ملی تاکہ وہ شامیوں سے بیت اللہ الحرام کا دفاع کر سکیں۔ چنانچہ حصین بن نمیر مکہ کے بالائی حصے میں آ کر فروکش ہو گیا۔ ادھر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکی لشکر اور باہر سے آنے والے امدادی دستوں کو ساتھ لے کر اس کی طرف چلے اور پھر دونوں کے مابین شدید لڑائی ہوئی۔ شامیوں نے اہل مکہ پر نہایت سخت قسم کا حملہ کیا جس سے مکہ والوں کی حالت ظاہر ہو گئی (کہ ان کے پاس طاقت بہت کم ہے) اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خچر نے ٹھوکر کھا کر آپ کو گرا دیا۔ مگر اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے رات گئے تک انتہائی صبر سے ان کا مقابلہ کیا اور وہ آپ سے دور ہٹ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے ماہ محرم کے باقی دن اور صفر کا پورا مہینہ جنگ کو جاری رکھا۔ اور پھر جب ربیع الاول ۶۴ ہجری کی تین تاریخ ہفتہ کا دن آیا تو شامیوں نے منجنیقیں (جدید دور کی توپیں) نصب کر لیں اور ان کے ذریعے آگ برسانے لگے۔ جس سے کعبۃ اللہ الحرام کے پردے، اس کی لکڑیاں اور اس کی چھت سمیت سب کچھ جل گیا۔ حصین بن نمیر کا یہ حصار ماہ ربیع الثانی کے آغاز تک جاری رہا۔ اسی دوران کچھ لوگ یزید بن معاویہ کی وفات کی خبر لے کر پہنچ گئے۔ جس سے شامی لشکر کو شکست ہوئی اور وہ رسوا ہو کر واپس پلٹ گئے۔ اس وقت جنگ ٹھنڈی پڑ گئی اور فتنے کی آگ بجھ گئی۔ اسی سال سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ الحرام کو منہدم کروا کر اسے از سر نو تعمیر کیا۔ اس لیے کہ کعبۃ اللہ الحرام اوپر سے نیچے تک نہایت کمزور ہو چکا تھا اور اس کی دیواریں منجنیق کے پتھر لگنے سے ایک طرف کو جھک گئی تھیں۔

حجاج بن یوسف ثقفی کا حملہ:

۷۲ ہجری کے ماہِ محرم میں حجاج بن یوسف ثقفی نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے شامی لشکر کے ساتھ مکہ معظّمہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ پانچ مہینے اور سترہ دنوں تک جاری رہا۔ حجاج بن یوسف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظالم نے بھی مکہ مکرمہ پر منجیق نصب کر دی۔ تاکہ وہ اہل مکہ کو خوفزدہ کر کے انہیں امان طلب کرنے اور عبدالملک بن مروان بن حکم کی اطاعت پر مجبور کر دے۔ حالات و واقعات پیچھے دوسرے باب کے آخر میں گزر چکے ہیں۔

قرامطہ کا حملہ:

۳۱۷ ہجری کے حج کی بات ہے کہ دنیا جہان کے چہار جانب اور دور دراز کے علاقوں سے حجاج کرام حج کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے ہوئے تھے۔ انہیں اس بات کی خبر بھی نہ تھی کہ آٹھ ذوالحجہ کو ان پر قرامطہ نے اچانک حملہ کر دیا۔ ان کے مال لوٹ لیے اور ان کا قتل عام کرنے لگے۔ انہوں نے اہل مکہ اور حاجیوں کو مکہ کی گلیوں بازاروں، مکہ کی گھاٹیوں، مسجد حرام کے اندر اور مطاف میں حاجیوں کی ایک کثیر خلقت کو قتل کر دیا۔ قرامطہ کا کمانڈر ابو طاہر سلیمان بن ابو سعید الجنابی ملعون کعبۃ اللہ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ جبکہ لوگ اس کے اردگرد چیخ رہے تھے اور تلواریں حرمت والے مہینے میں یوم ترویہ کو مسجد حرام کے اندر لوگوں کی گردنیں اتار رہی تھیں۔ یعنی اس دن کہ جو سال بھر کے سب سے معزز و مشرف دنوں میں شمار ہوتا ہے۔ اہل ایمان و اسلام ان ظالموں سے دور بھاگ رہے تھے اور پھر بیت اللہ الحرام کے پردوں میں چھپ کر اس سے چمٹ رہے تھے۔ مگر ان کا دنیا جہان کے سب سے معزز و محترم گھر کے ساتھ چمٹنا بھی انہیں ظالموں اور فاسقوں کی تلواروں سے بچا نہ رہا تھا۔ بلکہ اسی حالت میں ان کو قتل کیا جا رہا تھا۔ لوگ طواف بھی کر رہے تھے مگر انہیں دوران طواف ہی قتل کیا جا رہا تھا۔

اس قرمطی ظالم ابو طاہر لعین نے جب اہل ایمان و اسلام کو قتل کر کے اپنا جی ٹھنڈا کر لیا اور حجاج کرام کے ساتھ جو اس نے شنیع و قبیح معاملہ کرنا تھا وہ کر لیا تو اس نے اہل ایمان و اسلام کی لاشوں کو بئر زمزم میں پھینک کر اسے پاٹ دینے کا حکم دیا۔ بچ جانے والے بہت سارے مقتولین کو مسجد حرام کے اندر ان کی قتل گاہوں پر ہی دفن کر دینے کا اس ظالم نے حکم دے دیا۔ بئر زمزم پر تعمیر شدہ گنبد کو بھی اس نے گرا دیا۔ کعبۃ اللہ الحرام کے دروازے کو اتار لینے کا اس نے حکم دیا اور بیت اللہ الحرام کے پردوں کو بھی اس نے چھین کر اتار لیا۔ اور پھر ان کپڑوں کو پھاڑ کر اپنے ساتھیوں کے درمیان بانٹ دیا۔ ایک آدمی کو اس نے حکم کہ وہ کعبۃ اللہ الحرام کے پرنالے کی طرف چڑھ کر اسے اتار لے۔ ایک آدمی چڑھا لیکن اپنے سر کے بل گر کر مر گیا۔ یہ دیکھ کر خبیث و لعین ابو طاہر میزاب کعبہ کے اتارنے سے باز آ گیا۔ پھر اس نے حجر اسود کو اتار لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک آدمی نے آ کر حجر اسود پر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہتھوڑے کے ساتھ ضربیں لگانا شروع کر دیں اور بکواس کرنے لگا: لشکر ابرہہ پر کنکر پھینکنے والے ابابیل کہاں ہیں؟ کھنگر کے پتھر کہاں ہیں؟ (جن کے بارے میں قرآن نے بتلایا ہے کہ انہیں یہ ابابیل لشکر ابرہہ پر پھینکتے تھے) پھر اس نے حجر اسود کو اکھاڑ کر اتار لیا اور جب جانے لگے تو اسے اپنے ملک کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ واقعہ عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے میں پیش آیا تھا۔

اور پھر جب یہ ابو طاہر سلیمان بن ابو سعید الجنابی القرمطی حجر اسود کو ساتھ لے کر اپنے ملک کی طرف واپس پلٹنے لگا تو مکہ کا امیر اپنے اہل وعیال اور اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس کے پیچھے چلا اور اس نے ابو طاہر سے عرض گزاری کی کہ وہ حجر اسود کو واپس کر دے تاکہ اسے اس کی جگہ پر نصب کیا جا سکے۔ اور اس کے لیے اس نے اپنے پاس جتنا مال تھا سب کا سب اسے دینے کی پیشکش بھی کی مگر وہ ظالم اس بات کی طرف متوجہ ہی نہ ہوا۔ تب امیر مکہ نے اس سے جنگ کی۔ جس کے نتیجے میں ابو طاہر قرمطی نے اسے بھی قتل کر دیا اور اس کے ہمراہ اس کے اکثر اہل خانہ (بیوی بچوں) کو بھی۔ ان کے ساتھ ساتھ اس نے اہل مکہ کو بھی قتل کر دیا اور امیر مکہ کے لشکر کو بھی۔ اور پھر وہ اپنے ساتھ حجر اسود اور حاجیوں کے اموال کے لیے ہوئے اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس ملعون شیطان ابو طاہر نے مسجد حرام میں ایسے الحاد کا ارتکاب کیا کہ ایسا اس سے قبل کوئی بھی یہ فعل شنیع وعمل جہنم نہ کر سکا تھا۔ البتہ یہ ضرور ہو گا کہ وہ رب العزت القہار الجبار اسے اس سے بڑھ کر اس بدبختی والے فعل خبیث پر ایسا عذاب دے گا کہ اس جیسی سزا کوئی بھی نہیں دے سکتا اور اس جیسا مشکیں باندھ کر مضبوط جکڑنا کسی اور کو نہیں آتا۔

اور پھر بائیس سال بعد ماہ ذی القعدہ ۳۳۹ ہجری میں حجر اسود بیت اللہ الحرام میں اپنی جگہ پر واپس لوٹا دیا گیا۔ اس سے تمام اہل اسلام کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

جہیمان کا مسجد حرام پر قبضہ:

ہمارے ہی اس دور کی بات ہے کہ: ماہ محرم ۱۴۰۰ھ کے پہلے منگل والے دن یعنی ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء کی بات ہے کہ اہلِ مکہ ایک اور بہت بڑے حیران کن اور مردود حادثہ کی وجہ سے بھونچکا کر رہ گئے۔ یہ ایک غیر متوقع فتنہ تھا۔ ہوا ایسے کہ: کلاشنکوفوں اور دوسری آگ، گولیاں برسانے والی گنوں سے اسلحہ لیس آدمیوں کا ایک گروہ امام مہدی کے ظہور کا اعلان کرنے کے لیے مسجد حرام پر قابض ہو گیا۔ یعنی وہ مہدی کے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ وہ آخر زمانے میں ظاہر ہو گا اور اس کا نام نبی مکرم ﷺ کے نام پر ''محمد'' ہو گا (اور اس کے باپ کا نام بھی رسول اللہ ﷺ کے باپ کے نام پر عبداللہ ہو گا۔ اور وہ خاص آپ کی آل میں سے ہو گا)

یہ لوگ اپنے ہمراہ ایک شخص کو لائے جس کا نام محمد بن عبداللہ القحطانی تھا۔ ان لوگوں کا گمان تھا کہ یہی شخص امام مہدی ہے۔ اور یہ کہ مہدی موعود کے تمام اوصاف اس شخص میں پائے جاتے ہیں۔ حرم پہ قبضہ کر لینے کے بعد ان لوگوں نے یہاں مسجد حرام میں موجود لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے انہیں امام مہدی کے متعلق نبی مکرم ﷺ کی احادیث پڑھ کر سنائیں۔ اور اس کے بعد انہوں نے حجر اسود والے کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی جیسا کہ احادیث میں ذکر ہوا ہے کہ امام مہدی اس جگہ پر اہل ایمان سے بیعت لیں گے۔

اس دستے کے تمام اسلحہ لیس افراد مسجد حرام میں پھیل گئے اور انہوں نے مسجد کے تمام دروازوں تہہ خانوں' اذان کے مقامات اور بلند میناروں پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے ایسے مقامات کا انتخاب کیا کہ جہاں سے پوری مسجد حرام اور اس کے اردگرد کے تمام مقامات حتی کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر قبضہ کی اجازت دی جا سکے۔ اس کاروائی میں مستعمل دستے کے کمانڈر کا نام ''جہیمان بن محمد بن سیف العتیبی'' تھا۔

ادھر مملکت عربیہ سعودیہ کے کبار علماء کرام نے اس گروہ سے قتال کا فتویٰ صادر کر دیا کہ جس نے البلد الحرام میں حرمت والے مہینے کے اندر بیت اللہ الحرام کے تقدس کو پامال کر کے رکھ دیا تھا۔ ان علماء کرام کا اس فتویٰ کے لیے استدلال اللہ عزوجل کا یہ ارشاد گرامی تھا:

﴿ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ج فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ○ ﴾ (بقرہ: ۱۹۱)

''اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور انہوں نے تم اہل ایمان کو جہاں سے نکالا ہے (یعنی مکہ سے) تم بھی ان کو وہاں سے نکال باہر کرو۔ اور فتنہ (دین کی خرابی، بغاوت، شرک و کفر اور فساد) قتل سے بدتر ہے۔ اور مسجد حرام کے پاس ان سے مت لڑو جب تک کہ وہ تم سے اس جگہ نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم سے مسجد حرام میں لڑیں تو تم بھی ان کو قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔''

علاوہ ازیں ان علماء نے دیگر آیات و احادیث مبارکہ سے استدلال کر کے یہ فتویٰ جاری کیا جس کے نتیجے میں امن قائم کرنے والی سعودی فورس حرکت میں آ گئی۔ اور حرم میں پہنچ کر انہوں نے کئی بار اس اسلحہ لیس جماعت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیں تا کہ کسی کا خون نہ بہایا جا سکے اور حرم کے تقدس کی حفاظت بھی ہو سکے۔ مگر ان لوگوں نے سعودی فورس پر آگ کی بارش کر دی (گنوں سے گولیاں برسانا شروع کر دیں) جس کے نتیجے میں مسلحہ فورس نے صورت حال کو آسانی کے ساتھ قابو میں لانے کے لیے حرم پاک کو گھیرے میں لے لیا۔

اس کے بعد اس شر پسند دستے سے حرم مقدس کو پاک کرنے کے لیے عسکری فورس نے اپریشن شروع کر دیا۔ انہوں نے اس کاروائی کے دوران حرم پر قبضہ کرنے والے گروہ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لیے آنسو گیس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری بے ہوش کرنے والی گیسوں کا استعمال کیا۔ چنانچہ ان میں سے بعض افراد نے ہتھیار ڈال دیے۔ جبکہ دوسرے گروپ مقابلے میں ڈٹے رہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس جماعت کے افراد کی تعداد تقریباً دو سا ساٹھ (۲۶۰) افراد پر مشتمل تھی۔ ان میں تیئس عدد عورتیں اور بچے بھی تھے۔ زیادہ اکثریت سعودیوں کی تھی جبکہ ان کے ساتھ دوسرے ملکوں کے بھی کچھ افراد ملے ہوئے تھے۔

مسجد حرام کو اس گروہ سے پاک کرنے کے لیے اس کاروئی میں تقریباً دو ہفتوں کا وقت لگا۔ اور اس کا نتیجہ درج ذیل رہا: اس گروہ کے افراد میں سے ایک سو ستره آدمی مارے گئے اور ان میں سے وہ شخص بھی شامل تھا جس کے بارے ان کا گمان تھا کہ وہ امام مہدی ہے۔ عسکری فورسز میں سے ایک سو ستائیس افراد مقتول ہو گئے جبکہ ان میں سے چار سو اکاون (۴۵۱) اشخاص زخمی ہو گئے تھے۔

یہ فتنہ سترہ دنوں تک مسجد حرام میں نماز اور طواف کے رکے رہنے کا سبب بنا۔ ابتدائے اسلام سے اس واقعہ تک مسجد حرام کی تاریخ میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ حرم پاک میں پچاسی (۸۵) فرض نمازیں اور دو جمعے ادا نہ کیے جا سکے۔ اور پھر ملک خالد بن عبدالعزیز آل سعود نے سترہ محرم جمعرات کے دن مغرب کی نماز مسجد حرام میں ادا کی۔ اور یہ پہلی نماز تھی جو اس واقعہ کے اختتام پر حرم کے دروازے نماز کے لیے کھولے جانے کے بعد ادا کی گئی تھی۔ دوسرے دن جو کہ جمعہ کا دن تھا مسجد حرام ان تمام نمازوں کے اژدھام سے مکمل بھر گئی جو مختلف شہروں اور مختلف علاقوں سے یہاں پہنچے تھے۔ اس کے بعد کہ اللہ عزوجل کے سامنے اس کے بیت عتیق کے قریب وہ خشوع و خضوع سے عبادت کرنے کے لیے ایک لمبے وقت کے لیے ترس گئے تھے۔

اس سال ۱۴۰۰ ہجری کے ماہ صفر کی اکیس تاریخ بدھ والے دن...... یعنی اس فتنہ کے آغاز سے ٹھیک سات ہفتوں کے بعد اس گروہ کے پکڑے جانے والے افراد میں سے تریسٹھ افراد کے سر قلم کر دیے گئے۔ جن میں سے اکتالیس (۴۱) سعودی، دس مصری، سات یمنی، تین کویتی، ایک عراقی اور ایک سوڈانی تھے۔ عدالتی فیصلے کی تنفیذ کے لیے ان لوگوں کو آٹھ بڑے شہروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ انیس افراد کو مختلف مدتوں کے لیے قید کا حکم سنایا گیا۔ جبکہ عورتوں کو دو سال قید کی سزا ان کی دینی اور تربیتی اصلاح کی رعایت کے ساتھ دی گئی۔ باقی اڑتیس آدمیوں کو آزاد کر دیا۔

جہاں تک ان بڑے بڑے واقعات و حادثات کا تعلق ہے کہ جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سے لے کر قیامت تک والے زمانہ مستقبل میں مکہ مکرمہ کے اندر اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد حرام میں بیت اللہ الحرام کے پاس وقوع پذیر ہوں گے سو وہ درج ذیل ہیں:

امام مہدی رحمہ اللہ کا ظہور:

((عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي ، مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ)) ❶

''ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سماعت کیا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: مہدی میری نسل میں اور فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔''

((لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْهِ رَجُلاً مِنِّي — أَوْ — مِنْ أَهْلِ بَيْتِي ، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اِسْمِي ، وَاسْمُ أَبِيْهِ اسْمَ أَبِي ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلاً ، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا)) ❷

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا کا ایک دن بھی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا لمبا کر دیے گا کہ اس میں ایک شخص مجھ سے یا (راوی حدیث حضرت زر کو شک ہے کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا یا نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا کہ) وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ اس کا نام میرے نام جیسا ''محمد'' ہوگا۔ اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ''عبداللہ'' ہوگا۔ وہ عدل و انصاف سے زمین کو بھر دے گا۔ جس طرح کہ وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔''

اس مہدی (محمد بن عبداللہ الفاطمی الہاشمی رحمہ اللہ) کی اصلاح اللہ عزوجل ایک رات میں فرما دیں گے۔ اسے سیدھی راہ کی ہدایت دے کر، اس کی اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتے ہوئے توفیق بھی عطا فرما دیں گے۔ یہ سات یا نو سال تک خلافت علی منہاج النبوۃ کو قائم کریں گے جس سے امت اسلامیہ ایسی اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ہوگی کہ اس جیسی نعمتیں انہیں کبھی نہ ملی ہوں گی۔ مال بے بہا اور بے شمار ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہو کر کہے گا: جناب مہدی! مجھے عطا کیجیے اور وہ کہیں گے: یہ لو۔ اور پھر اس کے کپڑے میں اتنا مال رکھ دیں گے کہ جسے اٹھا کر لے جانے کی اس میں استطاعت نہ ہوگی۔ اور امام مہدی رحمہ اللہ کے دور میں پھل بہت زیادہ ہوں گے اور کھیتیاں گھنی اور نفع بخش ہوں گی۔ اور مال وافر ہوگا۔ سلطنت اسلامیہ نہایت مضبوط ہو گی۔ اللہ کا دین (اپنی مکمل ہیئت وصورت میں) قائم ہوگا جبکہ دشمن عاجز و درماندہ اور ذلیل و رسوا ہو جائے گا اور

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٦٠٣ـ كتاب المهدي / ح : ٤٢٨٤

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٦٠١ـ كتاب المهدي / ح : ٤٢٨٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے زمانہ میں خیر و برکت ہمیشہ رہے گی۔

دھنس جانے والا لشکر:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((أَلْعَجَبُ ، إِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِي يُؤُمُّونَ الْبَيْتَ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ ، قَدْ لَجَأَ بِالْبَيْتِ ، حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ)) فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّ الطَّرِيقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ قَالَ: نَعَمْ ، فِيهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُورُ ، وَابْنُ السَّبِيلِ ، يَهْلِكُونَ مَهْلَكًا وَاحِدًا ، وَيَصْدُرُونَ مَصَادِرَ شَتَّى ، يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ)) ❶

''(ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار نبی مکرم ﷺ نے سوتے میں اپنے ہاتھ پیر ہلائے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے سوتے میں وہ کام کیا جو پہلے کبھی نہیں کرتے تھے) آپ نے فرمایا: تعجب ہے کچھ لوگ میری امت کے ایک شخص کے لیے کعبۃ اللہ کا قصد کریں گے جو قریش میں سے ہو گا۔ اور وہ خانہ کعبہ کی پناہ لے گا۔ حتی کہ جب وہ مقام بیداء میں پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! راستے میں تو سب قسم کے لوگ چلتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، ان میں ایسے لوگ ہوں گے جو ارادۃً آئے ہوں گے اور وہ بھی ہوں گے جو مجبوری سے آئے ہوں گے اور ان میں مسافر بھی ہوں گے۔ لیکن یہ سب کے سب یکبارگی ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان سب کو مختلف نیتوں پر اٹھائے گا۔''

((سَيَعُوذُ بِهٰذَا الْبَيْتِ)) يعني الكعبة ((قَوْمٌ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا عَدَدٌ وَلَا عُدَّةٌ ، يُبْعَثُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ ، حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ)) ❷

''(ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اللہ کے اس گھر یعنی کعبۃ اللہ الحرام کی پناہ ایسے لوگ لیں گے جن کے پاس روک نہ ہو گی۔ (یعنی وہ دشمن کو روکنے کی طاقت نہ رکھیں گے) نہ ان کا شمار ہی زیادہ ہو گا (یعنی ایک چھوٹی سی جماعت کی صورت میں ہوں گے) اور نہ ہی ان کے پاس سامان ہو گا۔ ان کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ اس لشکر کے لوگ جب زمین کے ایک صاف میدان میں پہنچیں گے تو سب کے سب دھنس جائیں گے۔''

اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الفتن ، وأشراط الساعة۔ ح : ٧٢٤٤

❷ أخرجه مسلم في كتاب الفتن وأشراط الساعة۔ ح : ٧٢٤٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَيَؤُمَّنَّ هٰذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُونَهُ ، حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ ، يُخْسَفُ بِأَوْسَطِهِمْ وَيُنَادِي أَوَّلُهُمْ آخِرَهُمْ ، ثُمَّ يُخْسَفُ بِهِمْ ، فَلَا يَبْقٰى إِلَّا الشَّرِيْدُ الَّذِي يُخْبِرُ عَنْهُمْ)) ❶

''اس بیت اللہ الحرام کی لڑائی کے لیے ضرور ایک لشکر اس کا ارادہ کرے گا، مگر جب اس لشکر والے ایک صاف چٹیل میدان میں پہنچیں گے تو اس لشکر کا قلب (یعنی درمیانی حصہ کے لوگ) دھنس جائے گا اور مقدمہ (یعنی آگے) کا لشکر پیچھے (ساقہ) والوں کو پکارے گا: اور پھر سب دھنس جائیں گے اور کوئی ان میں سے باقی نہ بچے گا۔ مگر صرف ایک آدمی ان میں سے چھوٹا ہوا، جو ان کا حال بیان کرے گا۔''

تو اس لشکر میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو قصداً وارادۃً ان کے ساتھ ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جنہیں مجبور کر کے اس لشکر میں شامل کیا گیا ہوگا۔ اور مسافر بھی ہوں گے جو ان کے ساتھ چل رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ دنیا میں ان سب پر ہلاکت واقع ہو جائے گی، مگر قیامت والے دن اپنی نیتوں کے مطابق ان کو اٹھایا جائے گا اور پھر اسی کے مطابق ان کو اچھا یا برا بدلہ دیا جائے گا۔

دو پتلی پنڈلیوں والا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پتلی پتلی پنڈلیوں والا ایک حبشی آدمی کعبۃ اللہ کو ڈھا دے گا۔'' ❷ یہ ایک حبشی آدمی ہوگا۔ کالے سیاہ رنگ اور گنجے سر والا کہ جس کے اعضاء جسمانی ٹیڑھے ہوں گے۔ پتلی باریک پنڈلیوں والا کہ جن کے درمیان ایک واضح فاصلہ ہوگا۔ وہ مکہ پر چڑھائی کر کے کعبۃ اللہ الحرام کو منہدم کر دے گا اور اس کے ایک ایک پتھر کو اپنی کدال اور پھاوڑے کے ساتھ دیواروں سے الگ کر دے گا۔ یہ حادثہ بالکل قیامت کے قریب آخر زمانے میں پیش آئے گا۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((يُبَايَعُ لِرَجُلٍ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ ، وَلَنْ يَسْتَحِلَّ الْبَيْتَ إِلَّا أَهْلُهُ ، فَإِذَا اسْتَحَلُّوْهُ فَلَا يُسْأَلُ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ، ثُمَّ تَأْتِي الْحَبَشَةُ فَيُخَرِّبُوْنَهُ خَرَابًا لَا يُعْمَرُ بَعْدَهُ أَبَدًا ، وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ)) ❸

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الفتن وأشراط الساعة ح : ٧٢٤٢

❷ صحيح البخاری/ كتاب الحج/ باب هدم الكعبة/ حديث ١٥٩٦

❸ مسند الامام احمد : ٢٩١،٢، ٧٨٩٧ وقال احمد شاکر اسناده صحيح وصححه الحاكم فی المستدرك : ٤٥٢/٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آخر زمانے میں ایک آدمی (امام مہدی محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ) کے لیے حجر اسود والے کونے اور مقام ابراہیم کے مابین (جہاد فی سبیل اللہ اور امامت کبریٰ کے لیے) بیعت لی جائے گی (اور پھر ایک لمبے عرصے کے بعد) بیت اللہ الحرام کو ہرگز (لوٹ لینے اور اسے ڈھا دینے کو) حلال و جائز نہ سمجھیں گے مگر صرف مکہ والے ہی۔ چنانچہ جب وہ اس کام کو جائز قرار دے لیں گے تو پھر عربوں کی ہلاکت و تباہی کے بارے میں کسی سے نہیں پوچھا جائے گا۔ پھر حبشی آئیں گے اور اس کو ایسا تباہ و برباد کریں گے کہ اس کے بعد اس کی تعمیر کبھی بھی نہ ہو سکے گی۔ اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو اس کے خزانے کو نکال لیں گے۔''

عین ممکن ہے کہ بیت اللہ الحرام کی تخریب کاری اس کے بعد ہو کہ اہل مکہ کے ساتھ وہ واقعہ پیش آ جائے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے:

((سَيَخْرُجُ أَهْلُ مَكَّةَ مِنْهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوهَا ، أَوْ لَا تُعْمَرُ إِلَّا قَلِيْلًا ، ثُمَّ تُعْمَرُ وَتَمْتَلِئُ وَتُبْنٰى ، ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ مِنْهَا فَلَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهَا أَبَدًا)) ❶

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ اہل مکہ اس مقدس شہر سے نکل جائیں گے اور پھر اسے آباد نہیں کریں گے یا (راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے فرمایا) اس کے بعد بہت تھوڑا اسے آباد کیا جائے گا۔ پھر اس کی تعمیر (کچھ زمانے کے بعد) دوبارہ کی جائے گی اور یہ پھر بھر جائے گا اور اس کی عمارتیں بن جائیں گی۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ وہ مکہ سے دوبارہ (ایک زمانہ کے بعد) نکل جائیں گے اور پھر اس کی طرف کبھی نہیں پلٹیں گے۔''

تو اس حالت میں مکہ مکرمہ اہل ایمان سے خالی ہو جائے گا اور عین ممکن ہے کہ حج بھی موقوف ہو جائے (کوئی حج کرنے آئے ہی نہیں) اور بیت اللہ اور مسجد حرام کو چھوڑ دیا جائے۔ تب لگتا ہے کہ اس دور میں اس مذکورہ بالا پتلی پتلی پنڈلیوں والے حبشی کو کھلا موقع مل جائے کہ وہ کعبۃ اللہ الحرام کو ڈھانے کے لیے مکہ پر چڑھائی کر دے اور وہ مکہ میں ہرگز ایسے کسی شخص کو نہ پائے کہ جو اسے اس فعل شنیع سے روک سکے۔ چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ الحرام کا حج اور عمرہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی ہوتا رہے گا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج بند نہ ہو جائے۔'' ❷

---

❶ مسند أحمد، رقم: ٧٨٩٧، وقال أحمد محمد شاكر: إسناده صحيح (٣/٣٤٧ـ١٤٧٩٤

❷ صحيح البخاري/ كتاب الحج/ باب قوله الله تعالىٰ: جعل الله الكعبة البيت الحرام قيامًا للناس/ حديث ١٥٩٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم ﷺ کی مدینہ منورہ سے محبت:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ)) ❶

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! مکہ مکرمہ سے ہماری محبت کی طرح مدینہ منورہ کو بھی ہمارے نزدیک نہایت محبوب بنا دے یا پھر اس سے بھی زیادہ پسندیدہ۔''

مدینہ منورہ

لفظ ''المدینہ'' اسم علم ہے جو کہ ایک معروف شہر پر بولا جاتا ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ مدینہ منورہ کا تذکرہ قرآن میں بھی چند ایک بار ہوا ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (المنافقون:٨)

''کہتے ہیں: اگر ہم (اس سفر سے) لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت والا ذلت والے کو ضرور نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ عزت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کے پیغمبر کی اور مسلمانوں کی (وہی غالب ہوں گے) مگر منافق (ان باتوں کو) نہیں جانتے۔''

نبی مکرم و معظم ﷺ کے یہاں تشریف لے آنے سے قبل مدینہ منورہ کا نام ''یثرب'' تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ ﴾ (الاحزاب:١٣)

''اور جب منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا مدینے والو! اب تم (دشمنوں کے مقابل) ٹھہر نہیں سکتے (تو بہتر یہ ہے) کہ لوٹ چلو۔ اور ان میں سے ایک گروہ پیغمبر سے (گھر جانے کی) اجازت مانگنے لگا۔ وہ کہنے لگے: ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر کھلے (بے آڑ) نہ تھے۔ ان کی تو غرض یہ تھی کہ بس (کسی طرح) بھاگ جائیں۔''

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب كراهية النبي ﷺ أن تعرى المدينة ح : ١٨٨٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا جاتا ہے کہ اس شہر کا پہلا نام "یثرب بن قانیہ" کے نام پر رکھا گیا تھا کہ جو "ارم بن سام بن نوح" کی اولاد میں سے تھا۔ اس لیے کہ یثرب بن قانیہ پہلا شخص تھا کہ جو پہلی بار اس جگہ پر فروکش ہوا تھا۔ علاوہ ازیں بھی کچھ اقوال ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہاں تشریف لانے کے بعد اس شہر کا نام طیبہ اور طابہ رکھا۔ (یعنی مدینہ طیبہ) اس شہر کے پہلے ساکنین عمالقہ تھے۔ پھر یہاں بنواسرائیل کی ایک بڑی جماعت آکر فروکش ہوگئی اور ان کے بعد جب ملک یمن میں ایک ڈیم کا بند ٹوٹنے کی وجہ سے "العرم" نامی سیلاب آیا تو آل سبا کے وہاں سے نکل کر دنیا میں بکھر جانے کے عمل میں عربوں کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج یہاں آکر آباد ہوگئے۔

اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعمر چالیس سال بعثت کے بعد آپ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے تیرہ سال تک اللہ عزوجل کی توحید اور دین اسلام کی طرف دعوت دیتے رہے اور اس کے بعد آپ کو مکہ سے ہجرت کر جانے کا حکم ہوگیا اور آپ (اللہ عزوجل کے حکم سے) مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ ، فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ ......الخ)) [1]

"میں نے خواب میں دیکھا کہ: میں مکہ سے ایک ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوروں کے باغات ہیں۔ اس پر میرا ذہن ادھر گیا کہ یہ مقام یمامہ یا ہجر ہوگا۔ لیکن وہ یثرب یعنی مدینہ منورہ تھا۔" (اور یہی آپ کا مقام ہجرت ٹھہرا)

نبی معظم ﷺ مدینہ منورہ سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَانِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا)) [2]

"نبی کریم ﷺ جب کبھی کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھ لیتے تو اپنی سواری کو تیز کر لیتے اور اگر کسی جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ منورہ کی محبت میں اس کو ایڑ لگاتے (تاکہ وہ تیز بھاگتے ہوئے جلد مدینہ کے اندر لے جائے)"

[1] أخرجه البخاري في كتاب مناقب الأنصار ، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة۔ ح : ٣٦٢٢

[2] أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب المدينة تنفي الخبث۔ ح : ١٨٨٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کے راستوں کو دیکھ لیتے تو مدینے پہنچنے کے لیے تیز چلنے لگتے اور ایسا آپ مدینہ منورہ سے محبت کی بنا پر کرتے تھے۔ بلکہ آپؐ مدینہ کے جبل احد سے بھی محبت کرتے تھے۔ جب آپ احد پہاڑ کو دور سے دیکھ لیتے اور آپ کسی سفر سے واپس آ رہے ہوتے تو فرماتے: "هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔" یہ وہ پہاڑ ہے کہ جو ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" ❶

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے لیے اللہ سے دعا کی کہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ مکہ مکرمہ سے دگنی برکت ڈال دے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ)) ❷

"اے اللہ! جتنی تو نے مکہ میں برکت عطا فرمائی ہے مدینہ منورہ میں اس سے زیادہ برکت ڈال دے۔"

اور جو شخص مدینہ منورہ زیارت کے لیے جاتا ہے اسے یہ معاملہ بالکل واضح طور پر محسوس و معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيهِ الصَّلٰوةُ والسَّلامُ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ)) ❸

"اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت دے اور ہمارے شہر (آبادی) میں برکت دے اور ہمارے صاع (ناپنے والے آلہ) میں برکت دے۔ اور ہمارے (ناپنے والے دوسرے چھوٹے پیمانہ) مد میں بھی برکت ڈال دے۔ اے اللہ! بلاشبہ تیرے خلیل ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے دوست اور تیرے نبی تھے۔ اور بلاشبہ میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ بالتحقیق انہوں نے اے اللہ! تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی تھی جبکہ میں تجھ سے مدینہ طیبہ کے لیے دعا کرتا ہوں بالکل اس کے برابر جو انہوں نے مکہ کے لیے کی تھی اور اس کے مثل مزید بھی۔"

---

❶ دیکھئے: صحیح البخاری/ کتاب المغازی باب احد جبل...... حدیث ٤٠٨٣

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب المدينة تنفي الخبث۔ ح : ١٨٨٥

❸ أخرجه مسلم في كتاب الحج ، باب فضل المدينة ودعاء النبي ﷺ فيها بالبركة ح : ٣٣٣٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے مدینہ منورہ کے کچھ فضائل بھی ہیں۔ چنانچہ:

(۱)......ایک یہ ہے کہ:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ ؛ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى ، يَقُولُوْنَ : يَثْرِبُ ، وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ)) [1]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک ایسے شہر کی طرف ہجرت کا حکم ہوا جو دوسرے شہروں کو نگل لے گا۔ (یعنی یہ شہر سب شہروں کا سردار دارالخلافہ بنے گا) منافقین اسے یثرب کہتے ہیں، لیکن اس کا نام ''المدینہ'' ہے۔ وہ برے لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔''

اس کا معنی یہ ہے کہ: مجھے اس شہر کی طرف ہجرت کرنے اور اس کو بطور وطن اختیار کرنے کا اللہ رب العالمین کی طرف سے حکم دیا گیا تھا۔ یہاں علماء کرام نے ''مدینہ منورہ کا تمام شہروں کو نگل جانے'' کے معنی کی دو وجوہات بیان کی ہیں (۱)...... آغاز اسلام میں مدینہ منورہ اسلامی لشکروں کا مرکز و معسکر بنا۔ چنانچہ ان لشکروں نے ملکوں کے ملک اور شہروں کے شہر فتح کر کے اموال غنیمت حاصل کیے اور اللہ کے دشمنوں کو قیدی بنایا۔ (۲)......اہل مدینہ منورہ کے لیے اکل و شرب (خرد ونوش) کا سامان مفتوحہ شہروں سے پہنچا کرے گا اور مدینہ طیبہ کی طرف ان شہروں کے اموال غنیمت سمیٹ کر لے جایا کریں گے۔

اور منافقین میں سے کچھ لوگ اور دیگر کچھ لوگ بھی اس کا نام ''یثرب'' بولتے ہیں۔ جبکہ اس مقدس شہر کے لائق اس کا نام ''المدینہ المنورہ'' ہے۔ اس کا نام یثرب پکارنے اور لکھنے لکھانے میں ناپسندیدگی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ: اس پاک شہر کا نام یثرب بولنے کی ناپسندیدگی کا سبب یہ ہے کہ: لفظ ''یثرب'' کا معنی: ڈانٹ ڈپٹ کرنا اور ملامت کرنا ہوتا ہے۔ یا پھر یہ لفظ یثرب "الثرب" سے مشتق ہے جس کا معنی: دنگا و فساد ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں معانی نہایت معیوب و قبیح ہیں۔ جبکہ مدینہ منورہ کا نام نبی معظم و مکرم ﷺ کی زبان اطہر سے ''طیبہ اور طابہ'' رکھا گیا ہے اور یہ ان دونوں لفظوں کے حسن اور اچھے معانی ہونے کی وجہ سے۔ رسول اللہ ﷺ اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور برے نام کو ناپسند فرماتے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور جہاں تک قرآن حکیم میں اس شہر کے ''یثرب'' والے نام کے ذکر کا تعلق ہے تو وہاں منافقین کے یوں پکارنے کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے دلوں میں کفر و نفاق

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب فضل المدينة وأنها تنفي الناس- ح : ١٨٧١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی غلاظت ہوتی ہے۔ نبی مکرم ﷺ مدینہ منورہ کا نام رکھتے ہوئے فرماتے: "هٰذِهِ طَابَةٌ" یہ "طابہ شہر" ہے۔ ❶ یہ لفظ "الطیب" سے مشتق ہے جس کا معنیٰ "پاکیزہ، عمدہ اور خوشبودار ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کا نام آپ ﷺ نے اس کی مٹی کی طہارت و پاکیزگی کی وجہ سے بھی رکھا ہے۔ اور اس شہر کے رہنے والوں کی عمدگی کی وجہ سے بھی۔ (کہ یہاں دنیا جہان کی تمام امتوں میں سب سے زیادہ معزز ترین اصحاب) رسول اللہ ﷺ اور خود سیّد الجنۃ والبشر امام الانبیاء والمرسلین رہے۔ اور یہیں اسی شہر میں ہزاروں صحابہ کرام کی قبریں ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

بیان کیا جاتا ہے کہ: مدینہ منورہ کے بہت سارے نام ہیں: جیسے کہ: المدینہ، طابہ، طیبہ، الطیبہ، المسکینہ، الدار، الإیمان، جابرہ، مجبورہ، منیرہ، یثرب، المدری، المحبّبہ اور المحبوبہ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے چالیس نام ہیں۔ مدینہ منورہ انتہائی خبیث، شر پسند اور گندے لوگوں کو نکال باہر کرتا ہے۔ اور انہیں یوں اپنے اندر سے نکالتا ہے جیسے آگ لوہے کی میل کچیل اور زنگ وغیرہ کو الگ کر دیتی ہے اور جب میل اتر جاتی ہے تو پاکیزہ اور عمدہ چیز نکھر آتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سماعت کیا؛ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: "إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا......" آخر زمانے میں ایمان مدینہ منورہ کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آ جایا کرتا ہے۔" ❷

یعنی جس طرح سانپ اپنے بل سے اس خوراک کی تلاش میں باہر نکلتا ہے جس کے ساتھ وہ زندہ رہتا ہے اور پھر جب کوئی چیز اسے مارنے کے لیے آگے بڑھے اور اسے ڈرا دے تو وہ واپس اپنے بل کی طرف پلٹ آتا ہے۔ اسی طرح ایمان مدینہ منورہ سے پھیلا اور بالآخر اسی کی طرف واپس لوٹ آئے گا۔ اور ہر مومن آدمی کی اپنے نبی محترم ﷺ سے محبت کی وجہ سے اس کا دل اسے مدینہ منورہ کی طرف ہانکتا ہوا لے آتا ہے۔ اور ایسا تمام ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ آج بھی ایسا ہی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ نبی معلم و مکرم ﷺ کے زمانے میں تو صحابہ کرام کا مدینہ منورہ کی طرف کھنچے چلے آنا آپؐ سے دین اور قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے تھا۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں اُن کی راہنمائی و ہدایت کی اقتداء سیکھنے کے لیے تھا۔ اور ان اصحاب خیر القرون کے بعد نبی مکرم و معظم ﷺ پر سلام پیش کرنے اور مسجد نبوی کی زیارت کے لیے اہل ایمان و اسلام ایسا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمان نبی کریم ﷺ کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار دیکھنے کے لیے بھی مدینہ منورہ آتے ہیں۔

---

❶ دیکھئے صحیح البخاری کتاب فضائل المدینۃ/ باب المدینۃ طابۃ

❷ صحیح البخاری/ کتاب فضائل المدینۃ/ باب: الایمان یارز الی المدینۃ/ حدیث ۱۸۷۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام داؤدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سب کچھ نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ ؐ کے بعد والے زمانہ (قرنِ اول) میں بھی تھا اور ان کے دور میں بھی کہ جن کا زمانہ ان لوگوں سے ملا ہوا تھا۔ یعنی تابعین کے دور میں اور ان کے دور میں بھی کہ جن کا زمانہ پھر تابعین کے دور سے ملا ہوا تھا' یعنی تبع تابعین کے دور میں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مذکور بالا حدیث میں اہل مدینہ کے مذہب کے صحیح ہونے کی تنبیہ ہے اور یہ کہ وہ بدعا سے سلامتی میں رہیں گے اور بلاشبہ ان کا عمل حجت ہے۔ ❶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات اگر درست ہے تو یہ صرف نبی مکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے ساتھ مختص ہے۔ اور جہاں تک فتنوں کے ظہور اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دنیا کے ملکوں میں پھیل جانے سے تعلق ہے، بالخصوص دوسری صدی ہجری کے اواخر اور اس دور سے بعد والے زمانے سے تو مشاہدہ اور تاریخی شواہد اس کے بالکل خلاف ہیں۔ (یہی بات ہم بھی نیچے کہہ رہے ہیں)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى))وَقَالَ ﷺ: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)) وَقَالَ ﷺ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي))❷

''تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لیے بھی کجاوے نہ کسے جائیں۔ (ارادۂ سفر نہ کیا جائے) ایک مسجد حرام، دوسری رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مدینہ منورہ میں) اور تیسری مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔'' اور نبی مکرم ﷺ نے یوں بھی فرمایا ہے: میری اس مسجد میں نماز، مسجد حرام کے سوا تمام مسجدوں میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔'' اور آپ ﷺ نے یوں بھی فرمایا ہے: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض پر ہوگا۔''

---

❶ امام قرطبی رحمہ اللہ کی ''اہل مدینہ کی بدعات سے سلامتی'' والی بات خیر القرون اور اس سے متصل کچھ زمانہ کے لوگوں کے بارے میں تو درست ہے مگر آج سے کم و بیش سو سال پہلے تک آخری آٹھ نو صدیوں کے اہل مدینہ میں بہت ساری بدعات پھیل گئی تھیں۔ اس لیے کہ ان صدیوں میں مدینہ منورہ کا انتظام و انصرام غلط عقیدہ کے حاملین اور روافض کے ہاتھوں میں آ گیا تھا۔ (المترجم)

❷ أخرجه البخاري في: كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة / ح: ١١٨٩ـ ١١٩٠ـ وكتاب فضائل المدينة، باب فضل مابين القبر والمنبر / ح: ١١٩٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو سوائے مذکور بالا تین مقامات کے نہ ہی تو سواریوں کے کجاوے کسے جائیں گے اور نہ ہی کسی اور مقام کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے گا۔ اور یہ ان تینوں مقامات کے اختصاص کی وجہ سے ہے کہ شریعت مطہرہ میں ان کو زیارت کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں ان تینوں مقامات کے علاوہ دنیا جہان کے باقی تمام مقامات اور ہر جگہ کی طرف اجر و ثواب کی نیت سے سفر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہ شریعت میں حرام ہے اور ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی بھی اور مسجد و مزار کی طرف خصوصی تیاری کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے جانا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ اور یہ کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب مسجد حرام کے علاوہ کسی بھی دوسرے مسجد میں نماز کے ثواب سے ہزار گناہ زیادہ ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں: یہ فضیلت اجر ثواب کے اعتبار سے ہے۔ یعنی مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کا ثواب مسجد حرام کے علاوہ دوسری کسی مسجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گناہ زیادہ ہے اور اس اجر و ثواب کو آدمی کی فوت شدہ نمازوں کے بدلے کفایت کرنے میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ یعنی بفرض محال اگر کسی کی دو چار نمازیں رہتی ہیں تو مسجد نبوی میں صرف ایک نماز پڑھ لینے سے باقی کی ادائیگی شمار نہیں ہو گی۔ انہیں پڑھنا ہی پڑے گا۔ یہی حکم مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ہے۔

(ب)...... مدینہ منورہ کی ایک اور فضیلت بھی ملاحظہ کیجیے۔

سیدنا اسید بن ظہیر الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "اَلصَّلَاةُ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ۔" مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کر لینے کی طرح ہے۔" ❶

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا، فَيُصَلِّيَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ)) ❷

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قباء کی طرف سواری پہ بھی تشریف لاتے اور پیدل بھی۔ اور پھر اس میں دو رکعات نماز ادا کرتے۔"

((اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيهَا حَدَثٌ۔ مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ)) ❸

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا: مدینہ منورہ حرم ہے فلاں

---

❶ جامع الترمذی/ کتاب الصلاۃ/ باب ما جاء فی الصلاۃ فی مسجد قباء/ حدیث ٣٢٤ صححه الالبانی

❷ أخرجه مسلم في كتاب الحج، باب فضل مسجد قباء وفضل الصلاة فيه۔ ح: ٣٣٩٠

❸ أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة، باب حرم المدينة۔ ح: ١٨٦٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ سے فلاں جگہ تک۔ (یعنی جبل عیر سے جبل ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے، اور نہ کوئی بدعت کی جائے۔ اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت ہو۔''

مدینہ منورہ کا حرم نبی مکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اس شہر کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: اگر میں مدینہ منورہ کے حرم میں ہرن چرتے ہوئے دیکھوں تو انہیں کبھی نہ چھیڑوں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا حَرَامٌ۔'' مدینہ منورہ کی زمین دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان میں حرم ہے۔'' سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَا بَتَيِ الْمَدِيْنَةِ ، أَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا)) وَقَالَ ، ((اَلْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ، لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَبْدَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ ، وَلَا يَثْبُتُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا وَجَهْدِهَا ، إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا ، أَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❶

''میں مدینہ منورہ کے دونوں کالے پتھروں والے میدانوں کے درمیان والی زمین کو حرم مقرر کرتا ہوں۔ نہ ہی وہاں کا کانٹے دار درخت کاٹا جائے۔ اور نہ ہی وہاں کا شکار مارا جائے۔'' اور آپ نے فرمایا کہ: مدینہ منورہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے کاش وہ اس بات کو سمجھ لیتے۔ (یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جو مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جاتے ہیں) اور کوئی شخص مدینہ طیبہ کو نہیں چھوڑتا مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بہتر کوئی آدمی اس میں بھیج دیتا ہے۔ اور نہیں صبر کرتا کوئی اس شہر کی بھوک پیاس پر اور اس شہر کی محنت مشقت پر مگر میں اس کا شفاعت کرنے والا اور قیامت والے دن اس کا گواہ ہوں گا۔''

اس حدیث مبارک میں ایمان وعقیدہ کی پختگی اور اعتصام بالکتاب والسنۃ کے ساتھ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کی فضیلت پر ظاہرہ باہرہ دلیل موجود ہے۔ اور دوسری دلیل مدینہ منورہ میں مالی واقتصادی سختیوں اور رزق کی تنگی پر صبر کی ہے۔ اور یہ کہ یہ فضیلت قیامت تک لگاتار رہے گی۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ؛ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا ، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يُمُوتُ بِهَا)) ❷

❶ أخرجه مسلم في كتاب الحج ، باب فضل المدينة ودعاء النبي ﷺ فيها بالبركة۔ ح : ٣٣١٨

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٣٠٧٦۔ كتاب المناقب / ح : ٣٩١٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس بات کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ (ساری عمر یہاں گزار کر) مدینہ منورہ میں ہی فوت ہو جائے تو اسے یہیں پر فوت ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ بلاشبہ میں ہر اس مومن صالح اہل توحید وسنت کی (قیامت والے دن) شفاعت کروں گا جو یہاں فوت ہوگا۔ (اور دفن بھی اسی شہر میں ہو)۔''

تو اس حدیث میں مدینہ منورہ کی رہائش اختیار کرنے اور اس میں فوت ہو کر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ ترغیب قیامت تک کے لیے مسلسل اور لگاتار رہے گی۔ نبی مکرم ﷺ ہجرت کر کے یہاں مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لینے سے اپنی وفات تک دس سال رہے تھے اور پھر جب فوت ہوئے تو آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہو چکی تھی۔ آپؐ مدینہ منورہ میں اپنے گھر میں ہی دفن کیے گئے تھے (کیونکہ انبیاء کرام کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ جہاں وہ فوت ہوں ان کو وہیں دفن کیا جائے) اور پھر بعد والے ادوار میں آپ ﷺ کی قبر مبارک جو کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بنی تھی، مسجد نبوی کے اندر آ گئی۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موطا میں حدیث درج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا عَلَى الْأَرْضِ بُقْعَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَكُوْنَ قَبْرِي بِهَا مِنْهَا)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ)) ❶

''روئے زمین پر مدینہ منورہ سے بڑھ کر کوئی بھی قطعہ زمین میرے نزدیک محبوب نہیں ہے یہ کہ میری قبر بھی اسی شہر میں ہو۔'' یہ آپؐ نے تین بار ارشاد فرمایا۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: امت کے تمام علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ: نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک والا حصہ پوری زمین کے تمام قطعات سے زیادہ افضل ہے۔'' اور آپ ﷺ کے پہلو میں سب سے قریبی آپ کے دونوں ساتھی سادا تنا ابوبکر بن ابوقحافہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔

مدینہ منورہ کے عمومی فضائل اور مدینہ میں موت و وفات کی فضیلت کے پیش نظر امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وارضاہ نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ وہ ان کو موت اپنے رسول محمد النبی الکریم ﷺ کے شہر میں ہی عطا کرے۔ آپؓ نے یوں دعا کی تھی:

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ ، وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ ﷺ)) ❷

❶ أخرجه مالك في الموطأ كتاب الجهاد

❷ أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب ـ ۱۲/ حديث : ۱۸۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے رسول محمد النبی الکریم ﷺ کے شہر میں مجھے دینا۔''

اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا کو قبول فرمایا اور انہیں مدینہ منورہ میں ہی شہادت کی موت عطا کر دی۔ آپ ؓ کسی جنگ اور غزوہ میں نہ تھے کہ لوگ آپ کے گرد ونواح میں ہوں بلکہ اس حالت میں کہ آپ لوگوں کو مسجد نبوی میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، ابولؤلؤ مجوسی نے آپ ؓ پر خنجر کے وار کر کے شدید زخمی کر دیا کہ جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔

مدینہ منورہ کے حوادث:

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی خبر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دے دی تھی کہ جو حوادث زمانہ آپ کی وفات کے بعد یہاں مدینہ منورہ میں پیش آنے والے تھے اور ان کے متعلق بھی جو آخر زمانہ میں پیش آئیں گے۔

چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَکِیْدُ أَهْلَ الْمَدِیْنَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ ، كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ))

وَقَالَ ﷺ: ((وَلَا یُرِیْدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِیْنَةِ بِسُوْءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ ، أَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ)) [1]

''اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی فریب، سازش کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ نہیں کرتا مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گھلا دیتا ہے ایسے جیسے سیسہ پگھل جاتا ہے آگ میں یا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: یہاں صحیح مسلم والی حدیث میں جو ''سیسے کا آگ میں پگھل جانے'' کا ذکر ہوا ہے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے حکم کا آخرت پر اطلاق ہوتا ہے یعنی جس طرح سیسہ آگ میں پگھل جاتا ہے اسی طرح ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ آخرت میں جہنم کے اندر پھینک کر پگھلائے گا۔ اور اللہ عزوجل اسے دنیا میں بھی مہلت نہیں دے گا بلکہ ایسے کسی بھی ظالم آدمی کی حکومت وسلطنت کو اللہ تعالیٰ بہت جلد زائل کر دیتے ہیں جیسا کہ بنوامیہ کے دور میں مسلم بن عقبہ جیسے لوگوں کا معاملہ ہوا کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کی اور انہیں سخت دکھ پہنچائے تھے۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ سے واپس پلٹتے ہی ہلاک ہو گیا۔ اور اسی طرح متصل بعد میں

---

[1] أخرجه مسلم في كتاب الحج ، باب فضل المدينة ودعاء النبي ﷺ فيها بالبركة ح : ٣٣١٩ والبخاري، ح: ١٧٦٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے مدینہ پر چڑھائی کے لیے بھیجنے والے امیر یزید بن معاویہ کی بھی ہلاکت ہوگئی۔ اور ان دونوں کے علاوہ ہر اس شخص کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ جس نے ان دونوں جیسا کوئی کردار ادا کیا تھا۔

اس حدیث مبارک کے معنی میں یوں بھی کہا گیا ہے کہ: اس سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوسکتا ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں مدینہ منورہ کے بارے میں برا قصد کیا ہو۔ اس کا معاملہ بھی اسی طرح پگھل گیا جس طرح سیسہ آگ میں پگھل جاتا ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ: اس کا مطلب یہ ہو کہ جو آدمی دھوکہ دینے کی خاطر کوئی سازش کرے اور کسی کی غفلت ولاعلمی میں اسے دھوکہ دے تو اس کا یہ معاملہ کبھی پورا نہ ہوگا، اس کا دھوکہ اور سازش کھل جائے گی۔

((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنهما قَالَ ؛ أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ : ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)) [1]

''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ کے محلات میں سے ایک محل یعنی اونچے مکان پر چڑھے اور فرمایا: جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تمہیں بھی نظر آرہا ہے؟ میں بوندوں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں میں فتنوں کے نازل ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔''

اس حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں فتنوں کے کثرت سے نازل ہونے کی تشبیہ بکثرت موسلا دھار ہر جگہ بارش ہونے کے ساتھ دی ہے اور مستقبل میں جو ہونا تھا اس کے بارے میں اطلاع دینا نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور پھر اس فرمان گرامی کے مصداق امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل سے لے کر مابعد تک سب کچھ ہو کر رہا۔ بالخصوص ''یوم الحرہ'' والا واقعہ کہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ کا ہزاروں کی تعداد میں قتل عام کیا گیا۔ (فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

مدینہ منورہ میں دجال کے داخلہ کی ممانعت:

((عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ)) [2]

''سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: مدینہ منورہ پر دجال کا رعب بھی نہیں

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب آطام المدينة ح : ١٨٧٨

[2] أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب لا يدخل الدّجال المدينة۔ ح : ١٨٧٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑے گا۔ اس دور میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں۔''

((وَحَدَّثَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ ، إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا۔ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ ، فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ)) ❶

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا شہر نہ بچے گا کہ جسے دجال پامال نہ کرے گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے۔ ان دونوں کے ہر راستے پر فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے جو ان راستوں کی حفاظت کریں گے۔ پھر مدینہ طیبہ کی زمین تین بار تھرائے گی جس سے اللہ تعالیٰ اس شہر میں سے ایک ایک کافر اور ایک ایک منافق کو نکال باہر کرے گا۔''

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانے میں مدینہ منورہ پے در پے تین زلزلوں سے دوچار ہوگا۔ حتی کہ اپنے ایمان میں ہر کھوٹا آدمی اس سے باہر نکل جائے گا۔ اور اس وقت اس میں صرف خالص و مخلص مومن آدمی ہی باقی رہ جائے گا اور ایسے اہل ایمان پر دجال مسلط نہ ہو سکے گا۔ اور پھر انہیں مخلص اہل ایمان میں سے ایک مومن آدمی مدینہ منورہ سے باہر نکلے گا جسے دجال قتل کر کے اسے دوبارہ پھر (اللہ کے حکم سے) زندہ کرے گا تاکہ یہ شہید اس بات کی گواہی دے کہ دجال رب ہے۔ مگر اس مومن، موحد و مخلص آدمی کا اس بات پر ایمان مزید مضبوط ہو جائے گا کہ اس کا قاتل دجال ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَأْتِي الدَّجَّالُ — وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ — فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِيْنَةَ ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ — أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ — فَيَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثَهُ ، فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ ، هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا۔ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيْهِ ، فَيَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيْكَ أَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّي الْيَوْمَ۔ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ)) ❷

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب لا يدخل الدّجال المدينة۔ ح : ١٨٧٩ ، ١٨٨١

❷ أخرجه البخاري في كتاب الفتن ، باب لا يدخل الدّجال المدينة۔ ح : ٧١٣٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”دجال آئے گا مگر اس کے لیے مشکل ہوگا کہ وہ مدینہ منورہ کے گھاٹی دار راستوں سے اس میں داخل ہو سکے۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قریب کسی شور والی زمین پر قیام کرے گا۔ پھر اس دن اس کے پاس ایک مردِ مومن جائے گا اور وہ (اس دور کے) افضل ترین لوگوں میں سے ہوگا۔ وہ مردِ مجاہد دجال سے کہے گا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال (جھوٹا، دھوکے باز اور فراڈیا) ہے کہ جس کے متعلق ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنی حدیث مبارک کے ذریعے خبر دے رکھی ہے۔ اس پر دجال کہے گا: کیا تم لوگ دیکھتے ہو، اگر میں اسے قتل کر کے دوبارہ زندہ کرلوں تو کیا تمہیں میرے معاملہ میں کوئی شک وشبہ باقی رہے گا؟ تو وہ کہیں گے: نہیں۔ چنانچہ وہ اس مردِ مومن کو قتل کر کے اسے دوبارہ پھر زندہ کرے گا۔ مگر وہ مومن موحد کہے گا: اللہ کی قسم! تیرے بارے میں مجھے آج سے زیادہ پہلے اتنی بصیرت کبھی نہ تھی۔ س پر دجال اسے پھر قتل کرنا چاہے گا، لیکن اب کی بار اسے وہ مار نہ سکے گا۔“ (تو امت کا یہ بہترین شخص ہوگا کہ جس کے ہاتھوں دجال کو شکست ہوگی اور اس کی ہوا ایک واقعہ کے بعد اکھڑ جائے گی)

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ ؛ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : ((تَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلَى خَيْرِ مَاكَانَتْ ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ — يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ — وَآخِرَ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوشًا ، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوْهِهِمَا)) [1]

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: تم لوگ مدینہ منورہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے۔ پھر وہ ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ وہاں یک وحشی جانور، درندے اور پرندے بسنے لگیں گے۔ اور آخر میں بنو مزینہ کے دو چرواہے آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک لے جائیں مگر انہیں وہاں صرف وحشی جانور ہی نظر آئیں گے۔ بالآخر جب ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔“ (یہ پیشین گوئی بالکل قرب قیامت سے متعلق ہے)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جہاں تک اس حدیث کے معنی و مفہوم کا تعلق ہے تو قابل قبول ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اہل ایمان و اسلام کا مدینہ پاک کو یہ چھوڑ کر چلے جانا قیامت قائم ہونے کے بالکل قریب آخر زمانے میں ہوگا۔ اور اس بات کی وضاحت دو مزینی چرواہوں کا واقعہ کر رہا ہے کہ ان دونوں کو جب قیامت

[1] أخرجه البخاري في كتاب فضائل المدينة ، باب من رغب عن المدينة۔ ح : ١٨٧٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ لے گی تو وہ منہ کے بل گر جائیں گے اور ان دونوں آدمیوں کو سب سے آخر میں اٹھایا جائے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں چرواہے اس وقت مدینہ منورہ کو بالکل خالی پائیں گے۔ وہاں کوئی بھی نہ ہوگا۔ ہر طرف درندے، چرندے ہی ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ کی محبت جبل احد سے

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ: ((هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا)) [1]

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کو (غزوۂ خیبر سے واپسی پر) احد پہاڑ دکھائی دیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! (تیرے خلیل) ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا اور میں ان دو پتھریلے میدانوں کے درمیان والے علاقے مدینہ منورہ کو حرمت والا شہر قرار دیتا ہوں۔''

جبل احد:

یہ مدینہ منورہ کا ایک پہاڑ ہے۔ اور اس کا نام ''احد'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ وہاں پر موجود دوسرے پہاڑوں سے کٹا ہوا بالکل اکیلا ہے یا پھر وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں کے رہنے والوں نے رب کائنات کی توحید خالص کی مدد کی تھی اس لیے اس کا نام احد پڑ گیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جبل احد کے معنی اور وجہ تسمیہ میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ: اس لفظ سے قبل ایک مضاف مضمر ہے اور اس کو ظاہر کر کے یوں کہیں گے: ''جَبَلُ اَهْلِ أُحدٍ.'' توحید والوں کا پہاڑ۔ اور ان سے مراد انصار مدینہ ہیں کیونکہ وہ اس کے ہمسائے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب ایک بار اپنے کسی سفر سے واپس پلٹے تھے تو آپ نے جبل احد کے قرب و جوار والوں کو اس کے قریب ہونے کی وجہ سے خوشی میں بزبان حال گویا فرمایا تھا کہ اس کا نام جبل احد ہے۔ اور یہ ہر اس شخص کا اس چیز کے ساتھ عمل ہوا کرتا ہے کہ جس سے وہ محبت کرتا ہو۔ تیسرے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ: حقیقت اور ظاہر میں محبت دونوں طرف سے تھی۔ (یعنی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے بھی اور جبل احد کی جانب سے بھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جبل احد کو ایک بار بالکل اسی طرح سے مخاطب فرمایا تھا کہ جب وہ آپ ﷺ اور بعض صحابہ

[1] أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب أحد جبل يحبنا ونحبه ح: ٤٠٨٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام کا آپ کے ہمراہ اس پر چڑھنے کی وجہ سے مضطرب ہو گیا تھا۔ جس طرح کسی عقل رکھنے والی مخلوق کو مخاطب کیا جاتا ہے۔)

چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سادا تنا ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جبل احد پر چڑھے تو وہ کانپنے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اُسْكُنْ أُحُدُ! فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ۔'' احد تھمے، ٹھہرے رہو۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں؟'' [1]

امام سہیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چونکہ نبی مکرم ﷺ اچھے گمان اور اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس سے اچھا کوئی نام نہیں ہوسکتا تھا جو ''الاُحُدِیّة'' سے مشتق ہو۔ اور جبل احد کا نام چونکہ ''الاُحُدِیّة'' سے مشتق ہے اور اس کے تمام حروف پر پیش آتی ہے اس لیے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جبل احد کے باشندوں کا دین نہایت بلند شریعت والا ہے۔ پس اس پہاڑ سے نبی کریم ﷺ کی محبت لفظی طور پر بھی اس سے جڑی ہوئی ہے اور معناً بھی۔ اسی لیے باقی تمام پہاڑوں کی نسبت اس کو مختص کیا گیا ہے۔ (هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس ضمن میں قابل قبول صحیح بات یہ ہے کہ: مذکور بالا حدیث کا معنی یہ ہے کہ جبل احد ہم سے حقیقی طور پر محبت کرتا ہے اور جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے؛ اس نے جبل احد میں تمیز پیدا فرما رکھی ہے کہ جس کے ذریعے وہ محبت کرتا ہے۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة:٧٤)

''پھر اس کے بعد (یعنی اتنی نشانیاں دیکھنے پر) تمھارے دل سخت ہو گئے پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت۔ اور بعض پتھر تو ایسا بھی ہوتے ہیں کہ جن سے ندیاں پھوٹ نکلتی ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تمھارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔''

جبل احد کا مضطرب ہو کر ہلنا بالکل ویسا تھا جیسے کہ مسجد نبوی میں کھجور کا خشک تنا رویا تھا کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح کنکریوں کا تسبیح پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اور جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے: ایک پتھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ اٹھا تھا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

---

[1] صحيح البخاري/ كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ/ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ/ حديث ٣٦٩٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّةَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ ، اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْآنَ)) ❶

''میں مکہ میں اس پتھر کو خوب جانتا ہوں جو میری نبوت کے آغاز سے قبل مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے دو الگ الگ مقامات والے درختوں کو پکارا تو وہ دونوں اکٹھے ہو گئے۔ اور پھر یہ حدیث بھی پڑھ لیجیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ، ساداتنا ابوبکر وعمر، عثمان وعلی اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جبل حراء پر چڑھے ہوئے تھے کہ جس چٹان پر تشریف فرما تھے وہ ہلنے لگی۔ نبی کریم ﷺ نے پہاڑ کو مخاطب کر کے فرمایا: "اُسْکُنْ حِرَاءُ فَمَا عَلَیْكَ اِلَّا نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَهِیْدٌ۔ ❷ ''اے جبل حراء! تھمے رہو! تمہارے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور شہداء کے علاوہ تو کوئی اور نہیں ہے۔'' اور اس موضوع پر اللہ رب العزت کا یہ فرمان کس قدر زبردست دلیل ہے فرمایا:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: ٤٤)

''ساتوں آسمان، زمین اور جو ان میں ہیں (فرشتے، جن اور آدمی) سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز (حیوان ہو یا نبات یا جماد) ایسی نہیں جو اللہ کی تعریف پاکی کے ساتھ نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ تحمل والا بخشنے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ کے معنی ومفہوم میں صحیح مسلک وموقف یہی ہے کہ ہر چیز اپنی حالت کے اعتبار سے حقیقتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم سمجھ نہیں پاتے۔ اس طرح کے مزید شواہد ودلائل بھی اس موضوع پر قرآن وحدیث میں موجود ہیں کہ جنہیں مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں ہم نے بھی اختیار کیا ہے اور دیگر محققین نے بھی۔ اور یہ کہ جبل احد بلاشبہ ہم سے حقیقی معنی میں محبت کرتا ہے۔

جبل احد نے بہت سارے عظیم واقعات اور کئی ایک معرکوں کا بھی مشاہدہ کیا ہے۔ ہم ان میں سے صرف ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

غزوۂ احد:

ماہ شوال ۳ ہجری میں رسول اللہ ﷺ جبل احد کے بالکل دامن میں پختہ عقیدۂ توحید والے مومن، مسلمان

---

❶ صحیح مسلم/ کتاب الفضائل/ باب فضل نسب النبی ﷺ وتسلیم الحجر علیه قبل النبوة/ حدیث: ٥٩٣٩

❷ صحیح مسلم/ کتاب فضائل الصحابة/ باب فضائل طلحه والزبیر رضی اللہ عنہما/ حدیث ٦٢٤٧ اور ٦٢٤٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجاہدین کا ایک لشکر لے کر فروکش ہوئے کہ اس لشکر طیبہ کا مدار علیہ اصل الاصول سات سو آدمی تھے۔ آپؐ نے اپنی اور اپنے لشکر کی پشت جبل احد کی طرف رکھی۔ یہاں پر آپ کا اپنے لشکر کے ہمراہ تشریف لانا ان مشرکین مکہ کا سامنا کرنے کے لیے تھا کہ جو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے آئے تھے تاکہ وہ اپنے ان مقتولین کا بدلہ لے سکیں جو جنگ بدر میں (گزشتہ سال ماہ رمضان ۲ ہجری میں) مارے گئے تھے۔ مکی لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ جبل احد کے سامنے وادی کے کنارے جبل رماۃ پر نبی معظم ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ دے کر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور آپ ﷺ نے ان کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَبْرَحُوا ، إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا ، وَإِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا)) [1]

''تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا حتی کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ ہم ان پر غالب آ گئے ہیں تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا۔ اور اگر تم مشرکین کو دیکھ لو کہ وہ ہم پر غالب آ گئے ہیں تب بھی تم ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔''

یعنی یہ مورچہ اس قدر اہم ہے کہ اسے کسی صورت بھی نہ چھوڑنا حتی کہ میرا دوسرا حکم پہنچ جائے۔ علاوہ ازیں جیسی بھی صورت حال ہو اپنی یہ جگہ نہ چھوڑنا، چاہے ہم کامیاب ہو کر غنیمتیں سمیٹنے لگیں تب بھی یہ جگہ چھوڑ کر ہمارے ساتھ مال غنیمت اکٹھا کرنے میں شریک نہ ہونا۔ یا دشمن کامیاب ہو جائے اور تم ہمیں دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے تب بھی تم ہماری مدد کے لیے نیچے نہ اترنا۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی مکرم ﷺ نے ان سے یہ خدمت چاہی تھی کہ وہ مسلمانوں کی پشت کو اپنی حمایت میں رکھیں اور مشرکوں کے گھڑ سوار دستے پر تیر اندازی کرتے رہیں تاکہ وہ مسلمانوں کے پیچھے سے آ کر کہیں حملہ آور نہ ہو جائیں۔

لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور وہ کامیابی سے دوچار ہونے لگے جبکہ مشرکین کو زبردست بری طرح کی شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اور پھر اس کے بعد کہ مسلمان مجاہدین نے مشرکین کے علم برداروں کو قتل کر دیا مشرکین کی عورتیں اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھا کر، جنگ والے مقام سے سرپٹ بھاگ کھڑی ہوئیں تاکہ وہ اپنے آپ کو قیدی بننے سے بچا سکیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مشرکین میں سے کوئی شخص بھی اپنے گرے ہوئے جھنڈے کے پاس نہیں آ رہا تھا۔ اور پھر جب رسول اللہ ﷺ (اور صحابہ کرام) نے غنیمت سمیٹنا شروع کر دی اور انہوں نے مشرکین کے سپاہیوں کو کاٹنا، مارنا شروع کر دیا تو عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں متعین جبل رماۃ والے تیر اندازوں نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا تاکہ وہ بھی مال غنیمت سمیٹنے میں شریک ہو سکیں۔ نبی

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب غزوة أحد۔ ح: ٤٠٤٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم ﷺ کی نصیحت ان کے لیے بے فائدہ ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ یہ تیرانداز وہاں سے نیچے اتر کر میدان جنگ میں پہنچ گئے تاکہ مال غنیمت حاصل کر سکیں۔

جب ان تیراندازوں نے اپنی جگہیں چھوڑیں اور اس درہ کو کھول دیا تو اس مقام سے مشرکین کا گھڑسوار دستہ خالد بن ولید کی قیادت میں صحابہ کرام پر حملہ آور ہو گیا اور ان کو بے دریغ قتل کرنے لگا۔ (یہ کل دوسو شہسوار تھے اور ان کا کمانڈر وہ جرنیل تھا کہ جس نے پوری زندگی کبھی شکست نہیں کھائی تھی) اس موقع پر شیطان نے ہانک لگائی: لوگو! محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے (جنگ کا پانسا ہی پلٹ گیا) معاملہ نہایت پیچیدہ ہو کر بگڑ گیا اور مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ اس موقعہ پر بعض مسلمان ہزیمت اٹھا کر مدینہ منورہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ تمام مجاہدین بکھر گئے اور ان کو قتل کیا جانے لگا۔ جو مسلمان یہاں میدان میں باقی رہ گئے تھے وہ جلدی سے پہاڑی پر چڑھ کر پناہ لینے لگے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہتے ہوئے اپنے صحابہ کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی طرف پکارنے لگے۔ اس موقعہ پر مشرکین نے آپ ﷺ پر سنگ باری کی اور آپ کے سامنے والے دو دانت توڑ دیے۔ انہوں نے آپ کے ہونٹوں کو بھی زخمی کیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر بھی زخم لگائے۔ اسی دوران آپ کی آواز سن کر تمیں جان نثار آپ کی طرف واپس پلٹ آئے اور آپ کا دفاع کرنے لگے۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ کی ایک اونچی جگہ کا ارادہ فرمایا (تاکہ اہل ایمان آپ کو دیکھ کر حوصلے میں رہیں) چنانچہ جب مسلمانوں نے آپ کو صحیح سلامت دیکھا تو وہ خوش ہو گئے اور آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ باقی سب حضرات بھی واپس پلٹ آئے۔

اس معرکہ میں ستر سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہوئے تھے۔ ان سب میں سرفہرست رسول اللہ ﷺ کے چچا جان سیّد الشہداء جناب حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وارضاہ تھے۔ تمام شہداء کو میدان کارزار میں ہی دفن کر دیا گیا تھا۔ غزوۂ احد کے واقعات واحوال اور مسلمانوں کی شہادت میں نہایت نصیحت آمیز دروس اور اللہ عزوجل کی طرف سے بڑی بڑی حکمت کی باتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ: مسلمانوں کو نافرمانی کے برے انجام اور ممانعت کے ارتکاب کی شامت سے متعارف کروانا تھا، اس بنا پر کہ جو تیراندازوں کے اپنے مورچے کو چھوڑ دینے کی وجہ سے پیش آیا تھا۔ یعنی وہ مورچہ کہ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا تھا کہ وہ اس کو کسی صورت میں بھی نہ چھوڑیں۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سارے حکمت و دانائی کے اسباق تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے غزوۂ احد سے متعلق بقول ابن اسحاق رحمہ اللہ سورۂ آل عمران میں، ساٹھ آیات نازل فرمائی ہیں۔ اور جس طرح ماضی میں جبل احد نے بڑے بڑے واقعات اور تاریخی معرکوں کا مشاہدہ کیا ہے اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح وہ مستقبل، آخرزمانہ میں بھی نہایت خطرناک قسم کے بڑے بڑے واقعات کا مشاہدہ کرے گا جیسا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق خبر دی ہے۔

فتنۂ دجال:

((عَنْ مِحْجَنِ بْنِ الْأَدْرَعِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ : ((يَوْمُ الْخَلَاصِ ، وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟ يَوْمُ الْخَلَاصِ ، وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟ يَوْمُ الْخَلَاصِ ، وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟)) ثَلَاثًا ، فَقِيلَ لَهُ : وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟ قَالَ : ((يَجِيْءُ الدَّجَّالُ فَيَصْعَدُ أُحُدًا فَيَنْظُرُ الْمَدِيْنَةَ فَيَقُولُ لِأَصْحَابِهٖ : أَتَرَوْنَ هٰذَا الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ؟ هٰذَا مَسْجِدُ أَحْمَدَ۔ ثُمَّ يَأْتِي الْمَدِيْنَةَ فَيَجِدُ بِكُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَكًا مُصْلِتًا سَيْفَهُ ، فَيَأْتِي سَبْخَةَ الْجُرْفِ فَيَضْرِبُ رُوَاقَهُ۔ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ ، فَلَا يَبْقَى مُنَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ وَلَا فَاسِقٌ وَّلَا فَاسِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ ، فَتَخْلُصُ الْمَدِيْنَةُ ، فَذٰلِكَ يَوْمُ الْخَلَاصِ)) ❶

’’جناب محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: چھٹکارے، نجات کا دن، اور یہ چھٹکارے اور نجات کا دین کیا ہے؟ ایسا آپؐ نے تین بار ارشاد فرمایا: چنانچہ آپؐ سے دریافت کیا گیا: یہ چھٹکارے کا دن کیا ہے؟ فرمایا دجال پیچھے سے آئے گا اور جبل احد پر چڑھ کر مدینہ منورہ کی طرف دیکھے گا اور اپنے ساتھیوں سے کہے گا: کیا تم اس (مسجد نبوی کے) سفید محل (Whit House) کو دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد (مجتبیٰ محمد رسول اللہ ﷺ) کی مسجد ہے۔ پھر وہ مدینہ منورہ کی طرف آئے گا تو اس کے ہر راستے پر اپنی تلوار کو تھامے ایک فرشتے کو مستعد کھڑا پائے گا۔ چنانچہ وہ مقام جرف کی شور والی زمین پر آئے گا اور وہاں ڈیرہ لگا لے گا۔ پھر مدینہ منورہ تین بار زلزلے سے کانپے گا جس سے وہاں نہ کوئی منافق مرد باقی رہے گا اور نہ ہی کوئی منافق عورت۔ اور نہ ہی کوئی اس وقت مدینہ میں فاسق و فاجر مرد رہے گا اور نہ ہی کوئی فاسقہ و فاجرہ عورت باقی رہے گی مگر یہ ہے کہ ایسے سب لوگ نکل کر دجال کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور پھر مدینہ منورہ ایسے ناپاک لوگوں سے پاک صاف ہو جائے گا۔ تو یہ ہوگا چھٹکارے، نجات کا دن۔‘‘

تو نبی معظم ﷺ نے خبر دی ہے کہ: دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی استطاعت نہیں

❶ مسند أحمد ، رقم : ١٨٨٧٧ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (٤/٣٣٨ - ١٨٩٧٥)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھے گا۔ اس لیے کہ ان دونوں قطعات ارضیہ المقدسہ کے شرف و منزلت کی بنا پر ان دونوں شہروں میں داخل ہونے سے فرشتے ان کو روکیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں حرم اس سے محفوظ رہیں گے اور اس پر ان دونوں کا داخلہ حرام ہے۔ لہٰذا وہ مدینہ طیبہ کے بدلے اس سے باہر والی زمین میں پڑاؤ کرنے پر مجبور ہوگا تاکہ اس دور میں یہاں مدینہ منورہ میں بسنے والے منافقین بھی اس کے ساتھ جا ملیں۔ اور اس وقت مدینہ شہر کی زمین تین بار بڑے زلزلے کے ذریعے کانپنے لگی تاکہ یہ پاکیزہ شہر اپنے اندر سے گندگی کو باہر نکال پھینکے اور اس لیے تاکہ تمام منافق اور فاسق و فاجر مرد اور عورتیں یہاں سے نکل کر اس دجال سے جا ملیں کہ جس کا سامنا اس دور کے ایک ایسے مرد صالح اور مومن مجاہد سے ہوگا جو اس زمانے میں سب لوگوں سے بہتر ہوگا اور اللہ رب العالمین کے نزدیک تمام لوگوں میں سے بڑا شہید اعظم شمار ہوگا۔

اس موضوع پر درج ذیل ایک مفصل حدیث کا مطالعہ بھی نہایت مفید رہے گا۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، فَتَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ ، مَسَالِحُ الدَّجَّالِ ، فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ : أَيْنَ تَعْمِدُ؟ فَيَقُولُ : أَعْمِدُ إِلَى هٰذَا الَّذِيْ خَرَجَ ، قَالَ : فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ : أَوَ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُولُ : مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ ، فَيَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْهُ ، فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوْا أَحَدًا دُوْنَهُ؟ قَالَ : فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ إِلَى الدَّجَّالِ ، فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِيْ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَيُشَبَّحُ فَيَقُولُ : خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ ، فَيُوسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا ، قَالَ : فَيَقُولُ : أَوَ مَا تُؤْمِنُ بِيْ؟ قَالَ : فَيَقُولُ : أَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ ، قَالَ : فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُؤْشَرُ بِالْمِئْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ ، قَالَ : ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ، ثُمَّ يَقُولُ لَهُ : قُمْ ، فَيَسْتَوِيْ قَائِمًا ، قَالَ : ثُمَّ يَقُولُ لَهُ : أَتُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُولُ : مَا ازْدَدْتُ فِيْكَ إِلَّا بَصِيْرَةً ، قَالَ : ثُمَّ يَقُولُ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِيْ بِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ۔ قَالَ : فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ ، فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهٖ إِلَى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا ، فَلَا يَسْتَطِيْعُ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ، قَالَ : فَيَأْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ ، فَيَحْسِبُ النَّاسُ أَنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ ، وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْجَنَّةِ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((هٰذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِينَ)) ❶

''دجال جب (فتنہ وفساد کے لیے) زمین میں نکلے گا تو مسلمانوں میں سے ایک مومن مرد صالح اس کی طرف چلے گا۔ راستے میں اس کو دجال کے ہتھیار بند لوگ ملیں گے۔ وہ اس سے پوچھیں گے: کہاں کا ارادہ ہے؟ تو وہ کہے گا: میں اس (دجال، کافر) شخص کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں جو (روئے زمین پر فتنہ وفساد مچانے کے لیے) نکلا ہوا ہے۔ وہ اس سے کہیں گے: کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لایا؟ وہ کہے گا: ہمارا رب یوں چھپا ہوا نہیں ہے۔ (جو دجال کی طرح فراڈ کرتا پھرے) دجال کے لوگ کہیں گے: اس کو مار ڈالو۔ مگر ان میں سے کچھ لوگ کہیں گے: ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیا تمہارے رب (دجال) نے تمہیں اس بات سے منع نہیں کر رکھا کہ اس کے سامنے لے جائے بغیر کسی کو قتل نہ کرنا؟ اور پھر وہ لوگ اس کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ چنانچہ جب یہ مرد مومن دجال کو دیکھے گا تو کہے گا: لوگو! یہ وہی دجال ہے کہ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے (صدیوں پہلے) بتلا دیا تھا۔ پس دجال حکم دے گا اور اس کا سر پھوڑ دیا جائے گا۔ دجال کہے گا: اسے پکڑ کر اس کا سر پھوڑ دو۔ اور پھر اس کے پیٹ اور اس کی پیٹھ پر بھی مار پڑے گی۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا: کیا تو میرے اوپر ایمان نہیں رکھتا؟ (یعنی مجھے رب نہیں مانتا؟) فرمایا: وہ مرد مومن کہے گا: تو مسیح کذاب ہے۔ پھر دجال حکم دے گا اور اس نوجوان کو سر سے لے کر دونوں پیروں تک آرے سے چیرا جائے گا حتی کہ وہ دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ فرمایا: پھر دجال ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان پیدل چلے گا اور کہے گا: چل اٹھ کھڑا ہو۔ اور وہ سیدھا اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا۔ دجال اس سے پھر پوچھے گا: کیا اب تو میرے اوپر ایمان لایا کہ نہیں؟ وہ مرد مجاہد کہے گا: مجھے تو اور زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ تو جھوٹا مسیح دجال ہے۔ اور یہ مومن مسلمان نوجوان لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا: لوگو! یہ دجال اب میرے بعد کسی اور سے ایسا معاملہ نہ کر سکے گا۔ (یعنی اب یہ کسی کو بھی مار کر زندہ نہ کر سکے گا) فرمایا: چنانچہ دجال اسے ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا لیکن وہ گلے سے لے کر ہنسلی تک تانبے کا بن جائے گا اور دجال اس کو اب قتل نہ کر سکے گا۔ فرمایا: دجال اس مومن نوجوان کو اس کے ہاتھوں اور پیروں سے پکڑ کر پھینک دے گا۔ لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس نے اس مرد مومن کو آگ میں پھینک دیا۔ جبکہ بلا شک وشبہ اسے تو جنت میں پھینکا گیا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: یہ مومن مرد صالح اللہ رب العالمین کے

❶ أخرجه مسلم في كتاب الفتن، باب ذكر الدجال ح : ۷۳۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک سب لوگوں سے بڑا شہید ہے۔''

اس کے بعد مسیح دجال یہاں مدینہ منورہ سے کوچ کر کے بیت المقدس/فلسطین کی طرف سفر کر جائے گا اور اس کے ساتھ (اصفہان کے کالی وردی والے ستر ہزار) یہودی اور منافقین کے ہزار ہا لشکروں سمیت اس کے پیروکار بھی ہوں گے جہاں اس کا سامنا ہدایت کے امام سیدنا عیسیٰ بن مریم اور امام مہدی جناب محمد بن عبداللہ علیہما السلام کریں گے اور پھر جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل حدیث میں ارشاد فرمایا ہے' سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اسے باب لد میں قتل کریں گے۔ جناب مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے خود سماعت کیا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال خبیث کو (اسرائیل میں) مقام لد پر قتل کریں گے۔'' ❶

---

❶ دیکھئے: جامع الترمذی/ کتاب الفتن/ باب ما جاء فی قتل عیسیٰ بن مریم الدجال/ حدیث ٢٢٤٤ صححه الالبانی وقال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

نبی مکرم ﷺ کے پسندیدہ و ناپسندیدہ کھانے اور مشروبات

فصل اول:...... نبی معظم ﷺ کے پسندیدہ کھانے اور مشروبات

تمہید:

اللہ عزوجل قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝ ﴾ (المائدۃ:٤)

''(اے پیغمبر) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں (پھر) حلال کون کون سی چیزیں ہیں؟ کہہ دے ستھری پاکیزہ کھانے کی چیزیں اور شکاری جانور جو تم نے سدھا رکھے ہوں جن کو تم ان باتوں میں سے کچھ سکھلاتے ہو جو اللہ نے تم کو سکھلائیں (یعنی شکار کا طریقہ اور ادب اور تمیز) اگر وہ (جانور کو) تمھارے لیے دبوچ رکھیں (اور اس میں سے کھائیں نہیں) تو اس کو کھاؤ (اگرچہ وہ ذبح کرنے سے پہلے مرگیا ہو) اور اللہ کا نام اس پر (یعنی شکاری جانور کو چھوڑتے وقت) لے لیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' [1]

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

---

[1] شکاری جانور سے ہر وہ درندہ یا پرندہ مراد ہے جس کو شکار کے لیے رکھا اور سدھایا جاتا ہے اور اس کے ''سدھائے ہوئے'' ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ شکار پر چھوڑا جائے تو اس کو اپنے مالک کے لیے پکڑے۔ اگر وہ شکار پکڑ کر خود کھانے لگے تو اس کا شکار کھانا درست نہیں ہے اور یہی معنی ''مما امسکن'' کے ہیں۔ حضرت عدیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ''اگر اسے (یعنی شکاری کتے کو) چھوڑتے وقت تم نے اللہ کا نام لیا ہے تو اسے کھاؤ ورنہ مت کھاؤ اور اگر اس نے شکار سے کچھ کھالیا ہے تو بھی نہ کھاؤ کیونکہ اس نے دراصل وہ شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔ (بخاری و مسلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَعْبُدُوْنَ○ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ ﴾ (البقرة:۱۷۲، ۱۷۳)

''مسلمانو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں انہیں کھاؤ۔ اور اگر تم خاص اللہ کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اسی کا شکر بجالاؤ۔ اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون (جو بہتا ہو) اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر (کاٹتے وقت) اللہ کے سوا اور کسی کا نام پکارا جائے حرام کیا ہے۔ پھر جو کوئی لاچار ہو جائے لیکن نافرمانی اور سرکشی نہ کرتا ہو اور حد سے زیادہ نہ بڑھے تو اس پر (ان چیزوں کے بھی کھا لینے کا) گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''[1]

ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ○ ﴾ (المومنون:۵۱)

---

[1] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّمَا'' کلمہ حصر کے ساتھ صرف چار چیزوں کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں سب جانوروں کا گوشت حلال ہے ماسوا ان کے جن کو حدیث میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً درندہ جانور اور پنجہ سے شکار کرنے والا پرندہ اور الحمر الاهلية یعنی گدھا۔ اَلْمَیْتَةَ ہر اس حلال جانور کو کہا جاتا ہے جو بغیر ذبح شرعی کے مرگیا ہو عام اس سے کہ طبعی موت مرا ہو یا کسی حادثے سے ہلاک ہو گیا ہو (دیکھئے سورۃ الانعام آیت ۱۴۵) اور حدیث میں ہے: ''اُحِلَّتْ لَنَا مَیْتَتَانِ الْحُوْتُ وَ الْجَرَادُ وَدَمَّانِ الْکَبِدُ وَالطِّحَالُ کہ دو مردہ جانور ہمارے لیے حلال ہیں۔ یعنی مردہ مچھلی اور ٹڈی اور دو خون یعنی جگر اور تلی۔ (قرطبی بحوالہ دارقطن اور الدم سے ''دم مسفوح'' مراد ہے یعنی وہ خون جو جانور کی رگوں سے بہا دیا گیا ہو۔ لہٰذا جو خون گوشت کے ساتھ ملا ہوتا ہے وہ بالا جماع حلال ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں گوشت پکاتی تو ہنڈیا کے اوپر خون کی وجہ سے زردی سی آجاتی۔ آنحضرت ﷺ اسے تناول فرمالیتے اور اس پر انکار نہ فرماتے۔ (قرطبی) سؤر کی چربی بھی گوشت کی طرح حرام ہے۔ سمندر کے مردہ جانوروں کے لیے دیکھئے۔ (سورۃ المائدہ آیت ۹۶) اور ''مَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ'' میں وہ تمام جانور اور دوسری چیزیں آجاتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی نذر نیاز کے لیے مخصوص کر دیا جائے) ایسے جانور کا گوشت حرام ہے۔ خواہ ذبح کے وقت کسی بزرگ یا قبر یا بت کا نام لیا اور خواہ اسے بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے۔ مفسرینؒ نے اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں عِنْدَ الذَّبْحِ (یعنی ذبح کے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے) کی قید لگائی ہے۔ تو یہ اس وقت کے عمومی رواج کے پیش نظر لکھ دیا ہے۔ ورنہ خاص کر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینا حرمت کے لیے شرط نہیں ہے۔ اسی طرح غیر شرعی تہواروں پر جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں وہ بھی اہل لغیر اللہ میں داخل ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا گیا کہ عجمی لوگوں کے تہواروں میں ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو جانور خاص اس دن کے لیے ذبح ہوں ان کو مت کھاؤ۔ (قرطبی۔ کبیر) امام شوکانی فرماتے ہیں: ''اس حکم میں وہ جانور بھی آجاتے ہیں جو فرطِ اعتقاد سے بزرگوں کی قبروں پر ذبح کیے جاتے ہیں۔'' (فتح القدیر) سلسلۂ بیان کے لئے دیکھئے (سورۃ الانعام آیت ۱۴۵) ایک حدیث میں غیر اللہ کے نام پر ذبح کی وعید پر آئی ہے۔ چنانچہ فرمایا: مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ. یعنی غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرنے والا ملعون ہے۔ (جامع صغیر ج ۳ ص ۲۶۶) نیز تفسیر نیشاپوری میں ہے۔ اَجْمَعَ الْعُلَمَآءُ لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِیْحَةً وَیُرِیْدُ بِذَبْحِهَا التَّقَرُّبَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ صَارَ مُرْتَدًّا اَوْ ذَبِیْحَتُهٗ ذَبِیْحَةُ مُرْتَدٍ کہ علماء کا اس پر اجماع ہے: اگر کوئی مسلمان غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔ (تفسیر عزیزی ص ۶۱۱) نیز سورۃ الانعام آیت ۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''(اے ہمارے حبیب وخلیل نبی! ہم نے ہر زمانہ میں ہر پیغمبر کو یہی حکم دیا تھا کہ) اے پیغمبرو! ستھری (پاکیزہ) چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرتے رہو (جو شرع کے موافق ہوں) جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں۔''

نبی مکرم ومعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی صفت قرآن حکیم کی زبانی تورات وانجیل میں یوں بیان کی گئی ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ ﴾

(الاعراف:۱۵۷)

''یہ لوگ وہ ہیں جو اس پیغمبر ناخواندہ نبی (یعنی حضرت محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو اچھے کام کرنے کا حکم دیتا ہے، بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور ستھری (پاکیزہ) چیزیں ان کے لیے حلال کرتا ہے اور پلید (ناپاک) چیزیں ان پر حرام کرتا ہے۔ اور ان پر سے بوجھ اتار دیتا ہے۔ اور وہ پھندے کھول دیتا ہے جو ان پر پڑے تھے۔ پھر جو لوگ اس پیغمبر پر ایمان لائے اور اس کی عزت کی اور اس کی مدد کی اور اس نور پر چلے جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ یہی لوگ مراد پانے والا ہیں۔'' [1]

تو اللہ رب العالمین نے ہمارے لیے سوائے ان چیزوں کے جو شرع میں حرام ہیں کھانے اور پینے کی تمام اقسام حلال کی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان اوپر سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۳ میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح

---

[1] یعنی جو طیب چیزیں ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے حرام کردی گئی تھیں یا انہوں نے خود انہیں اپنے اوپر حرام کرلیا تھا (جیسے اونٹ، گوشت اور چربی وغیرہ) وہ انہیں حلال کردیتا ہے اور جن ناپاک چیزوں کو انہوں نے حلال قرار دے رکھا تھا۔ (جیسے سؤر کا گوشت اور شراب وغیرہ) وہ انہیں حرام قرار دیتا ہے۔ اور پھر جو چیز بھی شریعت نے حلال قرار دی ہے وہ طیب ہی ہے اور جو حرام قرار دی ہے وہ خبیث ہی ہے۔ (ابن کثیر) اور پھندوں سے مراد یہ ہے کہ ان کے علما نے ان پر جو خود ساختہ پابندیاں لگا کر دین میں تنگی پیدا کر رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ ان پابندیوں کو توڑ کر دین میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔ احادیث میں ان سہولتوں کا تفصیل سے ذکر ملتا ہے جو اسلام میں امت محمدی کو خاص طور پر حاصل ہوئی ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے جوامع کلمات سے ان کو بیان بھی فرما دیا ہے۔ جیسے فرمایا: بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ السمحة کہ مجھے آسان حنفی دین دے کر بھیجا گیا ہے۔ نیز فرمایا: اَلدِّیْنُ یُسْرٌ کہ دین میں آسانی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ کہ اسلام میں مضرت رسانی بالکل ممنوع ہے۔ نیز آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمیشہ تلقین فرماتے یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا کہ احکام میں سہولت کو سامنے رکھو تنگی پیدا نہ کرو۔ (ابن کثیر۔ کبیر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراب، ہر کچلی والا درندہ اور ہر پنجے والا پرندہ وغیرہ بھی حرام ہے کہ جن کا ذکر قرآن وسنت میں آچکا ہے۔

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ ہر انسان کی طرح ایک بشر کی مثل تھے اور آپ بھی کھانے، پینے کی کچھ معین انواع واقسام کھانا پینا پسند فرماتے تھے۔ اور بعض کھانے پینے کی دوسری انواع واقسام کی چاہت نہ رکھتے ہوئے ناپسندیدگی کی بنا پر انہیں چھوڑ دیتے تھے۔ کھانا اور پینا تو انسان کے لیے انتہائی اہم ضرورت ہے تاکہ ان کے ذریعے وہ نشوونما پا کر زندگی گزار سکے۔ اور خوراک کے ذریعے تاکہ اس کے وجود میں قوت' طاقت' حرارت اور نشاط پیدا ہو۔ اللہ خالق کائنات کا اپنی مخلوق میں یہی طریقہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا فطری اصول وضابطہ ہے کہ اس سے کسی مخلوق کو مفر نہیں۔ نہایت پاک ہے اللہ رب العالمین جو ہر ہر چیز کا بھی پیدا کرنے والا ہے اور اس نے انسان کو نہایت خوبصورت، مرتب ومنظم اور اعلیٰ ڈھانچے میں پیدا فرمایا ہے۔ اس اللہ الخالق نے انسان کے لیے وہ سب کچھ مہیا کر دیا ہے کہ جو چیزیں اس کے لیے تب تک بقاء اور زندگی کے لیے استمرار کا موجب وکفیل بنتی ہیں جب تک اللہ رب العزت چاہے۔ چنانچہ اللہ الکریم کا ارشاد ہے:

﴿ اللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (غافر: ٦٤)

''اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ اقدس ہے کہ جس نے تمہارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا ہے۔ اسی ربّ کائنات نے تمہاری شکلیں بنائیں اور کس قدر اس نے اچھی صورتیں بنائی ہیں۔ اور اُس اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمائے ہیں۔ یہی تمہارا رب، معبودِ برحق ہے۔ وہ بڑی ہی برکت والا، سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴾ (طٰهٰ: ٥٠)

''موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: ہمارا رب (مالک اور پروردگار) وہ ہے جس نے ہر چیز کو ایک خاص خلقت و صورت دی اور پھر اس کو زندگی بسر کرنے کا راستہ بتلایا۔''

نبی مکرم ﷺ کا کھانے میں طریقہ اور راہنمائی:

رسول اللہ ﷺ کا کھانے میں طریقہ اور آپ کی کھانے پینے میں راہنمائی یہ تھی کہ آپ کو جب حلال کھانے کی اشتہاء ہوتی تو آپ اسے تناول فرما لیتے ورنہ آپ اسے چھوڑ دیتے اور اس کھانے میں عیب نہ نکالتے۔

((فَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ، قَالَ : مَاعَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ : إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ ، وَإِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَرِهَهُ تَرَكَهُ)) ❶

''چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ اگر آپ ﷺ کو اشتہاء ہوتی تو آپ اسے کھا لیتے اور اگر آپ اس کو ناپسند کرتے تو اسے چھوڑ دیتے۔''

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے پینے میں راہنمائی اور آپ کے اس ضمن میں آداب طعام یہ تھے کہ (۱)......آپ کھانا شروع کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھتے۔ (۲)......آپ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاتے (۳)...... آپ اپنے سامنے سے کھاتے اور (۴)......انہی آداب طعام پر آپ بچوں کی بھی تربیت فرماتے۔

((قَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلْمَةَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حجرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ)) ❷

''سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: میں بچپن میں رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش (اور ایک بار) آپ کی گود میں تھا۔ اور میرے ہاتھ کھانے والے بڑے برتن میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ (کبھی یہاں سے کھانا اٹھاتا اور کبھی وہاں سے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچے! بسم اللہ پڑھو۔ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

((وَقَالَ ﷺ: ((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهَ تَعَالٰى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ)) ❸

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اسے اللہ عزوجل کا نام لینا چاہیے۔ (یعنی کھانا شروع کرنے سے پہلے ہر مسلمان ''بسم اللہ'' ضرور پڑھ لے) اور اگر کوئی کھانے کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ یوں کہے: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ..... اللہ کے نام سے (میں کھانا شروع کرتا ہوں) اس کے شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔''

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة، باب ما عاب النبي ﷺ طعامًا۔ ح : ٥٤٠٩

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام، والأكل باليمين۔ ح : ٥٣٧٦

❸ صحيح سنن أبي داود، رقم : ٣٢٠٢ (كتاب الأطعمة / ح : ٣٧٦٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی معظم ﷺ دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم فرماتے اور بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے منع فرماتے تھے۔ اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا (پیتا) ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ))وَقَالَ ﷺ :((لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ)) [1]

’’تم میں سے کوئی آدمی جب کھانے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے۔ اور جب پینے لگے تو چاہیے کہ اپنے بائیں ہاتھ سے پیے۔ اس لیے کہ بلاشبہ شیطان اپنے بائیں سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے ہی پیتا ہے۔‘‘ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ۔ اس لیے کہ بلاشبہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔‘‘

نبی مکرم و معظم سیّد الانبیاء والرسل محمد بن عبداللہ ﷺ کا اکثر اوقات کھانا زمین پر بچھے دستر خوان پر چن دیا جاتا تھا۔ اور آپ کی سنت یہ تھی کہ آپ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا: ’’إِنِّي لَا آكُلُ مُتَّكِئًا۔‘‘ بلاشبہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔‘‘ [2]

اور آپ ﷺ نے ٹیک لگانے کی شرح چہار زانو (بیٹھنے یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنے) سے بھی کی ہے اور اس کا معنی کسی چیز کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھنے سے بھی ہے۔ یعنی کسی چیز پر وجود کا بوجھ ڈال دینا۔ چاہے یہ ٹیک لگانا دونوں ہاتھوں میں سے کسی ایک کے اوپر ہو یا کسی تکیہ وغیرہ پر۔ (یعنی پشت کے بل) اور آپؐ نے اس کی شرح ایک پہلو کے بل ٹیک لگانے سے بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ ٹیک لگانے کی یہ تینوں شکلیں اور ہیئتیں اور کھانے کے لیے تمام بیٹھکوں میں سے پہلو کے بل (ایک ہاتھ کی) ٹیک لگانے والی ہیئت سب سے بیہودہ ہے۔ یہ ایک ایسی بیٹھک ہے کہ جو کھانے والے کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ اس لیے کہ یہ حالت کھانے والی فطرتی گزرگاہ (آنتوں) کے لیے کھانا آگے گزارنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور اسے جلد از جلد معدے تک پہنچانے سے روکتی ہے۔ معدے کو سکیڑ لیتی ہے اور معدے کو خوراک کے لیے کھلا رہنے کی اجازت نہیں دیتی۔ جس کے نتیجے میں غذا آسانی سے معدے تک پہنچ ہی نہیں پاتی۔‘‘ [3]

[1] أخرجه مسلم في كتاب الأشربة ، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما۔ ح : ٥٢٦٤ ، ٥٢٦٥

[2] صحيح البخاری/ کتاب الاطعمة/باب الآکل مُتَّکِئًا/ حدیث ٥٣٩٨

[3] تفصیل کے لیے زاد المعاد لابن قیم رحمہ اللہ جلد ٤ ص ٢٢١، ٢٢٢ دیکھ لیجیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی کریم ﷺ جب اپنے دائیں ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے ساتھ کھانا کھا لیتے تو فارغ ہونے کے بعد ان کو چاٹ لیتے اور کھانے والے برتن (پلیٹ' رکابی وغیرہ) کو اور انگلیوں کو چاٹ لینے کا حکم فرماتے۔ اور اسی دوران اگر کوئی لقمہ زمین پر گر جائے تو اسے اٹھا لینے کا حکم فرماتے۔

((فَعَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ وَقَالَ: ((إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الأَذَى وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ)) وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ ، قَالَ : ((فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِي أَيِّ طَعَامِكُمْ الْبَرَكَةُ)) ❶

"چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھا لیتے تو اپنی تینوں انگلیوں (درمیانی انگلی، شہادت والی انگلی اور انگوٹھا) کو چاٹ لیتے اور فرماتے: تم میں سے جب کسی شخص کا لقمہ نیچے گر جائے تو اسے چاہیے کہ اس لقمے کو لگی تکلیف دینے والی چیز (مٹی، تنکے وغیرہ) کو صاف کر کے کھا لے اور اس لقمے کو شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔" اور آپؐ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم کھانے والے برتن کو اندر سے خوب صاف کر دیا کریں۔ فرمایا: بلاشبہ تم اس بات کی خبر رکھتے ہی نہیں کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔" (یعنی جو تم نے آغاز میں کھایا اس میں یا اس میں کہ جو تم آخر میں کھاتے ہو)

اور نبی کریم ﷺ کی جہاں تک پینے کے معاملے میں راہنمائی کا تعلق ہے تو آپ کی اکثر عادت مبارک اس ضمن میں بیٹھ کر پینے کی تھی۔ اور آپ تین سانس لے کر پیتے تھے اور آپؐ نے پینے والی چیز میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا:

((إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ)) ❷

"تم میں سے جب کوئی پیئے تو وہ برتن میں سانس نہ لے۔"

اس حدیث مبارک سے گرم کھانے اور پینے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس پر پھوک مارنے والی خطا واضح ہوتی ہے۔ بسا اوقات اس سے صحت کے لیے تکلیف بھی پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ ہوا کہ جو پھونک مارنے سے نکلتی ہے یا اندر سے باہر نکلنے والا سانس، ایک ایسی ہوا ہوتی ہے جو فاسد گیس کاربن آکسائڈ سے بھری ہوئی ہوتی ہے (یہ

---

❷ أخرجه مسلم في كتاب الأشربة ، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة وأكل اللقمة الساقطة۔ ح : ٥٣٠٦

❷ صحیح البخاری/ كتاب الاشربة/ باب النهى عن التنفس فى الاناء/ حديث ٥٦٣٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیس انسان کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوتی ہے) یہ تحقیق شدہ بات مذکور بالا حکم کے علاوہ علم میں آئی ہے۔ علاوہ ازیں ان احادیث مبارکہ کے اور بھی بہت سارے فوائد ہیں کہ جو برتن میں پھونک مارنے کی ممانعت کے لیے استنباطاً سمجھے جاتے ہیں۔

اور نبی مکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان میں کھانے کی مقدار سے متعلق آپ کی سنت مذکور ہے۔ چنانچہ سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے خود سماعت کیا، رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے:

((مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ : فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ)) ❶

''پیٹ سے برا کوئی برتن آدمی نہیں بھرتا۔ ابن آدم کی ضرورت کے مطابق کچھ لقمے ہونے چاہئیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اور اگر (بھوک وغیرہ کی وجہ سے) نہایت ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کے لیے، دوسرا تیسرا حصہ پینے کے لیے اور ایک تیسرا حصہ اس کی سانس کے لیے ہونا چاہیے۔'' یعنی انسانی وجود کو تھوڑے سے لقمے ہی کافی ہیں کہ جو اللہ عزوجل کی اطاعت پر اسے قائم رکھ سکیں۔ اور اگر وہ اس مقدار سے تجاوز کرنے کا ارادہ رکھے تو پھر وہ مذکور بالا تقسیم سے متجاوز نہ ہو۔ اور وہ ہے پیٹ کا دو تہائی حصہ کھانے اور پینے کے لیے جبکہ ایک حصہ اچھی طرح سے سانس لینے کے لیے۔ اس سے آدمی کو اپنا وجود صحت مند رکھنے کے لیے نہایت آسانی رہتی ہے۔''

اور جہاں تک کھانے سے بعد والی حالت کا تعلق ہے تو نبی مکرم ﷺ کا طریقہ وعمل یہ تھا کہ آپ کھانا کھانے کے بعد اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرتے۔ چنانچہ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کھانا کھانے کے بعد نبی کریم ﷺ یوں کہتے تھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا)) ❷

''بہت ہی زیادہ اور نہایت پاکیزہ، برکت والی سب طرح کی حمد و ثنائے جمیل ایک اللہ عزوجل کے لیے ہے کہ ہم اس کھانے کا حق پوری طرح ادا نہ کر سکے اور یہ ہمیشہ کے لیے رخصت بھی نہیں کیا گیا ہے۔ اور اے ہمارے رب کریم! یہ ہم نے اس لیے کہا ہے تاکہ اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہو۔''

اور جناب معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے:

---

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٩٣٩ـ كتاب الزهد / ح : ٢٣٨٠

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة ، باب ما يقول إذا فرغ من طعامه ح : ٥٤٥٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((مَنْ أَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ)) ❶

''جو آدمی کھانا کھانے کے بعد یوں کہے: ہر طرح کی حمد وثناء جمیل اس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا ہے اور میری قوت' طاقت کے بغیر مجھے یہ عطا کیا ہے، اس کے لیے اس کے اگلے پچھلے تمام چھوٹے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

اور جب کوئی آدمی کسی دوسرے شخص یا کسی جماعت، خاندان، قبیلے کے پاس کھانے کے لیے مدعو' مہمان ہو تو وہ کھانا کھانے کے بعد...... سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موجب...... ان میزبانوں کے لیے یوں دعا کرے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مَا رَزَقْتَهُمْ ، فَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ)) ❷

''اے اللہ! جو تو نے ان کو عطا کر رکھا ہے اس میں ان کے لیے برکت ڈال دے۔ اور ان کو بخشتے ہوئے ان پر رحم فرما دے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ جناب سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ؐ کے لیے روٹی اور زیتون کا تیل کھانے کے لیے پیش کیا۔ چنانچہ آپ ؐ نے کھانا کھایا اور پھر آپ ؐ نے فرمایا:

((أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ)) ❸

''(اللہ سے دعا ہے کہ) تمہارے ہاں ہمیشہ روزے دار روزہ افطار کرتے رہیں۔ تمہارا کھانا نیک لوگ کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے اوپر درود بھیجتے رہیں۔''

نبی مکرم ﷺ دعوت کو قبول فرماتے اور دعوت قبول کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ ، فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ)) ❹

''جس کو دعوت دی جائے اسے چاہیے کہ دعوت کو قبول کرے۔ لیکن یہ ہے کہ: اگر چاہے تو کھا لے

---

❶ صحيح سنن أبي داود، رقم : ٣٣٩٤ (كتاب اللباس / ح : ٤٠٢٣

❷ أخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوى خارج التمر واستحباب دعاء الضيف لأهل الطعام۔ ح: ٥٣٢٨

❸ صحيح سنن أبي داود، رقم : ٣٢٦٣۔ كتاب الأطعمة / ح : ٣٨٥٤

❹ صحيح سنن أبي داود، رقم : ٣١٨٢۔ كتاب الاطعمة / ح : ٣٧٤٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چاہے تو چھوڑ دے۔"

اور نبی مکرم ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کھانے سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ دھو لیتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَامَ وَفِي يَدِهِ غَمْرٌ ، وَلَمْ يَغْسِلْهُ ، فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ)) [1]

"جو شخص اس حالت میں سوئے کہ اس کے ہاتھ میں بساند ہو اور اس نے اپنے ہاتھ کو دھویا نہ ہو اور اسے کوئی نقصان دہ چیز لگ جائے تو وہ اپنے آپ کو ہی پھر ملامت کرے۔" (کہ اس نے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر نظافت کیوں نہ حاصل کی)

یہاں اس حدیث مبارک میں مذکور کلمہ "الغمر" سے مراد: گوشت اور مچھلی وغیرہ کی چکناہٹ اور چربی وغیرہ سے اٹھنے والی بدبو، بساند ہے کہ جو پانی، صابن وغیرہ سے دھونے کے ساتھ دور ہوتی ہے۔ اور اس حدیث مبارک میں مذکور کلمات: "فَأَصَابَهُ شَيْءٌ۔" کا مطلب ہے کہ اس کے دماغ کو جنون کی حد تک پہنچانے والی غنودگی کی تکلیف پہنچ جائے۔ یا جنوں میں سے کوئی جن اسے تکلیف پہنچا دے۔ اس لیے کہ نیند کی حالت میں کھانے والے کے ہاتھ میں لگی کھانے کی بدبو کہ جو چکناہٹ اور چربی وغیرہ سے آتی ہے جنوں کو اپنی طرف مائل کر دیتی ہے اور وہ اسے حاصل کرنے کے لیے سونے والے کو تکلیف پہنچا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی اس کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب [2]

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کھانے کی کچھ معین انواع واقسام کو پسند فرماتے تھے۔ ان میں سے ہم صرف انہیں کھانوں کے بیان پر اکتفا کریں گے جو صحیح احادیث میں لفظ "حب" کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں۔ اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف یہی کھانے کھایا کرتے تھے۔ بلکہ آپؐ ان کے علاوہ دوسرے کھانے کی چیزیں بھی تناول فرماتے تھے۔ جیسے کہ اونٹنی، بکرے کا گوشت، مرغی کا گوشت، سرخاب کا گوشت، خرگوش کا گوشت، مچھلی کا گوشت، دودھ، ستو، خزیرہ (یعنی دودھ، آٹے اور گوشت سے تیار شدہ سوپ، شوربہ) ککڑیاں (خربوزے، تریں، کھیرے اور ونگے وغیرہ)، تازہ کھجوریں (ڈوکے) پنیر، روٹی کے ساتھ کھجوریں، سرکہ کے ساتھ روٹی، ثرید (جو روٹی اور گوشت سے تیار کیا جاتا ہے) پگھلائی ہوئی چربی کے ساتھ روٹی، بھنی ہوئی کلیجی، نمک لگا کر دھوپ میں سکھائے گئے گوشت کے لمبے لمبے ٹکرے، مکھن، زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی، تازہ کھجوروں کے

---

[1] صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٢٦٢ ـ كتاب الاطعمة / ح : ٣٨٥٢

[2] دیکھئے علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ کی عون المعبود/ جلد ١٠/ص ٢٣٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ تربوز، اور انگور وغیرہا۔ لیکن احادیث میں بالخصوص ان کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ لفظ ''حب'' نہیں آیا ہے کہ جسے میں نے اس کتاب کے لیے مشروط کی ہوا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے نزدیک بکری کے گوشت میں سے زیادہ پسندیدہ حصہ دستیاں ❶

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: وُضِعَتْ بَيْنَ يَدِيْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَصْعَةٌ مِنْ ثَرِيْدٍ وَّلَحْمٍ، فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ، وَكَانَتْ أَحَبَّ الشَّاةِ إِلَيْهِ)) ❷

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانے کا ایک بڑا برتن (رکابی وغیرہ) گوشت اور ثرید کا رکھا گیا۔ آپؐ نے دستی (پائے) کا گوشت تناول فرمایا۔ اور گوشت کا یہ حصہ (دستی، پایہ) ساری بکری سے زیادہ پسندیدہ تھا...... الخ

((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ، قَالَ وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُوْدَ هُمْ سَمُّوْهُ)) ❸

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کو بکری کی دستی، پایہ اچھی لگتی تھی۔ آپ بیان کرتے تھے کہ (اسی پسندیدگی کی وجہ سے غزوۂ خیبر کے موقع پر) بکرے کی دستی میں زہر ڈالی گئی تھی اور نبی مکرم ﷺ کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کھانے میں زہر یہودیوں نے ملایا ہے۔'' (اور پھر یہودیوں کو اس پر سزا بھی ملی تھی)

نبی مکرم و معظم محمد رسول اللہ ﷺ گوشت کو پسند فرماتے اور بکری کے گوشت میں سے آپ کو دستی کا گوشت زیادہ پسندیدہ تھا۔ گوشت انسانی وجود کے لیے نہایت فائدہ مند اور لوگوں کے ہاں لذت کا سبب بنتا ہے۔ اور گوشت تمام ادوار میں انسان کے لیے تمام کھانوں کا سردار شمار ہوتا رہا ہے۔ اور گوشت جنتیوں کا بھی لذیذ کھانا ہو گا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ ﴾ (الطور:۲۱،۲۲)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے امام ابن القیم رحمہ اللہ کی زاد المعاد جلد ۴ ص ۳۷۲، ۳۷۳ و شرح صحیح مسلم للنووی / جلد ۳ ص ٦٥

❷ أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب الشفاعة ح : ٤٨١

❸ صحيح سنن أبي داود، رقم : ٣٢١٢ـ كتاب الاطعمة / ح : ٣٧٨١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔ ہر آدمی اس کے عوض کہ جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔ اور ہم انہیں پھل اور گوشت زیادہ دیں گے، اس میں سے جو وہ چاہیں گے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی دستی سے محبت و پسندیدگی کی وجہ سے اس کا پک کر خوش گوار و مزیدار بن جانے کی وجہ سے تھی۔ اور دستی (پایہ) پکنے کے بعد نہایت لذیذ ہو جاتی ہے اور تکلیف دہ اسباب سے یہ بہت دور ہوتی ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بھیڑ (چھترے، دنبے وغیرہ) کا گوشت اس شخص کے لیے کہ جس کا ہاضمہ نہایت درست اور مضبوط ہو وجود میں نہایت عمدہ اور طاقتور خون پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ گوشت ٹھنڈے اور معتدل مزاج والے لوگوں کے لیے بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح ان احباب کے لیے بھی کہ جو پوری پوری جسمانی ورزشیں کرنے والے ہوں (یا جن کا کام کاج نہایت کٹھن ہو ان کے لیے بھی چھترے بکرے کا گوشت بہت ہی مفید ہوتا ہے) یہ گوشت سوداوی مزاج والوں کے لیے بھی نفع بخش ہوتا ہے۔ گوشت ذہن اور حافظے کو تقویت پہنچاتا ہے۔''

اسی طرح ہڈی کے ساتھ لگا ہوا گوشت زیادہ عمدہ ہوتا ہے اور دائیں جانب والا گوشت بائیں جانب والے گوشت سے زیادہ ہلکا ہوتا ہے۔ اسی طرح سینے کا گوشت جانور کے پچھلی حصے کے گوشت سے زیادہ لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کے نزدیک بکری کے سارے حصے کی نسبت اس کے سینے (سامنے والے حصے) کا گوشت دوسرے سارے وجود سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ اور سری کے علاوہ سینے سے اوپر والا سارا گوشت نچلے والے حصے کی نسبت زیادہ خفیف اور ہلکا ہوتا ہے۔ گردن کا گوشت عمدہ اور لذیذ ہوتا ہے جو کہ جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ اور دستی کا گوشت سارے وجود سے زیادہ خفیف، زیادہ لذیذ اور تکلیف، نقصان سے بہت زیادہ لطف والا ہوتا ہے۔ ہضم بھی بہت جلد ہو جاتا ہے۔ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دستی کا گوشت بہت بھاتا تھا۔ پٹھ کا گوشت تو غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے جو کہ وجود میں نہایت عمدہ قابل تعریف خون پیدا کرتا ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ)) [1]

''عورتوں پر ام المومنین والمومنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔''

---

[1] دیکھئے صحیح البخاری/ کتاب الاطعمۃ/ باب الثرید/ حدیث: ٥٤١٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ثرید'' کا کھانا روٹی اور (شوربے والے) گوشت سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور ثرید عربوں کے ہاں سب سے عمدہ کھانا ہوتا ہے۔

مختلف تجربوں سے واضح ہوا ہے کہ وہ خوراک جو تمام طرح کے گوشت اور سبزیوں کو ہم وزن کر کے اختیار کی جائے (یعنی کبھی سبزی، کبھی دالیں اور کبھی گوشت) تو یہ سب سے زیادہ درست غذا ہوتی ہے کہ جو ایک سبب کی وجہ سے نہایت ہی اچھے نتائج دیتا ہے۔ اور وہ سبب یہ ہے کہ: گوشت دیگر کھانوں کی نسب جسم میں زیادہ خلیہ جات اور گوشت کے پارچہ جات کے بنانے میں نہایت ضروری پروٹین (بالخصوص پیشاب میں پائے جانے والے پروٹین) کے مرکبات پر شامل ہوتے ہیں اور آدمی اگر ان پروٹین والے مرکبات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ گوشت کے ساتھ سبزیوں کی ایک اچھی خاصی مقدار کو ملا لے۔

باقی رہی یہ بات کہ ہم تمام جانوروں کے گوشت میں سے زیادہ عمدہ اقسام کے بارے میں جان لیں؟ تو جاننا چاہیے کہ بھیڑ، بکریوں (بکریوں، چھتروں اور مینڈھوں) کا گوشت دیگر تمام گوشت کی اقسام میں سے زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان جانوروں کا گوشت ہضم ہونے کے لحاظ سے زیادہ آسان اور جسم کو قوت، طاقت عطا کرنے کے اعتبار سے زیادہ اچھا، عمدہ ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے؛ ان جانوروں کا گوشت گائے کے گوشت سے زیادہ اچھا اور بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ ، فَإِنَّهَا دَوَاءٌ ، وَأَسْمَانِهَا فَإِنَّهَا شِفَاءٌ ، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومهَا ؛ فَإِنَّ لُحُومَهَا دَاءٌ)) [1]

''گایوں کے دودھ (پینا) لازم پکڑ لو۔ اس لیے کہ بلاشبہ ان کے دودھ میں دوا (علاج کا سامان) ہے۔ اور ان کے گھی بھی استعمال کیا کرو اس لیے کہ ان کے گھی میں شفاء ہے۔ البتہ ان کے گوشت سے بچو۔ اس لیے کہ ان کے گوشت میں باطنی خرابی ہے۔''

ہمارے دور میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کی تصدیق میں ایک زبردست دلیل یوں ظاہر ہوئی ہے کہ اکثر ملکوں، علاقوں میں گایوں کو پاگل ہونے کا مرض لاحق ہو گیا اور تمام ملکوں میں سرفہرست برطانیہ ہے۔ حتیٰ کہ دنیا کے اکثر ملکوں میں اس بیماری کے انسانوں کی طرف منتقل ہو جانے کے ڈر سے لوگوں نے بہت بڑی تعداد میں گائے کا گوشت کھانے سے کھلا انکار کر دیا۔ اور اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ مستقبل میں گائے کی کون کون سی

---

[1] صحيح الجامع ، رقم : ٤٠٦٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیماریاں ظاہر ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی کھانے والی پسندیدہ چیزیں: مکھن اور کھجوریں ❶

((عَنِ ابْنَيْ بُسْرِ السُّلَمِيَّيْنِ قَالاَ :دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا ، وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ)) ❷

بسر السلمی کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ سو ہم نے آپ کے سامنے مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔ اور آپ ﷺ مکھن اور کھجوروں کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔''

مکھن:

مکھن گائے اور بکریوں (بھینسوں) کے جمے ہوئے دودھ (دہی) سے مدھانی کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ لسی وغیرہ سے اچھی طرح صاف کیا ہوا مکھن، عام مکھن (کہ جس میں لسی اور کریم وغیرہ کی آمیزش بھی ہو) سے زیادہ اچھا اور عمدہ ہوتا ہے۔ مکھن...... دودھ کے فوائد و خصائص کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ اور مکھن میں چکنائی کی نسبت بلند ہونے کی وجہ سے ان فوائد و خصائص پر اعلیٰ درجہ کی گرمائش والی قوت مستزاد ہوتی ہے۔ شریانوں کے اینٹھ جانے والے مرض کے علاج اور عارضی کھانسی کو روکنے کے لیے مکھن نہایت مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح ورموں کی شفا کے لیے بھی مفید ہے۔ اور اس کے فائدہ کو اگر بڑھانا ہو تو پھر مکن کے ساتھ کھجور کھائی جائے۔ لیکن مکھن کے استعمال میں عدم افراط کی نصیحت کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں ترش، کٹھی چکناہٹ والی مقدار زیادہ ہوتی ہے کہ جو خون میں کالسٹرول (یعنی اسے گاڑھا کرنے والا مادہ) کی نسبت بڑھانے کا سبب بنتی ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مکھن کی تاثیر گرم مرطوب ہوتی ہے۔ اور اس میں بہت سارے فوائد ہوتے ہیں۔ جن میں سے زود ہضم اسہال آور ہونا اور کسی ایک اجزاء ترکیبی والا ہونا قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح مکھن...... گردوں سے پیشاب کو مثانہ تک لانے والی دونوں رگوں کا اور دونوں کانوں کی طرف ہونے والے ورموں کے لیے بھی مفید ہے۔ منہ کے ورفوں اور ان سارے ورموں کے لیے بھی یہ دواء کا کام دیتا ہے جو عورتوں اور بچوں کے جسموں میں نکل آتے ہیں بشرطیکہ اسے کسی چیز میں ملائے بغیر اکیلے ہی کو لگایا اور کھایا جائے۔ مکھن چاٹنے سے پھیپھڑوں کی غیر طبعی حرکت کی بنا پر رگوں میں حرکت کرنے والے غیر مسلسل خون کے علاج میں بھی فائدہ پہنچتا

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے (۱) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی زاد المعاد/ جلد۴ص ۳۱۸ (۲) عون المعبود للعظیم آبادی جلد۱۰ص ۲۲۳ (۳) امام ذہبی کی بحاشیہ احمد البدراوی/ الطب النبوی ص۱۲۴

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور رگوں میں بننے والے ورموں کو خشک کر دیتا ہے۔

مکھن......مزاج (یعنی صفرا، سودا، خون اور بلغم سے مرکب اخلاط اربعہ) پٹھوں، اخلاط اربعہ میں سے ایک سودایت کی وجہ سے عارضی طور پر سخت ہونے والے ورموں اور بلغم کو نرم کرتا ہے۔ اور بدن میں عارضی طور پر پیدا ہونے والی خشکی کے لیے بھی نفع بخش ہے۔ اگر مکھن بچے کی دانتوں کے اگنے کی جگہ (مسوڑوں) پہ ملا جائے تو یہ دانتوں کے اگنے اور بڑے ہونے پر مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح مکھن سردی اور خشکی کی وجہ سے ہونے والی عارضی کھانسی میں بھی نفع بخش ہے۔ اور بدن میں پیدا شدہ کھجلی، خارش اور خشکی کو بھی مکھن دور کر دیتا ہے۔ مگر یہ ہے کہ مکھن، کھانے کی خواہش کو کمزور کر دیتا ہے۔ اپنی بدہضمی کی وجہ سے شہد اور کھجور جیسی مٹھاس کو مکھن ختم کر دیتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا کھجور اور مکھن کو ملا کر کھانے میں حکمت ان دونوں کی ایک دوسرے سے اصلاح ہے۔

کھجور:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ؛ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً تَكُونُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ ، وَهِيَ النَّخْلَةُ))[1]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں ایک درخت کی مثال مسلمان کی طرح ہے اور یہ کھجور کا درخت ہے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ کھجور کے درخت کی برکت ایک مسلمان کی برکت جیسی ہوتی ہے۔ اور اس کی برکت اس کے تمام اجزاء میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ برکت کھجور کی تمام حالتوں میں مسلسل رہتی ہے۔ اور کھجور کے درخت کی ایک مسلمان سے تشبیہ اس درخت کی خیر کثیر، اس کے سائے کی ہمیشگی، اس کے پھل کی مٹھاس اور اس کے وجود کی ہمیشگی سے دی گئی ہے۔ پس بلاشبک وشبہ اس وقت سے کہ جب اس کو پھل لگ جاتا ہے خشک ہونے تک لگاتار ہمیشہ کھایا جاتا ہے۔ چنانچہ کھجور کو اس کی مختلف حالتوں میں کھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ: اس کا گوند جو چربی کی طرح سفید ہوتا ہے، کھجور کا شگوفہ، گابھا، کچر کھجور (جو ابھی ہری ہو) کچی کھجور جو ابھی پکنا شروع ہوئی ہو، تر کھجور (ڈوکے) گدر کھجور اور مکمل پکی رسی ہوئی کھجور۔ اور اس کے بعد تر و تازہ نرم کھجور سے لے کر خشک ہونے تک اسے لگاتار کھایا جاتا ہے۔ لوگ اسے صبح وشام، رات، دن گرمیوں اور سردیوں کے ہر موسم میں کھاتے ہیں۔ گویا اس کا کھانا ہمیشہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔

کھجور جب خشک ہو جاتی ہے تو اس سے بہت زیادہ فوائد حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کھجور کے

[1] أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة ، باب بركة النخلة ح : ٥٤٤٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخت کی لکڑی، اس کے پتوں اور اس کی ٹہنیوں سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے تنے کو بطور ستون و شہتیر، اس کی لکڑی کو بطور ایندھن بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی ٹہنیوں کی لاٹھیاں بھی بنتی ہیں۔ اور اس کے ریشوں سے چٹائیاں اور رسیاں بنائی جاتی ہیں۔ حتی کہ کھجور کے درخت سے بعض برتن بھی بنائے جاتے ہیں۔ آخر میں اس کی گٹھلیوں کو اونٹوں کے چارے کے طور پر استعمال کر کے ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ پھر اس کے درختوں کا خوش جمال ہونا اور اس کے پھل کی شکل کا حسن، قابل تعریف ہے۔ گویا یہ سب کے سب منافع، خیر اور خوش جمالی بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ ایک مومن آدمی اپنے مکارم اخلاق، اپنے نماز روزے، قرآن کی تلاوت، ذکر و اذکار، صدق و خیرات، صلہ رحمی پر ہمیشگی اور اپنی تمام اطاعت الٰہیہ کے ساتھ ہر طرح کی خیر والا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ' ان کی اسلامی زندگی اور ان کی جنگوں کی تاریخ میں کھجور کا کردار ان کی غذاؤں کے سب سے بڑے حصے کے طور پر رہا ہے۔ ایک ایسی صورت میں جو ہمارے لیے وضاحت کرتی ہے کہ ہمارے ان اسلاف نے کھجور والی خوراک کے ذریعے کیسے اس بات کی استطاعت رکھی کہ وہ شہروں اور ملکوں کو فتح کرتے چلے گئے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ ان کے پیٹ میں سوائے چند کھجوروں کے کچھ نہ ہوتا تھا مگر وہ بڑی بڑی مملکتوں اور بڑے بڑے لشکروں سے لڑتے ہی چلے جاتے تھے۔

کھجور اپنے اندر انسان کے لیے انتہائی ضروری غذا کا مکمل مواد رکھتی ہے۔ کھجور میں وٹامن :A' وٹامن :B1' وٹامن :B2 اور وٹامن :BB بھرپور انداز میں پائے جاتے ہیں کہ جن کے متعلق جدید محققین نے لکھا ہے کہ یہ تمام اجزاء طعام اپنے اندر انسان کو بھرپور قوت عطا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کھجور قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے، بالخصوص اس وقت کہ جب اسے خرما کے پھل کے ساتھ کھایا جائے۔ [1] اپنے اندر پائے جانے والے گرم مرطوب جوہر کی وجہ سے کھجور تمام پھلوں میں سب سے زیادہ اپنے اندر بدن کو غذا بہم پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ صبح نہار منہ کھانے سے، پیٹ میں پیدا شدہ چھوٹے چھوٹے کیڑوں (اور فاسد مادہ کے جراثیم) کو کھجور ختم کر دیتی ہے۔ اس کے اندر پائی جانے والی گرمی، حرارت کی وجہ سے

---

[1] مصنف نے یہاں "مع حب الصنوبر" درج کیا ہے جس سے یا تو ''جوزِ صنوبر'' یعنی چلغوزہ مراد ہے یا پھر: "اَلصُّنبُور...... یعنی کھجور کے درختوں سے الگ تھلگ کوئی درخت خرما مراد ہے کہ جس کا پھل کم اور اس کا تنا پتلا ہوتا ہے (دیکھئے: القاموس الوحید ص ۹۴۳ مادہ: ص ن ب) شاعر کہتا ہے:

شاداب مدینہ ہوا حضرت کی دعا سے　　　ہر سو جو میں خرما کے شجر دیکھ رہا ہوں

(اردو لغت جلد ہشتم ص ۵۴۰ مادہ۔ خرما)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھجور میں زہر کو بے اثر کرنے والی دوا کی قوت بھی موجود ہوتی ہے۔ کھجور کے نہار منہ مسلسل استعمال کے ساتھ لمبوترے سے چھوٹے چھوٹے کیڑوں والے مادہ میں تخفیف پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ مسلسل استعمال اس مادہ کو کمزور کر کے اس میں کمی واقعی کر دیتا ہے۔ یا پھر اسے ختم ہی کر دیتا ہے۔ گویا کھجور ایک پھل بھی ہے اور ایک غذا بھی۔ یہ ایک دواء بھی ہے، مشروب بھی کہ جب اس کی نبیذ بنالی جائے اور ایک مٹھائی بھی۔"

جدید تحقیق کی روشنی میں کھجور کے اندر پائے جانے والے مزید بہت سارے فوائد کو درج کرنے کے بعد مصنف حفظہ اللہ لکھتے ہیں: اور اس بنیاد پر اطباء ان روزے داروں کو جو سر کا چکرانا، وجود میں کمزوری، سستی اور نظر کا غیر معتدل ہونا محسوس کریں...... نصیحت کرتے ہیں کہ وہ شکر آمیز قدرتی چیزیں زیادہ مقدار میں استعمال کریں بالخصوص کھجور کہ اس میں مٹھاس کے ساتھ ساتھ حرارت والا مادہ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ کھجور کے استعمال سے سر کا چکرانا اور سستی آدھے گھنٹے کے دوران ختم ہو جاتے ہیں۔

نبی مکرم و معلم محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ بالکل نئی تر و تازہ کھجوروں سے افطار فرماتے یا پھر عام چند ماہ پرانی کھجوروں سے۔ اس کے بعد آپ مغرب کی نماز پڑھتے۔

((قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ، قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ، حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ)) ❶

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تر و تازہ کھجوروں کے ساتھ افطار فرماتے۔ اور اگر تازہ کھجوریں میسر نہ آتیں تو عام (چند ماہ پرانی) کھجوروں کے ساتھ۔ اور عام خشک کھجوریں بھی اگر میسر نہ آتیں تو چند گھونٹ پانی کے آپ نوش فرما لیتے۔"

اور نبی کریم ﷺ نے اسی بات کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلْيُفْطِرْ عَلَى التَّمْرِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ التَّمْرَ فَعَلَى الْمَاءِ؛ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ)) ❷

"جب تم میں سے کوئی شخص روزے دار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کھجوروں کے ساتھ افطار کرے۔ اگر اسے کھجور نہ ملے تو پانی کے ساتھ افطار کر لے، اس کے لیے بلاشبہ پانی پاک ہے۔ (اور پاکیزگی عطا کرنے والا ہے)

❶ صحیح سنن أبي داود، رقم: ٢٠٦٥ (كتاب الصيام / ح: ٢٣٥٦

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب مایفطر علیه، حدیث: ٢٣٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھجور کے ساتھ افطار کی توجیہ وعلت تو جناب شارع علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے مگر طبی طور پر بھی یہ بات ثابت ہے کہ روزے کے آخر میں کھجور کے ساتھ یا پھر کھجور نہ ملنے کی صورت میں پانی کے ساتھ افطار کا طریقہ ہی بالکل درست اور افطار کے لیے صحت بخش ہے۔

امت اسلامیہ کے روزہ داروں کی بہت بڑی اکثریت نے اپنے اس ہادی و مرشد پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اقتداء کر رکھی ہے کہ جو افطار میں تھوڑی سی کھجوروں اور پانی کے گھونٹ پر اکتفا کرتے اور اس کے بعد نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ حتیٰ کہ جب نماز سے فارغ ہو جاتے اور رات کا اندھیرا خوب چھا جاتا ہے تو آپ ﷺ بدہضمی یا سیر شکمی کا احساس نہ دلانے والا ہلکا سا رات کا کھانا تناول فرما لیتے کہ جو آپ کی بھوک کو بھی مٹا دیتا اور آپؐ کے وجود میں غذا کی ضرورت کو بھی پورا کر دیتا۔

اگر مسلمان اپنے روزوں میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے اپنی افطاری کا افتتاح چند کھجوروں، پانی کے ایک گلاس یا جوس کے ایک گلاس سے کیا کریں تو بالتحقیق وہ اپنے محبوب و مطاع پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بھی اپنا سکیں گے اور روزوں کے صحت و تندرستی سے متعلق فوائد کو بھی ضروری حاصل کر سکیں گے۔ ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ لطف و لذت تو کھانے کی قسم میں ہوتی ہے نہ کہ اس کی مقدار میں۔ چنانچہ تمام وٹامنز پر مشتمل ایک تھوڑی سی کھانے کی مقدار جیسے کہ کھجور، تھوڑی سی روٹی یا کچھ دودھ یا تھوڑا سا گوشت، سوف، شوربے کے ساتھ روزے دار کو صحت عطا کر دیتی ہے اور اسے چکنایوں والے کھانوں کی انواع و اقسام پر مشتمل ایک زیادہ مقدار والے کھانے سے زیادہ قوت، طاقت عطا کر دیتا ہے یعنی ایسا ثقیل کھانا کہ جو ہر بدہضمی کا سبب بنے اور معدے کا برا حال کر کے جسم کو بیمار کر دے۔ ادھر ہمارے ہادی و مرشد نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ:

((مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ : فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ)) ❶

''پیٹ سے برا کوئی برتن آدمی نہیں بھرتا۔ ابن آدم کی ضرورت کے مطابق کچھ لقمے ہونے چاہئیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اور اگر (بھوک وغیرہ کی وجہ سے) نہایت ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کے لیے، دوسرا تیسرا حصہ پینے کے لیے اور ایک تیسرا حصہ اس کی سانس کے لیے ہونا چاہیے۔'' یعنی انسانی وجود کو تھوڑے سے لقمے ہی کافی ہیں کہ جو اللہ عزوجل کی اطاعت پر اسے قائم

❶ صحیح سنن الترمذي . رقم : ۱۹۳۹ ـ کتاب الزهد / ح : ۲۳۸۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھ سکیں۔ اور اگر وہ اس مقدار سے تجاوز کرنے کا ارادہ رکھے تو پھر وہ مذکور بالا تقسیم سے متجاوز نہ ہو، اور وہ ہے پیٹ کا دو تہائی حصہ کھانے اور پینے کے لیے جبکہ ایک حصہ اچھی طرح سے سانس لینے کے لیے۔ اس سے آدمی کو اپنا وجود صحت مند رکھنے کے لیے نہایت آسانی رہتی ہے۔''

علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں: نفاس والی عورتوں کے لیے تازہ اور چند ماہ پرانی کھجوروں سے بڑھ کر کوئی چیز بہتر نہیں ہے۔'' یوں بھی کہا گیا ہے کہ: اگر اللہ عزوجل کے علم میں یہ بات ہوتی کہ: نفاس والی عورتوں کے لیے کوئی چیز تازہ پکی ہوئی کھجوروں سے بڑھ کر بھی بہتر کوئی چیز ہے تو سیّدہ مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کو اسی کا حکم فرماتے۔ عصر حاضر کے علماء و محققین نے مقرر کیا ہے کہ تازہ پکی ہوئی کھجور میں ''ہرمون'' ہوتا ہے (یعنی غدود کی وہ ریزش جو دوران خون میں جسم کے سیال مادوں کے اندر تحلیل ہو کر افعال اعضاء کا باعث بنتی ہے) اس کا نام انہوں نے ''لیٹوسین'' رکھا ہے۔ یہ ہرمون رحم کے پردوں اور وجود کے پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اس ہرمون کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ: یہ ولادت کے بعد جریان خون کو روکتا اور نفاس کی شدت سے بچاتا ہے۔ اور خون نفاس کا شدت سے بہنا ان انتہائی خطرناک امور میں سے ہے کہ جو بچے کی پیدائش کے بعد لاحق ہوتے ہیں۔

کھجور کی عظیم الشان خوراک اس قابل ہے کہ کوئی گھر اس سے خالی نہ ہو۔ اس لیے کہ کھجور ایک ایسا سرچشمہ خیر و برکت اور وٹامنز کا خزانہ ہے کہ جس کا محتاج انسانی وجود ہر وقت رہتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ بعض ایسے حالات میں کہ جب کھجور کے علاوہ دوسری کوئی خوراک میسر نہ ہو انسان کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے لیے غذا کے طور پر صرف کھجور پر اکتفاء کر لے۔ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ پر کئی کئی ماہ گزر جاتے مگر ان کے پاس کھجور کے سوا کوئی اور خوراک نہ ہوتی تھی۔

((وَتَقُولُ عَائِشَةُ أُمّ الْمُؤْمِنِينَ لِابْنِ أُخْتِهَا أَسْمَاءَ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہم :ابْنَ أُخْتِي! إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ، ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ ، وَمَا أُوْقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ نَارٌ۔ فَقُلْتُ : يَا خَالَةُ ، مَاكَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قَالَتْ : الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَهَائِمِ فَيَسْقِينَا۔)) [1]

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتی ہیں کہ جو سیدہ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها۔ ح : ٢٥٦٧

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم کے بیٹے تھے: ''میرے بھانجے! نبی کریم ﷺ کے عہد میں یہ حال تھا کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے، پھر تیسرا دیکھتے، اسی طرح دو دو ماہ گزر جاتے تھے، مگر رسول اللہ ﷺ کے گھروں (امہات المومنین کے چولہوں) میں آگ نہیں جلتی تھی۔ جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے پوچھا: خالہ جان! پھر آپ لوگ زندہ کیسے رہتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صرف دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے چند انصاری ہمسائے تھے جن کے پاس دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ نبی کریم ﷺ کے ہاں بھی ان کا دودھ تحفہ و ہدیہ کے طور پر بھیج دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ یہ دودھ ہمیں پلا دیا کرتے تھے۔''

((وَعَنْهَا قَالَتْ :مَا أَكَلَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا إِحْدَاهُمَا تَمْرٌ)) ❶

''ام المومنین والمومنات سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے اور وہ بیان کرتی ہیں کہ: سیّد ولد آدم نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے گھرانہ نے اگر کبھی ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا تو ضرور اس میں ایک وقت صرف کھجوریں ہوتی تھیں۔''

تو اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ: آل بیت النبی رضی اللہ عنہن کو بسا اوقات دن میں صرف ایک بار ہی کھانا ملتا تھا۔ اور اگر انہیں کبھی کسی دن دو وقت کھانا مل جاتا تو ان دو میں سے ایک کھانا صرف کھجوریں ہوتی تھیں۔ اس لیے بلاشبہ وہ گھر کہ جس میں کھجوریں موجود ہوں اس گھر کے رہنے والے کبھی بھوکے نہیں رہ سکتے۔ جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ))وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَنَّهُ ﷺ قَالَ : ((يَا عَائِشَةُ ، بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ ، يَا عَائِشَةُ بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ)) أَوْ ((جَاعَ أَهْلُهُ)) قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا)) ❷

''اس گھر والے بھوکے نہیں رہیں گے جن کے پاس کھجوریں ہوں۔'' اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو اس گھر والے (جانیے کہ) بھوکے ہیں۔'' یہ آپؐ نے دو، تین بار فرمایا۔

❶ أخرجه البخاري في كتاب الرقاق ، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه ، وتخليهم عن الدنيا۔ ح: ٦٤٥٥

❷ أخرجه مسلم في كتاب الأشربة ، باب ادخار التمر ونحوه للعيال۔ ح : ٣٧ ، ٥٣٣٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی پسند کدو ❶

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْقَرْعَ)) ❷

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کدو کو پسند فرمایا کرتے تھے۔''

((وَعَنْهُ قَالَ : ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَتَى مَوْلًى لَهُ خَيَّاطًا ، فَأُتِيَ بِدُبَّاءٍ فَجَعَلَ يَأْكُلُهُ ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُهُ)) ❸

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ اپنے ایک درزی غلام کے پاس تشریف لے گئے۔ اسی دوران آپؐ کے سامنے پکا ہوا کدو کا سالن پیش کیا گیا۔ (اور روٹی بھی) آپؐ اسے رغبت کے ساتھ کھانے لگے۔ اسی وقت سے میں بھی کدو پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

یہاں حدیث میں مذکور کلمہ ''الدباء'' کے لیے ''القرع اور الیقطین'' کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ (مگر یقطین کا صحیح معنی کدو کی بیل ہے) امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس اثر میں کدو کھانے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ کدو کو پسند کیا جائے۔ اسی طرح ہر اس چیز کو پسند کیا جائے کہ جسے رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے تھے۔ اور یہ کہ نبی مکرم ﷺ کدو کو حاصل کرنے میں کچھ طمع فرمالیتے تھے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: کدو پانی سے بھرپور ایک لطیف ترکاری ہے جو کہ مرطوب بلغمی غذا مہیا کرتا ہے اور گرم مزاج لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ ٹھنڈے مزاج کے لوگوں کو موافق نہیں آتا اور ان لوگوں کو بھی کہ جن پر بلغم غالب ہو۔ کدو کا پانی پیاس کو بجھاتا ہے اور اگر اس کو پیا یا جائے یا اس کے ساتھ سر کو دھویا جائے تو یہ گرم سر درد کو ختم کر دیتا ہے۔ پیٹ کو نرم کرنے والا ہے، جیسے بھی اس کا استعمال ہو۔ گرم مزاج لوگوں کے لیے کدو سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں اور نہ ہی اس سے جلدی کوئی نفع بخش چیز ہے۔

اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ: اگر کدو کو آٹے کے ساتھ لت پت کر کے بھٹی یا تنور میں بھون لیا جائے اور پھر اس کے پانی کو نکال کر کسی ہلکے پھلکے خوشگوار مشروب کے ساتھ ملا کر پی لیا جائے تو انتہائی تیز، سوزش والے بخار کی حرارت کو فوراً کم کر کے پیاس کو ختم کر دے گا۔ علاوہ ازیں مریض کے لیے ایک اچھی غذا کی کمی بھی پوری

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے (١) زاد المعاد لابن قیم رحمہ اللہ / جلد ٤ ص ٤٠٤، ٤٠٥ (٢) شرح صحیح مسلم للنوی جلد ١٣ ص ٢٢٤ (٣) صبری القبانی کی الغذاء لا الدواء ص ٢٣٧

❷ صحيح سنن ابن ماجه ، رقم : ٢٦٧١

❸ أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة ، باب الذباء ح : ٥٤٣٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا۔ اور اگر اس پانی کو ترنجبین اور بہی ❶ کے مربوں پیا جائے تو یہ بہت جلد صفراء کو آسان بنا دیتا ہے۔ (یعنی معدے کو نرم کر کے قبض کو ختم کرتے ہوئے اسہال کا کام دیتا ہے)

اور اگر کدو کو پکار کر اسے تھوڑے سے شہد کے ساتھ ملا کر پیا جائے اور اس میں جنگلی انار کا تھوڑا سا پانی ملا لیا جائے تو وجود میں موجود بلغم کو اپنے ساتھ بہا لے جائے۔ اگر کدو کو باریک کوٹ کر اس کی لیپ سر کے تالو پر کر دی جائے تو دماغ میں گرم ورموں کے لیے نہایت مفید ہے۔ اور اگر کدو کے چھلکے کو نچوڑ کر اس کے پانی کو گلاب کے پھول کے تیل کے ساتھ مکس کر دیا جائے اور اس کے قطرے کان میں ڈالے جائیں تو گرم ورموں کے لیے نہایت مفید ہے۔ اسی طرح اس کے چھلکے کا پانی آئی ہوئی آنکھ کے ورم کے لیے بھی نفع بخش ہے۔ غرضیکہ کدو گرم طبیعت اور بخار والے مریضوں کے لیے تو نہایت ہی مفید ہے۔ یہ انتہائی ہلکی غذاؤں میں شمار ہوتا ہے اور تاثیر کے اعتبار سے نہایت جلد کام دکھانے والی ترکاری ہے۔

نبی کریم ﷺ گوشت کے شوربہ (سوپ Soup) کو پسند فرماتے تھے

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ)) ❷

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو شوربا (Soup) اور ثرید بہت اچھا لگتا تھا۔''

www.KitaboSunnat.com

شوربا Soup

شوربا عموماً گوشت اور سبزیوں سے تیار کیا جاتا ہے اور نبی مکرم ﷺ شوربا کو پسند فرماتے تھے۔ حج سے متعلق سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے:

((...... ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ ، فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ ، فَطُبِخَتْ ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا......)) ❸

''پھر نبی مکرم ﷺ نے (قربانی کے جانوروں کو ذبح کر لینے کے بعد) ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اتار کر لانے کا حکم فرمایا چنانچہ گوشت کے ان ٹکڑوں کو بڑی ہنڈیوں میں رکھ کر ان کو پکایا گیا۔ اور پھر اس کی پکی ہوئی ہنڈیا کے گوشت میں سے بھی سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور نبی مکرم ﷺ

---

❶ ترنجبین ایک قسم کی میٹھی چیز ہے جو ملک خراسان میں ایک کانٹے دار درخت جواسا پر شبنم کی طرح گر کر جم جاتی ہے اور اکثر مسہل میں کام آتی ہے۔ اور بہی سفرجل۔ ناشپاتی اور سیب کی طرح کا ایک پھل ہے جو اکثر کشمیر میں ہوتا ہے۔

❷ مسند أحمد ، رقم : ١٣٣٣٢ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده حسن

❸ أخرجه مسلم في كتاب الحج ، باب حجة النبي ﷺ ح : ٢٩٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کھایا اور دونوں نے اس کا شوربا بھی پیا۔"

((وَقَالَ ﷺ : ((وَإِنِ اشْتَرَيْتَ لَحْمًا ، أَوْ طَبَخْتَ قِدْرًا فَأَكْثِرْ مَرَقَتَهُ ، وَاغْرِفْ لِجَارِكَ مِنْهُ)) ❶

"سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور اگر تم گوشت خریدو یا ہنڈیا پکانے لگو تو اس کا شوربا بڑھا لیا کرو اور اس میں سے اپنے ہمسائے کو بھی تھوڑا سا دے دو۔"

آج بڑے تمام ملکوں میں شوربا...... Soup ایک معروف غذا بن چکی ہے۔ اور شاید ہی کوئی ایسا دستر خوان ہو کہ جو شوربے یعنی soup سے خالی ہو۔ بلکہ اکثر سوسائیٹوں میں شوربے والے کھانے کو اس کے گرم مزاج ہونے اور اس میں نمکین چیزوں اور مصالحہ جات کے ملے ہونے کی وجہ سے اسے نہایت آسان شمار کیا جانے لگا ہے، بالخصوص عشاء کے کھانے میں (یعنی soup لذیذ بھی ہوتا ہے اور ہاضمہ کے اعتبار سے نہایت جلد ہضم ہو جانے والا بھی) آج کل شوربا کو باقی کھانے سے پہلے ایک اشتہاء آمیز پسندیدہ ڈش کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحت کے لیے شوربے کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ڈاکٹر/ طبیب حضرات اپنے مریضوں کو شوربے کے استعمال کی نصیحت کرتے ہیں بالخصوص اس وقت کہ جب یہ مریض بخار کا شکار ہوں یا معدہ کی بیماریوں میں مبتلا ہوں۔ اس لیے کہ بیماری کے دوران انتڑیاں اپنا کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں تب شوربا (soup) آہستہ آہستہ معدے کی حالت کو درست کرتے ہوئے اسے ہضم کرنے کی حالت میں لے آتا ہے۔

دنیا بھر میں لوگ ہر سال مسہل دواؤں کی خریداری میں بہت زیادہ مبالغ صرف کر جاتے ہیں اگر وہ عقل سے کام لیں تو انہیں اس بات کا ضرور ادراک ہو جائے کہ یہ اسہال آور دوائیں انہیں اس قدر فائدہ نہیں پہنچا سکتیں جتنا کہ اس ضمن میں ان کو سبزیوں سے بنایا گیا سوپ (Soup) فائدہ دیتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ سبزیوں سے تیار شدہ شوربا (Soup) کو بھی پسند فرماتے تھے بالخصوص کدو کے شوربا کو۔

((فَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : ((أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ ، فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمَئِذٍ)) ❷

"چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٤٩٦ كتاب الاطعمه ، باب ماجاء في إكثار ماءِ المرقة ، حديث : ١٨٣٣

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة ، باب المرق ح : ٥٤٣٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت دی جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا (Soup) پیش کیا گیا جس میں کدو اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھانے والے برتن (بڑے پیالے) میں چاروں طرف کدو تلاش کر رہے ہیں۔ اسی دن سے میں بھی کدو پسند کرنے لگا ہوں۔"

ثرید:

ثرید کا مطلب ہوتا ہے کہ روٹی چور کر گوشت کے شوربے میں بھگو دی جائے۔ اس کے ساتھ گوشت بھی شامل ہوتا ہے۔ عربوں کے ہاں ثرید سب سے بہتر کھانا ہے۔ عربوں کے ہاں مثال ہے: "اَلثَّرِیْدُ أَحَدُ اللَّحْمَیْنِ" تیارہ شدہ گوشت کی ڈشوں میں سے ثرید ایک گوشت کی ڈش ہے۔ بسا اوقات شورے سے تیار شدہ ثرید پکے ہوئے گوشت سے زیادہ قوت والا اور زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ))

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت کھانوں پر ہے۔" (صحیح البخاری/ کتاب الاطعمة/ باب الثرید)

اور ثرید کی دوسرے تمام کھانوں پر فضیلت بلاشبہ اس کے آسانی کے ساتھ حلق سے اتر جانے اور بآسانی تناول کیے جانے کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے بابرکت دور میں ثرید ان کا نہایت پسندیدہ کھانا ہوا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَرَكَةُ فِيْ ثَلَاثَةٍ : فِي الْجَمَاعَةِ ، وَالثَّرِيْدِ ، وَالسُّحُورِ)) ❶

"برکت تین چیزوں میں ہے۔ جماعت میں، ثرید میں اور سحری کھانے میں۔"

نبی کریم ﷺ کی ایک اور پسند...... مٹھائی اور شہد

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَى وَ الْعَسَلَ۔)) ❷

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔"

نبی کریم ﷺ کا میٹھی چیز اور شہد کو پسند کرنے کا سبب یہ تھا کہ ان کا شمار اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں مذکور "طیبات...... پاکیزہ کھانوں" میں ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿ يٰأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (المومنون: ٥١)

❶ صحيح الجامع الصغير ، رقم : ٢٨٨٢

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة ، باب الحلوى والعسل- ح : ٥٤٣١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”(اے ہمارے حبیب و خلیل نبی! ہم نے ہر زمانہ میں پیغمبروں کو یہی حکم دیا) اے رسولو، نبیو! پاکیزہ (حلال) چیزیں کھاؤ۔ اور اعمال صالحہ کرتے رہو۔ بلاشبہ ان تمام اعمال کو جو تم کرتے ہو خوب جانتا ہوں۔“

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں امام خطابی اور ابن تیمیہ رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ کی میٹھی چیز سے محبت (پسندیدگی) بکثرت اس کی اشتہاء کے ساتھ نہ تھی (کہ ہر وقت میٹھی چیز کو پسند فرماتے ہوں) اور نہ ہی نفس کی شدت کے ساتھ اس کی خواہش ہوتی۔ البتہ یہ ہے کہ جب آپؐ کے سامنے کوئی میٹھی چیز پیش کی جاتی تو آپ ایک اچھے انداز میں اس سے کچھ لے لیتے اور اس سے معلوم ہوتا کہ میٹھی چیز آپ کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔“ (دیکھئے: فتح الباری جلد ۹ ص ۵۵۷)

مٹھائی:

مندرج بالا حدیث میں مذکور لفظ ”الحلواء“ سے مراد ہر میٹھی کھانے والی مصنوعی چیز ہے۔ اور اس میں تمام معروف مٹھائیاں شامل ہیں جیسے کہ دودھ اور چینی کے قوام کے ساتھ تیار شدہ سویاں، (برفی، لڈو، چم چم، جلیبیاں وغیرہ) بادام ملے کیک (تمام قسم کے میٹھے بسکٹ) اور تمام قسم کے عربی اور مشرقی مٹھائیاں۔ جہاں تک نبی کریم ﷺ کی میٹھی چیز کو پسند کرنے کا تعلق ہے تو وہ کھجور اور دودھ سے تیار شدہ حلوا تھا۔

شہد [1]

شہد وہ مشروب ہوتا ہے جو شہد کی مکھیوں کے پیٹوں سے نکلتا ہے (کہ جب وہ پھلوں اور پھولوں کا رس چوس کر اپنے چھتے میں) لاتی ہیں اور جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے، شہد میں لوگوں کے لیے شفا رکھی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ۝ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۝ ﴾

(النحل:٦٨، ٦٩)

”اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ کچھ پہاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے (۱)...... فتح الباری للعسقلانی جلد ۱۰ ص ۱۴۰ (۲)...... الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد ۱۰ ص ۸۹، جلد ۱۶ ص ۱۵۷ (۳)...... تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۸۹ (۴)...... زاد المعاد لابن قیم جلد ۴ ص ۳۴، ۳۶۔ (۵)...... امام ذہبی کی الطب النبوی ص ۱۵۲ (۶)...... محمد عزت عارف کی معجزۃ الشفاء لابی الفداء ص ۲۵ (۷)...... صبری القبانی کی الغذاء لا الدواء ص ۴۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے۔ اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا، پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو مسخر کر دیے گئے ہیں۔ ان کے پیٹوں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں، اس میں لوگوں کے لیے ایک قسم کی شفا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں۔''

شہد کے مختلف رنگ ہوتے ہیں جیسے کہ: سرخ، سفید، پیلا وغیرہ اور مختلف انواع واقسام کا ہوتا ہے جیسے کہ جما ہوا شہد اور سائل شہد۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کی مختلف غذاؤں کی اقسام کرتے ہوئے انواع بنائی ہیں۔ اسی طرح مکھیوں کے مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس چوسنے کی بنا پر اس کا ذائقہ بھی الگ الگ ہوتا ہے۔ (چنانچہ جس پھل اور پھول کے رس کی کثرت ہوگی شہد میں اس کا ذائقہ غالب ہوگا۔ اس اعتبار سے بیچنے والے کہتے ہیں: بیری کا شہد، مالٹے کا شہد، فلاحی کا شہد وغیرہ وغیرہ) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ : فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ۔ وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ)) [1]

''شفا تین چیزوں میں ہے۔ پچھنا لگوانے میں۔ شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی امت کو آگ کے ساتھ داغنے سے منع کرتا ہوں۔''

تو مسلمان آدمی پر واجب ہے کہ اس پر ایمان رکھے حتی کہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور ان چیزوں کے ساتھ علاج پر ایمان رکھنا بیماری سے نجات پانے اور شفاء حاصل کرنے کے عوامل میں سے ہے۔ نبی مکرم ﷺ کی طب عام طبیبوں (اور ڈاکٹروں) کی طرح نہیں ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی طب وحکمت اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ یقینی طب ہے کہ جو بذریعہ وحی آپ کو سکھلائی گئی تھی اور یہ عقل کے کمال (مکمل ترین ہونے) پر دلالت کرتی ہے۔ طب نبوی کے ذریعے بہت سارے مریضوں کو فائدہ نہ پہنچنے کے ساتھ اس طب کی سچائی کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ بلاشبہ اس سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قبولیت کے ساتھ اس کا سامنا کرے اور اس علاج کے ساتھ شفاء کا اعتقاد رکھے۔ اور اسے ایمان واذعان (اطاعت وفرمانبرداری) کمال درجہ کی حاصل ہو۔ قرآن حکیم کو ہی لے لیجیے کہ جو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ اگر کوئی شخص اس شفاء کو بوجہ اکمل حاصل نہیں کرتا اور اس سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھاتا تو اسے قرآن کے ذریعہ دلوں کی بیماریوں سے شفاء والا فائدہ نہیں پہنچ

[1] أخرجه البخاري في كتاب الطب، باب الشفاء في ثلاث۔ ح: ٥٦٨١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے گا۔ بلکہ (معاملہ الٹ ہو جاتا ہے اور) یہ قرآن منافقین کی دلوں میں نپنے والی گندگی میں اور اضافہ کر دیتا ہے اور ان کے دلوں میں کفر و نفاق کے مرض کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ پھر جسموں میں یہ طب کہاں اثر انداز ہو؟ اس لیے ''طب نبوی'' علی صاحبہ التحیۃ والسلام صرف پاکیزہ، طیب جسموں کو ہی فائدہ پہنچاتی اور انہیں کے لیے مناسب رہتی ہے جیسا کہ ''قرآن حکیم کی شفاء'' صرف پاک روحوں اور زندہ دلوں کے لیے ہی مناسب رہتی ہے۔ تو لوگوں کا طب نبوی سے اعراض کرنا بالکل اسی طرح ہے جیسے ان کا اس قرآن عظیم کی شفا حاصل کرنے سے اعراض کرنا ہے کہ جو ہے ہی سراسر نفع بخش شفا۔ یہاں قصور دواء کا نہیں ہے بلکہ طب نبوی سے شفا نہ ملنا کسی مریض کی طبیعت کے خبث باطن کی وجہ سے ہے یا اسے قبول نہ کرنے کی وجہ سے۔

شہد میں بے شمار فوائد ہیں۔ ہم سے پہلے گزر جانے والوں نے ان فوائد کو خلاصۃً بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (۱)......شہد انتڑیوں اور پیٹ کی نالیوں میں فاسد مادہ جات کو نکال باہر کرتا ہے۔ یعنی ان نالیوں اور انتڑیوں کی صفائی کرتے ہوئے فضلہ جات کو خارج کر دیتا ہے۔ (۲)......معدہ کی اندرونی سطح میں اسے ڈھانکنے والے ریشوں کو دھوڈالتا ہے اور اسے معتدل حرارت (حرارت غریزی Temperature) پر لے آتا ہے۔ جس سے معدہ درست کام کرنے لگتا ہے۔ (۳)......شہد خونی رگوں کے مونہہ کھول دیتا ہے جس سے دوران خون جسم میں درست ہو جاتا ہے۔ (۴)......شہد کے استعمال سے تلی، دل، مثانہ اور ہوا، پیشاب اور فضلہ جات کی گزرگاہیں کھل جاتی ہیں......الخ

شہد غذاؤں میں سے ایک غذا، دواؤں میں سے ایک دواء، مشروبات میں سے ایک مشروب، حلوہ جات میں سے ایک میٹھی چیز، پکے ہوئے رسوں اور روغنوں میں سے ایک رس اور خوش کن، ذائقہ دار چیزوں میں سے ایک بہترین ذائقہ ہے۔ شہد لگانے سے سر کی جوئیں ختم ہو جاتی ہیں اور بال لمبے، نرم ہو جاتے ہیں۔ اگر اسے آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھوں میں میل کچیل، گرد و غبار کو صاف کر کے انہیں اجلا کر دیتا اور بینائی کو بڑھا دیتا ہے۔ اتنے فوائد والی اور کوئی چیز ہمارے لیے پیدا نہیں ہوئی، نہ ہی اس کی مثل اور نہ ہی اس کے قریب۔ پرانے اطباء تو شہد کو تقریباً ہر دواء میں ضرور شامل کرتے تھے۔

ہر دوائی کی جیسے ایک معین مقدار ہوتی ہے اسی طرح شہد کے لیے بھی ضروری ہے کہ حسب ضرورت اس کی مقدار بھی مریض کے لیے معین ہو اور اس کا بار بار استعمال بھی۔ شہد زندہ لوگوں کی غذا ہے۔ اس کے وجود کو پھولوں، نباتات، سورج کی شعاؤں اور صاف ستھری ہوا سے مدد دی جاتی ہے (یعنی ان چیزوں کا یہ مرکب ہوتا ہے) شہد کی انواع و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقسام علاقوں اور درختوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے کہ جن پودوں اور پھولوں سے شہد کی مکھیاں رس چوس کر اپنا لعاب تیار کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ لعاب کہ جسے شہد کی مکھیاں جنگلوں (اور باغوں) سے رس چوس کر تیار کرتی ہیں اس دل کی بیماریوں سے شفا کے علاج میں ایک خاص قدرت حاصل ہے اور ''تمام پھولوں کے شہد کی قسم'' باقی تمام انواع واقسام سے زیادہ عام ہے۔ مگر وہ شہد کہ جسے موسم ربیع میں مکھیاں تیار کرتی ہیں وہ سب سے زیادہ اچھا، خوشبو میں سب سے زیادہ عمدہ اور گرمیوں تیار ہونے والے شہد کی نسبت زیادہ ذائقے والا ہوتا ہے۔

شہد میں درج ذیل وٹامنز وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں اور یہ وہ وٹامنز ہیں کہ انسانی جسم ان سب کا شدت سے محتاج ہوتا ہے۔ وٹامن A، B1، B2، B3، B5، B6، D، K، O اور وٹامن H۔ یہ تمام کے تمام وٹامنز باقی تمام وٹامنز سے زیادہ قوی اور زیادہ صاف ہوتے ہیں کہ جن کا انسانی وجود محتاج ہوتا ہے۔ اور نہایت خوش ذوقی کے ساتھ آدمی انہیں چاٹ لیتا ہے۔ اسی طرح شہد میں حدید، (Iron)، کبریت (Sulpher) جوہر طباشیر (Magnesium) ایک نرم بھورے رنگ کا دھاتی مادہ (Calcium کیلشیم) سفید روپہلی دھاتی عنصر (Potassium) سوڈیم (Sodium)' کلور' تانبا (Copper) کروم، نکل (معدنی پالش)، سیسہ، رانگ (Powter Lead) سیلیکا، میگنز، المونیم، یورون، لیتھوم، قلعی (Tin) اور جست (توتیا' Zine) جیسی دھاتوں کا خلاصہ پایا جاتا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اس مٹی کے مرکبات میں سے ہیں کہ جن سے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور شہد میں انسانی جسم، اس کی زندگی اور اس میں زندگی کی توانائی کے لیے انتہائی اہم خمائر واحماض (یعنی وہ عناصر کہ جن میں خمیرہ پن پایا جاتا ہو اور ایسے عناصر کہ جن میں، ترشی کھٹاس پائی جاتی ہو) بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی لیے شہد میں زندگی کی توانائی کے لیے ایک دوسرے کی ضد والے عناصر پائے جاتے ہیں جو انسان کو تمام امراض سے محفوظ رکھتے ہیں اور پرانے قسم کے انتہائی سرکش وتند جراثیم ومیکروبات کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ ایک اور انکشاف یہ ہوا ہے کہ شہد میں کینسر (سرطان) کا سخت مخالف مادہ ''ڈیٹوریم۔ ہیڈروجین'' بھی پایا جاتا ہے۔ (یعنی H^3 :Hydrogen)

شہد میں درج ذیل بیماریوں کا علاج موجود ہے۔

(۱)...... کسی بیماری کو قبول کرنے کی قابلیت: حساسیہ (۲)...... عورت کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے بالخصوص چہرے داغ دھبے دور کرنے کے لیے (۳)...... زخموں پر لگانے سے زخم ٹھیک ہو جاتے ہیں (۴)...... جلے ہوئے حصے پر لگانے سے شفا مل جاتی ہے۔ (۵)...... جوؤں کے مکمل خاتمہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ (۶)...... بے خوابی کے لیے (۷)...... نفسیاتی بیماریوں اور پاگل پن کے لیے۔ (۸)...... مرگی کے لیے۔ (۹)...... آنکھوں کی تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیماریوں کے لیے۔(۱۰)...... گلے کی ترشی اور کھٹاس کے لیے۔(۱۱)......اسہال کے لیے۔(۱۲)......قبض کے خاتمہ کے لیے۔(۱۳)...... قے کو روکنے کے لیے۔(۱۴)...... پھوڑے پھنسیوں کے لیے۔(۱۵)...... سینے کی بیماریوں کے لیے۔(۱۶)......منہ کی بدبو ختم کرنے کے لیے۔(۱۷)......آواز کے بیٹھنے جانے پر'(۱۸)......زکام کے لیے۔ (۱۹)...... داد، ایگزیما، کھجلی جیسی جیسی جلدی بیماریوں کے لیے۔(۲۰)......مسوڑوں کی تکلیف دور کرکے دانتوں کو مضبوط کرنے کے لیے۔(۲۱)...... بدبودار زخموں اور پیپ شدہ ورموں کے لیے۔(۲۲)...... دمہ کی بیماری کے لیے۔(۲۳)......پھیپھڑوں میں لگی سل کی بیماری کے لیے۔(۲۴)......دل کی شریانوں کو مضبوط کرنے کے لیے۔ (۲۵)......دل کی شریانوں میں پیدا ہونے والی شوزش، ورم اور رعشہ کی بیماری کے لیے۔(۲۶)...... دل کا آواز دینا۔(۲۷)......منہ کی سوزش اور زبان کے ورموں کے لیے۔(۲۸)......کان کی بیماریوں اور کان کی تکلیفوں کے لیے۔(۲۹)......منہ خشک ہوکر پیاس لگی رہنے کی بیماری کے لیے۔(۳۰)...... بال جھڑ کے لیے۔(۳۱)...... چنے کے برابر ٹھوس پھنسیوں' سموں کے لیے۔(۳۲)......گردے کی پتھری کے لیے (اگر گردے کی پتھری کا علاج صحیح اصلی جنگلی شہد اور آب زمزم کے ساتھ' خوب سیر ہوکر لگاتار پیتے رہنے سے کیا جائے تو پتھری کا گردے میں نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔ ابو یحییٰ) (۳۳)......جگر کی تمام بیماریوں کے لیے (۳۴)......شہد وجود میں طاقت پیدا کرنے، زندگی کی توانائی کو بڑھانے اور جوانی کو صحیح فائدہ مند، نکھری ہوئی بنانے کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔(۳۵)......عورتوں کی جملہ بیماریوں اور دردزہ میں نہایت مؤثر ہے۔(۳۶)......جنسی قوت باہ کو مضبوط کرنے کے لیے (۳۷)......عورت اور مرد کے بانجھ پن کے لیے۔(۳۸)......کینسر کے علاج کے لیے۔(۳۹)......پھل بہری (جسم پر پڑنے والے سفید سفید دھبوں) اور جذام کے لیے۔اور (۴۰)......جسم کے اندر گھس جانے والی شدید گرمی کے علاج میں۔

اللہ اکبر! جب شہد کی دنیا میں یہ شان اور اس کے یہ فوائد ہیں تو پھر یہ اس لائق ہے کہ آخرت میں یہ اہل جنت کے کھانے میں شامل ہو۔ چنانچہ جیسا کہ درج ذیل اللہ کریم کا فرمان ہے، وہاں جنت میں تو اللہ رب العالمین شہد کی نہریں بہا دے گا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۞ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۞ ﴾ (محمد:۱۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش ہے۔ (کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔''

یعنی وہاں کا شہد موم، گرد وغبار اور تنکوں وغیرہ سے صاف ہوگا۔ اسے اللہ رب العالمین نے ایسا تیار فرمایا ہے کہ اسے آگ پر پکانے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی اور نہ ہی اسے شہد کی مکھیوں نے میلا کیا ہوگا۔ نہایت درجے کا صاف' شفاف، انتہائی خوش ذائقہ، خوش نظر اور خوشبودار ہوگا۔ مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: قرآن حکیم میں مذکور کلمات: ''مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى'' صاف کیے ہوئے شہد'' کا مطلب ہے: یہ شہد مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکالا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کی ایک اور پسند..... ٹھنڈا، میٹھا مشروب تھا

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: الْحُلْوُ الْبَارِدُ۔ وَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الشَّرَابِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: ((اَلْحُلْوُ الْبَارِدُ)) [1]

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا مشروب زیادہ پسند تھا۔ اور آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کونسا مشروب زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے؟ فرمایا: ''میٹھا اور ٹھنڈا۔''

القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَحَبُّ کا معنی یہاں ''اَلَذُّ.....'' زیادہ لذیذ ہے۔ اس لیے کہ آب زمزم تمام مشروبات سے زیادہ افضل ہے۔ اسی طرح دودھ بھی نبی کریم ﷺ کو زیادہ پسند تھا۔ الا یہ کہ: اس وصف سے مراد علی وجہ العموم لیا جائے۔ چنانچہ میں اس خالص پانی، دودھ، پانی ملا ہوا دودھ یا شہد ملا ہوا دودھ یا دودھ میں کھجور یا منقیٰ بھگویا گیا ہو۔ یوں اس کے مابین اور جو ابونعیم نے ''الطب'' میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس میں جمع و تطبیق کا حصول ہوسکتا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''كَانَ اَحَبَّ الشَّرَابِ اِلَيْهِ اللَّبَنُ. نبی مکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مشروب دودھ تھا۔'' اسی طرح اس روایت اور مذکور

[1] صحيح سنن الترمذي، رقم: ١٥٤٥۔ كتاب الأشربة / ح: ١٨٩٥، ١٨٩٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالا حدیث کے مابین بھی مذکور بالا معنی کے ساتھ جمع و تطبیق کا حصول ہو سکتا ہے جسے ابن السنی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ''الطب'' میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''کَانَ اَحَبَّ الشَّرَابِ اِلَیْهِ الْعَسَلُ'' نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مشروب شہد تھا۔

اب یہ جو اوپر ذکر ہوا ہے کہ: نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مشروب میٹھا، ٹھنڈا ہوا کرتا تھا تو اس میں مشروبات کی بہت ساری انواع و اقسام شامل ہو جاتی ہیں۔ جیسے کہ چشموں اور کنوؤں کا میٹھا پانی۔ پھلوں کا رس (جوس)۔ بھگوئے گئے میٹھے (خشک) پھل، دودھ، شہد، اور دیگر مشروبات۔ یہ سب مشروبات اگر ٹھنڈے ہوں تو ان کا ذائقہ مزید عمدہ اور لذیذ ہو جاتا ہے۔ دل مزید چاہنے بھی لگتا اور ان سے بھرپور فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ پانی اگر ٹھنڈا ہو اور اس میں شہد، منقیٰ کا پانی یا کھجور یا چینی ملا دی جائے کہ جو اسے میٹھا کر دے تو یہ ہر اس چیز سے زیادہ فائدہ مند ہو جاتا ہے کہ جو بھی بدن میں داخل ہو۔ اور آدمی کی صحت کی محافظت بھی کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ٹھنڈا نہ ہو تو زیادہ فائدہ مند نہیں ہوتا۔ حدیث میں ہے: ''کَانَ یَکْرَهُ شُرْبَ الْحَمِیْمِ.'' نبی کریم ﷺ گرم گرم چیز کے پینے کو ناپسند فرماتے تھے۔'' [1] چنانچہ گرم چیز ٹھنڈے مشروب کے برعکس ہو گئی کہ جسے آپ پسند فرمایا کرتے تھے۔ نیم گرم پانی مذکور بالا چیزوں کے برعکس ہوا پیدا کرتا ہے۔

ٹھنڈے میٹھے مشروب کے صحت کے اعتبار سے چند ایک فوائد بھی ہیں۔ مثال کے طور پر امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ٹھنڈے پانی میں ملائے ہوئے شہد کا پینا وجود میں بلغم کو زائل کر دیتا ہے اور معدہ کی اندرونی جانب والے ریشوں کو دھوڈالتا ہے اور معدہ سے فضلہ جات کو نکال باہر کرتا ہے۔ اور یہ کہ معدہ کو اعتدال کے مطابق حرارت مہیا کرتا ہے۔ اور اس میں بنے ہوئے سدوں کو کھول دیتا ہے۔ یہی عمل شہد جگر، گردے اور مثانے کے ساتھ کرتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی مشروب میں جب حلاوت و برودت (مٹھاس اور ٹھنڈک) والے دو وصف جمع ہو جائیں تو بدن کے لیے یہ بہت نفع بخش بن جاتا ہے۔ اور حفظان صحت کے اسباب میں سے ایک بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ان دونوں وصفوں کے ساتھ یہ مشروب مفرح اور مقوی بن کر جگر کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے اور دل کو بھی۔ اس حالت میں اس کے لیے چاہت بڑھ جاتی ہے اور اسے زیادہ طلب کیا جانے لگتا ہے۔ ان دو اوصاف کے ساتھ غذا کا حصول بھی ہو جاتا ہے اور خوراک کی تنفید مکمل طور پر اعضاء تک ہو جاتی ہے۔

ٹھنڈا پانی تر ہوتا ہے جو حرارت کو ختم کر دیتا ہے اور وجود میں اصلی رطوبتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان رطوبتوں

[1] دیکھئے مسند الامام احمد / حدیث ۱۷۳۵۷۔ وقال حمزہ احمد الزین اسنادہ حسن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جو تحلیل ہو جائیں ٹھنڈا پانی ان کو واپس لاتا ہے۔ غذا کو نرم کر کے اسے رگوں، نالیوں تک پہنچاتا ہے۔

اور اس بناء پر ٹھنڈا، میٹھا مشروب انسان پر اللہ کی بڑی نعمتوں مین سے ایک نعمت ہے اور اس کا شمار ان چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن کو ایک صحت مند نفس پسند کرتا ہے تو اللہ عز وجل نے اسے اہل جنت کے لیے بطور انعام تیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ رب العالمین ان کو کئی طرح کے ٹھنڈے، میٹھے مشروبات سے فائدہ اٹھا کر ان سے لطف ہونے کے مواقع فراہم کرے گا۔ بلکہ اللہ عز وجل نے تو اہل جنت کے لیے ٹھنڈے، میٹھے مشروبات کی نہریں جنت میں جاری فرما رکھی ہیں کہ جن سے وہ جب چاہیں گے اور جتنا چاہیں نوش کریں گے۔ جیسا کہ پیچھے سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۵ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:...... نبی مکرم ﷺ کے ناپسندیدہ کھانے اور مشروبات

کھانے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک اور راہنمائی یہ تھی کہ جب آپ کسی حلال و پاکیزہ کھانے کو پسند فرماتے تو اسے کھا لیتے اور جب کسی کھانے کو ناپسند کرتے تو اس میں عیب نکالے بغیر اسے چھوڑ دیتے۔ جہاں تک حرام چیزوں کا تعلق ہے تو آپ ان کا عیب بھی بیان فرماتے، ان کی مذمت بھی کرتے اور ان سے منع بھی فرماتے۔ اس ضمن میں اسی باب کے آغاز میں احادیث گزر چکی ہیں۔

ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کسی کھانے کو پسند نہیں کرتا یعنی اسے اس کی اشتہاء نہیں ہوتی جبکہ دوسرا شخص اسے پسند کر رہا ہوتا ہے، اسے عمدہ اور لذیذ جان رہا ہوتا ہے۔ تو اس بناء پر کھانے کے آداب میں سے ہے کہ اس میں عیب نہ نکالے جائیں۔ جیسے کہ آدمی کہے: یہ کھانا اچھا نہیں ہے یا کہے کہ: بہت نمک مرچ والا ہے۔ یا کہے کہ: بالکل ہی پھیکا ہے۔ یا کہے کہ: کھٹا ٹیٹ ہے میں نہیں کھاتا۔ یا کہے کہ: بہت سخت، گاڑھا ہے۔ یا کہے: بہت پتلا ہے، صحیح طرح سے پکا ہوا نہیں۔ یا اس طرح کے اور کوئی عیب نکالے۔ اسی طرح سے آدمی کو چاہیے کہ: کھانے کے بارے میں ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارے سے بھی اس میں عیب نہ نکالے اور نہ ہی چہرے کی حرکات وسکنات وغیرہ سے۔ اس لیے کہ اس طرح سے کھانا پکانے والے کے دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ اچھا اور مستحسن طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس کی حوصلہ افزائی اور کھانے کی تعریف کرتے ہوئے یوں کہے کہ: کھانا تو ماشاء اللہ بہت اچھا ہے مگر مجھے اشتہاء نہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کھانے کے آداب میں سے ہے۔ اس لیے کہ آدمی بسا اوقات کسی چیز، کھانے والے کی اشتہاء نہیں رکھتا، مگر دوسرے لوگ اس کی اشتہاء رکھتے ہیں۔ اور شریعت کی طرف سے ہر وہ چیز کہ جس کے کھانے کی اجازت ہے وہ کبھی عیب دار نہیں ہوا کرتی۔

رسول اللہ ﷺ لہسن کی بو کو ناپسند فرماتے تھے

((عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ، أَكَلَ مِنْهُ وَبَعَثَ بِفَضْلَةِ إِلَيَّ، وَإِنَّهُ بَعَثَ إِلَيَّ يَوْمًا بِفَضْلَةٍ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا، لِأَنَّ فِيهَا ثُومًا، فَسَأَلْتُهُ: أَحَرَامٌ هُوَ؟ قَالَ: ((لَا، وَلٰكِنِّي أَكْرَهُهُ مِنْ أَجْلِ رِيحِهِ)) قَالَ: فَإِنِّي أَكْرَهُ مَاكَرِهْتَ)) [2]

[1] أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة، باب ما عاب النبي ﷺ طعامًا ح : ٥٤٠٩

[2] أخرجه مسلم في كتاب الأشربة، إباحة أكل الثوم۔ ح : ٥٣٥٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ ﷺ اس میں سے تناول فرماتے اور جو بچ جاتا اسے میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے میری طرف کھانا بھیجا اور اس میں سے آپ ﷺ نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ اس لیے کہ اس میں لہسن تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: (اے اللہ کے رسول!) کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن بو کی وجہ سے یہ مجھے ناپسند ہے۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: جو چیز آپ کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔'' (اس لیے لہسن میں بھی نہیں کھاؤں گا)

رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمیشہ نماز پڑھنے والے ہوتے تھے (یعنی مسجد میں آپ ﷺ کا زیادہ وقت نماز میں گزرتا یا اذکار اور وعظ و نصیحت میں) اسی طرح آپ ﷺ فرشتوں سے سرگوشیاں فرمایا کرتے تھے کہ جو خوشبو کو پسند کرتے ہیں اور گندگی، بدبو سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ لہسن کی بو، پیاز اور گیندنا (ایک تیز بو والی سبزی کہ جس کی بعض قسمیں پیاز اور لہسن کے مشابہ ہوتی ہیں)......کو ناپسند فرماتے اور ان سبزیوں کا کھانا ہمیشہ چھوڑے رکھتے تھے۔ اس لیے کہ آپ ہر گھڑی فرشتوں کے حاضر ہونے اور وحی کے نزول کی توقع رکھا کرتے تھے۔

((فَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا ، فَسَأَلَ ، فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ ، فَقَالَ : ((قَرِّبُوْهَا))۔ إِلٰى بَعْضِ أَصْحَابِهٖ كَانَ مَعَهٗ ۔ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ : ((كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِيْ)) [1]

''چنانچہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں کئی قسم کی سبزیاں، ترکاریاں تھیں۔ (پیاز یا گندنا بھی) آپ نے اس میں بو محسوس کی اور اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ چنانچہ اس سالن میں جتنی ترکاریاں ڈالی گئی تھیں وہ آپ ﷺ کو بتلا دی گئیں۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سالن اس کی طرف بڑھا دو۔ اس شخص نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ یہ سالن کھانا نہیں چاہتے تو اس نے کھالیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم کھالو میری جن (فرشتوں) سے سرگوشی رہتی ہے ان سے تمہاری سرگوشی نہیں ہوتی۔''

((وَعَنْ أُمِّ أَيُّوْبَ قَالَتْ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَزَلَ عَلَيْهِمْ فَتَكَلَّفُوا لَهٗ طَعَامًا مِنْ بَعْضِ هٰذَا الْبُقُوْلِ ، فَكَرِهَ أَكْلَهٗ ، فَقَالَ لِأَصْحَابِهٖ : ((كُلُوْهُ فَإِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ ، إِنِّي

[1] أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب ماجاء في الثوم النيئ والبصل والكراث۔ ح : ٨٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَخَافُ أَنْ أُوْذِيَ صَاحِبِيْ)) ❶

''ام ایوب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ جوان کے ہاں تشریف لائے تو ان لوگوں نے بعض ترکاریوں کا کھانا تیار کرنے میں تکلف سے کام لیا۔ مگر آپ ﷺ نے اس سالن کو کھانا پسند نہ فرمایا اور اپنے (ہمراہی) ساتھیوں سے فرمایا: ''تم لوگ یہ کھانا کھالو۔ اس لیے کہ میرا معاملہ تم لوگوں جیسا نہیں ہے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں کہیں اپنے ساتھی (جبریل علیہ السلام) کو تکلیف نہ پہنچا بیٹھوں۔''

تو اس سالن میں لہسن، پیاز اور گیندنا ڈالے گئے تھے اور ''صاحبی'' سے مراد جناب جبریل علیہ السلام ہیں۔ نبی مکرم ﷺ ان چیزوں کو ان کی بناوٹ اور ان کی ہیئت و شباہت کی وجہ سے ناپسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ ان کو ان کی بو کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان کو عامۃ الناس پر حرام نہیں قرار دیا بلکہ آپ ﷺ نے ان کو کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ تاکہ ان کی بو سے کوئی شخص فرشتوں کو تکلیف، دکھ نہ پہنچائے کہ یہ فرشتے بھی ہر اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں کہ جس سے بنی آدم دکھ، تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ الثُّوْمِ)) وَقَالَ مَرَّةً : ((مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ بَنُو آدَمَ)) ❷

''جو شخص لہسن والی اس ترکاری کو کھائے اور ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص پیاز کھائے یا لہسن یا گیندنا تو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔ اس لیے کہ بلاشبہ فرشتے ہر اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں کہ جس چیز سے بنی آدم تکلیف محسوس کرتے ہوں۔''

((وَقَالَ ﷺ : ((مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا - أَوْ قَالَ - فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا أَوْلِيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهِ)) ❸

''اور (جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو وہ ہم سے دور رہے۔'' یا فرمایا کہ اسے ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے یا (فرمایا کہ)

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٤٧٨ ـ كتاب الأطعمة / ح : ١٨١٠

❷ أخرجه مسلم في كتاب المساجد ، باب نهي أكل الثوم والبصل ونحوهما عن حضور المسجد ح : ١٢٥٤

❸ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب ماجاء في الثوم النيئ والبصل والكراث۔ ح : ٨٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہنا چاہیے۔''

ان سبزیوں، ترکاریوں کا تعلق تو جائز اور مباح ماکولات میں سے ہے اس لیے کہ انہیں نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں کھایا گیا (اور آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا بلکہ دوسروں کو کھلا دیا) اور جب ہر اس شخص کے لیے مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت ہے کہ جو ان میں سے کسی چیز کو کھا کر آیا ہو اور ایسا اس بو کی وجہ سے ہے کہ جو اس کے منہ سے آ رہی ہو...... تو علماء کرام رحمہم اللہ نے ان مذکور بالا ماکولات کے ساتھ ہر اس چیز کو شامل کر دیا ہے کہ جس کی بو ان جیسی نہایت مکروہ ہو۔ چنانچہ جب حلال اور مباح چیزوں کے بارے میں ایسا ہے تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ (تمباکو، سگریٹ اور حقہ وغیرھا) دھویں کی بدبو نہایت ہی مکروہ وناپسندیدہ اور ایذا دینے والی ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ اس دھویں سے اس شخص کو متلی آنا اور اس کا سر چکرانا شروع ہو جائے کہ جو سگریٹ نوشی نہ کرتا ہو اور نہ ہی وہ حقہ، بیڑی اور نسوار وغیرہ کا استعمال کرتا ہو۔ اسے اس دھویں کی وجہ سے نہایت ہی زیادہ تکلیف ہو جائے۔ مزید برآں علماء عظام کی ایک جماعت کے نزدیک یہ ہے بھی حرام۔ ❶

نبی کریم ﷺ کھولتے ہوئے گرم مشروب کا پینا بھی ناپسند کرتے تھے

ایک حدیث میں ہے:

((كَانَ يَكْرَهُ شُرْبَ الْحَمِيمِ)) ❷

''نبی مکرم ﷺ کھولتے ہوئے گرم گرم مشروب کو ناپسند کرتے تھے۔''

اس سے مراد پانی سمیت تمام کے تمام مشروبات ہیں کہ جو نہایت گرم ہیں۔ بسا اوقات آدمی انتہائی گرم کوئی چیز پی لیتا ہے اور اس سے اس کی زبان بھی جل جاتی ہے اور اس کے معدے کو بھی اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ ایسی گرم گرم چیزیں کھانے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں تکلیف اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان ہے، گرم کھولتا پانی جہنمیوں کی خورد ونوش والی اشیاء میں سے ایک نہایت عذاب دہ چیز ہوگا۔ فرمایا ہے:

﴿ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ ۝ ﴾ (محمد:١٥)

''کیا جنتی لوگ ان دوزخیوں کی طرح ہو سکتے ہیں کہ جو ہمیشہ جہنم میں پڑے رہنے والے ہوں گے اور وہاں ان کو جھلسا دینے والا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے

---

❶ اس موضوع پر فضیلۃ الشیخ/محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ کے ایک نہایت مفید رسالہ کا ہمارا ترجمہ بعنوان: ''تمباکو نوشی مضر صحت'' کا مطالعہ بہت فائدہ مند رہے گا۔ ابو یحییٰ

❷ مسند احمد حدیث نمبر ١٧٣٥٧ وقال حمزہ أحمد الزین: اسنادہ حسن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دے گا۔"

نبی کریم ﷺ صرف گرم کھولتی ہوئی چیزوں کا کھانا پینا ناپسند ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے برعکس ٹھنڈے مشروبات کو پسند فرماتے تھے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور سنن الترمذی والی حدیث عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں اس کا بیان ہوا ہے۔

نبی کریم ﷺ کھانے کی چوٹی اور درمیان سے لینا ناپسند کرتے تھے

((عَنْ سَلْمَى قَالَتْ : ((كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ رَأْسِ الطَّعَامِ)) ❶

"سیدہ سلمی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ کھانا چوٹی (یا درمیان) سے لیا جائے۔"

تو رسول اللہ ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کھانے کے سرے، چوٹی سے کھایا جائے یا رکابی، برتن کے درمیان سے۔ آپ ﷺ اس سے منع فرماتے اور برتن کے اطراف سے کھانے کا حکم فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ ، فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ ، وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهِ)) ❷

"بلاشبہ برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے۔ پس برتن کے کناروں کناروں سے کھاؤ، اس کے درمیان سے نہ کھاؤ۔" (تاکہ یہ برکت سب کے حصے میں آسکے)

((وَفِي رِوَايَةٍ : ((كُلُوا فِي الْقَصْعَةِ مِنْ جَوَانِبِهَا ، وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهَا ، فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ فِي وَسَطِهَا)) ❸

"اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: "کھانے والے برتن کے اطراف سے کھاؤ، اس کے درمیان سے نہ کھاؤ۔ اس لیے کہ بلاشبہ برکت برتن کے درمیان میں نازل ہوتی ہے۔"

کھانے کا درمیانی حصہ تمام جگہوں سے زیادہ عدل والی جگہ ہوتی ہے۔ پس یہ درمیان والی جگہ برکت کے نازل ہونے کے لحاظ سے زیادہ حق دار ہے۔ اور حدیث مبارک میں کھانے کو برتن کے درمیان تک پہنچنے سے پہلے اس کے اطراف سے کھانے کی مشروعیت کا ذکر آیا ہے۔

---

❶ صحيح الجامع الصغير ، رقم : ٥٠٠٨

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٤٧٤ ـ كتاب الأطعمة / ح : ١٨٠٥

❸ مسند أحمد ، رقم : ٢٤٣٩ ، وقال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام رافعی اور دیگر علماء کرام رحمہم اللہ کہتے ہیں: یہ بات انتہائی ناپسندیدہ اور مکروہ ہے کہ آدمی ثرید کے سب سے اوپر والے حصے اور برتن کے درمیان سے کھائے اور یہ کہ اپنے ساتھ بیٹھ کر کھانے والے کے سامنے سے کھائے۔ البتہ پھلوں کے معاملے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی ''کتاب الام'' میں ہے: ''آدمی کا دوسرے کے سامنے سے کھانا یا کھانے کے سرے، چوٹی (درمیان) سے کھانا ایک فعلی گناہ ہے کہ جس کا ارتکاب ہر وہ شخص کرتا ہے کہ جسے اس مسئلہ کا علم ہو۔'' امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کے لیے مذکورہ بالا حدیث مبارک سے استدلال کیا ہے۔

امام ابوحامد الغزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی طرح آدمی کو چاہیے کہ روٹی کے درمیان سے بھی نہ کھائے۔ بلکہ چاہیے کہ وہ اس کی گولائیوں سے کھائے۔ الا یہ کہ جب روٹی تھوڑی ہو تو چاہیے کہ آدمی روٹی کو توڑ لے۔ (اس کے ٹکڑے کر لے۔) اور اس کی علت حدیث مبارک میں مذکور اس برکت کا پایا جانا ہے جو کھانے کے درمیان میں نازل ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

نبی کریم ﷺ کے پسندیدہ و ناپسندیدہ لباس و دیگر اشیاء

تمہید:

اللہ عزوجل کا قرآن کریم میں ارشادگرامی قدر ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف:۳۱، ۳۲)

''آدم کی اولاد والو! ہر مسجد میں جاتے وقت (یا ہر نماز کے وقت) اپنی زینت اختیار کرلیا کرو۔ اور کھاؤ اور پیو اور اُڑاؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اُڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (اے پیغمبر) ان سے پوچھ اللہ تعالیٰ نے جو بناؤ اپنے بندوں کے لیے (زمین سے یا جانور سے یا درخت سے) نکالا ہے اور کھانے پینے کی ستھری چیزیں، اُن کو کس نے حرام کیا ہے؟ (اے پیغمبر) کہہ دے یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں تو مومنوں کے لیے ہیں (اور کافروں کے لیے بھی) اور قیامت کے دن تو خاص مومنوں ہی کے لیے ہیں۔ ہم اسی طرح (جیسے یہ بیان کیا اللہ کو ایک) جاننے والوں کے لیے کھول کر آیتوں کو بیان کرتے ہیں۔''

دوسرے مقام پر اللہ رب العالمین نے عریانی کی ممانعت کرتے ہوئے پردہ والے جسمانی حصوں کو ڈھانپ کر رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

(الاعراف:۲۶، ۲۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آدمیوں ہم نے تم پر کپڑا اتارا جو تمھاری شرم گاہ کو چھپاتا ہے اور بناؤ (یہ زیب وزینت سجاوٹ) کا سامان (اُتارا یا مال واسباب) اور پرہیز گاری کا لباس (سب سے) بہتر ہے۔ یہ (لباس کا پیدا کرنا) اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ آدمیو! (خیال رکھو) شیطان تم کو بہکا نہ دے (وہ تمھارا دشمن ہے) جیسے اس نے تمھارے ماں باپ کو بہشت سے نکلوایا، ان کے کپڑے اُتروائے، ان کا ستر ان کو دکھانے کو، کیونکہ وہ (شیطان) اور اس کا کنبہ (یا اس کا لشکر) تم کو دیکھ لیتا ہے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست بنا دیا ہے جو بے ایمان ہیں (کافر اور مشرک)۔''

اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنے بندوں کے لیے کہ جب وہ استطاعت رکھتے ہوں اچھا لباس اختیار کرنے کو حلال ومباح ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ لباس زینت وجمال کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ عزوجل صاحب جمال ہے اور حسن وجمال کو پسند فرماتا ہے۔ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے نعمتوں کے اثرات اپنے بندے پر دیکھے۔ بالتحقیق اسلام نے طہارت ونظافت اچھی شکل وشباہت اختیار کرنے، نئے لباس پہننے، خوشبو لگانے اور صفائی، ستھرائی پر ترغیب دلائی ہے، بالخصوص جمعہ جات میں حاضر ہونے اور عیدوں کے لیے نکلنے کے مواقع پر۔ اسی طرح لوگوں سے ملاقات کے وقت اور بھائیوں سے میل ملاقات کے مواقع پر۔ اور اہل اسلام کی یہ تہذیب وثقافت ہے کہ وہ جب ایک دوسرے سے میل ملاقات کے لیے آتے جاتے ہیں تو جمال وزینت کو اختیار کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَـدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً۔ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ)) [1]

''ایسا شخص جنت میں نہیں جائے گا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔'' ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے حبیب وخلیل نبی! بلاشبہ آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس بھی اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو۔ (تو کیا یہ بھی تکبر میں شمار ہوگا؟) فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل بے انتہا حسین وجمیل ہے (دنیاوی آنکھ اس کا دیدار نہیں کر سکتی) اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو (جان بوجھ کر) حق، سچ کو حقیر جاننا اور لوگوں کو بھی حقیر جانتے ہوئے ان کی توہین کرنا ہے۔''

[1] أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر ح: ٢٦٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اللہ عزوجل خوبصورتی کو اختیار کرنا پسند فرماتے ہیں حتیٰ کہ لباس میں بھی۔ وہ اپنے بندوں کے لیے ردی، گھٹیا قسم کا نہ کھانا پسند کرتا ہے اور نہ ہی لباس اختیار کرنا۔ بعض لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے ترک استعمال کو درویشی سمجھتے ہیں اور گھٹیا قسم کا کھانا کھانے، گھٹیا، گندا لباس پہننے کو بڑی نیکی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ نبی مکرم محمد رسول ﷺ کی شریعت مطہرہ میں یہ کوئی نیکی نہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نہایت گندے لباس والے شخص کو دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا:

((هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ؟)) فَقَالَ : مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ أَعْطَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ ، فَقَالَ ﷺ : ((فَلْيُرَ عَلَيْكَ)) ❶

''کیا تمہارے پاس مال (روپیہ پیسہ) ہے؟ تو وہ کہنے لگا: اللہ عزوجل نے مجھے اونٹوں اور بھیڑوں بکریوں جیسے ہر قسم کے مال سے سرفراز فرما رکھا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اس کا اثر تمہارے اوپر نظر آنا چاہیے۔''

یعنی اللہ کی نعمتوں کا اثر دکھائی دے اور آدمی پر ظاہر ہو اور نبی مکرم ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا:

((إِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ عَلَيْكَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُهُ عَلَى عَبْدِهِ حَسَنًا ، وَلَا يُحِبُّ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ)) ❷

''جب اللہ تعالیٰ تجھے مال دے تو یہ مال تیرے اوپر نظر آئے۔ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے مال کا اثر اس کے بندے پر اچھائی کی صورت میں دے۔ اللہ عزوجل نہ ہی بدحالی کو پسند فرماتے ہیں اور نہ ہی تنگ دستی ظاہر کرنے کو۔''

رسول اللہ ﷺ سفید کپڑے پہننے پر ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے:

((اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ)) وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى : ((اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ)) ❸

''سفید کپڑے پہنا کرو۔ اس لیے کہ بلاشبہ یہ تمہارے سب سے بہتر کپڑے ہیں۔ اور انہیں میں اپنے

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٦٣٢
❷ صحيح الجامع رقم : ٢٥٥
❸ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ٢٢٥٣، كتاب الجنائز، ح: ٩٩٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مردوں کو دفن کیا کرو۔'' اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: سفید لباس پہنا کرو، اس لیے کہ بلاشبہ سفید کپڑے زیادہ طہارت والے اور زیادہ اچھے ہوتے ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو دفن کیا کرو۔''

جیسا کہ مشہور ہے بلاشبہ سفید لباس رنگدار لباس کی نسبت گندگی کے اثرات کو زیادہ واضح کرنے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اسے رنگدار لباس کی نسبت دھویا بھی زیادہ جاتا ہے۔ پس وہ پاکیزہ و نظیف بھی زیادہ رہتا ہے۔ جب اسلام خوبصورتی و زینت اختیار کرنے اور صاف ستھرے نئے سفید کپڑے پہننے کی ترغیب دلاتا ہے تو وہ اس ضمن میں اسراف و تبذیر سے بھی منع کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے فخر و غرور اور تکبر سے بھی منع فرمایا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا ، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَّلَا مَخِيلَةٍ)) [أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، ح: ٥٧٨٣] وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : ((لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ بَطَرًا)) [أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، ح:٥٧٨٨] وَنَهي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أن تطور ثياب الرَّجلِ عَنِ الْكَعْبَيْن ، فقال صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : ((مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ)) [1]

''کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو مگر یہ ہے کہ اسراف نہ کرو اور نہ تکبر کرو۔ اور (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جو شخص اپنا تہمند (نیچے والا کپڑا) غرور سے گھسیٹتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی طرف نظر رحمت بھی نہیں کرے۔'' اور نبی کریم ﷺ نے نیچے والے کپڑے کو (مردوں کے لیے) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: تہمند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوگا وہ حصہ جہنم میں ہوگا۔''

عربی میں ''مسبل'' اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنا نیچے والا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر رہتا ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ اللہ عزوجل ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتے۔ جیسا کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سفیان بن سہل کو مخاطب کر کے فرمایا:

((لَا تُسْبِلْ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِينَ)) [2]

[1] أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار۔ ح : ٥٧٨٧

[2] سنن ابن ماجه/ كتاب اللباس/ باب موضع الإزار اين هو؟ حديث : ٣٥٧٤، صححه الباني

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے مت لٹکاؤ۔ اللہ تعالیٰ کپڑے تکبر کی راہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔''

بلکہ ایسا کرنا آخرت میں عظیم خطرے کا سبب بن جائے گا۔

((عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ ، وَلاَ يُزَكِّيهِمْ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ : قَالَ أَبُوذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا ، مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ : الْمُسْبِلُ ، (إِزَارَهُ) وَالْمَنَّانُ ، وَالْمُنَفِّقُ سَلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ)) ❶

''سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین طرح کے لوگوں سے اللہ رب العزت قیامت والے دن کلام ہی نہیں کریں گے، نہ ہی ان کی طرف نظر التفات فرمائیں گے اور نہ ہی ان کو (کچھ سزا دے کر) پاک کریں گے بلکہ ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہوگا۔ (۱)...... اپنے کپڑے تکبر کے ساتھ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے (۲)...... لوگوں پر نیکی کرکے احسان جتلانے والے اور (۳)...... جھوٹی قسموں کے ساتھ اپنا سامان تجارت بیچنے والے۔''

اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ عورتوں کے کپڑے پیروں سے بھی ایک ہاتھ یا کم از کم ایک بالشت لمبے ہوں تا کہ ان کے پیر بھی ڈھکے رہیں۔ اسی طرح اسلام نے ریشم اور سونا مردوں پر حرام کیا ہے جبکہ عورتوں کے لیے جائز اور مباح رکھا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبُ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ)) ❷

''ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیے گئے ہیں جبکہ یہ دونوں چیزیں میری امت کی عورتوں پر حلال و مباح ہیں۔''

کپڑے اور جوتا پہنتے وقت نبی کریم ﷺ کی سنت دائیں جانب سے شروع کرنے کی تھی۔ اور ان چیزوں کو اتارتے وقت آپ ﷺ کا طریقہ بائیں طرف سے شروع کرنے کا تھا۔ اور آپ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا بنواتے یا سلواتے تو آپ اس کا وہی نام رکھتے جو اس کا نام ہوتا جیسے کہ پگڑی یا قمیص یا چادر وغیرہ اور پھر دعا

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الإيمان باب غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية وتنفيق السلعة بالحلف۔ ح : ۲۹۳

❷ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ۱٤۰٤ (ابواب اللباس / ح : ۱۷۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہوئے فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ، أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهٖ، وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ، وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ)) قَالَ أَبُو نَضْرَةُ: فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا لَبِسَ أَحَدُهُمْ ثَوْبًا جَدِيْدًا قِيْلَ لَهٗ: تُبْلِيْ وَيُخْلِفُ اللّٰهُ تَعَالَى وَقَالَ ﷺ: ((مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) ❶

’’اے اللہ! ہر طرح کی حمد و ثنائے جمیل تیری ہی ذات اقدس کے لیے ہے۔ تو نے ہی مجھے یہ لباس پہنایا ہے۔ میں اس کی خیر کا سوال بھی تجھ سے کرتا ہوں اور اس چیز کی خیر کا بھی کہ جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے اور میں تجھ سے اس کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور اس کے شر سے بھی کہ جس مقصد کے لیے اسے تیار کیا گیا ہے۔ راوی حدیث ابونضرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے جب کوئی صحابی نیا کپڑا پہنتے تو اس سے کہا جاتا: اللہ کرے تم اس کپڑے کو پرانا کرو۔ اور دوسرا پہننا نصیب ہو۔‘‘ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص نیا کپڑا پہن کر یوں کہے: ہر طرح کی حمد و ثنائے جمیل ایک اللہ عزوجل کی ذات اقدس کے لیے ہے کہ جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور میری محنت و قوت کے بغیر یہ کپڑا مجھے عطا فرمایا۔‘‘ تو اس کے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘

لباس کے حوالے سے کہ جسے نبی کریم ﷺ زیب تن فرماتے...... طریقہ و راہنمائی یہ تھے کہ آپ ﷺ وہی لباس اختیار فرماتے جو بدن کے لیے فائدہ مند ہوتا۔ اپنی قمیض کی آستینوں کو آپ ﷺ نہ زیادہ لمبا رکھواتے اور نہ ہی یہ زیادہ عریض ہوتیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کے لباس میں یہ چیز نظر آتی ہے بالخصوص دیہاتوں کے رہنے والوں میں۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کی قمیض کی آستین کلائی (گٹا) تک ہوتی تھی اور ہاتھ سے متجاوز نہ ہوتی تھی کہ جو پہننے والے پر مشقت کا باعث بنی رہے اور اسے ہاتھ کی حرکت سے مانع ہو۔ نہ ہی اس سے چھوٹی ہوتی تھیں کہ جو گرمی اور سردی کا دفاع نہ کرسکیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی قمیض اور تہمند آدھی پنڈلیوں تک ہوتی تھیں۔ ان میں سے کوئی کپڑا ٹخنوں سے نیچے نہیں ہوتا تھا کہ جس سے چلنے والے کو دقت ہو اور اسے تکلیف پہنچائے۔ اسی طرح یہ دونوں کپڑے آپ کی دونوں پنڈلیوں کے پٹھے سے اوپر بھی نہیں ہوتے تھے کہ جس سے گھٹنوں تک

❶ صحیح سنن أبي داود، رقم: ٣٣٩٤۔ کتاب اللباس / ح: ٤٠٢٠، ٤٠٢٣۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنڈلیاں برہنہ رہیں اور گرمی، سردی میں تکلیف سے آدمی دوچار ہوتا ہے۔

بعینہٖ آپ ﷺ کی پگڑی بھی زیادہ بڑی نہ ہوتی تھی کہ جس کے پہننے، اٹھانے سے سر کو تکلیف پہنچے اور اسے اپنے وزن سے کمزور کر کے خواہ مخواہ کی مصیبت سے دوچار کر دے۔ جیسا کہ آج کل پگڑیاں باندھنے والوں کا حال ہے اور نہ ہی آپ ﷺ بالکل چھوٹی پگڑی باندھتے کہ آدمی کے سر کو سردی، گرمی کے موسم سے بچا نہ سکے۔ بلکہ آپ ﷺ درمیانے درجہ کی پگڑی باندھتے تھے۔ آپ ﷺ پگڑی کے ایک سرے کو بسا اوقات ٹھوڑی کے نیچے سے نکال لیتے تھے۔ اس میں چند ایک فوائد تھے۔ مثلاً: پگڑی کا اس طرح سے باندھنا آدمی کو گرمی، سردی سے بچاتا ہے اور یہ پگڑی کو مضبوط رکھنے کا طریقہ بھی ہے۔ بالخصوص گھوڑے اور اونٹ پر سواری کے وقت اور دشمن پر حملہ کے وقت۔

اور نبی مکرم ﷺ کپڑوں کی کچھ خاص، معین انواع کو پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ درج ذیل ان کپڑوں (لباسوں) کا ذکر ہے کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل:...... نبی مکرم ﷺ کے پسندیدہ لباس

(۱)...... قمیص:

((عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ رضی اللہ عنہا ، قَالَتْ :كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : الْقَمِيصُ [صحيح سنن أبي داود ، ح : ٤٠٢٥] وَ ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا لَبِسَ قَمِيصًا بَدَأَ بِمِيَامِنِهِ)) ❶

''ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب کپڑوں سے زیادہ پسندیدہ قمیص ہوا کرتی تھی اور رسول اللہ ﷺ جب قمیص پہنتے تو اسے دائیں طرف سے پہننا شروع فرماتے۔''

قمیص کے نام کا اطلاق اس سلے ہوئے لباس پر ہوتا ہے کہ جس کی دو آستینیں اور کم از کم ایک جیب ہو۔ مختلف ملکوں میں آج اس کے نام بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ اس کے عربی نام اس طرح سے ہیں: الثوب ، الدشداشه ، البرنس اور الجلابيه۔

نبی کریم ﷺ کا جی دوسرے لباسوں کی نسبت قمیص کو پہننے کی جانب زیادہ مائل ہوتا تھا۔ اس لیے کہ قمیص زیادہ ساتر لباس ہے۔ جبکہ چادروں وغیرہ کو تو باندھنا پڑتا ہے۔ اور قمیص کی نسبت انہیں زیادہ مضبوطی سے تھامنا پڑتا ہے اور اس لیے بھی کہ قمیص براہ راست جسم سے لگا ہوا لباس ہے۔ بخلاف اوپر اوڑھی جانے والی چادر کے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو چیز انسان کے وجود سے سب سے زیادہ قریب ہوگی وہ اسے سب سے زیادہ محبوب ہوگی۔ اور اس لیے بھی کہ قمیص وجود پر دیگر لباسوں کی نسبت زیادہ ہلکی ہوتی ہے۔ اور اس کا پہننا (کہ جب قمیص ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلیوں تک ہو) زیادہ تواضع عطا کرتا ہے۔ اور قمیص کا نام قمیص (لمبا کرتا) اس لیے رکھا گیا ہے کہ آدمی اس میں داخل ہوجاتا ہے۔ (اور تقمّص فی الماءِ...... کا معنی ہوتا ہے، غوطہ لگانا) یعنی آدمی اس میں داخل ہوجاتا ہے تاکہ اپنے آپ کو چھپا سکے۔

قمیص کا ذکر قرآن حکیم میں بھی ہوا چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ جناب یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ

❶ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٤٤٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَجْمَعِیْنَo ﴾ (یوسف:۹۳)

"یوسف (علیہ السلام) کہنے لگے: میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا وہ (بینائی واپس پلٹ آنے کی وجہ سے) دوبارہ دیکھنے لگیں گے اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔"

(ب)......دھاری دار یمنی چادر:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةُ)) ❶

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام کپڑوں میں یمنی دھاری دار چادر پہننا بہت پسند تھی۔"

اس چادر کے رنگ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہلکا سبز ہوتا تھا اور اس میں کالی دھاریاں ہوتی تھیں۔ اس کا شمار یمن کی نفیس چادروں میں ہوتا تھا اور اسے روئی سے تیار کیا جاتا تھا۔ اسے عربوں کے ہاں بڑا معزز لباس شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا نام "الحبرہ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ چادر زینت عطا کرتی ہے اور اچھی لگ کر جی کو خوش کرتی ہے۔ (حبر کے دو باب ثلاثی مجرد کے نَصَرَ يَنْصُرُ اور سَمِعَ يَسْمَعُ کے وزن پر آتے ہیں جن کا معنی ہوتا ہے: خوش کرنا، کیف وسرور بخشنا اور شگفتہ رو ہونا جیسے قرآن میں ہے:

﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَo ﴾ (الزخرف:۷۰)

"اور ان جنت میں جانے والوں سے کہا جائے گا: تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں تمہاری خاطر داری کر کے تمہیں خوش کیا جائے گا۔"

امام طیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: یہ یمنی دھاری دار چادر اس لیے آپ کو زیادہ پسند تھی کہ اس میں میل کو جذب کرنے، نرم ہونے، پارچہ بانی والے عمل میں یکسانیت والی ہونے، اس کی بناوٹ میں مضبوطی ہونے اور اس کا آپ ﷺ کے بدن مبارک کے موافق نرم ہونے کی وجہ سے یہ آپ کو زیادہ اچھی لگتی تھی۔ نبی کریم ﷺ کا بدن مبارک حد درجے کا نرم تھا اور موٹا جھوٹا کپڑا آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ اس کو پسند فرماتے تھے۔

((وَقَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا : ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ)) ❷

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ ﷺ کے وجود اطہر کو اس یمنی دھاری دار ہلکے سبز رنگ والی چادر کے ساتھ ڈھانپا گیا تھا۔"

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب البرود والحبر والشملة۔ ح : ٥٨١٣

❷ أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب البرود والحبر والشملة ح : ٥٨١٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:...... نبی مکرم ﷺ کے ناپسندیدہ لباس

رسول اللہ ﷺ لباس کے بارے میں اسراف کو نہایت پسند فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس ضمن میں تواضع کو پسند فرماتے تھے اور آپ اس معاملے میں نہایت مہنگا اور اعلیٰ نفیس قسم کا کپڑا خریدنے، سلوانے میں تکلف اور تنگی سے کام نہ لیتے۔ بلکہ جو بھی میسر آ جاتا اسے استعمال کر لیتے۔ آپ کی زوجہ طاہرہ وصدیقہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یمن کی بنی ہوئی ایک اوپر اوڑھنے والی چادر اور ایک نیچے باندھنے والی نکالیں۔ اوپر اوڑھنی والی چادر کو ''ملبدہ'' کہا جاتا تھا (یعنی اونی شال) ام المومنین رضی اللہ عنہا اللہ عزوجل کی قسم کھا کر بیان کرتی ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ آخر عمر تک انہی دو چادروں کو پہنتے رہے اور انہی دو چادروں میں آپ کی وفات ہوئی۔

تو لباس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی تواضع اور عدم اسراف کے ساتھ ساتھ آپ لباس کی بعض انواع واقسام کو انتہائی ناپسند کرتے تھے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

عام ریشم سے ناپسندیدگی: [1]

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَرُّوجُ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا - كَالْكَارِهِ لَهُ - ثُمَّ قَالَ: ((لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ)) [2]

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ میں ریشم کی ایک قباء پیش کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے (مردوں کے لیے ریشم کی حرمت نازل ہونے سے پہلے) اسے پہنا اور اس کو پہنے ہوئے نماز بھی پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے اسے بڑی تیزی کے ساتھ اتار ڈالا جیسے آپ اس سے ناگواری محسوس کرتے ہوں۔ پھر فرمایا کہ: یہ متقیوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔''

تو نبی کریم ﷺ نے اپنی طبیعت مبارک کی نرمی کے برخلاف ریشم سے تیار شدہ اس لباس کو نہایت سرعت کے ساتھ قوت سے اتار ڈالا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند جانا کہ آپ کوئی ایسا لباس پہنیں جو

---

[1] اس مضمون کی تفصیل کے لیے فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ۱۰، ص ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۸۵ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

[2] أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب القباء وفروج حرير وهو القباء ، ويقال هو الذي له شق من خلفه ح : ٥٨٠١

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل تقویٰ کے لیے نامناسب ہو۔ ریشمی لباس کو زیب تن کرنا تقویٰ کو ختم کر دیتا ہے۔ اور دنیا میں اسے درج ذیل حدیث کے موجب وہی شخص پہنتا ہے کہ جو آخرت میں ذلت کو اختیار کرنے والا ہو اور اس کا آخرت میں کوئی خیر وفلاح کا حصہ نہ ہو۔'' چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لا خَلاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ)) [1]

''دنیا میں ریشم وہی شخص پہنتا ہے کہ جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔''

تقویٰ کے کلمہ کا اطلاق تمام اہل ایمان پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ہے کہ اس میں لوگوں کی درجہ بندی ضرور ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۠ ﴾ (المائدہ:۹۳)

''جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں جو (پہلے) کھا پی چکے جب وہ (شرک سے) بچیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک کام کرتے رہیں۔ پھر (حرام چیزوں سے) بچیں اور ان کے حرام ہونے کا یقین رکھیں پھر (سب بری باتوں سے) بچیں (یا تقویٰ پر قائم رہیں) اور اچھے کام کریں اور اللہ نیکوں سے محبت رکھتا ہے۔''

تو ہر وہ شخص کہ جو اسلام میں داخل ہو گیا جانیے کہ وہ تقویٰ کی راہ پر چل کھڑا ہوا۔ یعنی اس نے ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے سے اپنے آپ کو بچالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مردوں پر ریشم پہننا حرام کرتے ہوئے فرمایا ہے:

((لاَ تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلاَ الدِّيبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ)) [أخرجه البخاري في كتب الأطعمة ، ج:٥٤٢٦] وَأَخْبَرَ ﷺ بِأَنَّ ((مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ)) [2]

''ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ ہی سونے اور چاندی کے برتنوں میں کچھ کھاؤ پیو...... الخ'' اور پھر نبی کریم ﷺ نے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں ہرگز اسے نہ پہن سکے گا۔''

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب لبس الحرير للرجال ، وقدر ما يجوز منه۔ ح : ٥٨٣٥

[2] أخرجه البخاري في كتاب اللباس ، باب لبس الحرير للرجال ، وقدر مايجوز منه۔ ح : ٥٨٣٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ آخرت میں ریشم اہل جنت کا لباس ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ○ ﴾ (الحج:٢٣)

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ان کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں لے جائے گا جن کے تلے نہریں پڑی بہہ رہی ہیں۔ وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشمی ہوگا۔''

اور دوسرے مقام پر اللہ عزوجل نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ○ ﴾ (الدهر:١٢)

''اور جیسا انہوں (اہل ایمان واسلام) نے دنیا میں صبر کیا تھا اس کے بدلے میں ان کو جنت اور ریشمی پوشاک عطا کی جائے گی۔''

چنانچہ اہل جنت کے جنت میں بچھونے بھی ریشمی ہوں گے، ان کے لباس بھی ریشمی اور ان کے محلات میں لٹکے ہوئے پردے بھی ریشمی ہوں گے۔ دنیا میں جو کچھ ہے اس سب مال و دولت اور آسائشوں سے یہ سب کچھ بے بہا گنا زیادہ اعلیٰ ہوگا۔

خاص اور قیمتی قسم کے ریشمی کپڑے، دیباج سے ناپسندیدگی

((قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ : لَبِسَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا قَبَاءً مِنْ دِيْبَاجٍ أُهْدِيَ لَهُ ، ثُمَّ أَوْشَكَ أَنْ يَنْزِعَهُ ، فَأَرْسَلَ بِهِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، فَقِيْلَ لَهُ : قَدْ أَوْشَكَ مَا نَزَعْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ فَقَالَ : ((نَهَانِي عَنْهُ جِبْرِيْلُ))عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَجَاءَهُ عُمَرُ يَبْكِي ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! كَرِهْتَ أَمْرًا وَأَعْطَيْتَنِيهِ ، فَمَالِي؟ فَقَالَ : ((إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهُ لِتَلْبَسَهُ ، إِنَّمَا أَعْطَيْتُكَهُ تَبِيعُهُ)) فَبَاعَهُ بِأَلْفَي دِرْهَمٍ)) [1]

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن دیباج کی قبا پہنی جو آپ کے لیے تحفہ و ہدیہ میں آئی تھی۔ مگر آپ ﷺ نے اسی وقت اتار ڈالی اور جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھیج دی۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے تو اسے جلد اتار ڈالا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جبریل علیہ السلام نے منع فرما دیا ہے۔'' یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

[1] أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم لُبس الحرير وغيرذٰلك للرجال ح : ٥٤١٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! جس چیز کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا وہ مجھے عطا کردی؟ میرا کیا حال ہوگا؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں پہننے کے لیے نہیں دی بلکہ میں نے اس لیے دی ہے کہ اسے بیچ ڈالو۔ چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ قبا دو ہزار درہم میں بیچ دی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ریشم کی اعلیٰ نسل کہ جس کا تانا بانا دونوں ریشمی ہوتے ہیں دیباج کو ناپسند کرتے تھے۔ اور جس طرح آپ ﷺ نے عام ریشم کو پہننے سے منع فرمایا تھا اسی طرح ریشم کی اس قسم دیباج سے بھی منع فرما دیا تھا۔ اور حکم فرمایا:

((لَا تَلْبِسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ)) ❶

"نہ عام ریشم پہنو اور نہ ہی ریشم کی اعلیٰ قسم دیبا کا کپڑا پہنو۔"

پیلے اور سرخ رنگ کے کپڑے سے ناپسندیدگی

((عَنْ شُعَيْبٍ ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِ بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما قَالَ: هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ثَنِيَّةٍ ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ ، فَقَالَ: ((مَا هٰذِهِ الرَّيْطَةُ عَلَيْكَ؟)) فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَأَتَيْتُ أَهْلِي وَهُمْ يَسْجُرُوْنَ تَنُّورًا لَهُمْ ، فَقَذَفْتُهَا فِيهِ ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ ، فَقَالَ: ((يَا عَبْدَاللّٰهِ ، مَا فَعَلَتِ الرَّيْطَةُ؟)) فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ: ((أَفَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ؟ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ)) ❷

"سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک گھاٹی سے اترے۔ آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا تو میں (بالدار چمڑے کی پوستین) فروہ پہنے ہوئے تھا کہ جو کسم میں رنگی ہوئی تھی (یعنی سرخ رنگ میں) چنانچہ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا عبد اللہ! یہ فروہ کیسا ہے جو تم نے اوڑھ رکھا ہے؟ میں جان گیا کہ آپ ﷺ نے اسے برا جانا ہے۔ پس میں اپنے اہل خانہ کے پاس جب آیا تو دیکھا کہ تنور جل رہا ہے۔ میں نے فروہ اس تنور میں پھینک دیا۔ اگلے دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: عبداللہ! وہ فروہ کا کیا

❶ صحيح البخارى/كتاب الاطعمة/باب الأكل فى إناء فعضض/حديث : ٥٤٢٦

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٤٣١- كتاب اللباس / ح : ٤٠٦٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا؟ میں نے جو اس کے ساتھ سلوک کیا تھا اس کے متعلق بتلا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اسے اپنی کسی بی بی کو کیوں نہ دے دیا؟ عورتوں کے لیے اس رنگ کا پہننا کچھ برا نہیں۔"

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابی رسول اللہ ﷺ جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے اپنے اوپر پہنے ہوئے لباس کے رنگ سے متعلق جب جان لیا کہ نبی مکرم ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا ہے تو انہوں نے اس سے فوراً خلاصی حاصل کر کے اس کو آگ میں پھینک کر جلا دیا۔ اس لیے کہ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ عصفر سے رنگا ہوا کپڑا عورتوں کے لیے پہننے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے زرد رنگ والے لباس سے بھی منع فرمایا ہے۔

((قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه : نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ ، وَعَنْ لِبَاسِ الْقَسِّيِّ ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ ، وَعَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ)) ❶

"امیر المومنین سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی، ٹسر کے بنے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا (کہ جن پر ترنج کی شکلیں ہوتی تھیں) اور سجدے، رکوع میں قرآن کی تلاوت کرنے سے بھی منع فرمایا اور اسی طرح کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننے سے بھی منع فرمایا۔"

رسول اللہ ﷺ نے زرد رنگ کے کپڑے کو صرف دھو لینا قبول نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے اسے جلا دینے کا حکم فرمایا ہے۔

((قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو : رَأَى النَّبِيُّ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ : ((أَ أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهٰذَا؟)) قُلْتُ : أَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ : ((بَلْ أَحْرِقْهُمَا)) ❷

"چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو (ناراضگی سے) فرمایا: عبداللہ! کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟ جناب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا میں ان کو دھو ڈالوں جی؟ فرمایا: نہیں، بلکہ ان دونوں کپڑوں کو جلا دو۔"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ زرد، سرخ رنگ کا لباس تو عورتوں کا لباس ہے اور ان کے جوڑے ان رنگوں میں بنا کرتے ہیں تم نے مرد ہو کر انہیں کیوں پہن لیا؟ اور انہیں جلا دینے کا حکم جو آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے

❶ أخرجه مسلم في كتاب اللباس ، باب النهي عن لبس الرجل الثوبَ المعصفرَ۔ ح : ٥٤٣٩

❷ أخرجه مسلم في كتاب اللباس ، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر ح : ٥٤٣٦ ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں: یہ سخت سزا کے طور پر تھا تا کہ آپ ﷺ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو بھی سختی کے ساتھ اس سے منع کرسکیں اور دوسروں کو بھی اس کے ذریعے اس جیسے فعل سے ڈانٹ پلائی جا سکے۔ اور یہ کہ زرد رنگ کا لباس تو کافروں کا لباس ہوتا ہے جیسا کہ ہندو اسے اپنا مذہبی رنگ سمجھ کر پہنتے ہیں۔ اس لیے بھی نبی مکرم ﷺ نے اس کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ دوسری روایت میں ہے: سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان پر زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے تو ان سے فرمایا:

((اِنَّ هٰذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا)) ❶

"یہ تو کافروں کے لباس ہیں، تم انہیں مت پہنو۔"

مذکورہ بالا رنگوں والے کپڑوں کے علاوہ بھی کچھ ایسے لباس تھے کہ جنہیں نبی کریم ﷺ ناپسند فرماتے تھے۔

خصوصی نشانات (بیل بوٹوں اور نقش ونگار) والا کپڑا بھی رسول اللہ ﷺ نہیں پہنتے تھے:

((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ [خميصة : كساء مربع من صوف معلم] لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((اِذْهَبُوْا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ [أنبجانية : كساء غليظ لا علم له] أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي))، وَعَنْ عَائِشَةَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي)) ❷

"ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے (ایک بار) ایک چادر میں نماز پڑھی جس پر نقش و نگار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک بار دیکھا اور پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میری چادر! ابو جہم ...... عامر بن حذیفہ ...... کے پاس لے جاؤ اور ان کی انجابیہ والی چادر لے آؤ۔ کیونکہ اس چادر نے ابھی مجھے نماز سے غافل کر دیا تھا۔" اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نماز میں اس کے نقش و نگار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پس میں ڈرا کہ یہ مجھے کہیں (اللہ کی طرف دھیان سے) غافل نہ کر دے۔"

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نماز کی مصلحت کی خاطر اس نقش و نگار والے لباس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بھی جلدی کی اور اس چیز کے انکار میں بھی جلدی فرمائی کہ جس کے بارے میں خدشے کا امکان تھا۔ اس

❶ دیکھئے: صحیح مسلم/ کتاب اللباس/ باب النبی عن لبس الرجل الثوب المعصفر

❷ أخرجه البخاري في كتاب الصلاة، باب إذا صلّى في ثوب له أعلام، ونظر إلى علمها ح : ٣٧٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث مبارک سے کپڑے کے رنگ اور نقش و نگار سمیت ہر اس چیز کی ناپسندیدگی کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو آدمی کو نماز سے دوسری جانب مشغول کر دے۔ اور اس حدیث میں اس بات سے بھی باخبر کیا گیا ہے کہ تصویروں اور ظاہری چیزوں سے (جیسے دوران نماز اچانک کوئی آواز اپنی طرف متوجہ کر لے) پاکیزہ دلوں اور پاکباز نفوس میں عام چیزوں سے ہٹ کر اثر ضرور ہوتا ہے۔ (عام چیزوں سے مراد صاف زمین، سادہ جائے نماز، سادہ چٹائیاں، مسجد کی سادہ دیواریں اور فصلیں، درخت، گھاس وغیرھا ہے۔) اور جب سامنے رکھی ہوئی یا دیوار وغیرہ پر لگی ہوئی تصویریں نمازی آدمی کو نماز سے غافل کر سکتی ہیں تو اسی طرح اس کے لباس پر بنے نقش و نگار بھی ضرور غافل کریں گے بلکہ اس سے زیادہ غفلت کا سبب بنتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ بری شہرت اور ناموری والا لباس بھی نہیں پہنتے تھے

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ ؛ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا ، أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا)) [1]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں شہرت، ناموری کا کپڑا پہنا، اللہ سبحانہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن ذلت کا کپڑا پہنائے گا اور پھر اس میں انگارے لگا دے گا۔'' (یعنی دہری مصیبت...... ایک رسوائی دوسری تپش...... العیاذ باللہ)

اسلاف میں بعض علماء کرام نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ سلف صالحین...... صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کپڑوں کے بارے میں دونوں شہرتوں اور ناموری کو ناپسند کرتے تھے۔ یعنی انتہائی اعلیٰ نفیس قسم کے نقش و نگار اور سجاوٹ والے کپڑے کے ذریعے ناموری و شہرت سے بھی اور بالکل ہی ردی قسم کے میلے کچیلے اور پھٹے پھرانے کپڑے پہن کر خواہ مخواہ لوگوں کی نظروں میں بڑا صالح بننے کی کوشش کے ذریعے ناموری سے بھی۔ شہرت کا مطلب ہوتا ہے: کسی چیز کا واضح ظاہر ہونا اور کسی چیز کو نمایاں، آشکارا کرنا۔ [2] اور یہاں شہرت سے مراد یہ ہے کہ آدمی کا لباس لوگوں میں مشہور ہو جائے۔ یا تو عام لوگوں کے کپڑوں کے رنگ سے اس کے کپڑوں کا رنگ مختلف ہو کر اور یا پھر کسی خاص طرز و فیشن کے ذریعے۔ تاکہ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں اور آفریں کی نگاہ سے دیکھیں۔ پھر یہ لباس پہننے والا لوگوں پر فخر و تکبر کرے اور اپنے آپ کو ان میں نمایاں

[1] صحیح سنن ابن ماجه ، رقم : ۲۹۰۶ـ کتاب اللباس / ح : ۳۶۰۷

[2] شہرت بمعنی: رسوائی و فضیحت بھی ہوتی ہے۔ جیسے ذوق کا شعر ہے۔ ؏

پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی ہم بھی رسوا ہو چکے ان کی بھی شہرت ہو چکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے۔ [1] اور ایسا آدمی چونکہ اس طرح کے لباس کے ذریعے فخر و غرور کا قصد کرتا ہے اس لیے اللہ عزوجل بھی اس لباس کی مخالفت کر کے اسے آخرت میں سزا دیتے ہوئے اس کو رسوا کرے گا۔ بعینہٖ اس کو بھی اللہ ذوالجلال سزا دے گا جو اپنے کپڑوں کو تکبر کی بناء پر لمبا کرتا اور گھسیٹتا پھرتا ہے۔ وہ ایک ایسے لباس میں چلتا ہے کہ جو اس کے جی کو بہت اچھا لگتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اس لباس کے ساتھ زمین میں دھنسا دے گا اور وہ قیامت تک اس لباس میں دھنستا چلا جائے گا۔

اسی طرح گھٹیا اور ردی قسم کے لباس کی کسی مقام پر مذمت کی جاتی ہے اور کسی جگہ پر اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ جب ایسے لباس کے ذریعے پارسائی اور صوفیانہ تکبر کی شہرت مقصود ہو تو پھر یہ لباس قابل مذمت بن جاتا ہے اور اگر اللہ عزوجل کے لیے نہایت کم قیمت والا کوئی لباس بطور تواضع و اظہار عجز وانکساری اختیار کیا جائے تو پھر ایسا لباس اللہ کے ہاں قابل تعریف بن جاتا ہے۔ اسی طرح نہایت عمدہ اور نفیس قسم کا کپڑا زیب تن کرنا اس وقت قابل مذمت بن جاتا ہے کہ جب اسے فخر وتکبر اور غرور کے نظریہ سے پہنا جائے۔ اور جب اسے خوبصورتی و نفاست کی بنا پر اللہ عزوجل کی نعمت کے اظہار کے لیے زیب تن کیا جائے تو پھر وہی لباس قابل تعریف بن جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل نہایت جمیل و پر جلال ہے اور وہ حسن و جمال اور نفاست کو پسند فرماتا ہے۔

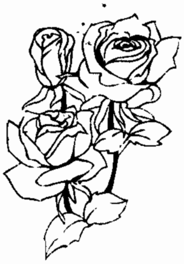

---

[1] جنہیں چار پیسے کا مقدور ہے یاں سمجھتے نہیں ہیں وہ انساں کو انساں
موافق نہیں جن سے ایام دوراں نہیں دیکھ سکتے کسی کو وہ شاداں

نشہ میں تکبر کے ہے چور کوئی

حسد کے مرض میں ہے رنجور کوئی

(حالی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم:....... نبی مکرم ﷺ کی پسندیدہ اشیاء

خوشبو: ❶

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ: اَلنِّسَاءُ، وَالطِّيبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ)) ❷

''رسول اللہ نے فرمایا: تمہاری دنیا میں سے مجھے عورتیں (ازواج مطہرات) اور خوشبو (اللہ عزوجل کی طرف سے) پسندیدہ کی گئی ہیں۔ مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔''

نبی مکرم و معظم سید الانبیاء والرسل ﷺ کے جسم اطہر سے نہایت پاکیزہ اور دل کش خوشبو آیا کرتی تھی اور اس خوشبو کے ذریعے اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو مزید معزز بنا دیا تھا۔ اگر نبی معظم ﷺ نے خوشبو نہ بھی لگائی ہوتی تو بھی یہ فطری خوشبو آپ ﷺ کی صفت اور پہچان ہوتی تھی۔

((وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْأُولٰى، ثُمَّ خَرَجَ إِلٰى أَهْلِهِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ، فَاسْتَقْبَلَهُ وِلْدَانٌ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ أَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا، قَالَ: وَأَمَّا أَنَا فَمَسَحَ خَدِّي، قَالَ: فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا أَوْ رِيحًا كَأَنَّمَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ)) ❸

''چنانچہ سیدنا جابر بن رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ اپنے گھر جانے کے لیے تشریف لے جانے لگے تو میں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ چل کھڑا ہوا۔ اسی دوران کچھ بچے آپ ﷺ کے سامنے آ گئے۔ آپ ﷺ نے ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرا اور پھر میرے بھی رخسار پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں وہ ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی گویا کہ آپ نے خوشبو ساز کے خوشبو والے ڈبے میں سے ہاتھ نکالا ہو۔''

---

❶ تفصیل کے لیے: (۱)......ابن قیم رحمہ اللہ کی: زاد المعاد جلد نمبر ۴ ص ۲۷۸......ص ۲۸۰ (۲)......امام نووی رحمہ اللہ کی: شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۱۵ ص ۱۰، ص ۸۵ جلد نمبر ۶ ص ۱۳۵ دیکھ لیجیے۔

❷ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٣١٢٤

❸ أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب طيب ريحه ﷺ ولين مسه۔ ح: ٦٠٥٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ خوشبو کو پسند بھی فرماتے اور اس بات کو نہایت ناپسند کرتے کہ آپ ﷺ کے وجود اطہر سے کسی قسم کی بدبو آئے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((أَنَّهَا جَعَلَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ بُرْدَةً سَوْدَاءَ مِنْ صُوفٍ فَذَكَرَ سَوَادَهَا وَبَيَاضَهُ، فَلَبِسَهَا، فَلَمَّا عَرِقَ وَجَدَ رِيحَ الصُّوفِ قَذَفَهَا، وَكَانَ يُحِبُّ الرِّيحَ الطَّيِّبَةَ)) ❶

''انہوں نے نبی مکرم ﷺ کے لیے اوپر اوڑھنے والی کالے رنگ کی دھاری دار اونی چادر بنوائی۔ راوی حدیث جناب مطرف رحمہ اللہ نے اس چادر کے کالے رنگ کو بھی بیان کیا اور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کی سفیدی کو بھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اوڑھا اور جب آپ کو پسینہ آیا تو آپ ﷺ نے اس چادر میں سے اون کی بو محسوس کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے اتار دیا۔ آپ ﷺ خوشبو کو پسند فرمایا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کا پسینہ بھی خوشبو دار تھا۔ اور آپ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ آپ کا پسینہ خوشبو کے علاوہ کسی اور بو کا ہو۔

((قَالَ أَنَسٌ: مَا شَمَمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ، وَلَا مِسْكًا وَلَا شَيْئًا أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ)) ❷

''چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہ عنبر، نہ کستوری اور نہ ہی کوئی اور اعلیٰ قسم کی خوشبو ایسی سونگھی جیسی رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو تھی۔ (اور میں نے نہ دیباج، نہ حریر اور نہ ہی کوئی اور نرم چیز چھوئی کہ جس طرح کی نرمی رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک و اطہر میں تھی۔'')

بلکہ نبی معظم ﷺ کا پسینہ سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبو دار تھا اور جب کوئی صحابی اس بات کی خواہش رکھتا کہ وہ آپ ﷺ کی خوشبو سے خوشبو حاصل کرے تو وہ کسی چیز میں آپ ﷺ کا پسینہ محفوظ کر لیتا۔ ایک دن کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رمیضاء بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور وہاں دوپہر کے قیلولہ کے لیے سو گئے۔ اسی دوران آپ ﷺ کو پسینہ آ گیا۔

((وَجَاءَتْ أُمِّي بِقَارُورَةٍ، فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ فِيهَا، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، مَا هٰذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ؟)) قَالَتْ: هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي

❶ مسند أحمد، رقم: ٢٤٨٨٤، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده صحيح۔ ٦/١٣٢-٢٥٠١٧

❷ أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب طيب ريحه ﷺ لين مسّه ح: ٦٠٥٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طِيبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ)) ❶

''جناب انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ ایک شیشی لے آئیں اور آپ ﷺ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں- اسی دوران آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا: ام سلیم یہ کیا کر رہی ہیں؟ وہ کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! آپ کا یہ جو پسینہ ہے ناں! اسے ہم اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں اور وہ خود سب سے بڑھ کر خوشبو ہے۔''

تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے پسینہ کو کسی خوشبو میں ملا کر شیشی میں بھر لیتیں تا کہ آپ اس کو بطور خوشبو استعمال کرتی رہیں۔ (یاد رہے کہ یہ ام سلیم رمیصاء بنت ملحان رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ننھیال میں سے آپ ﷺ کی نہایت قریبی ایک محرم رشتہ دار تھیں)

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ خوشبو کو پسند فرماتے اور اپنے وجود اطہر علیہ التحیۃ والسلام کی خوشبو کے باوجود اکثر اوقات خوشبو کا استعمال فرشتوں سے ملاقات، وحی کے حصول اور اہل ایمان و اسلام کے ساتھ نشست و برخاست کی خاطر بکثرت فرماتے تھے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بنا پر کہ خوشبو روح کی غذا ہے اور روح تمام جسمانی قوتوں کی سواری ہے اور یہ قوتیں خوشبو اور پاکیزگی و نفاست کے ساتھ بڑھتی ہیں۔ تو پھر یہ خوشبو دماغ کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے اور دل کو بھی۔ اسی طرح اندرونی تمام اعضاء کو بھی۔ خوشبو دل کو خوشی پہنچاتی ہے، اس کے ذریعے نفس خوش ہوتا اور روح مبسوط ہوتی ہے۔ یہ خوشبو روح کے لیے سب سے سچا نسخہ ہے اور اسے نرم کرنے کے لیے نہایت ہی اہم کردار ادا کرنے والا ہے۔ خوشبو اور پاکیزہ روح کے درمیان نہایت قریبی تعلق ہے۔ دنیا جہان کے تمام پاکباز لوگوں میں سب سے زیادہ پاکباز اور بزرگ شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کے نزدیک خوشبو سب پسندیدہ چیزوں سے زیادہ پسندیدہ چیز تھی۔

خوشبو کے کچھ خواص بھی ہیں۔ (۱)...... اسے ملائکہ پسند کرتے ہیں۔ (۲)...... شیطان اس سے دور بھاگتے ہیں۔ شیطانوں کو انتہائی بدبودار بو سب سے اچھی لگتی ہے۔ اس لیے: (۳)...... پاکیزہ روحیں خوشبو کو پسند کرتی ہیں۔ جبکہ خبیث اور پلید روحیں بدبو کو پسند کرتی ہیں۔ ہر روح اپنے ساتھ مناسبت رکھنے والی چیز کی طرف ہی مائل ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہوا کرتی ہیں جبکہ پاک مرد پاک عورتیں کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ اصول اگرچہ

❶ أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب طيب عرقه صلى الله عليه وسلم والتبرك به- ح: ٦٠٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں اور مردوں کے بارے میں ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال واقوال بھی ایک دوسرے کو پہنچتے اور زیر بحث آتے ہیں۔ اسی طرح گندگی و پاکیزگی کا تعلق کھانے پینے کی چیزوں، لباس، بو اور خوشبو وغیرھا سے ان کے الفاظ کے عموم کے ساتھ ضرور ہوتا ہے یا ان کے عمومی معنی کے ساتھ۔''

خوشبو سے محبت اور اس کی پسندیدگی مزاج کے اعتدال اور اخلاق کے اعلیٰ تر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ فرشتوں سے سرگوشیاں کرنے کی وجہ سے خوشبو کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور فرشتے خوشبو کو پسند کرتے ہیں جبکہ انہیں بدبو سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہر اس شخص کو مسجد میں آنے سے منع فرمار کھا ہے کہ جو لہسن یا پیاز کھا کر آیا ہو۔

((مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ الثُّوْمِ)) وَقَالَ مَرَّةً: ((مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ)) ❶

''جو شخص لہسن والی اس ترکاری کو کھائے۔'' اور ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص پیاز کھائے یا لہسن یا گیندنا تو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔ اس لیے کہ بلاشبہ فرشتے ہر اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں کہ جس چیز سے بنی آدم تکلیف محسوس کرتے ہوں۔''

لیکن یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لہسن، پیاز اور گیندنا کو کھانا حرام قرار نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ خود انہیں کھاتے نہیں تھے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ فرشتوں سے سرگوشی فرمایا کرتے تھے کہ جو ان چیزوں کی بو سے تکلیف محسوس کرتے تھے۔

((وَقَالَ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا — أَوْ قَالَ — فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا اَوْلِيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ)) ❷

''اور (جناب جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو وہ ہم سے دور رہے۔'' یا فرمایا کہ اسے ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے یا (فرمایا کہ) اسے اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہنا چاہیے۔''

((فَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا، فَسَأَلَ، فَأُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ، فَقَالَ: ((قَرِّبُوْهَا)) — إِلٰى

❶ أخرجه مسلم في كتاب المساجد، باب نهي أكل الثوم والبصل ونحوهما عن حضور المسجد۔ ح: ١٢٥٤

❷ أخرجه البخاري في كتاب الأذان، باب ماجاء في الثوم النيئ والبصل والكراث۔ ح: ٨٥٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ - فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ : ((كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لاَ تُنَاجِيْ)) ❶

''چنانچہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں کئی قسم کی سبزیاں، ترکاریاں تھیں۔ (پیاز یا گندنا بھی) آپ نے اس میں بومحسوس کی اور اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ چنانچہ اس سالن میں جتنی ترکاریاں ڈالی گئی تھیں وہ آپ ﷺ کو بتلا دی گئیں۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سالن اس کی طرف بڑھا دو۔ اس شخص نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ یہ سالن کھانا نہیں چاہتے تو اس نے کھالیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم کھالو، میری جن (فرشتوں) سے سرگوشی رہتی ہے ان سے تمہاری سرگوشی نہیں ہوتی۔''

نبی کریم ﷺ خوشبو سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ اسے واپس نہیں لوٹایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوشبو کو واپس نہیں لوٹایا کرتے تھے۔

اور درج ذیل حدیث میں خوشبو واپس نہ کرنے کی حکمت بھی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيْبٌ فَلاَ يَرُدَّهُ ، فَإِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيْحِ ؛ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ)) ❷

''جس شخص کو خوشبو پیش کی جائے اسے چاہیے کہ اس کو واپس نہ کرے۔ اس لیے کہ خوشبو ہوا پاکیزہ بناتی ہے اور بوجھل فضا کو ہلکا (خفیف) کرتی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ اپنے اکثر احوال واوقات میں خوشبو لگاتے اور اس کا حکم بھی فرماتے تھے۔

چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَسِوَاكٌ ، وَيَمَسُّ مِنَ الطِّيْبِ مَا قَدَرَ عَلَيْهِ)) وَقَالَ فِي الطِّيْبِ : ((وَلَوْ مِنْ طِيْبِ الْمَرْأَةِ)) ❸

''ہر جوان پر جمعہ والے دن نہانا اور مسواک کرنا لازم ہے۔ اور جتنی میسر ہو تھوڑی سی لگا لے۔'' اور خوشبو کے بارے میں تو فرمایا کہ: اگرچہ عورت کی خوشبو ہی کیوں نہ ہو۔''

---

❶ أخرجه البخاري في كتاب الأذان ، باب ماجاء في الثوم النيئ والبصل والكراث۔ ح : ٨٥٥

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٥١٥۔ كتاب الرجل / ح : ٤١٧٢

❸ أخرجه مسلم في كتاب الجمعة ح : ١٩٦٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث مبارک سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے مرد کے لیے ضرورت کے تحت عورتوں والی خوشبو کے استعمال کو جائز قرار دیا مگر یہ ہے کہ جب مردانہ خوشبو میسر نہ ہو۔ تو اس سے اس معاملہ کے نہایت متاکد ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ عورتوں کی خوشبو میں اس کا رنگ ظاہر ہوتا ہے اور اس کی خوشبو پوشیدہ۔ عورت جب مسجد کی طرف آنے کا ارادہ کرے یا کسی اور طرف گھر سے باہر نکلنے کا تو اس کے لیے شریعت میں ہر وہ خوشبو مکروہ و ناپسندیدہ ہے کہ جو محسوس کی جا سکے۔ البتہ مردوں کی خوشبو وہ ہوتی ہے کہ جس کا رنگ ظاہر نہ ہو لیکن اس کی خوشبو محسوس کی جا سکے۔ شریعت مطہرہ میں مسلمان مردوں کے لیے جمعہ والے دن، عیدین والے دنوں میں اور مجالس ذکر و علم میں حاضر ہونے پر، اہل اسلام و ایمان کے ساتھ میل ملاقاتوں کے وقت خوشبو کا لگانا مستحب قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی کے ساتھ میل ملاقات کے وقت بھی۔

سب سے زیادہ عمدہ خوشبو مسک (یعنی کستوری) کی ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((أَطْيَبُ الطِّيْبِ الْمِسْكُ)) ❶

''سب سے عمدہ خوشبو مشک ہوا کرتی ہے۔''

جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب صدیقہ وطاہرہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا:

((بِأَيِّ شَيْءٍ طَيَّبْتِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ حُرْمِهِ؟ قَالَتْ: ((بِأَطْيَبِ الطِّيْبِ)) ❷

''آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو (حجۃ الوداع کے) احرام باندھنے سے قبل آپ ﷺ کے احرام کو کون سی خوشبو لگائی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: سب سے عمدہ (مشک، کستوری کی) خوشبو۔''

مسواک: ❸

((قَالَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَأَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِي وَرِيْقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ: دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ، فَقُلْتُ: آخُذُهُ لَكَ؟

❶ دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر حدیث : ١٣٠٢

❷ اخرجه مسلم في كتاب الحج، باب استحباب الطيب قبل الإحرام۔ ح : ٢٨٢٩

❸ تفصیل کے لیے: (١) صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ٣ ص ١٤٢ تا ص ١٤٤ (٢) فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ١ ص ٣٥٦، جلد نمبر ٢ ص ٣٧٧ (٣) فیض القدیر للمناوی جلد نمبر ٤ ص ١٤٧ تا ص ١٤٨ (٤) شرح سنن النسائی للسیوطی جلد نمبر ١ ص ١٩، ص ٢٠ (٥) فارس علوان کی: وفی الصلوٰۃ صحة و وقاية ص ٥٣ تا ص ٥٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ ، فَتَنَاوَلْتُهُ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ ، وَقُلْتُ : أُلَيِّنُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ ، فَلَيَّنْتُهُ ، فَأَمَرَّهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ ــ أَوْ عُلْبَةٌ ، يَشُكُّ عُمَرُ ــ فِيهَا مَاءٌ ، فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ : ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ)) ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ : ((فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى)) ، حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ)) ❶

''صدیقہ و طاہرہ ام المومنین والمومنات سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت ساری نعمتوں میں سے اللہ کریم کا ایک انعام میرے اوپر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر میں اور میری باری کے دن ہوئی۔ آپ ﷺ اس وقت میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور یہ کہ اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت میرے اور آپ ﷺ کے لعاب دہن ایک ساتھ جمع کر دیا تھا۔ اس آخری وقت میں میرے بھائی عبد الرحمٰن بن ابوبکر گھر میں آئے اور ان کے ہاتھ میں اس وقت مسواک تھی۔ نبی مکرم ﷺ میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس مسواک کو دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا میں نے پوچھا آپ ﷺ سے پوچھا: یہ مسواک آپ ﷺ کے لیے لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے اثبات میں جواب دیا۔ میں نے وہ مسواک عبد الرحمٰن سے لے لی مگر رسول اللہ ﷺ اسے چبا نہ سکے۔ میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ ﷺ کے لیے اسے نرم کردوں؟ تو آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ میں نے مسواک نرم کر دی اور آپ ﷺ نے اس کو دانتوں پر پھیرا۔ آپ ﷺ کے سامنے پانی کی ایک چھاگل رکھی تھی یا (راوی حدیث عمر بن سعید رحمہ اللہ کو شک ہے کہ ان کے استاذ ابن ابی ملیکہ نے چھاگل کہا یا یوں کہا کہ) پانی کا کٹورا رکھا تھا۔ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں بار بار ڈالتے اور پھر انہیں اپنے چہرۂ انور پر پھیر کر فرماتے: ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ موت میں بڑی سختیاں ہوتی ہیں۔ پھر آپ ﷺ اپنا ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے: فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔ ''اللہ! بلند مرتبہ رفیقوں (انبیاء ورسل) میں رکھیو!'' حتیٰ کہ آپ ﷺ کی مبارک روح جسد اطہر سے نکل گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ گر گیا۔''

❶ أخرجه البخاري في كتاب المغازي ، باب مرض النبي ﷺ ووفاته ح : ٤٤٤٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ)) [أخرجه البخاري في كتاب الصيام ، باب سواك الرّطب واليابس للصائم] وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ :رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ))❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو پاک رکھنے والی اور اللہ رب العالمین کی رضا کا سبب بنتی ہے اور سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں بے شمار دفعہ وضو کے وقت مسواک کرتے دیکھا ہے۔''

ویسے تو ہر درخت کی مسواک جائز ہے مگر ''اراک...... پیلو'' کے درخت کی مسواک افضل ہے۔ اس درخت کی جڑ کی مسواک کی ایک خاص خوشبو اور خاص کڑوا سا ذائقہ ہوتا ہے۔ اس کے بہت سارے طبی فوائد بھی ہیں۔ ہر وقت اسے کیا جاسکتا ہے لیکن پانچوں نمازوں کے وقت اس کا استعمال مستحب ہے۔ اسی طرح سو کر اٹھ جانے کے بعد بھی۔ درمیانی قسم کی مسواک کرنی چاہیے یعنی نہ زیادہ سخت اور نہ ہی زیادہ نرم۔ اور مستحب یہ ہے کہ آدمی مسواک کو اپنے دانتوں کے تمام سامنے اور پچھلے والے حصوں پر خوب رگڑ کر پھیرے، اسی طرح دانتوں اور ڈاڑھوں کی جڑوں پر بھی، تاکہ طہارت و صفائی خوب اچھی طرح سے ہو سکے اور یہ بھی مستحب ہے کہ مسواک کا آغاز منہ کی دائیں جانب سے کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے بہت سارے اسباب کی بنا پر پورے اصرار کے ساتھ مسواک کے استعمال، منہ کو نظیف رکھنے اور دانتوں کو صاف ستھرا رکھنے پر تاکید فرمائی ہے اور ان اسباب میں سے زیادہ تر کو ہم سمجھ ہی نہیں سکے۔ آپ ﷺ مختلف حالات اور مختلف اوقات میں خوب مسواک کرنے پر بہت زیادہ حریص تھے۔ ان میں سے چند ایک کو بالاختصار بیان کرتے ہیں۔

(ا).... بوقت وضو:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ)) ❷

''اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: اگر میں اپنی امت پر

❶ أخرجه البخاري في كتاب الصيام ، باب سواك الرّطب واليابس للصائم ح :

❷ أخرجه البخاري في كتاب الصيام ، باب سواك الرّطب واليابس للصائم ح :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشقت (مشکل) نہ جانتا تو میں ہر وضو کے ساتھ انہیں مسواک کرنے کا حکم وجوباً دے دیتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سونے سے قبل، سو کر اٹھ جانے کے بعد، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد مسواک ضرور کیا کرتا ہوں اور میرا یہ عمل اسی وقت شروع ہوگیا تھا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسواک کی فضیلت کے بارے میں بہت کچھ فرماتے ہوئے سنا تھا۔

(ب)......نماز کے وقت:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ)) [1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم ضرور کرتا۔''

ابن دقیق العید رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نماز کے لیے تیار ہونے پر مسواک کے مستحب ہونے میں راز یہ ہے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس طرح سے مامور ہیں کہ عبادت کے شرف کا اظہار کرنے کی خاطر ہم کمال اور طہارت و نظافت کی مکمل حالت میں ہوں۔ جناب زید بن خالد رحمہما اللہ مسجد نبوی میں نمازوں کے لیے آتے تو آپ کی مسواک اس طرح آپ کے کانوں پر ہوتی جس طرح کاتب (کلرک) کے کان پر اس کی قلم ہوتی ہے۔ آپ مسواک کیے بغیر نماز کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ مسواک کر کے اسے پھر اس کی جگہ پر رکھ دیتے۔

(ج)......تہجد کے وقت:

((عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ)) [2]

''سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب رات کے وقت تہجد کے لیے اٹھا کرتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرماتے تھے۔''

یہاں حدیث میں مذکور ''الشوص'' کا مطلب ہے: دھونا، صاف کرنا اور رگڑنا۔ ایک معنی یوں کیا گیا ہے: نیچے سے اوپر تک دانتوں پر مسواک کو پھیرتے، رگڑتے رہنا۔ ابن دقیق العید رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس اثر مذکور میں

---

[1] أخرجه البخاري في كتاب الجمعة، باب السواك يوم الجمعة ح: ٨٨٧

[2] أخرجه البخاري في كتاب التهجد، باب طول القيام في صلاة الليل ح: ١١٣٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک کا مستحب ہونا مذکور ہے۔ اس لیے کہ نیند منہ کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلی کی متقاضی ہوتی ہے اور یہ ذائقہ وغیرہ کا بدلنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ معدے کے بخارات جو اس کی طرف نیند میں چڑھے رہتے ہیں۔ اور مسواک صفائی کا آلہ ہے اس لیے جب منہ اس کا متقاضی ہو تو اس وقت مسواک کرنا مستحب ہوتا ہے۔ اور یہاں اثر مذکور میں لفظ ''من اللیل'' رات کے وقت...... سے مراد ہر حالت میں ہے۔ (یعنی رات کے کسی بھی حصے میں جب بھی جاگ آ جائے) کہ جب بھی نماز کے لیے اٹھ جائے۔

(د)...... گھر میں داخل ہوتے وقت:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسِّوَاكِ)) ❶

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو آپ ابتداء مسواک سے کرتے۔''

اس حدیث میں تمام اوقات میں، شدت اہتمام اور پورے تکرار سے مسواک کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں سے گفتگو کے وقت بسا اوقات منہ کی بو بدلی ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ جب گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کے ساتھ حسن معاشرت کے تقاضے کے تحت اس کا ازالہ ضروری ہے اور اس حدیث میں گھر کے اندر داخل ہوتے ہی مسواک کرنے کے استحباب کی دلیل موجود ہے۔

(ھ)...... بیماری کے وقت:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: ((دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَأَعْطَانِيهِ فَقَضَمْتُهُ، ثُمَّ مَضَغْتُهُ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي)) ❷

''ام المومنین والمومنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے آخری دن کی بات ہے کہ میرے بھائی عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما ہمارے گھر میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں استعمال کے قابل مسواک تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: عبد الرحمٰن! یہ مسواک مجھے دو دے۔ انہوں نے مسواک مجھے دے دی۔ میں نے اسے اچھی طرح چبایا

---

❶ أخرجه مسلم في كتاب الطهارة، باب السواك ح: ٥٩١

❷ أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته ح: ٤٤٥٠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نرم کر کے جھاڑ کر نبی کریم ﷺ کو دے دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ مسواک کی۔ اس وقت آپ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔''

تو اس اثر میں بھی نبی کریم ﷺ کے مسواک کے بغیر باوجود اس کے آپ سخت مرض کی حالت میں تھے نہ رہ سکنے کی بنا پر مسواک کے معاملہ کے متاکد ہونے کی دلیل موجود ہے۔

اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نبی معظم ﷺ دوسرے مختلف اوقات میں بھی مسواک کرتے تھے۔

((فَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ، يَقُولُ: ((أُعْ ، أُعْ)) وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ)) ❶

''چنانچہ ابو بردہ رحمہ اللہ کے والد صحابی رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ کے منہ سے ''اع اع'' کی آواز نکل رہی تھی۔ اور مسواک آپ ﷺ کے منہ میں تھی۔ گویا کہ آپ قے کر رہے ہوں۔'' (یعنی حلق مبارک سے اس طرح کی آواز آرہی تھی)

اس حدیث سے زبان پر کافی آگے تک مسواک کرنے کی مشروعیت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جہاں تک دانتوں کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں مستحب یہ ہے کہ چوڑائی کی صورت میں مسواک کی جائے۔ اس اثر میں مسواک کی تاکید مذکور ہے اور یہ کہ مسواک صرف دانتوں کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ اور یہ مسواک کرنا نظافت و طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ صرف منہ کی غلاظتوں کو دور کرنے کے لیے۔

نبی مکرم ﷺ کی اس ضمن میں کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ مسواک کے بارے میں اپنی نصیحتوں کو بار بار دہراتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو اس بات کا خدشہ لاحق ہوا کہ آپ ﷺ نے کہیں اپنے اصحاب سے کچھ زیادہ ہی نہ کہہ دیا ہو۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ)) ❷

''میں تم سے مسواک کے بارے میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔''

یعنی تم سے میں اسے مسلسل کرتے رہنے کے مطالبہ کے تکرار میں مبالغہ سے کام لے چکا ہوں اور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

❶ أخرجه البخاري في كتاب الوضوء، باب السواك ح : ٢٤٤

❷ دیکھئے: صحيح البخاری كتاب الجمعة/باب السواك يوم الجمعة/ حديث : ٨٨٨

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ)) ❶

''دس چیزوں کا تعلق فطرت سے ہے''

اور آپ ﷺ نے ان میں مسواک کو بھی شمار فرمایا۔

اور یہ سب کی سب توصیات اس سبب سے ہیں کہ:

((اَلسِّوَاكُ يُطِيْبُ الْفَمَ وَيُرْضِي الرَّبَّ)) ❷

''مسواک منہ کو پاکیزہ رکھتی ہے اور اللہ رب العالمین کو راضی رکھنے کا ذریعہ بنتی ہے۔''

مسواک کرنا مسنون اور دین کے توابع اور اس کے مکملات میں سے ہے۔ اس سے دانتوں میں چمک آتی ہے۔ کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں مسواک کرنا مکروہ و ناپسندیدہ نہیں ہے۔ اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ: (۱)...... مسواک منہ کو پاک صاف رکھتی ہے۔ (۲)...... مسواک اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنتی ہے۔ (۳)...... دانتوں سے میل کچیل صاف کر کے انہیں چمکدار بناتی ہے۔ (۴)...... یہ منہ کی بو، سانس کو خوشبودار بناتی ہے۔ (۵)...... دانتوں کی جڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ (۶)...... حلق کو بلغم، گندے مواد کو صاف کر کے رطوبت کو ختم کر دیتی ہے۔ (۷)...... مسواک اجر و ثواب میں اضافے کا ذریعہ بنتی ہے۔ (۸)...... کھانے کو ہضم کرتی ہے (۹)...... سر درد کو سکون پہنچاتی ہے (۱۰)...... داڑھوں کے درد کو ختم کر دیتی ہے اور (۱۱)...... معدے کو درست کر کے اسے مضبوط کرتی ہے۔

اس بڑے اہتمام کے پیش نظر کہ جس پر مسواک کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کاربند رہے۔ اس پر چند ایک نئی تحقیقات سامنے آئی ہیں اور یہ انکشاف ہوا ہے کہ مسواک کے چند ایک ایسے فوائد اور بہت سارے امتیازات ہیں کہ جن سے یہ ''ٹوتھ برش اور ٹوتھ کریم'' پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں یہ دونوں مسواک کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تفصیل فارس علوان کی کتاب: ''فِي الصَّلَاةِ صِحَّةٌ وَّقَايَةٌ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مغرب کے لوگوں نے بالآخر منہ اور دانتوں پر مسواک کے نہایت ہی نفع بخش فوائد جب جان لیے تو انہوں نے بھی ٹوتھ پیسٹوں کے ساتھ اراک کی مسواک کا پوڈر ملانا شروع کر دیا۔ اور انہوں نے اس کے پوڈر سے ٹوتھ پیسٹیں بنا کر ان کے نام بھی مسواک کے نام پر رکھ لیے۔ مگر شرف و منزلت کے اعتبار سے بذاتہ مسواک ہمارے لیے کافی ہے۔ اس لیے کہ نبی مکرم ﷺ کے مبارک منہ کے اندر، آپ ﷺ کے اطہار اہل بیت کے (ازواج

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح مسلم/ کتاب الطهارة/باب خصال الفطرة

❷ دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر : حدیث : ۳۶۹۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطہرات و آل بیت) کے مبارک مونہوں میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مونہوں میں اور تابعین کرام رحمہم اللہ اجمعین کے مونہوں میں بھی مسواک ہی استعمال ہوتی تھی اور یہ کہ اللہ عزوجل نے اس امت کے لیے مسواک کو ہی مشروع قرار دیا ہے۔

سر اور ڈاڑھی کے بالوں کے لیے سب سے پسندیدہ: زرد رنگ

((عَنْ زَيْدٍ ــ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ ــ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَصْبغُ لِحيَتَهُ بِالصُّفْرَةِ حَتَّى تَمْتَلِئَ ثِيَابُهُ مِنَ الصُّفْرَةِ ، فَقِيْلَ لَهُ: لِمَ تَصبَغُ بِالصُّفْرَةِ؟ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَصْبغُ بِهَا ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهَا ، وَقَدْ كَانَ يَصْبغُ بِهَا ثِيَابَهُ كُلَّهَا حَتَّى عِمَامَتَهُ)) ❶

''جناب زید بن اسلم رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو زرد رنگ لگایا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے کپڑے زرد رنگ سے بھر جاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ زرد رنگ کیوں لگاتے ہیں؟ تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ بھی زرد رنگ کے ساتھ ہی اپنی ڈاڑھی مبارک کو رنگا کرتے تھے۔ اور اس ضمن میں آپ ﷺ کے نزدیک اس رنگ سے زیادہ کوئی چیز پسند نہ تھی اور یہ کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی پگڑی سمیت اپنے تمام کپڑے زرد رنگ سے رنگ لیا کرتے تھے۔''

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَصْبغُ ثِيَابَهُ وَيَدَّهِنُ بِالزَّعْفَرَانِ ، فَقِيلَ لَهُ: لِمَ تَصْبُغُ ثِيَابَكَ وَتَدَّهِنُ بِالزَّعْفَرَانِ؟ قَالَ: لِأَنِّي رَأَيْتُهُ أَحَبَّ الْأَصْبَاغِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَدَّهِنُ بِهِ ، وَيَصْبغُ بِهِ ثِيَابَهُ)) ❷

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے زعفران سے رنگا کرتے تھے اور تیل بھی زعفران کا لگاتے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے زعفران سے کیوں رنگتے ہیں اور اس کی خوشبو کیوں لگاتے ہیں؟ تو فرمایا: اس لیے کہ میں نے خود دیکھا ہے زعفران رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سارے رنگوں سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ آپ ﷺ اس کا تیل لگاتے اور اسی کے ساتھ اپنے کپڑوں کو رنگوا لیا کرتے تھے۔''

---

❶ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٤٢٩ ـ كتاب اللباس / ح : ٤٠٦٤) وهو صحيح الاسناد / الالبانی رحمہ اللہ

❷ مسند أحمد ، رقم : ٥٧١٧ وقال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح : ٩٧/٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان میں ڈاڑھیاں رنگنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْھُمْ)) ❶

''یہود و نصاریٰ اپنی ڈاڑھیوں کو رنگا نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو۔'' (اور ڈاڑھیاں رنگا کرو)

نبی مکرم ﷺ اپنی امت کے لیے اسوہ حسنہ تھے اور آپ ﷺ خود اپنی ڈاڑھی مبارک کو رنگا کرتے تھے۔ اس ضمن میں زرد رنگ سے زیادہ پسندیدہ کوئی دوسرا رنگ آپ ﷺ کے نزدیک نہ تھا۔ اسی کے ساتھ آپ اپنی ڈاڑھی مبارک کو رنگا کرتے تھے۔ اور حدیث مبارک میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ خضاب کی مشروعیت میں علت دراصل یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہے۔ اسی بات سے خضاب کے مستحب ہونے کی تاکید ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ کی شدت سے مخالفت کرتے اور اس کا حکم بھی فرماتے تھے (اس لیے کہ ان دونوں ملتوں نے اللہ عزوجل کی ذات اقدس، انبیاء کرام علیہم السلام اور اسلام کا کھل کر مذاق اڑایا اور ان سب کی مخالفت میں انتہا کر دی تھی)

البتہ یہ جائز ہے کہ زرد رنگ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کے ساتھ بھی ڈاڑھی کی سفیدی کو بدل دیا جائے۔ جیسے کہ سرخ رنگ کے ساتھ یا کالے اور سرخ رنگ کے مابین والے رنگ کے ساتھ۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے چند بوڑھے لوگوں کے پاس تشریف لائے کہ جن کی ڈاڑھیاں سفید تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ! حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا وَخَالِفُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ)) ❷

''ڈاڑھیوں کو سرخ کرلو (مہندی لگا کر، یا کسی اور خضاب کے ذریعے) یا پھر زرد کرلو اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔''

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُیِّرَ بِہٖ ھٰذَا الشَّیْبُ الْحِنَّاءُ وَالْکَتْمُ)) ❸

''بلاشبہ اس بڑھاپے کے تغیر کے لیے مہندی اور وسمہ بھی کیا اچھی چیز ہے۔''

وسمہ ایک قبض کرنے والی جنگلی بوٹی ہوتی ہے۔ اس کے دانے ہوتے ہیں کہ جن سے سیاہی مائل سرخ رنگ نکالا جاتا ہے۔ جبکہ مہندی کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ ان دونوں کو ملا کر لگانے سے سیاہی مائل سے رنگ نکل آتا ہے۔

---

❶ دیکھئے: صحیح البخاری/ کتاب اللباس/ باب الخضاب/ حدیث: ٥٨٩٩

❷ دیکھئے: مسند احمد حدیث: ٢٢١٨٤، وقال حمزہ الزین: اسنادہ صحیح

❸ سنن ابی داؤد/ کتاب الترجل/ باب فی الخضاب/ حدیث: ٤٢٠٥ واسنادہ صحیحہ۔ الالبانیؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ مہندی اور وسمہ کا رنگ تمام رنگوں سے زیادہ عمدہ رنگ ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ سفید بالوں کو بدل دیا جائے۔ مگر یہ ہے کہ صرف انہی دونوں رنگوں پر اس ضمن میں اکتفاء نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ دوسرے رنگ بھی خوبصورتی کے اصل میں ان دونوں کے ساتھ صیغۂ تفصیل کی دلالت کے ساتھ ان دونوں کی مشارکت میں مذکور ہیں۔ جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق نے مہندی اور وسمہ کے ذریعے خضاب لگایا جبکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے صرف مہندی کے ذریعے ہی خضاب لگایا تھا۔'' [1]

اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ مہندی اور وسمہ کو ملا کر خضاب لگایا کرتے تھے۔ جبکہ امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ صرف مہندی لگایا کرتے تھے، آپ ﷺ اس کے ساتھ کسی چیز کو ملاتے نہیں تھے۔

لیکن یہ ہے کہ کالے رنگ کے ساتھ بالوں کو خضاب نہ لگایا جائے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ واقعہ اس طرح سے ہے کہ فتح مکہ والے دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو (جو بہت زیادہ بوڑھے ہوچکے تھے) نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال ایک سفید بوٹی (ثغامہ) کی مانند بالکل سفید ہوچکے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ)) [2]

''اس بڑھاپے کو کسی رنگ سے بدل ڈالو اور کالے رنگ سے اجتناب کرنا۔''

علماء کرام نے کالے رنگ کے ساتھ خضاب کرنے کی مکروہیت کا فتویٰ دیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تو اس کی حرمت کی طرف مائل ہیں اور فرمایا ہے: ''صحیح ترین قول کے مطابق ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد اور عورت کے لیے سرخ یا زرد رنگ کے ساتھ سفید بالوں کو خضاب کرنا مستحب ہے جبکہ کالے رنگ سے خضاب کرنا حرام ہے۔''

ایک فتویٰ یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی اور نبی مکرم ﷺ کے فرمان: ''وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ'' کے موجب قابل اختیار حرمت ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَكُوْنُ قَوْمٌ يَخْضِبُوْنَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ، كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ)) [3]

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبه ﷺ / حدیث: ٦٠٧٦

[2] صحيح مسلم/كتاب اللباس والزينة/باب استحباب خضاب الشيب

[3] صحيح سنن أبي داود، رقم: ٣٥٤٨- كتاب الرجل / ح: ٤٢١٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: آخر زمانے میں ایک ایسی قوم بھی ہوگی جو کالا خضاب کیا کریں گے جیسے کبوتروں کے سینے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی حاصل نہ کر سکیں گے۔'' تو یہ لوگ ایسے ہوں گے جو ڈاڑھی اور سر میں واقع بڑھاپے کے سفید بالوں کو کبوتروں کے سینوں والے کالے بالوں کی طرح کہ جن کا اغلب رنگ سیاہ ہوتا ہے کالے رنگ کے ساتھ رنگیں گے۔ چنانچہ ایسے لوگ جنت کی خوشبو کو سونگھ بھی نہیں سکیں گے جبکہ اس کی خوشبو تو جیسا کہ حدیث میں ہے پانچ سو سال (کی) مسافت سے آنے لگے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم:...... مختلف پسندیدہ جات

نبی کریم ﷺ زوال کے بعد عمل صالح پیش کرنا پسند فرماتے تھے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ أَرْبَعًا وَيَقُولُ : ((إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَآءِ تُفْتَحُ فَأُحِبُّ أَنْ أُقَدِّمَ فِيْهَا عَمَلاً صَالِحًا)) ❶

''جناب عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زوال کے بعد نماز ظہر سے قبل چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے: بلاشبہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس وقت کوئی نیک عمل پیش کروں۔''

کہا جاتا ہے کہ: یہ چار رکعات ظہر کی سنتیں نہیں تھیں بلکہ یہ الگ مستقل ایک نماز تھی۔ جسے نبی کریم ﷺ زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کا سبب دن کا آدھا آدھا ہونا اور سورج کا ڈھلنا تھا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زوال کے بعد آٹھ رکعات پڑھتے اور فرماتے: یہ آٹھ رکعات تہجد کی نماز کے برابر انہی جیسی ہوجاتی ہیں اور اس کا راز یہ ہے کہ دن کا وسط النہار رات کے نصف اللیل کی طرح ہوتا ہے اور آسمان کے دروازے (رات کی طرح) وسط النہار زوال شمس کے بعد کھول دیے جاتے ہیں۔ اور نصف اللیل کے بعد آسمان دنیا پر نزول الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ تو یہ دونوں وقت اللہ کا قرب حاصل کر کے اس کی رحمت سمیٹنے کے ہوتے ہیں۔ دن کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور نصف اللیل کے بعد اللہ رب العزت آسمان دنیا پر جیسے اس کی شان کو لائق ہے تشریف لے آتے ہیں۔ ❷

نبی کریم ﷺ کے خاندان میں سے ایک اور محبوب شخصیت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُهْدِيَتْ لَهُ هَدِيَّةٌ فِيْهَا قِلَادَةٌ مِنْ جَزْعٍ، فَقَالَ : ((لَأَدْفَعَنَّهَا إِلَى أَحَبِّ أَهْلِيْ إِلَيَّ)) فَقَالَتِ النِّسَاءُ : ذَهَبَتْ بِهَا ابْنَةُ أَبِي

❶ مسند احمد: ١٥٣٣٢ وقال أحمد الزين: اسناده صحيح۔

❷ تفصیل کے لیے دیکھئے: زاد المعاد جلد نمبر ١ ص ٣٠٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَحَافَةَ. فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ فَعَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهَا)) ❶

''ام المومنین والمومنات سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو عقیق ❷ کے ساتھ پرویا ہوا ایک ہار ہدیہ وتحفہ میں پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں یہ ہار اپنے خاندان میں سے مجھے جو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو دوں گا۔ ازواج مطہرات کہنے لگیں: بس یہ ہار تو سمجھیے کہ ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا لے گئیں۔ مگر نبی کریم ﷺ نے اپنی نواسی سیدہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور یہ ہار ان کی گردن میں ڈال دیا۔'' (امامہ اس وقت بالکل بچی تھیں۔)

نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ پیاری نواسی سیدہ امامہ آپ ﷺ کی لخت جگر سیدہ زینب اور سیدنا ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیٹی تھیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رحمت وشفقت اور ان کا دل رکھنے کی خاطر یہ معاملہ تھا کہ آپ ﷺ نے ایک دن نماز میں انتہا درجے کے خشوع وخضوع کی محافظت پر ان کی طبیعت وخواہش کو مقدم فرما دیا۔

((فَعَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عَاتِقِهِ فَصَلَّى ، فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا)) ❸

''جیسا کہ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (مسجد میں) اس حال کے اندر تشریف لائے کہ سیدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا (کہ جو اس وقت بالکل بچی تھیں) کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے اور پھر اسی حالت میں آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ چنانچہ جب آپ ﷺ رکوع کرتے تو ان کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب رکوع (اور سجدہ) سے سر اٹھاتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے۔''

تو رسول اللہ ﷺ کی اپنی پیاری نواسی سیدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا کے ساتھ رحمت وشفقت کا عالم تھا

---

❶ مسند أحمد، رقم: ٢٤٥٨٥، وقال حمزة أحمد الزين: إسناده حسن ١٠١/٦ - ٢٥٢١١.

❷ عقیق سرخ رنگ کا ایک قیمتی پتھر ہوتا ہے جس پر مختلف رنگوں کی دھاریاں ہوتی ہیں۔

آویزہ تیرے گوش کا ہو، اس امید پر کیا کیا عقیق کانِ یمن سے نکل گیا

عموماً اس پتھر کو زیور میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بالخصوص انگوٹھی اور بالی میں۔

ملی جو بے وطنی میں ذرا بھی آسائش عقیق جا کے عدن میں، گھر یمن میں رہے

❸ أخرجه البخاري في كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته ح: ٥٩٩٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جب آپ رکوع کرتے یا سجدہ کرتے تو آپ ﷺ کو ان کے بارے میں خدشہ ہوتا کہ وہ کہیں کندھے سے گر نہ جائیں، اس لیے آپ انہیں زمین پر بٹھا دیتے۔ اور ان کی یہ حالت تھی کہ (نانا جان) نبی مکرم ﷺ کے ساتھ چمٹی رہتیں، زمین پر صبر نہ کرسکتیں اور آپ ﷺ سے الگ ہونے پر چیخنے لگتیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ضرورت محسوس کرتے کہ جب کھڑے ہوں تو اسے پھر اٹھالیں۔

جناب سعد مولیٰ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ ﷺ کو اچھا لگنا

((عَنْ سَعْدٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ ، وَكَانَ يَخْدِمُ النَّبِيَّ ﷺ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ خِدْمَتُهُ ، فَقَالَ : ((يَا أَبَا بَكْرٍ ؛ أَعْتِقْ سَعْدًا)) فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؛ مَالَنَا مَاهِنٌ غَيْرُهُ ، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((أَعْتِقْ سَعْدًا ، أَتَتْكَ الرِّجَالُ أَتَتْكَ الرِّجَالُ)) يَعْنِي السَّبِيُ)) ❶

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جناب سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کو ان کی خدمت نہایت اچھی اور عمدہ معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! سعد کو آزاد کردو۔ وہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! سعد کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا ماہر، تجربہ کار غلام نہیں ہے جو ہماری خدمت سرانجام دے سکے۔ سعد کہتے ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! سعد کو آزاد کردو۔ تمہارے پاس اور مرد (جہاد میں قیدی بن کر) آجائیں گے، تمہارے پاس اور مرد آجائیں گے۔''

نبی کریم ﷺ مفتوحہ علاقے میں تین دن تک قیام کرنا پسند فرماتے ❷

((عَنْ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا غَلَبَ قَوْمًا أَحَبَّ أَنْ يُقِيمَ بِعَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا)) ❸

''سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم، قبیلہ پر غالب آجاتے تو اس بات کو پسند فرماتے کہ آپ ان کے کھلے میدانوں میں تین دنوں تک قیام فرمائیں۔''

جناب المہلب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس قیام میں حکمت یہ تھی کہ ایسا آرام کرنے اور مجاہدین کو آرام

---

❶ مسند أحمد ، رقم : ١٧١٧ ، وقال أحمد محمد شاكر : إسناده صحيح (١/١٩٩ - ١٧١٩

❷ تفصیل کے لیے: علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ کی تحفۃ الأحوذی جلد نمبر ۵ ص ۱۳۱، ص ۱۳۲ دیکھ لیجیے۔

❸ مسند أحمد ، رقم : ١٦٣٠٧ ، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح (٤/٢٩ - ١٦٤٦٩

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروانے کے لیے ہوتا تھا اور یہ واضح ہے کہ جب یہ علاقہ دشمن سے محفوظ ہو جاتا کہ جہاں آپ قیام پذیر ہوتے تو آپ پھر (چوتھی) رات کو وہاں سے کوچ کر جاتے۔''

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مفتوحہ علاقے میں اس لیے تین دن قیام فرماتے تاکہ دشمن پر غلبہ و قبضہ کو ظاہر کر کے احکام و قوانین شرعیہ کو نافذ کر سکیں۔ گویا اس عمل سے آپ ﷺ اس بات کا اظہار کرنا چاہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں میں سے جس کے اندر قوت، طاقت ہو وہ پلٹ کر ہمارے مقابلے میں آ جائے۔

ابن منیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ سرزمین کہ جس میں معاصی اور جرائم ہوتے رہے تھے، اس میں اللہ کے ذکر اور مسلمانوں کے شعار کے اظہار کے ساتھ اللہ کی اطاعت کو عملاً وجود میں لا کر اس زمین میں بطور ضیافت نیکی کی مانوسیت کا بیج بویا جا سکے۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کا اس مفتوحہ سرزمین کی اللہ کے ذکر و اذکار اور اشعار اسلام کے ذریعے تین دن کی ضیافت کرنا مقصود ہوتا تھا تو مناسب تھا کہ پھر آپ یہاں تین دن قیام فرمائیں۔ اس لیے کہ ضیافت تین دن ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نبی کریم ﷺ کھجور کی ٹہنی بطور چھڑی ہاتھ میں رکھنا پسند فرماتے تھے

((عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ : ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَاجِيْنَ ، وَلاَ يَزَالُ فِي يَدِهِ مِنْهَا)) [1]

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو کھجور کی ٹہنی والی چھڑی اچھی لگتی تھی اور یہ چھڑی ہمیشہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی۔''

یہاں حدیث میں مذکور ''عراجین'' سے مراد کھجور کی وہ چھوٹی لکڑی ہے کہ جس میں سوکھنے کے بعد ٹیڑھ پن اور اس میں اگنے والی چھوٹی چھوٹی ٹہنیوں کے نشانات ہوتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں کوئی لکڑی، چھڑی تھامے ہوئے ہوں اور اسے اپنے بعض کاموں میں استعمال فرما سکیں۔ مثلاً ایک دن آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور مسجد میں قبلہ رخ دیوار پر ایک تھوک لگا ہوا دیکھا۔ اور پھر آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ میں تھامی کھجور کی ایک چھڑی سے کھرچ دیا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں قبلہ رخ تھوکنے سے منع فرما دیا۔

نبی کریم ﷺ کے نزدیک ایک اور پسندیدہ رنگ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[1] صحيح سنن أبي داود، رقم: ٤٥٥ - كتاب الصلاة / ح: ٤٨٠ ومسند احمد: ٩/٣

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((كَانَ اَحَبَّ الْاَلْوَانِ اِلَيْهِ الْخُضْرَةُ)) ❶

''نبی کریم ﷺ کے نزدیک (ایک اور) زیادہ پسندیدہ رنگ، سبزی مائل رنگ تھا۔''

رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کپڑوں وغیرہ میں سے زیادہ پسندیدہ سبزی مائل رنگ تھا۔ اس لیے کہ یہ جنت میں پہنے جانے والے کپڑوں کا رنگ ہوگا۔

((عَنْ أَبِيْ رِمْثَةَ ، قَالَ : ((اِنْطَلَقْتُ مَعَ أَبِيْ نَحْوَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ)) ❷

''جناب ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، دیکھا تو آپ ﷺ دو سبز چادریں اوڑھے، پہنے ہوئے تھے۔''

ابن بطال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کی محبت کے پیش نظر اس رنگ کا محترم ہونا کافی ہے۔ اور جناب قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک زمین کی طرف نکلے۔ بعض ساتھیوں نے کہا: یہ زمین کس قدر سرسبز ہے؟ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہم اصحاب النبی ﷺ باہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ، سبز رنگ ہوا کرتا تھا۔''

آپ ﷺ پسند فرماتے کہ: اے راشد اور اے نجیح کے الفاظ سماعت فرمائیں:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ :أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَنْ يَسْمَعَ : يَا رَاشِدُ ، يَا نَجِيْحُ)) ❸

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی ضرورت کے لیے نکلتے تو آپ ﷺ کو یہ بات بہت اچھی لگتی کہ آپ ﷺ اے راشد! اور اے نجیح! جیسے الفاظ کی آواز سنیں۔''

اس لیے نبی کریم ﷺ نیک اور اچھا شگون لینا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ جب آپ اپنے کسی کام سے باہر تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ اس بات کو بہت اچھا گمان فرماتے اور اس سے اچھا شگون لیتے کہ کوئی آواز دینے والا کسی اپنے بھائی کو اس کے نام سے پکارتے ہوئے یوں کہے: اے راشد! یعنی ارے سیدھی راہ پر چلنے والے! یا پھر آواز دینے والا کسی کو پکار کر یوں کہے: ارے نجیح! یعنی ارے صابر و شاکر اور ثابت قدم آدمی!

❶ دیکھئے: صحيح الجامع الصغير حديث : ٤٦٧٣

❷ صحيح سنن أبي داود ، رقم : ٣٤٣٠- كتاب اللباس / ح : ٤٠٦٥

❸ صحيح سنن الترمذي ، رقم : ١٣١٦- كتاب السير / ح : ١٦١٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کو زوال کے وقت دشمن سے ٹکرانا پسند تھا

((عَنْ أَبِي أَوْفَى قَالَ : ((كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَلْقَى الْعَدُوَّ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ)) ❶

''جناب ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنا سورج ڈھلنے کے وقت زیادہ پسند تھا۔''

یعنی نبی جہاد محمد رسول اللہ ﷺ جب غزوہ و جہاد کے لیے لشکر لے کر نکلتے تو اس بات کو پسند فرماتے کہ دشمن سے مڈبھیڑ ظہر کے وقت سورج کے زوال پر ہو۔ اس لیے کہ یہ ہواؤں کے چلنے، طبیعتوں کی نشاط اور جسموں کے ہلکا پھلکا ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ علماء کرام نے حدیث مذکور بالا کا یہی معنی کیا ہے۔ البتہ اس ضمن میں اولیٰ بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے: یہ وہ وقت ہے کہ جس میں صحیح حدیث کے موجب آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (اور یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے) اور ایسا حملہ شروع دن میں دشمن پر دھاوا بولنے کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ اس وقت دشمن غفلت کے عالم میں ہوتا ہے (اور مسلمانوں کا شیوہ نہیں کہ وہ مد مقابل دشمن پر ان کی غفلت والے وقت میں حملہ کریں۔)

آپ ﷺ کو مہندی کا رنگ اچھا لگتا تھا

((عَنْ كَرِيمَةَ ابْنَةِ هَمَّامٍ قَالَتْ : دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، فَأَخْلَوْهُ لِعَائِشَةَ ، فَسَأَلَتْهَا امْرَأَةٌ : مَا تَقُولِينَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحِنَّاءِ؟ فَقَالَتْ :كَانَ حَبِيبِي ﷺ يُعْجِبُهُ لَوْنُهُ وَيَكْرَهُ رِيحَهُ ، وَلَيْسَ بِمُحَرَّمٍ عَلَيْكُنَّ بَيْنَ كُلِّ حَيْضَتَيْنِ أَوْ عِنْدَ كُلِّ حَيْضَةٍ)) ❸

''محترمہ کریمہ بنت ہمام رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں مسجد حرام میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ زائرین نے حرم کا ایک حصہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے خالی کر رکھا ہے (میں آپؓ کے پاس گئی) اور سنا کہ ایک عورت نے آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ام المومنین آپ حناء...... مہندی کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میرے حبیب (نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ) اس کے رنگ کو پسند فرماتے تھے۔ مگر اس کی بو آپ ﷺ کو پسند نہ تھی۔ آپ لوگوں پر دو حیضوں کے درمیان حالت طہر میں مہندی کا لگانا حرام نہیں ہے۔ یا فرمایا کہ ہر حیض کے وقت۔''

---

❶ صحیح الجامع الصغیر ، رقم : ٤٩٨٧

❷ دیکھئے: مسند الإمام أحمد۔ حدیث : ١٢٤٨٥۔ وقال أحمد الزین : إسنادہ صحیح

❸ مسند أحمد ، رقم : ١٢٤٨٥ ، وقال حمزة أحمد الزین : إسنادہ صحیح وقال الالبانی : ضعیف فانظر سنن ابی داود : ٤١٦٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ کو حنا کا رنگ اچھا لگتا تھا اور آپ مردوں کو اپنے سفید بال اس سے رنگنے کا حکم فرماتے تھے۔ سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَحْسَنَ مَا غَيَّرَ بِهِ هٰذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتْمُ)) ❶

''بلاشبہ اس بڑھاپے کے تغیر کے لیے مہندی اور وسمہ بھی کیا اچھی چیز ہے۔''

جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو ان کو نبی مکرم ﷺ حکم دیتے کہ وہ اپنے ہاتھوں پر مہندی لگایا کریں۔

((فَعَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: أَومَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَبَضَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ، فَقَالَ: ((مَا أَدْرِي أَيَدُ رَجُلٍ، أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ؟)) قَالَتْ: بَلِ امْرَأَةٌ، قَالَ: ((لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ)) يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ۔)) ❷

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے پردے کی اوٹ سے اشارہ کیا اور اس کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کے نام ایک خط تھا۔ سو نبی مکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا اور فرمایا: میں نہیں جانتا کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔ اس بی بی نے جواب دیا: نہیں جی، بلکہ یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ فرمایا: اگر تم عورت ہوتیں تو اپنے ناخنوں (اور ہاتھوں) کو مہندی سے رنگ لیتیں۔''

www.KitaboSunnat.com

❶ سنن ابی داؤد/ کتاب الترجل/ باب فی الخضاب/ حدیث: ٤٢٠٥ واسنادہ صحیحہ۔ الالبانیؒ

❷ صحیح سنن أبي داود، رقم: ٣٥١٠۔ کتاب الترجل/ ح: ٤١٦٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم:....... بعض مختلف قسم کی ناپسندیدہ جات

نبی کریم ﷺ ناپسند فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ کو ویران کیا جائے ❶

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوْا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ وَقَالَ: ((يَا بَنِي سَلِمَةَ! أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ آثَارَكُمْ؟ فَأَقَامُوا)) ❷

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو سلمہ نے چاہا کہ اپنے دور والے مکانات (زمانہ جاہلیت کے بنے ہوئے) چھوڑ کر مسجد نبوی کے قریب اقامت اختیار کرلیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ مدینہ منورہ کے کسی حصہ سے بھی رہائش ترک کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو سلمہ! کیا تم لوگ (نمازوں کے لیے مسجد نبوی کی طرف چل کر آنے میں) اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟'' چنانچہ بنو سلمہ رضی اللہ عنہم نے اپنی پرانی رہائش گاہوں میں رہائش باقی رکھی۔''

بنو سلمہ کے گھر اطراف مدینہ میں مسجد نبوی سے دور تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ: نماز کی سہولت کے لیے (جلد مسجد میں پہنچ جایا کریں گے) اپنے دور والے گھر بیچ کر مسجد نبوی کے قریب آ جائیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو ناپسند جانا کہ مدینہ منورہ کے اطراف کو ویران کر کے اس کی باہر والی جگہوں کو خالی کر دیا جائے اور وہ لوگ اپنے گھروں کو خالی چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو اپنی اس ناپسندیدگی سے باخبر کیا تاکہ مدینہ منورہ کے اطراف ومضافات آباد رہیں۔ اور یہ کہ اس سے وہ مسجد نبوی کی طرف چل کر آنے سے زیادہ قدموں کے اٹھنے پر اجر وثواب کی کثرت کا بھی فائدہ اٹھالیں۔

بنو سلمہ نے مسجد نبوی کے بالکل قریب رہائشوں کی طلب اس لیے کی تھی کہ انہیں اس کی فضیلت کا علم تھا۔ نبی مکرم ﷺ نے مسجد نبوی کی فضیلت کا ان پر انکار نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے تو مصلحت مذکورہ کی بنا پر مدینہ طیبہ کے اطراف و جوانب کو خالی کرنے والی خرابی کے علم کو ترجیح دی تھی۔ (اس خرابی کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ عین ممکن تھا دشمن مدینہ منورہ پر چڑھائی کر لیتا اور اس کے اطراف واکناف کو خالی دیکھ کر اسے مدینہ کا گھیراؤ کرنا آسان ہو جاتا۔) اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتلایا کہ ان کے مسجد نبوی کی طرف بار بار، پلٹ پلٹ کر آنے میں وہی فضیلت

❶ تفصیل کے لیے: فتح الباری للعسقلانی جلد نمبر ۲ ص ۱٤۰ ـ ۱٤۱ دیکھیے۔

❷ أخرجه البخاري في كتاب التهجد، باب كراهية النبي ﷺ أن تعرى المدينة ح : ۱۸۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگی جو قریب والے رہائشیوں کو نصیب ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

آپ ﷺ یہ بھی ناپسند فرماتے کہ کوئی آپ ﷺ کے پیچھے چلے

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی آپ ﷺ کے پیچھے زمین روندتا ہوا (جیسے فوجی یا سیکورٹی والے کسی لیڈر کے پیچھے چلا کرتے ہیں یا جیسے پیروں کے پیچھے مرید) چلے۔ لیکن یہ ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں چلیں۔ ❶

اسی طرح رسول اللہ ﷺ اس بات کو بھی ناپسند فرماتے کہ آپ خود قوم کے آگے آگے چلیں۔ بلکہ آپ یہ پسند فرماتے کہ لوگوں کے درمیان میں چلیں یا ان سب کے آخر میں۔ اور یہ اللہ عزوجل کے لیے تواضع اور عاجزی کے لیے تھا۔ اور اس بنا پر بھی کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حرکات و سکنات کا جائزہ بھی لے سکیں تاکہ آپ انہیں شریعت کے آداب کی تعلیم دے سکیں۔ اس کی موافق ایک اور حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے۔

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مَشَيْنَا قُدَّامَهُ وَتَرَكْنَا ظَهْرَهُ لِلْمَلَائِكَةِ)) ❷

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے گھر سے نکلتے تو ہم آپ ﷺ کے آگے آگے چلتے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک کو فرشتوں کے لیے چھوڑ دیتے۔''

هٰذَا مَا عَلِمْنَا وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِلْمُهُ أَتَمُّ وَأَكْمَلُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا کے طلبگار

المؤلف عدنان الطرشه الرياض۔ المملكة العربية السعودية	www.KitaboSunnat.com	المترجم ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد لاہور۔ مملکتِ پاکستان

جمعۃ المبارک/۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۱ مارچ ۲۰۰۸ء

❶ دیکھئے: صحيح الجامع الصغير۔ حديث : ٥٠٠٩

❷ مسند أحمد، رقم : ١٤٤٩٢، وقال حمزة أحمد الزين : إسناده صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باللغة الأوردية

إن حب الله من أصدق علامات الإيمان، وهو الدافع إلى حب رسول الله ﷺ وتتجلى مظاهر هذا الحب لله ورسوله في سير المؤمن على نهج الرسول ﷺ واقتفاء أثره والتأسي به في كل شؤون حياته، على أن أسمى آيات الحب أن يجعل المؤمن هواه تبعا لما جاء به النبي ﷺ ومن هنا فهو يحب ما يحبه النبي ﷺ ويكره ما يكرهه ولكن المؤمن محتاجة إلى مرشد يأخذ بيده ليعلمها على ما يحبه النبي ﷺ وما يكرهه.

إن دار الكتاب والسنة يسعدها نشر هذا الكتاب ليكون عونا للمسلمين على طاعة الله ورسوله ليسعدوا في الدنيا والآخرة. كما نرجو أن يكون هذا العمل خالصا لوجه الله تعالى

دار الكتاب والسنة للنشر الدولي

للتحقيق والتأليف والترجمة والنشر والطباعة

العدني الوصابي محمد عبد السلام الرحماني دار العلوم العصرية